اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

سنو! بلاشبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لطائفِ اشرفی

حصّہ اوّل

ملفوظات

امام العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی

مخدوم حضرت میر اوحد الدین سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ

جامع ملفوظات

حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت شمس بریلوی

نظرثانی

ڈاکٹر خضر نوشاہی

مدیر وناشر

نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ پاکستان

خلیفہ مجاز مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانیؒ

سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارِ کلاں کچھوچھہ شریف انڈیا

★نذرانۂ عقیدت★

مخدوم المشائخ مولانا سید محمد مختار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف و مفتی اعظم پاکستان الحاج مولانا محمد وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

:- منجانب :-

گنج بخش انٹرپرائزز، کراچی
حاجی غلام نبی اشرفی

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ

سنو! بلاشبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لطائفِ اشرفی

حصّہ اوّل

ملفوظات

امام العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی

مخدوم حضرت میر اوحد الدّین سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ

جامع ملفوظات

حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت شمس بریلوی

نظرثانی

ڈاکٹر خضر نوشاہی

مدیر وناشر

نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ پاکستان

خلیفہ مجاز مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانیؒ

سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارِ کلاں کچھوچھہ شریف انڈیا

☆ نذرانہ عقیدت ☆

مخدوم المشائخ مولانا سید محمد مختار اشرف صاحب الاشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف و مفتی اعظم پاکستان الحاج مولانا محمد وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

-: منجانب :-

گنج بخش انٹرپرائز، کراچی

حاجی غلام نبی اشرفی

لطائفِ اشرفی

حصّہ اوّل

مدیر وناشر — نذرِ اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی
طابع — سہیل پریس پاکستان چوک کراچی
کاتب — فضل سبحان
باراوّل — جون ۱۹۹۹ء
تعداد — ۱۰۰۰
قیمت — Rs. 1000/-
کتاب ملنے کا پتہ — انور ہاشم۔ اشرفی انٹرپرائزز
ڈی ۱۰۸ بلاک ۵ فیڈرل بی ایریا۔ کراچی ۷۵۹۵۰ پاکستان
فون: ۶۳۴۴۶۰۵ فیکس: ۶۳۴۴۷۹۵

★ نذرانۂ عقیدت ★

مخدوم المشائخ مولانا سید محمد مختار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف و مفتی اعظم پاکستان الحاج مولانا محمد وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ -

:- منجانب :-
گنج بخش انٹرپرائزز، کراچی
حاجی غلام نبی اشرفی

۷/۸/۲۰۰۰
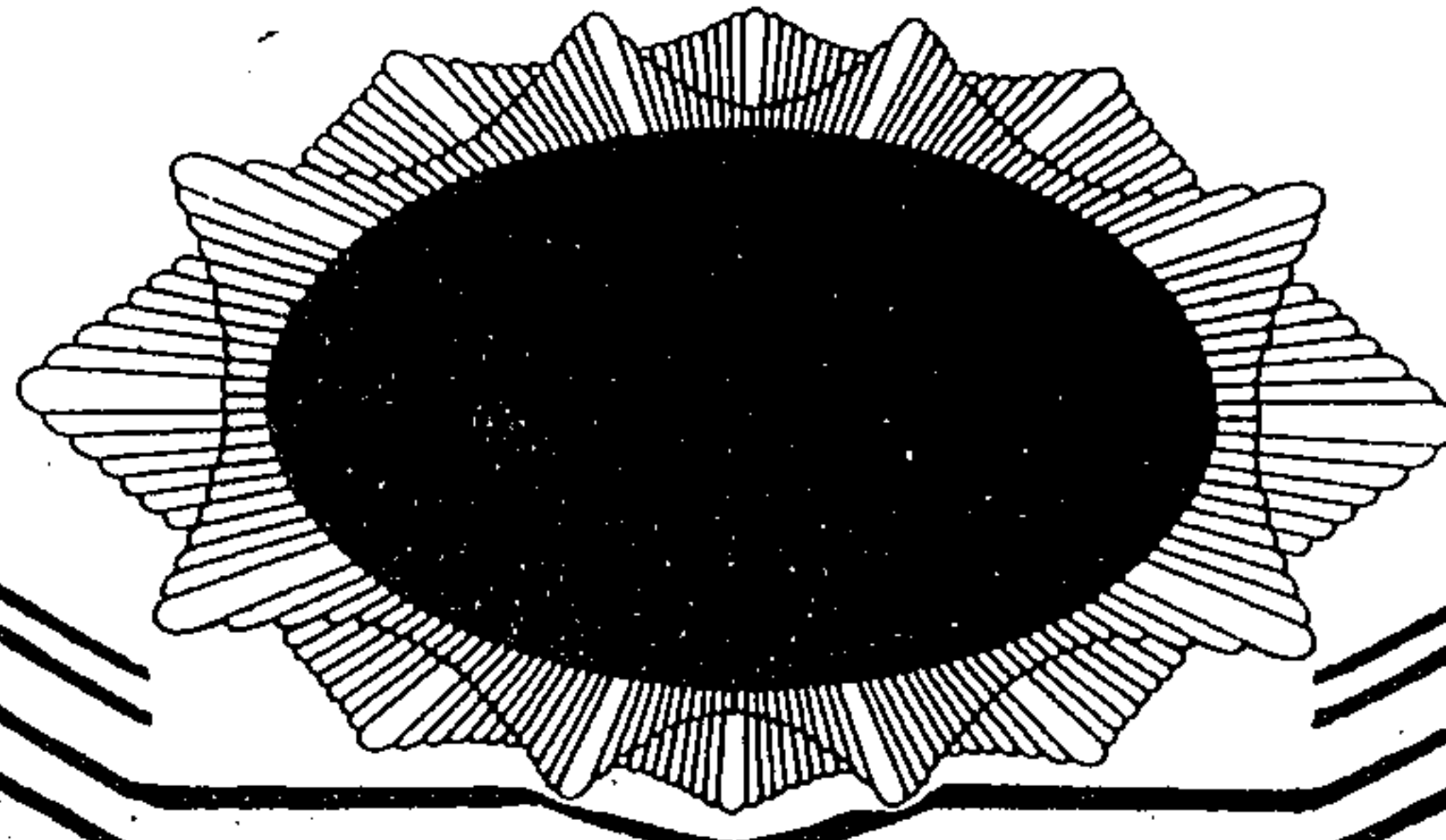
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ المختار

تمام اہلسنت جماعت کیلئے عموماً اور عزیزانِ سلسلۂ اشرفیہ کیلئے خصوصاً

باعث مسرت ہے کہ لطائف اشرفی جس کے ترجمہ کا مدتوں سے اہل ذوق

انتظار کر رہے تھے خدا کا شکر ہے کہ میرے مخلص شیخ ہاشم رضا صاحب اشرفی

جن کو آستانۂ اشرفیہ سے انتہائی عقیدت ہے زر کثیر سے پوری کتاب کا ترجمہ

کرا لیا ہے اور اب آپ لوگوں کی آرزو کے مطابق منظر عام پر آگئی ہے

جو سب کیلئے نادر تحفہ ہے میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آنحضرت کی خدمات کو

قبول فرمائے اور ذریعۂ نجات بنائے اور مقبول عام فرمائے جو لوگ

استفادہ حاصل کریں آنحضرت کے حق میں دعائے خیر کریں (آمین)

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

Abul Masud Syed Mohd. Mukhtar Ashrfa Ashrafi-ul-Jilani
SAJJADA NASHEEN KICHHAUCHHA SHARIF, DIST. FAIZABAD, (U.P.)

★ نذرانۂ عقیدت ★

مخدوم المشائخ مولانا سید محمد مختار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف و مفتی اعظم پاکستان الحاج مولانا محمد وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

-: منجانب :-

گنج بخش انٹرپرائزز، کراچی
حاجی غلام نبی اشرفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامع اشرف

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں
درگاہ کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد (یو.پی)
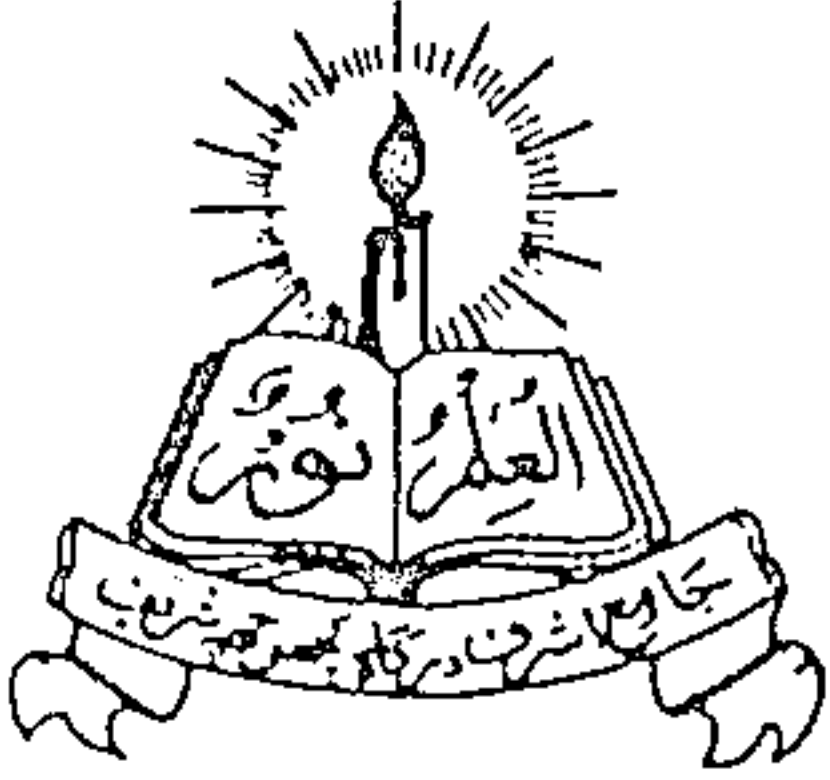
JAM - E - ASHRAF

DARGAH KICHHAUCHHASHARIF-FAIZABAD (U.P.)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم

لطائف اشرفی، تارک السلطنت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے ملفوظات مبارکہ اور آپکے حالات و واقعات پر مشتمل ایک مستند و بے مثال تصنیف ہے جس کو کتب تصوف میں ایک نمایاں اور خصوصی مقام حاصل ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد آج تک فن تصوف میں ایسی مکمل اور جامع کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد کے اکثر صوفیائے کرام نے اپنی کتابوں میں لطائف اشرفی کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ کتاب مذکور کو مخدوم پاک کے مرید خاص اور چہیتے خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین یمنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپکی حیات مبارکہ ہی میں مرتب کر کے آپکی بارگاہ میں سنایا ہے اس لئے اس کے مستند و محقق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ کتاب مذکور کے دیباچہ سے ظاہر ہے۔ کتاب مذکور فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے عام طور پر لوگ اس سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کا اردو ترجمہ شائع کر دیا جائے تاکہ تصوف کی اس گرانمایہ تصنیف سے عامۂ مسلمین بھی فائدہ حاصل کر سکیں اور اس کے مطالعے سے ان کے اندر ایمانی شعور و ادراک اور روحانی جذب و کیف پیدا ہو۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس عظیم کام کو گرامی قدر الحاج نذر اشرف ہاشم رضا
صاحب اشرفی خلیفہ سرکار کلاں نے انجام دیا اور اسکا اردو ترجمہ کروا کر شائع کیا۔
یہ حقیقت ہے کہ اس راہ میں جناب موصوف کو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے
اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے جس نے کبھی ایسے عظیم کام کا بیڑا اپنے سر لیا ہو۔
ظاہر ہے کہ ایک چھ سو سالہ قدیم تصنیف جو بشکل مخطوط محفوظ ہے اور جس کے گنے چنے
چند مخطوطہ و مطبوعہ نسخے لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں اوس کو ایک زبان سے
دوسری زبان میں منتقل کروانے کے لئے مختلف نسخوں کی فراہمی لائق و فائق مترجم
کا انتخاب اس کی تکمیل کے لئے مسلسل تگ و دو اور جہد پیہم پھر اوس کی اشاعت
کے اخراجات کے بار گراں کو برداشت کرنا نہایت حوصلہ مندی کا کام ہے۔ جس پر
موصوف کو جتنی مبارکباد پیش کی جائے کم ہے۔ یقیناً موصوف کا یہ نمایاں کارنامہ انکے ایثار و
اخلاص کی واضح دلیل ہے اور غوث العالم محبوب یزدانی سے انکے والہانہ عقیدت اور
شبیہ غوث الثقلین اعلیٰحضرت مولانا الحاج شاہ علی حسین صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ سجادہ نشین سرکار کلاں
سے محبت کا بین ثبوت ہے۔ موصوف کے مخلصانہ کردار و عمل کا روشن نتیجہ ہے کہ وہ مخدومی مشن
کے فروغ میں رات و دن لگے ہوئے ہیں اور بحمدہ تعالیٰ انکے ذریعہ فیضان مخدوم سمنان جاری
ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی خانقاہ اشرفیہ سرکار کلاں سے کسی عظیم کام کی ابتدا
ہوتی ہے تو انہوں نے بھرپور حصہ لیا ہے جسکی واضح مثال جامعہ اشرف ہے۔

موصوف کو اپنے پیر و مرشد مخدوم المشائخ حضرت مولانا الحاج شاہ محمد مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین سرکار کلاں
سے ایسی والہانہ عقیدت ہے جو آجکے دور میں کم ہی نظر آتی ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ جب بھی
وہ اپنے مرشد کا ذکر کرتے ہیں تو آنکھیں فرط محبت سے اشکبار ہو جایا کرتی ہیں موصوف کے اس
عظیم کارنامے پر مبارکباد دیتے ہوئے دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انکی اس خدمت کو قبول فرمائے اور
اس ترجمہ لطائف اشرفی کو مقبول عام بنائے (آمین)

فقط دعا گو
سید لطیف اشرف اشرفی جیلانی

فہرست

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر
خصائص ذکر	۴۱۴
اذکار جہریہ	۴۱۵
مشایخ چشت اور ذکر جہر	۴۲۳
مقام قاب قوسین	۴۲۶
قرآن کریم کے بعض احکام مقتضائے وقت پر مبنی ہیں	۴۲۷
ذکر خفی سے کیا مراد ہے	۴۳۰
مدّ ذکر کی تفصیل	۴۳۱
ربط قلب	۴۳۲
طریق ذکر مشرب شطاریہ	۴۳۷
ذکر قلندریہ	۴۳۹
مشائخ چشت ذکر حلقہ کی صورت میں فرماتے تھے	۴۴۰
تکبیر عاشقان	۴۴۳
ذکر مشرب وجہ خاص	//
پہلا طریقہ	۴۴۶
دوسرا طریقہ ـ تیسرا طریقہ	۴۴۸
حضرات نقشبندیہ کے مسلک کے اہم اصول	۴۵۲
اذکار خضریہ	۴۵۴
طریقہ ارشاد و تربیت مشائخ چشتیہ	۴۵۵
لطیفہ (۱۰) : تفکر و مراقبہ، جمع و تفرقہ کے شرایط	۴۵۷
کوئی عبادت تفکر سے بالاتر نہیں ہے	//
مراقبہ	۴۶۲
مراقبہ	۴۶۴
مراقبہ افعال و اوصاف	۴۶۵
مراقبہ صمدیت	۴۶۶
مراقبہ عینیہ	//
مراقبہ	۴۶۷

عناوین	صفحہ نمبر
مراقبہ	۴۶۷
مراقبہ	۴۶۸
مراقبہ	۴۶۹
مراقب منطق و منظومہ	۴۷۰
لطیفہ (۱۱) مشاہدہ و وصول در رؤیتِ صوفیہ و مومنان و یقین	۴۷۲
رؤیت کے اقسام و انواع	۴۷۸
وصول کیا ہے	۴۷۹
مومنوں کی رؤیت	۴۸۰
لطیفہ (۱۲) : صوف و خرقہ وغیرہ سے لباس مشائخ کے اقسام اور ہر ایک کے معنی اور مرید و مراد کے شرائط اور مقراض و طاقیہ کا تذکرہ	۴۸۷
شرائط بیعت	۴۹۱
مقراض کی ابتداء کا ذکر	۴۹۳
عطائے کلاہ و خرقہ	۴۹۵
بچپن میں مرید کرنا	۴۹۹
بیعت ہر طبقہ سے لینا چاہیئے	۵۰۰
عورتوں کی بیعت کا معاملہ	۵۰۲
مرید حقیقت میں مراد ہے	۵۰۶
مرید کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں۔	〃
خرقہ پہنانا	۵۰۷
صوف	۵۰۹
جامہ غیر معین	۵۱۰
خرقہ ملمعہ	۵۱۱
خرقہ مرقعہ	〃
خرقہ کبود	۵۱۳
خرقہ سیاہ	〃
خرقہ سفید	۵۱۴

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر
مولانا نظام الدین	۵۶۴
خواجہ سالار سنبین	//
حضرت مولانا فخر الدین حیسرتی	۵۶۵
حضرت مولانا شہاب الدین کنتوری	//
حضرت سید محمد کرمانی	//
حضرت جمشید قلندر	۵۶۶
حضرت شیخ حیدر	//
خادم سلطان المشائخ بابا اقبال	//
حضرت شیخ لطیف الدین	۵۶۷
حضرت شیخ برہان الدین دولت آبادی	//
حضرت ملک زادہ مسعود بک	//
حضرت ملک بہاؤالدین کرد	//
حضرت سید محمد گیسو دراز	۵۶۸
حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی	۵۶۹
حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابر	//
حضرت مولانا داؤد	//
حضرت مولانا تقی الدین	//
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قطب دہلی	۵۷۰
قاضی حمید الدین ناگوری	//
مولانا فخر الملتہ والدین حلوائی	//
مولانا برہان الدین	//
شیخ بدر الدین غزنوی	//
حضرت خواجہ مودود چشتی	۵۷۱
خواجہ ابویوسف چشتی، خواجہ ابو محمد چشتی، خواجہ ابو احمد چشتی	//
شجرۂ دوم : سلسلہ قادریہ غوثیہ	۵۷۳
حضرت شیخ عبد القادر جیلانی	//

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر

۵۵۶۲۳

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر
سماع کے جواز میں آیات قرآنی	
اباحتِ سماع میں احادیثِ نبویؐ	۷۳۰
نغمۂ دوم: مشائخ وصوفیہ متقدمین واکابر طریقت کے اقوال	
سماع کے بارے میں	۷۳۴
غزل: فرمودۂ حضرت اشرف جہانگیر	۷۴۰
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ نے سماع میں	〃
شعر سن کر جان دے دی	〃
قول حضرت علی	۷۵۵
نغمۂ سوم: آداب وکیفیت سماع وکیفیت ورخصتِ مزامیر	۷۵۹
خاتمہ	۷۶۹
استماع مزامیر	۷۷۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

الحمد للہ رب العلمین ۵ اللھم انی عاجز عن شکرک

پیش لفظ

تمہید اللہ تبارک و تعالیٰ جس کام کی تکمیل چاہتا ہے اس کے لئے پردۂ غیب سے وسائل بھی مہیا فرما دیتا ہے۔ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ یہ کام اس طرح پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا مشئیتِ ایزدی اور رضائے الٰہی سے بظاہر ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ کون سا کام ہے جو اس کے قبضۂ قدرت میں نہیں۔

زیرِ نظر کتاب "لطائف اشرفی" کے اردو ترجمہ کی اشاعت و طباعت بھی اس ذات رحیم و کریم کے لطف و کرم کے بغیر ممکن نہ تھی کاتبِ تقدیر نے اس عظیم اور رفیع کام کی تکمیل کی سعادت اس عاجز کے نام لکھ رکھی تھی۔ الحمد للہ! ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لطائف اشرفی سے اس عاجز کو جو قلبی، روحانی اور فکری ارتباط ہے وہی اس ترجمہ کا اصل محرک ہے لیکن اس ربط و ضبط کا پس منظر بیان کئے بغیر بات واضح نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ:

فیضانِ اشرف (پس منظر) اس عاجز (شیخ ہاشم رضا اشرفی) نے اپنے خاندانی بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ اس عاجز کے نانا صاحب قبلہ شیخ عبد العزیز اشرفی بیعت ہونے کے ارادے سے مولانا آسی غازی پوری کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر یہ علم ہوا کہ مولانا کا وصال ہو چکا ہے۔ بڑے مایوس ہوئے۔ مضمحل واپس آئے مگر رؤیا میں مولانا کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مولانا نے فرمایا کہ آپ کا حصہ سلسلۂ اشرفیہ کے معروف بزرگ اعلیحضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی میاں سجادہ نشین کچھوچھہ شریف خانقاہ حسنیہ کے پاس ہے وہیں قسمت آزمائی کیجئے چنانچہ انہیں اعلیحضرت سے بیعت کی سعادت حاصل ہوئی، اس حوالے سے اعلیحضرت اشرفی میاں ہمارے دیار میں تشریف فرما ہوئے، اس وقت نہ صرف اس احقر کے تمام افرادِ خاندان نے بیعت کی سعادت حاصل کی بلکہ گاؤں کے دوسرے لوگوں کو بھی حضرت کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل ہوا۔

احقر کی ولادت کا واقعہ اس احقر کے نانا حضور کی اٹھارہ انیس اولادوں میں سے صرف ایک بیٹی ہی حیات رہیں جو اس احقر کی والدہ ماجدہ تھیں۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ والدہ کے ہاں بھی جو اولاد ہوتی تھی وہ یا تو مردہ ہی پیدا ہوتی یا پھر پیدا ہوتے ہی مر جاتی تھی۔ نانا حضور نے خدمت شیخ سے انتہائی ادب و احترام اور عجز و انکساری کے ساتھ عرض کی کہ یا حضور: کیا آپ کے اس خادم کی نسل اس ایک بیٹی سے بھی نہیں چلے گی؟ حضور کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور اعلیٰحضرت کا ارشاد ہوا: غم نہ کرو، اس بار ان شاء اللہ بیٹا ہوگا، اس کا نام "نذر اشرف" رکھنا۔ یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اعلیٰحضرت نے جس کسی کو بھی اولاد کی دعا دی اس کے ہاں اولاد نرینہ ہی پیدا ہوئی۔

عجیب واقعہ حیرت ناک واقعہ یہ ہے کہ جب اس عاجز کی ولادت ہوئی تو یہ بھی مردہ حالت میں پیدا ہوا تھا، ولادت ۵ رمضان ۱۳۴۷ھ کو ہوئی۔ اس عاجز کے مردہ پیدا ہونے پر گھر میں کہرام مچ گیا اس موقع پر اعلیٰحضرت اشرفی میاں قدس سرہٗ اور ان کے پیر و مرشد نے متمثل ہو کر فرمایا کہ روتے کیوں ہو، لڑکا تو زندہ سلامت ہے۔ ادھر اسی وقت دروازے پر کسی فقیر نے صدا دی، نانا مرحوم باہر گئے، دیکھا تو ایک درویش دروازے پر کھڑے تھے جو اجنبی ناآشنا تھے انہوں نے کہا کہ بچے کو میرے پاس لاؤ، جب اس عاجز کو ان درویش کے پاس لے جایا گیا تو انہوں نے مجھے ہاتھ میں لے لیا، ان کے ہاتھوں میں جاتے ہی اس عاجز نے رونا شروع کر دیا یہ رونا سارے گھر کے لئے خوشی کی ایک لہر بن گیا، وہ گھر جو ماتم کدہ بنا ہوا تھا وہاں سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ مبارک سلامت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وہ کون تھے یہ اللہ کو معلوم ہے۔ اس درویش نے جب اس عاجز کو واپس کیا اور اسے اندر لے جایا گیا تو فوراً ہی لوگوں نے باہر جا کر درویش کو تلاش کیا مگر وہ غائب ہو چکے تھے۔

کچھوچھہ شریف اور بچپن بچپن میں یہ عاجز مہینوں کچھوچھہ شریف میں رہا کرتا تھا، چنانچہ بچپن ہی سے اس روح پرور اور ایمان افروز ماحول سے قلبی لگاؤ پیدا ہو گیا تھا، اس عاجز کی عمر ابھی سات آٹھ سال کی تھی کہ اعلیٰحضرت اشرفی میاں قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا ان کے وصال کے چند سال بعد نانا، نانی اور والدہ محترمہ بھی رحمتِ حق سے جا ملیں، چنانچہ اس کے بعد میرا کچھوچھہ شریف جانے کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جوانی کا دور لکھنؤ یونیورسٹی میں داخل ہو کر بچپن کا یہ عقیدت مندانہ رویہ فراموش ہو گیا، نماز، روزہ کی پابندی نہ رہی۔ ۱۹۵۰ء میں ایم کام کر کے ڈھاکہ چلا گیا اور مسلم کمرشل بینک میں ملازمت اختیار کر لی، ۱۹۶۲ء تک سوائے بینکنگ کے اور کوئی کام نہ تھا۔ مذہب سے کوئی تعلق نہ عبادت سے کوئی واسطہ تھا، بس دنیاوی کاموں ہی میں مصروف رہنے لگا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب احقر مسلم کمرشل بینک ڈھاکہ کی رمنا برانچ کا منیجر تھا کہ اچانک ایک روز ایک درویش جمعے کی شب کو مجھے

بغدادی شاہ کے مزار پر لے گئے اور وہاں مجھے فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔ فاتحہ پڑھنے کے دوران غنودگی طاری ہوگئی اور اسی عالم میں صاحب مزار کی زیارت ہوئی۔ عین اسی وقت درویش نے فرمایا کہ آپ کا کام یہاں سے ہوگیا آپ کا ٹرانسفر چاٹگام ہوگیا۔ ایک مہینے کے بعد ہیڈ آفس کراچی سے چاٹگام کے لئے ٹرانسفر آرڈر آگیا۔ اس غیر معمولی واقعہ نے مذہب کی طرف پھر واپس کردیا۔ یہ واقعہ ۱۹۶۲ء کا ہے۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۷ء تک مختلف طریقوں سے روحانی تربیت ہوتی رہی۔ بہت سے بزرگوں اور درویشوں سے ملاقاتیں رہیں تاآنکہ ۱۹۶۷ء میں اعلیحضرت اشرفی میاں کے نبیرے اور سجادہ نشین سرکار کلاں مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ نے عالم رویا میں تشریف لاکر بیعت سے سرفراز فرمایا اور پھر ۱۹۷۰ء میں خلافت بھی عطا ہوئی۔ کرم پر کرم ہوتے رہے اور اس عاجز کو خوب خوب نوازا گیا۔ کرم کردی الٰہی زندہ باشی۔

لطائف اشرفی کی تلاش یہ عاجز ابتداء میں بیان کرچکا ہے کہ اعلیحضرت اشرفی میاں کی دعا سے ولادت، پھر اشرفی سلسلہ کے بزرگوں سے قلبی و روحانی ارتباط، بچپن میں کچھوچھہ شریف میں حاضریاں، وہاں مہینوں قیام اور بالآخر اسی سلسلۂ طریقت میں بیعت اور پھر خلیفۂ مجاز ہونے تک کے تمام مراحل میں نہ جانے کتنی بار لطائف اشرفی کا ذکر سن چکا تھا، گویا یہ نام اس عاجز کے رگ و پے میں سما چکا تھا اور دل میں یہ تمنا مچلتی رہتی تھی کہ کبھی اس گنجینۂ علم و عرفان کو دیکھنے اور اس سے استفادہ کرنے کی سعادت حاصل ہوجاتی تو کتنا اچھا ہوتا۔

دبئی میں ملازمت ۱۹۷۶ء میں دبئی کے مشہور بزنس گروپ الفطیم اور مسلم کمرشل بینک کراچی کے باہمی اشتراک سے مڈل ایسٹ بینک کا آغاز ہوا جس میں احقر مسلم کمرشل بینک کی طرف سے انتظامیہ میں شامل ہوا اور شروع ہی سے ۱۹۸۱ء کے آخر تک ڈپٹی جنرل منیجر کے فرائض انجام دیتا رہا۔ جنوری ۱۹۸۲ء میں مسلم کمرشل بینک نے کراچی واپس بلالیا جہاں حکومت پاکستان نے احقر کو اسی بینک کا ممبر بورڈ آف ڈائریکٹرز مقرر کردیا۔ بعد میں اس منصب کو ایگزیکیٹیو ڈائریکٹر کا نام دیا گیا۔ مئی ۱۹۹۰ء میں اسی عہدہ سے سبکدوش ہوا۔

لطائف اشرفی کا دستیاب ہونا لطائف اشرفی کی تلاش تو ایک عرصے سے تھی۔ ایک بار جب دبئی سے ہندوستان گیا تو خوش قسمتی سے گورکھپور میں ہمارے محترم خالو قاضی خلیل الرحمان کی وساطت سے جناب سبزپوش کی لائبریری میں لطائف اشرفی کا ایک قلمی نسخہ مل گیا، یہ ۱۹۷۸ء کی بات ہے احقر نے ان بزرگوں سے اس قلمی نسخے کی فوٹو کاپی کی اجازت لے لی اور وہ نسخہ اپنے ساتھ دبئی لے گیا۔ وہاں سے فوٹو کاپی کرا کے اصل نسخہ واپس بھیج دیا گیا اور فوٹو کاپی اپنے پاس محفوظ کرلی گئی۔

جب اس کتاب کو پڑھنا چاہا تو اس کی گہری معنویت سے لبریز فارسی زبان کی تفہیم مشکل محسوس ہوئی چونکہ یہ عاجز فارسی سے معمولی واقفیت رکھتا ہے لہٰذا لطائف اشرفی کو پڑھنے اور سمجھنے

سے قاصر رہا، چنانچہ خیال یہ پیدا ہوا کہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ مخلوق خدا اور بالخصوص وابستگانِ عرفان و تصوف کے استفادے اور سہولت کے لئے کیوں نہ اس کا اردو ترجمہ کرالیا جائے۔

ترجمہ کی اولین کوشش لطائف اشرفی کے اردو ترجمہ کی خواہش اور تڑپ کا اظہار جب اس عاجز نے اپنے احباب سے کیا تو انہوں نے اس کام کے لئے حضرت شمس بریلوی کو موزوں ترین قرار دیا جب حضرت شمس بریلوی سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے بڑی خندہ پیشانی اور خوشدلی سے ترجمہ کی حامی بھرلی۔
کسی قلمی نسخہ کی فوٹو کاپی سے براہ راست ترجمہ کرنا کتنا دشوار کام ہے، اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں لیکن حضرت شمس بریلوی نے (جو مستند مترجم کی حیثیت رکھتے تھے) نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کے فریدالدین صاحب کے تعاون سے اس کی کتابت بھی کروائی، کتاب طباعت کے لئے تیار کرکے ہماری مشکل کو بڑی حد تک آسان کردیا۔

ترجمہ کی دوسری کوشش اس دوران احقر کو اپنے پیر و مرشد کی کرم نوازی سے لطائف اشرفی کا فارسی دالا مستند مطبوعہ نسخہ بھی مل گیا جو اعلیحضرت اشرفی میاں نے نصرت المطابع دہلی سے طبع کروایا تھا اور لطائف اشرفی کے اوّل نو لطائف کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہوگیا جو حکیم سید نذر اشرف صاحب نے کیا تھا، چنانچہ یہ ضروری ہوگیا کہ حضرت شمس بریلوی کے اردو ترجمہ کا مقابلہ مطبوعہ فارسی متن سے بھی کرلیا جائے لیکن قدیم مطبوعہ فارسی متن سے اس ترجمہ کا تقابل بجائے خود بہت دشوار کام تھا۔ اس وقت حضرت شمس بریلوی اتنے ضعیف اور نحیف ہوچکے تھے کہ وہ اس کام کے متحمل نہ ہوسکے۔ چنانچہ اس علمی و تحقیقی کام کے لئے پھر کسی اہل علم و فضل کی تلاش شروع ہوئی۔
بالآخر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور حضرت نوشہ گنج بخش قادری (م ۱۰۶۴ھ) کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان محقق ڈاکٹر خضر نوشاہی جو بزرگان دین سے قلبی و فطری لگاؤ بھی رکھتے ہیں اور فارسی زبان و ادب ہی نہیں بلکہ تاریخ و تذکرۂ صوفیہ اور تصوف پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں، اس خدمت کے لئے آمادہ ہوگئے اور انہوں نے نظر ثانی کے دقیق کام کی ذمہ داری قبول کرلی۔

نظر ثانی کے اہم پہلو نظر ثانی کے دوران متعدد تسامحات اور فروگذاشتیں سامنے آئیں، مثلاً کچھ مقامات تو حضرت شمس بریلوی کی ضعف بصارت اور عالم پیری کے باعث صحیح ترجمانی سے تشنہ رہے پھر انہوں نے متعدد اشعار کے ترجمہ سے بھی گریز فرمایا تھا، کچھ الفاظ اور فقرے جو خطی نسخہ سے فوٹو کاپی میں آسکے تھے وہ بھی نتیجتاً ترجمہ ہونے سے رہ گئے تھے۔ اختلاف متن اور سہو کتابت سے بھی کچھ اغلاط ترجمہ میں در آئی تھیں۔ ڈاکٹر خضر نوشاہی نے شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد لطائف اشرفی کے تمام خطی، مطبوعہ اور مترجم نسخوں کو سامنے رکھ کر ترجمہ کا نیا متن تیار کیا جو نذر قارئین ہے۔
اس میں لطائف اشرفی کے سلسلے میں اب تک انجام دیئے گئے تمام علمی و تحقیقی کاموں کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔

اور ان سے استفادہ بھی کیا گیا ہے۔

حکیم سید نذر اشرف صاحب اعلیحضرت اشرفی میاں کے داماد تھے، سب سے پہلے آپ ہی نے لطائف اشرفی کے اوّلین ۹ لطائف کا ترجمہ کیا تھا جس کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ فارسی اشعار کا ترجمہ بھی اردو اشعار میں کیا گیا تھا۔ چنانچہ قارئین کے استفادہ کے لئے نظر ثانی کرتے وقت ان نو لطیفوں میں اشعار کے نثری ترجمہ کو اس منظوم ترجمے سے تبدیل کر دیا گیا۔

ضمناً یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ لطائف اشرفی کے اوّلین بیس لطیفوں کا ترجمہ ہے جو کتاب کا تقریباً نصف حصہ ہے ہم نے اسے جلد اوّل کا نام دیا ہے۔ بشرطِ زندگی جلد ہی باقی لطائف کا ترجمہ بھی دوسری جلد کی شکل میں پیش کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ

حرف تشکر | اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے فیضان باطن اور چشم کرم کے بغیر اس کام کی تکمیل ممکن نہیں تھی۔ بیس برس کے طویل عرصے میں یکسوئی سے اس کام میں مصروف رہنا آسان نہیں تھا تاہم اس طویل عرصے میں تمام مراحل سے بآسانی گزر جانا محض اللہ رب العزت کا کرم اور ہمارے مخدوم کا فیض بے پایاں ہے۔ حضرت مخدوم کے لطف و کرم سے یہ انتہائی مشکل کام اس عاجز کے لئے آسان ہو گیا۔ ہر مشکل کے وقت عنایت مخدومی سے ایک ولولہ تازہ پیدا ہوتا تھا اور ہمت بندھ جاتی تھی۔ آج جب یہ کام مکمل ہو رہا ہے تو دل سے بے ساختہ دعا نکلتی ہے کہ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے میں اس حقیر کاوش کو قبول فرمالے اور اسے مقبول عام بنائے۔

یہ عاجز بطور خاص سب سے پہلے اپنے پیر و مرشد کے جانشین حضرت مولانا سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی موجودہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف کا سپاس گزار ہے کہ آپ نے ازراہ کرم اس کتاب کی تکمیل کے تمام مراحل میں خصوصی توجہ سے نوازا اور مفید مشوروں سے راہنمائی فرمائی۔

یہ بندہ ہیچ مداں حضرت شمس بریلوی مرحوم اور ڈاکٹر خضر نوشاہی کا خاص طور پر ممنون ہے کہ انہوں نے لطائف اشرفی کو اردو میں منتقل کر کے عام قارئین کے لئے اس سے استفادے کی راہ ہموار کر دی ہے۔ الحمد للہ۔

آخر میں اس کتاب کی تکمیل کے تمام مراحل میں جن احباب کا تعاون ہمیں حاصل رہا ان سب کا شکریہ ادا کرنا بھی اس عاجز پر واجب ہے بالخصوص جناب اقبال شکور اشرفی، جناب جلیس احمد شمسی اشرفی، جناب اے ڈبلیو راہی اشرفی، جناب نصر اللہ قادری اشرفی، جناب سید معین الدین کاظمی اشرفی، جناب محمد نظام الدین اشرفی کے ہم بے حد ممنون ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان سب لوگوں کو جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کچھ بھی حصہ لیا ہے اجر عظیم عطا فرمائے اور روحانیت اشرفیہ سے بہرہ مند فرما کر اپنی محبت، اپنے قرب، اپنی اطاعت اور اپنی عنایات و لطف بے پایاں سے نوازے، اتباع رسول کی توفیق عطا فرمائے، قلوب و اجسام کی اصلاح فرمائے اور دینی و دنیوی جملہ ضروریات و مہمات کو انجام دے کر حسن خاتمہ بخشے۔ آمین یارب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

حرف آخر یہ عاجز ہیچ مداں، بارگاہ اشرفی کا ادنیٰ خادم شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی تمام قارئین سے طالب دعا ہے، درخواست گزار ہے کہ اس عاجز اور اس کے آبا و اجداد کے لئے دعائے مغفرت فرمایئے نیز یہ دعا بھی فرمایئے کہ حضرت عزت بطفیل حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بفیض حضرت مخدوم اس ناچیز کو لطائف اشرفی کے بقیہ لطائف کے ترجمے اور اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائے اور یہ علمی کام بھی اس عاجز کی نگرانی میں مکمل ہو جائے اور یہ کہنے کی کہ "شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم" سعادت بھی حاصل ہو جائے۔

خادم الفقرا

ہاشم رضا اشرفی

دیباچہ

کتاب لطائف اشرفی علم وعرفان کا وہ انمول خزینہ ہے جسے کتب صوفیہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے، یہ کتاب تصوف کے طالب علموں کے لئے نصاب کا درجہ رکھتی ہے۔ ہزاروں تشنگانِ عرفان اس کتاب سے سیراب ہوتے، اور اس سرچشمۂ فیضان سے فیضیاب ہوتے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اب جبکہ برصغیر پاک وہند میں فارسی زبان کی جگہ اردو زبان نے لے لی ہے اور فارسی زبان جاننے اور سمجھنے والے قلیل لوگ رہ گئے ہیں تو عوام الناس کے استفادے کے لئے اس خزینۂ علم وعرفان کو اردو زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ الحمد للہ! آج یہ تاریخی کتاب اردو زبان میں نذرِ قارئین کی جا رہی ہے۔

یہ عظیم کام اللہ تعالیٰ کی مہربانی، رضا، اور فضل کرم سے اور بزرگانِ دین کے فیضان اور بالخصوص صاحبِ ملفوظات حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی چشمِ کرم، استمداد اور روحانی تصرفات کے بغیر ممکن نہ تھا، چنانچہ قبل اس کے کہ ہم اس کتاب اور ترجمے کے بارے میں کچھ عرض کریں، یہ ضروری ہے صاحبِ ملفوظات کے احوالِ زندگی سے روشناس ہوں۔ اگرچہ یہ پوری کتاب اس مردِ کامل کی حیات طیبہ اور سیرت و کردار سے ہی متعلق ہے، تاہم بعض اہم اور ضروری معلومات یہاں بھی تبرکاً تحریر کی جاتی ہیں، تاکہ کتاب کے مطالعہ سے قبل صاحبِ ملفوظات کے کچھ احوال قاری کو معلوم ہوں۔

حضرت محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ اشرفیہ کے بانی و سرخیل حضرت قطب الاقطاب غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سید مولانا اوحد الدین سلطان اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی ذات گرامی اگرچہ کسی رسمی تعارف کی محتاج نہیں ہے، تاہم لطائف اشرفی کے قاری کے ذوق بصارت اور اپنے اس مقدمہ کی سعادت کے لئے زیر تحریر سطور کو ہم ان کے ذکر خیر سے مشرف کرتے ہیں۔

حضرت محبوب یزدانی کے والد محترم حضرت سید محمد ابراہیم سمنان (خراسان) کے حاکم تھے جن کا شجرۂ نسب حضرت امام حسین علیہ السلام کے ذریعے حضرت مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے جبکہ آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی خدیجہ تھا، جو معروف صوفی بزرگ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے تھیں۔ یہاں تبرک کے طور پر حضرت محبوب یزدانی کا مکمل شجرہ نسب تحریر کیا جاتا ہے۔

شجرۂ نسب :

حضرت مخدوم محبوب یزدانی میر سید مولانا اوحدالدین سلطان اشرف جہانگیر سمنانی نوربخشی سامانی قدس سرہ۔

ابن حضرت مولانا ابو السلاطین سلطان سید ابراہیم شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہٗ
ابن حضرت مولانا سلطان سید عماد الدین شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سلطان سید نظام الدین محمد علی شیر شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سلطان سید ظہیر الدین محمد شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سلطان سید تاج الدین محمد بہلول شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا نقیب النقبا سید شمس الدین محمود نوربخشی نبیرۂ سلطان اسمٰعیل شاہ سامانی قدس سرہٗ
ابن حضرت مولانا سید ابو المظفر علی اکبر بلبل قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید محمد مہدی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید اکمل الدین مبارز قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید جمال الدین ابو القاسم قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید ابی عبداللہ قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید حسین شریف قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید ابو احمد حمزہ قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید ابو علی موسیٰ قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید اسماعیل ثانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید ابو الحسن محمد قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید اسماعیل اعرج قدس سرہ
ابن حضرت سیدنا و مولانا ابی عبداللہ امام جعفر صادق علی جدّہٗ و علیہ السلام
ابن حضرت سیدنا و مولانا ابو جعفر امام محمد باقر علی جدّہٗ و علیہ السلام
ابن حضرت سیدنا و مولانا ابو محمد علی بن امام زین العابدین علی جدہ و علیہ السلام۔
ابن حضرت سیدنا و مولانا ابو عبداللہ امام حسین سید الشہداء علی جدہ و علیہ السلام۔
ابن حضرت سیدنا و مولانا اسد اللہ الغالب امام علی ابن ابی طالب علی نبیہ و علیہ السلام

(صحائف اشرفی ص۵۳ تا ص۵۴)

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں سمنان میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کی خوشخبری آپ کے والدین کو سمنان کے حضرت ابراہیم شاہ نامی ایک مجذوب نے دی تھی۔ چونکہ آپ کے والدین کے ہاں دو تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں اور پھر آٹھ یا بارہ برس تک کوئی اولاد نہ ہوئی، جس کے باعث دونوں متفکر رہتے تھے، کہ ایک روز مذکورہ بزرگ آپ کے گھر میں تشریف لے آئے۔ آپ کے والدین متعجب ہوئے کہ محل میں اتنا سخت چوکی پہرہ ہے پھر یہ کیسے اندر تشریف لے آئے ہیں، تاہم آپ کی خدمت بجالائے، اور اللہ کے بندے نے آپ کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا مبارک فرزند عطا کرے گا جس کے نقش مقدس سے ایک عالم فیض یاب ہوگا۔

تعلیم و تربیت

جب آپ چار سال، چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو خاندانی روایات کے مطابق آپ کی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ اس روز دربار شاہی میں جلسۂ شادی و شادمانی منعقد ہوا، تمام شہر اور چار باغ سلطانی میں آئینہ بندی کی گئی۔ طرح طرح کے عمدہ فرش اور قالین بچھائے گئے اور مسندِ شاہانہ بچھائی گئی۔ حضرت مولانا عمادالدین تبریزی نے بسم اللہ کرائی اور ابجد پڑھائی۔

آپ نے چودہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم معقول و منقول سے فراغت حاصل کرلی۔ قرآن کریم کی ساتوں قرأتوں کے حافظ تھے لیکن تصوف و عرفان سے انہیں قلبی و روحانی ارتباط تھا، یہی ذوق انہیں کشاں کشاں حضرت خواجہ علاؤالدولہ سمنانی کی خدمت میں لے گیا جو اپنے دور کے معروف صوفی تھے، آپ اکثر ان کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔

تخت و حکومت

اپنے والد محترم سید محمد ابراہیم کے اس دار فانی سے رحلت کے بعد سترہ (۱۷) سال کی عمر میں ریاست سمنان کے وارث بنے اور تخت حکومت پر متمکن ہوئے مگر چونکہ ان کا طبعی میلان فقر و درویشی کی طرف تھا اس لئے تھوڑے ہی عرصے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کی ترغیب سے اپنے بھائی اعرف محمد کو تخت حکومت سپرد کرکے سلطنت سے دستبردار ہوگئے۔

جہاد

آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ بھی بطریق احسن انجام دیا چنانچہ نہ صرف مالی اور لسانی جہاد کیا بلکہ جہاد بالسیف بھی کیا۔ ترکِ حکومت سے قبل جب وہ سمنان کے حکمران تھے، کافروں کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا اور دشمنوں کو شکستِ فاش دی۔

مسافرت ہندوستان

تخت سے دستبرداری کے بعد آپ ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ گھڑسوار اور پیادہ فوج کچھ دور تک آپ کے ہمرکاب تھی، لیکن آپ نے انہیں بالآخر واپس لوٹادیا اور تنہا سفر اختیار کیا، یہاں تک کہ ایک موقع پر اپنا گھوڑا بھی کسی ضرورت مند کو دے دیا اور پیدل سفر جاری رکھا۔ ملتان کے راستے اُچ شریف پہنچے۔ حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف مخدوم جہانیان جہانگشت سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ: ایک مدت کے بعد خوشبوئے طالب صادق میرے دماغ میں پہنچی ہے اور ایک زمانہ کے بعد گلزارِ سیادت سے نسیم تازہ چلی ہے۔ فرزند! نہایت مردانہ راہ میں نکلے ہو، مبارک ہو۔

حضرت مخدوم جہانیان جہانگشت نے آپ کو مقامات فقر سے بہت کچھ عطا کیا اور فرمایا کہ جلد پورب ملک بنگال کی طرف جائیے کہ برادرم علاؤالدین گنج نبات قدس سرہٗ آپ کے منتظر ہیں۔ خبردار۔ خبردار! کہیں راستہ میں زیادہ نہ ٹھہریئے

جب آپ سلاؤ سے بہار شریف کی طرف گئے تو وہاں آپ نے حضرت شیخ یحییٰ منیری قدس سرہٗ کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہوں نے جو تبرکات چھوڑے تھے وہ لے لئے۔

بیعت طریقت

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کی ترغیب سے تخت وحکومت کو چھوڑا تو یہاں یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا۔ آپ کی روحانی تربیت شروع سے ہی حضرت خضر علیہ السلام نے کی اور بعد ازاں روحانی پاک حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اذکار اویسیہ سے مشرف فرمایا۔
پھر جب حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ اُچ شریف سے دہلی اور بہار کا سفر طے کرتے ہوئے مقام جنت آباد پنڈوا شریف پہنچے تو آپ کے مرشد کریم حضرت مخدوم شیخ علاؤالحق والدین گنج نبات مع خلفاء و مریدین آپ کے استقبال کے لئے شہر سے چار کوس باہر تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت محبوب یزدانی کو اپنی پالکی میں سوار کرکے اپنی قیام گاہ تک لے گئے اور فرمایا:

"اے فرزند! جس دن سے تم تارک السلطنت ہوکر گھر سے نکلے ہو، ہر منزل میں تمہارا نگراں تھا، اور مواصلتِ ملاقات ظاہری کی تمنا رکھتا تھا۔ الحمد للہ کہ جدائی مواصلت سے بدل گئی۔"

جب محبوب یزدانی اپنے پیر و مرشد کے درِ دولت پر پہنچے تو چوکھٹ پر سر رکھ کر برجستہ یہ غزل کہی ؎

غزل

ما بر جناب دولتِ خود سر نہادہ ایم — رخت وجود بر سراین در کشادہ ایم
ظلماتِ راہ گرچہ بریدیم عاقبت — تشنہ بر آب چشمۂ حیوان فتادہ ایم
بر شاہراہ فقر نہادیم رُخ ولے — بر عرصۂ حریم چوں فرزیں پیادہ ایم
اے بر حریم عرش جناب تو ماز سر — پا بر نہادہ ایم چہ برتر نہادہ ایم
سر بر حریم حضرت عالی نہادہ او — بر روئے تو کشادہ بہ در ایستادہ ایم
دارم امید مقصد عالی ز در گہت — چو در دیار غربت ازیں بہم زیادہ ایم

اشرف مس وجود خود آورد بہر زر
از دولت حکیم بہ اکسیر دادہ ایم

حضرت علاء الحق والدین گنج نبات نے آپ کو بیعت فرمایا اور سلسلہ طریقت چشتیہ نظامیہ میں داخل کرلیا اور اپنے حجرۂ خاص میں لے جاکر ایک پہر کامل تنہائی میں تمام اسرار و رموز سے مالا مال کردیا۔

حضرت محبوب یزدانی کا سلسلۂ طریقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے اس طرح ملتا ہے:

حضرت خواجہ محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ (م ۸۰۸ھ)
حضرت خواجہ شیخ علاء الحق والدین گنج نبات قدس سرہ (م ۸۰۰ھ)
حضرت خواجہ عثمان اخی سراج الحق آئینۂ ہند (قدس سرہ (م ۷۵۸ھ)
حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ (م ۷۲۵ھ)

مسافرتِ جہان و حج بیت اللہ شریف

آپ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "سیروا فی الارض" کا حق پوری طرح ادا کیا ہے۔ آپ نے ہندوستان، ایران، روم، عراق، ترکی، دمشق اور ممالک عرب کے تمام بڑے شہروں کا سفر کیا اور دوبار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ہندوستان کے طول و عرض میں گھومے اور راہ گم کردہ لوگوں کو صراط مستقیم دکھاتے رہے۔ تبلیغ دین اور اصلاح و فلاح انسانیت کا فریضہ آپ نے بطریق احسن ادا کیا۔ بالآخر فیض آباد (بھارت) سے ۵۳ میل کے فاصلے پر روح آباد (کچھوچھہ شریف کا قدیم نام) میں آکر مقیم ہوگئے۔

شاعری

آپ کی طبیعت بے حد موزوں تھی اور شعر و شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ جب آپ سمنان سے
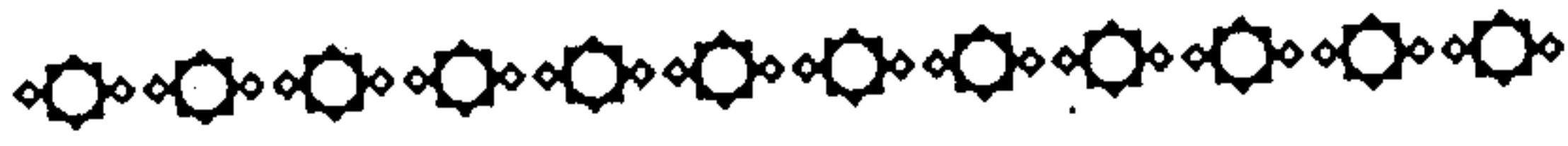
حکومت چھوڑ کر دنیا کی سیاحت کے لئے رخصت ہوتے، اس وقت آپ کا دیوان مرتب ہو چکا تھا الوداع ہوتے وقت ایک غزل آپ کی زبان مبارک پر تھی جس کے دو شعر بطور تبرک یہاں نقل کئے جاتے ہیں ؎

ترکِ دنیا گیر تا سلطان شوی | محرم اسرار با جانان شوی
برگذر از خواب و خور مردانہ دار | تا براہ عشق چون مردان شوی

کرامات

(سیرت اشرف ص۲۱)

فرمایا سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ کرامت خلاف عادت ہے کہ ظاہر ہوتی ہے اس گروہ سے اوپر موافق ارادہ اور غیر ارادہ کے۔

حضرت محبوب یزدانی کی کرامات اور خوارق عادات اس قدر ہیں کہ شمہ اس سے بیان ہو سکے بر سبیل تیمن و تبرک بعض کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کرامت ۱

جب پیر علی بیگ حضرت کی دعا سے ایک مہم کو فتح کر کے واپس آیا تو اس کے لشکر میں ایک بوڑھا شخص تھا جو سالہا سال سے گھاس لایا کرتا تھا اس نے نہایت حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ آج یوم عرفہ ہے حاجی اپنے کعبہ مقصود کو پہنچے ہوں گے کیا اچھا ہوتا کہ میں بھی اس دولت سے سرفراز ہوتا۔

حضرت محبوب یزدانی نے یہ سن کر فرمایا کیا تم حج کرنا چاہتے ہو؟

اس نے عرض کیا اگر یہ دولت نصیب ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔

حضرت نے فرمایا آؤ۔

وہ شخص آیا۔

حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ۔

بفور اس فرمان کے وہ کعبہ شریف پہنچ گیا اور مناسک حج ادا کی اور تین روز تک کعبہ شریف میں رہا اس کو خیال ہوا کہ کوئی شخص مجھ کو میرے وطن پہنچا دیتا۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے حضرت محبوب یزدانی کو وہاں دیکھا، قدموں پر گر پڑا۔

فرمایا کہ جاؤ۔

سر اٹھایا تو اپنے گھر وطن میں موجود تھا سبحان اللہ کیا تصرف علی الحقیقت ہے۔

کرامت ۲

حضرت محبوب یزدانی جب احمد آباد گجرات میں تشریف رکھتے تھے، آپ کے اصحاب ہمراہی تفریحاً سیر کو چلے گئے، ایک باغیچہ میں گذر ہوا اس میں حسین معشوقوں کا مجمع تھا، اس جماعت میں

ایک فقیر نہایت حسین مہ جبین دیکھا گیا، حضرت کے ہمراہی اس فقیر کو دیکھنے لگے۔
ایک شخص نے کہا ذرا بت خانہ کے اندر جا کر دیکھو جو نگارخانۂ چین سے ایک ایک حسین تصویر پتھر کی تراش کر بنائی ہیں۔
سب لوگ بت خانہ میں دیکھنے گئے۔ مولانا گلخنی بھی اس جماعت میں تھے، جب بت خانہ میں گئے ایک عورت کی تصویر حسین مہ جبین پتھر کی تراشی ہوئی نظر آئی۔ دیکھتے ہی ہزار جان سے اس پر عاشق ہو گئے۔ بت کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ اٹھ چل۔
ہر چند یاران صحبت نے نصیحت کی ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔
حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:
عاشقی پیداست از زاری دل نیست بیماری چوں بیماری دل
حضرت عشق نے جب اپنا اثر دکھایا، صبر و قرار، ہوش و حواس، شرم و حیا سب سے کنارہ کش کر دیا۔ چند روز بے آب و دانہ اس بت نازنین کا ہاتھ پکڑے ہوئے کھڑے رہے، جب اس حالت پر عرصہ گذر گیا حضرت محبوب یزدانی کے خدمت میں ان کی حالت عرض کی گئی۔
فرمایا میں خود جاؤں گا اور اس کو دیکھوں گا۔ جب تشریف لے گئے بہت سے لوگ حضرت کے ہمراہ چلے، جب آپ کی نظر مبارک مولانا گلخنی پر پڑی عجیب حالت بے خودی میں دیکھا کہ کسی آدمی پر ایسی مصیبت صدمۂ عشق سے نہ ہو۔
مولانا کی یہ حالت دیکھکر حضرت محبوب یزدانی رو پڑے اور فرمایا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس صورت سنگین میں روح سما جاتی اور زندہ ہو جاتی۔
زبان مبارک سے یہ فرمانا تھا کہ اس صورت میں جان آگئی اور اُٹھ کر کھڑی ہو گئی، جتنے لوگ اس مجمع میں حاضر تھے سب نے شور سبحان اللہ سبحان اللہ بلند کیا اور کہا کہ مردوں کو حضرت عیسٰی علیہ السلام جلا دیتے تھے، حضرت کی یہ کرامت اعجاز عیسوی کی مظہر ہے۔
حضرت محبوب یزدانی نے مولانا گلخنی کا نکاح اس بتِ نازنین سے کر دیا اور ولایت گجرات انکے سپرد کر کے وہیں ٹھہرا دیا۔
حضرت مولانا نظام الدین یمنی جامع ملفوظ لطائف اشرفی فرماتے ہیں کہ اس بت سنگین سے جو اولاد پیدا ہوتی تھی اس کے ہاتھ کی چھنگلیاں میں ایک گرہ پتھر کی پیدائشی ہوتی تھی۔ یہ علامت نسل مادری بچوں میں ہوتی تھی۔

کرامت نمبر ۳

حضرت محبوب یزدانی کے علم اور نشانوں اور باہی و مراتب کا نزول جامع دمشق میں ہوا اور

حضور صحن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک خوبصورت عورت لاچینی ترک بارہ سال کے بچہ کو جس کی صورت نہایت حسین تھی لاکر رونے چلانے لگی، جب حضرت محبوب یزدانی نے دیکھا تو اس کی حیات سے ذرّہ باقی نہ تھا، فرمایا کہ عجب کام ہے مردوں کا زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا اور مجھ کو ہرگز یہ کام نہیں پہونچتا۔ عورت چوں کہ بے حد بے قرار تھی عرض کیا، اولیاء اللہ جان بخشی اور عطائے حیات میں حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے مظہر ہیں۔

جب اس کی بے چینی حد سے بڑھ گئی اور مایوسی انتہا کو پہونچی تو حضرت محبوب یزدانی نے دریائے مراقبہ میں سر ڈالا اور صحرائے مشاہدہ کی راہ اختیار فرمائی۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور کیفیت وجد کی حالت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ کیوں کہ تیری ماں مرے جاتی ہے اس کا لڑکا اٹھ کھڑا ہوا اور چلنے لگا۔ گویا اس کی روح جسم سے بالکل علیحدہ تھی ہی نہیں، اس بات کا شہرہ دمشق میں ہوگیا، لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ جب ہجوم بڑھ گیا تو آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ سامان سفر باندھو اور کوچ کرو، یہاں رہنے سے ہماری اوقات میں خلل واقع ہوگا۔

کرامت ۴

حضرت محبوب یزدانی دار السلطنت روم میں عرصہ تک قیام فرما تھے اور ہمراہیوں کے لئے ایک خانقاہ بنائی تھی اور اس کے پہلو میں ایک خلوت خانہ تیار کر دیا تھا کہ وہاں خود آرام فرماتے تھے ایک دن سلطان دلد کے صاحبزادے نے جو حضرت مولانا رومی کے سجادہ نشین تھے حضرت محبوب یزدانی کی دعوت کی اور بہت سے مشائخ کو اس دعوت میں بلایا۔ شیخ الاسلام نے جو بڑے عالم و فاضل تھے اور کسی قدر حضرت کے بارہ میں نقطہ چینی دل میں رکھتے تھے، دل میں ٹھان لیا تھا کہ جب حضرت سید سمنانی اس مجلس میں تشریف لائیں تو وہ مشکل مسئلہ ان سے پوچھوں کہ جس کے جواب سے وہ عاجز ہوں۔

جب حضرت کے قدم مبارک نے محفل میں جانے کی راہ اختیار کی اور جب تک حضرت دروازہ پر پہنچیں، ناگاہ شیخ الاسلام کی نگاہ میں ایسا نظر آیا کہ ایک صورت حضرت کی شکل میں حضرت کے جسم سے باہر نکلی اور ایک صورت اس صورت سے دوسری پیدا ہوئی۔ اسی طرح مثل حضرت کے سو شکلیں شیخ الاسلام کے نظر میں ظاہر ہوئیں۔

مخدوم زادہ رومی استقبال کے لئے دروازہ پر آئے اور بڑی عزت سے آپ کو لیا اور سب سے بلند جگہ ایک تخت پر آپ کو بٹھلایا۔

شیخ الاسلام کی طرف رخ کر کے حضرت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ ان میں سے کس صورت سے تم مسئلہ پوچھتے ہو۔ اس بات کے سنتے ہی ان میں اس قدر ہیبت کا غلبہ ہوا گویا آسمان و زمین ٹکرا گئے۔

شیخ الاسلام بے اختیار اٹھے اور حضرت مخدوم زادہ رومی کو اپنا مددگار اور شفیع بنایا اور حضرت کے قدم پر سر ڈال دیا اور عرض کیا کہ عذر خواہ ہوں تقصیر معاف فرمائیے
فرمایا چوں کہ مخدوم رومی کو درمیان میں لاتے ہو تو اب نہ ڈرو ورنہ تمہیں بتا دیا جاتا۔ لیکن اس کے بعد کسی شخص کو اس گروہ کے اور کسی درجہ کے صوفی کو بھی نظر انکار سے نہ دیکھنا۔

کرامت ۵

حضرت محبوب یزدانی جب سفر جونپور سے بنارس میں تشریف لے گئے اور اپنے خلیفہ خاص مولانا عبداللہ بنارسی کو سرفراز فرمایا۔ حضرت کا خیمہ ایک بت خانہ کے متصل صحرا میں کھڑا ہوا، جماعت کفار بکمال اخلاص بت پرستی کر رہے تھے، حضرت محبوب یزدانی کو یہ اخلاص پرستش اُن کا ایسا دل پر اثر پذیر ہوا کہ زبان مبارک سے یہ شعر نکلا۔

اگر عکس رخ والفت نبودے در ہمہ اشیاء　　مغاں ہرگز نہ کردندے پرستش لات وعزیٰ را

ایک دن حضرت محبوب یزدانی بنظر سیر و تماشہ معبد کفار میں سمت بت خانہ تشریف لے گئے تمام گروہ کفرہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی درمیان میں تحقیقاتِ مذہبی کا تذکرہ نکل آیا، جس سے اپنے اپنے مذہب کی حقیقت کا اظہار ہونے لگا، اور اظہار قوت استدراجیہ کرنے لگے حضرت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ اگر بتِ سنگین ہمارے مذہب اسلام کی تصدیق کریں اور تمہارے مذہب کی تکذیب کریں تو اس صورت میں تم ایمان لے آؤ گے۔ سب نے اقرار کیا۔ حضرت محبوب یزدانی نے ایک بت سنگین کو ہاتھ میں اٹھایا اور فرمایا کہ اگر مذہب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے تو کہہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اسی وقت بت نے بزبان فصیح پڑھا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ایک ہزار ہندو اسی وقت کفر سے بیزار ہو کر مسلمان ہو گئے اور حضرت محبوب یزدانی کے دست اقدس پر بیعت کی۔

تصانیف

حضرت محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی کی تصانیف علم وعرفان کا خزینہ ہیں ان میں یہ تین کتابیں خاص طور پر معروف ہیں (بقیہ تصانیف کے لئے ملاحظہ ہو، صحائف اشرفی مرتبہ سید محمد علی حسین اشرفی میاں مطبوعہ ادارہ فیضان اشرف بمبئی ۱۹۸۴ء، جلد اول ص۱۱۵-۱۱۶)

۱۔ لطائف اشرفی۔
۲۔ مکتوبات اشرفی
۳۔ بشارت المریدین (رسالہ قبریہ)

مکتوبات اشرفی: حضرت سید عبدالرزاق نورالعین سجادہ نشین ؒ نے ۸۶۹ھ/۱۴۶۵ء میں جمع کی ان مکتوبات کا ایک قلمی نسخہ ہندوستان میں مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ کے سبحان کلیکشن میں موجود ہے (اردو ترجمہ تذکرہ علمائے ہند ص۱۱۲) اور ایک نسخہ پاکستان میں شہداد پور ضلع سانگھڑ میں مدرسہ صبغۃ الفیض کے کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔ اس نسخہ کی کتابت قاضی معین الدین نے کی ہے خط نستعلیق ہے۔ ۶۶۴ صفحات ہیں۔ اس نسخے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"میر اشرف سمنانی، او را سید اشرف جہانگیر گویند از کاملان است صاحب کرامت و تصرف۔ در سیاحت با سید علی ہمدانی رفیق بود۔"

مکتوبات اشرفی کا ایک نسخہ ڈاکٹر ایوب قادری مرحوم کے ذاتی کتب خانہ میں بھی تھا۔ (مشترک ج ۳ ص ۱۹۷۹)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان مکتوبات کی بڑی تعریف کی ہے اور اپنی کتاب اخبار الاخیار میں ایک مکتوب نقل بھی کیا ہے۔ جو مخدوم سمنانی نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م ۲۵ رجب ۸۴۹ھ) کے نام لکھا تھا۔ اس میں قاضی شہاب الدین کے ایک استفسار کا جواب ہے جو انہوں نے ایمان فرعون کے متعلق کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو اخبار الاخیار کا اردو ترجمہ ص ۳۵۸ تا ۳۶۱)

بشارت المریدین (رسالہ قبریہ)

یہ رسالہ حضرت محبوب یزدانی نے وصال سے دو دن پہلے اپنی قبر مبارک میں بیٹھکر مریدین و معتقدین کی بشارت کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ جناب سید تجمل حسین صاحب نے کیا ہے جو پاکستان اور ہندوستان دونوں ممالک میں شائع ہو چکا ہے۔

لطائف اشرفی

یہ فارسی کتاب حضرت محبوب یزدانی کے ملفوظات اور ارشادات و کمالات و فضائل پر مبنی ہے، جسے ان کے مرید خاص حضرت نظام الدین یمنی المعروف نظام حاجی غریب یمنی نے مرتب کیا۔ وہ آپ کی خدمت میں مسلسل تیس سال رہے۔ لطائف اشرفی ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں نصرت المطابع دہلی سے طبع ہوئی جو کہ ۹۰۰ صفحات پر محیط ہے۔ یہ حضرت کی سوانح عمری بھی ہے اور ان کی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اس میں کہیں تصوف کی اصطلاحات ہیں کہیں ذکر و فکر کی تفصیلات ہیں، کہیں صوفیانہ غوامض پر مباحث ہیں کہیں صوفیہ کرام کے مختلف خانوادوں کی مختصر تاریخ، کہیں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم، آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، آئمہ کبار اور صوفیہ کے حالات ہیں اور کہیں صوفی شعراء پر دلچسپ تبصرہ ہے بغرض اسے تصوف کی ایک قاموس کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ اس عہد کی علمی، دینی اور عرفانی تاریخ بھی ہے اور بزرگان دین کا تذکرہ بھی۔ بہرحال اپنے موضوع کی منفرد اور لاجواب کتاب ہے۔

ترجمہ لطائف اشرفی

کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس کے اردو ترجمہ کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی۔ اگرچہ ماضی میں اس سلسلے میں تھوڑی بہت کوشش ہوئی ہے لیکن وہ مکمل ترجمہ لطائف اشرفی نہیں ہے۔

مثلاً سب سے پہلے مولانا حکیم سید شاہ نذر اشرف صاحب فاضل کچھوچھوی نے کتاب کا اردو ترجمہ شروع کیا جو صرف نو لطیفوں تک پہنچ پایا۔

مشیر احمد کاکوروی نے ۱۹۴۳ء/۱۳۶۲ھ میں اس کا اختصار کے ساتھ اردو ترجمہ کیا جو تین تین سو صفحات کی دو جلدوں میں شائع ہوا۔

زیر نظر ترجمہ لطائف اشرفی اپنی نوعیت کا منفرد اور مکمل ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کی مکمل روداد تو ناشر کتاب کے پیش لفظ میں تحریر ہے تاہم یہاں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ لطائف اشرفی کا ایک قلمی نسخہ ہندوستان کے شہر گورکھپور میں سبز پوش صاحب کے کتاب خانہ کی زینت ہے۔ اس قلمی نسخے کی فوٹو کاپی سے ہمارے مرحوم بزرگ حضرت شمس بریلوی صاحب نے نہایت محنت سے اس کا رواں اردو ترجمہ کیا تھا لیکن بعد میں جبکہ اس ترجمہ کی کتابت بھی ہو چکی تھی تو راقم (خضر نوشاہی) کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ مطبوعہ لطائف اشرفی سے اس اردو ترجمہ کا تقابل اور نظر ثانی کی گئی۔ اس وقت مشیر احمد کاکوری کے اردو ترجمہ اور حکیم نذر اشرف صاحب کے نو لطیفوں کے ترجمہ کو بھی ملحوظ رکھا گیا لیکن اس اردو ترجمہ کے حرف حرف اور لفظ لفظ پر محترم بزرگ حضرت شیخ ہاشم رضا اشرفی صاحب مدظلہ کی نظر عمیق نے مسلسل توجہ رکھی اور نہ صرف کتابت اور پروف کی غلط گیری کی بلکہ ترجمہ کے تسامحات اور کمزور پہلوؤں کی بھی وہ نشان دہی فرماتے رہے۔ پھر جا کر کہیں یہ ترجمہ اس شکل میں ڈھلا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اہل نظر نہ صرف اس اہم علمی، عرفانی اور تاریخی کتاب سے استفادہ کریں گے بلکہ دعائے خیر سے بھی یاد فرمائیں گے۔ اس کتاب میں جو حسن و خوبی ہے وہ حضرت مخدوم محبوب یزدانی کے فیضان کا مظہر ہے اور اگر کوئی خامی یا کمزوری ہے تو وہ اس ناچیز کے کم علمی کے باعث ہے۔

آخر میں ان تمام احباب اور ان تمام لائبریریوں کا شکر گزار ہوں کہ جن کی معاونت سے یہ عظیم کام آج اختتام کو پہنچا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ اس سلسلے میں محترم حضرت شیخ ہاشم رضا اشرفی مدظلہ کا خاص طور پر ممنون ہوں کہ انہوں نے اس عظیم کتاب پر کام کرنے کی اس فقیر کو سعادت بخشی، اور اس تمام کام میں ایک ایک لفظ پر اپنی خصوصی توجہ سے سرفراز فرماتے رہے اور مجھے ذہنی اور فکری طور پر مکمل تعاون سے نوازتے رہے۔ ان کا بھرپور تعاون ہی اس کار خیر کی تکمیل کا باعث بنا۔

بہرحال یہ ایک انسانی کوشش ہے جس میں سہو و خطا کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اہل علم وفن سے التماس ہے کہ ہر سقم و سہو کی اصلاح فرمائیں۔ ومن اللہ التوفیق و علیہ التکلان

ڈاکٹر خضر نوشاہی

ساہن پال شریف۔ ضلع منڈی بہاؤالدین

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

۶ جون ۱۹۹۸ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

(وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۵)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَ الْعَارِفِیْنَ بِتَشْرِیْفِ الْعِرْفَانِ وَالْاِیْقَانِ ۵ وَتَعَرَّفَ الْمُوَحِّدِیْنَ بِاَنْ لَّا مَوْجُوْدَ غَیْرُہٗ فِیْ عَالَمِ الْغَیْبِ وَالْاِمْکَانِ ۵ وَ اَیَّدَھُمْ بِاَشْرَفِ حِکَایَاتِ الصَّالِحِیْنَ مِنَ الْبَیَانِ ۵ وَشَیَّدَ بَصَائِرَھُمْ بِالتَّجَلِّیَّاتِ مِنَ الْکَشْفِ وَ الْعَیَانِ ۵ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی مَنْ وَضَعَ دُرَرَ التَّصَوُّفِ عَلٰی اَطْبَاقِ قُلُوْبِ الْاِنْسَانِ ۵ وَلَمَعَ جَوَاھِرُ التَّعَرُّفِ فِیْ اَخْلَاقِ اَھْلِ الْاِحْسَانِ ۵ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ بِبَذْلِ الْکَسْلَانِ مِنَ الْاَقْرَانِ ۵

حمد و نعت کے بعد احقر الانام امیدوار قبول کنندۂ بے نیاز نظام حاجی غریب یمنی ثبتہ اللہ اس کو عمل اور قول و اعتقاد میں صدق و راستی کی راہ پر ثابت قدم رکھے عرض پرداز ہے کہ آغاز جوانی اور شباب زندگانی کے عہد میں جو وقت غرور اور زمانہ شرور کا ہے اور خواہش نفسانی و خود رائی کا غلبہ وساوس و خیالات شیطانی کا ہجوم ہوتا ہے ناگاہ ہدایت ازلی اور عنایت لم یزلی کے رہبر نے، بموجب آیہ کریمہ
اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط [1] بیشک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی محبت کے حصول کا شوق، اصحاب خانقاہ کی معرفت اور ارباب انتباہ کی ملازمت کی طلب کا داعیہ اور دریافت ادب کی خواہش اس فقیر و حقیر کے دل میں پیدا فرما دی اور جیسا کہ اس آیہ کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ:-

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً ج [2]

تحقیق کہ جب بادشاہ کسی قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو ویران کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل اور خوار کر دیتے ہیں۔

جب سلطان محبت حقیقی اور جہانبان دوستی تحقیقی میرے سریر دل پر متمکن ہوا تو تمام باطل آرزوؤں اور ذلیل و زبوں امیدوں کو میرے صحیفۂ دل اور میرے خطۂ آب و گل سے مٹا دیا، اور ملہم غیبی اور فیاض اسرار لاریبی اس ضعیف و نحیف

---

[1] پ ۳ آل عمران ۷۳ [2] پ ۱۹ النمل ۳۴

کے دل پر اپنے قلم ارشاد سے اعتقاد کے حروف لکھتی رہی اور جذبہ کی نسیم روضۂ قدس سے چلتی رہی یہاں تک کہ اس سعادت عظمیٰ کے حصول اور اس بلند درجہ پر رسائی حاصل ہوئی جو تمام پاکیزہ بندوں کا منتہائے مقصود اور اولیائے کرام کی غایت آرزو ہے اور کسی کامل مکمل کے تصرفات کی سپردگی میں دیئے بغیر اور ایسے عالم عامل کی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں جس کے بارے میں کہا گیا ہے

مظہر حق و مظہر تحقیق
برخلائق دلش رحیم و شفیق
ہر کہ با او نشست شاہی شد
وانکہ آمد بدست ماہی شد

مظہر حق ہے مظہر تحقیق
خلق پر اس کا دل رحیم و شفیق
پاس بیٹھا جو اُس کے شاہ ہوا
رکھ دیا ہاتھ جس پہ ماہ ہوا

چنانچہ اس نور ازلی کی رہنمائی میں جس کے بارے میں ارشاد ہے کہ یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (عہ) (اللہ تعالیٰ اپنے نور سے اس کی رہنمائی فرماتا ہے جس کی رہنمائی وہ چاہتا ہے) بتاریخ ۷۵۰ھ یمن کے بزرگ آبادمین سے اس بقعۂ مبارکہ (اللہ تعالیٰ اس کو زمانہ کی تمام آفات سے محفوظ رکھے) اور آستانِ عالی میں میں نے اپنا سرِ ارادت خم کیا جہاں سیاحِ صحرائے طریقت، شناور دریائے حقیقت، غواص بحرِ حقائق الٰہی، خواص سلطان، کبھی ختم نہ ہونے والی باریکیوں پر کامل اختیار رکھنے والی خاص ذات ہے جو اربابِ شہود و عرفان کے جمع ہونے کی جگہ ہے، جن کی جانب اصحابِ ذوق و وجدان رجوع کرتے ہیں جو مسندِ فتوت و جواں مردی کے صدر نشین ہیں اور صدر بارگاہ ہیں، کرامت و ولایت کے اُس اُمت کے پیشوا ہیں جس کے بارے میں کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ (عہ) فرمایا گیا (تم وہ بہترین اُمت ہو جو لائی گئی ہے) یعنی اُمتِ مسلمہ کے مقتدا، تمام لوگوں کو پناہ گاہ، بیمار دلوں کی شفا، صفات ربانی کے مظہر الطاف سبحانی کے ورود و نزول کی جگہ، محققین کی آنکھوں کی پتلی، انبیاء و مرسلین کے علوم کے وارث، میرے سردار، میرا سہارا اور رہبری سجدہ گاہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرا وسیلہ، عرش سے نازل ہونے والی برکات کی منزل (اللہ تعالیٰ اس کی ذات کو ہمیشہ بزرگ مرتبت (عرش مجید) اور ستودہ جائے قرار بنائے رکھے) نیک اور پاکیزہ قطبوں کے قطب اوتاد کے پیشوا، محرابِ انوار کی شمع، اسرار کے خزانوں کی کلید، قطع تعلقات کے چمنستان کے سیمرغ، عقائق کی فضا میں پرواز کرنے والے شہباز، علوم و شرف کے سمندروں کے دُرِ شاہوار (مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے خدا کو پہچانا) خود شناسی اور خدا شناسی کے خزانے کے نگہبان، جس کی ذات وہ ذات ہے کہ بلبلانِ ارواح نے قفس ہائے اجسام میں اس کے گلِ جمال کو دیکھ کر ترنم سرائی کی اور جس کے کمال کی شعاعوں سے کائنات کی عمارت کا صحن جگمگا اُٹھا اور وہ کہ اس کے مانند دریائے وجود کی سیپ میں سے اس

عہ پ ۱۸ سورۂ نور ۳۵ عہ پ ۴ سورۂ آل عمران ۱۱۰

جیسا کوئی موتی اعیانِ ثابتہ کی کان سے نکال کر عالمِ شہود کے طباقوں میں نہیں سجایا گیا۔

قطعہ

آنکہ ز اشرفِ زمان درجہان ۔۔۔ ہیں جو اشرفِ زمان سے خلق ہیں
مطلعِ انوارِ قدم اشرف است ۔۔۔ مطلع نورِ قدم اشرف ہیں وہ
ذاتِ شریفش کہ بتعریف خویش ۔۔۔ ذاتِ والا کی کروں تعریف کیا
از ہمہ عرفائے زمن اعرف است ۔۔۔ ہر ولی معروف ہے اعرف ہیں وہ

یعنی مخلوق کے پیشوا، شیخ اسلام، اوضاع شریعت کے نگہبان، انواع طریقت کے جامع، جلالِ الٰہی کے خیموں میں قیام فرماتے والے "جمالِ الٰہی کی تجلیات کی منزل"

مثنوی

در ولایت بمسند شاہی ۔۔۔ ہے ولایت کی مسند شاہی
بر نشستہ ز روئے آگاہی ۔۔۔ اُن سے روشن ز روئے آگاہی
نہ ز روئے خسے دلش رنجہ ۔۔۔ نہ کسی خس سے دل کو کھٹکا ہے
نہ ز قولِ کسے قوی پنجہ ۔۔۔ نہ کسی قول کا بھروسا ہے
کیف حالش بصبر ایوبی ۔۔۔ کیف حال اُن کا صبر میں ایوب
سخت را شست زشت را خوبی ۔۔۔ سخت کو نرم زشت کو ہیں خوب
نہ کسے را گرفت بر کارش ۔۔۔ نہ ہے کاموں میں اُن کی جائے سخن
نہ شکن در فنون گفتارش ۔۔۔ نہ ہے باتوں میں اُن کی کوئی شکن
گشت یار از کتاب واز سنت ۔۔۔ حسب قرآن و از رہِ سنت
طالبان را بسعئ بے منت ۔۔۔ طالبوں کے ہیں یار بے منت
وقتش آں بر سر زبان راند ۔۔۔ ہر گھڑی ہے زبان پر جاری
کہ خدا خواہد و خدا داند ۔۔۔ حکم خالق مشیتِ باری
بر تو ہر مشکلے کہ گیرد عقد ۔۔۔ تجھ پہ مشکل پڑے جو لاینحل
کندش بر تو کشف در دم نقد ۔۔۔ کشف سے دم میں اُسکو کردیں حل
روح بر عرش و جسم در زندان ۔۔۔ روح عرشی ہے جسم ہے زنداں
چہرہ او کشادہ لب خندان ۔۔۔ چہرہ ان کا شگفتہ لب خنداں
شہرہ در شہرہا بپاک روی ۔۔۔ شہرہ خلق اُن کی پاک روی
بازوئے او بشرع و عقل قوی ۔۔۔ بازو ان کے ہیں عقل و دین سے قوی

تارکِ مملکت و جہانبانی
صاحبِ شوکت و خدا دانی
در سلوک از مراتب ادنیٰ
قاب قوسین یافت او ادنیٰ
کرد آفاق پُر ز لمعۂ نور
حاضر و غائبش ز نور حضور
در ضمیرش کہ ذات مشہود است
ہر چہ معدوم بود موجود است
از کمال متابعِ نبویؐ
مظہرِ واردات مصطفویؐ
در خیالش کہ کعبۂ علیاست
ہمہ را سر بآستانِ صفاست

تارکِ ملک ہیں جہانبان ہیں
صاحبِ جاہ ہیں خدا دان ہیں
درجہ اُن کا سلوک میں ادنیٰ
قاب قوسین بلکہ او ادنیٰ
سارے عالم کو کر دیا پر نورُ
دونوں حاضر ہیں غیب ہو کہ حضور
آپ کا دل ہے جلوۂ مشہود
ہے جو معدوم اُسمیں ہے موجود
مظہر فیض طاعت نبوی
مصدر واردات مصطفویؐ
سر عالم کو صورت کعبہ
آپ کا در ہے آستانِ صفا

اور یہ تمام خوبیاں اور کمالات رکھنے والی ذات یعنی سیدنا و مولانا، ہمارے دلوں کی شفا و صحت اور ہمارے دلوں کا درمان کرنے والے، اولیائے عظام کے پیشوا اور کثیر التعداد صاحبانِ صفا کے مقتدا حضرت قدوۃ الکبرا امیر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ (اللہ تعالیٰ تمام خواستگاروں اور ہدایت کے طلب گاروں کو ان کی ذاتِ شریفہ اور صفاتِ پسندیدہ سے قیامت تک متمتع فرمائے) کے آستانۂ عالیہ پر میں نے جبین نیاز رکھی اور ایک طویل عرصہ یعنی تقریباً تیس سال تک اس مضبوط راستہ اور صراطِ مستقیم پر ان کی حضوری میں گامزن رہا اور آپ کے آستانۂ ارادت کا اعتکاف کرنے والوں میں سے ایک میں بھی تھا، اور آپ کی بارگاہِ عنایت کے زمرۂ ملازمین میں شامل اور آپ کے سگانِ درگاہ کا ہم کاسہ بنا رہا اور اس خدمت سعادت سے خوشہ چینی کا شرف حاصل کرتا رہا چونکہ سلسلے کا سلوک اور تربیت و تصفیہ کا طریقہ وجہ خاص پر مقرر تھا اس لئے اس کے بعد بقدر قابلیت و استعداد کے بہت جلد معارف تازہ و عوارف بے اندازہ حاصل کر لیا اور ولایت و عنایت کے آثار و انوار بے حد و بے حساب دیکھ لیا حالت یہ تھی کہ آپ کے آفتاب ہدایت کی تاثیر صحبت سے دل کو ارتباط اور سینہ کو خوشی حاصل ہوتی تھی اور باطن میں جذبات الٰہی کے آثار مشاہدہ کرتا تھا جسقدر دل میں جذب الٰہی تھا اس کے موافق صوری و معنوی تعلقات سے علیحدہ رہتا تھا آپ کی جبین پرانوار کا نظارہ ہر وقت مدارج قرب میں ترقی کا باعث ہوتا تھا اور ہر وقت معارج حضو

کو عبور کرتا تھا ؎

مثنوی

درخشان گوہر از بحر الٰہی
برآمد از لب دریائے شاہی
زنور او گرفتہ ذرہ خورشید
زملکش زندگی از بہرِ جمشید
سراسر عالم از نورِ ولایت
منور کرد از لطف و عنایت
چہ گویم وصف از کشف و کرامات
کہ آمد حل مشکل در مقامات
ہمہ راہ اکابر را چو صعلوک
باقدام تعشق کردہ مسلوک
حقائق را بسے اظہار کردہ
دقائق ہم مرا ایشار کردہ
عوارف از معارف ہرچہ بودہ
ہمہ اصحاب را ظاہر نمودہ
چو او دیگر بحجلہ درکشیدہ
عروس معنوی را رو ندیدہ
درخشان گوہر از دریائے توحید
درافشان جوہر از خضرائے تفرید
دُر لالائے دریائے حقائق
خور والائے خضرائے دقائق
وجودش نقطۂ پرکار مقصود
نمودش زبدۂ اسرار معبود
نمایان در مقید نور مطلق
چو در آئینہ صافی وجہ الحق

درافشاں گوہر بحر الٰہی
ہوا پیدا لب دریائے شاہی
ہے اس کے نور کا اک ذرہ خورشید
اسی کے ملک سے زندہ ہے جمشید
زمانے میں جو روشن ہے ولایت
یہ اس کا فضل ہے اس کی عنایت
کرامت کی کروں اُسکی صفت کیا
جو ہو مشکل کشا ہر وقت و ہر جا
بڑوں کی راہ کو درویش صورت
کیا طے آپ نے با جوشش الفت
حقائق کا کیا اظہار یکسر
دقائق کو کیا ایشار مجھ پر
علوم معرفت جس قدر پائے
تمام اصحاب کو شہ نے سکھائے
سوا اُن کے گیا جو سوئے حجلہ
عروس معنوی کا منہ نہ دیکھا
درخشاں گوہر دریائے توحید
درافشاں جوہر خضرائے تفرید
حقائق بحر وہ تابندہ گوہر
دقایق دھر وہ مہر منور
سراپا نقطۂ پرکار مقصود
سراسر زبدۂ اسرار معبود
جہان قید میں وہ نور مطلق
ہو جیسے رُخ سے آئینے میں رونق

مدام از مشرب عرفان کشیدہ
کلام از مذہب وجدان شنیدہ
دریدہ پردۂ زنگار گون را
بدیدہ روئے بیچون و چگون را
رحیق از ساغر اسرار خوردہ
سبق از مردم ابرار بردہ
گرفت از پرتوِ نور الٰہی
ز نورش کشف از مہ تا بماہی
بر فرعونیانی سامری سحر
ید بیضا نمودہ اندرین دہر
بعلم و کشف مفرق رائے کامل
چو نور صبح بین حق و باطل
درین دکان خوش ضراب طناز
باسم اشرفی زد سکۂ راز
کہ آن سکہ روان است از کرامت
درین بازار تا یوم قیامت
ہمہ اصحاب را بہ زین شنگرفی
چہ می باید کہ می خوانند اشرفی

شراب مشرب عرفاں سے مخمور
کلام مذہب وجداں سے مسرور
الٹ کر پردۂ زنگار اس نے
کیا محبوب کا دیدار اس نے
ہیں مست ایسے مئے اسرار سے وہ
کہ سبقت لے گئے ابرار سے وہ
حصول کشف ہے نور خدا سے
زمانے کو فقط اُس کی ضیا سے
شریروں کے لئے سحر اُن کا چلوا
زمانے کو دکھایا دستِ بیضا
ممیز علم و کشف اُس کی نظر سے
جدا جیسے حق و باطل سحر سے
عجب دکان میں ضراب آیا
بنام اشرفی سکہ چلایا
رواں وہ سکۂ کشف و کرامت
ہے بازار جہاں میں تا قیامت
خوشا اصحاب کی یہ پاک ظرفی
کہ کہتے اشرفی کو ہیں اشرفی

اس زمانے میں جبکہ مجھے یہ دولتِ عظیم حاصل تھی ملہم غیب نے میرے دل میں یہ القا فرمایا کہ میں حضور کے بعض الفاظ متبرکہ اور معارف وطریقت کے چند وظائف غریبہ کو بطریق کوائف احوال اور کرامات عجیبہ اور ان معارف کو جو زمانہ کے مشائخ حضرات اور اکابر زمانہ سے میں نے حضر و سفر میں حاصل کیے ہیں معرض بیان میں لاؤں اور ان کرامات و خوارق کا بھی ذکر کروں جو بعض بدعقیدہ لوگوں، گمراہوں اور اس زمانہ کے حاسدوں کے رُوبرو حضور والا سے صادر ہوئے ہیں خصوصیت کے ساتھ ان واقعات اور ان حقائق کا اظہار کروں جو حضرت شیخ حاجی چراغ اور حضرت قدوۃ الکبرا کے مابین پیش آئے اس لیے اور بھی کہ ان واقعات کو تحریر کرنے کے لیے حضرت والا ہی نے اشارہ فرمایا تھا۔ (واقعات شیخ حاجی چراغ کے تحریر کرنے کے بارے میں اشارہ فرمایا تھا)

اگرچہ حضرت کے خوارق و عادات جو کچھ میں پیش کر رہا ہوں وہ بے شمار اور بے تعداد خوارق میں سے صرف

چند ہیں کہ تمام خوارق کا شمار و بیان ناممکن ہے ان میں سے جو ضبط تحریر میں آسکتے تھے اور فکر را مجھے قید کتابت میں لایا (تحریر کیا) اور حضرت مخدومی کی خدمت میں پیش کیے اور سمع ہمایوں تک ان کو پہنچایا بلکہ بعض مقامات پر تو حضرت کے بعینہٖ الفاظ اور اقوال صریحہ کو بیان کیا ہے بعض ان واقعات کو جو حضرت کے وصال کے زمانہ میں پیش آئے اور وہ تقاریر و کلمات قدسیہ جو کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے خلافت و سجادہ نشینی حضرت قدوۂ ابرار زبدۂ اخیار منظر انظار شگرفی مظہر اسرار اشرفی جامع مکارم اخلاق، مہبط انوار مشیخت علی الاطلاق حضرت سید عبدالرزاق کی سجادہ نشینی اور عطائے مقام اور دوسرے خلفا کو عطائے خلافت کے وقت ارشاد فرمائے، مجھے اس کے لکھنے کی مجال نہ ہوئی (میں ان کو بلفظہٖ ضبط تحریر میں نہیں لاسکا) ہاں مخدوم زادہ (سید عبدالرزاق) کی سیرتِ مبارکہ، خصائلِ پسندیدہ، صدور مقامات طریقت اور ان خوارق عادات کو جو صاحب سجادہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کی رحلت کے بعد ظاہر ہوئے ہیں نے ان لطائف شریفہ (لطائف اشرفی) کے ذیل میں بیان کیے ہیں تاکہ طالبانِ صادق اور مخلصانِ واثق کے مشام ہائے جان تک اس ریاضِ ولایت کی پاکیزہ خوشبوئیں اور حدائق عنایت کے نفحات پہنچ سکیں۔ اس طرح ان لوگوں کو یہی محسوس ہوگا کہ وہ حضرت قدوۃ الکبرا کی مجلس میں حاضر ہیں۔

بموجب عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَۃُ (صالحین کے ذکر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے) اور اولیاءِ اللہ کا ذکر فیض الٰہی کے حصول کا واسطہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل لامتناہی کے وصول کی اصل ہے۔ لہٰذا میں نے اس بزرگوار دین حضرت قدوۃ الکبرا کے اقوال، معاملات و حکایات کو تحریر کر کے مریدوں اور معتقدوں کے دلوں کو خوش کیا ہے اور طالبان طریقت کی انشراح خاطر کا باعث ہوا ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی اولاد، احفاد و خلفا ربلاد میں ہزاروں برس جناب موصوف کا چرچا یاد رہے گا اور جس وقت میری کتاب مطالعہ کریں گے طالبین کے طلب کو پورا نفع پہنچے گا۔ یقین کی ترقی اور خوش اعتقادی کی استعداد ان کو نصیب ہوگی۔ جب یہ باتیں حاصل ہوں گی تو مجھ بے چارہ و سرگرداں کو دعائے خیر دیں گے یہ بھی ممکن ہے کہ ان کلماتِ طیبات کے برکات سے ناچیز کو وہ دن نصیب ہو کہ خودی کے ظلمت کدہ سے نجات پاوے۔ دھوالوصول الی لقاء اللہ والاستھلاک فی شھود جلالہ وجمالہ (اور وہ لقاء الٰہی تک وصول اور مشاہدۂ جلال و جمال میں مٹ جانا ہے) چونکہ یہ عجیب و غریب مجموعہ بحر زخارف و دریائے عوارف یعنی حضرت قدوۃ الکبرا کے معارف و کواشف کا جامع اور مقالات اشرفی و حکایات شگرفی کا حامل ہے اپنی اس کتاب کا نام لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی رکھا بالنبی والہ الامجاد رب یسر وتمم بالخیر، شروع میں مقدمہ اور آخر میں خاتمہ اور درمیان میں ساٹھ لطیفے ہیں جن کی فہرست اگلے صفحات پر آرہی ہے۔

حصّۂ اوّل

مقدمہ۔ علم اورکتب صوفیہ کے دیکھنے اورکلمات مشائخ کے سننے کے فوائد اور اس کے شرائط و آداب۔

لطیفہ ۱ توحید اور اس کے مراتب

〃 ۲ ولی کی ولایت پہچاننا اور اس کے اقسام

〃 ۳ معرفت عارف و متعرف و جاہل۔

〃 ۴ صوفی و متصوف و ملامتی و فقیر انکی شناخت اور اس گروہ کے اقسام اور ارباب ولایت یعنی غوث و امامان و اوتاد و ابرار و ابدال و اخیار کے ذکر اور چھپے ہوئے اولیاء کی تشریح اور تصوف کیا چیز ہے اور صوفی کس کو کہتے ہیں۔

〃 ۵ معجزہ وکرامت اور استدراج میں فرق اور کرامت کے دلائل اور معراج شریف کا تذکرہ۔

〃 ۶ شیخ ہونے کی اہلیت، اقتدار کی شرائط، مرشد و مرید کے آداب (جو چالیس اکابر کے مقرر کردہ آداب کا مجموعہ ہے اور مسئلہ توحید اور اسکا مطلب)

〃 ۷ اصطلاحاتِ تصوف

〃 ۸ حقیقتِ معرفت راہ سلوک و سلسلۂ تربیت و وجہ خاص و حجب ظلمانی و نورانی و انواع تجلیات و تلبیس ابلیس

〃 ۹ شرائط تلقین، اذکار مختلفہ جو مشائخ میں جاری و ساری رہے ہیں فضیلت ذکر جلی بر خفی۔

〃 ۱۰ تفکر و مراقبہ، جمع و تفرقہ کے شرائط

〃 ۱۱ مشاہدہ و وصول و رویتِ صوفیہ و مومنان و یقین۔

〃 ۱۲ صوف و خرقہ وغیرہ سے لباس مشائخ کے اقسام اور ہر ایک کے معنی اور مرید و مراد کے شرائط اور مقراض و طاقیہ کا تذکرہ

〃 ۱۳ حلق و قصر۔

〃 ۱۴ مشائخ کے خانوادوں کی ابتدا جو اصل میں چودہ ہیں۔

〃 ۱۵ سلسلۂ حضرت قدوۃ الکبرا اور سلسلۂ حضرت نور العین اور سلف و خلف کے مشائخ کا بیان اور ان کے خلفا اور ہر ایک کی تاریخ وفات اور اعراس بزرگان اور متعدد اکابر سے فضائل حاصل کرنے کا فائدہ کیا ہے۔

فہرست حصّہ دوئم جو ہنوز زیر طبع ہے

اللہ تعالیٰ ان حضرات کی ارواح کو پاک فرمائے اور ان سب سے راضی ہو اور میں خداوند تعالیٰ سے امیدوار ہوں کہ اس امر عظیم میں وہ مجھے محفوظ فرمائے لغزش سے اور میری مساعی کو مشکور فرمائے اس راہ تحقیق میں اس سے مدد کا طالب ہوں اور وہی محافظ ہے۔ حضرات صوفیہ کے بلند اخلاق سے مجھے امید ہے اور اس طائفہ علیہ کے مراحم و اشفاق سے امیدوار ہوں اور حقائق کے اس گلزار کی سیر کرنے والوں اور طرائق معرفت کے باغ سے ثمر اندوزی کرنے والے حضرات سے ملتمس ہوں کہ اگر درِ دریائے توحید و خورشید آسمان تفرید یعنی حضرت قدوۃ الکبرا کے ریاض معارف و کواشف سے نسیم مشکبار و شمیم خوشگوار اٹھ کر احباب و اصحاب کے دماغ کو معطر کرے اور اس کی برکت سے

اُن کے قلوب زمانے کے ترددات و تعلقات سے پریشان نہ ہوں تو وہ اس تصنیف وتالیف کے پیش کرنے والے کو دُعائے خیر و ثنائے کامل سے فراموش نہ کریں۔ اگر کہیں قدم کی بے جا جنبش اور قلم کی لغزش معلوم ہو تو اصلاح کی زحمت فرمائیں اور کمالِ حسن خلق سے یستمعون القول فیتبعون احسنہ (سنتے ہیں بات کو تو اتباع کرتے ہیں بہتر کا) کی پیروی کو ملحوظ رکھیں شعر

جزاء اللہ خیرا من تامل کتابی — حق اُسکو اجر خیر دے دیکھے جو یہ کتاب
وقابل ما فیہا من السہو بالعفو — آئے نظر جو سہو تو دے عفو سے جواب

مناسب یہ ہے کہ ہر سخن اور ہر بیان کے لئے صحیح محل اور عمدہ تاویل پیش کریں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ تعریض واعتراض کے فرش پر جلوس نہ فرمائیں۔ اس ضعیف و نحیف قلیل البضاعت و غیر مستطیع کو تیرِ ملامت کا نشانہ نہ بنائیں اور اس کی جان پر رسوائی و بدنامی کا خدنگ نہ چلائیں۔

اللّٰھم وفقنا لاختتام المقصود وارزقنا لاتمام الموعود بالنبی وآلہ المودود۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مقدمہ

علم اور کتبِ صوفیہ کے دیکھنے اور کلماتِ مشائخ کے سننے کے فوائد اور اس کے شرائط و آداب

قال الاشرف:

العلم بیضاء زهراء وسائر الفنون ذراتها

(حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ علم ایک چمکتا ہوا آفتاب ہے اور تمام ہنر اور پیشے اس کے ذرّے ہیں)

حضرت نور العین نے قدوۃ الکبرا کے حضور میں عرض کیا کہ طالب حقیقت کے لئے ان علوم کثیرہ میں کون سا علم حاصل کرنا اہم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ توحید جان لینے اور ایمان کے پہچان لینے کے بعد اول اول جس چیز کا جاننا ہر بندہ پر واجب ہے وہ تمام عقائد حقہ شریعت و طریقت کا جان لینا ہے اور عبادت کا جاننا ہر درویش پر فرض ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

ادبوا ثم افقهوا ثم اعتزلوا واعملوا۔ پہلے ادب سیکھو پھر علم دین حاصل کرو بعد ازاں عزلت گزینی اختیار کرو اور جو کچھ حاصل کیا ہے اس پر عمل کرو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ جس زمانے میں شیخ الاسلام شیخ احمد جام زندہ پیل چشتیہ حضرات کے مزارات متبرکہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے دوسری طرف سے حضرت خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہٗ اپنے بہت سے مریدوں کے ساتھ اسی مقصد سے اس طرف روانہ ہوئے راستہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ ان دونوں حضرات میں کسی بات پر قدرے اختلاف پیدا ہوا ان کی کدورت دور ہونے کے بعد شیخ الاسلام نے خواجہ مودود چشتی قدس سرہ سے فرمایا کہ تم سب احباب کو چھوڑ کر صرف دو خدمت گاروں کو روک لو اور تین دن بعد مجھے ملو۔ حسب ارشاد خواجہ مودود چشتی شیخ الاسلام کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے جیسا فرمایا ویسا ہی کیا اب میرے لئے کیا حکم ہے تاکہ میں

ویسا کردں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سجادہ کو طاق پر رکھو اور جاؤ علم حاصل کرو کہ زاہد بے علم شیطان کا تابعدار ہوتا ہے اور عابد بے فقہ کمہار کے گدھوں کی طرح قابل تعریف و تحسین نہیں ہوتا کہا کہ میں نے قبول کیا کچھ اور فرمائیے تاکہ اس پر بھی عمل کروں، فرمایا کہ جب تحصیل علم سے فارغ ہو جاؤ اپنے خاندان کو زندہ اور روشن کرو کہ تمہارے باپ دادے بہت بزرگ اور صاحب کرامات و مقامات تھے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی نے کہا کہ جب آپ مجھ کو خاندان کے زندہ کرنے کا حکم دیتے ہیں تو برکت کے لئے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دیجئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا سامنے آؤ، یہ سنتے ہی قریب شیخ الاسلام کے سامنے آگئے۔ شیخ الاسلام نے ہاتھ پکڑا اور اپنے مسند کے کنارے بٹھا لیا اور تین بار فرمایا بشرط علم یعنی یہ تمہاری خاطر ہے کہ مسند پر تم کو بٹھا لیتا ہوں، اس مسند پر بیٹھنے کا حق اس وقت پیدا ہوگا جب تم علم حاصل کر لوگے اسکے بعد وہ تین روز شیخ الاسلام کی خدمت میں رہے۔ اس مدت میں ہزاروں فائدے حاصل کئے اور بے شمار نوازشیں دیکھیں تین روز کے بعد واپس آئے اور چند دنوں کے بعد بغرض تحصیل علم بلخ و بخارا کی طرف تشریف لے گئے۔ چار برس تک اپنی طاقت اور مقدور بھر اس بارے میں کوشش کی اور اس کمال کو پہنچے کہ ان شہروں میں جا بجا آپ سے عجیب و غریب کرامتیں ظاہر ہوئیں جن کی تفصیل سے کتاب دراز ہو جاتی ہے اس کے بعد چشت تشریف لائے مرید و معتقد کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ عالم کو چاہیئے کہ بے پوچھے بات نہ کہے جو شخص قبل پوچھنے کے علمی باتیں شروع کر دیتا ہے اس کے کلام کی روشنی کا دو تہائی حصہ زائل ہو جاتا ہے سوال کے بعد جواب ایسا ہے جیسے سلام کا جواب ؎

بیت

تا نہ ہندت مستان گرو فاست — جب تک نہ دے نہ لے جو متاع وفا بھی ہو

تا نپرسند مخوان گر دعاست — جب تک نہ پوچھے کچھ نہ کہے گر دعا بھی ہو

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ علمائے دنیا و علمائے آخرت میں کیا فرق ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ادنیٰ فرق ایسا ہے جیسے کھری کھوٹی چاندی میں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عالم باللہ کی فضیلت عالم بالاحکام پر ایسی ہے جیسے دیکھنے کی سننے پر اور یہ ظاہر ہے کہ خبر معائنہ کے برابر نہیں ہے اسی طرح یہ بھی فرمایا ہے کہ بھٹکا ہوا عالم ایسا ہے جیسے کشتی کہ جب ڈوب جاتی ہے اس کے ساتھ ایک خلق کی خلق ڈوب جاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا ہے کہ عالم بے عمل مثل کمان بے چلہ کے ہے۔ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ عالم بے عمل ایسا ہے جیسے آئینہ بے قلعی کے، کیونکہ جب تک علم کے آئینے میں عمل کی قلعی نہ ہوگی احوال و مقامات کا چہرہ نظر نہ آئے گا اور لطائف قلبی کی لطافت نہ بڑھے گی۔ علم کا طالب جانتا ہے کہ تنہا علم اس کے نجات کا سبب ہوگا۔ مواخذۂ آخرت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے علم کا حاصل کر لینا کافی ہے۔ علم کو عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ اعتقاد نہایت خراب اور

فلسفیوں کا مذہب ہے۔ سبحان اللہ عجیب طالب علم ہے کہ علم تو حاصل کرتا ہے اور اتنا نہیں جانتا کہ جب علم حاصل کر لیا اور اس پر عمل نہ کیا تو مواخذہ اور گرفت کی حجت زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔ کیا اس کو خبر نہیں کہ رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

اشد الناس عذابا یوم القیمۃ من لم ینفعہ اللہ بعلمہ۔ — قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس شخص پر ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع نہیں پہنچایا۔

مشائخ عظام کے ارشادات میں ہے کہ کسی بزرگ نے شیخ جنید قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا تو ان سے کہا کہ اے ابوالقاسم آپ کا کیا حال ہے انہوں نے جواب دیا

طاحت العبادات وفنیت الارشادات مانفعنا الا رکعات رکعناہا فی جوف اللیل۔ — یعنی عباد تیں مٹ گئیں ارشادات بے کار ہوگئے اور کسی چیز نے ہم کو نفع نہیں دیا سوائے ان چند رکعتوں کے جو آدھی رات کو ادا کی تھیں۔

(اے فرزند اعمال اور احوال سے تہی دست نہ ہو اور اس بات پر یقین کر کہ صرف علم تیری دست گیری نہیں کر سکتا اس کا اندازہ تجھے اس مثال سے بخوبی ہو جائے گا کہ اگر کوئی شخص جنگل میں جا رہا ہے اور دس اعلیٰ تلواریں اس کے پیٹ سے بندھی ہیں اور دوسرے آلات حرب بھی اس کے پاس موجود ہیں اور اس کے ساتھ وہ تیرانداز اور جنگی اور لڑنے والا بھی ہے ناگاہ کوئی شیر اس پر حملہ کر دے اور وہ ان ہتھیاروں سے کام نہ لے تو کیا وہ شیر کے خطرہ اور گزند کو ٹال سکتا ہے ؟ (محض اسلحہ پاس رکھنے سے شیر نہیں بھاگے گا جب تک ان سے کام نہ لیا جائے) اسی طرح اگر کوئی شخص کئی لاکھ مسئلے پڑھ لے اور اس کو یاد بھی ہوں لیکن عمل نہ کرے تو اس سے کیا فائدہ اور کیا حاصل !! آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو اور اس کی بیماری کا سبب حرارت اور صفرا ہو اور جانتا ہو کہ اس کا علاج آشِ جو اور سکنجبین ہے اور وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے تو کیا محض دواؤں کے جاننے سے علاج ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کبھی بھی اس کا محض دواؤں کے جاننے سے علاج نہیں ہو سکتا۔)

بیت

گرمی دہ ہزار رطل خود پیمائی — ہزاروں بار کرو تم جو بادہ پیمائی
تا می نخوری نباشدت شیدائی — اگر پیا نہیں تم نے نہ ہو گے شیدائی

اگر لاکھ برس تک علم حاصل کرتے رہو اور ہزاروں کتابیں پڑھ ڈالو لیکن اس پر عمل نہ کرو تو تم کس طرح خداوند تعالیٰ کی رحمت کے سزاوار بن سکتے ہو۔

حضرت والا فرماتے تھے کہ ایک زاہد کے پاس چار سو صندوق کتابوں سے بھرے ہوئے موجود تھے اور وہ شب و روز مباحثہ اور مذاکرہ میں مصروف رہتا تھا لیکن عمل میں بالکل کورا تھا جب وہ مر گیا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کیا حال ہے ؟ اس نے کہا کہ کیا پوچھتے ہو، مرنے کے بعد سے اب تک

یں چاہ ویل (جہنم کا ایک مقام ہے) یں پڑا ہوں ؎

چو عالم ندارد باعمال میل — جو عالم عمل سے نہیں رکھتا میل
بود جائے او در تگ چاہ ویل — تو اس کی جگہ ہے تہ چاہ ویل

حاضرین یں سے ایک شخص نے حضرت کی خدمت یں عرض کیا کہ اس پر کوئی قرآنی دلیل بھی ہے کہ عالم بے عمل کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا بہت سے مقامات پر اس کے بارے یں ارشاد فرمایا گیا ہے، سنو! ارشاد ہے۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ؎¹ — آدمی کے لئے نہیں مگر جو اس نے کمایا۔

ہاں تمہیں اے فرزند یہ معلوم ہوگا کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن ان دوسری آیات کے بارے یں کیا کہتے ہو؟

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ؎² — تو جو اپنے رب کے حضور حاضری کی امید رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ وہ نیک عمل کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت یں (ہرگز) کسی کو شریک نہ کرے۔

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ؎³ — بدلہ اس کا جو وہ (نیک) کام کرتے تھے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۙ خٰلِدِينَ فِيهَا ؎⁴ — بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے فردوس کے باغوں کی مہمانی ہے وہ ہمیشہ ان یں رہیں گے۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا ؎⁵ — اور جس نے توبہ کی اور نیک کام کئے۔

اس سلسلہ یں احادیث شریفہ بھی موجود ہیں یہ سُن کر حضرت کبیر نے عرض کیا کہ کیا بندہ اپنے عمل سے بہشت یں جائے گا یا فضلِ خداوندی سے اُس کو بہشت یں جگہ ملے گی؟ حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا کہ اے فرزند! یں یہ کہتا ہوں کہ فضل و رحمتِ حق تعالٰے سے اس کو بہشت یں جگہ ملے گی لیکن جب تک وہ خود کو طاعت و عبادت سے رحمت کے قابل اور رحمت کا سزاوار نہیں بنائے گا اس پر رحمت کا نزول نہیں ہوگا۔ یہ یں نہیں کہتا بلکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ؎⁶ — بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے (احسان کرنے) والوں سے

پس جب تک رحمت اس کے شامل حال نہیں ہو گی وہ جنت یں کیونکر جائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ صرف ایمان ہی سے بہشت مل سکتی ہے تو یں کہوں گا کہ ہاں بہشت تک پہنچ جائے گا لیکن خدا تک کب پہنچ سکتا ہے

؎¹ پ ۲۷ النجم ۳۹ ؎² پ ۱۶ الکہف ۱۱۰ ؎³ پ ۲۱ السجدہ ۱۷ ؎⁴ پ ۱۶ الکہف ۱۰۷
؎⁵ پ ۱۸ الفرقان ۷۱ ؎⁶ پ ۸ الاعراف ۵۶

بہت سی گھاٹیاں سامنے ہیں تاکہ اس تک پہنچ سکے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بندہ کے لئے بغیر عبادت کے چارہ کار نہیں، بندہ کو بندگی بجالانا چاہیئے اور کریم کو کرم سزاوار ہے۔ اور اس کو بندگی میں ایسا مستغرق ہونا چاہیئے کہ اس کی جزا کا خیال بھی اس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ بلکہ محض خداوند تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں یہ بندگی ہونا چاہیئے (نہ کہ امید ثواب وجزا پر) اگر وہ اس بندگی میں قبولیت کے آثار نہ بھی پائے جب بھی اس سے نہ رُکے۔

حکایت اسرائیلی عابد حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد نے اپنے بہت سے ماہ وسال عبادت میں بسر کئے تھے۔ حق تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ اس عابد کا خلوص ملائکہ کو مشاہدہ کرایا جائے۔ ایک فرشتہ اس عابد کے پاس بھیجا گیا اور حکم ہوا کہ اس عابد سے کہنا کہ یہ مجاہدہ اور ریاضت جو تو کر رہا ہے ہماری بارگاہ کے لائق نہیں ہے ؎

یکی ہاتف انداخت در گوش پیر	کہا ہاتف غیب نے پیر سے
کہ بیحاصلی رو سرخویش گیر	کہ ناکام جا اپنی تو راہ لے
دریں در دعائی تو مقبول نیست	دعا تیری مقبول اس جا نہیں
بخواری بردیا بزاری بایست	رہو خوار یا جاؤ اندوہگین

فرشتہ نے یہ پیغام اس عابد کو پہنچا دیا۔ عابد نے جواب دیا کہ مجھے تو بندگی کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے میرا کام صرف بندگی ہے۔ خداوندی سے مجھے کیا کام ہے کہ خداوندی تو صرف میرا مالک جانتا ہے۔ وہ فرشتہ یہ جواب سُن کر بارگاہ ایزدی میں واپس آیا اور عرض کیا کہ الٰہی! تو تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے تو ہی سمجھ سکتا ہے کہ عابد نے کیا کہا ہے۔ بارگاہ عزّت سے اس کو جواب ملا وہ بندگی نہیں چھوڑتا تو ہم بھی اپنے کرم کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں (ہمارا کرم اس کے شامل حال رہے گا)

اشھدوا یا ملٰئکتی انی قد غفرتُ لَہٗ	اے میرے ملائکہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اس کو بخشدیا

؎

قبولست گرچہ ہنر نیستش	ہے قبول تو گرچہ ہے ناسزا
کہ جز ما پناہی دگر نیستش	کہ کوئی نہیں تیرا میرے سوا

تراب کا واقعہ طالب علم کی اعانت کے بارے میں بات چلی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک تفسیر میں لکھا ہے کہ تراب نامی ایک کافر تھا ایک دن ایک طالب علم مدرسہ کے چبوترے پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ اتفاقاً اس کے ہاتھ سے قلم چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔ تراب نے جھپٹ کر وہ قلم اٹھایا اور اس طالب علم کو دے دیا۔ کل قیامت میں اس اعانت کے بقدر تراب کے عذاب میں کمی کر دی جائے گی۔ دوسرے کافر یہ دیکھ کر آرزو کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا   اے کاش کہ میں تراب ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی زندگی ایک ہفتہ سے زیادہ باقی نہیں ہے تب بھی اس کو چاہیئے کہ علم فقہ کے حصول میں مشغول رہے (علم فقہ سیکھے) کہ ایک دینی مسئلہ کا جان لینا ہزار رکعت نفل ادا کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اپنے اعضاء کا عمدہ عبادتوں سے آراستہ کرنا اور باطن کا پسندیدہ خوبیوں سے سنوارنا فیض الٰہی کا موجب اور لامتناہی الطاف کے ورود کا باعث ہے۔ اس بات کو تم ایک مثال سے سمجھو! اگر تم سے کوئی مخبر یہ کہے کہ اگلے ہفتے بادشاہ تم سے ملنے آئے گا تو تم آئندہ ہفتہ کسی کام میں مشغول نہیں ہوگے بجز اس کے کہ جس چیز کو تم سمجھتے ہو کہ وہ سلطان کو پسند آئے گی اور اس کی نظر اس پر پڑے گی اس کو پاکیزہ اور صاف کر کے سجا کر رکھو گے۔ تمام جگہ کو، اپنے لباس کو صاف اور ستھرا رکھو گے۔ (یعنی بادشاہ کے آمد کی خبر سن کر گھر کو خوب آراستہ پیراستہ کر دو گے) اب ذرا خود سمجھ لو کہ میرا یہ اشارہ کس طرف ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم یہ کرو یا وہ کرو بس اس قدر اشارہ کافی ہے۔

بیت

آنکہ او اہل مہارت آمدہ   وہ عقلمند کہ جو صاحب مہارت ہے،
بہر او ایما بشارت آمدہ   اشارہ اس کے لئے کافی دبشارت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
ان اللّٰہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم   اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

شیخ اصیل الدین سفید باز نے کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء ثلثہ میں سے ایک ہیں مقالات اولیا اور کلمات مشائخ کے سننے کے فوائد کے سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صالحین کا ذکر اور عارفین کا تذکرہ ایک نور ہے جو ہدایت طلب کرنے والوں کے دلوں میں پرتو فگن ہوتا ہے۔ میں ان اوراق اور اس انتخاب میں اس بحر زخارف و دریائے عوارف یعنی حضرت قدوۃ الکبرا کے اذواق و معارف اور مواجید و احوال اور سیر مقامات و حالات و کرامات اور بعض صوفیاء کرام اور اس فرقہ عالیہ کے ذکر و سیر اور ان کی کرامات کا کچھ تذکرہ کروں گا تاکہ وہ حضرات جو عقیدۂ کامل رکھتے ہیں وہ اس سے نفع اندوز ہوں اور ان لوگوں کے مکر و فریب سے جو اس پاکیزہ گروہ کی کرامات اور مقامات صوفیہ کی نفی کرتے ہیں اور ان بزرگوں کے الہامات و استقامت کا ابطال کرتے ہیں محفوظ رہیں۔ اعاذنا اللّٰہ

تعالی وایاکم عن مکائدھم (اللہ تعالی ان کے مکر سے ہمیں پناہ دے)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے منقول ہے کہ:
حکایات المشائخ جندٌ من جنود اللہ تعالیٰ تُعین القلوب (مشائخ کی حکایتیں اللہ تعالیٰ کے لشکروں سے ایک لشکر ہے جو دلوں کی اعانت فرماتا ہے)

حضرت شیخ کبیر سرورپوری نے جو حضرت قدوۃ الکبرا کے مخلص اصحاب اور کامل و مکمل خلیفہ ہیں اور اس کتاب میں جہاں کہیں بھی لفظ حضرت کبیر تحریر ہوگا اس سے مراد آپ ہی کی ذات بابرکات ہوگی۔ حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ مشائخ وصوفیہ کے کلماتِ مقدسہ کے استماع پر اور ان حضرات کے مقاماتِ پسندیدہ سے آگاہی کے حصول کے لیے قرآن پاک سے بھی کوئی دلیل ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا ہاں! حق سبحانہٗ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِۦ فُؤَادَكَ ج [1]	اور رسولوں کی خبروں میں سے سب باتیں ہم آپ پر بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے (مبارک) دل کو ٹھہرائیں۔

یعنی ہم آپ کے سامنے پیغمبروں کے واقعات اور اخبار مرسلان بیان کرتے ہیں اور ان کے احوال سے آپ کو آگاہ کرتے ہیں تاکہ آپ کے قلب کو ثبات میسر ہو اور قوت میں اضافہ بھی ہو اور اگر آپ کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچے تو آپ جان لیں کہ سابقہ پیغمبروں کو بھی اس طرح کے رنج پہنچے تھے اور انہوں نے ان پر صبر کیا تھا۔

اسی طرح مشائخ اور نیک لوگوں کے واقعات اور حکایات سننے سے مریدوں کے دلوں کی تربیت ہوتی ہے اور بلا و امتحان کے موقع پر اُن کی مثالوں میں ثابت قدمی کا سبق ملتا ہے۔ ہاں! اس کے لیے جواں مردوں کا عزم درکار ہے۔ چاہیئے کہ ان بزرگوں کی سیرت اختیار کرے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ کسی نے شیخ ابو علی دقاق سے دریافت کیا کہ بزرگوں کی حکایت اور مردان معرفت کی باتوں کے سننے کا کوئی فائدہ بھی ہے؟ جبکہ ہم ان کی طرح کام نہیں کر سکتے (ان جیسا مجاہدہ ہم سے نہیں ہو سکتا) تو انہوں نے فرمایا ہاں! فائدہ ہے! ایک یہ کہ اگر مرد طالب ہے تو قوی ہمت بن جائے گا اور اگر کوئی نامرد ہے تو مرد بن جائے گا۔ اس سلسلۂ سخن میں آپ نے فرمایا کہ فردوسی طوسی نے اسی موقع کے لیے یہ کہا ہے۔

بیت

ہر آنکس کہ شہ نامہ خوانی کند	اگر کوئی شہ نامہ خوانی کرے
اگر زن بود پہلوانی کند	جو عورت بھی ہو پہلوانی کرے

---

[1] پ ۱۲ ھود - ۱۲۰

اس جگہ نامہ سے مراد صحائف و معارف و حقائق صوفیہ ہیں کہ حقیقت میں یہی حضرات شاہان عرصۂ ولایت اور شہر ہدایت کے ملوک ہیں۔ اگر کوئی مرد ہے تو شیر مرد ہو جائے گا اگر کوئی سیر مرد ہے تو فرد بن جائے گا اور اگر فرد ہے تو عین درد بن جائے گا۔ فرمایا مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے ہو جاؤ نیکوں کے ساتھ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنے چہروں کو عارفین کے آئینہ قلب میں دیکھو مخفی نہ ہے کہ عارفوں کے آئینہ سے مراد ان کی معرفتوں کی حالتیں ہیں کہ اپنے حال کے چہرہ اور اپنے اعمال کے سایہ کو طالبان صادق اور سالکان واثق اس طائفہ کے واقعات و مقامات کے اسی آئینہ میں دیکھتے ہیں۔ اگر غرور و پندار کا تنکا ان کے احوال کی داڑھی میں ہوتا ہے تو جھاڑ دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمارے اقوال و افعال ان مقدسوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ غرور کو اپنے اعمال سے نکال دیتے ہیں اور اپنی کمزوری ان بزرگوں کے مقابلہ میں محسوس کرتے ہیں اور غرور و مکاری اور خودپسندی سے پرہیز کرتے ہیں جیسا کہ بعض بزرگ عارفوں نے فرمایا ہے کہ اپنے حالات کا خلق کے حالات سے موازنہ نہ کرو بلکہ صدیقین کے حالات سے موازنہ کرو تاکہ تم کو اُن کی فضیلت اور اپنی ناداری معلوم ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اسی سلسلہ میں مقام شیخ الاسلام سے نقل فرمایا کہ بزرگان زمانہ اور مشہور یادگاران سلف سے وصیت کی کہ ہر بزرگ کی کوئی بات یاد کرلو۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان کا نام یاد رکھو کہ اس سے نفع پاؤ گے۔ اس کی بہترین نشانی یہ ہے کہ مشائخ کی باتوں کو سنو اور تم کو اچھا معلوم ہو اور دل سے اس طرف مائل ہو اور انکار نہ کرو جب اللہ تعالیٰ تم کو کوئی اپنا دوست دکھلائے اور تم کو پسند نہ پڑے اور کمتر معلوم ہو تو ہر بدتر گناہ سے یہ بدتر ہے، کیونکہ یہ محرومی و حجاب کی دلیل ہے اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ حِرْمَانِ ھٰذَا الْعِرْفَانِ (پناہ میں رکھے ہم کو اللہ تعالیٰ اس عرفان کی محرومی سے) بالفرض نگاہ میں غلطی ہو گئی اور وہ ذات وہ نہ ہو جس کے سبب تم نے قبول کیا تو تم کو نقصان نہ ہو گا کہ تمہاری نیت اس سے ٹھیک تھی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلطان ولد حضرت مولوی معنوی سے نقل کرتے تھے کہ حضرت مولوی سفر آخرت کے وقت اپنے ساتھیوں سے جو اس کوچ سے رنجیدہ تھے فرماتے تھے کہ میں یہ جسم نہیں ہوں جو عاشقوں کے نگاہ میں پسندیدہ ہے بلکہ میں وہ ذوق اور جوش ہوں جو مریدوں کے دل میرے کلام سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ اللہ جب وہ وقت پاؤ اور اس مزہ کو چکھو تو غنیمت جانو اور شکر گزار ہو کہ میں وہی ذوق اور جوش ہوں ؎

مگو زنہار کیں دم قال باشد — کبھی اسکو کہو مت قال ہوگا
کہ دردی سربسر احوال باشد — کہ اس میں بس سراپا حال ہوگا
سخنہائے مشائخ آب حیوانست — ہے آب زندگی پیروں کی ہر بات
چہ بیند آنکہ در ظلمات حیرانست — اسے کیا سمجھے گا حیران ظلمات

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مشائخ اور دوستان خدا کی باتیں اور ان کی دوستی تم کو انہیں دوستان میں

داخل کر دیتا ہے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دوستی دونوں قرابتوں یعنی رشتہ، نسبی و تعلق محبت سے ایک قرابت ہے اور کہا ہے کہ کوئی یگانگت دوستی سے زیادہ یگانگت نہیں ہے اور کوئی بیگانگی عداوت سے بڑھکر بیگانگی نہیں ہے ؎

القوم اخوان وصدق بینہم نسب	قوم بھائی ہیں اور دوستی ان میں نسب
من المؤدۃ لم یعدل بہ سبب	دوستی کے مثل کوئی بھی نہیں رشتہ سبب

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک قوم دوسری قوم کو دوست رکھتی ہے لیکن انکے اعمال نہیں اختیار کرتی، فرمایا المرء مع من احب انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو گروہ صوفیہ کے کمال معارف اور ان کے احوال کا علم ہے تو وہ خوش بختی ہے۔ اور جس شخص کو یہ باتیں حاصل نہیں ہوئیں (قابلیت ازلی اور اہلیت دائمی سے نصیب نہیں ہوئی) کہ یہ دولت تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ)[1] اگر کسی شخص کو اس گلزار معارف کی ذراسی خوشبو اور اس لالہ زار کی نسیم حاصل ہوگئی ہے تو یہ بھی سعادت کی علامت ہے اگر کوئی شخص اپنی محرومی اور حرماں نصیبی کے باعث ان دونوں فرقوں میں کسی سے بھی نہیں ہے (اس کا تعلق نہ گروہ اوّل سے ہے اور نہ گروہ ثانی سے) تب بھی اس کو چاہیئے کہ ان دوستان خدا کی ہم نشینی اور صحبت اختیار کرے اس لیے کہ اس پاک گروہ کے ساتھ اختلاط اور ہم نشینی ہی انبساط کا باعث اور اجر جزیل کا موجب ہے۔

ذکر بشارت محبان اولیاء اللہ

حضرت سید الطائفہ ابوبکر عطوفی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس گروہ کے اقوال پر اعتقاد رکھتا ہے اور اس گروہ سے عقیدت وارادت رکھتا ہے اس سے کہو کہ میرے حق میں ضرور دعا کرے۔

حضرت خواجہ منصور (حلاج) کہتے ہیں کہ
جو شخص ہماری ان باتوں (معارفِ تصوّف) پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی چاشنی اس نے چکھی ہے اس کو میرا سلام پہنچانا۔

حضرت شیخ عمو قدس سرہٗ شیخ شروانی قدس اللہ سرہٗ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اگر تمہارے پیروں میں طاقت ہے تو خراسان جاکر اس شخص کی زیارت کرو جو ہم کو دوست رکھتا ہے اور میں تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ان لوگوں کے ساتھ جو ہم کو دوست رکھتے ہیں نیکی کرنا۔

---

[1] پ ۲۷ الحدید ۲۱

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اولیائے اللہ کو دوست رکھنے والا اور حضرات اصفیا کا ہوا خواہ (محبت کرنے والا) اسی گروہ میں سے ایک فرد ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ شیخ ابو جعفر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اپنی ارادت اور عقیدت کے ابتدائی زمانہ میں جب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم صدر مقام پر تشریف فرما ہیں۔ اور مشائخ صوفیہ آپ کے گرد بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر فرمائی آسمان کا دروازہ کھلا اور ایک فرشتہ سونے کا طشت اور چاندی کی چھاگل (آفتابہ) لے کر اترا اور حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھ دیا آپ نے دست مبارک دھوئے اور اس کے بعد پھر ہر ایک نے ہاتھ دھوئے لیکن جب میرے سامنے وہ طشت اور آفتابہ رکھا گیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ اس کے سامنے سے اٹھا لو یہ اس گروہ صوفیہ میں سے نہیں ہے۔ طشت بردار نے طشت اٹھا لیا اور واپس چلا گیا اس وقت میں نے کہا کہ یارسول اللہ اگرچہ میں ان میں سے نہیں ہوں لیکن آپ کو بخوبی علم ہے کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے پر طشت واپس آگیا اور میں نے بھی ہاتھ دھوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ہم کو دوست رکھتے ہو تو ہمارے ساتھ رہو شیخ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ میرا اٹھنا بیٹھنا صوفیہ کرام کے ساتھ تھا۔ (لیکن کسی کا مرید نہیں تھا)

شیخ ابراہیم ادھم قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ایک فہرست (طومار) ہاتھ میں لیے کچھ لکھ رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا لکھ رہے ہو۔ فرشتہ نے کہا کہ خداوند تعالےٰ کے دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ تم نے میرا نام بھی اس فہرست (طومار) میں لکھا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ میں ان میں سے تو نہیں ہوں مگر میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ یعنی اس کے دوستوں کا دوست ہوں۔ میں یہ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ ایک دوسرا فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ یہ فہرست دوبارہ لکھو اور اس شخص کا نام اس فہرست میں سب سے پہلے لکھو جو میرے دوستوں کا دوست ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ روزِ قیامت بندہ اپنے اعمال (حسنہ) کی کمی کے سبب سے مایوس اور ناامید ہو جائے گا تو اللہ تعالےٰ اس وقت فرمائے گا کہ اے میرے بندے تو فلاں جگہ کے فلاں دانش مند کو یا فلاں عارف کو پہچانتا ہے تو اس وقت وہ کہے گا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں تو بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوگا کہ جا تجھ کو بھی اس شخص کی شناخت و معرفت کے باعث بخش دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے اس گفتگو کے ضمن میں فرمایا کہ سلطان العارفین حضرت (بایزید بسطامی

رضی اللہ عنہ) کا ایک دوست سفر میں ان کے ساتھ تھا یہ حضرات چلے جا رہے تھے کہ کسی شخص نے اس ساتھی کو خبر پہنچائی کہ تمہارا فلاں دوست مر گیا ہے۔ وہ شخص اس کی عاقبت کا غم کرنے لگا اور اس کے انجام کے بارے میں متاسف ہونے لگا۔ حضرت سلطان العارفین اس کے تاسف اور افسوس سے متاثر ہوئے اور فرمایا کہ تمہارے مرنے والے دوست نے مجھ کو دیکھا تھا؟ اس نے کہا نہیں، سلطان العارفین نے فرمایا اس نے میرا نام سنا تھا؟ اس نے کہا جی ہاں! جب میں آپ کی خدمت اور صحبت شریف سے فارغ ہو کر اس شخص کے گھر جاتا تھا اور جناب والا کے اوصاف حمیدہ اور سوانح پاکیزہ اس شخص کو سنایا کرتا تھا وہ ان کو سن کر خوش ہوتا تھا اور بڑے اعتقاد سے سنتا تھا۔ سلطان العارفین نے فرمایا بس اس قدر کافی ہے (اس کی انشاء اللہ بخشش ہو جائے گی)۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں لشکر غیب اور عالم لاریب سے الہام کرنے والوں نے اس فقیر اشرف کو بھی بتایا ہے اور پکار کر مجھ سے کہا گیا ہے کہ جو کوئی تجھے اخلاص سے دیکھتا ہے اور پر خلوص دل کے ساتھ اس نے تیری صحبت اختیار کی ہے اس کو بخش دیا جائے گا مجلس والا اور محفل بلند مکان کے حاضرین یعنی حضرت کبیر و شیخ عارف، حضرت شیخ معروف، حضرت قاضی رفیع الدین، حضرت شیخ شمس الدین اودھی (رحمہم اللہ تعالیٰ) اور بہت سے دوسرے حضرات اس مژدۂ جانفزا اور بشارت دلکشا کو سن کر بہت خوش ہوئے اور بے ساختہ یہ شعر ان کی زبان سے نکلا ؎

چہ شکر آنکہ مرا مژدۂ امان آمد	خدا کا شکر بشارت امان کی آئی ہے
نوید فتح و بشارت ازاں جہان آمد	نوید فتح مجھے اس جہان سے آئی ہے

الحمد للہ علی ھذہ النعمۃ الشریفۃ والوعدۃ الرفیعۃ بار بار کہنے لگے اور شکر الٰہی بجا لانے لگے۔
حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جبکہ صرف شناخت ہی سے نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ اور نجات کا سبب بن جاتی ہے تو دوستوں کی محبت اور طالبان حق سے پیوستگی اور دوستی اور ان کی سیرت اختیار کرنا اور ان حضرات کی پیروی کس قدر اولیٰ تر اور افضل تر ہوگی (اس کا اجر کس قدر عظیم ہوگا)۔ شیخ ابو العباس عطا سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر دوستی خدا کی نہیں کر سکتے تو اس کے دوستوں سے دوستی کرو کہ دوستوں کی دوستی بھی اسی کی دوستی ہے

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ جس طرح گروہ صوفیہ کے اقوال کی تکرار اور اس گروہ کے فضائل کا اقرار موجب اجر ہے کیا اسی طرح ان کے اقوال کا انکار قہر عظیم اور زجر الیم (سخت عذاب) کا موجب ہوگا حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اور تقریباً ایک حکایت حضرت مولانا روم سے نقل کی کہ حضرت حسام الدین چلپی نے جو حضرت مولانا روم قدس سرہ کے خلیفہ (اور ان کے پوتے بھی تھے) جب اپنے دوستوں اور اپنے حلقہ کے دوسرے اصحاب کی توجہ الٰہی نامہ (تصنیف حکیم سنائی) اور منطق الطیر

(تالیف خواجہ فریدالدین عطار) جیسی منظوم کتابوں کی طرف زیادہ دیکھی (دیکھے)
کی طرف بہت راغب ہیں) تو انہوں نے حضرت مولوی معنوی کی خدمت میں گزارش کی کہ غزلیات کی کتاب تو بہت ہو چکی ہے اگر اب بجائے غزلیات کے الٰہی نامہ اور منطق الطیر کے طرز پر کوئی کتاب منظوم تیار ہو جائے جو دوستوں کے لیے یادگار رہے تو بہت ہی خوب ہو، حضرت مولانا روم نے یہ سنتے ہی اپنی دستار مقدس سے ایک کاغذ نکال کر شیخ حسام الدین چلپی کے ہاتھ میں دے دیا اور اس کاغذ پر اٹھارہ ابتدائی اشعار مثنوی کے لکھے اس جگہ سے کہ

بشنو از نی چون حکایت میکند وز جدائی ہا شکایت میکند

اس جگہ تک کہ

حال پختہ در نیابد ہیچ خام پس سخن کوتاہ باید و السلام

اس کے بعد - - - - - - - - - - حضرت مولانا روم نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ تمہارے دل میں یہ خواہش اور آرزو پیدا ہو عالم غیب سے میرے دل میں القا کیا گیا تھا کہ اس قسم کی کتاب عظیم نظم کرنا چاہیئے اس کے بعد وہ مثنوی معنوی کے اہتمام میں مشغول ہو گئے کبھی کبھی تو ایسا ہوتا تھا کہ اول شب سے طلوع فجر تک حضرت مولانا روم املا کراتے اور حسام الدین چلپی اشعار لکھتے جاتے پھر انہوں نے جس قدر لکھا ہوتا اس کو بآواز بلند حضرت مولوی رومی کے سامنے پڑھتے۔ جب پہلی جلد مثنوی کی تمام ہوئی تو حسام الدین چلپی کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس کام کے تسلسل میں رکاوٹ پڑ گئی (وہ تسلسل ختم ہو گیا) اس کے دو سال کے بعد پھر حسام الدین چلپی کی فرمائش سے مثنوی کو تکمیل پر پہنچایا چنانچہ جلد دوم کے آغاز میں اس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔

مدتی این مثنوی تاخیر شد
مہلتی بایست تا خون شیر شد

شیخ چلپی حسام الدین فرماتے ہیں کہ جب مثنوی پڑھی جاتی اور حاضرین اس کے کیف میں ڈوب جاتے تو اس وقت میں دیکھتا کہ مردان غیب کی ایک جماعت ہاتھوں میں دورباش اور تلواریں لے کر حاضر ہوتی کہ جو کوئی اخلاص کے ساتھ نہیں سنے گا ہم اس کے ایمان کی جڑیں اور شاخیں کاٹ کر پھینک دیں گے اور اس کو دوزخ میں کھینچ کر لے جائیں گے۔ حضرت مولوی رومی قدس سرہ نے فرمایا ایسا ہی ہے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے ؎

دشمن این حرف این دم در نظر شد ممثل سرنگوں اندر سقر
ای حسام الدین تو دیدی حال او حق نمودت پاسخ احوال او

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ کرام کی تصنیفات اور فرقہ صوفیہ کی تالیفات اللہ تعالیٰ کے انعام و بخشش اور اس کے نامتناہی کرم کا نتیجہ ہیں۔ جس زمانہ میں یہ فقیر حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی قدس سرہٗ سے کاشان میں شرف اندوز ملاقات ہوا تو اثنائے ملاقات میں شیخ محی الدین ابن عربی کا تذکرہ آیا۔ شیخ عبدالرزاق کاشانی نے فرمایا کہ بغداد کے ایک عظیم شیخ نے ان کے فضائل و مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تصنیفات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے اور خود حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اپنے بعض احباب و اصحاب کی فرمائش سے ایک رسالہ اپنی تصنیفات کی فہرست میں مرتب کیا ہے اس میں ان کی تصنیفات کی تعداد ڈھائی سو سے زیادہ ہے اور ان سب کے نام تحریر کیے ہیں ان میں زیادہ تر تصوف کے موضوع پر ہیں شیخ اکبر نے اس رسالہ کے مقدمہ میں خود یہ تحریر کیا ہے کہ ان کتب کی تصنیف و تالیف سے میرا مقصد دوسرے مصنفوں کی تصانیف کا جو مقصد رہا ہے وہ نہیں ہے بلکہ میری بعض تصانیف کا سبب تصنیف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے کبھی کوئی ایسا امر واقع ہوجاتا کہ اُس کے ضبط سے یہ ڈر ہوتا تھا کہ وہ مجھ کو پھونک ڈالے گا لہٰذا ایسے واردات و امور میں سے بعض کو میں بیان کردیتا۔ اور ایک سبب یہ بھی ہوتا تھا کہ کبھی خواب میں کبھی بیداری میں بطور مکاشفہ حق تعالےٰ کی جانب سے میں اس کے لیے مامور کیا جاتا۔ اس سلسلۂ سخن میں حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ رسالہ غوثیہ کی تالیف کے سلسلہ میں حق تعالےٰ نے مجھ کو بھی اس امر شریف سے سربلند فرمایا تھا۔ (مجھے بھی حکم ہوا تھا کہ رسالہ غوثیہ تحریر کروں) اور میرے سر میں بھی اس کا شوق پیدا کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت نورالعین بھی اس واقعہ شریفہ میں موجود تھے اسی طرح قدوۃ الکبرا کے کلمات اور الفاظ شریفہ کا جامع یعنی یہ خادم جو نظام یمنی کے نام سے موسوم ہے اس اشارہ سے سربلند ہوچکا ہے (اس کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ ملفوظات قدوۃ الکبرا کو جمع کرے) اور اس کلام لطیف اور سخنان پاکیزہ کے جمع کرنے کے سلسلے میں بعض الہامات اور واردات قلب پر گزرے ہیں [1]

---

[1] یہاں پر مخطوطہ میں یہ عبارت موجود ہے میں اسکو بلفظہٖ پیش کر رہا ہوں: قال الاشرف بشرنی اللہ تعالیٰ من اصغی کلامك بحسن القبول والاعتقاد وبطرز الیقین والانقیاد فی عرفانی ووجدانی بسمع جنانی فقد اندرجت فیه حسناتٌ فیها نطقة العلم والمعرفة وان التبس علیه فی الحال فقد یثبت له النصیب فی طور من اطوارہ۔
حضرت اشرف قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ جس نے میرے عرفان و وجدان کے بارے میں تمہاری بات کو حسن قبول و اعتقاد و طریق یقین و فرمانبرداری کے ساتھ گوش دل سے سنا تو اس میں بلاشبہ نیکیاں سرایت کرگئیں جس میں علم و معرفت کی گویائی ہے اور اگر کلام فی الحال اس پر مشتبہ ہوگیا تو بھی اس کے لئے ایک قسم کا حصہ ثابت ہوگا (شمس بریلوی)
نوٹ: بعینہٖ یہ عبارت مطبوعہ نسخہ میں صفحہ ۷ پر بھی موجود ہے اور حاشیہ پر فارسی ترجمہ ہے۔ (نوشاہی)

الغرض مشائخ کے کلمات عجیبہ اور نکات غریبہ کشف و وجدان اور ذوق و عرفان سے مستنبط اور مقتبس ہوتے ہیں۔ ذوق و عرفان کی تحریک سے تحریر کئے جاتے ہیں (اور غیبی اشارہ شامل حال ہوتا ہے) اس لئے ان مقالات کا منکر اور کلمات ذوق و وجدان کا معترض جہنم کے گڑھے اور حرمان کے غار میں گرتا ہے جیساکہ مولوی معنوی نے اپنی مثنوی میں فرمایا ہے ۔ ؎

مثنوی

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان برد
ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس
کم زند در عیب اہل دل نفس
نکتہا چون تیغ پولاد است تیز
گر نداری تو سپر واپس گریز
پیش این الماس بے اسپر میا
کز بریدن تیغ را نبود حیا

چاک پردہ کرنا جب چاہے خدا
طعنہ پاکاں پہ دل کو دے جھکا
اور گر چاہے کہ ستاری کرے
طعن سے پھر دل بھی بیزاری کرے
نکتے ہیں تلوار فولادی سے تیز
ڈھال گر رکھتا نہیں کر جا گریز
بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی توحید افعال میں تحقیق کرچکا ہے اور توحید صفات سے آگاہ ہے وہ شخص جانتا ہے کہ اعمال صوفیہ اور اقوال طائفہ علیہ میں کیا حکمت ہے (وہ صوفیہ کے افعال و اقوال حکمت سے خالی نہیں ہوتے) پس ایسے شخص کو جو ان کلمات سے آگاہ ہے کبھی ان کلمات پر حرف گیری نہیں کرنی چاہیئے ۔ ؎

بر حرف ہیچ کس منہ انگشت اعتراض
کان کلک صنع نیست کہ خطی خطا کشد

مت رکھ کسی کے حرف پہ انگشت اعتراض
یہ وہ قلم نہیں کہ کھینچے خط خطا

رسالہ مناقب و مراتب خلفائے راشدین رضؓ

حضرت قدوۃ الکبرا نے اصحاب کاملین کے مراتب اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالی عنہم) کے مناقب میں ایک رسالہ تالیف فرمایا تھا۔ اس رسالہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب کچھ زیادہ بیان کیے گئے تھے جس سے علماء ظاہر کا گمان دوسری طرف جاتا تھا حیلہ بازا اور جنگ دوست لوگوں کے دل و دماغ میں تفضیلیت و بدعت کی بو جاتی تھی۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا بنگال سے حضرت زبدۃ الاحرار علاؤ الدین والدنیا سے ملاقات کرکے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں قصبہ محمد آباد گہنہ میں آپ نے نزول فرمایا اور قصبہ کے سواد سے ملحقہ ایک باغ میں آپ نے قیام فرمایا۔ وہاں کے علماء فضلا اور ساکنین اطراف و اکناف سے حضرت قدوۃ الکبرا کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ دقائق معرفت اور حقائق طریقت پر باتیں شروع ہوئیں۔ اسی دوران صحابہ کرام (خلفائے راشدین) رضی اللہ عنہم کے مناقب کے بارے میں گفتگو

شروع ہوئی۔ حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق زبان گوہر بار سے ارشاد فرمایا اور آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا کہ حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی اپنی زبان نہ کھول سکا (پھر کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ اس اعتراض کو اٹھاتا) عقاید پر تمہید کے بطور کچھ ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے صحابۂ کرام کے مناقب میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے اگر آپ حضرات اس کا مطالعہ فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ حاضرین نے پورے تشفف اور دلچسپی کے ساتھ اس کے مطالعہ کی استدعا کی چنانچہ حضرت کے مہتمم کتاب خانہ مولانا حسین نے حضرت کے اشارہ کے بموجب رسالہ ان لوگوں کو دے دیا قاضی حمید الدین اور بعض دوسرے علماء نے اس کا مطالعہ کیا اور مطالعہ کے بعد بہت ہی زیادہ تعریف کی۔ ان علماء میں قاضی احمد بھی شامل تھے انہوں نے حضرت علیؓ کے مناقب کی کثرت پر اعتراض کیا اور بحث شروع ہو گئی ہر ایک نے دلائل دینے شروع کیے اور بحث نے طول پکڑ لیا۔ اقوال مختلفہ ثبوت میں پیش کیے جانے لگے۔ بعض علما بھی بحث میں قاضی احمد کے طرف دار ہو گئے۔ رسالوں اور روایات کے حوالے زیر بحث آئے نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان لوگوں نے شہر پہنچ کر بزعم خود حضرت کی خطا پر مبنی ایک استفتا تحریر کیا اور ان لوگوں نے باہم طے کیا کہ آیندہ جمعہ کو اس بنیاد پر حضرت سے تعارض کریں گے اور کھل کر اعتراض کریں گے حضرت کو جب اس کا علم ہوا تو آپ کو قدرے تردد ہوا۔ لیکن جب جمعہ کی نماز کا وقت آیا تو شدید بارش ہونے لگی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوفان نوح آگیا ہے قصبہ کے گھروں میں پانی گھس گیا۔ اتنی شدید بارش میں کوئی بھی مسجد میں نہ پہنچ سکا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان لوگوں کی جمعیت میں بھی تفرقہ پڑ گیا۔ اس جماعت میں ایک فاضل و دانش مند سید خان نامی تھے ان کو خواب میں کہا گیا کہ تم نے اشرف جہانگیر کو کیا سمجھ رکھا ہے وہ معمولی شخص نہیں تم میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ اگر دونوں جہانوں کی خیریت اور کونین کی دولت چاہتے ہو تو جاؤ اس سے عذر خواہی کرو اور اپنے ناشائستہ عمل سے توبہ کرو۔ جب صبح کو سید خان بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے جو ایک صالحہ خاتون تھیں یہ خواب بیان کیا۔ سید خان کی بیوی نے کہا کہ میں نے بھی بالکل ایسا ہی خواب دیکھا ہے اور میں تم سے یہ خواب کہنا ہی چاہتی تھی لیکن پہلے تم نے کہہ دیا اب مناسب اور درست یہی ہے کہ حضرت کے حضور میں جاؤ اور عذر خواہی کرو۔ دیکھو خبردار! نہنگ کے منہ میں جانا عقل مندوں کا کام نہیں ہے۔

نیاید پسندیدگان را پسند — نہیں اچھے لوگوں کو ہرگز پسند
کہ در بیشۂ شیر خیمہ زنند — کہ شیروں کے گھر میں ہو خیمہ بلند

لڑنیوالوں سے نکل کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں جاؤ نیز تمہارے لڑکے نہیں ہوتے حضرت سے درخواست کرو شاید تمہیں اپنے اس خواب کی تعبیر اس بزرگ کے کرم سے مل جائے جو تم نے چند دن ہوئے دیکھا تھا کہ ایک بزرگ سید جامع فضائل مشرق (بلاد شرقیہ) سے تشریف لائے ہیں تم بھی ان کی خدمت میں

گئے ہو، انہوں نے تمہیں چار آم مرحمت فرمائے ہیں۔
سید خان اپنی بیوی کے مشورے کے مطابق فوراً قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ قلب مبارک میں کچھ تردد نہ فرمائیں ان سب کا جواب میں دیتا ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے چہرۂ مبارک پر اس سے بے حد خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور فرمایا کہ اے عزیز مناقب اصحاب کے سلسلہ میں اس فقیر نے بھی جواب ہائے باصواب دیے ہیں لیکن وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی کے باعث ان جوابات کو تسلیم نہیں کرتے سید خان نے عرض کیا کہ آپ نے بجا فرمایا لیکن اب اس مخلص نے ایک دوسری تدبیر کی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے خوش ہو کر چار آم سید خان کو دیے اور ان سے فرمایا تمہارے چار بیٹے ہوں گے۔ ایک طاہر دوسرا مطہر تیسرا طیب اور چوتھا محمد۔ ان میں سے ہر ایک عالم و فاضل ہوگا اور اپنے زمانہ میں دوسروں سے بلند و بالا ہوں گے۔ اس واقعہ کے بعد دوسرے جمعہ کو تمام علماء آئے اور انہوں نے وہ استفتا حضرت کے سامنے پیش کیا۔ سید خان وہاں موجود تھے، انہوں نے وہ استفتا اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پڑھا اور اس کے بعد ان لوگوں سے کہا کہ اصل غلطی تمہاری ہے۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب زیادہ بیان کیے گئے ہیں لیکن اگر غیر سید ایسا لکھتا تو اس پر اعتراض کیا جا سکتا تھا سید پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا اگر کوئی اپنے ماں باپ کی تعریف بحد غلو بھی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ سن کر ان عالموں نے کہا کہ اپنے اس قول پر کوئی دلیل پیش کر دا انہوں نے قبول کیا اور جامع العلوم سے یہ حدیث شریف نقل کی:۔

الناس ابناء الدنیا ولا یلام الرجل	لوگ دنیا کے فرزند ہیں اور کسی فرد پر ملامت نہیں کی جاتی اگر وہ
علی حب ابویہ یمدحھما۔	اپنے والدین سے محبت کرے یا انکی تعریف کرے۔

اس روایت کو سنتے ہی ہر ایک دم بخود اور ناکام ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ"[1] بالآخر سب نے عذر پیش کیا اور اب عذر خواہی کیا مفید ہو سکتی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے سید خان اور ان کے ہمخیال لوگوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اور قاضی حمید الدین اور تمہاری اولاد کو ہر قرن و زمانہ میں دارین کی کمالیت عطا فرمائے بالنبی و آلہ الامجاد۔ اور معترضوں کو شر و فساد کے لئے سانس نہ لینے دے۔ نعوذ باللہ منہا۔ چنانچہ ہر ایک مصیبت میں گرفتار ہوا۔

ستیزیدن عارفی بیدرنگ	کسی سچے عارف سے لڑ بیٹھنا
درانداختن در دہان نہنگ	ہے گھڑیال کے منہ میں اڑ بیٹھنا

تقریباً ایسے ہی واقعہ کا حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ بیان فرمایا کہ بخارا میں علمائے ظاہر اور فضلائے باہر نے فصوص الحکم کے جلا دینے کے بارے میں فتویٰ لکھا تھا اور قریب تھا کہ دو ایک دن کے بعد

---

[1] حق آیا اور باطل مٹا۔ پ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۱۔

فصوص الحکم کے تمام نسخوں کو جلا دیا جاتا کہ اسی اثناء میں ایک دانش مند فاضل اور عالم باعمل جو بہت ہی فصیح و بلیغ زبان میں گفتگو کرتے اور تمام علوم وفنون پر کامل دست گاہ رکھتے تھے بخارا میں وارد ہوئے چنانچہ وہاں کے ہر ایک عالم نے اور فاضل نے بخارا شہر کے باہر آ کر ان کا استقبال کیا اور بڑی عظمت وعزت کے ساتھ ان کو شہر میں لائے اثنائے گفتگو میں فصوص الحکم کے جلا دینے کے فتوے کا بھی ذکر آیا ان بزرگوار نے فرمایا کہ

جب میں نے وہ کتاب دیکھی نہیں ہے اور اس کے معانی سے آگاہی حاصل نہیں کی ہے تو پھر میں کس طرح اس کے جلانے کا حکم دے سکتا ہوں۔

چنانچہ کوشش کر کے کہیں سے فصوص الحکم حاصل کی اور ان بزرگ کی خدمت میں مطالعہ کے لیے پیش کر دی۔ انہوں نے چند روز اس کے مطالعہ میں صرف کیے۔ چند روز کے بعد پھر علمائے شہر آپ کے پاس آئے اور فصوص الحکم کے جلانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ:۔

فصوص الحکم کے مضامین کے جو معانی میں نے سمجھے ہیں اور میرے ذہن میں ان کا جو تصور ہے اس کی بنا پر میں اس کے جلانے کا حکم نہیں دے سکتا اور وہ حقائق جن تک میری فکر نہیں پہنچ سکی ان کے بارے میں میں کس طرح کہہ دوں کہ وہ جلانے کے لائق ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ کی روحانی برکت کے باعث فصوص الحکم کا جلانا موقوف کر دیا گیا۔

اس واقعہ کی مناسبت سے قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ متقدمین صوفیہ حضرات کے کلمات اور ارباب کمال کی تالیفات اللہ تعالےٰ کے رموز میں سے ایک رمز ہے اور باری تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے ہر کسی کو اس سے آگہی حاصل نہیں ہوتی لیکن جس کا باطن نور وجدان سے اور جس کا قلب حضور عرفان سے بہرہ یاب ہوتا ہے (وہ اس سے آگاہی پا سکتا ہے) حضرات صوفیہ کے ارشادات کے سننے کا استحقاق اور اس پاک گروہ سے آگاہی کے حصول کے لیے ادنیٰ ترین قابلیت اور اہلیت یہ ہے کہ کشف خاص حاصل ہو یا فہم ناشی مقام اختصاص سے ہو، حضرت کبیر نے عرض کی کشف خاص وفہم ناشی عن اختصاص سے کیا مراد ہے، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کشفِ خاص سے مراد سالک کے دل میں نور الٰہی کا ایسے طریقہ پر ظاہر ہونا ہے کہ اُسکو یقینی عقیدہ اور سچے عادم اس بارے میں حاصل ہوں کہ سوا اللہ کیلئے کوئی وجود نہیں اور بے شک جو کچھ ماسوا اللہ دکھا جاتا ہے کچھ نہیں ہے سوائے اللہ کے جو اُس کے ظاہر و باطن و بصیرت کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ کشفِ خاص ہوتا ہے۔ یہ مقدمات عقلیہ اور براہین نظریہ اور مکشوفاتِ ملکوتیہ و جنیہ و ملکیہ سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ کشفِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فہم ناشی عن مقام اختصاص سے مراد ارباب حقیقت کی تقلید ہے اور ان کے کلمات کے مطالعہ اور اُن کے رموز و اشارات کے سمجھنے سے اُن کے اقوال کو

قبول کرنا، احوال کو ماننا اور اُن کے معارف اور کشفوں اور حقائق و دقائق کا ادراک کرنا ہے اور اسی کا نام کشف نظری ہے اور یہ مقام اختصاص و نہایت اخلاص ہی سے ہوتا ہے کیونکہ یہ طریقہ عقل کے طریقوں سے بالاتر ہے۔

اس کے بعد صاحب فصوص الحکم (حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ) کے مناقب و اوصاف کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ جس زمانہ میں یہ بندہ مکہ مکرمہ میں شیخ الشیوخ عبداللہ یافعی قدس سرہ (یہ امام ھمام، وحید عصر، علم و فضل میں یگانہ، اور علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے اور جن کی بہت سی تصانیف ہیں مثلاً تاریخ مرآۃ الجنان و عبرۃ الیقظان فی معرفۃ حوادث الزمان روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین دُرُّ النظیم فی فضائل القرآن العظیم ان کی یادگار ہیں) کی ملاقات سے مکہ معظمہ میں شرف یاب ہوا اور آپ نے مجھے گوناگوں لطائف معارف اور ظرائف کاشف انگیز سے نوازا۔ اور میں ایک مدت تک آپ کی خدمت میں حاضر باش رہا تو اُسی زمانہ میں ایک دن حضرت شیخ علی ہمدانی قدس سرہٗ نے (جو تمام دنیا کا سفر کر چکے تھے) حضرت امام ہمام عبداللہ یافعی (قدس سرہٗ) سے درخواست کی کہ شیخ اکبر قدس سرہٗ کے مناقب سے بہرہ اندوز فرمائیں؛ انہوں نے فرمایا کہ ان کی ذات وحدت الوجود پر اعتقاد رکھنے والے حضرات کی پیشوا ہے[1] بایں ہمہ فضل و کمال یعنی علماء و فقہاء ظاہر نے اُن پر مسئلہ وحدت الوجود میں طعن کیا ہے اور اکثر علماء اور صوفیہ عظام و صلحائے کرام (قدس اللہ اسرارھم) نے ان کو بہت ہی عظیم و بلند پایہ بزرگ گردانا ہے اور ان کی بہت کچھ تعریف کی ہے اور ان کے کلام کو بہت کچھ سراہا ہے اور ان کے اشعار لطیف و غریب و اخبار نادر و عجیب موجود ہیں۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

شیخ اکبر قدس سرہٗ کی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے ایک بار ملاقات ہوئی ایک کو دوسرے نے دیکھا اور ایک دوسرے کے مقامات کا ادراک کیا لیکن بغیر بات چیت کیے ؎

دو صاحب راز در یک طرفۃ العین	دو صاحب راز بس آنکھیں جھپکتے
سخن بسیار گویند بی کلامی	بہت کچھ کہتے ہیں بے بات بولے
ازان بیرونست ای صاحب معانی	یہ اس سے بالا ہے اے عقل والے
کہ دریابد کلامی خاص عامی	کہ ایسی خاص شئے کو عام سمجھے

ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ بعد میں شیخ اکبر قدس سرہ کے بارے میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال

---

[1] وہ قائلین وحدۃ الوجود کے پیشوا ہیں اور زبدۂ عاشقان شہود ہیں۔

ہے تو انہوں نے فرمایا ھو بحرالحقائق[1] اور جب شیخ اکبر قدس سرہ سے شیخ الشیوخ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا رجل مملو من فرقہ الی قدمہ من سنۃ[2] رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ غواصان دریائے حقیقت وسیاحان صحرائے دقائق (ارباب حال وقال) جوان دونوں بزرگوں کے مراتب کے مابین ان کے ارشادات کے پیش نظر فرق کرتے ہیں ان کا کہنا تقریباً اس شعر کے مطابق ہے (یہ فرق اس شعر کے مصداق ہے)

در دولیت فرق نکردن تو ان — فرق نہیں تیرے لبوں ہاں کوئی
خضر ہمانست و مسیحا ہمان — خضر وہی دونوں مسیحا وہی

اس موقع پر حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ جب حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کا مقام اس قدر بلند ہے تو پھر بعض اکابر نے حضرت شیخ اکبر کی تصنیفات پر (جو مظہر حقائق اور مصدر دقائق ہیں) اعتراضات کیوں کئے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ طعنہ زنی کرنے والوں کے طعن اور حاسدوں کے حسد کا منشا یا تقلید نفس اور تعصب ہے یا آپ کے مصطلحات سے بے آگاہی اور ناواقفی ہے جو حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اپنی تصنیفات و تالیفات میں استعمال کی ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر ان حاسدوں کے حسد کا باعث شیخ اکبر کے وہ دقائق و معارف اور وہ کشف و حقائق ہیں جو ان کی تصنیفات میں عموماً اور خاص طور پر فصوص الحکم میں بیان کیے گئے ہیں اور کسی کتاب میں ایسے مباحث موجود نہیں ہیں اور گروہ صوفیہ میں سے کسی نے ان کو بیان بھی نہیں کیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہ نے فرمایا کہ جو کوئی ان مخدومان جہاں کے کمترین خادموں اور ان کاملین زمانہ کے جاروب کشوں سے حاصل کرتا ہے اور صاحبانِ بصیرت کا معتقد ہوتا ہے اس کے بارے میں یہ امید کی جاسکتی ہے کہ ان شاء اللہ یقیناً اپنے مقصد پر پہنچ جائے گا اور جو کوئی بے علمی کی بنا پر ان صدیقوں کا منکر ہوگا اور ان کے خلاف کرے گا تو گویا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلاف کرے گا اس لیے کہ ان اصحاب کا طریقہ اور ان کی روش حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی روش کے عین مطابق ہے۔ ان عارفوں اور عالموں کا یہ روشن طرز بدعت اور مخالفت شریعت سے بالکل پاک و صاف ہے اور ان کے دل کا آئینہ زنگ شوائب (برائیوں) سے بالکل مصفا ہے۔ پس اس طائفہ علیہ سے انکار انوار و اسرار صوفیہ سے محرومی کا موجب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) نے تقریباً ان الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ:-

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے اکابر سادات و اشراف میں سے کسی شخص نے کچھ تکدر ہو گیا ...

---

[1] وہ حقیقتوں کا ایک سمندر ہیں۔

[2] ایسے شخص ہیں جو سرتاپا سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

نے شب میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اس امیر پہ عتاب فرما رہے ہیں جب وہ امیر خواب سے بیدار ہوا تو شیخ سعدی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عذر خواہی کی اور ان کو راضی کر لیا۔

اسی طرح مشائخ میں سے ایک بزرگ شیخ سعدی کی عظمت اور بزرگی کے منکر تھے ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور ملائکہ نور کے طبق لیے نازل ہو رہے ہیں۔ ان بزرگ نے پوچھا یہ کیا ہے اور کس کے لیے ہے انہوں نے کہا کہ شیخ سعدی شیرازی کے لیے ہے۔ ان کا ایک شعر بارگاہ رب العزت میں مقبول ہو گیا ہے اور وہ شعر یہ ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار — ہوش مند شخص کی نظر میں ان سر سبز درختوں
ہر ورقی دفتری ست معرفت کردگار — کا ہر ایک پتہ معرفت الہٰی کا ایک دفتر ہے

جب یہ بزرگ خواب سے بیدار ہوئے تو رات ہی تھی یہ اسی وقت رات میں شیخ سعدی کے زاویہ پہ پہنچنے کے لیے روانہ ہوئے تاکہ جلد سے جلد شیخ کو یہ خوشخبری پہنچا ئیں۔ وہاں پہنچ کر دیکھتے ہیں کہ چراغ جل رہا ہے اور دفتر کھلا ہے اور کچھ پڑھ رہے ہیں انہوں نے کان لگا کر سنا تو وہی شعر تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز سفر ہو یا حضر، کبھی نہیں چھوٹتی تھی۔ روح آباد کے قرب وجوار کے کسی قصبہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک جامع مسجد کی بنیاد اپنے قصبہ میں قائم نہ فرمائی تھی۔ ایک دن نماز جمعہ کے لئے قصبہ سنبھول تشریف لے گئے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد اس قصبہ کا ملا اور اس کے کچھ شاگردوں نے حضرت قدوۃ الکبرا سے علم الکلام کا یہ مسئلہ دریافت کیا کہ بندہ اختیار رکھتا ہے یا نہیں تیسری چیز بیچ میں نہیں، اگر ہم کہیں کہ صاحب اختیار ہے تو پھر ہم قدریہ ہوئے اور اگر کہیں کہ بندہ عدم اختیار ہے تو پھر جبریہ ہوئے پس ان دونوں صورتوں کے درمیان ہمارا مذہب کونسا ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مسئلہ اختیار اگلوں سے مشکل چلا آتا ہے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باعتبار ظاہر تو اختیار ہے اور باعتبار حقیقت جبر ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب بزدوی میں حضرت امام فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ صورۃً اختیار ہے اور حقیقتاً جبر ہے۔ ملا نے حضرت قدوۃ الکبرا کی مراد و منشا کو غور سے نہ سنا اور اپنے علم کے غرور میں چند ایسی علمی بحثیں چھیڑ دیں جن کا کچھ مفہوم و مقصود نہیں تھا بلکہ ان باتوں سے اس کا مقصود اپنی فضیلت کا اظہار تھا اور اس کی ان باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ حضرت سے حسد رکھتا ہے۔ حضرت اس کی باتوں کا جواب ٹھیک ٹھیک دیتے تھے۔ چنانچہ باہمی ایک دوسرے کی باتوں اور دلائل کے ثابت کرنے میں اصل بات لمبی ہو گئی اور عنقریب اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان آئے گا۔ قصہ مختصر بحث اس مرتبہ کو پہنچی کہ اس ملا کی زبان سے خلاف ادب بات نکل گئی۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے دل میں اسم القہار کی تجلی پر تو فگن ہوئی اور آپ نے فرمایا "اب تک تیری زبان چل رہی ہے"، یہ فرماتے ہی اس کی زبان تالو سے کھنچ کر باہر آ گئی بولنے کی سکت باقی نہیں رہی تمام حاضرین محفل حیران و پریشان تھے اور ہر ایک عذر خواہی کرنے لگا۔ اس ملا کی ماں بہت ہی بوڑھی
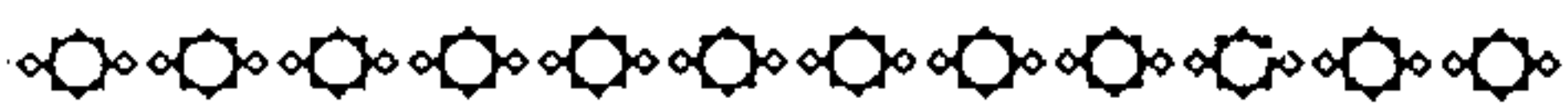
تھی۔ مشائخ اور بزرگوں سے اس کو بڑا اعتقاد تھا اس نے اپنے بیٹے کی یہ حالت سُنی تو روتی پیٹتی قدوۃ الکبرا کی خدمت میں آئی اور آپ کے پیر پکڑ لیے اور معافی مانگنے لگی۔ سب کے روبرو اس بُری طرح روئی کہ حاضرین مجلس کے دل بھر آئے وہ روتی جاتی اور کہتی جاتی کہ یا میرے پُت بخش دے، جب اس کی فریاد وزاری حد سے گزری تو آپ نے فرمایا کہ مائی! تیر نشانہ پر پہنچ چکا اور اب وہ لوٹ نہیں سکتا ہاں! اتنا ہو جائے گا کہ اس کی زبان جو باہر نکل آئی ہے وہ منہ کے اندر چلی جائے گی اور ہکلا کر بولا کرے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کی اولاد پوتے، پڑپوتے، سب کے سب ہکلے ہوں گے اور اس قصبہ میں کوئی عالم زندہ نہیں رہے گا، جو عالم بنے گا وہ مر جائے گا۔ ان ملفوظات کا جامع یعنی نظام حاجی غریب یمنی اس واقعہ کے ایک عرصہ کے بعد اس قصبہ میں ایک مرتبہ گیا میں نے تلاش کیا تو وہ بے ادب ملاّ مر چکا تھا اس کے ایک بیٹا ہے جو اس سے زیادہ ہکلا ہے اور اب وہی قصبہ جو فاضلوں اور عالموں سے بھرا رہتا تھا آج ویران پڑا ہے بہت سے عالم انتقال کر چکے ہیں بعض نے جو کچھ پڑھا لکھا تھا بھول چکے ہیں حق تعالیٰ سب کو اس طائفہ کی بے ادبی اور صوفیہ سے لڑائی جھگڑا کرنے سے محفوظ رکھے بالنبی وآلہ الامجاد۔

شرائط استماع حکایات صوفیہ

اس اثنا میں اس خادم (مولف ملفوظات) نے عرض کیا کہ اس بزرگ گروہ صوفیہ کی حکایات اور ان کے کلمات سے استفادہ کی شرائط کیا ہیں (کن امور کو اس صورت میں ملحوظ رکھا جائے) حضرت نے فرمایا کہ ان حضرات کی تصنیفات و تالیفات کے مطالعہ اور ملاحظہ کے وقت چار باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے ایک تو یہ کہ اس مطالعہ کی غرض و غایت اور اس کی بنیاد کسی خواہش نفسانی پر نہ ہو جیسے کسل اور سُستی کو دور کرنے یا طبیعت کی پژمردگی کو مٹانے کے لیے مطالعہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ان حکایات و روایات کے مطالعہ اور بلند و بالا کلام کا مطالعہ حصول آگہی کے لیے ہونا چاہیئے یا مقصد یہ ہو کہ جہاں جہاں شکوک واقع ہو گئے ہیں ان شکوک کو رفع کرنے کے طریقہ سے اطلاع پا سکے اعتراض اور خطا گیری مقصد نہ ہو، غرضیکہ نفس کے اخلاق ذمیمہ کا اس سے تعلق نہ ہو کہ ایسے مبنی بر اغراض مطالعہ سے کچھ بھی نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس چاہیئے کہ مطالعہ کا باعث طلب حق اور طریق مطلق (معرفت) کے سوا کچھ اور نہ ہوتا کہ اس صدق و خلوص کی برکت سے یہ دروازہ طالب صادق پر کھل جائے۔

دوسرے یہ کہ مطالعہ میں اعتدال کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور طبیعت میں اضمحلال پیدا ہونے سے پہلے ہی مطالعہ ترک کر دے اور اس میں افراط نہ پیدا ہونے دے جس سے فہم اور معنی رسی میں اشکال پیدا نہ ہو اور فہم کی صفائی مکدّر نہ ہو تیسرے یہ کہ مطالعہ کے دوران فہم معانی کے وقت معنی ظاہری پر قناعت نہ کرے اور جان لے کہ کلمات نبوی سے ہر کلمہ کے لیئے اور سارکان سنن مصطفوی کی باتوں سے

ہر بات کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ قال الاشرف :

كلمة التصوف وحكايت التعرف بحرٌ من بحار العرفان و معدنٌ من معادن الوجدان يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان[1] : تصوف پر مبنی ہر کلمہ اور معرفت کی حکایات میں سے ہر ایک حکایت عرفان کا ایک سمندر اور وجدان کی ایک کان ہے جس سے مونگا اور مروارید نکلتے ہیں :۔ جیسے حضرت شیخ سعدی کے بعض اشعار ایسے ہیں کہ ان کے کئی کئی معنی ہو سکتے ہیں (جس اعتبار سے بھی ان کے معانی بیان کیے جائیں وہ درست ہوں گے) مثلاً

نہ ہر جائی مرکب توان تاختن	سواری کو ہر جانہ دوڑائیے
کہ جاہا سپر باید انداختن	کہ بہتیری جا عجز دکھلائیے
درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار	گئیں اس بھنور میں بہت کشتیاں
کہ پیدا نشد تختہ بر کنار	کنارے پہ جن کا نہیں کچھ نشاں

پس اس طائفۂ علیہ (بزرگان طریقت) کے کلمات میں جتنا غور کیا جائے گا ایک سے ایک بڑھ کر معانی ان کلمات سے حاصل ہوں گے۔ پس فہم کو ان معانی کے حصول میں حد کمال تک پہنچانا چاہیئے (فہم معنی میں تعمق سے کام لینا چاہیئے) تاکہ آہستہ آہستہ طالب معنی اپنے مقصود کو پہنچ جائے۔

چوتھے یہ کہ طلب کے دشواریوں کی برداشت اور اس کے زمانہ کے طول پر بھی صابر رہے اور ہر سمجھ کے موافق ایک علم پیش کرے تاکہ آہستہ آہستہ انشاء اللہ تعالیٰ منزل تک پہنچے۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) نے اثنائے بیان میں فرمایا کہ بزرگوں کے کلمات اور صالحین کی حکایات بہت اثر رکھتی ہیں لیکن جب تک ان حضرات کی سیرت کو اختیار نہیں کیا جائے گا اور ان بزرگوں کے طریقہ کو نہیں اپنایا جائے گا راہ رو طریقت اپنے مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت سلطان العارفین کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کا ایک مرید ایک بار حضرت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور آپ کے قدم مبارک پر قدم رکھ کر آگے بڑھ رہا تھا (اور آپ کے نقش قدم کی پیروی کرتا ہوا چل رہا تھا) اتفاقاً حضرت سلطان العارفین نے پیچھے کی طرف دیکھا اور اس مرید سے فرمایا یہ کیا کر رہے ہو ؟ مرید نے جواب دیا کہ میں آپ کے قدم پر قدم رکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز! قدم پر قدم رکھنا تو کیا اگر تم بایزید کی کھال بھی پہن لو تو جب تک بایزید جیسے کام نہیں کرو گے شربت مقصود نہیں پی سکتے۔

قال الاشرف

من لم يعمل اكتساب المجاهده	لم يصل الى جناب المشاهده
جس نے کسب مجاہدہ کا عمل نہیں کیا	وہ حضور مشاہدہ تک (ہرگز) نہیں پہنچ سکتا ہے

---

[1] پ ۲۷ سورہ رحمٰن ۲۲

لطیفہ ۱

توحید اور اس کے مراتب

توحید کی تعریف | قال الاشرف: التوحید فناء العاشق فی صفات المحبوب۔
(فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ توحید عاشق کا مٹ جانا ہے محبوب کے صفات میں)

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کی اور اس لفظ قدوۃ الکبرا سے مراد اس کتاب میں جہاں جہاں یہ لفظ مذکور ہے حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی ہوں گے کہ اگرچہ یہ ارشاد بیان و اظہار توحید و تفرید کے ہر نوع پر شامل اور جامع ہے اور اصحاب ذوق و وجدان اور ارباب شوق و عرفان کا مقصود و مراد اس میں موجود اور داخل ہے لیکن عنایت فرماکر توحید کے مراتب تفصیلی طور پر بیان فرمائیں تاکہ حاضران مجلس فائدہ حاصل کریں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت نور العین کی درخواست پر توجہ فرماکر ارشاد فرمایا کہ ترجمۂ عوارف میں مذکور ہے کہ توحید کے چند مرتبے ہیں:

توحید ایمانی | پہلا مرتبہ توحید ایمانی ہے اور وہ یہ کہ بندہ اللہ تعالی کے وصف الوہیت کی بے مثلی اور اس کے معبود حق ہونے کی یکتائی کا موافق قرآن و حدیث کے اشارات و دلائل کے دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے اور یہ توحید نتیجہ ہے خبر دینے والے کو سچا ماننے اور خبر کی سچائی پر اعتقاد رکھنے کا اور ظاہر علم سے یہ توحید حاصل ہوتی ہے اور اس کا اختیار کرنا شرک جلی سے بچنے اور سلسلۂ اسلام میں داخل ہونے کے لئے فائدہ مند ہے، اور صوفی لوگ ضروریات دین کے حکم میں اس توحید میں عام اہل ایمان کے شریک ہیں۔ ہاں اور دوسرے مراتب میں یکتا اور مخصوص ہیں اور اسی مرتبہ پر قناعت کر لینا دین عجائز کا اختیار کرنا ہے جو اس حدیث شریف سے سمجھا جاتا ہے کہ علیکم بدین العجائز۔ (یعنی بوڑھی عورتوں جیسا دین رکھو)

توحید علمی | توحید علمی، باطن سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ دوسرا درجہ علم باطن سے متعلق ہے اور

اس سے حاصل ہوتا ہے ۔ اس کو علم الیقین بھی کہتے ہیں ۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ ابتدا ہی سے طریق تصوف میں ہی یقین سے اس بات کو جان لے کہ موجودِ حقیقی اور موثر مطلق سوائے خداوند عالم جل علا کے اور کوئی نہیں ہے اور جملہ ذوات و صفات و افعال اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کے آگے بالکل ناچیز ہیں اور ہر ذات کے فروغ کو خداوند تعالیٰ کے نور ذات کا نتیجہ سمجھے اور ہر صفت کو اللہ تعالےٰ کی صفت مطلقہ کا پرتو جانے بس جہاں کہیں قدرت، علم، ارادہ، سمع و بصر کا اثر دیکھے اس کو باری تعالےٰ کے سمع و بصر، علم و ارادت و قدرت کا اثر سمجھے اس طرح تمام دوسری صفات و افعال پر قیاس کرنا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے قریب قریب یہ بات طبقات الصوفیہ[1] سے نقل کرتے ہوئے بیان کی کہ ۔

شیخ سعدالدین حموی نے کہا ہے کہ توحید بشریت میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو حی و قیوم قبول کرے اور تمام احوال میں اس کی طرف متوجہ ہو !

یعنی جو کچھ بھی مظاہر خلقیہ و کونیہ ہیں یعنی دنیا میں جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے خواہ وہ موافق طبع ہو یا ناپسند خاطر ان سب کو حضرت جل شانہ کے سپرد کرے اور کسی واسطہ کو نظر میں نہ رکھے بلکہ واسطہ کو اللہ تعالےٰ کے دست تصرف میں (بلاتشبیہ) ایسا سمجھے جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم کی حرکت (کہ اصل حرکت دست کاتب کی ہے اور لکھنے والا قلم ہے) اس کے علاوہ سب کو معذور سمجھے اگر کوئی فائدہ پہنچے تو شکر بجالائے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالےٰ اس کی طرف مائل بکرم ہے اور اگر نقصان اور ناپسندیدہ بات ظہور میں آئے تب بھی یہی سمجھے کہ اللہ تعالےٰ جلوہ فرما کر اس کو تنبیہ و تادیب فرما رہا ہے تاکہ اطوار ناپسندیدہ سے گریز کرے اور رضا و تسلیم کے راستے پر چلے پس کسی مصیبت اور تکلیف پر سالک پر واجب ہے کہ وہ اپنی ذات میں غور کرے اور اپنے ظاہر و باطن کا جائزہ لے اور بُرے صفات (ترک صفات محمودہ) ترک آداب، غفلت، تضیع اوقات، عبادات میں سستی اور تمام قبیح اعمال سے رجوع کر کے اپنے آپ کی اصلاح کرے جس کام سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے یا جو بات اس کے حق میں ایذا رساں ہے اس کو یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ نے اس صورت سے ظاہر ہو کر اس کو تنبیہ فرمائی ہے صوفیہ کرام کے یہاں ایسے ہر شخص کو موحّد کہتے ہیں ۔

ایک بزرگ کا عجیب واقعہ حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بزرگ نے سوار ہو کر لالہ زار کی طرف کسی کام سے جانا چاہا انکے سواری کے جانور (خچر) پر زین کس کر لایا گیا ۔ تو انہوں نے اپنے موزے طلب کیے جب موزے لائے گئے تو ایک موزہ تقریباً دو انگل چوہے نے کاٹ ڈالا تھا یہ دیکھتے ہی وہ بزرگ رونے لگے ان کے اصحاب و احباب نے جو اس وقت خدمت میں موجود تھے عرض کیا کہ اتنے معمولی نقصان پر اس قدر افسوس کیوں فرما رہے ہیں ان بزرگ نے فرمایا کہ یہ مت سمجھو کہ میں اس وجہ سے تاسف کر رہا ہوں ملول ہوں اور رو رہا ہوں کہ چوہے

---

[1] طبقات الصوفیہ عربی زبان میں سب سے پہلا تذکرۃ الصوفیہ ہے جو شیخ سلمی نیشاپوری قدس اللہ سرہ کی تصنیف ہے

نے موزہ کاٹ ڈالا اور اس کو نقصان پہنچایا ہے بلکہ میں تو اس سبب سے متاسف اور گریہ کناں ہوں کہ خدا معلوم مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے۔ جس کی پاداش میں چوہے نے میرا موزہ کاٹ ڈالا ہے اور اس کو نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ جب موحد کثرت میں وحدت کے مطالعہ و مشاہدہ میں مشغول ہو تو جب جمال الٰہی کا ظہور ہو اس وقت تو اس کی حمد وثنا بجالائے اور اگر پرتو ہائے جلال کا مشاہدہ کرے تو اس کے جمال کی پناہ چاہے چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم مظہر قہر سے ہٹ کر اس کے لطف کی پناہ حاصل فرمانے اور یہ دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ الٰہی میں تجھ سے تیرے ہی ساتھ پناہ کا طالب ہوں (مسلم شریف روایت از حضرت عائشہؓ)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ موحد کیلئے جلال مظہر جمال بن جاتا ہے اور قہر مبدل بہ لطف وکرم ہو جاتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا کا فرعون کے لئے اژدہا تھا اور آپ کے لئے عصا اور کھلا ہوا نور تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہ، کبھی سفر کی حالت میں حال سے کبھی خالی نہیں ہوتے تھے۔ ایک بار جب کہ آپ دہلی کی طرف سرگرم سفر تھے ایک عجیب وغریب حالت کا آپ پر غلبہ تھا جو اس ظاہری سے بالکل بیگانہ تھے راستہ میں ایک مست ہاتھی جس کے پاؤں میں بیس من وزنی زنجیر پڑی تھی آزاد ہو گیا اس کو روکنے اور پکڑنے کے لیے پانچ چھ ہتھنیوں کو آگے پیچھے لگایا گیا۔ ہر ہتھنی پر فیلبان موجود تھے اس کے پکڑنے کی تدبیر کی جا رہی تھی جس طرف سے مست ہاتھی آرہا تھا۔ اس کی مقابل سمت سے حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) گذر رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر فیلبان نے بہت شور مچایا لیکن آپ کو مطلق خبر نہیں ہوئی اور جب تک ہمراہی صوفی حضرات "ہیا۔ ہو ہا" کریں وہ فیل مست آپ کے پاس سے گذر گیا اور کسی قسم کا نقصان اس کی ذات سے آپ کو نہیں پہنچا لوگوں کا شور حد سے زیادہ تھا لیکن آپ دریائے شہود سے نکل کر ساحل شعور تک نہیں آئے سہ

چنان غرقیم در دریائے وحدت	میں ایسا ہوں غریق بحر وحدت
کہ ہوش از گوہر عالم ندارم	سمجھ کچھ مجھ میں عالم کی نہیں ہے
چنان مستغرقم اندر خیالت	تصوّر میں ترے ایسا ہوں ڈوبا
خبر از عالم و آدم ندارم	خبر عالم و آدم کی نہیں ہے

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) نے فرمایا کہ یہ حالت وکیفیت اہل خصوص و اہل توحید کے اولین احوال کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے (بعض اہل خصوص کے اولین مراتب توحید میں سے ایک مرتبہ ہے) اس کی ابتدا اور اس کا مقدمہ توحید عام سے الگ تھلگ نہیں ہے بلکہ ابتدا اس توحید عام سے ملتی ہے۔ اس مرتبہ سے مشابہ ایک مرتبہ اور ہے جس کو کوتاہ نظر افراد توحید علمی کہتے ہیں حالانکہ وہ توحید علمی نہیں ہے بلکہ وہ ایک رسمی توحید ہے اور وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔

توحید رسمی تیسرا مرتبہ توحید رسمی ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک فرد فطین و ذکی کتابوں کے مطالعہ سے یا کسی بزرگ سے سن کر توحید کے بارے میں گفتگو کرے اور بحث و مباحثہ میں بے مغز باتیں کرے لیکن حال توحید سے اس کے دل میں کوئی اثر نہ ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) ایک روز اصحاب صدق کے ساتھ جامع دمشق میں تشریف رکھتے تھے۔ اطراف واکناف کے کچھ صوفیہ حضرات اور کچھ طالبان معرفت بھی موجود تھے ایک شخص نے معرفت پر گفتگو شروع کر دی اور بڑی چرب زبانی سے بولتا رہا اور حاضرین میں سے ہر ایک سے شطحیات صوفیہ کے معنی دریافت کرنے لگا جبکہ اس کا مقصد استفادہ نہیں تھا بلکہ اپنی حقائق دانی اور دقائق رسی کا اظہار مقصود تھا۔ اس کی یہ لاطائل گفتگو سن کر قدوۃ الکبرا نے فرمایا! ایک شمہ صفات الٰہی کا اور ان لا انتہا ہی اشعات کا وجود بشری میں پنہاں ہے حادث، قدیم کی ماہیت کو کسطرح جان سکتا ہے۔

شعر

چون قدیم آید حدث گردد عبث | ہے عبث حادث جو آجائے قدیم
پس قدیمی را کجا داند حدث | کس طرح حادث بھلا جانے قدیم

حقائق الفاظ کے بیان کو تقلید نہیں سمجھ لینا چاہیے اور دھوکہ میں تم نہ آجانا کہ ان الفاظ کے جاننے سے آگاہ ہو گئے اور اس کے حقائق سے باخبر ہو گئے محض الفاظ کے جان لینے سے تم کو توحید کی کیا خبر من لم یذق لم یدرک جب تک اس کا ذائقہ نہیں چکھو گے اس کا ادراک نہیں کر سکو گے۔ جب تک علائق زمانہ اور عوائق دوراں سے باہر نہیں آؤ گے اور ریاضت شدیدہ اور عبادات پسندیدہ میں مشغول ہو کر مہذب نہیں ہو گے اس وقت تک خالی باتوں سے کیا فائدہ!

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اغیار سے کنارہ کش ہو جاؤ تاکہ مجھ تک پہونچو ؎

معشوق در دو عالم چون فرد شد بخوبی | معشوق دو جہاں میں خوبی میں ہو جب یکتا
عاشق نشاید الا از ہر دو کون فردی | دونوں جہاں میں عاشق یکتا ہے اسکو زیبا
ہر رو بہی نیارد در راہ عشق رفتن | روبہ مزاج کوئی اس راہ میں نہ آئے
در راہ عشق باید مردی و شیر مردی | اس راہ عشق میں تو بس شیر مرد ہوگا

کوشش کرنا چاہیئے تاکہ یہ صفتیں تیری ذات میں قائم و موجود ہوں اور اس کے بعد وحدت کا بھید اپنا سر تیرے جسم سے نکالے کہ میرے جبہ میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے ؎

یک رنگ کند شراب مارا | یکرنگ کرے شراب مجھ کو
تا ہر دو شود یکی کہ و مہ | تا چھوٹے بڑے ہوں ایک دونوں

اس وقت معلوم ہوگا کہ وحدت کیا چیز ہے ورنہ ان کلمات کا پڑھ لینا اور سن لینا ایسا ہے کہ کوئی مصری

کی تعریف کرے تو سننے والے کو سننے سے حظ تو ہوتا ہے لیکن اس کے مزہ اور مٹھاس کو نہیں جانتا جب تک چکھ نہ لے

گر بسخن کار میسر شدی — بات ہی سے کام اگر بن چلے
کار نظامی بفلک بر شدی — کام نظامی کا فلک پر چڑھے

کار کن کار بگذر از گفتار — کام کر کام چھوڑ دے گفتار
کاندرین راہ کار دارد کار — اس طریقہ میں کام سے ہے کار

بارِ خدایا ہم کو اس بڑی نعمت پر ثابت قدم رکھ اور اس کو تمام مومن مرد وعورت اور مسلم مرد وعورت کو عطا فرما۔ اے گناہوں اور خطاؤں کے بخشنے والے بلاشبہ تو دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ توحید علمی اگرچہ توحید حالی سے کم درجہ کی ہے لیکن توحید حالی سے اس کا مزاج ملا جلا ہے۔

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ — اور اس کی آمیزش سے (چشمۂ) تسنیم (کا پانی) (ایسا)
بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ [1] — چشمہ جس سے پئیں گے (اللہ کے) مقرب بندے۔

اس توحید کی شراب کی صفت ہے اور اسی لئے ایسا موحد زیادہ تر ذوق وسرور میں رہتا ہے یوں کہ بعض واقعات میں اپنے علم کے مطابق کام کرتا ہے اسباب کے وجود کو جو رابطہ اور واسطہ افعال الٰہی کے ہیں ان کو نہیں دیکھتا لیکن اکثر حالتوں میں اپنے وجود کی تاریکی کے باقی رہ جانے کے سبب سے اپنے علم کے مواقی زیر حجاب رہتا ہے اور اس توحید سے بعض لوگ شرک خفی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

توحید حالی جو تمام تر توحید حالی ہے اور وہ یہ کہ توحید کی حالت ذات موحد کا وصف لازم ہوجائے اور علامات وجود کی تمام تاریکیاں بجز اس کے جو تھوڑی سی باقی رہ گئی ہیں نورِ توحید کی چمک میں جوئندہ اور گم شدہ ہو جائیں اور نور توحید اس کے نور حال میں پوشیدہ و داخل ہو جائے جیسا کہ تاروں کی روشنی آفتاب کی روشنی میں فنا ہو جاتی ہے۔ ؎

فلمّا استبان الصبح ادرج ضوءہٗ — صبح جس دم ہوگئی داخل ہوئی اسکی چمک
باِسفارہ اضواء نور الکواکب — نور میں سارے تاروں کی جو ہیں زیب فلک

اور اس مرتبہ میں موحد کا وجود واحد کے جمال وجود کے مشاہدہ میں ایسا غرق دریائے یگانگت ہوتا ہے کہ ذات وصفات واحد کے سوا اس کی نگاہوں میں کچھ نہیں سماتا یہاں تک کہ اس توحید کو واحد کی صفت جانتا ہے اور اپنی صفت نہیں خیال کرتا اور اس مشاہدہ کو بھی اسی کی صفت قرار دیتا ہے اس طریق میں اسکی ہستی قطرہ کی طرح بحر توحید کے تلاطم امواج میں گرتی ہے اور یگانگت میں ڈوب جاتی ہے۔ وَقَالَ الْاَشْرَفُ اَلتَّوْحِيْدُ بَحْرٌ وَّالْمُوَحِّدُ فِيْهِ قَطْرَةٌ لَمْ يَبْقَ مِنْهُ اَثَرٌ۔ توحید ایک سمندر ہے اور موحد اس میں ایک قطرہ کے مانند ہے جس کا وجود کوئی اثر وظہور باقی نہیں رہتا۔ اس سلسلہ میں آپ نے حضرت جنید کا یہ ارشاد بھی ذکر فرمایا کہ اَلتَّوْحِيْدُ مَعْنًى تَضْمَحِلُّ فِيْهِ الرُّسُوْمُ وَتَنْدَرِجُ فِيْهِ الْعُلُوْمُ وَيَكُوْنُ

---

[1] پ ۳۰ مطففین ۲۷/۲۸

اللّٰہُ کَمَا لَمْ یَزَلْ۔ یعنی توحید ایک ایسے معنی ہیں جس میں رسوم داخل ہو کر مٹ جاتے ہیں اور علوم اس میں اس طرح مندرج ہو جاتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا وجود ہی باقی رہ جاتا ہے جس طرح وہ ازل میں تھا حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) نے ارشاد فرمایا کہ ماوراء النہر کے مشائخ میں سے شیخ محمد ابن ابی نصیر حسینی قدس سرہ نے خواجہ ابوبکر خطیب مرد کے ذریعہ حضرت شیخ ابوسعید الخیر (قدس سرہٗ) کے پاس ایک مکتوب ارسال کیا۔ (ان کے ذریعہ ایک سوال کا جواب دریافت کیا گیا تھا) شیخ نے خطیب مرو سے کہا جب تم شیخ ابوسعید ابوالخیر کی خدمت میں اس کو پیش کر دو اس کا جواب ضرور لانا لیکن یہ خیال رکھنا کہ شیخ ابوسعید الخیر یہ نہ سمجھنے پائیں کہ یہ سوال میں نے کیا ہے سوال یہ تھا کہ کیا آثار بھی محو ہو جاتے ہیں۔ خواجہ ابوبکر نے کہا کہ یہ اس سوال کا بار نہیں اٹھا سکتا (یعنی زبانی مجھے یاد نہیں رہے گا) آپ اس کو تحریر کر دیجیے۔ انہوں نے مذکورہ سوال مجھے لکھ کر دے دیا۔ خواجہ ابوبکر خطیب کا بیان ہے کہ۔

میں نیشاپور پہنچا اور ایک کارواں سرائے میں قیام کیا۔ کچھ دیر بعد دو صوفی حضرات آئے اور انہوں نے پکار کر کہا کہ یہاں خواجہ امام ابوبکر خطیب کون صاحب ہیں؟ میں نے پکار کر کہا کہ میں ہوں انہوں نے کہا کہ شیخ ابوسعید نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہتے ہیں کہ میں سن چکا ہوں میری تشفی اس میں نہیں ہے کہ آپ سرائے میں اتریں مناسب ہے کہ میرے پاس آجائیں اس پیام و سلام سے مجھ پر ایک کیفیت اور وجد کی حالت طاری ہو گئی کیونکہ مجھے تو یقیناً معلوم تھا کہ میرے متعلق کسی نے انکو خبر نہ دی تھی، میں نے صوفیوں سے کہا اچھا میں نہا دھو کر تیار ہوتا ہوں میں نہا دھو کر باہر آیا تو ان دونوں درویشوں کو دیکھا کہ عود دگلاب لئے کھڑے ہیں کہنے لگے کہ شیخ نے ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے انکے ساتھ جب میں شیخ ابوسعید ابوالخیر کی خدمت میں پہنچا تو شیخ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا:۔ اے قاصد خوش آمدید بھیجنے والے کی محبت کے باعث مجھے قاصد بھی عزیز ہے۔ میں نے سلام کیا شیخ قدس سرہ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تم نے اس شیخ کے پیغام کو حقیر سمجھا لیکن ہمارے نزدیک ان کی بات کی بہت قدر ہے تم جب سے مرو سے نکلے ہو میں منزل بمنزل شمار کر رہا ہوں (کہ تم یہاں کب پہنچو گے) لاؤ کیا لائے ہو اور انہوں نے کیا کہا ہے۔

شیخ ابوسعید کی ہیبت سے وہ سوال میں بھول گیا تھا لہٰذا میں نے وہ کاغذ جس پر سوال تحریر تھا نکال کر پیش کر دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر میں اس کا جواب ابھی دیئے دیتا ہوں تو تم کو فوراً واپس ہونا پڑے گا۔ اب تم کو نیشاپور میں جو کچھ کام ہیں وہ کر لو جب تم جانے لگو گے تو میں اس کا جواب دے دوں گا۔ میں چند روز نیشاپور میں رہا۔ ہر رات شیخ قدس سرہٗ کی مجلس میں حاضر ہوتا جب میری واپسی کا وقت آیا تو میں نے شیخ قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ اب ان بزرگ کے پیام کا جواب مرحمت فرما دیجیے۔ شیخ ابوسعید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تم ان بزرگ سے کہنا کہ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ[۱] اثر نہ باقی رہتا ہے نہ بچتا ہے ذات ہی نہیں رہتی تو اثر کیسے رہے میں نے کچھ دیر غور کیا اور پھر عرض کیا میری سمجھ میں اس کا مفہوم نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ دانشمندی اس کے سمجھنے سے قاصر ہے (یہ بات عقل سے نہیں

[۱] پ ۲۹ مدثر ۲۸
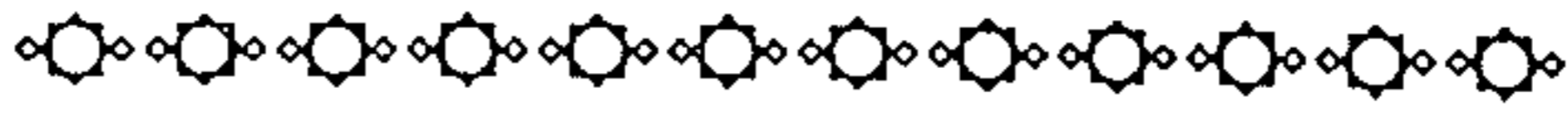
سمجھی جا سکتی) اور ہمارے شعروں میں سے یہ شعر تم یاد کر لو یہی ان کو سنا دینا ؎

جسمم ہمہ اشک گشت وچشمم بگریست	جسم میرا اشک ہے اور آنکھ سے ہم روتے ہیں
درعشق تو بی چشم ہمی باید زلیست	عشق میں تیرے تو ہم بے آنکھ ہی کے جیتے ہیں
از من اثری نماند از عشق حبیب	عشق میں پیارے کے میرا نقش بالکل مٹ گیا
چون من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست	جبکہ خود معشوق ہوں عاشق کسے سب کہتے ہیں

میں نے عرض کیا کہ ان اشعار کو تحریر کر دیں تو بہتر ہوگا۔ انہوں نے حکم دیا کہ تحریر کر دیں۔ چنانچہ وہ تحریر لے کر میں مرو واپس آگیا اور اسی وقت شیخ پیر حبیبی (محمد ابن ابی نصیر حبیبی) کی خدمت میں پہنچا اور تمام قصہ بیان کیا اور میں نے رقعہ نکال کر ان اشعار کو پڑھا جو اس پر تحریر تھے جیسے ہی انہوں نے اشعار سنے ایک نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے جہاں سے دو شخص اٹھا کر ان کو باہر لے گئے وہ ساتویں دن مدفون ہوئے شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا مصرعہ : بر رستہ دگر باشد و بربستہ دگر ۔ بر رستہ کوئی اور ہے بربستہ اور اور جہاں تک علوم میں تقریر و زبان کا تعلق ہے اس طائفہ کی دلیل آیہ کریمہ اِنَّا وَجَدْنَا آبَآءَنَا عَلٰی اُمَّةٍ (بیشک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا) ہے بربستہ تو مانگے کی اپنی زندگی میں زبان سے بولتا ہے اسے دھوکہ میں پانی کی جگہ سراب نظر آتا ہے جب ملک الموت کا ظہور ہوگا تو لباس رعایت لے لیتے ہیں اور اس شخص کی رسوائی ظاہر ہو جاتی ہے اور جو کچھ دل سے لگا کر رکھتا ہے بر رستہ ہے اس سے دین و دنیا میں بہت سے فائدوں کی امید حاصل ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جب طالب صادق میں وجہ خاص کا مراقبہ و ملاحظہ بطور اختصاص جا گزیں ہوتا ہے اور اس کا وصف لازم ہو جاتا ہے جیسے کان میں سننے کی قوت اور آنکھ میں دیکھنے کی قوت تو نور شہود کا ظہور اور حضور وجود کا صدور اسقدر غالب آجاتا ہے کہ کبھی کبھی اس کے حواس قطعی کام نہیں کرتے (توحید حالی اس قدر غالب آجاتی ہے) اور وہ کسی طرف التفات نہیں کرتا خواہ وہ کتنی ہی مہیب چیز کیوں نہ ہو اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابو سعید خراز نے فرمایا ہے کہ اپنے حال ارادت کے ابتدائی زمانہ میں اپنے وقت کی نگرانی بہت سخت کیا کرتا تھا ایک دن میں جنگل میں چلا جا رہا تھا میرے پیچھے سے کسی کی آواز آئی میں نے اپنے دل کو اس آواز کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ اور نہ اپنی نظر کو اس کے دیکھنے میں مصروف کیا کہ مجھے محسوس ہوتا کہ وہ چیز میری طرف بڑھتی چلی آرہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بالکل میرے قریب آگئی تب میں نے دیکھا کہ دونوں عظیم درندے ہیں وہ دونوں میرے کندھوں پر چڑھ گئے میں نے پھر بھی ان کا کچھ خیال نہیں کیا۔ نہ ان کے چڑھتے وقت اور نہ اترتے وقت مجھے کوئی احساس ہوا۔

شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مشاہدہ (ذات) کے وقت آلام کا ادراک و احساس نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ لذت شہود جاری و ساری ہوتی ہے۔ ایک شخص کے سو کوڑے لگانا تھے اس کے ننانوے کوڑے لگائے گئے اور وہ مضطرب نہیں ہوا لیکن آخری کوڑے پر بہت چیخا چلایا اور بے قرار ہوا۔ اس سے اس کیفیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ ۹۹ کوڑوں تک میں مشاہدہ محبوب میں مستغرق تھا لذت مشاہدہ کے باعث ضربات

---

[1] پ ۲۵ زخرف ۲۲

کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی لیکن آخری کوڑے پر میں اس کے مشاہدہ سے محروم تھا۔ (اس کی یاد سے غافل تھا) اس لیے چوٹ محسوس ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ اس توحید یعنی توحید حالی کا منشا نور مشاہدہ ہے اور توحید علمی کا منشا نور مراقبہ ہے اس توحید حالی میں اکثر رسوم بشریت فنا ہو جاتے ہیں اور توحید علمی میں بہت کم رسوم بشریت فنا ہو پاتے ہیں اور یہ جو کہا گیا کہ توحید حالی میں اکثر رسوم بشریت فنا ہو جاتے ہیں اور کچھ باقی رہ جاتے ہیں یہ کچھ رسوم اس وجہ سے باقی رکھے گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے افعال کی ترتیب اور صدور ہو سکے (افعال انسانی سرزد ہو سکیں) اور موحد کے اقوال میں شائستگی پیدا ہو سکے یہی سبب ہے کہ حال حیات میں حق توحید جیسا کہ ادا کرنا چاہیے اس سے ادا نہیں ہوتا۔ اسی کے پیش نظر شیخ ابو علی دقاق قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

التوحید غریم لا یقضی دینہ وغریب لا یودی حقہٗ یعنی توحید ایک ایسا قرض خواہ ہے جس کا قرض ادا نہیں ہو سکتا اور ایک ایسا غریب ہے جس کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا توحید حالی میں خواص کے لیے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یکبارگی تمام آثار و رسوم فنا ہو جاتے ہیں لیکن ایسا چند لمحات کے لیے ہوتا ہے وہ بھی ایسا جیسے بجلی کا چمکنا کہ ابھی چمکی پھر اس کی روشنی ختم!! اسی طرح چند لمحات کے بعد اس کے بقایا رسوم عود کر آتے ہیں۔ اور اس حال میں وہ کلیۃً شرک کی نفی کر دیتا ہے۔
توحید حالی میں موحد کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ ممکن نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی یہ دولت ہر شخص کو اس کے تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کے اعتبار سے مختلف اور متفاوت طور پر نصیب ہوتی ہے یکساں طور پر نہیں۔ بعض حضرات کو حق تعالیٰ اس مشاہدہ کے شرف سے ہمیشہ مشرف فرماتا ہے (اسکو یہ مشاہدہ علی الدوام حاصل ہوتا ہے) بعض کو شب و روز میں اکثر اوقات یہ مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور بعض کو بہت کم ساعات کے لئے یہ دولت حاصل ہوتی ہے اور بعض حضرات مرتبۂ شہود میں اس مرتبہ پر ہیں کہ ان کے کانوں میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ[۱] کا نغمہ گونجتا رہتا ہے اور وہ اسکو کبھی نہیں بھولتے۔ اس سلسلے میں حضرت نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے جو معارفیت سے آراستہ اور حقائق سے پیراستہ تھے ان کا شمار واصلانِ حق کے گروہ میں کیا جاتا تھا اور ان کو زمانے کے سالکوں کا محبوب کہا جاتا تھا۔ ایک دن ان کے حضور میں بہت سے اصحاب سلوک اور ارباب طریقت موجود تھے۔ ان سب حاضرین نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا مسئلہ چھیڑ دیا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے جس دم الست بربکم فرمایا تھا اور یہ ندا دی گئی تھی۔ وہی ندا اور خطاب بعینہٖ آج بھی میرے گوش جاں میں موجود ہے اور جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ نے سجدہ کیا تھا میری ذریت انکے آئینۂ زانو میں موجود تھی۔

---

[۱] اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کی تخلیق کے بعد ان سے خطاب فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تمام ارواح نے جواب میں عرض کیا۔ بلیٰ بے شک تو ہمارا رب ہے اس کو میثاق ازل، پیمان ازل، عہد الست وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے صوفیہ کرام کے یہاں یہ پیمان محبت اور پیمان عشق ہے جو بکثرت ان کے کلام میں ان کی تصانیف میں استعمال ہوا ہے۔ (مترجم) ، پ ۹ سورہ اعراف ۱۷۲

دولت مشاہدہ سے بہرہ وری کی نشانی

اس موقع پر حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ اس گروہ میں دولت مشاہدہ کے اثر کا نشان اور علامت کیا ہے؟ (کس طرح سے معلوم ہو کہ یہ لوگ دولت مشاہدہ سے مستفید اور بہرہ ور ہیں اور توحید حالی کا ان پر غلبہ ہے) حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس اسرار کی بہت سی نشانیاں ہیں ان نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایسے حضرات کا دیدار حق تعالےٰ کے ذکر کا موجب بن جاتا ہے (ان حضرات کو دیکھ کر انسان خدا کو یاد کرنے لگتا ہے۔ اور وجدان حق کا سبب بنتا ہے)

اذارأو وجوھھم ذکراللہ "جب وہ ان کے چہرے دیکھتے ہیں تو اللہ کی یاد کرنے لگتے ہیں۔ ان علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ یہ حضرات کسی تکلیف کا اثر قبول نہیں کرتے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے کہ کافروں سے ایک جنگ کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت سے زخم آئے اور آپ کے جسم میں تیر کے پیکان بھی رہ گئے جب ان کے نکالنے کی تدبیر کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ابھی مت نکالو جب میں حرم کعبہ میں نماز میں اپنے جاں نواز کے ساتھ مشغول نیاز ہوں تو اس وقت اس پیکاں کو نکال لینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ان کو کچھ بھی تکلیف کی خبر نہ ہوئی جب حال مشاہدہ ختم ہوا تب آپ کو معلوم ہوا۔

ایک آتش پرست کا ایمان لانا

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ شیخ ابوالادیان کا آتش پرستوں سے مناظرہ رہتا تھا۔ (ان کو ابوالادیان اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ وہ بد دینوں اور بد مذہبوں سے ہمیشہ مناظرہ کیا کرتے تھے۔ اور اپنے مخالفوں کو شکست دیا کرتے تھے) ایک دن شیخ ابوالادیان اور مجوسی میں بات چیت ہو رہی تھی شیخ نے فرمایا کہ آگ تو حق تعالیٰ کے حکم سے جلتی ہے۔ آتش پرست نے کہا کہ نہیں جلنا آگ کا خاصہ اور اس کی طبیعت ہے اگر تم یہ دکھا دو کہ آگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جلتی ہے اور کام کرتی ہے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا چنانچہ یہ طے پایا کہ آگ جلائی جائے اور ابوالادیان اس آگ میں جائیں چنانچہ بہت سی لکڑیاں جلائی گئیں جب تمام لکڑیاں جل گئیں تو انگارے زمین پر پھیلاتے گئے یہ مقابلہ دیکھنے کے لیے بہت سے لوگ بھی جمع ہو گئے تھے۔ اب شیخ ابوالادیان کو ان انگاروں پر چلنا تھا۔ لہذا شیخ ابوالادیان نے جائے نماز بچھائی اور نماز ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر انگاروں پر چلنے لگے۔ جب وہ بجھے ہوئے انگاروں کی آخری حد پر پہنچے تو انہوں نے مجوسی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اتنا کافی ہے یا دوبارہ چل کر دکھاؤں یہ بات جب انہوں نے کہی تو ان کے چہرے پر صدمہ کے آثار پیدا ہوتے یہ دیکھ کر آتش پرست مسلمان ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب رات کا وقت ہوا تو شیخ کے خادم احمد نے دیکھا کہ ان کے پاؤں کے انگوٹھے کے نیچے چھالا پڑا ہے۔ اس نے کہا کہ اے شیخ یہ کیا ہے؟ شیخ ابوالادیان نے کہا کہ جب میں آگ پر چل رہا تھا تو میں بشریت سے غائب تھا لیکن کنارے پر پہنچ کر حاضر ہو گیا تھا تاکہ مجوسی سے بات کروں بس یہ اسی کا اثر ہے اگر کہیں یہ شعور آگ کے درمیان پیدا ہو جاتا تو میں پورا جل جاتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارباب بصیرت اور اصحاب طریقت اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جلانے والی

آگ اگر کسی مخصوص وقت میں حق تعالے کے بندوں کے حق میں خدا کے حکم سے وہ کام نہ کرے جس پر وہ مقرر و متعین ہے یا جو اس کی فطرت ہے تو تعجب کی بات نہیں ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاملہ میں فرمان ہوا بہ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ[1] ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی پڑ جا اور سلامتی بن جا ابراہیم کے لیے اس موقعہ پر حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت کبیر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جانتے ہو سلامًا میں کیا نکتہ ہے حضرت کبیر نے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر فرمان الٰہی میں یعنی اس آیہ کریمہ میں سلامًا کا لفظ موجود نہ ہوتا تو آگ حضرت خلیل (علیہ السلام) کے لیے اتنی سرد ہو جاتی کہ آپ اس میں زندہ نہ رہ سکتے۔ پس آگ حکم الٰہی کے بموجب اتنی سرد ہوئی کہ حضرت خلیل اللہ (علیہ السلام) کے جسم کی سلامتی کا نشان بن گئی۔ اس سلسلہ کے باقی مباحث ان شاء اللہ حسب موقع و محل بیان کیے جائیں گے۔

حضرت شیخ الاسلام نے جو حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء عظام میں سے تھے، غیر برا اثر مشاہدہ کے بارے میں عرض کیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب شہود کی آگ کسی عارف کے وجود کی منقل (انگیٹھی) میں جلتی اور شعلہ زن ہوتی ہے تو اس حالت میں اگر عارف کسی پر شرارہ کے بمقدار تصرف کرے جب بھی اس کا اثر سرایت کرے گا حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ (جن کو شیخ ولی تراش بھی کہا جاتا ہے اور اس لقب کا موجب یہ تھا کہ آپ کی نظر غلبات وجد میں جس کسی پر بھی پڑ جاتی وہ ولایت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا تھا) سے تقریباً آپ نے نقل فرمایا کہ ایک روز ایک سوداگر یونہی تفریحاً آپ کی خانقاہ میں پہنچ گیا۔ شیخ کا اس وقت حال بہت قوی تھا۔ آپ کی نظر اس سوداگر پر پڑ گئی اسی وقت وہ مرتبہ ولائت کو پہنچ گیا۔ شیخ نے دریافت فرمایا کس ملک کے رہنے والے ہو اس نے جواب دیا کہ فلاں ملک کا باشندہ ہوں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے اسی وقت اس مملکت میں ارشاد کا اجازت نامہ لکھ کر اس کو دے دیا کہ اس ملک میں لوگوں کی رہنمائی خداوند تعالیٰ تک کرے (اور اس کو اسی دن روانہ کر دیا) ایک دن شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ اصحاب طریقت کے ساتھ بیٹھے تھے کہ یکایک آپ نے دیکھا ایک باز ایک چڑیا کے پیچھے جھپٹ رہا ہے۔ ناگاہ شیخ کی نظر اس چڑیا پر گئی بس اسی دم وہ چڑیا پلٹی اور اس نے باز کو پکڑ لیا اور شیخ کے سامنے اس کو لا کر ڈال دیا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کا ایک اور واقعہ

ایک دن شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ اصحاب کہف کا قصہ حاضرین سے بیان فرما رہے تھے۔ شیخ کے مریدوں میں سے شیخ سعد الدین موی کے دل میں یہ خطرہ اور وسوسہ پیدا ہوا کہ آیا اس امت میں بھی ایسا کوئی شخص موجود ہے جس کی محبت کا کتے پر اثر ہو۔ شیخ نور فراست سے ان کے وسوسہ سے آگاہ ہو گئے۔ اور اپنی جگہ سے اٹھے۔ خانقاہ کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ دفعتاً ایک کالا کتا نمودار ہوا اور وہاں کھڑا ہو کر دم ہلانے لگا۔ شیخ کی نظر اس پر پڑ گئی اسی دم وہ بے خود اور متحیر ہو گیا اور شہر چھوڑ دیا۔ گورستان کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔ اس کا حال یہ تھا کہ زمین پر سر پٹکتا اور روتا تھا۔

---

[1] پ ۱۷ سورہ انبیاء ۶۹

کہتے ہیں کہ جس طرف سے وہ کتا نکل جاتا تھا اسی وقت پچاس ساٹھ کتے اس کے گرد جمع ہو جاتے اور اس کو حلقہ میں لے لیتے۔ نہ کچھ کھاتے نہ پیتے اسی طرح بیٹھے رہتے اور اس کتے کی بڑی آؤ بھگت کرتے۔ تھوڑے سے ہی عرصہ کے بعد وہ کتا مر گیا۔ شیخ نے فرمایا اس کو دفن کر دیں اور اس کی قبر پر عمارت بنائیں۔

شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ ہی کا یہ واقعہ ہے کہ وہ شہر تبریز میں حضرت محی السنۃ کے شاگرد سے کتاب شرح السنہ پڑھا کرتے تھے۔ جب کتاب ختم ہونے پر آئی تو استاد کے سامنے آئمہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور شرح السنہ پڑھ رہے تھے کہ ایک درویش درسگاہ میں تشریف لائے۔ شیخ ان کو نہیں پہچانتے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی شیخ کے حال میں ایسا تغیر پیدا ہوا کہ پڑھنے کی قوت باقی نہ رہی۔ شیخ نے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں لوگوں نے بتایا کہ یہ بابا فرج تبریزی ہیں مجذوب ہیں اور خدا کے محبوب بندوں میں ہیں۔ شیخ تمام رات بے قرار رہے۔ صبح دم استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استاد سے عرض کیا کہ بابا فرج تبریزی کی زیارت کے لیے چلیے چنانچہ استاد اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ہوئے۔ جب بابا فرج کی خانقاہ پہ پہنچے بابا فرج اس وقت خانقاہ کے اندر موجود تھے۔ بابا شاد ال نامی ایک درویش نے جب اس جماعت کو خانقاہ کے دروازہ پر دیکھا تو اندر جا کر بابا فرج سے اجازتِ حاضری طلب کی۔ بابا فرج نے فرمایا کہ جس طرح خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہیں اس صورت میں میرے سامنے آئیں شیخ نجم الدین فرماتے ہیں کہ چونکہ مجھ پر بابا فرج کی نظر پڑ چکی تھی اور اپنا اثر کر چکی تھی۔ لہٰذا میں ان کی اس بات کو سمجھ گیا۔ چنانچہ جو کچھ ہم پہنے ہوئے تھے وہ اتار دیا اور سینہ پر ہاتھ رکھ کر ان کے سامنے پہنچے (دوسرے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا) ان کے سامنے اس طرح جا کر بیٹھ گئے ایک لحظہ کے بعد ہماری حالت متغیر ہو گئی اور ان کی صورت میں ہم کو ایک عجیب عظمت نظر آئی۔ ان کا چہرہ آفتاب کی طرح درخشاں ہو گیا۔ اور وہ جو کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کے جسم ہی پر پارہ پارہ ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ اپنے اصل حال میں واپس آئے۔ اٹھے اور وہ لباس مجھے پہنا دیا (جو ان کے جسم سے استغراق کی حالت میں الگ ہو گیا تھا۔) اور فرمایا تمہارے پڑھنے کا وقت نہیں ہے اب تو وقت آگیا ہے کہ تم دنیا کے سرِ دفتر بنو گے (دنیا کے پیشوا) یہ سنتے ہی میری حالت متغیر ہو گئی اور میرے باطن میں جو کچھ بھی غیر حق سے موجود تھا منقطع ہو گیا (باطن بالکل صاف پاک ہو گیا۔) جب ہم بابا فرج کی خانقاہ سے واپس آئے تو میرے استاد نے فرمایا کہ شرح السنہ تھوڑی سی باقی رہ گئی ہے دو تین دن میں اسے ختم کر لو گے یوں تمہیں اختیار ہے۔ میں پھر سبق پڑھنے پہنچ گیا (خیال آیا کہ کتاب کو مکمل کر ہی لیا جائے) بابا فرج پھر درسگاہ میں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ کل تم نے علم یقین کی ہزاروں منزلیں طے کر لی تھیں اور آج پھر تم درس لینے آگئے! یہ سنتے ہی میں نے درس کا سلسلہ ختم کر دیا اور ریاضت و خلوت میں مشغول ہو گیا اور مجھ پر واردات غیبی اور علوم لدنی ظاہر ہونے لگے۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ باتیں بھول نہ جاؤں لاؤ انہیں لکھ لوں کہ بابا فرج پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ شیطان نے تم کو تشویش میں ڈال دیا ہے (اور دہی

انکسار رہا ہے کہ ان باتوں کو ضبطِ تحریر میں لاؤ تم ان باتوں کو مت لکھو۔ میں نے فوراً دوات اور قلم پھینک دیا اور پھر یادِ حق میں سب سے منقطع ہو کر مصروف ہو گیا۔

کمال جوگی کی بلی کی معرفت کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرا جب اس کلام سے فارغ ہوئے تو قاضی رفیع الدین اودھی کے دل میں یہ خطرہ اور وسوسہ پیدا ہوا کہ حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کی نظر مبارک میں یہ تاثیر تھی کہ کثیف جانوروں میں بھی ان کا اثر ہوتا تھا۔ کیا اس زمانہ میں بھی بزرگوں میں سے ایسا کوئی ہے کہ اس کے نگاہ کی تاثیر سے اسی طرح کسی جانور کو جذب کرے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے نورِ باطن سے ان کے اس وسوسہ اور خطرہ کو معلوم کر لیا ؎

جامِ جہان نمائی ضمیر تو یافتہ　　هر ذرۂ جہانش درو عکس تافتہ

تیرا ضمیر پاک ہے جامِ جہاں نما　　دنیا کا ذرہ ذرہ ہے اس میں ذرا ذرا

ہنس کر فرمایا ہاں شاید اس زمانہ میں کوئی ایسا ہو مصرعہ

تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد　　کیا خبر تم کو اس گرد میں کوئی ہو سوار

کمال جوگی کی ایک بلی تھی کبھی کبھی حضرت قدوۃ الکبرا کی نظر مبارک سے گزرا کرتی تھی، فرمایا کہ کمال جوگی کی بلی کو لاؤ۔ اس بلی کو لایا گیا اس وقت حضرت نے معارفِ طریقت اور حقائقِ معرفت بیان کرنے شروع کیے ابھی تھوڑا ہی بیان ہوا تھا کہ اس کے اندر بھی تغیر پیدا ہوا اور ان کلمات کا اثر ظاہر ہونے لگا اور وہ بھی از خود رفتہ ہو گئی۔ ایک پہر تک وہ اسی طرح بے خود رہی جب ہوش میں آئی تو حضرت قدوۃ الکبرا کے پاؤں چومنے اور پیروں میں لوٹنے لگی اور اصحاب مجلس و حاضرین محفل کے گرد چکر لگانے لگی اب اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ جس وقت عارفانہ گفتگو کا آغاز ہوتا تو وہ مجلس شریف سے کہیں دور نہیں جاتی تھی (مجلس شریف میں موجود رہتی) جب خانقاہ میں مہمان آتے تو مہمانوں کی تعداد کے مطابق میاؤں میاؤں کر کے خادمانِ عالی کو بتا دیتی کہ مہمانوں کی تعداد اتنی ہے۔ لنگر کی تقسیم کے وقت دوسرے لوگوں کے برابر اس کو بھی حصہ ملتا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس بلی کو بعض اصحاب کے بلانے کے لیے بھیج دیا جاتا یہ بلی جاتی اور اس شخص کے پاس پہنچ کر غراتی لوگ سمجھ جاتے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے بلایا ہے۔

ایک دن حضرت کی خانقاہ میں چند درویش سفر سے آئے بلی نے عادت کے بموجب میاؤں میاؤں کیا لیکن جب باورچی خانہ سے کھانا بھیجا گیا تو ایک شخص زیادہ ہوا (ایک شخص کا کھانا کم تھا) حضرت قدوۃ الکبرا نے بلی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اسے گربہ؟ آج یہ غلطی کیوں کی؟ بلی یہ سن کر فوراً باہر گئی اور ان نو رسیدہ مہمانوں میں پہنچی اور ان میں سے ہر ایک کو سونگھنا شروع کیا اس طرح اس نے ہر ایک کو سونگھا لیکن جب ان نو رسیدہ درویشوں کے سر حلقہ کو سونگھا تو اس کے زانو پر بیٹھ کر پیشاب کر دیا وہ درویش اٹھا اور اسی وقت حضرت قدوۃ الکبرا کے پیروں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا کہ بارہ سال سے میں دہریوں اور اسلامی لباس میں آکر زمانہ کے بڑے بڑے صوفیوں کو دیکھتا ہوں اس نیت سے کہ کوئی میرے نفاق کو ظاہر کر دے تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں

پیش ضمیر تو کہ ز خورشید انورست — دل میں ترے چمک ہیں جو اک آفتاب ہے،
ذرات کائنات چو مہتاب ظاہرست — ہر اک ذرہ دنیا کا اک ماہتاب ہے
یل خطرہ کہ در دل موران کند خطور — ہر اک خیال و خطرہ جو چیونٹی کے دل میں ہو
در گوشہ ضمیر سلیمان منورست — نور دل سلیمان پہ وہ بے حجاب ہے

کسی نے اس بھید کو ظاہر نہ کیا لیکن بیابان تصوف و معرفت کے شیر حضرت قدوۃ الکبرا کی بلی نے اس راز سربستہ کو کھول دیا سبحان اللہ کتنا بڑا فضل حق تعالیٰ کا حضرت قدوۃ الکبرا پر ہے کہ آپ کے اثر سے بلی کا یہ مرتبہ ہو جائے کہ حق و باطل کی جدا کرنے والی ہو پھر اس موقع کا کیا کہنا ہے اگر نظر کیمیا اثر کسی خاکسار کی حالت پر فرما دیں ؎ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند — جن کی نگاہ خاک کو کرتی ہے کیمیا
آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند — اے کاش ہم پہ چشم کریں ایسے اولیا

آج یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ (اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے) کا سورج افق ہدایت سے چمکا لہٰذا میں حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے اسلام قبول کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا مبارک ہو۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے حضرت قدوۃ الکبرا سے بیعت کر لی اور پھر شدید ریاضتوں اور مجاہدوں اور سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد اس میں اتنی قابلیت پیدا ہو گئی اور تصفیہ باطن کی اس منزل پر پہنچ گیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء کرام میں سے ایک خلیفۂ عالی قدر وہ بھی تھے اور حضرت نے اجازت نامہ لکھ کر عطا فرمایا کہ استنبول جاؤ اور وہاں مخلوق کو رشد و ہدایت کے راستہ پر لاؤ (خلافت عطا فرما کر استنبول روانہ فرمایا کہ وہاں تبلیغ و ترویج سلسلہ کا کام کریں)۔

حضرت قدوۃ الکبرا کے وصال کے بعد چند سال تک یہ بلی حضرت مخدوم زادہ کے عہد میں بھی زندہ رہی ایک دن خادم مطبخ نے دودھ دیگ میں گرم کرنے کے لیے چڑھایا تاکہ مہمانوں کے لیے کھیر تیار کرے اس اثنا میں ایک ناگ دیگ میں گر گیا (اور مر گیا) یہ بلی سانپ کا دیگ میں گرنا دیکھ چکی تھی۔ چنانچہ وہ دیگ کے گرد چکر لگاتی رہی اور بیقرار پھرتی رہی۔ خادم مطبخ اس بیقراری کا سبب نہیں سمجھ سکا اور ہر بار وہ قریب آتی تو جھڑک دیتا اور بھگا دیتا۔ جب بلی نے دیکھا کہ خادم کسی طرح اس کی بات نہیں سمجھ پا رہا ہے تو وہ خود دیگ میں کود گئی اور جان دیدی۔ جب کھیر کو لوگوں نے پھینکا تو ایک سیاہ ناگ اس میں سے نکلا اس وقت حضرت نورالعین نے فرمایا کہ دیکھو اس بلی نے خود کو درویشوں پر قربان کر دیا۔ اب تم لوگ اس کی قبر بناؤ اور اس کی زیارت کیا کرو۔ چنانچہ اس کو دارالامان میں دفن کر کے اس پر عمارت بنا دی گئی ؎

رباعی

ہر گہ کہ از وحوش فدائی تو گشتہ اند — جب جانور بھی تم پہ ہوا کرتے ہیں نثار
انسان اگر فدا نشود کمتر از وحوش — انسان کچھ نہیں ہے جو تم پر نہ ہو فدا

حیوان بخدمت تو بجائی رسیدہ اند	حیوان کو تیرے فیض سے وہ مرتبہ ملا
کز شیوۂ صفاء زند طعنہ بر سروش	آکر فرشتے دیکھ لیں یہ خوبیٔ صفا
در کار مس جسم کہ اکسیر خدمت است	ہے جسم تانبا اس میں ہے اکسیر چاکری
انداخت ذہب خالص شد بر گہر فروش	جب ڈالا جسم بن گیا سونا تپا کھرا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی کا بیان ہے کہ خواجہ سری سقطی قدس سرہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ مجلس منعقد کر داور اس مجلس میں تم وعظ کرو میں اپنے اندر یہ صلاحیت نہیں پاتا تھا اور خود کو اس بات کا مستحق نہیں سمجھتا تھا یہاں تک کہ ایک جمعہ کی شب میں سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا تکلم علی الناس لوگوں سے کلام کر (یعنی وعظ کر) جب میں خواب سے بیدار ہوا اور صبح ہونے سے پہلے ہی میں حضرت سری سقطی قدس سرہٗ کے دروازہ پر پہنچا اور آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے اندر ہی سے فرمایا کہ تم نے مجھے راست گو نہیں سمجھا تھا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے مجلس وعظ منعقد کی اور وعظ شروع کر دیا۔ شہر بھر میں یہ خبر پہنچ گئی کہ جنید وعظ کہہ رہا ہے۔ ایک آتش پرست پارسا اور متقی لوگوں کے لباس میں مجلس کے ایک کنارہ پر کھڑا تھا اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اے شیخ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کیا معنی ہیں؟ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کہ وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔

شیخ جنید کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کچھ دیر تامل کیا۔ اس کے بعد میں نے سر اٹھا کر کہا کہ اب تو اسلام قبول کر لے کہ تیرے اسلام قبول کرنے کا وقت آپہنچا ہے۔

(حضرت امام یافعی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حضرت جنید کی ایک کرامت تھی اور میں کہتا ہوں کہ اس میں ان کی دو کرامتیں تھیں۔ ایک تو اس جوان کے کفر سے واقف ہونا اور دوسرے اس کی خواہش سے آگاہ ہونا کہ وہ مسلمان ہونا چاہتا تھا کہ وہ اسی وقت اسلام قبول کرے گا۔)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ شیخ ابواسحاق ابراہیم بن شہریار گازرونی نے خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف دیدار حاصل کیا تو آپ سے عرض کیا کہ ما التوحید توحید کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا توحید کے بارے میں جو کچھ تیرے خیال میں گزرے یا دل میں آئے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی توحید اس کے وراء ہے۔ یعنی خیال کی رسائی اس کی توحید تک نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شرک شک اور معطل ہونے سے پاک سمجھا جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سالک جب عقائد صوفیہ سے بہرہ ور ہو جائے اور اس کو اس طائفہ علیہ کی اصطلاح سے وقوف حاصل ہو جائے تو اس کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اکثر اوقات محفل توحید میں اور زیادہ تر مجالس تفرید میں بیٹھے اور کچھ دیر بے تیمار بھی بیٹھے۔ اس موقع پر حضرت شیخ معروف نے عرض کیا کہ بے تیمار بیٹھنا

کیسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بغیر تلاش کے پالینا اور بغیر دیکھے دیدار کرنا (بے تیمار بیٹھنا کہلاتا ہے) کہ دیدار میں بیٹھنے والا خود ایک علت ہے اس سلسلہ میں آپ نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا یہ قول نقل فرمایا کہ سب سے اعلیٰ اور بہترین مجلس یہ ہے کہ میدان توحید میں فکر کے ساتھ بیٹھے (توحید الٰہی میں فکر کرنا سب سے افضل ہے) آپ نے پھر فرمایا کہ اپنی ہمت کو خداوند عزوجل کی طرف صرف کرا در ایسا نہ کرنا کہ جس آنکھ سے تونے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہے اس آنکھ سے غیر خدا کی طرف دیکھے۔ اگر ایسا کیا تو حق تعالیٰ کی نظر سے گر جائے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفیہ حضرات کو عقیدہ علم توحید سے ضرور آگاہ ہونا چاہیئے کہ اہل طریقت کا اصول اور خداوندان حقیقت کا وصول ہی علم شریف ہے۔ اس موقع پر بابا حسین نے علم توحید کے فوائد سے آگاہ ہونے اور معالم تفرید سے بہرہ ور ہونے کی درخواست کی (عرض کیا علم توحید کے فوائد اور عالم تفرید کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں) حضرت نے اپنی لسان گوہر بار سے ارشاد کیا کہ اصحاب توحید کے عقائد پر ایمان لانا اور ارباب تفرید کے قواعد سے وابستگی بہت ہی اہم چیز ہے۔ اس لیے کہ بہت سے محققین صوفیہ اور عارفانِ طائفہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ یقین جو صوفیہ کاملین کے مقدمات سے اور وہ عقیدہ جو صوفیہ متقدمین کے کلمات کے ملاحظہ اور مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ اس زمانے کے اصحاب مجاہدہ کے مکاشفے سے کہیں بہتر ہے! ان حضرات نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ کشف کے بعد بیان کیا ہے اور کشف کے لیے ریاضت اور مجاہدہ شرط ہے۔ پس ان کے اقوال مجاہدہ و ریاضت سے اشرف و بہتر ہوئے۔ کما قال الاشرف۔ مَنْ لَم یعمل اکتساب المجاہدہ لم یحصل لہ جناب المشاہدہ (جو عمل سے کسب ریاضت نہیں کرتا اس کو مشاہدہ سے بہرہ ور نہیں کہا جاسکتا) اور اگلے کاملوں کی ریاضت و مشقت علم ویقین پر ہے برخلاف پچھلوں کی ریاضت کے کہ رسمی اور کتابی ہے چنانچہ حضرت امام غزالی احیاء علوم میں فرماتے ہیں جس کو اس علم سے حصہ نہیں ملا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ برائی پر ہوگا (انجام بخیر نہیں ہوگا) اور ادنیٰ درجہ کا حصہ ان محققین کو دل سے ماننا اور تسلیم کرنا ہے۔

لیکن کمال کا درجہ تو یہ ہے کہ معنیٔ توحید کو اپنی صورت میں طلب کرے اور معنی توحید کا اظہار التزام نسبت کی صورت کے بغیر ممکن نہیں (نسبت کا ہونا ضروری ہے) اس موقع پر حضرت شیخ معروف نے عرض کیا کہ معنی توحید کا التزام اہل تجرید کے دل میں کس طرح کیا جائے تو آپ نے فرمایا اکابر صوفیہ نے التزام معنی توحید کے لیے تفصیل کے ساتھ ایک راستہ وضع فرمایا ہے تاکہ ہر طالب کی طبیعت کے مطابق آسکے۔ اس ایک نوع کو یہاں بیان کیا جاتا ہے اس کے باقی انواع اقسام لطیفۂ افکار و مشاہدہ میں انشاءاللہ ذکر کیے جائیں گے۔

فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ توحید کی حقیقت حق کا مشاہدہ کرنا ہے بطور ملکہ[1] کے اس طرح کہ تصور حقیقت اس مشاہدہ سے جدا نہ ہو۔ دل میں تصور جمالے، یہ بالکل ظاہر ہے ان مظاہر میں اسکی

---

[1] ملکہ اس عادت کو کہا جاتا ہے جو مداومت کے باعث نفس انسانی سے جلد فنا پذیر نہ ہو سکے۔

واقعی حقیقت وذات کی بنا پر۔ بارخدایا ہم کو اور سب طالبوں کو یہ بزرگ نسبت اور لطیف مشاہدہ نصیب کر صدقہ نبی کا اور ان کی اولاد پاک کا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ارباب ذوق وعرفان اور اصحاب شوق ووجدان کے نزدیک جس نے نسبت شریفہ کی نگرانی میں اور اللہ تعالی کی طرف توجہ کرنے میں دم بھر کے لئے بھی غفلت وفراموشی کی تو اس کو مردار کہا کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کل نفس یخرج بغیر ذکر اللہ فھو میتۃ (جو جان ذکر خدا کے بغیر نکلے وہ مردار ہے) اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مردہ جان کی موت کے خبر دینے والے تو کچھ آدمی اور پڑوسی ہوں اور جو مشاہدہ کی دولت سے محروم ہو وہ ایسا مردہ ہے کہ دنیا کے چوپائے اس کی خبر دیتے ہیں اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ گروہ صوفیہ سے دو شخص شیخ ابوبکر واسطی قدس سرہ سے ملاقات کے ارادہ سے روانہ ہوئے جب یہ دونوں آپ کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو سنا کہ دو بلیاں آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہی ہیں کہ شیخ ابوبکر واسطی قدس سرہ گلزار کثیف سے نکل کر لالہ زار لطیف میں تشریف لے گئے ہیں یہ سن کر یہ دونوں حضرات بہت غمگین ہوئے اور افسوس کیا کہ ہم ان کا شرف صحبت حاصل نہ کر سکے یہ لوگ اسی مقام سے لوٹ جانا چاہتے تھے۔ لیکن انہوں نے پھر یہ سوچا کہ شرف صحبت و ملازمت تو نہ حاصل ہو سکا چلو ان کے مزار کی زیارت ہی کرلیں۔ جب یہ دونوں افراد آپ کی قیامگاہ پہنچے تو حضرت شیخ کو بقید حیات اور تندرست پایا بہت ہی متعجب ہوئے، ان کو تو نعمت غیر مترقبہ مل گئی۔ ان لوگوں نے یہ ماجرا حضرت شیخ سے بیان کیا حضرت شیخ یہ واقعہ سن کر بہت روئے اور فرمایا ان بلیوں نے درست کہا تھا کہ ابوبکر جب خداوند تعالی کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو اس وقت وہ ایک مردہ ہوتا ہے جس کی تمام حیوانات کو خبر ہو جاتی ہے۔

توحید کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہ نے فرمایا توحید الہی یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالی ہمیشہ سے اپنی ذاتی یکتائی سے نہ کہ کسی کے ایک کہنے سے بے مثلی اور تفرد سے موصوف ہے۔ کان اللہ ولم یکن معہ شیٔ (اللہ تعالی موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے موجود نہ تھی) اب بھی ازلی صفت اور انمٹ یکتائی سے متصف ہے الآن کما کان (آج بھی ویسا ہی ہے جیسا تھا) اور ہمیشہ اسی طرح رہے گا کل شیٔ ھالکٌ الا وجھہ (ہر چیز مٹنے والی ہے سوا اللہ کی ذات کے) یہاں لفظ ھالکٌ ہے لفظ یھلکُ نہیں ہے تاکہ معلوم ہو کہ تمام چیزوں کا وجود اس کے وجود میں آج مٹا ہوا ہے اور اس مشاہدہ کو قیامت کے دن پر رکھنا محروموں کے لئے ہے ورنہ بصیرت والے اور مشاہدہ والے جو زمان ومکان کی تنگی سے رہائی پا چکے ہیں ان کے حق میں یہ وعدہ دم نقد ہے اور یہ وہ خدائی توحید ہے جو نقصان کے عیب سے پاک ہے اور مخلوقات کی توحید ان کی ناقص الوجودی کے سبب غیر مکمل ہے

حضرت شیخ الاسلام نے جو حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے بزرگ سے ہیں نیازمندانہ عرض کیا کہ آدمی بڑا بلند حوصلہ اور باہمت واقع ہوا ہے تو جب مراتب وکمالات کے میدانوں کا چکر لگا کر بھی ذات بحت تک اس کی رسائی نہ ہوئی تو پھر

اس کا مقصود کیا ہوا فرمایا کہ درجات تحقیق پر قدم بڑھانے والوں اور اس بیابان توفیق کے سیاحوں کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ دریائے احدیت میں ڈوب جائیں اور صحرائے الوہیت مطلقہ میں گم ہو جائیں بلکہ سلوک میں سالک کا کمال یہ ہے کہ اپنی صور علمیہ اور وجود ثابتہ کے ساتھ احکام جاریہ کو قبول کرے (احکام کے نفاذ کو برضائے خاطر قبول کرے) مثلاً مجازی سلطنت میں کسی کو بہت زیادہ قرب حاصل ہے تو اس کا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ وہ بادشاہ کی ذات پر تصرف حاصل کرے بلکہ اس کا کمال قرب بس یہی ہے کہ وہ منصب وزارت حاصل کرے یا کسی محکمہ میں صدارت سے مشرف ہو جائے اسی طرح یہ منصب خاص عارفوں کے لیے مخصوص ہے۔ پس اس کی ذات پر تصرف کے حصول کو اسی طرح سمجھنا چاہیئے (کہ اس سے مقصود قرب خاص ہے نہ کہ ذات پر تصرف) قال الاشرف الذات البحت محتجب برداء کبریائہ سرمدا ولم یصل الیہ من الموجودات احدٌ ابدًا (اشرف کہتا ہے کہ وہ ذات محبت کبریائی کی چادر سے ہمیشہ سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اور مخلوقات میں سے کوئی شخص اس تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمام کاملین اور بزرگان طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ حقیقت جس طرح سے کہ وہ ہے (حقیقت ھی کما ھی) کائنات میں سے کسی کے لیے بھی مدرک نہیں ہے۔ موجودات میں سے کوئی اس کا ادراک نہیں کر سکتا چاہے وہ انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی ہو یا اولیاء مکمل میں سے کوئی ہو۔ وہ ہمیشہ پردہ خفا میں ہے اور ابد تک حجلۂ قدم میں مستور رہے گا۔ وہ پس پردۂ عزت اغیار کی نظروں سے مخفی ہے) حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

معشوق چون نقاب ز رخ بر نمیکشد — معشوق جب نقاب کو رخ سے الٹ نہ دے
ہر کس حکایتی بتصور چرا کنند — ہر شخص اس کے خیال کی باتوں کو کیوں کرے

اور صوفیوں کے قبضہ اور عارفوں کے نشانہ میں بیابان کے چکر لگانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ قاف یکتائی کے عنقا اور اطراف بے نیازی کے شیر کو جال میں پھنسا نا محال ہے جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چین — لے جا دُجال ہوگا نہ عنقا کبھی شکار
کاینجا ہمیشہ باد بدستست دام را — ہوتا نہیں ہے دام یہاں پر کبھی بکار

لا تدرکہ الابصار (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں) کے تیر نے حاملان اسرار کے سینوں کو چاک کر ڈالا اور یحذرکم اللہ نفسہ (اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے) کے خنجر نے نورانی لوگوں کے کلیجوں کے ٹکڑے کر دیئے ؎

کشیدہ خنجری از ہیبت ذات — بڑی ہیبت سے ہے خنجر کو کھینچا
دریدہ فرق عرفا را بکرات — سر عارف کو کتنی بار کاٹا
بذات او نباشد سیر مردم — نہیں اس ذات تک ہے سیر مردم
کسی کاینجا رسیدہ گشت سر گم — یہاں کوئی جو پہونچا ہوگیا گم

ازین حیرت ہمہ عرفاء ماناک	اسی حیرت سے ہیں عرفاء ماناک
کشیدہ سر بجیب ما عرفناک	کشیدہ سر بجیب ما عرفناک
نبردہ کس ازین دریاء ذخار	نہ اس دریا سے کشتی کو نکالا
بدر کشتی حصول این راست پندار	کسی نے اس کو سمجھے عقل والا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک رات شیخ ابواسحاق گاذرونی آسمانِ رفعت کے ماہِ کامل اور ایوانِ شوکت کے صدر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوئے تو انہوں نے خدمت والا میں کیا ما العقل؟ قال (صلی اللہ علیہ وسلم) ادناہ ترک الدنیا و اعلاہ ترک التفکر فی ذات اللہ لقد صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کل الناس فی ذات اللہ حمقی ای فی معرفۃ ذاتہ وایضا قال تفکروا فی آیاتہ ولا تفکروا فی ذاتہ:

یارسول اللہ عقل کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ادنیٰ درجہ ترک دنیا ہے اور اس کا بلند درجہ ذاتِ الٰہی میں غور و خوض کا ترک کرنا ہے۔ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت ذات میں نادان ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرو اس کی ذات میں غور نہ کرو۔

حضرت صاحب فصوص (شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے التفکر فی ذات اللہ محال فلم یبق التفکر الا فی الکون (ذاتِ الٰہی میں فکر محال ہے۔ پس فکر باقی نہ رہی مگر دنیا میں یعنی دنیا کے امور میں فکر کی جاسکتی ہے) ؎

ہر کہ در ذاتش تفکر کردنیست	کوئی اس کی ذات کو سوچے اگر
فی الحقیقت آن نظر در ذات نیست	ذات تک پہونچی نہیں اس کی نظر
ہست آن پندار او زیرا براہ	کون پہونچے گا بھلا اس راہ تک
صد ہزاران پردہ آمد تا اللہ	لاکھوں پردے ہیں پڑے اللہ تک

اس موقع پر حضرت کبیر نے عرض کیا جب ذات بحت کا حصول اور اس کا وصول اس طرح ناممکن و ممتنع ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا یحیطون بہ علما (یعنی علم سے اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں) پس اس صورت میں صوفیہ کرام کے درجات و مقامات میں تفاوت کس اعتبار سے ہے اور اس کا کیا محل ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ عارفان روزگار اور سالکان نامدار کی کامیابی، عروج اور ناکامی و نزول کی تفریق مرتبۂ صفات و تنزلات میں ہے جس کا بیان عنقریب اپنے محل پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

لطیفہ ۲

ولی کی ولایت پہچاننا اور اس کے اقسام

(دربیان ولایتِ ولی و اقسام او)

قال الاشرف:

الولایة ھی قیام العبد مع البقاء بعد الفناء واتصافہ بصفة التمکین والصفا۔

(یعنی بندہ کا قائم رہنا بعد فنا کے بقا کے ساتھ اور متصف ہونا صفتِ تمکین و صفا سے ولایت ہے)

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ آیات بیّنات (قرآن حکیم) میں کوئی ایسی آیت ہے جو اولیاء اور اس گروہ عالیہ کی ولایت کے سلسلہ میں مشعر و مظہر ہو۔ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عالم ربانی امام عبداللہ یافعی الیمنی (قدس سرہٗ) نے اپنی بعض تصانیف میں دس قرآنی آیات اور صحاح ستّہ سے دس احادیث بیان کی ہیں اور ان کو اس گروہ صوفیہ کی جلالتِ شان اور علو مرتبت پر دلیل بنایا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بہت سی دلیلیں قرآن پاک میں اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سلسلہ میں موجود ہیں لیکن بخیالِ اختصار صرف تین آیات (نصوص) اور تین احادیث بیان کی جاتی ہیں؛

نصوصِ قرآنی

۱- فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ؕ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِیْمًا ؑ [1]

وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحاء ہیں اور یہ اچھے رفیق ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے۔ اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

۲- اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ o لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o [2]

تحقیق کہ اولیائے الٰہی کیلئے نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار ہیں۔ ان کیلئے خوشخبری ہے دنیا میں اور آخرت میں بھی اور اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہے اور یہ بڑی مراد پر پہنچنا ہے

۳- اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

تحقیق جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے

---

[1] پ ۵ سورہ نساء ۶۹، ۷۰ [2] پ ۱۱ سورہ یونس ۶۲، ۶۳، ۶۴

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ؏ ؎۱

اور انہوں نے اس پر صبر استقامت کی تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (یہ کہتے ہوئے کہ) تم مت ڈرو اور غمگین مت ہو اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی اور آخرت میں اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو مہربانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

احادیث شریفہ

۱۔ روینا فی الصحیح البخاری عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله قال من عادی لی ولیا فقد اذنتهٗ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیه وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبه فاذا اَحْبَبْتُهٗ کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سألنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنهٗ وروی استعاذبی بالنون والباء وٓاذنتهٗ بالحرب اعلمته بانی محارب له۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس سے میرا اعلانِ جنگ ہے اور میرے بندوں میں سے جس نے مجھ سے تقرب چاہا اور اس نے کسی ایسے شی کو مجھ سے تقرب کا ذریعہ نہیں بنایا اُس چیز کے مقابلہ میں جو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نفلوں کے ذریعہ نزدیکی حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پس جب اسکو دوست رکھتا ہوں تو اس کی شنوائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرے تو پورا کروں گا اور پناہ مانگے تو پناہ دونگا۔ اور حدیث میں استعاذبی بھی مروی ہے ن اور ب دونوں سے اور حدیث میں 'اذنتہ بالحرب' کے معنی ہیں کہ میں نے اعلان کر دیا کہ میں خود اس سے جنگ کرنے والا ہوں۔

؎۱ پ ۲۴ سورہ حم السجدہ ۳۰، ۳۱، ۳۲

؎ لِلّٰہ قوم فی الحماء کرام
مستیقظون والورے ینام
اُولوا مقامات علت واحوال
ھم کشمس فی السماء یقام

خدا کے ایسے بھی ہیں بعض بندگانِ کرام
کہ جاگتے ہیں اور خلق کو ہے خواب سے کام
بلند رتبہ ہیں روشن ہیں حالتیں اُن کی
ہے آفتاب کا جسطرح آسماں میں مقام

(۲) روینا فی الصحیح المسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب اشعث مدفوع بالابواب لواقسم علی اللہ لابرہ۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے ایسے پراگندہ مو ہیں جو دروازوں سے دھکے دئیے جاتے ہیں اس مرتبہ کے ہیں کہ وہ کسی بات کیلئے قسم کھالیں تو اللہ ان کے قول کو سچا کر دیتا ہے۔

؎ اخصّ الناس بالایمان عبد
حفیف الحاذ مسکنہ العقاد
لہ فی اللیل حظ من صلوٰۃ
ومن صوم اذا طلع النہار
وقوت النفس یاتی بالکفاف
وکان لہ علی ذٰلک اصطبار
وفیاہ عفۃ وبہ خمول
الیہ بالاصابع لا یشار
فذلک قد نجا من کل شر
ولم تمسسہ یوم البعث نار

وہ ہے ایمان میں مخصوص بندہ
سبک دست اور زمین جسکا ہے گھر بار
نمازوں میں ہے کٹتی رات اُس کی
ہے دن میں صوم سے اسکو سروکار
غذا اُس کی نہیں کافی سے زیادہ
اور اُس پر صبر کرنے سے نہیں عار
پسند اسکو ہے گمنامی و تقوےٰ
عوام اس سے نہیں بالکل خبردار
وہی محفوظ ہے ہر شے سے لاریب
قیامت میں نہ ہوگا داخلِ نار

۳ روی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل امتی کمثل المطر لایدری اولہ خیر ام آخرہ

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت باراں کی مانند ہے کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسکا اول اچھا ہے یا اس کا آخر بہتر ہے۔

اس کلمہ (حدیث شریف) سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقتِ جامعہ سے صادر ہوا یہی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی زمانہ میں کسی وقت بھی اولیا مشائخ اور علماء راسخ سے خالی نہیں ہوگی جو شریعت ظاہری کے علمبردار اور بطون حقیقت کے مظہر ہیں اور یہ اپنی عمدہ باتوں یا اچھے کاموں سے امت کو آداب شریعت و طریقت کا

پابند کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس طائفہ مقدسہ کے اسلاف کا طریقہ عمل یہ رہا ہے کہ انہوں نے اپنے اعمال و افعال کے انوار کو ریاضت و مجاہدات سے جن کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے حاصل کر کے اپنے مریدیں اور استفادہ کرنے والوں کے بطون کو متاثر اور منور کیا ہے وہ حکایات و روایات میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔ اس دور میں تصنیفات بھی کم تھیں اور لِسَانُ الْحَالِ اَنْطَقُ مِنْ لِسَانِ الْمَقَالِ یہ مسلمہ ہے کہ زبان حال زبان قال سے زیادہ گویا ہوتی ہے یہی حضرات حقیقت میں انبیا ورسل کے وارث و خلیفہ ہیں اور یہی ارباب حقائق توحید ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو صادق فراست سے اور الہامات سے نوازے گئے ہیں اور قیام قیامت تک رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا رہنے والے ہوں گے اور عالم میلشہ ان کے نور ولایت سے منور اور روشن رہے گا۔ اور ہر اک زمانہ میں اس گروہ کے برگزیدہ اشخاص کو روشن نشانیوں و کرامتوں کے ساتھ اس مہم پر نصب کیا گیا ہے تاکہ وہ اس اُمت کی رہبری کریں اور لوگوں کو انسانی خواہشات کی پستی سے نکال کر خالق کائنات کی بندگی کی بلندی پر پہنچائیں۔

اہل تحقیق کی اصطلاح میں یہی طائفہ صوفیہ کے نام سے موسوم ہے (یہی لوگ صوفی کہلاتے ہیں) یہی وہ حضرات ہیں جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع و پیروی کے باعث مرتبہ وصول پر پہنچ گئے ہیں اور اس کے بعد یہ حضرات اس منصب پر بطریق متابعت باذن و مامور کئے گئے کہ اتباع شریعت کی لوگوں کو دعوت دیں، جیسا کہ امام قشیری (ابو القاسم) قدس سرہٗ نے فرمایا کہ۔

عہد اسلام میں کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ اس میں اس گروہ صوفیہ کے مشائخ میں سے کوئی شیخ جو توحید و معرفت کے مرتبۂ عالی پر فائز ہو موجود نہ رہا ہو اور اس نے عوام کی امامت کا فرض ادا نہ کیا ہو اور اس زمانہ کے ائمہ اور علما اس شیخ کے مطیع نہ رہے ہوں اور اس کے حضور میں انہوں نے عجز و انکسار نہ کیا ہو اور اس سے برکتیں حاصل نہ کی ہوں۔ (رسالہ قشیریہ)

وصار یخدمنی من کنت اخدمہ	کل جو تھا مخدوم خادم ہو گیا
مولی الوریٰ مذ صرت مولائی	جب مرا مولا ہوا تو اے خدا
ترکت للخلق دنیاھم و دینھم	تیرے حب میں دین و دنیا چھوڑ دی
شغلا لحبك یا دینی و دنیائی	تو مری دنیا ہے تو ہے دین مرا

حضرت نور العین نے قدوۃ الکبرا کے حضور میں درخواست کی کہ "ولایت" کے معنی سے آگاہ و سرفراز فرمائیں، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ولایت ولا سے مشتق ہے جس کے معنی قرب کے ہیں۔ ولایت دو طرح ہے۔

ولایت عامہ ولایت عامہ تو تمام اہل ایمان میں مشترک ہے، ہر صاحب ایمان اس میں شریک ہے ولایت عامہ کو لطف الٰہی سے قرب ہے اور اس طرح تمام مومنین حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے لطف سے قریب ہوئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کے ذریعہ کفر سے ان کو نکال لیا ہے اور نور ایمان عطا فرما دیا ہے اور وہ اس کے نزدیک ہو گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

الی النور ط [1] (یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے اور ان کو دہ تاریکی سے روشنی میں نکال کر لایا) یہ تھی ولایت عامہ۔

ولایت خاصہ ولایت خاصہ ارباب سلوک میں جو حضرات واصلان حق ہیں ان کیلئے مخصوص ہے۔
وھی عبارۃ عن فناء العبد فی الحق وبقائہ۔ قالوا الولی ھو الفانی فیہ والباقی بہ (اور اس سے مراد بندے کا حق میں اور اس کی بقا میں فنا ہونا ہے اور کہا ہے کہ ولی وہ ہے جو اللہ میں فانی ہو اور اس کے ساتھ باقی ہو)

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ فنا سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ فنا سے مراد سیر الی اللہ کی انتہا ہے۔ اور بقا کے معنی ہیں سیر فی اللہ کی ابتدا۔

سیر الی اللہ کا اختتام اس وقت ہوتا ہے کہ درویش بادیہ وجود کو صدق کے قدموں سے یکبارگی طے کر لے اور سیر فی اللہ اس وقت متحقق ہوگی کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو وجودی اور ذاتی فنا مطلق کے بعد تمام آلائش حدوث سے پاک فرما دے تاکہ وہ اس عالم میں اوصاف الٰہی اور اخلاق نامتناہی سے متصف ہو کر ترقی کرے۔ شیخ ابو علی جرجانی قدس اللہ سرہٗ کہتے ہیں۔ الولی ھو الفانی من حالہ والباقی فی مشاھدۃ الحق لم یکن لہ عن نفسہ اخبار ولا مع غیر اللہ قرار (یعنی ولی وہ ہے جو فانی ہو اپنے حال سے اور مشاہدہ حق میں اس طرح باقی ہو کہ اس کو نہ اپنے نفس کی خبر ہو اور نہ غیر اللہ کے ساتھ قرار ملے)

حضرت ابراہیم ادہم نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم ولی بننا چاہتے ہو، اس نے کہا جی ہاں! چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا تو پھر تم دنیا کی کسی چیز سے رغبت نہ رکھو اور نہ عقبیٰ کی کسی چیز سے، اپنے نفس کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے فارغ بنا لو اور اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

ولی کون ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے رسالہ قشیریہ سے یہ قول نقل فرمایا: تحقیق ولی کے دو معنی ہیں ایک فعیل کے وزن پر بمعنی مفعول یعنی وہ شخص جس کے امر کا متولی اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ۔ (اور وہ ذمہ دار ہے صالحوں کا) اور وہ اس کو اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا۔ ایک لحظہ کے لئے بھی اور اللہ تعالیٰ اپنی ذمہ داری کی رعایت فرماتا ہے۔ اور دوسرے معنی فعیل بمعنی فاعل ہیں۔ یعنی وہ ذمہ دار ہے حق تعالیٰ کی بندگی اس کی اطاعت اور عبادت کا اور اس پر تواتر کے ساتھ یہ ذمہ داری جاری ہے بغیر اس کے کہ نافرمانی درمیان میں آئے پس یہ دونوں وصف موجود ہونے چاہئیں تاکہ ولی ولی بن جائے یعنی اس کا حق تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی پر تمام و کمال قائم ہو جانا اور حق تعالیٰ کا ہمیشہ اسکا محافظ ہونا خواہ خوشی ہو یا رنج۔

حضرت کبیر نے شرائط ولی کے بارے میں عرض کیا کہ ان کی صراحت فرمائیں:

---

[1] پ ۳ سورہ بقرہ ۲۵۷
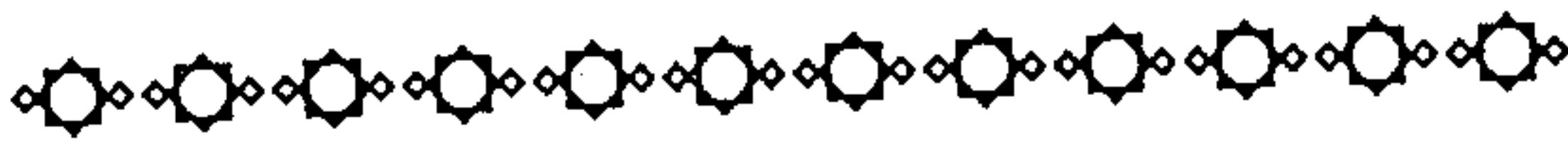
قال الاشرف: الولی قلبه مستانس بالله متوحش عن غیر الله۔

اشرف نے فرمایا: کہ ولی وہ ہے جس کا دل حق سبحانہ وتعالےٰ سے انس رکھے اور غیر حق سے متوحش اور گریزاں ہو۔ اس ارشاد کے بعد حضرت قدوۃ الکبراء نے شرائط ولی کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ :۔
شرط ولی یہ ہے کہ گناہوں سے محفوظ ہو جس طرح نبی کی شرط یہ ہے کہ معصوم ہو اور جس کسی پر بھی از راہ شریعت اعتراض ہو (للشرع علیہ اعتراض) پس وہ مغرور اور فریب خوردہ ہے۔ (ولی نہیں ہے)

پاس شریعت

حضرت ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ ایک ایسے شخص سے ملنے کو چلے جس کی ولایت آپ سے بیان کی گئی تھی جب ان کی مسجد کے قریب آپ پہنچے تو ان کے باہر آنے کے انتظار میں بیٹھ گئے کچھ دیر بعد وہ شخص باہر نکلا تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا۔ شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ وہاں سے پلٹ پڑے اور اس شخص کو سلام بھی نہیں کیا اور فرمایا کہ جب آداب شریعت کا بھی اس شخص کو پاس نہیں ہے تو یہ اسرار خداوندی کا امین کس طرح ہو سکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کوئی شخص شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا اور اس نے اپنا بایاں پاؤں پہلے مسجد میں رکھا شیخ قدس سرہٗ نے اس سے فرمایا لوٹ جاؤ کہ جو شخص دوست کے گھر میں داخل ہونے کے آداب سے واقف نہیں ہے اس سے ہم کلام و ہم نشین ہونا مناسب نہیں ہے حضرت کبیر نے عرض کیا کہ ولی کے لیے شرط محفوظ سے مراد تمام عصیاں سے محفوظ ہونا ہے یا بعض سے؛ تو آپ نے فرمایا کہ شرط یہ ہے۔ کہ اصرار علے معصیت سے محفوظ رہے تاکہ گناہ پر اس کا قیام نہ ہو یہ بھی کہا گیا ہے کہ ولی صغیرہ گناہوں پر بھی قائم رہنے سے محفوظ ہے (صغیرہ گناہوں پر اصرار نہیں ہے) جنید قدس سرہٗ سے ایک شخص نے سوال کیا ولی سے زنا سرزد ہو سکتا ہے؛ اے ابو القاسم!! آپ کچھ دیر سر جھکائے رہے۔ پھر فرمایا خداوند تعالیٰ نے ہر کام کا اندازہ مقرر کر دیا ہے (یعنی جو کچھ اس نے مقرر کر دیا ہے اس کا صدور ضروری ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے شیخ علاؤ الدولہ السمنانی (قدس سرہٗ) سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ انبیا علیہم السلام عمداً اظہار گناہ کرنے سے معصوم ہیں اور اولیاء کرام گناہ کی ذلت سے محفوظ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ؎

اِنْ تَغْفِرِ اللّٰھُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا ۔۔۔ بخشتا ہے تو بخش سب کو خدا
وَاَیُّ عَبْدٍ لَکَ لَا لَمَّا ۔۔۔ کون بندہ ہے بے گناہ ترا

مجھ بیچارے کے نزدیک کوئی گناہ اس سے بدتر نہیں کہ بندہ خود کو خطا کار اور مجرم نہ سمجھے۔

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم شرط ولایت ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ولی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے۔ کہ وہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا قولاً فعلاً اور از روئے اعتقاد تابع ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے کہ قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللہَ فَاتَّبِعُونِی۔ (اے رسول فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو) پس سلوک و طریقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے راستہ کو طے کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ تابع پابند ہے اپنے متبوع کے حکم کا انہی لوگوں کے حق میں ہے ماسوئی سے کلی طور پر اعراض کرے اور خواہشات (دہوا) سے قطعی گریزاں رہے اسی طرح دنیاوی خیروشر کی طرف التفات نہ کرے کیونکہ ولی کی نظر میں کونین کا وجود اور عدم دونوں یکساں ہیں جس کو یہ دولت دارین (ولایت) مل گئی ہے اُس کو تخت سلطنت پر جلوس فرمانے کی مطلقاً خواہش نہیں ہوتی۔ یہ ارشاد فرمانے کے بعد حضرت نے اپنے دیوان سے یہ غزل پڑھی:

وصل تو چون دست داد ملک جہان گو مباش	وصل ترا جب ہوا ملک جہاں گو نہو
لعل تو چون حاصل است گوہر جان گو مباش	لعل لب ہے روئما گوہر جاں گو نہو
آیت حسن ترا حاجت تفسیر نیست	مصحف رخ کو نہیں حاجت تفسیر ہے
صورت خورشید را شرح و بیان گو مباش	صورت خورشید کی شرح د بیاں گو نہو
صف شکن عاشقان فتنۂ آخر زمان	صف شکن عاشقان فتنۂ آخر زمان
غمزہ ابروئی تست تیر و کمان گو مباش	غمزۂ ابرو ترا تیر د کمان گو نہو
عاشق روئی تو نیست طالب دنیا و دین	ہاں ترا عاشق نہیں طالب دنیا و دین
آرزوئی جان توئی کون و مکان گو مباش	آرزوئے جاں ہے تو کون د مکاں گو نہو
گردش گردون اگر قطع شود گو بشو	گردش گردوں اگر ختم ہو تو کہدے ہو
حاصل فطرت توئی دور زمان گو مباش	حاصل فطرت ہے تو دور زماں گو نہو
بی تو نیرزد جوی ہر چہ بود در جہان	تیرے بغیر دو جہاں جو کے برابر نہیں
مایۂ جانہا توئی سود و زیان گو مباش	مایۂ جان تو ہی ہے سود و زیاں گو نہو
آتش عشق ار بسوخت خرمن ما گو بسوز	آتش عشق گر جلائے مجھ کو تو کہدے جلا
اشرف شوریدہ را نام و نشان گو مباش	اشرف شوریدہ کا نام د نشان گو نہو

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ولی کی ایک شرط یہ اور ہے کہ وہ عالم ہو جاہل نہو منفصل ہو متصل نہ ہو۔ جب منفصل ہو جائے گا تو پھر متصل ہو جائے گا جیسا کہ شیخ شبلی نے فرمایا ہے کہ طہارت انفصال ہے اور نماز اتصال ہے۔ اگر طہارت میں غیر خدا سے منفصل نہ ہوگا تو نماز میں اللہ سے متصل بھی نہ ہوگا۔ جب اتصال انفصال کا نتیجہ ہے تو منفصل صاحب کشف ہوگا اور صاحب کشف عالم ہوگا اور جاہل نہ ہوگا اور عالم ربانی ولی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کا ولی جاہل نہیں ہوتا۔ ان اللہ لایتخذ ولیا جاھلا قط (اللہ تعالیٰ ہرگز کسی جاہل کو اپنا دوست نہیں بناتا)

علم وراثت حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگر علم کا چراغ ولی کے دل میں نہ ہو تو اُسے شر کی خبر نہیں

ہوسکتی اور وہ صحرائے ظلمت اور دشت کدورت میں مارا مارا پھرتا رہے۔ ہاں اس علم سے مراد علم مدرسہ نہیں ہے بلکہ وہ علم ہے جسے علم وراثت کہا گیا ہے۔ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ یہ علم تصرف الٰہی اور اسکی لامتناہی عنایت سے حاصل ہوتا ہے۔

قال الاشرف :

ان اللہ ناصر الذین آمنوا ثم اخرجھم عن حجب الطبیعت وکشف عن قلوبھم نورالاحدیت

(یعنی اللہ تعالیٰ ان حضرات کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حجاب ہائے طبیعت سے باہر نکالا اور نور احدیت ان کے دلوں پر ظاہر کر دیا) اگر اس علم سے علم مدرسہ ۔ درراست) مقصود ہوتا تو پھر علمائے ظاہر ہی سر حلقۂ اولیاء روزگار ۔ اور پیشوائے اصفیائے نامدار ہوتے اور ایسا نہیں ہے اس لحاظ سے یہ ثابت ہوا کہ ولی کو علم وراثت کا عالم ہونا چاہیئے۔ اس موقع پر حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ علم وراثت سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا علمِ وراثت وہ علم ہے جو بغیر تعلیم کے حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا سبق ہے کہ بغیر رابطہ تکلم کے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ میت کا ترکہ جو علماء ظاہر میں مشہور ہے کہ بغیر محنت کے صرف رشتہ قرابت سے حاصل ہوجاتا ہے اور وہ علم لدنی ہے وَعَلَّمْنٰهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا (اور ہم نے اپنے پاس کے علم سے اس کو تعلیم دی) کے خزانہ سے ولی کو کچھ حصّہ دیا جاتا ہے اگرچہ از روئے ظاہر ابجد آشنا بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے مجذوب حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

نگارِ من کہ بمکتب نہ رفت وخط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

مراحبیب کہ مکتب گیا نہ کچھ لکھا
ادا و ناز سے لکھے پڑھوں کو درس دیا

چنانچہ ایسے حضرات متقدمین صوفیہ کرام میں بھی بہت ہیں اور متاخرین بزرگوں میں بھی بکثرت ہیں۔ ایک ان میں سے حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی رحمۃ اللہ علیہ تھے ۲۲ سال کی عمر میں توبہ کی توفیق ہوئی پہاڑ پر جاکر عبادت وریاضت میں مشغول ہوئے۔ اٹھارہ سال کے بعد جب کہ ان کی عمر چالیس سال کی تھی تو انہیں مخلوق میں بھیجا گیا۔ علم لدُنّی کے دروازے ان پر کھولے گئے تھے چنانچہ تین سو سے زیادہ رسالے انہوں نے علم توحید و معرفت علم سر و حکمت، روش طریقت و اسرار حقیقت میں تصنیف کئے ہیں اور اتنے بلند پایہ کہ کوئی عالم اور دانشمند ان کے کسی قول پر اعتراض نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہے آپ کی یہ تمام تصنیفات نصوص قرآنی اور احادیث مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہیں۔ ہر قول کی دلیل نص یا حدیث سے لاتے ہیں آخر عمر تک حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی کے ہاتھ پر تقریباً تین لاکھ افراد نے توبہ کی سعادت حاصل کی اور گناہ کے راستہ سے پلٹے اور سعادت و معرفت کی راہ پر گامزن ہوئے۔

شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہٗ نے اس خرقہ کو جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے چلا آرہا تھا اور بیس مشائخ کاملین نے اسکو پہنا تھا شیخ الاسلام کو دیا۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی اور حضرت شیخ ابوالعباس قصاب

قدس اللہ سرہما بھی محض امی تھے اور ایسے امی کہ کاف اور قاف میں بھی تمیز نہیں کر سکتے تھے ایک بزرگ شخص کو کہتے تھے انت ماشو کی (انت معشوقی) اس کے باوجود یہ حضرات یگانۂ روزگار اور فرید عصر گذرے ہیں اور غوث جو اکابر کا سر حلقہ اور سردار ہوتا ہے وہ تھے اور ہر ایک بزرگ ان سے فیض حاصل کرتا تھا۔

شیخ احمد جام کا نابینا کو بینا کرنا حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز حضرت شیخ احمد جام کو شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کی خانقاہ سے کسی دعوت میں لوگ لے جا رہے تھے جب خادم نے جوتا سامنے رکھا شیخ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ ایک ضروری کام ہے۔ کچھ دیر کے بعد ایک ترکمان اپنی بیوی کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اس کے ساتھ ایک ۱۲ سال کا بہت ہی خوبصورت لڑکا بھی تھا لیکن نابینا! انہوں نے کہا کہ اے شیخ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی ہر نعمت عطا فرمائی ہے لیکن اس بیٹے کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں ہے جہاں کہیں کسی بزرگ طبیب یا مزار کے بارے میں ہم نے سنا ہم وہاں گئے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ طلب فرماتے ہیں وہ پورا ہو جاتا ہے۔ آپ ہمارے اس لڑکے پر توجہ فرمائیں تاکہ اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے آپ پر قربان!! اگر ہمارا مقصد پورا نہیں ہوا تو ہم آپ کے در پر سر ٹپک ٹپک کر جان دے دیں گے۔ حضرت شیخ نے فرمایا عجیب معاملہ ہے مردہ زندہ کرنا اور، نابینا کو بینا کر دینا، کوڑھی کو تندرست کرنا یہ سب تو حضرت عیسے علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ احمد کون ہے اور اس کی کیا ہستی ہے اس سے بھلا یہ محال کام کیسے ہوگا یہ کہہ کر دہ جانے لگے ترکمان اور اس کی بیوی نے سر زمین پر ٹپکنا شروع کر دیا۔ جب حضرت شیخ دالان میں پہنچے تو ایک عظیم حالت آپ پر طاری ہوئی۔ اور آپ کہنے لگے ہم کریں گے ہم کریں گے۔ وہاں موجود چند حضرات نے یہ جملے سنے۔ حضرت شیخ دالان ہی سے پلٹ پڑے اور خانقاہ میں تشریف لائے۔ اور چبوترے کے کنارے پر بیٹھ گئے اور فرمایا اس نابینا لڑکے کو لایا جائے چنانچہ لڑکے کو آپ کے روبرو لایا گیا آپ نے اپنے دونوں انگوٹھے اس کی دونوں آنکھوں پر رکھ اور کھینچ لیا اور فرمایا اُنْظُرْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (دیکھ اللہ کے حکم سے) اسی وقت اُس نابینا لڑکے کی دونوں آنکھوں میں روشنی لوٹ آئی۔ وہاں موجود چند حضرات نے آپ سے دریافت کیا کہ پہلی مرتبہ تو آپ کی زبان مبارک سے وہ کلمات ادا ہوئے اور پھر یہ کلمات ادا ہوئے کہ ہم کریں گے ہم کریں گے یہ دونوں باتیں کس طرح درست ہو سکتی ہیں۔ حضرت شیخ نے جواب دیا کہ جو کچھ اول مرتبہ کہا گیا وہ احمد کا قول تھا اور اس کے علاوہ کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ جب میں دالان میں پہنچا تو ندا آئی کہ احمد ٹھہرو! زندہ کرنا حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہی کا کام تھا۔ اور کوڑھی کو اچھا کرنا بھی ان ہی کا کام تھا اب تم بھی کہہ دو کہ ہم کریں گے ہم کریں گے ہم نے اس لڑکے کی آنکھوں کی روشنی اب تیرے اختیار میں دے دی ہے۔ غیب کی یہ آواز میرے دل میں اس طرح آئی اور یہ کلمات اس طرح دل میں اترے کہ میری زبان سے بھی وہی کلمات ادا ہو گئے! پس وہ قول اور فعل جو کچھ بھی تھا وہ حق تعالیٰ کی طرف سے تھا جو احمد کے ہاتھ اور زبان سے ظاہر ہوا۔

شیخ محمد معشوق طوسی کا اپنی قبا بند کرنا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ معشوق طوسی مجذوب زمانہ کے

بہترین دانشمندوں میں سے تھے۔ طوس میں آپ کا قیام تھا اور آپ کا مزار بھی طوس میں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا محض آپ کی زیارت کے لیے نیشاپور تشریف لے گئے تھے۔ یہ مزار طوس کے ایک گاؤں میں واقع ہے۔ بقول ایک درویش، شیخ عین القضاۃ ہمدانی نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ شیخ محمد معشوق نماز نہیں پڑھتے تھے۔ خواجہ محمد عمویہ اور شیخ احمد غزالی قدس اللہ سرہما سے روایت ہے کہ قیامت کے دن صدیقوں کو یہ تمنا ہوگی کہ وہ خاک ہوتے اور محمد معشوق اس خاک پر اپنا پاؤں رکھتے۔ یہی مجذوب محمد معشوق ایک روز طوس کی جامع مسجد میں پہنچ گئے اس وقت شیخ ابوسعید ابوالخیر (قدس سرہٗ) وعظ کہہ رہے تھے۔ محمد معشوق نے اپنی قبا کا بند (جس کو وہ ہمیشہ کھلا رکھتے تھے) باندھ لیا۔ بندِ قبا باندھتے ہی شیخ ابوسعید خاموش ہو گئے (زبان کو یارائے گویائی نہ رہا) کچھ دیر کے بعد جب بولنے کی سکت پیدا ہوئی تو بولے اے سلطان عصر! اے سرور! قبا کا بند کھول دیجئے کہ آپ نے اپنا بند باندھ کر ساتوں آسمانوں اور زمین کو باندھ دیا ہے۔

اللہ اللہ! یہ کیسے امّی تھے کہ علوم اولین و آخرین کے چشمے ان کی زبان و دل سے جاری تھے۔
پھر حضرت نے زبان مبارک سے فی البدیہہ شعر ارشاد فرمایا:۔

زہے معشوق چون بند قبا بست	خوشا معشوق بندش کی قبا کی
ہزاران بند بر دل از جفا بست	تو دل پر گتھیاں ڈالیں جفا کی

ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے عطاء علم غیبی کی بابت نکلی فرمایا کہ اہل اللہ درویشوں کے لئے علم غیبی عطا کرنا اور پوشیدہ سچی باتوں کو ظاہر کر دینا آش جو کھانے سے زیادہ آسان ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا حضرت نور العین سے تصرّف کروانا

حضرت کی خاطر شریف میں اکثر یہ بات پیدا ہوتی کہ حضرت نور العین کے تصرف کو دوسروں کے اندر بچشم خود ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ حضرت کا کمالِ تصرف بعینہٖ ان میں سرایت کر چکا ہے یا نہیں جیسا کہ استاد شاگرد کی تربیت کرتا ہے تو اس کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ اپنی تربیت کا اثر اپنے شاگرد میں بچشم خود ملاحظہ کرے تاکہ اس میں یہ اعتماد پیدا ہو جائے کہ اس کی تربیت اثر کر چکی ہے اور اگر شاگرد کے معاملہ میں کہیں خامی رہ گئی ہو تو اس خامی کا تدارک کر دے اس خیال کے پیش نظر حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت نور العین سے ارشاد کیا کہ امیر علی بیگ نے ایک عرصہ دراز سے اس خاندان اور دودمان عالی کی خدمت کی ہے۔ اب اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ وہ راہ سلوک پر گامزن ہو اور طریقت کے سفر کو اختیار کرے اور کسی نے بھی اس کی باطنی تربیت اب تک نہیں کی ہے میں چاہتا ہوں کہ تم میرے سامنے ہی اس کی تربیت معنوی میں مشغول ہو جاؤ تاکہ میں اس کا اثر ملاحظہ کروں اور مجھے تمہاری قوت تصرف پر بھی اعتماد ہو جائے۔

حضرت نور العین نے جب یہ سنا تو ازروئے انکسار، عجز و اضطرار عرض کیا کہ جہاں آسمان ہدایت کا آفتاب اور زمانۂ پیشوائی کا سلطان جمشید جناب کے رحم و کرم کے محلسرائے شرافت میں جلوہ افروز ہو وہاں میری کیا طاقت ہے اور اللہ تعالیٰ اس آفتاب عالمتاب پر زوال نہ ڈالے بالنبی وآلہ الامجاد۔

جمالت آفتاب ہر نظر باد | تیرا رخ آفتاب ہر نظر ہو
زخوبی روئے خوبت خوب تر باد | صفا میں خوب سے بھی خوب تر ہو
ہمائے ہمتت را ہمچو شہباز | رہے ہمت کا طائر مثل شہباز
رہ شاہان عالم زیر پر باد | کہ ہر اک شاہ جس کے زیر پر ہو

اور ذات بابرکات کہ اسرار الٰہی کی مظہر ہے اور صفات والا درجات کہ نامتناہی انوار کا سرچشمہ ہے آسمان و زمین کا ماداو ملجا ہے۔ تندرستی و صحت کی گودوں میں ہمیشہ پلا کرے

مثنوی

جنابت تا قیامت در امان باد | قیامت تک رہے یہ در اماں میں
تراہرچہ از خدا خواہم ہمان باد | جو میں مانگوں ملے تم کو جہاں میں
چو در کون و مکان تنفیذ حکمت | ترے احکام عالم میں ہوں نافذ
روان در تن روان حکمت روان باد | ہے جیسے جسم میں جاں جان جاں میں
برین کون و مکان حکمت چہ باشد | فقط کون و مکاں پر حکم کیا ہے
مثال نور روان بر لا مکان باد | ترا فرمان ہو جاری لا مکاں میں
جو بریت الشرق شوکت آفتابت | ترے اقبال کے مطلع سے سورج
بہ برج اقتدایت درخشان باد | رہے روشن زمین و آسماں میں
برایت تا قیامت من چہ خواہم | قیامت تک تمہیں میں کیا دعا دوں
کز امکان بیش صد لک سالیان باد | رہو بعد از قیامت بھی جہاں میں
بساط شرف را دیگر حریفی | مقابل تیری عظمت کا نہیں ہے
جہان را نیست تا آخر جہان باد | کہیں کوئی زمین و آسماں میں
بچشم معرفت چون قرة العین | جسے دیکھو مثال قرة العین
بہر کس بنگری از عارفان باد | وہ داخل ہو گروہ عارفاں میں
بصدر عارفان و کاملان ہم | بزرگوں کی مجالس کے رہو صدر
مکان مصدر تو جاودان باد | صدارت ہو تری ہر اک زماں میں
نگاہ یمن بخشا بر یمانی | یمانی پر نگاہ لطف ہو جائے
از عین لطف چون جذ دیان باد | گنا جائے گروہ مومناں میں

آفتاب عالمتاب کے ہوتے کسی دوسرے کی کیا مجال کہ تصرف و جذبہ کے زد میں اپنے کو دشواری میں ڈالے اور غریب ستارہ کی کیا طاقت کہ صاف اور روشن آفتاب کے سامنے تصرف کا دم مارے

گفتن بر خورشید کہ من چشمۂ نورم — خورشید سے کہنا کہ میں ہوں چشمۂ انوار
دانند بزرگان کہ سزاوار سہا نیست — معلوم ہے سب کو کہ سُہا کو نہیں زیبا

لیکن جب ادھر سے اصرار زیادہ ہوا تو سرتابی کی مجال نہ تھی اور آداب وطریقت کے خلاف تھا لہذا امیر علی بیگ کی باطنی تربیت پر آپ (نور العین) کمربستہ ہوگئے۔ حضرت نور العین مراقبہ میں بیٹھے اور امیر علی بیگ کے تصرف باطن پر متوجہ ہو گئے اور انجذاب روحانی پر توجہ فرمائی۔ ذرا سی دیر کے بعد تصرف کے آثار امیر علی بیگ کے بشرہ سے ظاہر ہونے لگے اور توحید آمیز اور وجد انگیز کلام ان کی زبان سے ادا ہونے لگا۔ اس کلام کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ اس وقت بعض عالم بھی جو وہاں بیٹھے ہوتے تھے اس کو نہیں سمجھ سکے ان علما میں بعض ایسے بھی تھے جو درویشوں کے حال کے منکر تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمام لوگ اس بات سے واقف ہیں۔ کہ امیر علی بیگ ایک ان پڑھ ترک ہے۔ اب آپ میں سے جس کو کسی علم میں کچھ اشکال پیش ہو تو امیر علی بیگ سے دریافت کیجیے اگر وہ اس کو حل نہ کردیں تو میں ضامن !!

آپ کے ارشاد کے بموجب علما نے عجب عجب سوالات کیے اور علم ہیئت و فلک کے پیچیدہ مسئلے امیر علی بیگ سے دریافت کیے انھوں نے ہر مشکل کا ایک جواب نہیں بلکہ دس دس جوابات دیے۔ بلکہ دس کے سو درست جوابات دیے۔ اور وہ ان مشکل مسئلوں کو اس طرح حل کر رہے تھے کہ ان عالموں کے فہم سے بھی بالاتر تھا۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کے التفات کے آفتاب کا ایک پرتو بھی اگر کسی پر پڑ جاتے ذرہ کے نور سے تمام عالم جگمگا اٹھے۔ ؎

چو تابد ذرہ از خورشید اطلاق — ذرا بھی چمکے گر خورشید اطلاق
درخشاند سراسر جملہ آفاق — چمک اٹھے اسی دم سارا آفاق
برافتد بر دلی از نور خورشید — جو پڑ جائے کسی پر نور خورشید
سراسر ملک گیرد ہمچو جمشید — تو بالکل ملک لے لے مثل جمشید

دوسرے شخص کو اپنی ولایت اور نعمت بخشنا

حضرت کبیر نے خدمت والا میں عرض کیا کہ عام وخاص میں یہ بات مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے اپنی وفات کے وقت اپنی ولایت کے آثار اور اپنی نعمت دوسرے کو بخش دی۔ یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ ولایت جو ہزار محنت کے بعد حاصل کی جاتی ہے اور وہ نعمت جو صد ہا زحمتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے اور جب کہ آخرت میں اس سے محظوظ ہوتے ہیں اور درجات عالیہ اس کی بدولت نصیب ہوتے ہیں پس ایسی ولایت اور نعمت دوسروں کو کس طرح دی جاسکتی ہے اور اگر دے دینا درست مان لیا جاتے تو بعض اولیائے کرام میں وہ تصرف جو زندگی میں ان کو حاصل تھے انتقال کے بعد کس طرح باقی رہتے ہیں جبکہ وہ اپنی ولایت اور نعمت دوسرے شخص کو بخش چکے ہوتے ہیں۔ حضرت کبیر کے مذکورہ سوال کے جواب میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس ایثار ولایت اور عطائے نعمت سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی مخصوص ولایت اور اپنی خاص نعمت دوسرے کو دے دیتے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طریقہ اور شعار کسی کو بخش دیا

جاتا ہے جو بخشنے والے کی ذات تک مخصوص تھا اور دوسرا اس سے محروم تھا تاکہ جسے یہ نعمت در روش اور طرز خاص بخشی گئی ہے اس روش اور اصول سلوک کو اپنا کر اس راہ کو طے کرے۔

حضرت شیخ خواجگی نے فرمایا ہے کہ شیخ کے پاس نعمت وِلایت (واؤ کو زیر سے) اور دولت وَلایت (واؤ کو زبر سے) دونوں ہوتی ہیں۔ جو کچھ خلق سے لگاؤ ہے وہ پہلی ولایت ہے مثلاً مرید کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جائے اور طریقت کے آداب اس کو سکھائے جائیں۔ لیکن دوسری ولایت محبت الٰہی اور حضرت سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کا قرب ہے جب ایک شخص دنیا سے انتقال کرتا ہے تو اس پہلی ولایت کو جس کسی کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اگر وہ خود کسی کو نہیں دیتا تو حق تعالے اپنے دوستوں میں سے کسی کو بخش دیتا ہے۔ لیکن دوسری ولایت (محبت خدا و رسول) وہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور وہ اسی کے ساتھ باقی رہتی ہے۔

اگر زینجا سفر در پیش گیرم — کروں گا کوچ جب دنیا سے اللہ
زعشقت زاد راہ خویش گیرم — تو تیرا عشق ہو گا توشہ راہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خرقہ

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر (قدس سرہ) جس خرقہ کو پہن کر عبادت کیا کرتے تھے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کو مشائخ سے سلسلہ بہ سلسلہ پہنچا تھا۔ ان کو بتا دیا گیا تھا کہ تم یہ خرقہ احمد کے سپرد کر دینا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے اپنے فرزند شیخ ابوطاہر کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے چند سال بعد ایک نوجوان، تو خط بلند و بالا حسن میں یوسف، نیلگوں چشم، جس کا نام احمد ہو گا تمہاری خانقاہ میں آئے گا۔ اس وقت تم اپنے احباب و احباب کے درمیان میری جگہ بیٹھے ہو گے۔ تم یہ خرقہ یقیناً اس نوجوان کے سپرد کر دینا جب شیخ ابوسعید ابوالخیر کا وقت آخر آیا تو شیخ ابوطاہر کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ اپنی ولایت و نعمت حضرت شیخ مجھے عطا فرما دیں۔ حضرت شیخ نے آنکھیں کھولدیں اور فرمایا کہ جس ولایت و نعمت کی تم آرزو کر رہے ہو وہ دوسرے کو دے دی گئی ہے اور ہماری مشیخت کا علم خرابات کے دروازہ پر گاڑ دیا گیا ہے اور ہماری روش اور ہمارا کام ان کے سپرد کر دیا گیا ہے کوئی بھی اس صورت کو نہ سمجھ سکا۔ شیخ کی وفات کے چند سال بعد ایک رات ابوطاہر نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ شیخ ابوسعید اپنے چند دوستوں کے ساتھ بہت تیزی کے ساتھ کہیں جا رہے ہیں ابوطاہر نے پوچھا کہ شیخ یہ کیسی عجلت ہے انہوں نے جواب دیا کہ تم بھی چلو! کہ قطب الاولیاء تشریف لا رہے ہیں۔

دوسرے دن شیخ ابوطاہر خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان داخل ہوا جو ان صفات سے موصوف تھا جو شیخ ابوسعید نے بیان کی تھیں ابوطاہر فوراً سمجھ گئے کہ یہی وہ عظیم ہستی ہے۔ شیخ ابوطاہر نے ان کی بہت عزت و تکریم کی لیکن بتقاضائے بشریت انہیں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے باپ کا خرقہ ہاتھ سے کیوں جانے دوں شیخ ابوطاہر کے دل میں یہ خطرہ گذرا ہی تھا کہ اس نوجوان نے کہا کہ اے خواجہ امانت میں خیانت روا نہیں ہے خواجہ ابوطاہر بہت خوش وقت ہوئے اور فوراً اٹھے اور وہ خرقہ جو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے وقت سے اب تک یہاں موجود تھا لا کر

اس نوجوان کو پہنادیا۔ شیخ احمد جام قدس سرہٗ کے بعد معلوم نہیں وہ خرقہ کس کے پاس گیا اور یہ شیخ احمد جام قدس سرہٗ اپنی ابتدائی زندگی میں بڑے میخوار تھے۔

حضرت کبیر نے قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اولیاء اللہ کی رفعت شان اور ان کے مقام اعلیٰ کے سلسلہ میں جو یہ مقولہ لطیف اور کلمہ شریف بیان کیا جاتا ہے اس کا کیا مفہوم ہے یعنی ان اولیاء الله لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار (اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب منتقل ہو جاتے ہیں)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ زیادہ جاننے والا ہے۔ اس مقولہ کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ موت سے یہاں مراد مرگِ طبعی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد موتِ ارادی ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے ظاہر ہے موتوا قبل ان تموتوا (مرجاؤ قبل موت آنے کے) یعنی دوستانِ حق تعالیٰ اور سالکان راہ خداوند تعالیٰ موتِ ارادی سے مرتے نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف ترقی کرتے ہیں اور اپنی منزل سے دوسری منزلِ اعلیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب کوئی سالک مراتب کمال کا عبور کرے اور ہر سانس پر اسے ایک دوسری رسائی نصیب ہو اور ہر دم پر دوسری کامیابی حاصل ہو تو یہ سب حاصل شدہ نعمتوں کا مجموعہ ایک قطرہ ہے اور جو باقی رہ گیا وہ دریا ہے۔ اس کی تمام ظاہری حالت ایک ذرہ ہے اور جو باقی ہے وہ آفتاب ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پاک ہے وہ اللہ جس کی ذات میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہے اور نہ اس کے صفات کے حاصل ہونے کی کوئی انتہا ہے شیخ سعدی نے بھی اس دریائے بے پایاں کا ایک قطرہ چکھا ہے اور اس آفتاب انوار کا ایک ذرہ دیکھا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

نہ حسنت غایتی دارد نہ سعدی را سخن پایان	نہ تیرے حسن کی حد ہے نہ سعدی بات میں کم ہے
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچنان باقی	مرے بیمار استسقا پیاسا بحر پھر باقی

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اولیاء اللہ اس دنیا میں اپنے تزکیہ جسم و قلب سے اور انوارِ غیبی و اسرارِ الٰہی کے کشف و ظہور سے اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں کہ وہ اپنے مراتب باطنی پر آگاہ ہو جاتے ہیں اور اسی طرح تنزلات کی منازل سے ان کو آگاہی حاصل ہو جاتی ہے اور موت طبعی ایک صفتِ جسمانی ہے اور ایک نفسانی کیفیت ہے، بخلاف روحانی صورتوں کے کہ مثالی لباس پہن کر اور تمثیلی جامہ پیکر میدان اجسام میں تصرف کرتی ہیں تب ایک مرکب جسمانی میں شان سکندری پیدا ہو جاتی ہے اور عناصر کی تاریکیاں مٹ جاتی ہیں اور حضرت روحانی جس نے آب حیات پیا ہے میدانِ رسائی میں مثالی گھوڑے پر سوار ہو کر اور دریائے کامیابی کشتیٔ خیال پر سوار ہو کر دوڑتا ہے ؎

چو فرس عنصریم را بخورد اسکندر	یقین کہ مرکب دیگر دہند زین خوشتر

جو میرا عنصری مرکب کسی سبب سے مرا — یقیں ہے اس سے بھی بہتر خدا کرے گا عطا

لیکن عام لوگ کہ جنہوں نے اپنی نگاہ کو نورِ عرفان سے روشن نہیں کیا ہے اور اپنی باطنی آنکھ میں کیف وحال کا سرمہ نہیں لگایا ہے بے شک اس بڑی دولت اور عظیم الشان نعمت سے محروم رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ[1] — اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہوگا

پس جو دید ومشاہدہ کی زندگی میں نہ جیا مثل مردہ کے ہے کہ وہ مردوں کے زمرہ میں ہے اور کما تعیشون تموتون میں اس کا شمار ہے ایک دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ قول تصرف کے بارے میں ہو کیونکہ بعض اولیاء کو جیسا زندگی میں تصرف تھا اسی طرح مرنے پر ہے جس طرح کہ سانپ ایک گھر سے دوسرے گھر چلا جاتا ہے اور اس کا تصرف باقی رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ نظام الدین گنجوی (صاحب خمسہ نظامی) کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت نظامی علوم ظاہری میں درجۂ کمال پر فائز تھے لیکن سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی عمر گراں مایہ کو اوّل سے آخر تک قناعت، تقویٰ اور عزلت گزینی میں صرف کیا اور دوسرے شعرا کی طرح حرص وہوا سے مغلوب ہو کر انہوں نے سلاطین زمانہ کی ملازمت و مدح سرائی اختیار نہیں کی۔ بلکہ خود زمانہ کے سلاطین نے ان سے کسب فیض کیا ہے ان کی پانچوں مثنویاں جو پنج گنج کے نام سے مشہور ہیں ان میں بظاہر قصہ کہانی ہے لیکن حقیقت میں ان اشعار میں حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں. آپ کے کلمات لطیفہ اور ابیات شریفہ اس بات پر مشعر ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کا مقابلہ کرے یعنی ان اشعار کے مقابل میں اشعار کہے یا ان کا جواب دے تو اُسے نقصان پہنچے، خود انہوں نے مخزن اسرار میں کہا ہے ؎

تیغ ز الماس زبان ساختم — ہے مری الماس زبان تیز تیغ
ہر کہ پس آمد سرش انداختم — نکتہ چین کو کاٹ دیا بید ریغ

حضرت امیر خسرو دہلوی اور حضرت نظامی گنجوی کا عجیب معاملہ

حضرت نظامی گنجوی نے اپنی تصنیف میں خود اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میری تصانیف کے مقابل میں لوگ اپنی تصانیف سے مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎ بیت

دو ہندی برآید ز ہندوستان — نکل آئے دو اہل ہندوستان
یکی دزد باشد دگر پاسبان — کہ اک چور ہے دوسرا پاسبان

خمسہ نظامی کی تصنیف کے وقت سے تا این دم جس کسی نے بھی از روئے مخالفت ان کے کلام کے مقابل میں لکھا یا ان کے خیالات کو اپنی تصنیف میں بنیاد بنایا اس کو ضرور نقصان پہنچا۔ چنانچہ حضرت امیر خسرو نے بھی خمسہ لکھا اور پہلے خمسہ میں ان کے شعر مذکورہ کا جواب اس طرح دیا انہوں نے کہا تھا کہ ؎

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۲۲

ملک بمیراث نیابد کسی | ملک وراثت میں نہ پائے کوئی
تا نہ زند تیغ دو دستی بسی | تیغ دو دستی نہ بہت گر چلی

حضرت امیر خسرو اس کے مقابلہ میں فرماتے ہیں ؎

گرچہ زند تیغ دو دستی بسی | تیغ دو دستی جو بہت بھی چلی
تا ندہد حق نہ بیابد کسی | حق جو نہ دے کچھ بھی نہ پائے کوئی

ایضاً ؎ | ایضاً ؎

دبدبۂ خسرویم شد بلند | خسروی کا میری ہوا غلغلہ
غلغلہ در گورِ نظامی فگند | قبر نظامی میں پڑا زلزلہ

جب مقابلہ و مکابرہ اس حد تک پہنچ گیا تو ایک رات حضرت نظامی گنجوی کی تلوار آبدار سپکر ہمت کے غلاف دمیان سے نکلی اور میدان شعر و سخن کے سلطان حضرت امیر خسرو کے سر پر پہنچ گئی تھی کہ فوراً سر پناہ حضرت نظام الدین اولیاء بیچ میں آگئے ؎

تیغ نظامی کہ برآمد چو برق | تیغ نظامی جو چلی مثل برق
تا سر خسرو سر مو بود فرق | یک سر مو تھا سر خسرو سے فرق
ماہ رخش راست دو پیکر شدی | ہوتے دو ٹکڑے رخ روشن کے گر
گر نہ بودی پنجۂ پیرش چو ورق | پنجۂ پیر آتا نہ بالائے فرق

لیکن حضرت نظام الدین اولیا نے اپنی پناہ میں لے کر فرمایا

"فرزند من است از سرِ وے درگذر بد" خسرو میرا فرزند ہے اس سے درگزر کرو اور اس کا جرم بخش دو۔ روح نظامی نے جواب دیا کہ مردوں کی تلوار بیکار نہیں چلتی پس باغ میں باد خزاں چلنے کی طرح تیغ بے دریغ چلا دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے اپنی آستین اس تلوار کے نیچے رکھدی اور وہ کٹ گئی ؎

پیش این الماس بے اسپر میا | بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ را نبود حیا | کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا

شیخ روزبہان کا قبر میں قرآن پڑھنا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: شیخ ابوبکر تے جو شیخ روزبہان قدس سرہ کے اصحاب سے تھے فرمایا ہے کہ ہر صبح کو ہم دونوں ساتھ ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے تین پاروں کی تلاوت میں کرتا تھا جب میں تین پارے ختم کر لیتا تھا تو پھر تین پارے شیخ روزبہان رحمۃ اللہ علیہ تلاوت فرماتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو دنیا مجھ پر تنگ ہو گئی۔ میں رات کے آخری حصہ میں اٹھا اور میں نے نماز ادا کی اور ان کے مزار کے قریب جا کر بیٹھ گیا پھر میں نے تلاوت شروع کر دی تلاوت کرنے کرتے میں رونے لگا کہ اب میں تنہا رہ گیا ہوں ساتھ پڑھنے والا جدا ہو گیا ہے جب تین پارے

میں نے ختم کر لیے تو شیخ کی قبر سے میں نے ان کی آواز سنی یہاں تک کہ دوسرا عشر (دوسرے تین پارے) انہوں نے پڑھا جب دوسرے احباب (صبح کے وقت) آنا شروع ہوئے تو تلاوت کی آواز ختم ہو گئی۔ ایک عرصہ تک یہ صورت حال رہی (یہ معاملہ جاری رہا) ایک دن میں نے کسی دوست سے یہ صورت حال بیان کر دی اسی دن سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اور پھر وہ آواز میں نے نہیں سنی۔

مشائخ کا موت کے بعد تصرف

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ہے کہ طبقات الصوفیہ میں شیخ ابوالحسن قزوینی کا یہ قول مذکور ہے کہ مشائخ کبار میں سے پانچ مشائخ کو میں جانتا ہوں کہ جو اپنی قبروں سے تصرف فرماتے ہیں بالکل ویسا ہی جیسا کہ وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے۔ یعنی حضرت معروف کرخی شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ محی الدین ابن عربی شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیات حرّانی۔

حضرت کبیر نے معروض کیا کہ یہ حضرات تو بیرونی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں (دوسری ولایتوں کے ہیں) یہ فرمائیں کہ ہندوستان کے مشائخ میں وہ کون سے حضرات ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کے تصرفات باقی ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مشائخ ہند کے مابین فرق مراتب کرنا سوئے ادب ہے خصوصاً خانوادہ چشتیہ کے مشائخ ہیں جو ہمارے پیرو مرشد ہیں یہ فرق مراتب بے ادبی ہے۔ اس خانوادہ عالی کے اکثر و بیشتر اولیا میں پوری پوری قوت تصرف عالم ممات میں باقی ہے خصوصاً سیدی و مرشدی حضرت علاء الحق والدین حضرت نظام الدین اولیا، حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری (قدس اللہ تعالیٰ واسرارہم)

حضرت غوث الثقلین کا فرمان

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے طبقات[1] الصوفیہ میں دیکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی) کا تصرف ممات میں حیات سے زیادہ ہے کہ حیات میں تھوڑی سی کثافت بشری اور کچھ خبث طبعی باقی تھا جو آپ کے بعض کمالات کے ظہور و صدور میں مانع آتا تھا۔

حضرت غوث الثقلین کے کلمہ "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" کے سلسلہ میں منقول ہے کہ ایک دن جوانی کی عمر میں آپ شیخ حماد دبّاس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بڑے ادب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو شیخ دباس نے فرمایا کہ اس عجمی کا قدم ایک دن تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا وہ یقیناً اس پر مامور ہوگا بلکہ کہے گا:

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (میرا یہ قدم سب اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے) جب یہ کہے گا تو تمام اولیاء اس وقت اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں گے چنانچہ ایک عرصہ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

---

[1] از حضرت سلمی نیشاپوری۔

اپنی خانقاہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ اور اس وقت مشائخ زمانہ میں سے تقریباً پچاس حضرات وہاں موجود تھے۔ ان مشائخ میں شیخ علی ہیتی، شیخ بقا ابن بطو، شیخ ابو سعید قیلوی، شیخ ابو النجیب سہروردی، شیخ قضیب البان موصلی اور شیخ ابو المسعود بھی موجود تھے جیسے ہی اثنار وعظ میں آپ نے فرمایا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تو شیخ علی ہیتی منبر کے قریب گئے۔ اور آپ کا قدم مبارک پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا اور شیخ کے دامن کے نیچے آ گئے۔ اسی طرح تمام مشائخ عظام نے اپنی گردنیں آپ کے سامنے کر دیں شیخ ابو سعید قیلوی کہتے ہیں کہ جس وقت شیخ عبد القادر نے قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے میرے دل میں تجلی فرمائی اور میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ مقربین کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے تمام متقدمین اور متاخرین جو حیات تھے۔ وہ اپنے اجساد کے ساتھ اور جو انتقال کر چکے تھے وہ اپنے ارواح کے ساتھ وہاں موجود تھے اس موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مثالی خلعت آپ کو پہنائی ملائکہ رجال الغیب نے آپ کی مجلس کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اور فضا میں ان کی صفیں ایستادہ کی گئیں اور روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہیں رہا جس نے اپنی گردن اس وقت نہ جھکائی ہو بعض حضرات کا قول ہے کہ ملک عجم میں ایک ولی نے اپنی گردن نہیں جھکائی اس کی شامت اعمال کے باعث اس کا حال چھین لیا گیا۔

حضرت شیخ ابو مدین اس زمانہ میں دیار مغرب کا سفر کر رہے تھے ایک روز اثنائے سفر میں آپ نے اپنی گردن جھکائی اور کہا کہ "اے اللہ میں تیری ذات اور تیرے فرشتوں کو اس پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے سنا اور اس کی اطاعت کی" آپ کے ہمراہیوں نے دریافت کیا آپ یہ کس وجہ سے کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آج ابھی ابھی شیخ عبد القادر جیلانی نے بغداد میں قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔۔۔ فرمایا ہے میں نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے بعض اصحاب جب بغداد سے آئے تو انہوں نے تصدیق کی کہ شیخ عبد القادر جیلانی نے اسی وقت وہ کلمات ادا کیے تھے جس وقت یہاں شیخ ابو مدین نے گردن جھکا کر اقرار کیا تھا۔

اولیاء اور مسلمانوں کے لئے بشارت

حضرت کبیر نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا آیت أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ؎۱ (یعنی آگاہ رہو کہ اللہ کے دوستوں کو خوف نہیں ہے اور وہ غمگین نہیں ہوتے) کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے (ذہن میں یہ بات آتی ہے) کہ اولیا کو آخرت میں خوف اور اصفیا کو سرائے عاقبت میں کسی قسم کا حزن نہیں ہوگا یہ بات اور یہ معنی اصحاب سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ منتخب و اعاظم علمائے دین کا اس پر اتفاق ہے کہ سوائے انبیا علیہم السلام اور حضرات عشرہ مبشرہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے کسی اور کے لیے حسن خاتمہ اور عاقبت بخیر ہونے کا قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اس بات کا جواب چند وجوہ پر مبنی ہے۔

اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کی شفقت پر نظر کرتے ہوئے اس طائفہ کو حزن و ملال نہیں ہوگا اس لئے کہ رحمت الٰہی کا مقتضا اور اسکی شفقت اور اس کے الطاف نامتناہی کا تقاضہ ہے کہ عامۃ المومنین و مسلمین

؎۱ پ ۱۱ سورہ یونس ۶۲

لباس مغفرت سے ملبوس کر دیئے جائیں گے (تمام مسلمانوں کو بخش دیا جائے گا) جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے
اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا [1] (بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے) اس وقت حضرت قدوۃ الکبراؒ نے یہ شعر پڑھا ؎

گر من آلودہ دامنم چہ زیان	پاک دامن جو میں نہیں نہ سہی
ہمہ عالم گواہ عصمت اوست	اسکی عصمت کا دو جہاں ہے گواہ

جب عامۃ المومنین کے حق میں یہ نوید خلوص انگیز اور بشارت نجات آمیز موجود ہو تو اولیا بطریق اولیٰ ورطۂ خوف سے آزاد اور حزن و ہراس سے مصون و محفوظ ہوں گے۔ ؎

آن کریمی کہ او رحیم و غفور	وہ شاہنشہ جو ہے غفور و رحیم
از ازل بود تا ابد باشد	تا ابد ہے ازل سے جس کی جناب
وان کسی کو بپرورد دشمن	کیا جو دشمن کی پرورش بھی کرے
دوستان را عذاب بد باشد	دوستوں پر کرے گا سخت عذاب

دوم یہ کہ ظہور جمال صدور جلال پر غالب ہے اور مقتضاء جمال کا مغفرت ہے اسلئے جمالِ مغفرت جلالِ عقوبت پر یقیناً غالب رہے گا۔ پس اولیاء اللہ اس کے جمال پر نظر رکھتے ہوئے جلالِ عذاب سے ایمن و بے خوف رہیں تو کیا عجب ہے ؎

اگر در دھد یک صلائی کرم	کرم کا جو اعلان مولیٰ کرے
عزازیل گوید نصیبی برم	عزازیل بولے مجھے کچھ ملے

چنانچہ کلام قدسی میں وارد ہے ان رحمتی سبقت علی غضبی (تحقیق کہ میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید خرازؒ کا ارشاد ہے کہ روایت میں ہے ان اللہ لا یعذب احدًا (اللہ تعالیٰ کسی پر عذاب نہیں کرتا) بعض حضرات نے "بغیر ذنب" زیادہ کیا ہے یعنی بغیر گناہ کے اللہ تعالیٰ کسی پر عذاب نہیں کرتا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ تفسیر شہابی میں اللہ تعالیٰ کے اس قول وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی [2] (آپ کو آپ کا پروردگار اس قدر عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے) کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ بھی دوزخ میں رہ جاتے گا تو آپ راضی نہ ہوں گے
سوئم یہ کہ جب مہمان عزیز ارجمند اور ذیشان آتا ہے تو اس کا طفیلی بھی گوارہ ہو جاتا ہے۔ تو کیا عجب ہے۔ کہ مہمان سزا ہے دارالسلام میں حضور سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کے تصدق اور طفیل میں امتی بھی داخل ہو جائیں گے تو جب کہ عام امتی آپ کے طفیلی ہوں گے۔ تو اولیاءِ امت تو بطریق اولیٰ آپ کے طفیلی ہوئے اور وہ جنت میں داخل

---

[1] پ ۲۴ سورہ زمر ۵۳ [2] پ ۳۰ الضحیٰ ۵

ہوں گے) پھر حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ سعدی کے یہ اشعار پڑھے :

چہ کم گردد ای صدر فرخندہ پی — گھٹے اس سے کیا اے دو عالم کے صدر
ز قدر رفیعت بدرگاہ حی — خدا کے یہاں تیری شان اور قدر
کہ باشند مشتی گدایان خیل — کہ منگتا پہ تیرا ہو رجحان و میل
بمہمان دار السلام از طفیل — ہو مہمان جنت میں تیرے طفیل

چہارم یہ کہ میں نے حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی سے سنا ہے کہ وہ اس کلام قدسی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ لم تذنبوا لذهب الله بكم ولجاء بقوم يذنبون فيستغفرون فيغفر لهم۔ (قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالےٰ تم کو مٹا دیتا اور تمہارے عوض دوسری قوم کو لاتا جو گناہ کریں پھر توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے) کے سلسلہ میں فرما رہے تھے کہ اگر مسلمانوں اور ایمانداروں سے گناہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ غفاری کا صدور کس طرح ہوتا۔ بار بار زبانِ مبارک سے یہ شعر نکلا

گر این بندہ رو از گنہ تافتی — گناہوں سے بندہ جو منہ پھیرتا
بآمرزشش تو کہ رہ یافتی — تو کس کو تو اے میرے رب بخشتا
گناہ من ار نامدی در شمار — نہ گر ہوتا میری خطا کا شمار
ترا نام کی بودی آمرزگار — تیرا انعام کب ہوتا آمرزگار
گناہ من ز عدم گر نیامدی بوجود — گناہ میرے عدم سے نہ ہوتے گر موجود
وجود عفو تو در عالم عدم بودی — تو تیرا عفو بھی شانِ ظہور کب پاتا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالےٰ ارحم الراحمین ہے اور اشتمال رحمت کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی مومن بھی اس کے حیطہ رحمت سے خارج نہ رہنے پائے۔ حضرت شیخ مبارک نے درخواست کی کہ اکرم الاکرمین کے معنی سے مستفید فرمائیں تو حضرت قدوہ الکبرا نے فرمایا: حضرت شیخ شبلی قدس اللہ سرہ سے دریافت کیا گیا کہ اکرم الاکرمین کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اکرم الاکرمین وہ ہے کہ ایک شخص کا قصور معاف کیا ہو تو کسی دوسرے کو اسی نوع کے قصور پر عذاب نہ دے کیونکہ یہی خطا فلاں درست یا بندہ کو معاف کی جا چکی ہے حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ کل قیامت میں ایسا کرم کا شامیانہ نصب فرمائے گا کہ اگلے پچھلوں کے گناہ اس میں چھپ جائینگے، الحمد للہ علیٰ ذالک اس موقع کے مناسب حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: میں کاشان میں شیخ عبدالرزاق کاشی کی خدمت میں حاضر تھا کہ مغفرت کی بات چھڑ گئی تو حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پوشیدہ اور خفیہ راز ہیں علمائے ظاہران کو پورے طور پر نہیں جانتے پس اسی عدم فہم کے باعث ان کو نقصان پہنچتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتے ہیں، چنانچہ روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ منورہ کے

کسی کوچہ سے گذر فرما رہے تھے اور آپ کے بعض اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) بھی آپ کے ساتھ تھے ایک عورت گھر سے نکلی اور اس نے سب کو قسم دلائی کہ اندر چلیں، پس سب حضرات گھر میں گئے دیکھا کہ آگ جل رہی تھی اور اس عورت کے بچے آگ کے گرد کھیل رہے تھے۔ اس عورت نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر زیادہ رحم کرنے والا ہے یا میں اپنے بچوں پر زیادہ رحم و شفقت کرنے والی ہوں؛ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ زیادہ رحم کرنے والا ہے اور ارحم الراحمین ہے۔ اس عورت نے کہا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ کیا میں اپنے ان بچوں کو آگ میں ڈال سکتی ہوں پس اللہ تعالیٰ اپنے ناکارہ بندوں کو کس طرح آگ میں ڈالے گا جو ان پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ عورت کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بھی وحی فرمائی ہے (قال الراوی فبکیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھکذا اوحی اللہ الیّ)

پنجم یہ کہ صاحبان ولایت (اولیاء اللہ) میں بعض حضرات اصحاب فرائض ہیں اور بعض ارباب قرب نوافل ان دونوں قرب کے معنی حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ بیان فرمایا کہ قرب فرائض میں حق ظاہر ہوتا ہے اور بندہ پوشیدہ رہتا ہے اور قرب نوافل میں حق مخفی ہوتا ہے اور بندہ ظاہر، چونکہ قرب نوافل میں سالک کا وجود باقی رہتا ہے اور خلقیت مٹ کر حقیقت نہیں بن جاتی اس لئے اس کا اتنا ہی نتیجہ ہوتا ہے کہ سالک کی قوتیں اور اعضاء و جوارح اس معنے میں عین حق ہو جاتے ہیں کہ مخلوقیت پر حقیقت کا پہلو غالب ہو جاتا ہے اور مخلوقیت کا پہلو دب جاتا ہے اس قرب میں کرنے دھرنے سمجھنے بوجھنے والا بندہ ہی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ اس کا آلہ و سبب ہوتا ہے، جس کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ کیا گیا ہے کنت سمعہ و بصرہ و لسانہ و یدہ و رجلہ فبی یسمع و بی یبصر و بی ینطق و بی یبطش و بی یمشی (کہ قرب نوافل میں میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں، اسکی بصارت بن جاتا ہوں اور زبان بن جاتا ہوں اور اس کے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں وہ میرے ذریعہ سنتا ہے، دیکھتا ہے، بولتا ہے پکڑتا ہے اور چلتا ہے۔ اس کے برعکس اہل قرب فرائض میں سالک کا وجود باقی ہی نہیں رہتا اس کا نتیجہ ذات سالک کا مٹ جانا اور خلقیت کا حقیقت میں گم ہو جانا ہے اس حال قرب میں حق تعالیٰ فاعل و مدرک ہوتا ہے اور سالک کے قویٰ اور جوارح بمنزلہ آلہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا کہ حق تعالیٰ گویا ہوتا ہے حضرت عمر کی زبان سے (انّ الحق لینطق علی لسان عمر) جب سالک فنا کے اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو صفات کیونکر اس سے منسوب ہو سکتی ہیں اور خوف و غم کا وصف جو مقتضائے بشریت تھا دور ہو گیا اس بنا پر لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون اولیاء اور اصفیاء کی سیرت و خصلت ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالعباس کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت ابوسعید ابوالخیر کی یہ روایت بیان کی ایک دن دو شخص شیخ ابوالعباس قصاب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم دونوں میں اس بات پر بحث ہو رہی ہے کہ ایک کہتا ہے کہ ازل و ابد دکھ اور تکلیف ہی تکلیف ہے، دوسرا کہتا ہے کہ ازل و ابد مسرت ہی مسرت ہے اس

سلسلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ یہ سن کر ابوالعباس قصاب نے دونوں ہاتھ اپنے سر اور منہ پر رکھ لیے اور پھر فرمایا کہ الحمد للہ کہ قصاب کے بیٹے کی منزل میں خوشی ہے نہ غم ہے لیس عند ربکم صباح ولا مساءً (تمہارے رب کے پاس نہ صبح ہے نہ شام ہے) اندوہ اور شادی تو تمہاری صفات ہیں جو حادث ہیں اور حادث کا قدیم تک گذر ہی نہیں ؎

چون قدیم آید حدث گردد عبث	ہے عبث حادث جو آجائے قدیم
پس قدیمی را کجا داند حدث	کس طرح حادث بھلا جانے قدیم

اس کے بعد انہوں نے فرمایا پسر قصاب (ابوالعباس) تو بندۂ خدا ہے امر و نہی میں اور اتباع سنت حضرت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جب یہ دونوں حضرات باہر چلے گئے تو معلوم ہوا کہ ایک حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی تھے اور دوسرے ابوعبداللہ داستانی قدس اللہ سرہما۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ گروہ صوفیہ کے نزدیک وجود اور قدرت و فعل کا دعویٰ محض شرک ہے۔ اور پھر آپ نے یہ اصول مسلمہ بیان فرمایا کہ اول دیوار بعدہ نقش و نگار (پہلے دیوار پھر نقش و نگار) اسی معنی کو کسی نے اس رباعی میں پیش کیا ہے ؎ رباعی

ذات نبود صفات چون باشد	ذات ہی جب نہیں کہاں کے صفات
نسبت فعل خود ز ددن باشد	مدعی فعل کا ہے پس کم ذات
مثل اول جدار وانگہ نقش	ہے مثل پہلے نقش پھر دیوار
داند آنکس کہ ذوفنون باشد	اس کو جانے گا صاحب درجات

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عزیز گرامی شیخ ابوالوفا نے جن کو مشرب توحید سے اور ذوق مواجید سے بہرۂ وافی ملا ہے اور حقائق و معارف تصوف کو نظم کرنے میں بڑا ملکہ رکھتے ہیں ایک دن انہوں نے افعال ممکنات کی جزوی قدرت اور ارادہ پر فی البدیہہ ایک رباعی کہی ہے جو یہ ہے ؎ رباعی

بد کردم و اعتذار بدتر از گناہ	ہر بد ہے گناہ اور عذر بڑھکر ہے گناہ
چون ہست درین عذر سہ دعویٰ تباہ	اس عذر میں ہیں تین دعادی تباہ
دعویٰ وجود و قدرت و دعویٰ فعل	دعوئے وجود و قدرت و دعویٰ فعل
لاحول ولا قوۃ الا باللہ	لاحول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت شیخ محمد کو دریتیم کا خطاب

حضرت شیخ محمد ابھی کمسن ہی تھے کہ ان کے والد حضرت شیخ کبیر نے سفر آخرت اختیار کیا لہٰذا ان کی پرورش اور دوسری تمام ضروریات حضرت قدوۃ الکبرا نے انجام دیں یہاں تک کہ منگنی کے لیے سرور پور کے اطراف میں ایک تاجر کے یہاں آپ خود تشریف لے گئے ان کے ظاہری حال اور غربت کے باعث وہ تاجر اس نسبت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑے اصرار کے ساتھ اس کو آمادہ کر لیا۔ تعلیم کے معاملہ میں جو کچھ ظاہری تعلیم ضروری تھی ان کو دلوائی اور باطنی تربیت اول سے آخر تک بہ نفس

نفیس فرمائی اس تعلق خاطر پر بسا اوقات حضرت نور العین رشک فرمایا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ کبیر کی یادگار یہی درِیتیم شیخ محمد ہے جو اس لائق ہے کہ میرے اصحاب و احباب اس کو اپنے سر کا تاج بنائیں۔ اگر میں اس کی تربیت میں کوتاہی کروں تو یہ بعید از انصاف ہوگا۔ حضرت شیخ کبیر اعجوبہ روزگار اور منتخب اولیائے زمانہ تھے۔ یہ فرزند ان کی یادگار ہے۔ پس آپ نے شیخ زادہ کو اپنی بیعت کرائی اور بہت سے چلے کرائے۔ اس کے بعد ان کو لباس خلافت عطا فرمایا (اپنا خلیفہ نامزد کیا) اور درِّیتیم کے خطاب سے نوازا۔ اس مجموعہ ملفوظات میں جہاں کہیں بھی درِیتیم کا لفظ استعمال ہوگا اس سے مراد یہی شیخ محمد ابن شیخ کبیر ہوں گے۔

ولی کو ولی پہچانتا ہے

ایک دن حضرت درِّیتیم نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ اقوال مشائخ میں آیا ہے کہ ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے۔ (ولی را ولی می شناسد[1]) دوسری طرف حدیث میں آیا ہے کہ اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں ان کو سوائے میرے کوئی نہیں پہچانتا) اولیاء اللہ کے مذکورہ قول سے عدم انحصار ثابت ہوتا ہے یعنی جس کے پاس نور ولایت موجود ہے وہ اولیا کو دیکھ سکتا ہے اور اصفیا تک اس کی رسائی ہو سکتی ہے اور حدیث قدسی سے حصر و انحصار کا اظہار ہوتا ہے کہ سوائے حق تعالےٰ کے کوئی دوسرا ان اولیائے کرام کو جو قبائے عزت کے ساکنین ہیں۔ نہیں دیکھ سکتا ان مختلف المعنی کلمات میں تطبیق کس طرح ہو سکتی ہے۔

اولیائے مکتوم

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ احتمال یہ ہے کہ ان اولیائے کرام سے مراد اولیائے مکتوم ہیں۔ یعنی وہ چار ہزار اولیائے عظام جو باری تعالیٰ کی قبائے عزت میں چھپے ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا ان سے آگاہ نہیں ہے ان کے احوال کا جمال ہمیشہ غیروں سے پوشیدہ رہتا ہے اور احتمال یہ ہے کہ غیروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسرار ولایت سے محروم ہیں۔ اور انوار ہدایت سے مہجور ہیں اور وہ حضرات جو اپنے اوصاف کی فنائیت کے بعد یعنی اپنی قدرت، ارادت، سمع اور بصر کو حق تعالےٰ کی قدرت، ارادت اور اس کے اوصاف سمع و بصر میں فنا کر چکے ہیں اور قرب نوافل کی منزل پر فائز و متمکن ہیں یا اس گروہ کے برعکس وہ حضرات جو قرب فرائض حاصل کر چکے ہیں یعنی ارباب قرب نوافل و صاحبان قرب فرائض میں سے کوئی بھی گروہ ہو وہ اغیار میں داخل نہیں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اولیائے مکتوم دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں جن کے بارے میں ابھی بیان کیا گیا ہے (اور کچھ ان کے سلسلہ میں لطیفہ چہارم کے تحت بیان کیا جائے گا انشاء اللہ) اور ایک طائفہ ایسا ہے کہ وہ ہمیشہ بیگانگی کے لباس میں ملبوس رہتے ہیں۔ (عام فقرا اور اولیائے کرام کے ظاہری احوال کی طرح ان کی حالت نہیں ہوتی) چنانچہ جو غیر ہے وہ انہیں نہیں پہچان سکتا۔ شیخ محمد تسگرف سے منقول ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی کا باپ سبکتگین ہرات میں پہلی بار آیا تو اس کے لشکریوں میں سے ایک سپاہی نے ایک دہقان سے گھاس کا گٹھا خریدا اور اس کی پوری قیمت ادا کی اور مہربانی سے پیش آیا اور اس دہقان سے کہا کہ تم میرے گھوڑے کے لیے پھر گھاس لے کر آنا اس طرح گھاس کی خرید و فروخت جب جاری رہی تو اس دہقان کے اس سپاہی سے دوستی ہو گئی۔ اسی زمانہ میں عید قرباں کا یوم عرفہ (یوم حج) آگیا اس دہقان نے کہا آج کے دن لوگ حج ادا کر رہے ہوں گے

---

[1] سہواً ایک شعر رہ گیا جس کا ترجمہ ملاحظہ ہو ؎ نور کے دیکھنے کو چاہیئے نور ÷ دل کی آنکھ کیسے دیکھے حور

کاش میں بھی آج وہاں ہوتا۔ سپاہی نے کہا کہ تم چاہو تو میں تم کو وہاں پہنچا دوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا اس نے وعدہ کیا کہ وہ کسی سے ذکر نہیں کرے گا۔ اس لشکری نے اسی دن اسے عرفات کے میدان میں پہنچا دیا دونوں نے حج کیا اور پھر واپس آگئے دہقان نے کہا کہ مجھے سخت تعجب ہے کہ تم اس حال کے مالک ہو اور سپاہیوں میں شامل ہو۔ صاحب حال سپاہی نے کہا کہ اگر مجھ جیسے لوگ لشکر میں نہ ہوں تو پھر تیرے جیسے کمزور اور بڑھوں کی داد رسی کون کرے یا اگر لشکری کسی عورت کو زبردستی لے جائیں تو اس کو ان کے ہاتھ سے کون چھڑائے (پس ہم مخلوق کی خدمت کے لیے لشکر شاہی میں بظاہر ملازم ہیں) پھر آپ نے ارشاد فرمایا لوگوں کو چشم حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ اللہ کے دوست پوشیدہ رہتے ہیں جب تک بصیرت و فراست صادقہ نہ ہوگی اللہ کی مخلوق پر اختیار نہ جتاؤ کہ شاید نتیجہ میں خود اپنے اوپر ظلم کرو۔ تقریباً زبان گوہر فشاں سے فرمایا ؎

خاکساران جہان را بحقارت منگر	خاکساران جہاں کو تو حقارت سے نہ دیکھ
تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد	کیا خبر تجھ کو کہ ہو اس گرد میں کوئی سوار

آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ علاؤ الدین سمنانی قدس سرہٗ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی ولایت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دیتا ہے اور مخلوق کی نگاہوں سے اس کو چھپا دیتا ہے، پس اولیائی تحت قبائی کے یہی معنی ہیں۔ اور یہ قبا بشریت کی صفت ہے کپڑے وغیرہ کا پردہ نہیں ہے اور بشریت کا خاصہ ہے کہ ان کا عیب بیان کرے یا ان کے ہنر کو لوگوں کی نظر میں عیب کی شکل میں ظاہر کیا جائے لا یعرفہم غیری کے معنی یہ ہیں کہ جب تک کسی کے باطن کو اللہ تعالیٰ نور ارادت سے منور نہیں فرماتا اس وقت تک وہ اس ولی اللہ کو نہیں پہچانتا۔ پس حقیقت میں شناخت تو وہ نور کرتا ہے نہ کہ وہ شخص (جب شناخت نور نے کی تو ثابت ہوا کہ لایعرفہم غیری یعنی شناخت اللہ تعالیٰ نے فرمائی)

یہ ارشاد گرامی بھی شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہٗ کا ہے کہ آپ نے فرمایا: درویش لوگ جو کہ کام میں مشغول ہیں مناسب ہے کہ ناکاروں کے لئے ان تک آنے کو راستہ نہ ہو کیونکہ ایک بیکار آدمی کام کے سو آدمیوں کو بیکار کر دیتا ہے

وعدوی البلید الی الجلید سریعۃ	احمقوں میں آگیا دانا تو نادان ہوگیا
الجمرۃ یوضع فی الرماد فیخمد	راکھ میں انگر جو رکھا سرد و بے جان ہوگیا

بدایت الاولیا اور نہایت الانبیاء،

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے ان میں بدایت الاولیا و نہایت الانبیا کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی حضرت شیخ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو جن کا قول ہے کہ اولیاء کی ابتدا انبیاء کی انتہا ہے وہ اپنے اس قول کے سلسلہ میں ایک عذر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قول سے ہماری مراد یہ ہے کہ بدایت الاولیا، نہایت الانبیا فی الشریعت (شریعت میں انبیا کی انتہا اولیا کی ابتدا ہے) اور نہایت الاولیا بدایت الانبیاء فی الطریقہ (اولیا کی نہایت انبیا کی ابتدا ہے طریقت میں) یعنی جب کمال شریعت نبی آخر الزمان پر تمام ہوگیا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ[1] فرما دیا گیا تو جب تک شریعت میں کمال

---

[1] پ ۶ سورہ مائدہ ۳

حاصل نہ کرے ولایت کی حدود میں قدم نہیں رکھ سکتا پس نبی کی جو کچھ شریعت میں انتہا سے کار ہے وہ ولی کی ابتدا ہوتی ہے اسی لیے کہ اگر کوئی مکی احکام پر عمل کرے اور مدنی احکام کو نہ مانے اور ان کی طرف التفات نہ کرے وہ ہرگز ولایت کی منزل پر نہیں پہنچ سکتا بلکہ اگر انکار کردے تو کافر ہو جائے گا پس ابتدا سے ولایت اس سے ہوتی ہے کہ وہ تمام احکام شریعت کو ان کے کمال کے ساتھ (بتمام وکمال) قبول کرے اور ان کی پیروی واطاعت کرے اور طریقت میں یہ ہے کہ ولی خواہ کتنی ہی کوشش اپنے مرتبہ کو بلند کرنے میں کام میں لائے پھر بھی اس کی روح کو وہ بلندی حاصل نہیں ہوسکتی جو جسم اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں حاصل ہوتی اور یہ ایک امر محال و ناممکن ہے (کہ ولی اس بلندی کو پہنچ سکے) پس چونکہ ولایت کے انتہائی درجہ پر ولی کی روح کو ایک گونہ مشابہت جسم نبی کے ساتھ درکار ہے اسی لیے طریقت میں نہایت الاولیاء بدایت الانبیاء ہے۔

حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ بعض اکابر روزگار حضرات متقدمین نے ولایت کی چار قسمیں بتائی ہیں تو اس کی تشریح اور توضیح کیا ہے، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ دیوان امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شرح میں اس کو بیان کیا گیا ہے کہ ولایت چار قسم کی ہے اول وہ ولایت جو نبوت مطلقہ کا باطن ہے، دوم ولایت مقیدہ، ہر ایک نبی کی اپنی خاص ولایت کا پرتو۔ سوم ہر نبی کی ولایت مطلقہ، اور یہ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں انوار ولایت انبیاء کا چراغدان ہے اور دوسرے انبیاء میں انوار ولایتِ اولیاء کا چراغدان ہے، چوتھے ولایت مطلقہ عامہ جو نبوت کے ساتھ مخصوص ہے اور ہر ولایت کا ایک خاتم ہے۔ قسم اول کی ولایت حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہے اور ولایتِ مقیدہ محمدیہ کے خاتم حضرت شیخ محی الدین ابن العربی اور حاتم اندلسی ہیں اور شیخ کے پیرو حضرات کے نزدیک خود شیخ اکبر کا نفس نفیسہ ہے۔ شیخ مویدالدین جندی شرح فصوص حکم میں کہتے ہیں کہ شیخ پہلی محرم کو مقام اشبیلیہ ملک اندلس میں خلوت میں بیٹھے اور نو مہینے تک کچھ نہ کھایا اور عید کی پہلی تاریخ میں ان کو باہر نکلنے کا حکم ہوا اور خوشخبری دی گئی کہ وہ خاتم ولایت محمدیہ ہیں۔ اسی طرح فصوص میں ہے کہ اس خاتمیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ شیخ کے دونوں شانوں کے درمیان بیضۂ کبوتر کا نشان سا تھا اسی جگہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابھرا ہوا نشانِ نبوت مثل بیضۂ کبوتر تھا۔ اور ولایتِ مطلقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم مہدی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہوں گے۔

حضرت سید علی ہمدانی فرماتے ہیں کہ ولایت محمدیہ کا خاتم قلب محمدی تک رسائی کرتا ہے اور ولایتِ مطلقہ محمدیہ کا خاتم روح محمدی تک رسائی کرتا ہے اور ولایت مطلقہ عامہ کے خاتم عیسیٰ علیہ السلام ہیں' ان کے زمانہ میں مہدی ظاہر ہوں گے اور یہ رد ہے اس کے قول کا جو کہتا ہے کہ مہدی ہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ لا مھدی الا عیسی بن مریم (عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں ہے) اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں کچھ لفظ محذوف ہیں اصل یوں ہے کہ لا مھدی بعد المھدی المشھور الذی من اولاد سیدنا محمد وعلی الا عیسی۔ (نہیں ہے کوئی مہدی بعد ان مشہور مہدی کے جو اولاد

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں سوا عیسیٰ علیہ السلام کے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت سید علی ہمدانی علوم ظاہری اور باطنی کے جامع تھے۔ ایک بار جب شیخ شرف الدین محمود نے عرض کیا کہ بندہ کے لیے کیا حکم ہے تو انہوں نے توجہ فرمائی اور ارشاد کیا کہ حکم یہ ہے کہ تم اطراف عالم میں پھرو۔ تین مرتبہ آباد زمین کی سیر کی ایک مرتبہ جب آفتاب کی طرح زمین کا چکر لگایا تو یہ حقیر بھی جو موسوم بہ اشرف ہے ان کی رکاب میں ذرہ کی طرح پھرا کرتا تھا۔ اور میں نے ان کی ذات سے سلوک و معرفت کے اس قدر فوائد حاصل کیے ہیں کہ اگر میرا ہر سر مو شکر ادا کرے جب بھی ہزار میں سے ایک شکر ادا نہ ہو سکے

شعر

گر بر تن من زبان شود ہر موئی — ہر بال مرے بدن کا بن جائے زبان
یک شکر تو از ھزار نتوانم کرد — ممکن نہیں اک شکر بھی تیرا ہو ادا

حضرت سید علی ہمدانی فرماتے تھے کہ میں نے ایک ہزار چار سو اولیائے کرام کی معیت کا شرف حاصل کیا ہے اور ہر ایک کی ذات والا سے مجھے فائدہ پہنچا ہے۔

بیت

تمتع ز ہر گوشۂ یافتم — مجھے نافع ہوا ہر ایک گوشہ
ز ھر خرمنی خوشۂ یافتم — ہر اک خرمن سے میں نے پایا خوشہ

اور فرمایا کہ اے فرزند اشرف! ان فوائد سے تم کو بھی حصہ ملا ہے ایک دن حضرت سید علی ہمدانی مدینۃ الاولیاء میں چار سو اولیاء کے ساتھ ایک مجلس میں تشریف لے گئے تو یہ فقیر اشرف بھی حاضر تھا اور وہ ذوق اور وہ لطف جو اس روز آپ کے دیدار سے میں نے اٹھایا میں اس کو فراموش نہیں کر سکتا ہے

کسی کو چنان روز بیند بہ خواب — کوئی دیکھے گر ویسا دن خواب میں
بود تا شب مرگ دہنش پر آب — رہے مرتے تک اس کا منہ آب میں

امام مہدی علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت درِ یتیم نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض زمانوں میں بعض لوگوں نے خود کو مہدی کہلوایا ہے لیکن ان میں مہدی کوئی بھی نہیں تھا۔ آپ فرمائیں کہ مہدی کی علامات اور اس کے مقامات کیا ہوں گے کہ اگر آئندہ کوئی دعویدار پیدا ہو تو اس میں ان علامتوں کو دیکھا جاتے محض دعوی کی طرف نہ جایا جاتے، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب دکن کے سفر میں ہم سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ میں ٹھہرے تو وہاں ایک شخص تھا جو خود کو مہدی کہلواتا تھا۔ وہاں کے اکثر علماء و فقہا نے ایک محضر مرتب کیا اور انہوں نے دلائل و براہین قائم کیے (دلائل کی کسوٹی پر اس کو پرکھا) لیکن مہدی کے آثار اس میں نہیں پائے گئے لہذا اس کو وہاں سے نکال دیا۔ حاجی نظام غریب یمنی جو ان اوراق کا مولف اور جامع ہے اس محضر کی عبارت کو بعینہ فصل الخطاب سے نقل کر کے پیش کرتا ہے۔

ترجمہ عبارت مختصر

امام مہدی علیہ السلام کے ذکر میں اکابر صوفیہ میں سے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ حق تعالٰے ہماری اور تمہاری مدد فرمائے تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کا ایک خلیفہ ہے جو اس وقت ظہور کرے گا جب تمام زمین ظلم وجور سے پُر ہو جائے گی وہ تمام روئے زمین کو انصاف اور عدل سے پُر کر دے گا اگر اس وقت دنیا کی عمر سے صرف ایک دن بھی باقی رہے گا تو اللہ تعالٰے اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ وہ خلیفہ حکومت کر سکے۔ یہ مہدی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوگا۔ اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے مطابق ہوگا اور اس کی کنیت سیدنا حسن کے جد کی کنیت ہوگی۔ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان لوگ اس سے بیعت کریں گے۔ وہ صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہوگا اور اخلاق میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کم ہوگا اس لیے کہ کوئی شخص بھی اخلاق و اوصاف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا ہے:۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[1] (بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں) مہدی سے اہل کوفہ سب سے زیادہ سعادت پائیں گے وہ مال کو برابر اور مساوی تقسیم کرے گا، رعیت میں عدل و انصاف کرے گا، مقدمات کا فیصلہ بہت جلد کرے گا جب کوئی شخص اس کے پاس آکر کہے گا کہ اے مہدی! میری مدد کیجیے مال سے۔ اس کے پاس مال کا انبار ہو گا پس وہ دونوں ہاتھوں سے مال اٹھا کر اس کے جامہ میں ڈال دے گا اور اس میں جس قدر اٹھا کر لے جانے کی طاقت ہوگی اٹھا کر لے جائے گا۔ وہ اس وقت نکلے گا جب دین میں سستی آجائے گی اور جو ان کا انکار کریگا قتل کیا جائے گا اور جو اُن سے لڑے گا شرمندہ و رسوا ہوگا اور وہ اُس دین کو ظاہر فرما دے گا جو واقعی دین ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو اُسی کا حکم دیتے ان کے دشمن اور جو لوگ ان کی پیروی کرنے والے ہوں گے وہ آپ کے حکم کے نیچے مجبوراً داخل ہوں گے ان کی تلوار اور حملہ کے خوف سے اور ان کے پاس جو مال ہوگا اس کے لالچ سے۔ عرفاء اہل حقیقت صاحبان مشاہدہ و کشف عرفان الٰہی سے انکی بیعت کریں گے ان کے ساتھ کچھ لوگ اہل اللہ سے ہوں گے جو ان کی تبلیغ کو پھیلائیں گے اور ان کی نصرت کریں گے وہ لوگ وزیر ہوں گے بارِ سلطنت اپنے اوپر لیں گے اور ان کی اعانت کریں گے ان ذمہ داریوں میں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں گی۔ وہ مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہوگا، گندگی سے پاک ہوگا، آگے پیچھے برابر دیکھے گا جب وہ شکم مادر سے پیدا ہوگا تو دونوں ہاتھوں کے بل زمین پر آئے گا اس طرح کہ بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتا ہوگا اس کو کبھی احتلام نہیں ہوگا اس کی آنکھیں سوئیں گی مگر دل بیدار رہے گا وہ صاحب الہام ہوگا اور رسول اکرم صلی اللہ

---

[1] پ ۲۹ سورہ ن ع ۴

علیہ وسلم کی زرہ اس کے جسم پر ٹھیک آ سکے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسلحے اس کے پاس ہوں گے اس کی تلوار کا نام ذوالفقار ہوگا اس کے پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قرآن کریم ہوگا اور ایک کتاب ہوگی جس میں قیامت تک کے دوست و دشمن کے نام لکھے ہوں گے۔ اس کے بول و براز (پیٹ سے نکلنے والی غلاظت) کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ زمین کو اس پر مامور فرما دے گا کہ جو کچھ شکم سے باہر نکلے اس کو اپنے اندر چھپا لے۔ اس کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوگی۔ وہ لوگوں پر ان کے نفس سے زیادہ مہربان ہوگا بلکہ والدین سے زیادہ مہربان ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ عاجزی کرنے والا ہوگا۔ تمام لوگوں سے زیادہ احکام الٰہی پر عمل کرنے والا ہوگا اسی طرح تمام لوگوں سے زیادہ ممنوعات سے گریزاں ہوگا۔ وہ مستجاب الدعوات ہوگا۔ اس قدر کہ اگر کبھی کسی پتھر کو بد دعا دے گا تو وہ بھی شق ہوکر دو ٹکڑے ہو جائے گا۔ روح قدس سے اس کی تائید کی جائے گی۔ اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان نور کا ایک ستون ہوگا جس میں بندگان خدا کے اعمال وہ دیکھے گا جس کی ان کو ضرورت پڑتی ہے اور جو کچھ ان کو وسعت اور تنگی دی جائے گی تو وہ سب جان جائے گا اور دوسروں کو خبر نہ ہوگی وہ ماں باپ سے پیدا ہوگا اور اس کی اولاد ہوگی اس کو صحت و بیماری سب ہوگی۔ وہ کھائے گا بھی اور پیئے گا بھی۔ وہ نکاح بھی کرے گا اور سوئے گا بھی وہ غمگین بھی ہوگا اور شاداں بھی، وہ ہنسے گا بھی اور روئے گا بھی۔ وہ زندہ رہے گا اور مرے گا بھی اس کی قبر ہوگی اور اس کی زیارت کی جائے گی، اس کا حشر ہوگا اور وہ حشر میں کھڑا ہوگا اس کی خدمت میں اس کے اعمال حسنہ پیش کیے جائیں گے اور اس سے سوال ہوگا اور اس کی عزت محشر میں کی جائے گی اور اس کی شفاعت ہوگی اور اس کی پہچان دو باتوں میں ہے علم میں اور قبولیت دعا میں۔

(فصل الخطاب کی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا)

بروایت اہل بیت امام مہدی کے اوصاف

اہل بیت کی روایت کے اعتبار سے امام مہدی کے اوصاف یہ ہوں گے (امام مہدی کی علامات یہ بتائی گئی ہیں) کہ وہ انصاف کے ساتھ حکم کرے گا۔ مقام تہامہ سے بامراد خروج کرے گا۔ حق تعالیٰ کے کلام کے صدق کی تصدیق کرے گا اور حق تعالیٰ دور دراز کے شہروں سے اہل بدر کی تعداد کے مطابق یعنی ۳۱۳ افراد کو اس کی حمایت میں اس کے گرد جمع کر دے گا اس کے پاس ایک مہر شدہ کتاب ہوگی جس میں اس کے حامیوں اور خادموں کی تعداد نام بنام مع شہروں کے نام کے مندرج ہوگی اس کے پاس ایک علم ہوگا جو اس کے ظہور کے وقت پھیل جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت اس علم کو گویا کر دے گا اور وہ اس کو ندا دے گا کہ، باہر آجائیے اے اللہ کے ولی"۔ پس اس ندا کو سن کر وہ باہر نکلے گا اس کے پاس ایک تلوار نیام میں ہوگی جب ظہور کا وقت ہوگا تو تلوار میان سے خود نکل پڑے گی۔ حق تعالیٰ اس کی تلوار کو بھی گویا کر دے گا اور وہ پکارے گی" اے ولی اللہ باہر آئیے"، پس وہ باہر نکلے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو قائم کرے گا، حضرت جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اس کے دائیں بائیں ہوں گے،

مژدہ ہو اس کو جو اس کا فدائی ہو اور خوشخبری ہو اس کو جو اس سے قول و قرار کرلے اور قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مبعوث ہوا ہوں قیامت کے ساتھ ان "دو" کے مانند راوی کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشتِ شہادت اور انگشت وسطی کو باہم ملا کر اشارہ فرمایا اختلاف الفاظ کے ساتھ ان تمام احادیث سے مراد قیامت ہے اور اس کے جلد واقع ہونے سے مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا [۱] — اس کی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں۔

۲۔ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ [۲] — اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک جھپکنا

۳۔ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ [۳] — لوگوں کا حساب نزدیک ہے۔

۴۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ [۴] — پاس آئی قیامت اور چاند شق ہو گیا۔

۵۔ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ [۵] — اب آتا ہے اللہ کا حکم تو اس کی جلدی نہ کرو۔

یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو گئے بعض علماء نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلد بیٹھ گئے اس خوف سے کہ قیامت جیسے قائم نہ ہو گئی ہو۔ حضرت ضحاک اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت کی اوّل شرط حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق اپنے والد اور وہ اپنے والد یعنی امام محمد باقر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں قیامت کی جو شرائط بیان کی گئی ہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ قیامت قریب ہے اس کی اول شرط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اس لئے کہ وہ نبی آخر الزماں ہیں جو مبعوث فرمائے گئے آپ کے اور قیامت کے درمیان کوئی اور دوسرا نبی نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قرب قیامت بیان فرمائیں کہ لونڈی بچے اور ذلیل لوگ حاکم و صاحب دولت ہوں گے آپ (امام محمد باقرؒ) نے فرمایا کہ حضورؐ کی اُمّت سے مہدی پیدا ہوں گے جو ظہور کے بعد سات ورنہ نو برس حیات رہیں گے اور اُن سے لوگ رکن (حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے پس وہ مہدی ہوں گے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے وہ تمام دنیا کے مالک ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ تمام دنیا کے بادشاہ چار ہیں ان میں دو مومن ہیں اور دو کافر مومنین میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اور اسکندر بن فیلقوس ہیں اور دو کافر ہیں ایک نمرود ہے اور دوسرا بخت نصر ہے اور اس امت میں پانچواں سلطان ہفت اقلیم مہدی ہے جو میری اولاد سے ہو گا۔

شیخ ابو صدیق ناجی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ

---

[۱] پ ۲۶ سورہ محمد ۱۸ [۲] پ ۲۷ سورہ قمر ۵۰ [۳] پ ۱۷ سورہ الانبیاء ۱ [۴] پ ۲۷ سورہ قمر ۱ [۵] پ ۱۴ سورہ النحل ۱

علیہ وسلم نے ایک بلا کا ذکر فرمایا جو اس امت کے نصیب میں آئے گی اور وہ ایسی بلا ہو گی کہ کسی شخص کو ایسی جگہ بسر نہیں آئے گی جہاں پناہ لے سکے اور ظلم سے محفوظ رہے۔ پس حق تعالیٰ میری عترت یا میرے اہل بیت سے ایک شخص کو ظاہر فرمائے گا پس اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا جس طرح وہ ظلم سے پر تھی، تمام آسمان اور زمین کے رہنے والے اس سے راضی ہو جائیں گے۔ آسمان اپنے ہر قطرے کو باہر نکال دے گا۔ یعنی شدید بارش ہو گی۔ یہاں تک کہ زندہ لوگ مردوں کے زندہ ہو جانے کی آرزو کریں گے اس کا نام میرا نام ہو گا اور اس کے باپ کا نام میرے والد کا نام ہو گا۔ ترمذی نے اسکو روایت کیا ہے اور معناً اسکو حدیث صحیح کہا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اس قدر دراز فرمادے گا کہ سب کا والی ایک شخص میری نسل سے ہو۔ اس کے روبرو فرشتے ہوں گے وہ اپنے اسلام کو ظاہر فرمادے گا فرمایا کہ میری امت میں ایک مہدی ہے جو بعد ظہور پانچ سال یا سات سال یا نو سال زندہ رہے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مہدی میرے اہل بیت سے ہو گا اور سات برس حکومت کرے گا اور زمین انصاف سے بھر دے گا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خروج کرے گا اور قتل دجال میں وہ ان کی مدد کرے گا وہ اس امت کی امامت کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے شیخ ابن عربی نے فرمایا کہ اس بات میں احتمال ہے۔

حضرت ذریتیم نے عرض کیا کہ اکثر احادیث صحیحہ سے بہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدی عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی شخصیت ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک سے ہو گا جیسا کہ اخبار سے ظاہر ہوتا ہے لیکن ایک قول یہ ہے کہ لا مہدی الا عیسی ابن مریم (علیہما السلام) اس قول اور احادیث مذکورہ کا کس طرح تطابق کیا جا سکتا ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا یہ قول شاذ ہے اور اس قول میں تاویل کا بھی احتمال ہے یعنی لا مہدی کاملاً معصوماً الا عیسی ابن مریم (نہیں ہے کوئی کامل اور معصوم مہدی سوائے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے) اس قول کو حذف پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے یعنی لا مہدی بعد مہدی المشہور الذی ھو من اولاد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وعلی (رضی اللہ عنہ) الا عیسی ابن مریم (علیہما السلام) نہیں ہے کوئی مہدی اس مہدی مشہور کے بعد جو اولاد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولاد علی سے ہو گا سوائے عیسیٰ ابن مریم کے (اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے) اسی طرح حدیثوں میں تطبیق کی جاتی ہے اور تعارض دفعہ کیا جاتا ہے اور امام مہدی آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے آپ کے ظہور پر چالیس سال گذرے ہوں گے کہ مغرب میں قتل و غم ہوا ہو گا اور بھوک اور دشواری کا غلبہ ہوا ہو گا اور بہتیرے فتنے برپا ہوئے ہونگے اور آدمی ایک دوسرے کو کھا گئے ہوں گے۔ ان حالات کے بعد ایک مرد مغرب بعید سے خروج کرے گا جو اہل فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گا یعنی مہدی القائم آخر الزماں اور یہ قیامت کی علامات ہیں

سے پہلی علامت ہوگی۔

مولف اوراق حاجی نظام غریب یمنی عرض پرداز ہے کہ اس حدیث میں جو حضرت معاویہ سے مروی ہے ہم کوان شہروں میں دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ سب سے بڑی علامت ظہور مہدی کی یہ ہے کہ اس سال ماہ رمضان میں دو سورج گرہن ہوں گے حضور پرنور علیہ التحیۃ والثنا نے دو بار فرمایا کہ ہمارے مہدی کے لیے دو علامتیں ہیں کہ جب سے حق تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا فرمائے ہیں ان دو علامتوں کا ایک ساتھ ظہور نہیں ہوا ہے کہ رمضان کی پہلی رات میں (ینخسف القمر اوّل لیلۃ من رمضان) چاند کو گرہن لگے گا اور نصف رمضان میں سورج گرہن لگے گا۔ (ینکسف الشمس فی النصف منہ)

اشرف کہتا ہے کہ شیخ (محی الدین ابن عربی) نے فتوحات مکیہ میں فرمایا ہے :۔ اصحاب اور دشمنان امام مہدی میں ہر دو فریق ایک حملہ میں شکست نہیں کھائیں گے بلکہ ثابت رہیں گے یہاں تک کہ جھوٹا قتل کیا جائے یا بھاگ کھڑا ہو، یہ صادق اصحاب مہدی کے وزیر ہوں گے۔ کیا تم ان یاران مہدی کو نہیں دیکھتے کہ وہ تکبیر (اللہ اکبر) سے شہر روم کو فتح کریں گے اور جب وہ پہلی مرتبہ تکبیر کہیں گے تو شہر پناہ کا ۱/۳ حصہ گر پڑے گا اور ان کی دوسری تکبیر پر دوسرا ثلث یعنی ۲/۳ حصہ منہدم ہو جائے گا اور جب وہ تیسری تکبیر کہیں گے تو بقیہ تیسرا حصہ بھی منہدم ہو جائے گا تو بلا تلوار چلائے شہر فتح ہو جائے گا پس یہ سچائی کی عین دلیل ہے۔ وہ شہر مفتوحہ میں دین کو قائم کرے گا اور اسی کتاب میں ہے کہ :۔ اسلام میں تازہ روح پھونکے گا اور اس کی وجہ سے اسلام کو عزت حاصل ہوگی۔ ذلت وخواری کے بعد گویا وہ موت کے بعد پھر زندہ ہوگا وہ جزیہ کو موقوف کر دے گا اور تلوار کی زور سے لوگوں کو حق کی طرف بلائے گا، پس جو کوئی حق کا انکار کرے گا اسے قتل کر دے گا جو کوئی نزاع کرے گا اس کی مدد نہیں کرے گا وہ دین کو اس چیز سے پاک کر دے گا کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تو اس کی پاکی کا حکم فرماتے (غیر شرعی چیزوں اور امور سے دین کو پاک کر دے گا) بس کوئی مذہب خالص اسلام کے سوا باقی نہیں رہے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مہدی کا خروج یمن کے ایک گاؤں سے ہوگا جس کا نام کرعہ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) نازل ہوں گے تو روئے زمین پر امن وامان ہو جائے گا ایسا امن ہوگا کہ بھیڑیے اور بکری ساتھ ساتھ چریں گے، اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائے گا اس کے چالیس سال بعد حق تعالیٰ ان کو موت دے گا (وہ وفات پا جائیں گے) مسلمان ان کے جنازہ کی نماز ادا کریں گے اور ان کو دفن کر دیں گے۔

۱؎ خسوف (یعنی چاند گرہن) بدر کی حالت میں ہوتا ہے، ہلال یا شب اول کے چاند میں گرہن نہیں لگتا۔ یہ انہونی اسی وقت ہوگی جب ظہور مہدی ہوگا۔

اسی طرح حضرت دانیال نبی کی کتاب میں پایا گیا ہے کہ جب مہدی (علیہ السلام) وفات پا جائیں گے تو پانچ شخص (روئے زمین) کے مالک ہوں گے اور وہ سبط اکبر (یعنی امام حسن بن علی، رضی اللہ عنہم) کی اولاد سے ہوں گے۔ ان کے بعد پھر پانچ افراد سبط اصغر (حضرت حسین) کی اولاد سے مالک ہوں گے۔ اس کے بعد ان کا پچھلا وصیت کرے گا اس شخص کے حق میں جو سبط اکبر کی اولاد سے ہوگا۔ پس وہ مالک ہوگا اس کے بعد اس کا بیٹا مالک ہوگا اس طرح کل بارہ بادشاہ ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک امام مہدی ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا بعض زمانوں میں اکثر لوگوں نے یعنی بعض لوگوں نے مختلف زمانوں میں اس منصب کا دعویٰ کیا ہے لیکن وہ دلائل سے اپنے دعویٰ کو صحیح ثابت نہیں کر سکے۔ اتفاقاً اس فقیر کا گذر شہر روم میں ہوا، سب ساتھی جامع مسجد میں اترے، شہر کے اکثر علماء و فضلا مثلاً روم کے قاضی زادہ اور مخدوم زادہ مولوی حضرت شیخ ابوالفضل ارمنی ملاقات کو آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یہاں (روم میں) ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے چونکہ ہم مہدی کی علامت سے آگاہ نہیں ہیں لوگ اس کے گرویدہ اور مطیع ہوتے جا رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ احادیث شریفہ میں مہدی کی علامات موجود ہیں اور مشہور ہیں اور بہت زیادہ ہیں اُن کی طرف رجوع کرنا چاہیئے لیکن اس شخص کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ جب دوسرا جمعہ آیا وہ شخص حضرت قدوۃ الکبرا کو دیکھنے خود آیا کچھ دیر آپ نے اس پر نگاہ کر کے فرمایا اے عزیز! انسان صرف دعویٰ سے مہدی نہیں بن جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کو اس منصب پر مشرف و سربلند فرمائے گا تو اس کے آثار و نشانیاں بھی ظاہر فرما دے گا پس تم کیوں خود کو اس مصیبت میں ڈال رہے ہو؎

دلا تا بزرگی نیاری بدست | بزرگی جو تو نے نہ پائی ابھی
بجائے بزرگان نباید نشست | بزرگوں کی جا بیٹھنا مت کبھی

حضرت شیخ صدرالدین قونوی قدس سرہٗ کے زمانے میں بھی ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ کہتا تھا کہ میں مہدی ہوں حضرت شیخ موید الدین جندی سے منقول ہے کہ ایک شخص میرے مکان پر آیا جس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ مہدی ہے اور وہ مجھ سے اس کی تصدیق چاہتا تھا اور میں کہتا تھا کہ تم مہدی نہیں ہو اور جھوٹ بول رہے ہو میرے اس انکار کے باعث وہ میرا دشمن بن گیا اور ایذا رسانی کے درپئے ہوا نصرانیوں اور ملحدوں کی ایک جماعت کو میری ایذا رسانی پر مقرر کر دیا، میں نے شیخ بزرگ شیخ محی الدین ابن العربی کی روح سے پناہ طلب کی اور ان سے مدد چاہی میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ ظاہر ہوتے اور اپنے ایک ہاتھ سے اس مہدی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور دوسرے ہاتھ سے اس کے دونوں پاؤں پکڑ لیے اور مجھ سے کہا کہ میں اس کو زمین پر پٹخ دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے میرے سردار آپ کا جو حکم و فرمان ہو یہ کہہ کر حضرت شیخ واپس تشریف لے گئے میں اٹھ کر مسجد میں چلا گیا میرے پیچھے پیچھے وہ مدعی مہدویت اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ وہاں مجھے ایذا دینے کے لیے جمع تھا لیکن میں نے ان کی طرف

التفات نہیں کیا اور محراب مسجد میں اپنی نماز ادا کی اور وہ لوگ باوجود ارادہ کے میرا کچھ نہ بگاڑ سکے اور تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے بچایا اس کے بعد اس مدعی مہدویت نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہو گی جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص تمام عرب و عجم کا مالک نہیں ہو جاتے گا اس کا نام میرے نام پر ہو گا۔ (یہ حدیث ترمذی اور ابو داؤد میں حضرت ام سلمہ کی روایت سے بھی آئی ہے لیکن اس میں لفظ عجم نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کسی دوسری روایت میں یہ لفظ آیا ہو) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ:۔

"مہدی میری عترت میں اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہو گا"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد سے ہیں کشادہ پیشانی، لمبی اور اونچی ناک، میانہ قد سے بلند اور دراز قد سے کم بلند سر پیوستہ مو اگر مانگ نکلے تو وہ جدا ہوئے ورنہ نہیں اور جب آپ بالوں کو کان تک لے جائیں گے تو موئے مبارک کان کی لو تک پہنچیں گے۔ آپ کا رنگ چمکتا پیشانی کشادہ، ابرو کشیدہ فراخ غیر متصل ہو گا اور ان کے درمیان ایک رگ ہو گی جس کو جلال چمکا دیا کرے گا، آپ کی ناک بلند ہو گی اور اس کے لئے ایک نور ہو گا جو بلند ہوتا نظر آئے گا، آپ بلند سر گھنی ریش مبارک والے، سیاہ چشم، نرم رخسار، کشادہ دہن چمکتے دانت والے آگے کے دانت کی کھڑکی کھلی ہوئی سینہ کے بال باریک شکم و سینہ برابر، دونوں قدم برابر اور ہموار دونوں شانے جدا جدا تمام اعضا فربہ اور سڈول بدن بغیر لباس کے۔ روشن چمکدار ناف اور سینہ کا درمیانی حصہ پیوستہ ہو گا اور آپ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی ہو گی آپ سات برس حکومت فرمائیں گے اور انہیں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلا کا ذکر کیا جو اس امت پر نازل ہو گی ایسی کہ کوئی شخص اس کے ظلم سے پناہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ پس خداوند تعالیٰ میری عترت اور میرے اہل بیت سے ایک شخص کو ظاہر فرمائے گا (یبعث اللہ تعالیٰ رجلا من عترتی و اھل بیتی) اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا اسی طرح جس طرح وہ پہلے ظلم و جور سے پر تھی۔

پس علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ بادشاہ عادل ہے جس کو حق تعالیٰ جناب فاطمہ (علیہا السلام) کی اولاد سے پیدا کرے گا اس وقت جب کہ اس کی مشیت ہو گی اور اس کو اپنے دین کی مدد کے لیے ظاہر فرمائے گا۔ علمائے شیعہ کا خیال ہے کہ مہدی محمد بن حسن عسکری (رضی اللہ عنہ) ہیں جو دشمنوں کے خوف سے مخفی ہو گئے ہیں۔ ان کی درازئ عمر میں حضرت نوح اور حضرت خضر علیہما السلام کی درازی عمر کی طرح کوئی استحالہ نہیں ہے (اس

قدرِ طویل عمر ناممکن نہیں ہے) اس بات سے تمام دوسرے فرقوں (کے علماء) نے انکار کیا ہے اسی لیے کہ یہ دعویٰ ایک امرِ بعید ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس امت (محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسی طویل عمر پانا دستور نہیں رہا ہے بغیر کسی دلیل اور علامت کے۔ اور امام محمد بن حسن عسکری کے اس قدر اخفا کے سلسلہ میں کوئی علامت اور دلیل مذکور نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی اشارہ بھی نہیں فرمایا ہے۔ اس انکار کی وجہ یہ بھی ہے کہ امام کا اتنے دنوں تک اس طرح پوشیدہ رہنا کہ نام کے سوا کچھ بھی ان کا ذکر مذکور نہیں ایک بعید از قیاس امر ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس پوشیدگی کے ہوتے امام کی بعثت بے کار ہو جاتی ہے کیونکہ امامت سے مقصود اقامت شریعت ہے اور ظلم کو دفع کرنے والے انتظام کا قائم کرنا ہے اسی طرح کے اور امور ہیں اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو چاہیئے تھا کہ ظاہر ہو جاتے ہاں امامت کا دعویٰ نہ کرتے جیسے تمام ائمہ اہلبیت تھے تاکہ اولیاء اللہ اُن سے مدد و غلبہ حاصل کرتے اور سب لوگ نفع اٹھاتے اور یہ بات بھی ہے کہ یہ زمانہ تو اُن کے ظہور کے لئے سب سے اچھا تھا کیونکہ یقینی بات ہے کہ آپ کی نیازمندی کے لئے عورتیں، بچے اور بڑے چھوٹے بڑی جلدی کریں گے۔

ولی کو ناموزوں نہیں ہونا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ولی کو چاہیئے کہ وہ ناموزوں نہ ہو۔ حضرت نور العین نے عرض کیا کہ موزونی سے کیا مراد ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اس کے تمام افعال و حرکات پسندیدہ ہوں اور میزان شریعت و طریقت پر موزوں ہوں کہ ایک بات بھی اور ایک کام بھی صوفیہ و طائفہ علیہ کی روش اور شریعت کے خلاف نہ ہو، حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند زبانِ مبارک سے اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔"

قطعہ

سہ نشان بود ولی راز نخست آن بمعنی	ہیں ہمیشہ سے ولی کی یہی تین ہی علامت
کہ چون روئے او بہ بینی دل تو بدو گراید	کہ جو دیکھ لے تو چہرہ ترے دل میں اٹھے الفت
دوم آنکہ در مجالس چو سخن کند بمعنی	اور اگر وہ مجلسوں میں کرے وعظ اور نصیحت
ہمہ راز ہستیٔ خود بحدیث می رباید	تو کلام سن کے ہوئے تری بیخودی کی حالت
سوم آن بود بمعنی ولی اخص عالم	اور ہو خاص برگزیدہ بجناب رب وعزت
کہ ہیچ عضو او را حرکات بد نیاید	کسی عضو سے بھی اس کے نہ ہو کچھ خراب حرکت

موزوں سے یہی باتیں مراد ہیں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اشعار موزوں طریقہ پر پڑھتا ہو یا خود موزوں اشعار کہتا ہو۔ اس موقع پر حضرت شیخ مبارک نے عرض کیا کہ اہل ولایت کے کچھ مزید اوصاف کے بارے میں حضرت بیان فرمائیں ارشاد فرمایا ابو عبد اللہ سالمی سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ہم مخلوق کے درمیان اولیاء اللہ کو کس طرح پہچانیں تو انہوں نے فرمایا اولیا کی شناخت لطافت زبان، حسن اخلاق،

تازہ روئی، سخاوت نفس، قلت اغراض، ہر عذر خواہ کے عذر کو قبول کرنا اور تمام مخلوق پر شفقت خواہ وہ نیکو کار ہوں یا بدکار، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر خصوصیات اور اکثر مصطفوی اوصاف اس میں موجود ہونا چاہیئے کہ ولی ہر حال میں نبی کا تابع ہے اور الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ (ولی اپنے تابعین میں ایسا ہے جیسے پیغمبر اور نبی اپنی امت میں)

رسالہ قشیریہ میں ولی کے اوصاف حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو جواب دیا کہ میں نے رسالہ قشیریہ میں یہ پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرقہ کو رسولوں اور نبیوں (علیہم السلام) کے بعد اپنے بندوں میں ہر فضیلت بخشی ہے اور اپنے دوستوں کے زمرے میں ان کو چن لیا ہے، ان کے دلوں کو اپنے بھیدوں کی کان بنایا ہے اور امت مرحومہ میں ان کو اپنے انوار کی چمک کے لئے مخصوص فرمالیا ہے اور ان کو بشریت کی کدورتوں سے صاف کر دیا ہے اور مقامات مشاہدہ تک ان کو عروج دیا ہے کہ اسکی یکتائی کی حقیقتیں ان پر تجلّی فرمائیں اور ان کو آداب بندگی کے قائم رکھنے کی توفیق دی ہے اور احکام ربوبیت کے مقامات کا اُن کو مشاہدہ کرا دیا ہے۔

امام قشیری مزید فرماتے ہیں کہ لوگ یا تو اصحاب نقل و روایت ہیں یا ارباب عقل و فکر ہیں اور شیوخ صوفیا اس سے ترقی کر چکے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ چیزیں جو تمام لوگوں سے پوشیدہ ہیں ان پر ظاہر ہیں اور جس چیز کی معرفت مخلوق کو میسر نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے موجود ہے پس یہ حضرات (صوفیہ) اہل وصال ہیں اور عوام اور دوسرے لوگ اہل استدلال ہیں۔

شعر

لیلی بوجھك مشرق	مری شب میں تجھ سے ہے روشنی
وظلامه فی الناس سار	اور اندھیری خلق پہ چھائی ہے
والناس فی صدف الظلام	ہیں وہ ظلمتوں میں گھرے ہوئے
ونحن فی ضوء النهار	اور مجھے تو دن کی صفائی سے ہے

اتباع شریعت حضرت قدوۃ الکبرا حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند سے نقل فرماتے تھے کہ میں ایک دن خواجہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ کچھ لوگوں نے اولیاء کرام کے اوصاف کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی روش کے اعتبار سے اولیاء دو طرح کے ہیں ایک ولی عزلت دوسرے ولی عشرت، ولی عزلت کا مرتبہ مثل ندیموں کے ہے کہ جب تک وہ مقربین سلطنت کا قرب حاصل نہیں کر لیتا اس کو سلطان کے حضور میں باریابی نہیں ہوتی۔ ولی عشرت کا مرتبہ وزراء جیسا ہے کہ حضرت سلطان کا وہ نائب مناب اور خلیفہ ہوتا ہے اور ملکی تصرفات کے دروازے اس کے اوپر کھلے ہوتے ہیں وہ صاحب اختیار ہوتا ہے اور اسے مطلق العنان بنا دیا جاتا ہے (جیسا مناسب سمجھے ویسا کرے) پس ولی عشرت کا حال زوال سے محفوظ ہوتا ہے وہ جب چاہتا ہے ایک صفت سے دوسری صفت میں اور ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جاتا ہے اور باوجود اس کے کہ وہ اپنے احوال باطنی پر متصرف ہے لیکن اس کے ادب کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ اپنے احوال کو میزان شریعت پر تولتا ہے اگر اس کا حال قواعد شریعت کے مطابق ہوتا ہے تو اس پر اعتماد کرتا ہے اور اس کو ظاہر کرتا ہے اس کے برخلاف اگر ہوتا ہے تو

اس پر اعتماد نہیں کرتا۔)

اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس طائفہ کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ خلاف شریعت ایک ذراسی بات بھی (ایک ذرّہ) وہ اپنے لیے روا نہیں رکھتے ہیں بلکہ باطنی طور پر بھی کوئی ایسی بات صادر نہیں ہوتی کہ جو موجب حرمان ہو۔ وہ کبھی بھی اسرار و معارف کی بات کسی صورت میں بیان نہیں کرتے کہ محض ایک ادب کے خلاف عمل پر شیخ احمد نصیر کو ایک سال تک سُور چرانے پڑے تھے اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ احمد نصیر قدس سرہٗ کبار مشائخ سے تھے۔ یہ شیخ ابو العباس قصاب کے معاصرین میں سے تھے انہوں نے بائیس ۲۲ حج کیے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ خراسان ہی سے احرام باندھ لیتے تھے۔ ایک دن انہوں نے حرم میں صوفیہ کے اسرار و حقایق سے اصحاب طاعات کے کچھ اقوال بیان کیے، دو سو اسی مشائخ کرام اس وقت حرم میں موجود تھے ان سب نے ان سے کہا کہ آپ نے ایسی بات کیوں کہی اور پھر ان کو حرم سے نکال دیا۔ اس وقت شیخ خضری (جو ان کے مرشد تھے) اپنے گھر سے باہر آئے اور خادم سے کہا کہ وہ خراسانی جوان جو ہر سال ہمارے پاس آتا ہے اس بار اگر وہ آئے تو اس کو میرے پاس نہ آنے دینا۔

جب کچھ عرصہ بعد احمد بغداد پہنچے تو حسب معمول شیخ خضری کے دولت کدہ پر گئے تو خادم نے کہا کہ شیخ فلاں دن فلاں وقت خلوت سے باہر تشریف لائے تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اندر نہ جانے دوں شیخ احمد نے جب یہ بات سنی تو بے ہوش ہو گئے اور چند دن اسی طرح گزر گئے آخر کار ایک دن شیخ خضری باہر تشریف لائے اور شیخ احمد سے کہا کہ حرم میں تم سے جو ترکِ ادب سرزد ہوا ہے اس کی سزا یہ ہے کہ تم روم جاؤ اور ایک سال ایک دن تک سُور چراتے رہو اور رات کو وہاں ایک مقام طرطوس ہے جس کو کافروں نے مسلمانوں سے لے لیا ہے اور ویران کر دیا ہے اس جگہ صبح تک نماز پڑھا کرو اور خبردار ذرا نہ سونا ممکن ہے کہ پیروں کا دل تم کو قبول کر لے، شیخ احمد چونکہ جذبۂ صادق رکھتے تھے ان کے شیخ نے جو کچھ فرمایا اس کو قبول کر لیا اور اسی کے مطابق عمل کیا۔ اس عمل کے بعد جب شیخ احمد اپنے شیخ کے مکان پر واپس پہنچے تو خادم نے کہا کہ آج سات مرتبہ شیخ تمہاری طلب میں خلوت خانہ سے باہر تشریف لا چکے ہیں۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شیخ خضری باہر تشریف لائے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا یا احمد ولدی قرۃ عینی (اے احمد! میرے فرزند! میری آنکھوں کی ٹھنڈک) یہ سن کر احمد نے خوشی میں کہا "لبیک"۔ پھر وہ مکہ معظمہ حرم شریف گئے تو تمام پیران حرم نے ان کا استقبال کیا اور سب نے فرمایا اے ہمارے فرزند عزیز! اے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا نے بعض خلفاء کے التماس پر اولیائے معاشر کا بیان فرمایا اور ارشاد کیا کہ اولیائے معاشر وہ ہیں کہ جن کو حال بقا سے بہرہ وافر مل چکا ہے بقا باللہ کی منزل اور مقام پر پہنچ کر "وحدت در کثرت" کے مشاہدہ سے مشرف ہو چکے ہوں ان حضرات کے لیے یہ تمام عالم مجلی ہے۔

اور آئینہ حسن مقصود ہے بموجب اس ارشاد کے کہ ما رایت شیئا الا و رایت اللہ فیہ وہ کسی چیز کو نہیں دیکھتے مگر ہر چیز میں ان کو جمالِ الٰہی نظر آتا ہے۔ ہزاروں رحمتیں خدا کی خواجہ کرمانی کی روح پر ہوں کہ فرمایا ہے۔

بیت

کہ جہان صورتست و معنی دوست	ہے جہاں لفظ اُس کے معنی دوست
ور بمعنی نظر کنی ہمہ اوست	معنی کی حیثیت سے بس ہمہ اوست

بایں صورت معاشرہ سے کوئی چیز بھی ان کے لئے گراں اور ثقیل نہیں ہے بلکہ قرابت اشیاء اور جمال مقصود کے شہود کے باعث جو ان کو مرأت جہاں میں نظر آتا ہے اس لئے وہ جمال معاشرہ کے ذریعہ کمال عشرت سے متصف ہیں پھر آپ نے حضرت خواجہ کا فرمایا ہوا یہ شعر پڑھا۔

بیت

راہ بوحدت نبرد ہر کہ نشد در طلب	پائی نہ وحدت کی راہ جو نہ طلب میں ہوا
جملہ ذرات را از دل وجان از مرید	دنیا کے ہر ذرہ کا جان و دل سے مرید

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ مختلف ہیں اپنے اپنے احوال میں، بعض ان میں بے صفت اور بعض بے نشان ہیں اور بعض باصفت اور بعض صفات و نشان سے بلند و بالاتر ہوتے ہیں مثلاً بعض کو اہل معرفت یا اہل محبت یا اہل توحید سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کی نہایت ان کی بے صفتی و بے نشانی ہے کیونکہ یہی بے نشانی کشف ذات ہے جو ایک بلند مقام اور بہت ہی شریف درجہ و مرتبہ ہے۔ ہماری عبادات اور اشارات اس مرتبہ کی کنہ اور حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس گروہ کے جس کسی فرد نے بھی روش نبوی اور اتباع مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قدم اٹھایا وہ کبھی بھی اپنے مقصود کو نہ پاسکا جیسا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔

خلاف پیمبر کسی رہ گزید	خلاف پیمبر وہی ہے چلا
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید	جو منزل پہنچا نہیں چپ ہٹا
محالست سعدی کہ راہ صفا	نہو گا یہ سعدی کی راہ صفا
توان رفت جز در پئی مصطفیٰ	چلے کوئی بے سنتِ مصطفیٰ

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے یہ روایت (تقریباً ان الفاظ میں) بیان فرمائی کہ وہ فرماتے تھے کہ شیخ مجد الدین بغدادی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ انہوں نے حالتِ خواب میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور آپ کا ابن سینا کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک شخص تھا جس نے میرے واسطہ اور ذریعہ کے بغیر خدا تک پہنچنا چاہا اور میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے (وہاں تک پہنچنے سے) روک دیا یہاں تک کہ وہ نارِ جہنم میں گر گیا۔

میں نے یہ واقعہ اپنے استاد مولانا جمال الدین چلپی سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا عجیب بات ہے
اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ میں بغداد سے شام کی طرف جا رہا تھا کہ شام سے روم چلا جاؤں
جب میں شہر موصل میں پہنچا تو رات میں نے ایک مسجد میں بسر کی۔ جب میں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی
مجھ سے کہہ رہا ہے کہ وہاں نہیں جاتے جہاں کچھ فائدہ پاجاتے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ باندھے
بیٹھے ہیں اور ایک نورانی صورت والی ہستی ان کے درمیان تشریف فرما ہے ایک نور اُن کے فرقِ مبارک سے
نکل کر آسمان تک پہنچ رہا ہے ؎

شعر

زنور روئی او چون ذرہ خورشید — اسی کے نور کا خورشید ذرہ
دلی این را زوال آن نورِ جاوید — مگر اس کو فنا اور وہ ہمیشہ

وہ کچھ گفتگو فرما رہے تھے، یہ تمام حضرات توجہ کے ساتھ اسے سن رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں
سے کہا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ یہ سن کر میں آگے
بڑھا اور سلام پیش کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے بھی اس حلقہ میں بیٹھنے کی اجازت مرحمت
فرمائی جب میں بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ابن ابی سینا کے بارے میں آپؐ کا کیا ارشاد ہے؟ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا وہ ایک ایسا شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے علم کے مطابق
گمراہ کر دیا۔ پھر میں نے عرض کیا: آپؐ شہاب الدین (مقتول سہروردی) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا وہ ابی سینا کے متبعین میں سے ہے۔ میں نے خیال کیا اب چند علمائے اسلام کے بارے میں بھی دریافت
کر لوں لہٰذا میں نے دریافت کیا: آپؐ فخر الدین رازی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ وہ ایک عتاب کردہ شخص ہے، پھر میں نے عرض کیا: حجۃ الاسلام غزالی کے بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں
حضور علیہ التحیۃ والثنار نے فرمایا کہ وہ ایسا شخص ہے جس نے مقصد کو پا لیا۔ میں نے پھر عرض کیا: آپؐ امام الحرمین جوینی کے
بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے میرے دین کی مدد کی ہے،
میں نے پھر دریافت کیا ابوالحسن اشعری کے بارے میں آپؐ کا کیا ارشاد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا
قول ہے اور میرا قول سچا ہے کہ ایمان وحکمت یمن میں ہے۔ یہ میں دریافت کر رہا تھا کہ میرے قریب بیٹھے ہوئے کسی
شخص نے کہا کہ یہ کیا سوالات کر رہے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرو۔ تاکہ تم کو اس سے کچھ فائدہ
پہنچے، یہ سن کر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے کوئی دعا سکھائیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہو:۔ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيَّ حَتّٰى اَتُوْبَ وَاعْصِمْنِيْ حَتّٰى لَا اَعُوْدَ وَحَبِّبْ اِلَيَّ الطَّاعَاتِ وَكَرِّهْ
اِلَيَّ الْخَطِيْئَاتِ۔ بارالٰہا! میری طرف رجوع فرما تاکہ میں توبہ کروں اور مجھے محفوظ رکھ تاکہ میں پھر گناہ نہ کروں اور میرے
لئے طاعتوں کو محبوب بنا دے اور میرے دل کے لئے گناہوں کو ناپسندیدہ بنا دے) یہ دُعا بتانے کے بعد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ارض روم جا رہا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا الروم ما دخله المعصوم (روم! اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا) اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس مسجد میں ایک حجرہ تھا شیخ مولانا موفق الدین کواشی وہاں فروکش تھے۔ شیخ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے میں ان کی ملاقات کے لیے پہنچا۔ انہوں نے دریافت کیا کون ہو؟ میں نے عرض کیا جمال الدین ہوں۔ فرمایا کہاں سے آنا ہوا؟ میں نے کہا بغداد سے! پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا ارض روم۔ فرمایا روم جا رہے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! تو فرمایا الروم ما دخله المعصوم (یہ بعینہ وہ الفاظ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمائے تھے) یہ سُن کر مجھے بہت تعجب ہوا اور میں ان کے دامن سے لپٹ گیا اور میں نے عرض کیا کہ آپ بھی کل رات کی مجلس میں موجود تھے فرمانے لگے دعنی، دعنی مجھے چھوڑو۔ مجھے چھوڑو۔ چنانچہ میں نے ان کا دامن چھوڑ دیا اور وہاں سے واپس چلا آیا اور ارض روم نہیں گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اولیا بارگاہ الٰہی کے ندیم اور وزیر ہیں اور وہ خداوند تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں ان سے خوارق کا کبھی کبھار جو اظہار ہوتا ہے وہ بھی مشیت الٰہی کے مطابق ہوتا ہے وہ اپنی مراد سے کوئی تصرف نہیں کرتے (واگر نہ اصلا در ظہور مراد خود قیام نمی نمایند) جس قدر اظہار خوارق کا خیال ان میں قوی ہوتا ہے اسی قدر ان کے مراتب میں نقصان سرایت کرتا ہے۔ ان کے پیش نظر ہر وقت یہ بات رہتی ہے کہ ما صنع الله فهو خير (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ بہتر ہی ہے) یہ حضرات ما ظهر فی الوجود فهو خير محض (جو کچھ ظہور میں آیا ہے وہ محض خیر ہے) میں اس طرح مشغول و مستغرق رہتے ہیں کہ وہ کبھی یہ نہیں کہتے کہ یوں ہونا یا یہ ہونا چاہیئے خواہ اس میں تمام عالم کی خیر اور بھلائی ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً وبا کا پیدا ہونا کہ بظاہر وہ ایک بری چیز ہے اور ہر شخص کو لازم ہے کہ اس کے قہر سے نکلنے اور اس کے لطف کی پناہ میں آنے کی درخواست کرے اور وبا کے دفع ہونے کی دعا کرے لیکن اولیائے کاملین مراد خداوندی کو قبول کرتے ہیں اور کبھی یہ نہیں کہتے کہ وبا برطرف ہو جائے یا نہ ہو (وبا دور ہو جاتے یا وبا نہ ہو)۔

مصرعہ

ترک کام خود گرفتن تا بر آید کام دوست — چھوڑنا اپنی رضا تا دوست کی مرضی رہے

مشیت الٰہی پر اعتراض کی سزا

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً ان الفاظ میں) فرمایا کہ میں نے طبقات الصوفیہ میں دیکھا ہے کہ شیخ ابوالحسن نے جو شیخ احمد سید کبیر کے بھانجے تھے کہا کہ ایک روز میں اپنے ماموں (سید احمد کبیر) کی خلوت گاہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ان کے پاس کسی شخص سے باتیں کرنے کی آواز سنی۔ اس شخص کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بہت دیر تک یہ دونوں حضرات باہم گفتگو کرتے رہے، جب بات چیت ختم ہوگئی تو وہ شخص اس دیوار کے روزن سے نکل گیا جو شیخ کی خلوت گاہ میں

تھا۔ اور بجلی کی طرح ہوا میں غائب ہو گیا۔ میں شیخ کے سامنے گیا اور میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں! انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ شخص اور وہ عظیم ہستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سمندر کی حفاظت اور نگرانی پر مقرر فرمایا ہے یہ رجال اربعہ میں سے ایک ہیں تین روز سے یہ مہجور و معتوب ہیں لیکن خود ان کو اس کی خبر نہیں ہے۔ یہ سن کر میں نے سید احمد کبیر سے عرض کیا کہ اے میرے شیخ! ان کی معزولی کا باعث کیا ہے؟ کس سبب سے یہ مہجور ہیں! شیخ نے فرمایا کہ بحر محیط کے ایک جزیرہ میں ان کا قیام ہے۔ اس جزیرہ میں مسلسل تین روز تک بارش ہوتی رہی تو ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش یہ بارش آبادی میں ہوئی ہوتی۔ اس کے بعد وہ کچھ سمجھے کہ میرا یہ خیال ایک اعتراض ہے تو انہوں نے توبہ و استغفار کی۔ پس وہ اس اعتراض سے مہجور ہیں میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ان کو اس مہجوری سے آگاہ کر دیا ہے تو انہوں نے کہا نہیں۔ مجھے اُن سے یہ بات کہتے ہوئے شرم آئی تب میں نے عرض کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں ان کو اس مہجوری سے آگاہ کر دوں۔ شیخ نے فرمایا تم ایسا کر سکو گے میں نے کہا جی ہاں! یہ سن کر مجھ سے فرمایا سر جھکا لو میں نے تعمیل کی میرے کان میں آواز آئی کہ اے علی اب اپنا سر اٹھا لو میں نے سر اٹھایا تو اپنے آپ کو بحر محیط کے ایک جزیرہ میں پایا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اٹھ کر تھوڑی دور چلا کہ مجھے وہ صاحب (جن کی مہجوری کا ذکر ہو چکا ہے) مجھے نظر آئے میں نے ان کو سلام کیا اور پھر وہ تمام قصہ ان سے بیان کیا۔ سن کر انہوں نے مجھے قسم دی کہ جیسا میں کہوں تم ویسا ہی کرو۔ میں نے کہا کہ جو آپ کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا انہوں نے کہا کہ میرا خرقہ اتار کر میری گردن میں ڈال دو اور مجھے زمین پر گھسیٹو اور یہ آواز لگاؤ کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جس نے کار خداوندی پر اعتراض کیا تھا چنانچہ میں نے حسب وعدہ ان کی گردن میں ان کا خرقہ ڈال کر چاہا کہ ان کو گھسیٹوں کہ ہاتف غیبی نے پکارا اے علی! ان کو چھوڑ دو کہ زمین اور آسمان کے فرشتے ان کے اس حال پر گریہ و زاری کر رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ہے۔ یہ آواز سنتے ہی میں بیخود و مدہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو وہاں موجود پایا جہاں پہلے تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس جزیرے میں کس طرح پہنچا اور کس طرح وہاں سے واپس آیا۔

اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ شیخ ابوالسعود نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ پندرہ سال ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی مملکت پر تصرف عطا فرما دیا ہے لیکن آج تک میں نے تصرف نہیں کیا شیخ ابن قاعد نے ایک دن اُن سے عرض کیا کہ آپ تصرف کیوں نہیں فرماتے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تصرف کو خداوند تعالیٰ کے حوالہ کر دیا ہے وہ جس طرح چاہے تصرف فرمائے وہ مالک ہے جس طرح چاہتا ہے اپنے ملک میں تصرف فرماتا ہے ؎

ہر چہ خواہد می کند پروردگار   بندہ را در کار مولیٰ نیست کار

جیسی مرضی ہو کرے پروردگار　　اس کے کاموں میں نہیں بندہ کا کار

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے اولیاء باہم وگراللہ تعالیٰ کے کاموں کے ماہر اور اس کے رازوں کے جاننے والے ہیں ایک معمولی سا حکم بھی جو عالم بالا سے عالم سفلی میں نازل ہوتا ہے ایک ذراسی دیر میں (طرفۃ العین میں) ایک سے دوسرے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آج فلاں شخص کے سلسلہ میں عتاب نازل ہوا ہے یا حق تعالیٰ کی جانب سے فلاں شخص کو خطاب مرحمت کیا گیا ہے (اظہار خوشنودی فرمایا گیا ہے) اس بات کا اہل ہر شخص نہیں ہوتا۔

شب قدر کی برکات سے مشرف ہونا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ رمضان المبارک ۸۲ھ کی ۲۷ تاریخ کی شب کچھوچھہ شریف میں تمام ساتھیوں کو میں نے شب قدر کی برکات سے مشرف کیا چنانچہ حضرت نورالعین، حضرت دُرِّ یتیم، حضرت شیخ رکن الدین شاہباز، شیخ اصیل الدین سفید باز شیخ جمیل الدین جرہ باز، قاضی رفیع الدین اودھی، شیخ شمس الدین اودھی، شیخ عارف اور شیخ معروف اور کچھ قلندر جو زیور تجرد سے آراستہ اور خوبی و یکتائی سے پیراستہ تھے اور ملک محمود جو نہایت خالص و مخلص مرید با اعتقاد تھے اور بہت سے خدام بارگاہ اور مصاحبین درگاہ اس خصوصیت سے مشرف ہوئے اور جس وقت اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے فرشتے اترتے ہیں اور رحمٰن کے عنایات نازل ہوتے ہیں ہاتف غیبی نے لاکھوں تعظیم و تکریم کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف سے ندا دی کہ اشرف میرا محبوب ہے ؎

قطعہ

ہاتف غیبی کہ ز حکم الٰہ	ہاتف غیبی نے بحکم خدا
کرد ندا در حرم خانقاہ	دی حرم پاک میں آکر ندا
کای شرف عالم بہر تراست	ہے شرف دو جہاں حصہ ترا
گفت خدا اشرف محبوب ماست	بولا خدا پیارا ہے اشرف مرا
ہر یک از اصحاب بدین مژدہ	جبکہ احباب نے یہ مژدہ سنا
کرد چو گلزار ز جان خندہ	جو تھا وہاں گل کی طرح کھل گیا

سب اس مژدۂ جانفزا کو سن کر اور اس اشارتِ دلکشا سے آگاہ ہو کر دونوں جہاں کی خوشیوں سے مالا مال ہوئے اور ان کی زبان حال یہ ترانہ سرائی کر رہی تھی ؎

بدین مژدہ گر جان فشانم رواست	ہے قربان جان اس خوشی پر مری
کہ این مژدہ آسائش جانِ ماست	کہ اس مژدہ سے راحتِ جاں ملی

حضرت کا طریقہ اور عادت معہودہ تھی کہ آپ صبح کی نماز مکہ معظمہ میں ادا فرمایا کرتے تھے، اس روز بھی نماز فجر مکہ معظمہ میں ادا فرمانے کے لیے تشریف لے گئے اور پوری شرائط کے ساتھ وہاں نماز ادا فرمائی۔ حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی نے (جو اصحاب حرم کے قبلہ اور ارباب کرم کے پیشوا تھے،

جیسے ہی آپ کو وہاں دیکھا (اور آپ کے چہرے پر نظر پڑی) تو فرمایا اے محبوب یزدانی آؤ۔ آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خطاب اشرف سمنانی کو مبارک ہو۔ یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے تعظیم کے لیے اپنے سر کو جھکا دیا۔ حضرت شیخ نجم الدین نے بہت تکریم و تحریم کے ساتھ آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ (آپ سے بغل گیر ہوئے) اس وقت حرم میں تقریباً پانچ سو مشائخ موجود تھے، ہر ایک پر اس حال سے ایک عجیب و غریب کیفیت طاری ہوئی اور ہر ایک پر عجیب وجد کا عالم طاری ہوا۔ ان سب حضرات نے حضرت قدوۃ الکبرا کو مبارک باد پیش کی۔ جو کوئی بھی حضرت قدوۃ الکبرا کو دیکھتا وہ اسی خطاب (محبوب یزدانی) سے آپ کو مخاطب کرتا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا لقب محی الدین کیوں ہوا،

حضرت دُرِّ یتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو محی الدین کے خطاب سے مخاطب کرتے ہیں اس کا واقعہ کیا ہے۔ (آپ کا یہ خطاب کس طرح پڑا) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بغداد میں میں نے حضرت غوث الثقلین کے صاحب زادگان سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس بارے میں حضرت غوث الثقلین نے ہم سے فرمایا تھا جمعہ کا دن تھا، میں بغداد کے اطراف سے سیاحت کر کے واپس آ رہا تھا میں برہنہ پا تھا، میرا گزر ایک بیمار پر ہوا جس کا رنگ بدلا ہوا اور بدن کمزور تھا اس نے مجھے سلام کیا (السلام علیک یا عبدالقادر) میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اس نے کہا کہ آپ میرے قریب آئیے۔ میں اس کے قریب پہنچا، اس نے کہا کہ آپ مجھے پکڑ کر بٹھا دیجیے۔ چنانچہ اس کو میں نے پکڑ کر بٹھا دیا۔ فوراً اس کا جسم تر و تازہ ہو گیا۔ رنگ بھی نکھر گیا اور خوبصورت نظر آنے لگا۔ چہرے پر تازگی آ گئی۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ دین اسلام ہوں۔ آپ نے پہلے مجھے جس حال میں دیکھا تھا میری حالت ویسی ہی ہو گئی تھی، مجھے خداوند تعالیٰ نے اب آپ کے ذریعہ سے زندہ کیا ہے۔ انت محی الدین تم محی الدین ہو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا (پھر میں اس کے پاس سے چلا آیا) اور جامع مسجد پہنچا۔ وہاں ایک شخص میرے سامنے آیا اور اس نے میری جوتیاں میرے پاؤں کے سامنے لا کر رکھ دیں اور مجھ سے کہا یا شیخ محی الدین۔ جب میں صبح کی نماز سے فارغ ہوا تو ہر طرف سے لوگ میرے پاس آ کر جمع ہو گئے اور انہوں نے میرے ہاتھ چومے اور پابوسی کی اور وہ یا شیخ محی الدین یا شیخ محی الدین کہہ رہے تھے، اس سے قبل مجھے کسی نے اس لقب سے نہیں پکارا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک عزیز سے یہ بات نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اولیاء کی معراج ظاہری بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی۔ معراج معنوی دو طرح کی ہوتی ہے ان میں سے ایک تو صفات ذمیمہ کی پستی سے نکل کر صفات محمودہ کی بلندی پر پہنچنا اور دوسرے ماسوا اللہ سے قطع تعلق کر کے اللہ سے لو لگانا۔ اگر بعض اولیاء اللہ کو بحیثیت ظاہری عروج مکانی بھی حاصل ہو تو کچھ تعجب نہیں ہے کہ اس طائفہ مقدسہ سے بہت سے خلاف عادات

امور ظاہر ہوتے ہیں۔

بعض اولیاء اللہ شہرت کو پسند نہیں کرتے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض اولیاء اللہ شہرت کو پسند نہیں فرماتے کہ الشہرت آفۃ والخمولۃ راحۃ (شہرت آفت ہے اور گمنامی راحت ہے) اور ان حضرات نے اپنے احوال کو غیروں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی ان کے بھید دل سے واقف نہیں ہوتے، ایک دن میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ نے کسی ایسے ولی اللہ کو بھی دیکھا ہے جن کا مرتبہ آپ سے زیادہ بلند ہو۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں ایک بار میں مدینہ منورہ میں مسجد الرسول میں پہنچا وہاں میں نے دیکھا کہ شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہیں اور ان کے چاروں طرف بہت سے لوگ ہیں، اور وہ حدیث شریف پڑھ رہے ہیں اور تمام لوگ ادب سے سن رہے ہیں۔ اس مسجد کے ایک گوشہ میں ایک نوجوان کو میں نے بیٹھا دیکھا۔ وہ سربزانو تھا۔ میں نے اس نوجوان سے کہا اے نوجوان کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ سب لوگ شیخ عبدالرزاق سے حدیث شریف سن رہے ہیں تم ان کے پاس بیٹھ کر کیوں نہیں سنتے اور یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ اس نوجوان نے نہ سر اٹھایا اور نہ میری طرف دیکھا لیکن مجھے جواب دیا کہ وہاں تو لوگ شیخ عبدالرزاق سے سن رہے ہیں اور میں یہاں رزاق سے سن رہا ہوں نہ کہ اس کے بندہ سے، میں نے کہا اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ بتاؤ میں کون ہوں؟ یہ سن کر اس نوجوان نے سر کو اٹھایا اور کہا کہ اگر میری فراست ٹھیک ہے تو تم حضرت خضر (علیہ السلام) ہو، تب مجھے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا اور ان کے بلند درجے کو میں نہیں جانتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ کی دو قسم ہے کچھ لوگ تو گریبان محبوبیت سے سر کو بلند فرماتے ہیں اور کچھ لوگ آستین محبیت میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور اس مرتبہ کو جبکہ جانبین کی کشش سے جو محبت ومحبوبیت کے درمیان ہے ٹھیک برابر وسط میں واقع ہو تو اصطلاح صوفیہ میں منازلہ کہتے ہیں جانبین سے جو کچھ حصول ہوتا ہے وہ اس درمیانی درجہ میں وصول ہوتا ہے پیغام محب کی طرف ہو یا محبوب کی طرف سے وسط میں اس کی اطلاع پہنچ جاتی ہے چنانچہ حضرت عبدالرزاق کاشی سے جو حضرت شیخ قونوی کے پیر تھے نقل فرماتے تھے کہ منازلہ دو جانب کو چاہتا ہے اور وہ دو کے درمیان نزول کی نسبت ہے کہ ہر ایک دوسرے کا طالب ہے اور ہر ایک دوسرے پر نزول کرتا ہے اور یہ نزول بندہ کے حق میں درحقیقت عروج ہے اور ہم لوگوں نے اس کو نزول اس لئے کہا ہے کہ بندہ اس عروج سے دربار حق میں نزول چاہتا ہے اور جب وہ مرتبہ التقاء وسط میں واقع نہ ہو تو جدھر نزدیک ہو گا اُس جانب والا محبوبیت میں مقدم ہوگا اور محبیت میں موخر ہو گا۔ مثلاً اگر جانب حق تعالیٰ زیادہ قریب ہو تو اس قرب کو جب بندہ کی طرف نسبت کریں گے تو تدانی کہیں گے اور اگر مثلاً بندہ سے زیادہ قرب ہو تو اس قرب کو جب حق تعالیٰ کی طرف منسوب کریں گے تو تدانی کہیں گے، چنانچہ اس کی شرح لطیفہ اصطلاح میں لفظ منازلہ کے ضمن میں مذکور ہو گی۔

لطیفہ ۳

معرفتِ عارف و متعرف و جاہل

(دربیان معرفتِ عارف و متعرف و جاہل)

قال الاشرف:

المعرفة هی رویة الحق فی مراتب الظهور من الافعال والصفات والذوات ووصف من حیث الصدور۔

ترجمہ:۔ اشرف (قدوۃ الکبرا) کہتا ہے کہ معرفت یہ ہے کہ حق کا مشاہدہ کیا جائے افعال وصفات وذوات اور وصف کے مراتب الظہور میں باعتبار صدور کے۔

اس موقع پر حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمتِ گرامی میں عرض کیا کہ اہل معرفت وارباب کشف کا انتہائی درجہ حضور بیان فرما دیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ معرفت سے مراد معلوم مجمل کا صورت تفصیل میں جاننا ہے مثلاً علم نحو یہ بتاتا ہے کہ فلاں عامل لفظی اور معنوی طور پر کیا عمل کرتا ہے، یہ جاننا گویا علم نحو کا بر سبیل اجمال جاننا ہے پھر ہر عامل کا تفصیلاً جاننا عبارت عربیہ کو بے توقف و تکلف پڑھنے کے وقت اور عامل کا اس کے موقع پر استعمال کرنا یہ معرفتِ نحو ہے اور دوبارہ جاننے میں فکر اور تکلف سے کام لینا یہ تعرفِ نحو ہے اور جاننے کے باوجود اس سے غفلت کرنا یہ سہو وخطا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی معرفت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کو تفصیلی صورتوں اور نئے نئے واقعوں میں دوبارہ پہچاننا بعد اس کے کہ اجمالی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ موجودِ حقیقی اور فاعلِ مطلق اسی کی ذاتِ پاک ہے اور جب تک توحید کا اجمالی علم نہ ہو تفصیلی مشاہدہ نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا موحد تفصیلی صورتوں میں اور احوالِ متحدہ و متضاد کے وقوع میں جیسے نفع ونقصان، عطا ومنع میں قبض وبسط میں یا نقصان پہنچانے، نفع پہنچانے والے، معطی ومانع کی صورت میں قابض وباسط کے حال میں صرف حق سبحانہٗ تعالیٰ کو سمجھتا بوجھتا ہے بغیر کسی توقف وتکلف کے اور ایسے عارف کہتے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ عارف ایک آئینہ ہے جس میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں ظاہر ہوتا اور اگر پہلی دفعہ اس سے غافل ہو گیا اور پھر جلد اس خیال پر آ گیا اور درمیانی چیزوں کی صورتوں میں فاعل مطلق کو پہچاننے لگا اس کو متعرف کہتے ہیں عارف نہیں کہتے اور اگر اللہ تعالیٰ سے بالکل ہی غافل ہوا اور افعال کی تاثیروں کو وسائط کے حوالہ کرے اسے بھولا بھٹکا اور مشرکِ خفی کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی توحید پر تقریر کر رہا ہے اور اپنے کو دریائے توحید میں مستغرق ظاہر کرتا ہے اور کوئی دوسرا انکار کر کے اعتراض کرے اور کہے کہ اس کی باتیں وجد وحالت سے خالی ہیں بلکہ غور وفکر کا نتیجہ ہیں تو فوراً وہ رنجیدہ

ہو جاتا ہے اور غصہ دکھاتا ہے اور اس کی خبر نہیں رکھتا کہ یہ رنج منکر کے قول کا عین مصداق ہے کہ وہ : جد اور حالت سے خالی ہے۔ فوراً فرمایا ؎

بہر تقدیر گویا ہست دلدار	ہر اک تقریر میں گویا ہے دلدار
اگر اقرار باشد خواہ انکار	اگر اقرار ہو یا خواہ انکار

ورنہ اس انکار کی صورت میں فاعل مطلق کو پہچان لیتا تو منکر پر غصہ نہ کرتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی (قدس سرہٗ) سے عارفوں کے مراتب کے سلسلہ میں دنشا حت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ صاحب فصوص الحکم کے ارشادات میں آیا ہے یعنی صاحب فصوص فرماتے ہیں عارفین کے کئی طبقات ہیں بعض ان میں سے وہ لوگ ہیں جو باری تعالیٰ کی معرفت بذریعہ عقل حاصل کرتے ہیں اور اس کے وجود پر استدلالِ عقلی پیش کرتے ہیں یعنی اثر و فعل و موجودات کو دیکھ کر موثر و فاعل و موجد پر دلیل لاتے ہیں اور بعض ان میں سے وہ حضرات ہیں جو حق کو حق سے پہچانتے ہیں جیسا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے :۔ عرفت ربی بربی (میں نے اپنے رب کی معرفت رب کے ذریعہ سے حاصل کی) اور عرفان حق کو حق سے حاصل کرنا ایسا ہے جیسے آفتاب کو آفتاب سے پہچاننا۔ اور حق کی تلاش عقل سے کرنا ایسا ہے جیسے آفتاب کے طلوع کو چراغ سے پہچاننا کہ جب صبح ہوئی چراغ دھیما پڑ گیا جیسا کہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے حضرت کیل سے کہ چراغ بجھا دو کیونکہ صبح ہو گئی اور معرفت تو کشف کے بعد ہوتی ہے اور علم کشف سے پہلے اور اس کے بعد بھی ہوتا ہے اور عارف وہ ہے جو اشیاء میں مشاہدہ حق کرے وہ اشیاء ظہور جمال و تجلیات جلال حق کی آئینہ ہیں۔ چنانچہ بعض ارباب کشف کا قول ہے کہ میں نے جس چیز کو دیکھا اس میں اللہ کو دیکھا تو میں نے اس کی معرفت حاصل کر لی۔ حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ کا قول ہے کہ میں نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا اور ما سوی اللہ کو اس کے نور کے ذریعہ سے جانا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف کو چاہیئے کہ تمام مظاہر کائنات اور موجودات میں انوار الٰہی کا مشاہدہ کرے، اگر کوئی نفع پہنچے تو سمجھ لے کہ اس میں اسم "النافع" کی تجلی جلوہ گر ہے جو مجھے نفع پہنچا رہی ہے اور اس پر شکر ادا کرے اور اگر نقصان کا ظہور پایا جائے تو یہ جانے کہ اسم "الضار" کی تجلی اس میں جلوہ گر ہے اور مجھے صرف ضرر میں ڈالتی ہے اگرچہ بظاہر نقصان پہنچ رہا ہے حالانکہ بالحقیقا نفع ہی نفع ہے ؎

شعر

اگر دارو ئی تلخ آرد طبیب	جو کڑوی دوا بھی پلائے طبیب
بخور کاندرو ہست نفع عزیب	تو پی لے کہ ہے نفع میں وہ عجیب

مطابق حالی حکایت

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا حضرت شیخ نظام الحق والدین کا ایک مرید کسی ایسے گاؤں میں جہاں سے دہلی صرف دو منزل تھا، رہتا تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء کے ارشاد کے مطابق اسی گاؤں میں ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہ کر منازل سلوک کو طے کر رہا تھا اتفاقاً راہ سلوک

میں اس کو وقفہ پیش آگیا اس نے اس وقفہ کو دور کرنے کے لیے بہت کچھ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا، آخر کار حضرت پیر و مرشد سے رجوع کیا کہ اس کی دست گیری فرمائیں، حضرت تو ایک طبیب حاذق تھے آپ نے اس کے درد کا مداوا کر دیا اور وہ وقفہ ختم ہو گیا۔ خوش خوش وہ اپنے مقام پر واپس آیا اور پھر اپنے اشغال اوراد میں حسب سابق مصروف ہو گیا اور بہت جلد منازلِ سلوک کو طے کرنے لگا۔ ایک مدت کے بعد وہ پھر ایک حجاب سے دوچار ہوا اس کے حصولِ مقصود میں پھر رکاوٹ پیدا ہو گئی اور اس کے حال کا آئینہ زنگ آلود ہو گیا۔ وہ پھر ضرورتاً آپ کی خدمت کی طرف رجوع ہوا کہ کہا گیا ہے کہ بیمار طبیب کی خدمت میں پہنچا ہے سے

غزل

دردمندی میرود سوئے طبیب	جاتا ہر بیمار ہے سوئے طبیب
خانۂ جواد می پرسد غریب	پوچھتا گھر ہے سخی کا ہر غریب
ہرکسی را چشم کو رست میرود	آنکھ سے معذور جاتا ہے وہاں
ہرکسی کو دارد از کحل عجیب	جس جگہ پاتا ہے وہ کحل عجیب
دردمندی راکہ می باید دوا	جسکو حاجت ہو دوا کی اسکو کاش
باید اورا شربت اشرف نصیب	شربت دیدار اشرف ہو نصیب
بردرش چون کعبۂ مقصود ماست	اُن کا در جو کعبۂ مقصود ہے
خاک بوسد ہرکہ او باشد لبیب	چومتا ہے ہر عقیل و ہر لبیب
جوہری باید کہ داند جوہرت	قدر جوہر جانتا ہے جوہری
اشرف عالم نجیب است و نجیب	اشرف عالم ہیں اشرف اور نجیب

چنانچہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچا اور اپنے درد و الم کا اظہار کیا۔ آپ نے اپنی حذاقت کے بموجب اس کے مناسب حال اس کا تدارک فرمایا۔ مرید نے ہر چند کوشش کی لیکن اس مرتبہ مقصود حاصل نہیں ہوا، حضرت سلطان المشائخ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ اس کا درد دوا پذیر نہیں ہے تو آپ نے مرید سے فرمایا کہ اب تدبیر صرف یہ ہے کہ صبر کرو اور اس وقت تک انتظار کرو کہ مفتح الابواب اپنی رحمت اور کرم کا دروازہ تم پر کھولے۔ بےچارے نامراد مرید نے مایوس ہو کر اپنے گھر کی راہ لی، راستہ میں ایک گاؤں تھا وہاں ٹھہر گیا۔ ایک مسجد میں آیا اس مسجد کی چھت پر چند نوجوان بیٹھے خربوزے کھا رہے تھے، انہوں نے جب اس نوجوان صوفی کو دیکھا تو از راہ تمسخر اس پر خربوزے کے چھلکے پھینکنے لگے، جتنی بار اس پر چھلکے پھینکے جاتے کچھ نہ کچھ اس کی عقدہ کشائی ہو جاتی، یہاں تک کہ اس کی تمام دشواریاں جو اُسے درپیش تھیں اور جو رکاوٹیں راہ سلوک کے طے کرنے میں سامنے آگئی تھیں سب کی سب دور ہو گئیں اور پھر کوئی عقدہ باقی نہیں رہا وہ اس عقدہ کشائی پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا

لایا دیہ نتیجہ تھا اس صبر کا جوان نوجوانوں کے تمسخر پر اس نے کیا۔ اس کے راہ کی رکاوٹیں دور ہوگئیں)
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کوئی عارف اسم "القہار" کی تجلی کے محل میں آجاتے تو اس کو چاہیے کہ وہ فوراً اسم "الحفیظ" یا اسم اللطیف کی تجلی کی پناہ میں آجائے لیکن یہ خیال رکھے کہ اگر وہ یہ دیکھے کہ حق تعالیٰ اسم "القہار" کی تجلی میں جلوہ فرما ہے تو پھر ایسا نہ کرے (پناہ طلبی میں دلیری نہ کرے) اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ عبداللہ بلبانی کا ایک مرید آپ کے فرمانے کے بموجب کسی کوہستانی علاقہ میں ریاضت میں مصروف تھا۔ ایک دن ایک کالا سانپ اس کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے سانپ کو پکڑنا چاہا مگر سانپ نے اس کو ڈس لیا اور اس کا تمام جسم سوج گیا۔ اس نے اپنے شیخ کے پاس یہ خبر بھیجی کچھ لوگ اس کے پاس آئے اور شیخ کے پاس لے گئے۔ شیخ نے مرید سے کہا کہ تو نے سانپ کو کیوں پکڑا جو اس نے تجھے ڈس لیا۔ مرید نے کہا اے شیخ آپ نے فرمایا تھا کہ غیر خدا کچھ نہیں ہے میں نے اس سانپ کو غیر خدا نہیں سمجھا اور اسی سبب سے اسے پکڑنے کی جرأت کی۔ شیخ نے کہا کہ جب خداوند تعالیٰ تجھ کو لباس قہر میں نظر آئے تو اس وقت بچنا چاہیئے اور اس کے پاس مت جا اور اگر ایسا کرے گا تو یہی حال ہوگا جو اس وقت ہوا ہے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھ دیا اور اس کو اٹھا کر بٹھایا اور فرمایا کہ آئندہ ایسی گستاخی نہ کرنا تاوقتیکہ اس کے جلال و جمال کی تجلی کو اچھی طرح نہ پہچان لو۔ اس کے بعد شیخ نے دعا پڑھی جس کی برکت سے چڑھی ہوئی تمام سوجن دور ہوگئی۔ شفا پاکر وہ اپنے مقام پر لوٹ آیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس ضمن میں فرمایا کہ یہی سبب ہے کہ صوفیہ عظام اور عارفین متقدمین نے خواجہ منصور (حلاج) کے کمال حال میں کچھ نقصان اور کمی بتائی ہے۔ اسی لیے کہ انہوں نے رعایت شریعت کا لحاظ نہیں رکھا تھا اور اسم "القہار" کی تجلی سے اسم "اللطیف" کی تجلی کی پناہ میں نہیں آئے اسی لیے کہ وہ اولیائے کاملین اور اصفیائے صادقین جو "فنا ء الفنا" کی صفت سے موصوف اور عرفان حقایق و دقائق میں معروف و مشہور گزرے ہیں وہ اپنے احوال ذکیہ اور مقامات اعلیٰ پر ہمیشہ غالب رہے ہیں (مغلوب نہیں ہوئے) اس موقع پر حضرت نے شیخ عبداللہ بلبانی قدس سرہٗ سے مروی یہ حکایت بیان فرمائی کہ وہ فرماتے تھے کہ شیخ عبداللہ کی حضرت شیخ زاہد ابوبکر سے (جو ایک صاحب کشف کامل اور معارف آگاہ تھے) بڑی بے تکلفی تھی اور ان سے اکثر ظریفانہ انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے چنانچہ شیخ عبداللہ کا بیان ہے کہ:۔

شیخ منصور کی ناکامی

ایک دن میں شیخ زاہد ابوبکر کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تم کہاں تھے اور کیا لائے ہو۔ میں نے تواضع اختیار کی اور خاموش رہا اور کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے گھر سے آرہا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا اے مردک! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا میں غیر خدا نہیں ہوں (گفتم من غیر ز انیستم)۔ شیخ زاہد نے

فرمایا کہ تم نے پھر منصور کی بات کہہ دی ۔ میں نے کہا کہ میں ایک آہ سے صد ہزار منصور پیدا کر سکتا ہوں۔ جیسے ہی میں نے یہ بات کہی انہوں نے اپنا عصا میرے مارنے کے لیے اٹھایا میں نے اپنی جگہ سے جست لگائی اور عصا کی زد سے نکل گیا۔ شیخ زاہد نے مجھے ایک موٹی سی گالی دی اور فرمایا کہ منصور کو سولی پر چڑھا دیا گیا اور وہ نہیں بھاگا اور تو صرف عصا کی ضرب سے ڈر کر بھاگ گیا میں نے کہا وہ منصور کی ناتمامی اور خامی تھی اگر پختہ اور کامل ہوتے تو بھاگ جاتے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک دونوں باتیں ایک ہی ہیں. جب میں نے یہ بات کہی تو شیخ زاہد نے فرمایا کہ تو گھاس کھا گیا ہے. میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے گھاس کھائی ہے لیکن حقیقت کے سبزہ زار سے کھائی ہے ۔ یہ سنکر انہوں نے فرمایا کہ بہت اچھی طرح کھائی ہے اور خوب کھائی ہے آؤ میرے سجادہ پر بیٹھو اور اس سجادہ کی حفاظت کرو، میں نے تعمیل کی، پھر شیخ زاہد نے فرمایا کہ تم نے منصور کے بارے میں یہ کہا کہ ان کا دار پر چڑھنا اور نہ بھاگنا ان کی خامی اور ناتمامی کے سبب تھا، اس پر کوئی دلیل بھی ہے ؟ (کس دلیل کی بنیاد پر یہ بات کہی) میں نے کہا دلیل یہ ہے کہ جو سوار اپنی شہسواری کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی اس کا گھوڑا بدک جائے اور باگ ہاتھ سے نکل جائے تو اگر ایسے موقع پر وہ گھوڑے کے سر کو پکڑ کر اس کو روک لے تو بے شک ایسے سوار کو ہوشیار اور چالاک کہا جائے گا اور اگر اس حالت میں وہ گھوڑے کو قابو نہیں کر سکا تو پھر وہ تمام جہان میں رسوا ہوگا. جب میں نے یہ بات کہی تو شیخ زاہد نے میرے قول کی تصدیق فرمائی اور کہا کہ میں نے تم سے زیادہ دیدہ ور اور کسی کو اب تک نہیں پایا۔

حضرت درِ یتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ عارف کے لئے یہ بات بہت اہم اور ضروری ہے کہ مظاہر خلقیہ میں بھی وہ شہود حقیقت سے غافل نہ ہو اور مصادر کونیہ (دنیاوی امور) میں مشاہدہ وجوبیہ سے بیگانہ و غافل نہ ہو. سلاطین کے مظالم سے جو واقعی ظلم اور اندھیر ہوں بادشاہوں کا انکار کرنا چاہیئے یا اقرار ؟ اس کے جواب میں قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا من ادعی المعرفة ولم یتذلل للاغنیاء فھو کذاب فی المعرفة ۔ (جس نے معرفت کا دعویٰ کیا اور اس نے اغنیاء کے سامنے تواضع اختیار نہیں کی تو وہ معرفت میں جھوٹا ہے) کیونکہ جب عارف توحید حقیقی تک پہنچ جاتا ہے اور کثرت میں وحدت کے مشاہدہ سے مشرف ہو جاتا ہے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ مکونات (مظاہر) عالم میں محبوب کے جمال و کمال کے علاوہ اور کچھ ظاہر نہیں ہے. پس دولتمندوں کے سامنے جو مظہر صفات غنا ہیں اگر تواضع اختیار نہ کی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ عارف میں اس شہود کا فقدان ہے (وہ کثرت میں وحدت کے مشاہدہ اور ہر چیز میں جمال و کمال حقیقی کے مشاہدہ سے بہرہ ور نہیں ہے.) یہ سن کر حضرت درِ یتیم (پسر شیخ کبیر) نے عرض کیا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے من تواضع غنیا لغناہ فقد ذھب لہ ثلثا دینہ (جس نے دولت مند کی تواضع اسکی دولت مندی کے سبب کی اس کے دین کا ⅔ حصہ جاتا رہا) بظاہر دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے. حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگرچہ بظاہر مضمونِ حدیث منافی دکھائی دیتا ہے مگر حقیقتہً منافی نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لغناہ کی ضمیر غنی کی طرف

ہوتی ہے کہ اسکی غنا ذاتی ہے اور دین میں نقصان اس لئے ہوتا ہے کہ جو غنا درحقیقت حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی حالانکہ واقعہ میں یہ غنا اسکی غنا نہیں ہے چنانچہ لفظ لغناہ سے یہ ظاہر ہے

شعر

غنی مطلقًا درجہان کردگار — غنی دو جہاں میں ہے بس کردگار
غنا جائی دیگر بود مستعار — غنا دوسری جا پہ ہے مستعار

عارف کی ہر فتوح کا عطا کرنے والا حق تعالیٰ ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف کو جو فتوح بھی پہنچتی ہے وہ جانتا ہے کہ اسکا عطا کرنے والا حق تعالیٰ ہے اور جس کسی سے بھی اس کو فیض پہنچتا ہے تو اس کی صورت میں وہ مبدا رفیاض کا مشاہدہ کرتا ہے۔ عجیب بات تو یہ ہوگی کہ کوئی عارف فتوح کو قبول نہ کرے سوائے اس صورت کے کہ اس کو اندیشہ ہو کہ اس میں حرام مال کی آمیزش ہے۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان کیا کہ زمانہ سابق میں ہرات میں کافور نامی بادشاہ تھا اس نے بطور ہدیہ کچھ روپیہ اور ایک خط شیخ احمد اسلم طوسی کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے قبول نہیں کیا اور واپس کر دیا اور کہا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جن لوگوں سے تم نے زبردستی اسے وصول کیا ہے اُنہی کو دے دو، کیونکہ یہی بہتر ہے۔ جب قاصد واپس بادشاہ کے پاس شیخ احمد اسلم کا پیغام لایا۔ کافور نے قلم دوات منگایا اور پھر شیخ احمد کے نام خط لکھا کہ اے صاحب میں اپنے حق کا مال خواہ زبردستی وصول کروں خواہ نرمی سے لوں تم کو اس سے کیا غرض ہے شاید قرآن شریف میں تم نے نہیں پڑھا ہے کہ وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ[1] (اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) وبینھما این الکافور (اور درمیان میں کافور کہاں ہے؟) تم نے اس نذرانہ کو کیوں نہ قبول کیا؟ کہتے ہیں کہ دونوں جانب سے خط و کتابت اور ہر ایک کا قول جب شیخ عبداللہ انصاری کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ کافور کی یہ ایک معرفت کی بات اور خداشناسی اسلم طوسی کی ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا! سبحان اللہ سبحان اللہ! گذشتہ زمانہ میں بادشاہ ایسے ہی ہوتے تھے کہ باوجود کمال شان و شوکت کے وہ خود کو سوائے اس کے اور کچھ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ قضا و قدر کے مظہر ہیں (اس کے علاوہ ان کا کمال ذاتی کچھ نہیں ہے) بلکہ وہ باین ہمہ عظمت و حشمت خود کو اسماء حق کا مقتضا خیال کرتے تھے (یعنی ان کی شان و شوکت حق کی شان و شوکت کا ظہور ہے) اس زمانہ میں ان درویشوں اور صوفیوں سے بھی جو خود کو دریائے توحید کا غریق اور بحر وجد و کیف کا غواص کہلاتے رہتے ہیں ہرگز اس قسم کا عقیدہ ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔

---

[1] پ ۴ سورۂ آل عمران ۱۲۹

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے امیر تیمور (گورگان) کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ امیر تیمور شہر سبزہ وار سے سمرقند جا رہے تھے اُس روز پانچ سو صاحب شوکت و ولایت امراء و رؤسا ان کے ہمراہ تھے، امیر گھوڑے سے اُتر پڑے، تمام امرا اور سردار بھی اپنی اپنی سواریوں سے اُتر آئے۔ امیر تیمور کی خواہش تھی کہ وہ کچھ راستہ پیدل چلیں دو خوبصورت غلام انکی بغل میں ہاتھ ڈال کر انکو لے کر چلے کیونکہ ان کے پیر میں لنگ تھا، جب کچھ راستہ طے کر لیا تو انہوں نے غلاموں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں خود چلوں گا۔ انہوں نے ان کو چھوڑ دیا، امیر گر پڑے تین بار اسی طرح ہوا پھر غلاموں نے پکڑ لیا تب امیر تیمور نے اپنے امیروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تیمور ایسا بے کار لنگڑا ہے کہ اپنے آپ دو قدم بھی نہیں چل سکتا میری یہ شان و شوکت جو تم دیکھ رہے ہو میری طاقت اور شوکت نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ حق تعالیٰ کی عظمت و جمال ہے۔ مجھے اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور میں بیچ میں نہیں ہوں،

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بیان فرمایا: صاحبان بصیرت کے نزدیک یہ مسلمہ ہے کہ یہ تمام کائنات اسماء اوصاف الٰہی کی مظہر ہے لیکن سلاطین کی مظہریت بالکل واضح اور زیادہ ظاہر ہے (ان کا مظہر اوصاف الٰہی ہونا زیادہ واضح ہے) شاہان زمانہ امر تکوین کے مظہر ہیں۔ ان کے مقاصد کا حصول ان کے لیے تدریجی نہیں ہے (وہ جب چاہتے ہیں اپنے مقاصد کو حاصل کر لیتے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے امر تکوینی کے مظہر ہیں (جس کے ذریعہ کائنات کا نظام قائم رہتا ہے) اسی لیے ان کے سامنے حد درجہ انکسار اور خضوع کرنا چاہیئے اور ان کے آداب کی رعایت بدرجۂ اتم لازم ہے (آداب شاہی کو بجا لانا بے حد ضروری ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف باللہ اپنی رفتار، گفتار اور کردار میں ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی نسبت سے غافل نہیں ہوتا بلکہ کھانے پینے، سونے، بولنے اور سننے میں بھی اس کو غفلت نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کا یہ پیکر عنصری اور یہ ترتیب جسمانی اس پُتلی کی طرح ہے کہ پس پردہ پتلی نچانے والا اس پر پورا پورا تصرف رکھتا ہے۔ پردہ کے پیچھے سے جس طرح چاہتا ہے اس کو حرکت دیتا ہے (اور اس پتلی کا اس حرکت میں کوئی دخل نہیں ہوتا) حضرت نظامی گنجوی نے کیا خوب کہا ہے ؎

شعر

لعبت بازی پس این پردہ است	پردہ میں معشوق ہے بیٹھا ہوا
از پئ بازیچہ بہ پردہ نشست	اوٹ سے ہر کھیل ہے وہ کھیلتا

قال الاشرف: التصرف فی الحقیقۃ من اللہ تعالیٰ لان الکمال فی ان یصدر الافعال کلھا بارادتہ واختیارہ اذ صدورھا بلا اختیار وارادۃ نقص والکمال فی ان یکون سمیعًا وبصیرًا ومتکلمًا وموجدًا الی سائر صفاتہ الذاتیۃ والفعلیۃ والکمال فی ان یکون جمیع صفاتہ دائمۃ الثبوت ازلًا وابدًا اذا تخلف عن واحدۃ

منہا وقت ما نقص۔
ترجمہ: حضرت اشرف نے فرمایا کہ تصرف درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے کیونکہ شان کمال اسی میں ہے کہ سارے افعال اس کے ارادہ واختیار سے صادر ہوں کیونکہ بے اختیار وارادہ افعال کا صادر ہونا نقص وعیب ہے اور شان کمال اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ومتکلم وموجد اور تمام صفات ذاتیہ وفعلیہ سے متصف ہو اور کمال اس میں ہے کہ اس کے تمام صفات ازلی وابدی ہوں ان میں سے کوئی بات بھی کسی وقت نہ ہوئی تو نقص وعیب ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا حضرت نظامی گنجوی کے یہ اشعار اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

قطعہ

لعبت بازی پس این پردہ است	پردہ میں معشوق ہے بیٹھا ہوا
از پئے بازیچہ بپردہ نشست	اوٹ سے ہر کھیل ہے وہ کھیلتا
دیدۂ دل محرم این پردہ ساز	دل کو تو اس پردہ کا محرم بنا
تا چہ بروں آید این پردہ راز	تاکہ ملے راز کا تجھکو پتا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ اپنے بندہ کو جس قدر اپنی معرفت سے حصہ عطا فرماتا ہے تو اسی قدر بلا اس پر نازل کرتا ہے تاکہ وہ اس بلا کو اپنی قوت معرفت کے سہارے برداشت کرے۔ جیسا کہ بعض عارفین نے کہا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کو معرفت سے کچھ حصہ عطا فرمایا ہے اور بقدار معرفت اس پر بلا نازل کرتا ہے تاکہ وہ معرفت اس بلا کی برداشت کے لیے اس کی ممد ومعاون بن جائے۔

عطا فرمودہ معرفت واپس نہیں لی جاتی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کسی کو اللہ تعالیٰ اپنی معرفت سے کچھ حصہ عطا فرماتا ہے تو اگر وہ اس معرفت کے مقتضیات کے مطابق عمل کرتا ہے تو اس کی معرفت میں اضافہ کر دیتا ہے اور اگر وہ معرفت کے برخلاف عمل کرتا ہے تو اس معرفت کو عطا کردہ سے واپس نہیں لیتا تاکہ کل قیامت میں اس معرفت کے بموجب اس سے معاملہ کیا جائے لیکن پھر اس میں نہ بادنی اور اضافہ نہیں کیا جاتا ہے۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ جب اللہ تعالےٰ اس کو معرفت کے موتی اور کشف کے جواہر عطا فرماتے اور ان کو بندہ کے دل میں ڈال دے تو پھر وہ خانۂ دل میں دوسری بیکار اشیاء کو نہ رکھے اور کسی غیر مراد کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔

رباعی

دلی کو دران عشق جا میکند	وہ دل جس میں کرتا ہے عشق اپنی جا
مرادات عالم فنا می کند	ہر اک آرزو کی ہے اس میں فنا
اگر غیر حق را مکان دل کند	اگر غیر حق کا مکان دل بنا
دل وجانِ خود را ہبا می کند	دل وجان کو کر دیا بس ہبا

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ فتوحات میں شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ شیخ ابو العباس حریری فرماتے تھے کہ میں شیخ ابو عبد اللہ فرغانی کے ساتھ بازار سے گذر رہا تھا۔ انہوں نے اپنے چھوٹے بچے کے لئے (جو بیمار تھا) قصریہ خریدی تھی۔ قصریہ اس ظرف یا بوتل کو کہتے ہیں جس میں مریض کا پیشاب طبیب کو دکھانے کیلئے رکھتے ہیں تاکہ طبیب اس قصریہ یا قارورہ کو دیکھ کر مریض کا مرض تشخیص کر سکے۔ راستہ میں ہماری ملاقات کچھ درویشوں سے ہو گئی۔ سب ایک جگہ بیٹھ گئے تاکہ وہاں کچھ کھا پی لیں۔ دل میں آیا کہ روٹی کے ساتھ کچھ دودھ شکر خرید لیں، اسوقت دودھ کیلئے کوئی برتن نہیں تھا تو لوگوں نے کہا کہ قصریہ نئی ہے ابھی ناپاک نہیں ہوئی ہے دودھ اس قصریہ میں لے لیا جاتے، جب درویشوں نے اس قصریہ سے میٹھا دودھ پی لیا تو سب نے اپنا راستہ لیا اور ادھر اُدھر چلے گئے۔ میں شیخ ابو عبد اللہ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ قصریہ شیخ کے ہاتھ میں تھی (گھر لے جا کر اس میں پیشاب رکھنے کا ارادہ تھا) خدا کی قسم! میں نے اور ابو عبد اللہ فرغانی دونوں نے یہ سنا کہ قصریہ سے آواز آئی کہ اے درویشو! اب کہ مجھ سے اولیاء اللہ نے کچھ کھایا پیا ہے (اور ان کے لب مجھ سے مس ہوئے ہیں) تو اب مجھ میں پیشاب نہیں رکھا جا سکتا خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس آواز کے آتے ہی قصریہ ان کے ہاتھ سے اچھل کر زمین پر گر گئی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اس حال کے مشاہدہ سے ہم پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ شیخ اکبر نے فرمایا ہے کہ میں نے شیخ ابو العباس سے کہا کہ شاید تم نے اس قصریہ کی موعظت اور پند کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ بات نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو کہ اب اس میں پیشاب نہ رکھا جاتے، بہت سے ایسے ظرف ہیں کہ ان میں تم سے بہتر لوگوں نے کھایا پیا ہے اور وہ ناپاک ہو گئے ہیں بلکہ اس سے مقصود تم کو تنبیہ کرنا تھا کہ جب کہ تمہارے دل خداوند تعالیٰ کی معرفت کے مقام بن گئے ہیں بس چاہیئے کہ ان کو غیر کا مقام نہ بنایا جاتے اور ان میں وہ چیزیں نہ رکھی جائیں جن سے خداوند تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور قصریہ جو ہاتھ سے نکل کر ٹوٹ گئی اس سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حضور میں ہمیشہ اسی قدر شکستہ رہو۔ شیخ ابو العباس نے از سر انصاف کہا کہ واقعی آپ نے جو کچھ کہا ہم وہ نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ سہل بن عبد اللہ تستری کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ :-

اللہ تعالیٰ نے زیر عرش مومن کے دل سے بہتر کوئی مکان اور مقام پیدا نہیں فرمایا ہے اس لیے کہ اس نے سب سے عزیز اور قابل قدر پونجی مخلوق کو اپنی معرفت سے زیادہ عطا نہیں کی ہے (معرفت خداوندی ان تمام چیزوں میں افضل و اعلیٰ ہے جو اللہ تعالےٰ نے خلق کو عطا فرمائی ہیں) پس عزیز ترین پونجی کو عزیز ترین مکان ہی میں رکھا جاتا ہے۔ اگر عرش سے فرش تک کوئی اور مکان و مقام دل مومن سے زیادہ بہتر اور عزت والا ہوتا تو وہ اپنی معرفت کی عزیز ترین متاع کو اس میں رکھتا! پس وہ بندہ بڑا ہی بے ہمت اور خسیس ہے کہ وہ اس مکان کو جو تمام مکانوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کو عزیز ہے غیر حق سے معمور کرے اور غیر حق میں مشغول رکھے اس لیے کہ مناسب نہیں جو دل اس کی نظر گاہ ہے اس کو غیروں کی نظر گاہ (منظر)

بنایا جائے۔ بزرگ اس سے ڈرا کئے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کے دیکھنے کی چیز کو غیر کے شغل میں ڈال دیا تو خدانخواستہ مجھ سے حق تعالیٰ جدا نہ ہو جائے جیسا کہ روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے ابراہیم میں نے تجھے اپنا دوست بنایا ہے پس اس بات کا خیال رکھ کہ تیرا دل میرے علاوہ کسی غیر کا مشاہدہ نہ کرے اگر کسی غیر کا گذر تیرے دل میں ہوا تو میں تجھ سے دوستی کو قطع کر لوں گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ ابوبکر یزداینار اموی سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے المعرفۃ تحقیق القلب بوحدانیۃ اللہ (یعنی دل میں حق تعالیٰ کی وحدانیت کا متحقق ہو جانا معرفت ہے)

عارف کون ہے؟ حضرت نور العین نے خدمت گرامی میں عرض کیا کہ عارف کس کو کہتے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابوتراب نجشی فرماتے ہیں کہ عارف وہ ہے جسے کوئی چیز تاریک نہ کر سکے اور ہر چیز اس سے روشن ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خود کو لباس معرفت سے آراستہ کرنا اور دل میں عرفان کی بنیاد رکھنا ہر چیز سے بہتر ہے خواہ وہ ریاکاری ہی سے کیوں نہ ہو، جیسا کہ اکابر حضرات میں سے ایک نے ارشاد فرمایا (معرفت کے سبب بدی ہر عبادت سے بہتر ہے اور عارفوں کی ریا اور کاملوں کا نمود مریدوں اور مبتدیوں کے اخلاص سے بمدارج افضل و بہتر ہے، اس بارے میں حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: عارف کی کچھ دیر کی معرفت اللہ تعالیٰ کے نزدیک عابدوں کی ہزار سال کی عبادت سے زیادہ افضل ہے جیسا کہ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بغیر معرفت کے عبادت کرنے کی مثال چکی کے گدھے کی ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شریف حمزہ عقیلی نے ایک موقع پر بلخ میں یہ بات فرمائی کہ زمانہ کے عارفوں کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی اور پروردگار عالم کی معرفت رکھنے والوں کی ایک مخصوص علامت یہ ہے کہ اس کے دور میں جو ذرہ بھی موجود ہو اس کا اُسے علم ہو یا ملک میں کوئی چیز پیدا ہو یا حرکت میں آئے تو اس کی اُسے خبر ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ شیخ ابن البرقی بیمار تھے ان کے سامنے پانی پیش کیا گیا تو آپ نے پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مکہ میں ایک حادثہ پیش آیا ہے جب تک اس افتاد کی تفصیل معلوم نہ ہو جائے تو میں کچھ نہیں پیوں گا۔ تیرہ دن تک کچھ نہ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ خبر آئی کہ قرامطہ نے حرم پر حملہ کر دیا ہے بہت سی مخلوق کو قتل کر ڈالا اور حجراسود کو توڑ ڈالا ہے۔ تب انہوں نے کھایا پیا۔ شیخ ابوعثمان مغربی نے یہ قصہ سن کر حضرت شیخ ابوعلی کاتب سے کہا کہ یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی (کوئی بڑا کام نہیں) بات تو جب ہے کہ یہ بتاؤ آج مکہ میں کیا ہو رہا ہے انہوں نے جواب دیا کہ آج مکہ میں تلوار چل رہی ہے (لڑائی ہو رہی ہے) آل طلحہ اور آل بکر کے درمیان جنگ ہو رہی ہے آل طلحہ کے لشکر کا سردار ایک ایسا جوان ہے جو سیاہ گھوڑے پر سوار ہے اور سرخ عمامہ باندھے ہے۔ اس بات کو (تاریخ کے ساتھ) لکھ لیا گیا۔ جب مسافران مکہ سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ایسا ہی ہوا تھا جو کہ شیخ نے بیان فرمایا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ یہ شرط عارف کے لیے بر سبیل عموم نہیں ہے (کہ وہ

ہر وقت ہر بات سے آگاہ رہے) صفت عبودیت اور عالم بشریت سے متعلق ہوتے ہوئے اس سے اتنا کچھ نہیں ہو سکتا، بندہ پر وہی بوجھ رکھا جاتا ہے جو وہ اٹھا سکتا ہے کوئی نہیں اٹھا پاتا اور کوئی اٹھا لیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ [1] — تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جنہیں پسند فرمالیا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ [2] — اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے۔

شعر

دانش جزو کل ز عادت اوست — علم ہر شئے کا ہے اسی کی شان
عالم الغیب والشہادۃ اوست — عالم الغیب ہے وہی سبحان

حضرت کا عزم حج

حضرت قدوۃ الکبرا نے حج بیت اللہ کا قصد فرمایا۔ چنانچہ بعض خدام بارگاہ اور مخصوصانِ حضرت جیسے حضرت نور العین، شیخ ابوالوفا خوارزمی وخواجہ ابوالمکارم، شیخ الاسلام، بابا حسین اور زنگو قلی یہ سب حضرات آپ کی ہمراہی میں روانہ ہوتے۔ بندر گاہ روم سے جہاز میں سوار ہوئے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہو گا کہ موافق ہوا کا چلنا بند ہو گیا تین روز اسی حال میں گزر گئے اور کسی وقت بھی باد موافق نہیں چلی اس صورت حال سے تمام ہمراہی پریشان ہو گئے۔ اس عرصہ میں حضرت قدوۃ الکبرا پر ایک خاص کیفیت اور ایک عجیب حالت طاری رہی اس عرصہ میں آپ نے اپنے ان ملازمین خاص کی اس پریشانی کی طرف قطعی توجہ نہیں فرمائی۔ آپ بس ادائے نماز اور اورادِ مخصوصہ اور وظائف معہودہ کے پڑھنے میں مصروف رہتے تھے لیکن آپ کے اصحاب کے خیال میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ آپ خود ایسا نہیں کر رہے۔ (یہ سب کچھ فعل اضطراری ہے) جب سب لوگوں کی بے قراری اور جہاز میں سفر کرنے والوں کا عجز و نیاز حد سے بڑھ گیا تو مجبور ہو کر حضرت قدوۃ الکبرا کو اس حال سے آگاہ کیا گیا تو تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس وقت مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) یاد آرہا ہے۔ اس کا شعر پڑھو (جو حسب حال ہے) [3]

شعر

کشتی شکستگانیم ای باد شرطہ برخیز — کشتی شکستہ ہم ہیں چل اٹھ ہوا موافق
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را — شاید کہ دیکھیں پھر ہم اس یارِ آشنا کو

جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ شعر نکلا اور آپ نے شعر تمام کیا اسی دم باد موافق چلنے لگی اور جہاز تیزی سے منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب جہاز نے کافی راستہ طے کر لیا تو اس فقیر یعنی غریب نظام یمنی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ معرفتِ ولی کی ایک شرط یہ بھی ہے۔ اس وقت

---

[1] پ ۲۹ سورہ جن ۲۶ [2] پ ۴ سورہ آل عمران ۱۷۹ [3] جہاز سے مراد بڑی بادبانی کشتی ہے

کوئی ایسا عارف ہوتا تو اچھا ہوتا جو ہم کو عارفان و سالکان بحر کے بارے میں کچھ بتلاتا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس خادم سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔ فرزند نظام الدین اتنی آگاہی اور اتنی خبر تو اللہ تعالیٰ کے عارفوں کی نظر میں گھاس کے تنکے کے علم سے بھی کم ہے۔ ابھی یہ سلسلہ کلام جاری تھا کہ دریا کا پانی پھٹ گیا اور ایک شخص اس میں سے نمودار ہوا اور کہا کہ اے نظام الدین میں ان لوگوں میں سے ہوں جو عابدان بحر ہیں۔ (سمندر کے اندر عبادت کرتے ہیں) میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا نام کیا ہے اور آپ کا مقام کہاں ہے؟ اور آپ لوگوں میں بھی مرید کرنے اور خلافت عطا کرنے کا طریقہ ہے جیسا کہ زمین کے اولیاء اللہ میں رائج ہے! انہوں نے جواب دیا کہ اس سمندر کے اندر ایک شہر ہے جس کو مدینۃ الاشرف کہا جاتا ہے اس شہر میں ایک شیخ ہیں جن کو درّ البحر کہا جاتا ہے وہ خود کو اشرفی سلسلہ کا ایک کمترین خلیفہ کہتے ہیں۔ شیخ درّ البحر کے دس ہزار مخلص مرید ہیں۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں میرا نام "کیکل" ہے۔ تب میں نے اس شخص سے کہا کہ تمہارے پیر خود کو جس ہستی سے منسوب کرتے ہیں وہ اس وقت اس جہاز میں تشریف فرما ہیں۔ میری یہ بات کہتے ہی کیکل پانی سے باہر آ گئے ان کے جسم پر جو لباس تھا وہ پریوں کے لباس کی طرح تھا وہ اسی وقت حضرت قدوۃ الکبرا کی قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے اور حضرت قدوۃ الکبرا سے ایک گھڑی تک مصروف کلام رہے لیکن ہم لوگوں میں سے کوئی بھی ان حضرات کی گفتگو کو نہیں سمجھ سکا۔

ایک شب تراویح میں ختم قرآن حضرت قدوۃ الکبرا ایک سال رمضان کے مہینہ میں صالحیہ دمشق میں جامع مسجد کی خانقاہ میں معتکف تھے، حضرات صوفیہ اور ارباب طریقت کی دمشق میں اتنی کثرت ہے کہ بیان نہیں کی جا سکتی ؂

شعر

چنان مجمعی بود کز ازدحام	کچھ ایسا تھا مجمع وہاں اک قدم
درانجائی مردم نمیداشت گام	نہ رکھتا تھا کوئی وہاں ایک دم

اس بات سے سیاحانِ زمانہ اور وہاں کے آنے جانے والے بخوبی واقف ہیں، وہاں کے تمام اکابر صوفیہ، فضلا اور فقرا اس ارشاد کے مطابق کہ من صلے خلف امام تقی فکانما صلی خلف امام النبی (جس نے متقی امام کے پیچھے نماز ادا کی گویا اس نے کسی نبی (علیہ السلام) کی امامت میں نماز ادا کی) حضرت قدوۃ الکبرا کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ایک رات میں قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔ بعض آرام پسند لوگ اتنی دیر کھڑے رہنے کی زحمت برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ ختم قرآن کی سعادت سے محروم رہتے تھے لیکن عبادت گذار حضرات اس طرح کے قیام کو اپنی معراج سمجھتے تھے تقریباً ایک سو اہل کمال اس طرح شریک ہوتے تھے۔ جب عید کا چاند ہوا تو

دمشق والے دنیاوی مشاغل میں لگ گئے ہر طرف سے طبل و نقاروں کی آوازیں آنے لگیں ۔

مصرعہ:۔
گمان شد کہ آمد اسرافیل صور
اسرافیل نے گویا پھونکا ہے صور

اور جیسا کہ شہر کے لوگوں کا قاعدہ ہے عام شور و غل برپا ہو گیا، حضرت قدوۃ الکبرا پریشان ہو گئے اور ایک زور کا نعرہ لگایا اور اس کے بعد مراقبہ میں مستغرق ہو گئے ایک گھڑی تک آپ کی یہ کیفیت رہی ۔

شعر

بدریائی حیرت فرو بردہ سر	تحیر کے دریا میں ڈالا ہے سر
ز صحرائی فکرت برآوردہ بر	تفکر کے صحرا سے نکلے بدر

ایک گھڑی کے بعد آپ اس عالم تحیر سے باہر آئے تو فرمایا کہ رمضان کی بیسویں تاریخ سے مجھے عالم مشاہدہ میں ڈال دیا گیا تھا اور میں اسرار الٰہی کے معائنہ میں مشغول و مصروف تھا اس تمام مدت میں مجھ پر بے خودی طاری رہی مجھے یاد نہیں کہ ان ایام میں نمازیں میں ادا کر سکا ہوں یا نہیں انہوں نے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا سے تو اب نماز میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی اور کوئی دقیقہ اس سلسلہ میں فروگذاشت نہیں ہوا ہے ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا الحمد للہ اشرف کے وقت کو بھی شیخ اکبر اور سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کے اوقات کی طرح (فروگذاشت) سے محفوظ رکھا گیا ۔ اسی سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ فتوحات مکیہ کے چالیسویں باب میں مذکور ہے کہ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے آپے سے باہر کر دیا اور ایک عرصہ مجھ پر گذار دیا کہ میں با جماعت نماز ادا کرتا تھا امام ہوتا تھا ۔ اور نماز کے تمام ارکان جیسا چاہیئے بجا لاتا تھا لیکن مجھے اس کا کچھ شعور نہیں تھا نہ جماعت کا اور نہ مقام کا نہ عالم محسوسات سے مجھے کسی چیز کی خبر ہوتی تھی ۔

یہ میں اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ حال سے افاقہ کے بعد مجھے اس سے خبردار کیا گیا ۔ مجھے خود اس کا کچھ علم نہیں ہوا تو مجھے اس مدت میں واقع ہوا وہ ایک سوتے ہوئے شخص کی حرکات کی طرح تھا کہ اس کو اپنی ان حرکات کا علم نہیں ہوتا ہے جو اس سے صادر ہوتی ہیں ۔ مجھے یہ علم ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے میرے اوقات کو محفوظ رکھا ہے اور میرے ساتھ وہی کچھ کیا جو حضرت شبلی کے ساتھ کیا تھا کہ اوقات نماز میں ان کا شعور واپس آ جاتا تھا لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کو خود اس کا شعور تھا یا نہیں ۔ اس بات کو حضرت جنید قدس سرہٗ سے بیان کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا

الحمد للہ الذی لم یجر علیہ لسان ذنب (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے زبان گناہ اس پر جاری نہ فرمائی)

از خود رفتہ کے افعالِ ظاہری

اس موقعہ پر حضرت در یتیم نے عرض کیا کہ جب کوئی شخص از خود رفتہ ہو جاتے تو اس سے افعال ظاہری کس طرح سرزد ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک نز اس طرح کہ ملائکہ اس سے یہ افعال ظاہری کراتے ہیں اور اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا اور دوسرے یہ کہ جب اعضا و جوارح عادی ہو جاتے ہیں تو کوئی تعجب نہیں کہ فقدان شعور کے باوجود کار بائے معینہ ان سے سرزد ہوں (بطور ملکہ وہ کام انجام دیتے ہیں)

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ فوائد معرفت کے سلسلہ میں حضور کچھ عنایت فرمائیں (بیان فرمائیں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیر ہروی (حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری ہروی) شیخ ابی عبد اللہ باکو سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سنا ہے کہ احمد بن حسین بن منصور حلاج نے تجند میں بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے نفس کو کسی کام میں لگا لو قبل اس کے کہ وہ تم کو کسی امر میں ڈال دے ؎

شعر

اگر نفس خود را نہ آری براہ — کیا گر نہیں نفس کو روبراہ
برو تا ترا افگند زیر چاہ — تو جا تاکہ ڈالے تجھے زیر چاہ

میں نے عرض کیا کہ کچھ اور فرمائیے تو انہوں نے کہا کہ جس وقت کہ سارا عالم کام میں لگ جائے تو اس چیز میں کوشش کر جس کا ایک ذرہ کونین کے تمام اعمال سے بہتر ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا معرفت حق سبحانہٗ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ عبد اللہ بن محمد کہتے ہیں کہ عارف خلق خدا کی موافقت میں حق تعالیٰ کی پرستش نہیں کرتا ہے بلکہ وہ خالق کی موافقت میں کام کرتا ہے اور پھر معرفت اس پردہ کو چاک کر دیتی ہے جو بندہ اور خالق کے درمیان ہوتا ہے ؎

شعر

بدرد یقین پردہ ہائی خیال — یقین پھاڑتا ہے حجاب خیال
نماند سرا پردہ الا جلال — سرا پردہ رہتا نہیں جز جلال

عارف کو چاہیئے کہ وہ عوام کے ساتھ سنی طریقہ پر رہے اور خواص کے ساتھ عارف بن کر۔ اپنی ذات کے ساتھ موحد بن کر اور اپنے نشان کے لحاظ سے گم ہو کر رہے ؎

شعر

سلاطین عزلت گدایانِ حی — تجرد کے شاہ و گدائے الٰہ
منازل شناسان گم کردہ پی — منازل سے آگاہ گم کردہ راہ

شیخ مرتعش سے منقول ہے کہ میں نے اس وقت تک اپنے کو باطن میں خاص کی صورت میں نہیں دیکھا جب تک ظاہر میں خود کو عام کی طرح نہیں دیکھا۔ اس عام سے مراد وہ عمومیت نہیں ہے جس کو عوام کہتے ہیں بلکہ اس سے ان کی مراد رتبہ اور مرتبت وسطیہ ہے۔

حضرت درِّ یتیم نے عرض کیا کہ معرفت رسمی کے کیا فائدے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیر ہروی (خواجہ عبداللہ انصاری) سے منقول ہے کہ کوئی چیز جسم نہیں پاتی ہے مگر عارفانہ معرفت سے نہ تصدیقی معرفت سے۔ شیخ ابوعلی دقاق فرماتے ہیں:- معرفة رسمية كقطرة دسمية لا عليلا تشفي ولا غليلا تسقي (رسمی معرفت چکنائی کی بوند کی طرح ہے نہ اس سے علیل کو شفا ہو سکتی ہے اور نہ وہ پیاسہ کو سیراب کر سکتی ہے، لیکن نجات معرفت رسمی سے بھی ہو جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد کیا کہ معرفت عواطف الٰہی کے دریاؤں کا ایک موتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لطائف نامتناہی کی معادن کا ایک جوہر ہے۔ دیکھئے وہ کون سا سعادت مند ہے جس کے احوال کے تاج کے لئے یہ دُر التاج بنتا ہے اور بڑا ہی خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس موتی کو اپنی دُرجِ دل میں بطورِ امانت سنبھال کر رکھے ؎

قطعہ

در دُرجک دلی کہ بود در معرفت	جس پاک دل کے خانہ میں ہو دُرِ معرفت
آن دل بہ از ہزار جہانست بالیقین	وہ دل ہزاروں خلق سے بہتر ہے بالیقین
از صد ہزار عالم واز ہرچہ در ولیست	لاکھوں جہان اور جو اس میں ہے دیں اگر
بہر تو گر دہند ہمین معرفت گزین	کر معرفت قبول فقط اور کچھ نہیں

اے عزیز جوانمرد وہ ہے جو مقصد کونین کو ترک کر دے اور معرفت الٰہی میں مستغرق ہو جائے۔ اور کامل وہ شخص ہے جو ثقلین کے وجود کو نہیں رکھتا (دونوں عالم سے اس کو سروکار نہیں ہے) اور حقوق معرفت وعرفان کو ادا کرتا ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ:-

شیخ محمد بن یوسف عشا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد پہاڑوں کی طرف نکل جاتے اور صبح تک وہاں رہتے اور بار بار کہتے الٰہی! مجھے یا تو اپنی معرفت اور شناسائی عطا کر دے یا پھر اس پہاڑ کو حکم دے کہ وہ میرے سر پر ٹوٹ پڑے ؎

شعر

مرا بار کوہی کہ چندان بود	مجھے کوہ کا بار چنداں نہیں
ز بارِ فراق تو آسان بود	جدائی مگر تیری آساں نہیں

تیری آشنائی اور شناسائی کے بغیر میں زندہ رہنا نہیں چاہتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ معظمہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ چند بوڑھے مقام ابراہیم علیہ السلام پر بیٹھے ہیں میں ان کے قریب بیٹھ گیا۔ قاری نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی۔ میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا میں وہیں چیخنے اور فریاد کرنے لگا۔ بوڑھوں نے قاری سے کہا کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اے جوان! تجھے کیا ہو گیا کہ تو فریاد کرنے لگا اور ابھی تو قاری نے ایک آیت کی تلاوت بھی نہیں کی ہے۔ میں نے کہا کہ بسم اللہ کے کچھ معنی مجھے معلوم کرا دیئے ہیں جو وجد کا سبب ہوا۔ سب نے کہا کہ تم کو کیا معنی بتائے گئے۔ میں نے کہا باسمہ قامت السمٰوٰت والارض باسمہ قامت الاشیاء وکفی باسم اللہ سماعًا (اس کے نام سے تمام آسمان اور زمین قائم ہوتے اور تمام چیزیں اس کے نام سے قائم ہوتیں۔ پس اللہ کا نام سن لینا کافی ہے) یہ سنتے ہی تمام بزرگ اٹھ کھڑے ہوتے اور انہوں نے اپنے بیچ میں مجھے بٹھا لیا اور میری بہت عزت و توقیر کی۔

شیخ محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں یہ دعا میں کیا کرتا تھا:۔

یارب مجھے اپنی معرفت عطا فرما ورنہ میری جان لے لے کہ تیری معرفت کے بغیر مجھے جان کی ضرورت نہیں ہے ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو تو ایک ماہ کے روزے رکھو اور اس عرصہ میں کسی سے بات نہ کرنا۔ روزے ختم کرنے کے بعد تم چاہ زمزم پر جانا اور پھر وہاں اپنی حاجت طلب کرنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب ایک ماہ گزر گیا تو میں زمزم پر آیا اور دعا کی۔ چاہ زمزم سے ہاتف نے مجھے پکار کر کہا۔ یا ابن یوسف اختر من الامرین واحدا ایھما احب الیک العلم مع الغنیٰ والدنیا والمعرفۃ مع القلۃ والفقر (اے ابن یوسف تم کو اختیار دیا جاتا ہے ان دو باتوں میں سے ایک جو تم کو زیادہ پسند ہو اختیار کر لو۔ علم دولت و دنیا کے ساتھ یا معرفت قلت اور فقر کے ساتھ) میں نے کہا کہ میں معرفت قلت و فقر کیساتھ اختیار کرتا ہوں پس چاہ زمزم سے آواز آئی "کہ تمہیں عطا کیا، عطا کیا۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ جب عارف کو وجدان میسر آ جاتا ہے اور وہ کمالات سے موصوف ہو جاتا ہے تو اس کے ان کمالات کے آثار میں سے ایک بات یہ ہوتی ہے کہ اس پر ہمیشہ نسبت غالب رہتی ہے۔ چنانچہ اس مکتوب میں جو شیخ علی ابن سہیل اصفہانی کو تحریر کیا گیا اس میں لکھا ہے کہ اپنے شیخ ابو عبداللہ سے دریافت کرو کہ تم پر کون سی چیز غالب ہے۔ چنانچہ علی ابن سہیل نے اپنے شیخ سے یہی سوال کیا ان کے شیخ نے فرمایا ان کو لکھ دو کہ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ[1] (اللہ جل شانہٗ اپنے کام پر غالب ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے اکابر صوفیہ سے اس واقعہ کو نقل فرمایا کہ عالم تم کو سرکہ اور حنظل چکھاتا ہے اور عارف تم کو مشک اور عنبر کی خوشبو سونگھاتا ہے۔ العالم یذیقک الخل والحنظل والعارف یشمک المسک والعنبر

---

[1] پ۱۲ سورۂ یوسف ۲۱

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ علما چونکہ احکام تکلیفی (تشریعی) کے بیان کے مظہر ہیں (وہ احکام شریعت بیان کرتے ہیں) اس سلسلہ میں ان کے نفس کو جو کلفت اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے اس کو انہوں نے نقل و حنظل سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ ارباب معرفت اور اصحاب وجدان حیات اصلی اور حقیقی کے چشمہ کے دھانہ پر پہنچ گئے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام کی طرح احوال شریفہ کے آب شیریں سے آسودہ ہیں اکابر کی ہم نشینی اور ان کے فیض صحبت کے باعث ان کے احوال سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں اور وہ خود اپنی جمعیت خاطر سے جو بہت ہی خوشبودار ہے متاثر ہیں (اثر پذیر ہیں) اس لیے ان کی فیض رسانی کو مشک و عنبر سونگھانے سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت دُرِّ یتیم نے قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ تارکِ دنیا زاہدوں کے مراتب اور خدا پرست عارفوں کے مناصب کے مابین کیا فرق ہے؟ کہ زاہد صرف دنیا کو ترک کیے ہوئے ہے اور عارفانِ حق آخرت کے بھی خواہاں نہیں! سوائے ذات حق کے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جواب میں فرمایا کہ ادنیٰ ترین فرق وہ ہے جو ایک ذرہ اور آفتاب میں ہے اس لیے زاہد کا مقصود آخرت کی لذتوں سے محظوظ ہونا اور وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا ہے جب کہ عارف کی خواہش اور آرزو مولیٰ کی تجلیات اور جمال لایزال کا نظارہ کرنا ہے۔

مصرعہ:۔ بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

تو دیکھ راستہ کا فرق ہے کہاں ہے کہاں

حضرت قدوۃ الکبراؒ جامع صالحیہ دمشق میں تشریف فرما تھے ایک صاحب جو اوصاف عابدانہ اور کمالِ زاہدانہ سے متصف تھے آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ان کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

شعر

سیر زاہد ہر مہی یک روزہ راہ	ماہ بھر زاہد چلے اک دن کی راہ
سیر عارف ہر دمی تا تختِ شاہ	سیر عارف ہر گھڑی تا تخت شاہ

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ خواجہ حافظ شیرازی درگاہ عالی کے ایک مجذوبوں میں سے ہیں اور وہ بارگاہ حق تعالیٰ کے ایک محبوب بندے ہیں وہ مجھ فقیر کے ساتھ نیازمندی کا تعلق رکھتے تھے ایک مدت تک ہماری ان کی صحبت رہی ہے ایک روز ہم سرراہ بیٹھے تھے کہ اہل معارف اور زاہدوں کے مراتب کی بات ہونے لگی۔ خواجہ حافظ شیرازی نے یہ شعر پڑھا ۔

شعر

ز روئے دوست دل دشمنان چہ دریابد	رخ حبیب سے دشمن کے دل کو کیا حاصل
چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا	چراغ مردہ کہاں شمع آفتاب کہاں

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ کسی نے شیخ جعفر خلدی سے دریافت کیا کہ عارف کون ہیں

انہوں نے جواب دیا وہ ایسے لوگ ہیں کہ نہیں ہیں اور وہ ہوجائیں تو وہ نہ رہ جائیں یعنی وہ لوگ نہ وہ ہیں اور اگر وہ ہیں تو وہ نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں زبان مبارک سے فرمایا ؎

شعر

ایشان کہ بوند ایشان ایشان نبوند ایشان — وہ لوگ کہ جو وہ ہیں وہ لوگ نہیں وہ ہیں

ایشان کہ نہ ایشان اند ایشان ہمہ ایشانند — وہ لوگ نہیں جو وہ سب بالیقین وہ ہیں

عارف کے دل کا آئینہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت ممشاد علو دینوری قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ عالم راز میں عارف کا دل ایک آئینہ ہے جب وہ اس آئینہ میں دیکھتا ہے تو وہ اللہ کو دیکھتا ہے اس کے دل میں ایک جگہ ایسی ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی اس میں جگہ نہیں پاتا۔

حضرت کبیر نے معرفت ذات کو دریافت کیا۔ حضرت ذوالنون مصری سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ذات حق میں علم کا نام جہل ہے اور حقیقت معرفت میں کلام کرنے کا نام حیرت ہے اور اشارہ کرنیوالے کا اشارہ کرنا شرک ہے۔ ذات حق میں بات کرنا نادانی ہے کسی شخص کو اللہ کی ذات وصفات میں گفتگو مناسب نہیں اور جائز نہیں کہ کچھ کہے مگر وہ کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس کو فرمادیا اس کی کیفیت ناقابل ادراک ہے اور ماننے اور تسلیم کرنے کے سوا اس میں کچھ جائز نہیں ہے اور حقیقت معرفت میں گفتگو حیرت ہے کیونکہ وہ اپنے کو حقیقت کے حق میں سمجھتا ہے۔ دوسرے سب عاجز اور حیرت زدہ ہیں۔ اپنی بزرگی کو آپ پہچان کر اُسے معرفت باور کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ یا اللہ میں تیری مدح نہیں کرسکتا اور نہ تیری ثنا کرسکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنی مدح فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا[1] (اور وہ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کرسکتے) اس کو یہی جان لو کہ وہ ہے اللہ تعالیٰ یکتا و بے مثال اور اشارہ کرنے والے کا اشارہ شرک ہے یعنی شرک خفی کیونکہ اشارہ کرنے والا چاہیئے اور وہ دوئی میں نہیں سماتا۔ وجود حقیقی وہ ہے اور باقی سب بہانہ ہے اور وہ وجودِ ہستی میں فرد ہے ؎

مصرعہ

اَلَا كُلُّ شَىْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

(سمجھ لو کہ حق کے سوا سب باطل ہے)

طاہر مقدسی کا قول ہے کہ اگر لوگ عارف کا نور دیکھ پائیں تو اس میں جل جائیں اور اگر عارف وجود کے نور کو دیکھ لے تو سوختہ ہو جائے۔ خداشناسی کی حد نفوس سے اور اسکی تدبیروں سے مجرد ہو جانا ہے۔

حضرت شیخ خیرالدین سدھوری کے قول "عارفان زمانہ کی دو مشہور حالتوں کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اُس کی زبان گونگی ہوگئی اور اس کا الٹا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہوگئی" کے بارے میں دریافت کرنے پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ معرفت کی دو قسم ہے

---

[1] پ ۱۶ طٰہٰ ۱۱۰

معرفت ذاتیہ اور معرفت صفاتیہ۔ صفات کے عارف کی زبان دراز ہو جاتی ہے اور ذات کے عارف کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔ یعنی جب بندہ نے کُل کی نفی کی البتہ جزو وجود کل میں داخل تھا اور وہ بھی حقیقت نفی میں ہے اور حقیقت مثبت چاہیئے کہ شے کا اثبات کر سکے۔ نفی میں اثبات کا حکم اُس سے اٹھ گیا، ضرور زبان کا گونگا ہوگا اور جب نفی کے جنگل سے سر کو باہر لاتا ہے اور اثبات کے کوچہ میں آتا ہے تو احکام کی فرمانبرداری سے مانوس ہوتا ہے۔ کوئی احکام شریعت کی باریکی اُس سے نہیں چھوٹتی باغیچۂ دل بے حد شاد رہتا ہے اور نورِ بصیرت انوارِ الٰہی کے مشاہدہ اور اسرارِ نامتناہی کے معائنہ سے مسرور ہوتا ہے تو ضرور یہ کہنا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہو گئی اس کی حالت ہو جاتی ہے ؎

قطعہ

کشیدہ خنجری از ہیبتِ ذات	بڑی ہیبت سے ہے خنجر کو کھینچا
دریدہ فرق عرفا را بکرات	سرِ عارف کو کتنی بار کاٹا
چو از جامِ صفاتش می چشیدہ	پیا اسکی صفت کا جب پیالا
زجیب لا ابالی سر کشیدہ	گریبانِ خودی سے سر نکالا

حضرت جہانگیر اشرف سمنانی (قدوۃ الکبرا) نے نہایت معرفت کی اس طرح تعریف فرمائی کہ نہایت معرفت حق کا پانا ہے اس طرح کہ اس سے یہ وصف معرفت کبھی جدا نہ ہو جس طرح سے بینائی آنکھ سے اور سماعت کانوں سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی۔

لطیفہ ۴

صوفی و متصوف و ملامتی و فقیر

ان کی شناخت اور اس گروہ کے اقسام اور ارباب ولایت یعنی غوث و اامامان و اوتاد و ابرار و ابدال و اخیار کے ذکر اور چھپے ہوئے اولیاء کی تشریح، اور تصوف کیا چیز ہے اور صوفی کس کو کہتے ہیں؟

قال الاشرف:

الصوفی ھوالموصوف بصفات اللّٰہ سوی الوجوب و القِدَم۔

ترجمہ:۔ حضرت جہانگیر اشرف (قدوۃ الکبرا) قدس سرہٗ نے فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو صفاتِ الٰہیہ سے سوائے صفت وجوب (واجب الوجود) اور قِدَم کے موصوف ہو۔

حضرت نور العین کی درخواست پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے ترجمہ عوارف المعارف میں اس سلسلہ میں یہ دیکھا ہے کہ مراتب طبقات مردم (ان کے درجات کے اختلاف کے اعتبار سے) تین ہیں اول مرتبہ واصلین و کاملین کا ہے اور یہ سب سے بلند طبقہ ہے۔ دوسرا مرتبہ سالکوں کا ہے جو طریقہ کمال پر گامزن ہیں یہ طبقۂ وسطی ہے۔ مرتبۂ سوم مقیمان کا ہے جو ناقص ہیں۔ یہ سب سے نچلا طبقہ ہے۔ حضرات واصلین مقربوں اور سابقوں میں شامل ہیں اور سالک حضرات ابرار و اصحاب یمین ہیں اور کوئے نقصان میں قیام کرنے والوں کو مقیمان کہتے ہیں۔ یعنی صاحبانِ نقصان یہ اصحاب الشمال ہیں۔

واصلانِ حق یہ اہل وصول ہیں جو مرتبہ میں انبیاء علیہ السلام کے بعد ہیں، دو گروہوں پر مشتمل ہیں گروہ اول ان مشائخ صوفیہ کا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اتباع کے باعث مرتبۂ وصول پر پہنچ گئے ہیں اور اس کے بعد وہ ہدایت خلق کے لئے ماذون و مامور ہوئے بطریق متابعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کامل و مکمل حضرات کا گروہ ہے فضل و عنایت ازلی سے۔ ان کو چشمۂ جمع اور توحید کے عمیق وسط دریا میں ڈوب جانے کے بعد ماہی فنا کے پیٹ سے تفرقہ و بقا کے ساحل و میدان میں خلاصی و رہائی عطا فرمائی ہے تاکہ مخلوق کو درجات کی کامیابی و نجات کی رہبری کریں۔ طائفہ دوم وہ جماعت ہے جو درجۂ وصول تک تو پہنچی لیکن کامل مکمل نہ ہونے کی وجہ سے مخلوق کی ہدایت و رہنمائی ان کے سپرد نہیں کی گئی اور یہ ابھی حالِ

جمع میں غرق ہیں اور فنا کے عالم میں پہنچ کر اس طرح ناچیز اور اس میں مستہلک ہوئے ہیں کہ ان کو ساحل تفرقہ و بقا سے کوئی خبر نہیں ملی ہے۔ حال جمع سے نکل کر حال تفرقہ میں نہیں پہنچے ہیں۔ سالکانِ گنبدِ غیرت اور دریا حیرت کو طے کرنیوالے حضرات کے زمرہ میں تو یہ حضرات شامل ہوگئے ہیں لیکن درجہ کمال کے وصول کے بعد دوسرں کی تکمیل ان کے سپرد نہیں کی گئی ہے اور یہ بحر حیرت میں اس طرح مستغرق ہوئے اور منزل فنا میں اس طرح پہنچے کہ پھر کسی کو ان کی خبر نہیں ملی۔

گروہ سالکان | حضرات سلوک بھی دو قسم کے ہیں ایک تو طالبانِ مقصدِ اعلیٰ، یہ مریدان وجہہ اللہ ہیں جن کے بابت میں کہا گیا ہے یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ[1] (وہ اس کے دیدار کے خواہاں ہیں) دوسرا گروہ طالبان مقصدِ سفلی کا ہے، یہ مریدان آخرت ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا (وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ[2] (اور تم میں سے طالبانِ آخرت ہیں)

طالبان حق کے دو گروہ ہیں | ۱۔ متصوفہ۔ ۲۔ ملامتیہ

متصوفہ:۔ یہ وہ جماعت یا گروہ ہے کہ بعض صفات نفسانی سے ان کو رہائی مل گئی ہے اور صوفیہ کے بعض اوصاف و اقوال سے متصف ہوگئے ہیں اور صوفیہ کرام کے احوال کی نہایت سے ان کو آگاہی حاصل ہوگئی ہے، لیکن ابھی تک کچھ نفسانی صفات کے دامنوں میں جو ان کے اندر باقی رہ گئے ہوں الجھے ہوئے ہیں جس کے باعث اہل قرب کی نہایات و غایات تک وصول سے محروم ہیں۔

ملامتیہ:۔ یہ وہ جماعت ہے جس کے افراد صدق و اختصاص کے قاعدوں کی محافظت اور اخلاص و محبت کے معنی کی رعایت میں انتہائی جد و جہد کرتے ہیں لیکن اپنی طاعات کو پوشیدہ رکھنے اور اپنے نیک کاموں کے چھپانے کی پوری پوری کوشش کرنا اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں باوجودیکہ اعمال صالحہ کی ادائیگی میں کچھ بھی فروگذاشت نہیں کرتے ہیں اور تمام فضائل و نوافل پر کاربند رہنا اپنے لئے لازم جانتے ہیں ان کا مشرب ہر حال میں اخلاص ہوتا ہے اور ان کی لذت اسی میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ ان کے کاموں اور حالتوں کو دیکھے، جسطرح گنہ گار گناہ کے ظاہر ہو جانے سے بچتا ہے اسی طرح یہ حضرات اپنی بندگی کے ظہور سے کہ ریا کا گمان ہے بچتے ہیں تاکہ قانون اخلاص بگڑنے نہ پائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً اس شعر کے مضمون کو ارشاد فرمایا ؎

بیت

عبادت تری گر ہے بہرِ خدا	چو روئی پرستیدنت در خدا است
تہ جبرئیل دیکھیں اُسے ہے روا	اگر جبرئیلت نہ بیند رواست

---

[1] پ سورۂ انعام ۵۲   [2] پ سورۂ آل عمران ۱۵۲

بعض حضرات نے طبقہ ملامتیہ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ الملامتی ھو الذی لایظھر خیراً و لا یضمر شراً (ملامتی وہ ہے جو نہ اپنے خیر کو ظاہر کرے اور نہ اپنے شر کو چھپاتے) قال الاشرف الملامتی ھو الذی لا یظھر خیراً و شراً۔ اشرف کہتا ہے کہ ملامتی وہ ہے جو نہ اپنے خیر کو ظاہر کرے اور نہ اپنے شر کو۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ نے ملامتی کی تعریف اس طرح کی ہے کہ ملامتی وہ گروہ ہے کہ جو کچھ ان کے باطن میں ہے وہ اپنے ظاہری احوال سے اس کو ظاہر نہیں کرتے۔ باطن کا کوئی اثر ظاہر سے نمایاں نہیں ہوتا اور یہ ایک بہت ہی اعلیٰ گروہ ہے یہ اپنے اطوار سے بڑے بوڑھوں کی نقل کرتے ہیں۔ خود کو بوڑھا اور نامرد ظاہر کرتے ہیں اور شرح اس کی یہ ہے کہ ملامتی جب اخلاص کا مزہ حاصل کر لیتا ہے اور صدق اس کے اندر متحقق ہو جاتا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اس کے احوال سے اس کے حسن و جمال سے اور اس کے اعمال سے آگاہ ہو۔

حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا کہ جب میں سفر روم کی مسافت طے کر رہا تھا وہی روم جس کے بارے میں کہا گیا ہے ما دخلہ المعصوم (اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا) تو جنگل میں ایک شخص کا ساتھ ہو گیا۔ مجھے قطعاً پتہ نہیں چلتا تھا کہ ان کا تعلق کس مذہب سے ہے اور کس قسم کی عبادت کرتے ہیں آخر کار (مدت کے بعد) یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک ولی کامل ہیں۔ اور فقیر کے ساتھیوں میں کمال جوگی اسی طبقہ سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراء نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک بار شہر سبزوار کی جامع مسجد سے گذر رہا تھا قریب ہی ایک باغ گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ تھا۔ بڑی عمدہ عمدہ روشیں اور پھولوں کے تختے کھلے ہوئے تھے، ایک تختہ پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پہلو میں ایک حسین و جمیل عورت تھی اور صراحی سامنے رکھی تھی اور طرح طرح کے ماکولات موجود تھے اور وہ کچھ شعر گنگنا رہا تھا اور خوب ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی تھیں ہم نے خیال کیا کہ یہ جوان شراب پیئے ہوئے ہے اور لہو میں مبتلا ہے نشہ میں چہک رہا ہے یہ سب کچھ نفس امارہ کا کرشمہ ہے آخر کار یہ پتہ چلا کہ وہ عورت اس کی بیوی تھی اور صراحی میں شربت گلاب تھا جو پی رہے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبراء فرماتے ہیں کہ ملامتی صوفیہ کا گروہ عزیز الوجود اور شریف الحال ہونے کے باوجود چونکہ ان سے کلی طور پر وجود خلقیہ کا حجاب دور نہیں ہوتا اس لیے وہ جمال توحید کے مشاہدہ اور رنال توحید کے معائنہ سے محجوب رہتے ہیں کیونکہ خلق کی نگاہ سے اس درجہ اعمال و احوال کو چھپانا ٹھیک طور پر ظاہر کرتا ہے کہ وہ خلق اور اپنے نفس کے وجود کو دیکھتے ہیں جو حقیقت توحید کے خلاف ہے اور نفس بھی حال اغیار سے ہے وہ لوگ اب تک اپنی حالت کو دیکھتے ہیں اپنے اعمال و احوال کے مشاہدے سے اغیار کو پوری طرح نہیں نکالا ہے۔

ان کے اور صوفیہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ عنایت ایزدی کی بدولت صوفیہ کو اپنے وجود سے بطور کلی رہائی مل گئی ہے اور خلق کا اور انانیت کا حجاب ان کے مشاہدہ (شہود) کی نظر سے پورے طور پر اٹھالیا گیا ہے۔ پس بے شک وشبہ یہ حضرات طاعات وبندگی اور صدورِ خیرات (اعمالِ خیر) میں خود کو اور مخلوق کو اپنے درمیان نہیں پاتے ہیں اس طرح نظرِ خلق کی اطلاع سے محفوظ ومامون رہتے ہیں اور وہ اپنے احوال کے اخفا اور سترِ احوال میں کسی خاص بات کے پابند نہیں ہیں اگر وہ اظہار بندگی کو مصلحت وقت سمجھتے ہیں تو اس کو ظاہر کر دیتے ہیں اور اگر اس کا اخفا مناسب سمجھتے ہیں تو اس کو چھپاتے ہیں۔ پس ملامتیہ مخلِص ہیں (لام کے زبر کے ساتھ) اور صوفیہ مخلَص ہیں (لام کے زیر کے ساتھ) ارشاد ہے کہ اِنَّا اَخْلَصْنٰھُمْ بِخَالِصَۃٍ [1] (ہم نے ان کو خالص کر دیا ہے نعمت خاص کے ساتھ) ان کا وصف حال ہے

طالبانِ آخرت کے چار گروہ ہیں

۱۔ زہاد ۲۔ فقراء ۳۔ خدام ۴۔ عباد

زہاد:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نورِ ایمان وایقان سے جمالِ آخرت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دنیا کو صورت قبیح میں دیکھتے ہیں اور یہ حضرات فنا ہونے والی بیہودہ زینت کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ہمیشہ رہنے والی حقیقی خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں اور ان لوگوں کی صوفیہ سے علیحدگی یہ ہے کہ زاہد اپنے حظِ نفس کے سبب حق سے حجاب میں رہ جاتا ہے کیونکہ بہشت حظِ نفس کا مقام ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ [1] (اس میں ہر وہ چیز موجود ہے جس کی نفس خواہش کرے گا) اور صوفی تو جمال ازلی کے مشاہدہ اور ذات لم یزلی کی محبت میں دونوں جہان سے محجوب ہوتا ہے جس طرح دنیا میں اس کو رغبت نہیں رہتی اسی طرح آخرت سے بھی اس کی رغبت ختم ہو جاتی ہے۔ پس صوفی کا زہد میں جو مرتبہ اور درجہ ہے وہ اس زاہد کے مرتبہ سے جداگانہ ہے کہ جس سے خواہش نفس بالکل علیحدہ ہے۔

فقراء:۔ یہ ایسا گروہ ہے جو دنیاوی ساز و سامان میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور جنہوں نے فضل وکرم ایزدی کی طلب میں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کی خاطر سب چیزوں کو ترک کر دیا ہے۔ ترک اسباب دنیاوی کا باعث ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے۔ پہلی چیز اور پہلا باعث تو حساب میں تخفیف یا خوف عذاب ہے کہ حلال چیزوں کے صرف کا حساب ہوگا۔ اور حرام چیزوں پر عذاب وعتاب، دوم یہ کہ توقع فضل ثواب میں اور جنت میں اغنیا سے پہلے داخل ہونے کی امید میں کہ فقراء اغنیا سے پانچ سو سال پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ سوم یہ کہ سکون دل واطمینان قلب نصیب ہو تاکہ حضور دل کے ساتھ زیادہ عبادت کی جاسکے۔ فقراء کا ملامتیہ ومتصوفہ سے فرق اس میں ہے کہ وہ طالب بہشت اور اپنے حظ نفس کے خواہاں ہیں اور یہ حضرات حق تعالیٰ اور اس کے قرب کے خواہاں ہیں اور اس

---

[1] پ ۲۵ سورۃ الزخرف ۷۱
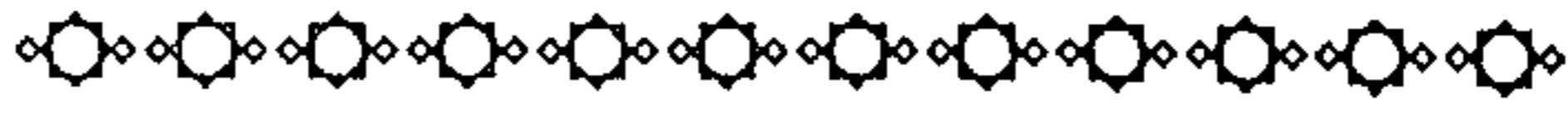
مرتبہ کے سوا فقر میں ایک مرتبہ اور مقام ایسا ہے جو ملامتیہ اور متصوفہ کے مقام سے بلند اور ورے ہے۔ اور وہ خاص صفت صوفی کی ہے اس لیے کہ صوفی کا مرتبہ اگرچہ فقر سے ورا اور بلند ہے لیکن اس کے مقام کا خلاصہ اس کے مقام میں موجود ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ صوفی کے لیے شرط ہے کہ وہ جملہ شرائط ولوازم کے ساتھ مقام فقر سے عبور کر چکا ہو۔ اب وہ جس مقام پر اپنے اس مقام سے ترقی کرے گا اس کے تقویٰ اور صفا میں اضافہ ہوگا اور وہ زیادہ نمایاں ہوگا اور ہر مقام پر وہ اپنا رنگ دکھلائے گا۔

پس فقر صوفی کے مقام میں یعنی فقر صوفی کے اندر ایک مزید وصف کی حیثیت رکھتا ہے۔ صوفی میں یہ فقر تمام اعمال واحوال ومقامات میں اس کی ذات سے سلب نسبت بن جاتا ہے اور پھر کسی چیز پر اس کا تملک باقی نہیں رہتا۔ اس طرح کہ وہ کسی کام میں یا اپنے کسی حال میں اور کسی مقام میں خود کو موجود نہیں پاتا۔ اور اپنی ذات سے عمل، حال اور مقام مخصوص نہیں گردانتا بلکہ وہ خود کو بھی بھول جاتا ہے ان احوال میں اپنی ذات کو کارفرا نہیں پاتا۔ پس اس صورت میں نہ اس کا وجود رہتا ہے۔ نہ ذات اور نہ صفت وہ محو در محو و فنا در فنا کی منزل پر ہوتا ہے۔ یہی وہ فقر ہے جس کے فضائل میں مشائخ کرام نے بہت کچھ فرمایا ہے۔ اس سے قبل جو کچھ فقر کے بارے میں کہا گیا ہے وہ فقر رسمی ہے اس فقر کے بارے میں شیخ عبداللہ خفیف قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ الفقر عدم الاملاك والخروج عن احكام الصفات (مالکیت کا نہ ہونا اور احکام صفات سے باہر ہونا فقر ہے) یہی فقر کی جامع تعریف ہے فقر کی رسم وحقیقت دونوں کو شامل ہے۔ بعض مشائخ نے فقر کی تعریف اس طرح بھی کی ہے الفقير هو الذي لايَمْلِكُ و لايُمْلَكُ (فقیر وہ ہے جو نہ مالک ہو نہ مالک کرے)

صوفی کی مقام فقیر سے برتری اس اعتبار سے ہے کہ فقیر ارادت فقر اور ارادتِ حظِ نفس سے محجوب ہوتا ہے۔ یعنی وہ ارادتاً فقر اور ترکِ حظِ نفس کو اختیار کرتا جبکہ صوفی کے لئے کوئی ارادہ مخصوص نہیں ہے۔ فقر ہو یا غنا اس کا ارادہ ارادۂ حق میں محو ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ارادہ عین ارادتِ حق ہوتا ہے اسلئے اگر وہ صورت فقر اور رسم کو اختیار کرتا ہے تو اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ارادہ تو حق کی ارادت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ ابوعبداللہ کا اس سلسلہ میں یہ قول نقل فرمایا کہ:۔

الصوفي من الستصفاه الحق لنفسه تودُّدًا والفقير من استصفا نفسه في فقره تقربًا (صوفی وہ ہے جسکو حق تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے لئے منتخب فرمالیا ہے اور فقیر وہ ہے جو خود اپنے فقر میں بغرض عبادت صفائی کا طالب ہے)

بعض حضرات نے اس طرح تعریف کی ہے:۔

الصوفي هو الخارج عن النعوت والرسوم والفقير هو الفاقد للاشياء (صوفی وہ ہے جو باہر نکل گیا ہے صفات و رسوم (کی قیود) سے اور فقیر وہ ہے جس نے چیزوں کو گم کر دیا)

حضرت نورالعین کی درخواست پر حضرت قدوۃ الکبرا نے آثار فقیر کے متعلق فرمایا کہ جب حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی سے دریافت کیا گیا کہ درویش کے لیے کم سے کم کیا خوبی اور وصف ہونا چاہیئے کہ فقر کا لقب اس کے لیے سزاوار اور موزوں ہو جائے انہوں نے فرمایا ان تین باتوں سے کم اس میں نہیں ہونا چاہیئے اول صحیح اور درست پیوند لگانا جانتا ہو۔ دوم سچ بولنا جانتا ہو اور سچ بات سننا پسند کرتا ہو۔ سوم زمین پر ٹھیک طرح پاؤں رکھنے سے واقف ہو۔ جب انہوں نے یہ بات فرمائی تو اس وقت میرے ساتھ کچھ اور درویش بھی بیٹھے تھے۔ جب ہم ان کی خدمت سے اٹھ کر اپنی منزل پر واپس آئے تو میں نے کہا کہ آؤ ہم میں سے ہر ایک اس سلسلہ میں کچھ کہے۔ چنانچہ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ اس میں کہا جب میری نوبت آئی تو میں نے کہا کہ ٹھیک ٹھیک پیوند لگانا یہ ہے کہ مرقع کو فقر کے ساتھ سیا جائے نہ کہ زینت کے ساتھ اگر مرقع میں تم فقر کے ساتھ پیوند لگاؤ گے تو درست نہ ہوتے کی صورت میں بھی درست اور موزوں ہوگا۔ سخن درست کہنا اور سننا یہ ہے کہ زندگی میں اسکو سنے نہ کہ مردگی میں اور معقول بات کہے نہ کہ مذاق کرے اور اسکے بھید کو کیف وحال سے سمجھے نہ کہ عقل سے۔ اور زمین پر ٹھیک پاؤں رکھنے سے مراد یہ ہے کہ زمین پر پاؤں وجد کے عالم میں رکھے وجد میں پاؤں زمین پر مارے لہو ولعب کے لیے نہیں! میری اس تشریح کو بعینہٖ ان بزرگ (شیخ ابوالقاسم گرگانی) کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے سن کر فرمایا:- اصاب علی اجرہ اللہ تعالےٰ اس نے حق تعالیٰ کے اجر پر ٹھیک بات کہی (یعنی جو کچھ کہا درست کہا۔ اللہ اس کا اجر عطا فرماتے) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ اوصاف اس کے لیے ضروری ہیں جو فقر حقیقی پر پہنچ گیا ہے برخلاف فقرا رسمی کے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس طائفہ کے لیے ضروری ہے کہ خود کو لباس فقر سے آراستہ کریں اگر اس کا فقر درجاتِ اخروی کے حصول کے لیے ہو تو بہتر ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقر کو اختیار فرمایا ہے۔ فقرا کے درجات عالیہ اور مقامات متعالیہ کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ان سے معمولی سی بے التفاتی فرماتے پر باری تعالےٰ کی جناب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا:-

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ [1]

(اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ ثابت قدم رکھیئے جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اس کے دیدار کے خواہاں ہیں)

بات یہ تھی کہ جب تک اصحاب صفہ میں سے ایک بھی صحابی مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہوتا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان ہی کی طرف توجہ فرماتے اور مصروف گفتگو رہا کرتے اور کسی

---

[1] پ ۱۵ سورہ کہف ۲۸

کی طرف آپ توجہ نہ فرماتے اور حضور کی چشم مبارک انہی پر مرکوز رہتی - یہ آیت ان ہی اصحاب کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی جس کی تفصیل یہ ہے :-

قریش کے سرداروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحاب صفہ کے ساتھ یہ التفات خاص حسد کا باعث بن گیا - چنانچہ یہ لوگ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کہا کہ اگر آپ ان مسلمانوں کے ساتھ جو سوائے حق پرستی اور عبادت گزاری کے اور کسی حیثیت کے مالک نہیں ہیں، بات چیت ترک نہ کرینگے تو ہم آپ کے پاس آنا چھوڑ دیں گے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط قبول فرمانا مناسب نہیں سمجھا - جب کفار اس امر سے ناامید ہوئے تو بولے کہ اچھا ان سے قطع کلام نہ کیجئے تو اتنا ہی کیجئے کہ ہماری موجودگی ہیں اور ہم سے گفتگو فرماتے وقت آپ ان لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا کریں گے جب تک ہم اسلام قبول نہ کر لیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط منظور فرمالی کہ مجلس میں ان سرداروں کی موجودگی میں آپ اصحاب صفہ کی طرف توجہ نہیں فرمائیں گے کیونکہ آپ ہمیشہ سے اس امر کے خواہاں تھے کہ یہ رؤسائے قریش اسلام قبول کر لیں اسی وقت اس بارے میں اس آیت کا نزول ہوا - ان ہی اصحاب صفہ میں حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بھی تھے جب کبھی ان پر خاص کیفیت طاری ہوا کرتی تھی تو اس وقت وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ ہوں جس کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ناخوشی کا اظہار فرمایا ہے ان کا اشارہ اس وحی کی طرف ہوتا تھا جو اس قضیہ میں نازل ہوئی تھی -

حضرت دربتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ بعض ارباب فضائل فقر پر غنا کو فضیلت دیتے ہیں یہ کیا صورت ہے اس لیے کہ اگر غنا کو فقر پر فضیلت حاصل ہوتی تو سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [ل] (آپ کی نگاہ نے کسی طرف میل نہیں کیا اور نہ حد سے بڑھی) کے لباس اعلیٰ سے آراستہ ہوتے ؟

آداب المریدین میں کہا گیا ہے کہ ارباب تصوف و مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ فقر غنا سے افضل ہے وہ بھی جبکہ دولت مندی رضائے الٰہی کی موجب ہو تو اگر کوئی دلیل میں قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے پیش کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ اوپر والا ہاتھ بزرگی حاصل کرتا ہے اپنے پاس کی چیز کو نکالنے سے اور نیچے والا ہاتھ نقصان پاتا ہے اوپر والے ہاتھ کی چیز کے لینے سے تو سخاوت اور بخشش کی فضیلت بیان کرنے میں فقر کی بزرگی کی دلیل ہے تو جس نے فقر پر دولتمندی

[ل] پ ۲۷ سورہ النجم ۱۷

کو ترجیح عطا و بخشش کے سبب دی ہے وہ ایسا ہے جیسا کسی نے گناہ کو عبادت پر ترجیح فضیلت توبہ کے سبب دی۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا کہ میانہ روی اختیار کرو اور بلاشبہ تھوڑی روزی پر خوش رہنا تھوڑے سے عمل کو پاک کر دیتا ہے۔ (ہر عمل میں اعتدال اختیار کرنا چاہیئے اور قلیل روزی پر بھی خوش ہونا چاہیئے اور قناعت اختیار کرنا چاہیئے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابوالعباس نہاوندی فرماتے ہیں کہ:

الفقر بدایۃ التصوف — فقر تصوف کی ابتداء ہے۔

زہد اور فقر میں فرق یہ ہے کہ فقر بغیر زہد کے پایا جا سکتا ہے جیسے کوئی شخص عزم راسخ و ثابت کے ساتھ دنیا کو ترک کر دے لیکن اس کی رغبت پھر بھی دل میں باقی رہے اسی طرح زہد بغیر فقر بھی ممکن ہے جیسے کوئی شخص اسباب رغبت مال و متاع کے باوجود اس سے گریزاں ہو۔ فقر کی ایک رسم ہے اور ایک حقیقت ہے، فقر کی رسم کا تو املاک کا نہ ہونا ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کا اختصاص اپنے ساتھ نہ رکھے اس اختصاص کو سلب کرلے اور اس کی صفات سے بلند ہو جائے (کسی شئے کی صفات اور اختصاص کو اپنے ساتھ باقی نہ رکھے) رسم فقر زہد میں موجود ہے (کہ زہد میں املاک کا عدم ہوتا ہے) اور حقیقت و معنی زہد یہ ہیں کہ رغبت دنیا سے صرف نظر کرے (دنیا سے رغبت نہ رہے) خداوند تبارک و تعالیٰ جب اپنے بعض خاص بندوں (اولیاء) کو اپنی عزت کے دامن میں پناہ دے دیتا ہے تو ان کو غیروں کی نظروں سے چھپا دیتا ہے اور بظاہر ان کو غنا (تونگری) کا لباس پہنا دیتا ہے جو رغبت کی ایک صورت ہے تاکہ اہل ظاہر ان کو دنیا کے تونگروں ہی میں شمار کریں (ان کو صاحبان دولت جانیں) اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے جمال حال کو نامحرموں کی نظر سے پوشیدہ رکھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فقر و زہد دونوں ہی صوفی کے حال کے لوازم ہیں۔

چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ مجدالدین بغدادی (قدس سرہٗ) کی خانقاہ کے لنگر کا خرچ ۲ لاکھ دینار زر سرخ تھا (دو لاکھ اشرفی)، میں نے حساب لگایا تھا کہ انہوں نے ۵ لاکھ دینار کی جائیداد خانقاہ کے لیے وقف کر دی تھی کہ یہ ان صوفیہ پر خرچ کی جائے جن کا تعلق ہمارے سلسلہ سے ہو۔

حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی کے توبہ کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی (قدس سرہٗ) سمنان کے شاہی خاندان سے تھے اور اس فقیر (اشرف جہانگیر) کے اقربا میں سے تھے انکے توبہ کا سبب یہ ہوا کہ پندرہ برس کی عمر میں سلطان وقت کی خدمت میں رہتے تھے ایک جنگ کے دوران جو حضرت سلطان ابراہیم (نوراللہ مرقدہٗ) کے دشمنوں سے لڑنا پڑی تھی آپ پر جذب و شوق پیدا ہوا اور آپ میدان جنگ سے نکل کر عازم بغداد ہو گئے، اور بغداد پہنچ کر حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کسرتی

کی صحبت میں سلوک کی منازل طے کیں، ترک تجرید و تفرید کے بعد آپ کی خانقاہ کا یومیہ خرچ ایک سو اشرفی تھا۔ یہ خانقاہ سکاکیہ جو اس فقیر کے آباؤ اجداد کی طرف سے سمنان میں تعمیر ہوئی تھی۔ موجودہ اس زمانہ میں شیخ خانقاہ، شیخ علاء الدولہ سمنانی تھے۔

بعض مشائخ صوفیہ نے رسم فقر کو اختیار کیا ہے اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی اقتدا کریں اور دنیا سے کم سے کم تعلق رکھیں اور اپنی زبان حال سے طالبان حق کو دعوت دیں اور ان میں رغبت پیدا کریں۔ ان کا رسم فقر کو اس طرح اختیار کرنا اختیار حق کے لیے ہوتا ہے حظ آخرت کے حصول کے لیے نہیں ہوتا۔

خدّام:۔ یہ وہ حضرات ہیں جو فقیروں اور طالبانِ حق کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یا داؤد اذا رأیت لی طالبًا فکن لہ خادمًا (اے داؤد! جب تم میرے کسی طالب کو دیکھو تو اس کے لئے خادم بن جاؤ)

یہ حضرات اپنا تمام وقت ادائے فرائض کے بعد حضراتِ صوفیہ کی خدمت میں ان کی آسودگیٔ خاطر کے لیے صرف کرتے ہیں اور ان کے لیے امور معاش کے اہتمام میں مصروف رہتے ہیں اور بر حسب استعداد امر معاد میں بھی تعاون کرتے ہیں۔ اس خدمت کو نوافل اور عبادتوں سے مقدم سمجھتے ہیں ان حضرات کی ضروریات کی فراہمی میں ایسے ہر طریقہ کو اختیار کرتے ہیں جو مذموم نہ ہو۔ ان میں سے بعض حضرات کسب کو بعض گداگری کو اختیار کر لیتے ہیں اور بعض فتوح حاصل کر کے ان کی ضروریات پوری کرتے ہیں اور اس لینے دینے (اخذ و عطا) میں ان کی نظر حق پر ہوتی ہے اور خلق کو لینے میں عطاء الٰہی کا واسطہ جانتے اور دینے میں قبول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا (تقریبًا یہ الفاظ تھے) کہ حضرت شیخ ابو اسحاق بن شہریار گازرونی فقراء ہی کی خدمت سے اس بلند مرتبہ پر پہنچے تھے اور مقصود اعلیٰ کو حاصل کیا تھا۔

کہتے ہیں کہ شیخ ابو اسحاق قدس سرہٗ گازرون کے ایک گاؤں میں کپڑا بننے کے کام میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت شیخ ابو علی حسین بن محمد فیروز آبادی جو اصحاب توحید کے پیشوا اور مقتدائے ارباب تفرید گزرے ہیں اور ایک صاحب ولایت اور صاحب تصرف بزرگ تھے سفر کی حالت میں تھے اتفاقًا ان کا گزر اس گاؤں میں ہوا۔ شیخ ابو اسحاق کو انہوں نے تانے بانے کی درستی میں مشغول پایا جیسے ہی شیخ ابو علی کی نظر شیخ ابو اسحاق پر پڑی تو اپنے نور ولایت سے ان کو حاصل ہونے والے مراتب کی حقیقت کو پہنچ گئے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ نساج اپنے زمانہ کا قدوۃ الاولیاء اور زبدۃ الاصفیا ہو گا۔ آپ نے شیخ ابو اسحاق سے فرمایا آؤ! میرے مرید ہو جاؤ۔ شیخ ابو اسحاق نے کہا کہ میں مریدی کے آداب اور طریقوں سے واقف نہیں ہوں یہ بہت ہی سادہ لوح تھے انوار رشد
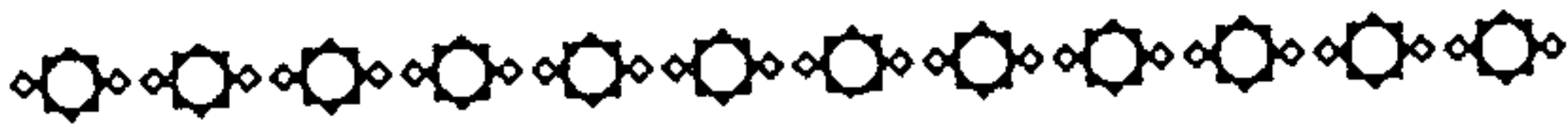
ہدایت و مرید و مراد کے رموز و آثار سے ان کو آگاہی نہیں تھی حضرت شیخ ابو علی نے فرمایا کہ:۔
اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ[1] (وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں)
کے ارشاد کے مطابق اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اور کہو کہ میں آپ کا مرید ہو گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ ابو اسحاق نے ایسا ہی کیا اور اس طرح وہ حضرت شیخ ابو علی کے مرید ہو گئے۔ جب ان کو مرید کر لیا گیا اور شیخ ابو علی سفر پر روانہ ہونے لگے تو حضرت شیخ ابو اسحاق نے عرض کیا کہ اب جبکہ آپ نے مجھے مرید کر لیا ہے تو مجھے کچھ وصیت بھی فرمائیے تاکہ میں اس پر کاربند رہوں۔ آپ نے فرمایا کہ فی الوقت تمہارے لیے میری یہی وصیت ہے کہ فرائض کے ادا کرنے کا پورا پورا خیال رکھو اور جو کچھ کھاؤ اس میں سے کچھ فقراء کا حصہ مقرر کر دو تاکہ ان کی مہمانی میں صرف کرو انہوں نے اس بات کو قبول کر لیا اور وہ پیر کے اشارہ پر کاربند ہو گئے اور اپنی خوراک کا کچھ حصہ فقیروں کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن اتفاق سے تین بزرگ جو صاحب تصرف تھے ان کے گاؤں میں وارد ہوئے۔ شیخ ابو اسحٰق ان حضرات کیلئے آش جو پکانے لگے کھانا ابھی تیار نہیں ہوا تھا کہ تینوں درویش ان کے گاؤں سے روانہ ہو گئے حضرت شیخ ابو اسحٰق اسی طرح بے پکا ہوا کھانا چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور ان بزرگوں کے پیچھے دوڑے اور اپنے حصہ کی تین روٹیاں جو موجود تھیں ان کے سامنے رکھ دیں جب انہوں نے وہ روٹیاں کھا لیں تو کہا کہ اس بافندے (جولاہے) نے تو اپنا کام پورا کر دیا ہم کو بھی اس کیلئے کچھ کرنا چاہیئے۔

شعر

کسی کز تو وفائے پیش کردہ — کسی نے کیا تم سے گر ہے وفا
چو از وی بگذری انصاف نبود — جو منصف ہو دو اسکو پوری جزا

چنانچہ ان میں سے ایک بزرگ نے کہا کہ میں اسکو دنیا دیتا ہوں دوسرے نے کہا کہ دنیا کی راحت و آسودگی سے یہ تفرقہ میں پڑ جائے گا میں اس کو دین دیتا ہوں تیسرے بزرگ نے فرمایا کہ ہم لوگ جوان مرد ہیں اور اللہ کے خزانہ میں جو خزائن السمٰوات والارض ہے کس چیز کی کمی ہے اس کو ہم دنیا بھی دیتے ہیں اور دین بھی دیتے ہیں۔ یہ فرما کر تینوں بزرگ روانہ ہو گئے۔
حق تعالیٰ نے ان بزرگوں کے پاک انفاس کی برکتوں سے دین کی منزل میں آپ کو ایسے بلند مرتبہ پر پہنچایا کہ شیخ ابو اسحاق بہت سے اکابر کے پیشوا بن گئے اور دنیا کے معاملات اور اسباب میں آپ کی حیثیت یہ ہوئی کہ ان کے مزار متبرکہ پر پانچ سو دینار کا لنگر فقراء کو کھلایا جاتا ہے۔
آپ کا مرقد اور مزار شریف ایک گھاٹ کے قریب واقع ہے۔ قافلہ والے اور مسافر اس قدر

---

[1] پ ۲۶ سورۂ فتح ۱۰

فتوح اور نذرانے پیش کرتے ہیں کہ اسکی تشریح و تفصیل ناممکن ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بہت سے اہل حرفہ اس شرف و بزرگی سے مشرّف ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے علم حال کو علم قال پر فوقیت بخشی ہے، مولانا رومی فرماتے ہیں: شعر

گر نہ علم حال فوق قال بودی کی شدی ۔۔۔ بندہ سردار بخارا خواجہ نساج را

گر نہ علم حال فوق قال ہے کیسے بنا ۔۔۔ بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج کا

بہت سے اکابر صوفیہ نے خواجہ نساج سے ان بزرگ ابو اسحاق نساج کے علاوہ ایک دوسرے خواجہ ابو بکر نساج کو سمجھا ہے یعنی ابو اسحاق نساج کے علاوہ ایک دوسرے بزرگ کی ذات گرامی مراد لی ہے اور بعض اکابر نے خواجہ نساج سے شیخ ابو اسحاق گاذرونی ہی کی شخصیت مراد لی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفیہ کاملین بھی خدام کے لیے جو کچھ مناسب ہوتا تھا اس کا خیال رکھتے تھے اور ان کی کسی ایسی بات کی طرف ملتفت ہی نہیں ہوتے تھے جو ان کے لیے ناگواری کا موجب بنتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ شیخ ابو العباس قصاب جو ایک صاحب کرامات بزرگ تھے اور بڑے صاحب فہم و فراست تھے اور وہ غوث وقت تھے ایک دن ان کی ملاقات کے لیے ایک نادان مصر سے شہر آمل میں ان کی خدمت میں آیا لیکن اس نادان نے شیخ کو سلام تک نہیں کیا اور پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد وہ طہارت خانہ میں گیا وہاں کچھ کوزے رکھے ہوتے تھے جن سے لوگ ہاتھ منہ دھوتے تھے وہ ان میں سے ایک اٹھا لیتا اور توڑ ڈالتا یہاں تک اسی طرح اس نے وہ تمام کوزے توڑ ڈالے اس کے بعد اس نے خدام سے کہا کہ جاؤ اپنے شیخ سے کہو کہ مجھے اور کوزے درکار ہیں لوگوں نے شیخ سے یہ بات کہی اور کہا کہ جس قدر کوزے وہاں تھے وہ سب کے سب اس نے توڑ دیئے ہیں۔ شیخ نے فرمایا جاؤ بازار سے اور خرید لاؤ، لوگ لے آئے، وہ اس بات سے غافل طہارت خانہ سے نکلا اور کہا کہ مزید کوزے کیوں نہیں لائے اگر کوزے نہیں ہیں تو شیخ سے کہو کہ اپنی داڑھی مجھے دے تاکہ میں اس سے استنجا کروں۔ شیخ نے اسکی یہ بات سُن لی، اپنی جگہ سے کود دے اور اپنی لمبی سفید نورانی داڑھی کو دونوں ہاتھوں میں لیئے ہوئے آگے بڑھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ پسر قصاب کا نتیجہ یہاں تک پہنچا کہ اس کی داڑھی استنجا کرنے کے قابل ہے، اس غافل نے یہ بات سن لی اور فوراً شیخ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ اے شیخ! میں آپ سے مسلمان ہوتا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا بھائیوں کی خدمت سے جی چرانا مقصود خدمت سے محرومی کا موجب ہے۔ شیخ ابو عبداللہ کا ارشاد ہے۔ من تعذر عن خدمة اخوانه اورثه الله تعالیٰ ذلا لا انفكاك منه له ابداً (جو کوئی اپنے دوستوں کی خدمت میں دریغ کرتا ہے اس کو حق تعالےٰ ایسی ذلت دیتا ہے کہ پھر کبھی اس سے چھٹکارا نہیں ملتا، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مخلوق کی خدمت سعادت کی نشانی ہے جو کوئی خدمت خلق کا عادی ہو جاتا ہے وہ خالق کی خدمت بآسانی کر لیتا ہے۔ مظاہر کائنات خداوند تعالیٰ کی صفات کے

مظہر ہیں۔ اس اعتبار سے مخلوق کی خدمت عین خالق کی خدمت ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیخ ابوطالب خزرج شیراز میں آئے وہ پیٹ کے مرض (علت شکم) میں مبتلا تھے۔ خانقاہ کے مشائخ نے فرمایا کہ ان کی خدمت کون اپنے ذمہ لیتا ہے۔ شیخ خفیف نے ان کی خدمت کرنا قبول کیا۔ ہر رات میں وہ پندرہ مرتبہ یا سترہ مرتبہ (پانزدہ یا ہفتدہ بار) ضرورت کے لیے اٹھتے تھے (اور شیخ خفیف ان کی خدمت بجالاتے تھے)۔ شیخ عبداللہ خفیف فرماتے ہیں کہ ایک رات میں ان کی خدمت میں حسب دستور موجود تھا۔ بہت رات ہو چکی تھی۔ مجھے کچھ غنودگی سی آ گئی۔ یکبارگی انہوں نے مجھے آواز دی۔ میں نہیں سن سکا۔ دوبارہ انہوں نے مجھے پھر پکارا میں نے پھر نہیں سنا۔ ان کے تیسری بار آواز دینے پر میں اٹھا اور طشت لے کر ان کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اے برخوردار! جب تم مخلوق کی خدمت بھی اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے تو تم خالق کی خدمت کس طرح انجام دے سکتے ہو۔ اسی طرح ایک اور موقع پر میں موجود نہ تھا تو انہوں نے مجھے پکارا اے شیرازی! میں نے ان کی آواز نہیں سنی۔ دوسری مرتبہ پھر آواز دی اور فرمایا اے شیرازی! تجھ پر اللہ کی پھٹکار۔ میں یہ سن کر فوراً طشت لے کر دوڑا۔

اس موقع پر شیخ علی دیلمی نے شیخ ابوعبداللہ خفیف سے دریافت کیا کہ تم نے ان کی پھٹکار اور لعنت کس طرح سن لی۔ انہوں نے جواب دیا جس طرح رَحِمَكَ اللہ دعا کی صورت میں سنا جاتا ہے۔ (یعنی مجھ پر ان کی لعنت کچھ بار نہیں گزری اور میں نے اس کو خوش دلی کے ساتھ سن لیا) پس جس شخص نے استاد کے سامنے عاجزی نہیں کی اس کی مار نہ کھائی اور اس کی لعنت و پھٹکار نہیں سنی اور یرحمک اللہ سننے کی خواہش دل سے دور نہیں کی اور در در ناکامی کو گوارا نہیں کیا وہ خودی سے آزاد نہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ درویشوں کی خدمت کے سلسلہ میں کسی امتیاز کو روا نہیں رکھنا چاہیئے کیونکہ وہ حضرات جنہیں تم خدمت میں امتیاز دو گے ان کا حال تم پر ظاہر نہیں ہے تو تم سب کی خدمت کرو تاکہ تمہارا مقصد حاصل ہو اور مطلب فوت نہ ہوتے ہے

بیت

خورش دہ بہ کنجشک وکبک و حمام	کبوتر، چڑا کبک کو دے غذا
کہ یک روزت افتد ہمائی بدام	کہ اک دن ترے دام میں ہو ہما
در اوباشں پاکان شوریدہ رنگ	ہیں اوباشوں میں پاک شوریدہ رنگ
ہمان جائی تاریک لعل است و سنگ	اندھیرے میں ہے لعل بھی اور سنگ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نفلی عبادت خدمت سے بہتر ہے ان کا یہ خیال غلط ہے اس لیے کہ خدمت کا نتیجہ دوسرے دلوں میں اپنی محبت اور اپنا مقام پیدا کرتا ہے اسی لیے کہ خدمت احسان ہے اور محسن سے محبت کرنا لازمی بات ہے: جبلت القلوب علی حب من احسن الیہا۔

(دلوں کی فطرت ہیں ان سے محبت کرنا جنہوں نے احسان کیا ہے داخل کر دیا گیا ہے) نفلی عبادتیں بلحاظ ثمرہ و نتیجہ پاک دل والوں کی محبت، جو خدمت کا نتیجہ ہے، کے برابر نہ ہوں گی۔ آپ نے مکرر یہ شعر پڑھا ؎

شعر

خدمت ترا بجنگرۂ کبریا کشد | خدمت سے ہو رسائی بدرگاہِ کبریا
این سقف گاہ را بہ ازین نردبان مخواہ | اس چھت کا اس سے بڑھ کے نہ زینہ تلاش کر

بیت

ارادت نداری سعادت مجوئی | ارادت نہیں تو سعادت نہیں
بچوگانِ خدمت توان برد گوئی | بغیر اس کے جیتا ہے کوئی کہیں

شعر

دست بزن در کمرِ مقبلان | خوب پکڑ لے کمرِ مقبلاں
سر مکش از خدمتِ روشندلان | چھوڑ نہ تو خدمتِ روشندلاں

تقریباً ان الفاظ میں آپ نے فرمایا کہ شیخ ابوعلی فارمدی جو پیشوائے اولیاء تھے اور سرآمد علمائے زمانہ تھے، جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو منزلِ طریقت و تصوف کے راستہ پر قدم رکھا اور اس مقصد کے حصول کے لئے شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ان کی خدمت میں مصروف رہنے لگے ایک روز امام کے استاد گرمابہ میں تشریف لے گئے تھے۔ امام کہتے ہیں کہ میں تنہا گیا اور غسلخانہ میں پانی کے چند ڈول ڈال دیئے۔ جب استاد ابوالقاسم غسل خانہ سے باہر تشریف لائے اور نماز ادا کر لی تو فرمایا کہ گرمابہ میں پانی کس نے ڈالا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید مجھ سے کوئی بے ادبی ہو گئی ہے اس وجہ سے میں خاموش رہا۔ انہوں نے پھر دریافت کیا میں نے پھر جواب نہیں دیا۔ تیسری مرتبہ جب انہوں نے معلوم کیا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے پانی ڈالا۔ یہ سن کر استاد نے فرمایا کہ اے ابوعلی جو کچھ ابوالقاسم نے ستر سال کی محنت و ریاضت کے بعد پایا تم نے وہ ایک ڈول پانی ڈال کر حاصل کر لیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کسی شخص نے مجھے اپنا اس قدر ممنونِ احسان نہیں کیا ہے جیسا نورالعین نے میری خدمت کر کے مجھے اپنا بندہ بنا لیا ہے۔

شعر

اگر بندہ در کارِ مولیٰ بود | اگر بندہ کرتا ہے مولیٰ کا کام
نہ مولیٰ بود بلکہ مولیٰ بود | نہیں بندہ وہ اس کا مولیٰ ہے نام

انہوں نے بیس سال تک میرے وضو کا پانی چھپا کر پیا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اس آبِ حیات کے آثار اور اس کے برکات ابدالآباد تک ان سے اور ان کی اولاد سے کبھی بھی نہ جائیں۔

مدارج میں روز بروز ترقی ہو بطفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شعر

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس
خدا داد بر داده کردم سپاس

خدا سے ہے کی ہیں نے جس کی دُعا
تو الحمد للہ وہ اُس نے دیا

حضرت قدوۃ الکبرا نے نقل فرمایا کہ شیخ علی موزوں فرماتے تھے کہ جب میری روح کو جوار قدس اور مرغزار محبت سے نکال کر تعلق بدن کی خاطر لے چلے تو اس روح کو جس آسمان پر سے جاتے تھے وہاں کے ملائکہ دریافت کرتے تھے کہ تم اس روح کو اس عالم قدس سے کیا ایسے عالم میں لے کر جا رہے ہو جہاں شر ہی شر ہے۔ بارگاہ الٰہی سے جواب آیا کہ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ اگر ایک لاکھ برس یہ روح ہمارے جوار پاک میں رہے تب بھی ایسی نہیں ہو سکتی جیسی کہ وہ ایک کمزور و ناتواں ضعیفہ کو پانی کا ایک گھونٹ پلا کر اعلیٰ اور شائستہ ہو سکتی ہے ایک شخص جو اس موقع پر حضرت کی خدمت کے شرف سے مشرف تھا اس نے دریافت کیا کہ کیا امور ممنوعہ سے بھی دوسرے کی حاجتوں کو پورا کیا جائے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شریعت کے اعتبار سے بظاہر اکابر نے ایسی خدمت سے منع کیا ہے کہ شریعت نے جن ماکولات و مشروبات سے منع فرمایا ہے ان کی ضرورت کو پورا نہ کیا جائے لیکن ہمارے مشائخ کی سنت یہ ہے کہ اگر مسکرات ممنوعہ[1] کا کوئی مخمور (یعنی نشہ کرنے والا) حالت خمار کی ابتدا میں کسی کے پاس پہنچ جائے تو اس کو چاہیئے کہ اس کے خمار کی تکلیف دور کرنے کے لیے اس کی مراد پوری کر دے اگر اس کے پاس اسوقت رقم نہ ہو تو اپنے خرقہ اور سجادہ کو ہی گروی رکھ کر اسکی خدمت سے عہدہ برآ ہو۔

قطعہ

مرا این خرقہ از بہر آنست
کہ روزی رہن می را کار آید
پریشان باد از جمعیت ما
کسی کو را ازینہا عار آید

مرا ہے اس لئے خرقہ کہ اک دن
وہ رہن مے میں بھی با کار ہوئے
پریشان میری جمعیت سے ہو وہ
کہ جس کو اس عمل سے عار ہوئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مقام خدمت وہم نشینی کی خصوصیت اور فضیلت کو اس مرتبہ پر رکھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام بلند کی تمنا فرمائی ہے چنانچہ روایت ہے کہ حضور علیہ التحیۃ والثنا نے ایک روز صحابۂ کرام کی دعوت فرمائی تھی اور جب آپ اُن کو کھانا کھلا رہے تھے دیہات کے چند لوگ (چند اعرابی) اس دعوت کی مجلس میں حاضر ہوئے اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھلانے میں مصروف تھے۔ ان لوگوں نے آپ ہی سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کا سردار کون ہے؟ من سید هم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَنَا سیدهم و خادمهم (میں ان کا سردار

---

[1] مسکرات ممنوعہ میں شراب داخل نہیں ہے کہ وہ حرام قطعی ہے۔

ہوں اور ان کا خادم ہوں)

اس موقعہ پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ خادم و شیخ کے حال میں کیا فرق ہے؟ آپ وضاحت فرما دیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مقام خدمت کی عزت کے سبب ایک جماعت پر خادم و شیخ کا حال کچھ مشتبہ ہو گیا ہے بعض شیوخ و اکابر صوفیہ نے خادم اور شیخ کے حال و مقام میں فرق بیان کیا ہے اور فرق یہ ہے کہ خادم مقام ابرار میں ہے اور شیخ مقام مقربان میں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ خادم خدمت کر کے ثواب آخرت کے حصول کا خواہاں رہتا ہے ورنہ وہ اس کو اختیار نہ کرتا اور شیخ مراد حق پر قائم رہتا ہے کہ اس میں مراد نفس کا شائبہ نہیں ہوتا۔

عباد: وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ وظائف، عبادت اور طرح طرح کی نوافل کی ادائیگی میں مصروف رہتے ہیں لیکن ان کا مقصد اس سے ثواب اخروی کا حصول ہوتا ہے۔ یہ وصف صوفی میں بھی موجود ہوتا ہے لیکن وہ علل و اغراض سے پاک ہوتا ہے اور یہ حضرات صوفیہ حق کی بندگی اور عبادت محض حق کے لئے کرتے ہیں وہ ثواب اخروی کے حصول کے لئے عبادت نہیں کرتے اور عباد و زہاد میں فرق یہ ہے کہ رغبتِ دنیا کے باوجود بھی عبادت کی صورت ممکن ہے اور عباد و فقرا میں فرق یہ ہے کہ غنا کے باوجود ممکن ہے کہ کوئی عابد ہو۔ پس معلوم ہوا کہ واصلان بیں دو گروہ ہیں اور سالکوں میں چھ جماعتیں ہیں اور ان آٹھوں جماعتوں کی نقل اتارنے والے دو قسم کے ہیں ایک سچی نقل اتارنے والے متشبہ محق اور دوسرے جھوٹی نقل اتارنے والے متشبہ باطل۔

صوفیہ متشبہ محق صوفیہ کے متشبہ محق تو وہ متصوفہ ہیں کہ صوفیوں کے انتہائی احوال سے باخبر اور اس کے مشتاق ہوں اور صفات کے لگاؤ کے باقی رہ جانے کی وجہ سے مقصد و مقصود پر پہنچنے سے رکے ہوئے اور ممنوع ہوں۔

صوفیہ متشبہ باطل صوفیہ کے متشبہ باطل وہ لوگ ہیں کہ اپنے کو صوفیوں کی طرح ظاہر کرتے ہیں اور ان کے عقائد و اعمال و احوال سے برہنہ و خالی ہوتے ہیں اور حلقۂ طاعت کو گردن سے نکال کر شتر بے مہار ہو کر چراگاہ اباحت میں چرتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں کہ احکام شریعت کی پابندی عوام کا طریقہ ہے ان کی نگاہ صرف ظاہری اشیاء پر رہتی ہے لیکن خواص و اہل حقیقت کا حال اس سے بلند ہے کہ ظاہری رسم کے پابند ہوں اور ان کا اہتمام حضور باطن کے لئے بہت نہیں ہوتا۔ اس گروہ کو باطلیہ اور اباحتیہ کہتے ہیں۔

مجذوبان واصل متشبہ محق مجذوبان واصل کے متشبہ محق وہ اہل سلوک لوگ ہیں کہ جن کی سیر ابھی منازل صفات نفوس کے طے کرنے میں ہے اور طلب کی گرمی کے بھڑکنے سے ان کی ہستی قلق اور بے چینی میں ہے اور کشف ذات و استقرار و تمکن کے سپیدۂ صبح کے ظہور سے پہلے مقام فنا میں کبھی کبھی کشفِ ذات کی بجلیوں سے کوئی بجلی ان کی نگاہ شہود میں چمک جاتی ہے اور وصل کی خوشبو دار ہواؤں سے

کوئی ہوا گذرگاہ فنا سے ان کے مشام دل تک پہنچ جاتی ہے اس طرح کہ ان کے نفوس کی تاریکیاں اس تجلی کی چمک میں پوشیدہ ہو جاتی ہیں اور اس خوشبودار ہوا کا چلنا ان کے دل کو آتش طلب کی حرارت اور شوق کے قلق سے ایک طرح کی راحت و آرام بخشتا ہے۔ دوبارہ جب وہ تجلی منقطع ہو جاتی ہے اور ہوائیں ٹھہر جاتی ہیں تو صفات نفوس کا ظہور اور طلب کی گرمی اور شوق کا قلق لوٹ آتا ہے اور سالک چاہتا ہے کہ اس کی ہستی بالکل لباس صفات نفوس سے جدا اور علیحدہ رہے اور دریائے فنا میں ڈوب جائے تاکہ وجود کی دشواری سے یکبارگی آرام پائے اور چونکہ یہ حال ابھی اس کا مقام نہیں ہوا ہے اور کبھی کبھی اس پر اس حالت کا نزول ہوتا ہے اور اس کا دل پوری طور پر اس مقام سے باخبر اور اس کا مشتاق ہے لہٰذا اس کو "مجذوب واصل کا متشبہ محق" کا لقب دیا جاتا ہے۔

مجذوبان واصل متشبہ باطل یہ گروہ ان لوگوں کا ہے جو بحر فنا میں استغراق کا دعوٰی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم عین توحید میں مستہلک ہیں اور اپنی تمام حرکات و سکنات کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوتے کہتے ہیں کہ ہماری حرکات تو دروازے کی حرکات کی طرح ہیں کہ بغیر محرک کے اس کی حرکت ممکن نہیں ہے یہ بات اگرچہ سچ ہے لیکن اس جماعت کے حسب حال نہیں ہے اس لیے کہ ان لوگوں کی مراد اس قول سے صرف یہ ہے کہ اپنے معاصی اور خطاکاری کا اس کو عذر لنگ بنا کر پیش کریں اور اپنے تمام گناہوں اور خطاکاریوں کو حق تعالےٰ کے ارادے اور مشیت سے منسوب کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو ان معاصی پر ملامت نہ کریں اس طائفہ کو زنادقہ کہتے ہیں۔ (یہ لوگ زندیق ہیں) اس سلسلہ میں منقول ہے کہ کسی نے شیخ سہیل بن عبداللہ سے کہا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ میرے فعل کی نسبت حق تعالےٰ کے ارادے اور مشیت سے بالکل ایسی ہے جیسے دروازے کی حرکت کی نسبت محرک کی طرف۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ بات کہنے والا اگر ایسا شخص ہے جو شریعت کی رعایت، حدود الٰہی کی حفاظت اور احکام عبودیت کی بجا آوری میں مشغول ہے تو منجملہ صدیقین کے ہے اور اگر کوئی ایسا شخص ہے جو احکام شریعت کے مخالف فعل کرتا ہے اور یہ بات صرف اس لیے کہتا ہے کہ اپنے افعال کو مشیت الٰہی کے حوالہ کر کے وہ اپنے آپ کو ملامت اور دین و ملت سے خارج ہونے سے بچائے تو وہ منجملہ زندیقوں کے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریبًا) فرمایا کہ میں نے سیاحت کے دوران بعض ملاحدہ کو دیکھا ہے جو شریعت کا انکار کرتے ہیں اور مناہی و معاصی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں اور اپنی معصیت و بدکاری کو انہوں نے طریقت سمجھ رکھا ہے اور صرف زبان سے توحید کا اظہار کرتے ہیں میں نے دلائل نقلی اور براہان عقلی سے ان پر ثابت کر دیا کہ تمہارا یہ طریقہ باطل محض زندقہ ہے اور الحاد ہے۔

ملامتیہ متشبہ محق یہ وہ لوگ ہیں جو مخلوق کے تعمیری اور تخریبی معاملات سے سروکار نہیں رکھتے بلکہ اکثر انکی کوشش

یہی ہوتی ہے کہ معاشرہ کے قیود اور اس کے آداب اور مخلوق کے عادات ورسوم کے خلاف کریں یا ان سے الگ تھلگ رہیں انکا سرمایہ حال سرے فراغ خاطر اور طیب قلب (خوشدلی) اور کچھ نہیں ہوتا اور زاہدوں اور عابدوں کے مراسم کی بجا آوری ان سے نہیں ہوتی اور یہ لوگ کثرت کے ساتھ نوافل اور دوسرے اعمال کی ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں اور فرائض کے سوا کسی عمل کی پابندی نہیں کرتے اور سامان دنیا کا بڑھانا اور جمع کرنا ان کی جانب منسوب ہوتا ہے اور اپنے طہارت قلب پر قانع و مطمئن رہتے ہیں اور مزید احوال طلب نہیں کرتے ان کو قلندریہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ ان کے عمل میں ریا نہیں ہوتا اس لیے یہ ملامتیہ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ انکے اور ملامتیہ کے درمیان فرق صرف یہ ہے کہ ملامتی تو تمام نوافل اور فضائل سے تمسک حاصل کرتا ہے لیکن مخلوق سے اس سلسلہ میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس فقیر اشرف کی نظر میں قلندر وہ ہے جو عوائق و علائق زمانہ سے بالکل آزاد ہو اور جس کو تجرد ظاہری اور تفرد باطنی حاصل ہو اور وہ شریعت کے دقائق اور طریقت کے حقائق میں کسی قسم کی فروگذاشت نہ کرے وہ بحر شہود کا غواص اور دریائے موجود میں مستغرق ہو۔ صوفیت یعنی تصوف اور مشرب قلندریہ میں تھوڑا سا ہی فرق ہے میں انشاء اللہ اس برگزیدہ (صوفیہ) کے چہاردہ خانوادوں کا جس لطیفہ کے تحت ذکر کروں گا وہاں تفصیل کے ساتھ ان حضرات قلندریہ کے اطوار و آثار کی کیفیت و کمیت کا بیان کروں گا، ہاں یہ بات ضرور کہوں گا کہ اس زمانہ میں (آٹھویں صدی ہجری میں) جو گروہ قلندریہ کے نام سے موسوم ہے اور جس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا ہے (احکام شریعت کی پابندی نہیں کرتے) وہ ان اوصاف سے جو اوپر بیان کیے ہیں خالی ہیں ان لوگوں کے لیے قلندر کا نام بس عاریتاً ہے۔ ان کو اگر حشویہ کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ یہ بلند حضرات کی تقلید کرتے ہیں مناسب ایسا ہی ہے کہ سب کا منکر نہ ہو اور قول سعدی کے مضمون پر عمل کرے ؎

بیت

در اوباش پاکان شوریدہ رنگ	ہیں اوباشوں میں پاک شوریدہ رنگ
ہمان جائی تاریک و لعل است و سنگ	کہ ظلمات میں لعل ہے اور سنگ

ملامتیہ متشبہ باطل یہ سب کے سب زندیق ہیں کہ دعویٰ تو اخلاص کا کرتے ہیں لیکن فسق و فجور کے اظہار میں ہر وقت سرگرم عمل رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس ملامت سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگوں کی نظروں میں گر جائیں اور ان کی نگاہوں میں ہماری کوئی وقعت نہ رہے۔ خداوند سبحانہ و تعالیٰ مخلوق کی طاعت سے بے نیاز ہے اور بندوں کی معصیت سے اسکو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ کہتے ہیں کہ صرف مخلوق کو آزار پہنچانا معصیت ہے اور طاعت صرف احسان کرنے کو جانتے ہیں۔

زہاد متشبہ محق یہ گروہ وہ ہے جس کی رغبت کلی طور پر دنیا سے ختم نہیں ہوئی ہے اور چاہتا ہے کہ رغبت

آزاد ہو جائے۔ ایسے لوگوں کو متنزّہ کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فرزند عزیز قل علی لاچین ترکوں میں سے تھا مدتوں تک اس نے یہ کوشش کی کہ علائق دنیوی سے دست کش ہو جائے اور ظاہری و باطنی قدرت حاصل کرلے۔ آخر کار سب کچھ چھوڑ کر صوفیان باصفا کے حلقہ میں داخل ہو گیا۔

زہاد متشبہ باطل یہ وہ لوگ ہیں جو محض قبول خلق کیلئے دنیا کو ترک کرتے ہیں اور اسباب دنیوی کی جمع آوری سے محض اس لئے الگ تھلگ رہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں میں جاہ و مرتبت کو حاصل کریں۔ ممکن ہے کہ ان کے بعض احوال پر لوگوں کو شبہ ہو اور وہ سمجھیں کہ انہوں نے دنیا سے بالکل منہ پھیر لیا ہے حالانکہ انہوں نے ترک مال سے شان و شوکت کو خرید لیا ہے۔ انہوں نے دنیا ترک کی ہے حصول دنیا کے لئے اور ممکن ہے کہ خود ان پر اپنی حالت مشتبہ ہو جائے اور یہ گمان کرنے لگیں کہ یہ جو ان کا دل اسباب دنیا کے طلب میں مشغول نہیں ہے اس کا سبب یہ ہے کہ سامان دنیا سے انہوں نے روگردانی کی ہے۔ اس طائفہ کو مرائیہ کہا جاتا ہے۔

فقراء متشبہ محق یہ ان لوگوں کا گروہ ہے جنکا ظاہر فقر کے لباس سے آراستہ ہوتا ہے اور ان کا باطن حقیقت فقر تک پہنچنے کا خواہاں ہوتا ہے لیکن ابھی تک وہ غنا کی طرف راغب ہیں وہ اپنے فقر پر بہ تکلف صبر کرتے ہیں لیکن اس کے برعکس جو فقیر حقیقی ہے وہ فقر کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت خاص سمجھتا ہے اور اس نعمت خاص کے عطا کئے جانے پر ہمیشہ وظائف شکر بجالاتا ہے۔

فقراء متشبہ باطل یہ گروہ وہ ہے جنکا ظاہر تو لباس فقر سے آراستہ ہو لیکن باطن فقر کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو۔ اور صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہو محض خلق خدا میں قبولیت کے لئے۔ یہ گروہ بھی مرائیہ کہلاتا ہے۔

خدام متشبہ محق یہ وہ گروہ ہے جو ہمیشہ بندگان خدا کی خدمت میں مصروف رہتا ہے اور دل سے اس بات کا خواہاں ہے کہ اس کی اس خدمت کو کسی دنیوی مال و دولت یا جاہ و منصب کے حصول کی غرض سے وابستہ نہ سمجھا جائے اور اس کی نیت کسی رغبت اور خواہش کی آمیزش و آویزش سے پاک ہو اور اس خدمت میں کسی قسم کے ریا کا شائبہ نہ ہو لیکن یہ حضرات ابھی تک حقیقت زہد تک نہیں پہنچ سکے ہوں اس گروہ کے افراد کبھی تو خدمت خلق نور ایمان کے غلبہ سے بغیر شائبہ نفس کے کرتے ہیں اور بعض صحیح موقع اور محل پر خدمت بجالاتے ہیں اور کبھی یہ خدمت غلبۂ نفس کے باعث خواہشات اور ریا سے خلط ملط ہو جاتی ہے اور محض تعریف و توصیف کے لئے ایسے لوگوں کی خدمت بلیغ کرتے ہیں جو اسکے مستحق نہیں ہوتے اور اس طرح مستحقین خدمت انکی خدمتگذاری سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ایسے شخص کو متخادم کہاجاتا ہے۔

خدام متشبہ باطل ایسا شخص خادم کا متشبہ باطل ہے کہ اس میں اس کی نیت ثواب آخرت پر نہ ہو بلکہ وہ خدمت خلق کو دنیاوی منافع کے لیے ایک دام بنالے تاکہ اس کے ذریعہ سے غذا اور

سامان غذا کھینچ کر جمع کرلے اور اگر اس کی یہ خدمت اس کے مقصد اور اس کی مراد کے حصول میں کارگر نہ ہو تو خدمت کو ترک کر دیتا ہے۔ پس اس کی خدمت کی بنیاد طلب جاہ و مال پر اور تابعین اور ماننے والوں کی کثرت پر ہے اور محفلوں اور مجلسوں میں اظہار مفاخرت کرتا ہے اور اس طرح اس کا مطمع نظر اس خدمت سے اپنا حظِ نفس ہوتا ہے ایسے شخص کو خادم نہیں مستخدم کہتے ہیں۔

عباد متشبہ محق

یہ گروہ وہ ہے جو اپنے اوقات کو عبادت میں مصروف رکھنا چاہتا ہے لیکن چونکہ ابھی اس میں اسباب طبیعت باقی رہ گئے ہیں اور تزکیۂ نفس کے کمال پر نہیں پہنچا ہے جس کے باعث اس کے اعمال واوراد و طاعات و بندگی میں فتور اور رکاوٹیں پڑ جاتی ہیں اور تسلسل میں تعویق پیدا ہو جاتی ہے یا ایسا شخص جس نے ابھی کامل طور پر لذتِ بندگی نہیں پائی اور تکلف کے ساتھ عبادات ادا کرتا ہے ایسے شخص کو متعبد کہتے ہیں۔

عباد متشبہ باطل

یہ وہ گروہ ہے کہ اسکی نظر میں عبادات صرف قبول خلق کا ذریعہ ہیں اور اس کے دل میں ثواب آخرت پر ایمان نہیں ہوتا جب تک اسکو یہ یقین نہیں ہوتا کہ دوسرے لوگ اس کی طاعات و عبادات سے آگاہی رکھتے ہیں وہ طاعت و بندگی میں مصروف نہیں ہوتا۔ یہ شخص بھی منجملہ مرائیہ ہے اللہ تعالیٰ ہم کو عبادت و بندگی کی تشہیر اور ریا سے اپنی پناہ میں رکھے تمام تر حفاظت و توفیق اسی کی طرف سے ہے۔

والیانِ عالم و محافظان ولایت بنی آدم

حضرت نور العین نے والیان عالم و محافظان ولایت بنی آدم کے بارے میں سوال کیا فرمایا کہ جس وقت دائرہ جبل الفتح میں ہم داخل ہوئے بہتیرے اولیا زمانہ اور مشہور بزرگوں کو وہاں پایا اور زیارت غوث وقت سے بھی ہم مشرف ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو غوث کی بعض حالتوں سے باخبر فرمایا کہ عالمِ سفلی کی خبریں اور مقاماتِ علوی کے آثار اس سے ظاہر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوی حجت کو باقی رکھا ہے اور اولیاء عظام کو اس کے اظہار کا ذریعہ بنا دیا ہے تاکہ ہمیشہ کھلی کھلی نشانیاں اور دین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی ظاہر کرتے رہیں اور ان کو دنیا کا مالک اور بنی آدم کے بوجھ کو اٹھانے والا کیا ہے یہاں تک کہ وہ حضورؐ کی بات کو سنوارنے والے اور اسی لباس سے ملبوس ہو گئے ہیں اور متابعت نفس کی راہ کو مٹا دیا ہے آسمان سے بارش انہیں کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے اور فوج کفار پر مسلمانوں کی لوٹ اور اہل ایمان کی فتح انہیں کے ہمت سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ از راہ عنایت ارباب ولایت و اصحاب ہدایت یعنی ابدال و اوتاد اور غوث کے بارے میں ارشاد فرمائیں کہ ان میں سے ہر ایک کا کیا مرتبہ ہے اور اس کا منصب کیا ہے اور یہ حضرات کہاں کہاں ہوتے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان میں سے بعض

حضرات کو اپنی درگاہ قدس کا سرہنگ اور نائب بنایا ہے اور اہل عالم کی اصلاح کا ران کے سپرد کر دی گئی ہے اور بنی آدم کی ضروریات کے سلسلہ میں اجرائے احکام ان کے سپرد ہے۔ یہ برگزیدہ حضرات باہمی ایک دوسرے کے محکوم و محتاج ہیں اور یہ ایک دوسرے کے مشورے سے کام سرانجام دیتے ہیں۔ یہ حضرات دس قسم کے ہیں ان دس میں سے دو قسم کے اصحاب یعنی مکتوم اور مفرد حضرات احکام عالم اور امور بنی آدم سے کچھ تعلق نہیں رکھتے جن کی تفصیل آئندہ اوراق میں انشاء اللہ بیان کی جائے گی اور وہ دس اصناف یہ ہیں:۔

۱۔ غوث ۲۔ امامان ۳۔ اوتاد۔ ۴۔ ابدال ۵۔ اخیار ۶۔ ابرار ۷۔ نقبا
۸۔ نجباء ۹۔ مکتومان ۱۰۔ مفردان۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا الحمد للہ کہ مجھے اس کی خبر دی گئی ہے اور کشف سے گمان کا پردہ چاک ہو گیا ہے اس سلسلہ میں اخبار مرویہ موجود ہیں اور ارباب طریقت اور اہل حقیقت نے اسکی صحت پر اتفاق کیا ہے۔

قطب، قطب الاقطاب / غوث اعظم

اس سلسلہ میں صاحب فتوحات مکیہ (رضی اللہ عنہ) فصل ۳۱ باب ۱۹۸ میں فرماتے ہیں: قطب سے مراد وہ ایک فرد ہے جو کہ ہر عالم و ہر حال میں اور ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے اور وہ قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے اور قطبیت الکبرا جسے کہتے ہیں وہ قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے اور وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا باطن ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اکملیت کے سبب یہ درجہ ان کے جانشینوں ہی کو حاصل ہو گا پس خاتم ولایت وقطب الاقطاب صرف باطن خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ہو گا اور اس کے سوا نہیں۔

شیخ کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ قطب اور قطب الاقطاب میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ قطب سے مراد وہ حضرات اور وہ متعدد مبارک ہستیاں ہیں جو مختلف آبادیوں میں پائی جاتی ہیں کیونکہ اگر کسی ولایت میں قطب کا وجود نہ ہو تو برکتوں کے آثار اور نیکیوں کا اظہار اور دنیا کا قیام ناممکن ہو جائے اگرچہ حقیقتاً حکومت اور ہفت اقلیم کی آبادی کی درستگی دوسرے والیوں کے سپرد ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک دوسرے طریقے پر ارشاد فرمایا کہ واصلان بارگاہ الٰہی جن کو اہل اللہ کہا جاتا ہے دو طرح کے ہیں۔ ان حضرات کی ایک قسم تو وہ ہے کہ جس کو دنیا کے ساتھ کسی قسم کی نسبت اور تعلق نہیں ہوتا لیکن یہ حضرات نبوت شریعت اور احکام شریعت سے سلامتی کے ساتھ عہدہ برآ ہو جاتے ہیں (سلامت روی کے ساتھ اتباع شریعت کرتے ہیں) اور نعیم بہشت کے لیے دنیا کو دے کر بہشت خرید لیتے ہیں جیسا کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی قدس سرہٗ نے فرمایا:۔ دنیا کے لوگ تین طرح کے ہیں ایک وہ ہیں جنہیں معاش کی فکر آخرت سے غافل کر دیتی ہے اور یہ ہالکین یعنی ہلاک ہونے والوں کے مرتبہ پر ہیں، دوسرے وہ لوگ ہیں جو دین و دنیا دونوں کی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے فائزین کا درجہ ہے تیسرے وہ لوگ ہیں جو آخرت کی فکر میں معاش سے بالکل غافل رہتے ہیں ان کے لئے مخاطرین کا مرتبہ ہے اور ارباب اخلاص عظیم خطرہ میں ہیں۔

ان کے علاوہ ایک خاص قسم اور ہے جو اخص کہلاتے ہیں ان حضرات نے دنیا کو ابنائے دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے اور آخرت کو مومنوں پر ایثار کر دیا ہے اور مشاہدہ ذات میں مشغول ہیں ان کو قطب کا درجہ ملتا ہے اور دنیا کا مدار انہیں پر موقوف ہے لیکن جو اہل فوز ہیں دنیا کا تمام انتظام ان کے سپرد ہے۔ یہ حضرات صاحبان دعوت ہیں جب وہ دین کے راستہ میں کسی قسم کا فتور دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسے دور کر دیں تو قطب کے مشورے کے محتاج ہوتے ہیں۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ أَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ۝ [1]
اے ہمارے رب فیصلہ کر دے ہمارے اور ہمارے (مخالف) لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

ان والیان عالم کے گروہ کو حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنا گروہ اور اپنی جماعت فرمایا ہے۔ بس اس بات سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا غوث وقت ہیں۔ اسی لطیفہ کے تحت انشاء اللہ ان کی وضاحت کی جائے گی۔ بعض مشائخ اور اولیائے راسخ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ ہر نوع کے لئے قطب جدا گانہ ہوتا ہے یعنی زاہدوں اور عابدوں، عارفوں، اولیاء اور عشاق (الٰہی) کا قطب الگ الگ ہوتا ہے جس کے توسط سے اس صنف کے ہر فرد کو فیض پہنچتا ہے ؎

بیت

چہ باشد گر ازاں فیاض مطلق
رسد فیضی بسوئے بندہ الحق

عجب کیا گر خدا کی بارگہ سے
کسی بندہ کی جانب فیض پہونچے

اللھم روّینا بزُلال فیضہٖ و جمیع اھلہٖ (اے اللہ اس کے صاف آب فیض سے ہمیں اور اس کے تمام لوگوں کو سیراب کر)
لیکن قطب الاقطاب تمام عالم کے لئے صرف ایک ذات واحد ہوتی ہے۔ قطب الاقطاب کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ بعض قطب الدائرہ کہتے ہیں اور بعض غوث الاعظم و انسان کامل و قطب الاقطاب کہتے ہیں اور انہیں قطب الاعلیٰ مظہر کلی اور جہانگیر بھی کہتے ہیں لیکن باری تعالیٰ کے یہاں غوث کا نام نامی عبداللہ ہوتا ہے۔ یہ ذات یگانۂ روزگار ہوتی ہے اور فرید عصر۔ حق تعالیٰ اس کی ذات یگانہ کو اپنے اسرار کا مظہر کلی اور اہل عالم کا منظور نظر بنا دیتا ہے۔ قطب الاقطاب کے وجود عنصری و صورت پیکری کا قیام قلب ابراہیم علیہ السلام اور بعض کے نزدیک قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔ اس موقع پر شیخ کبیر نے دریافت کیا کہ قلب سے کیا مراد ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ قلب اسرافیل سے مراد ان کا مشرب ہے اس لئے کہ ہر ایک ولی اللہ کسی نہ کسی نبی کے مشرب اور ان کی روش پر ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب شیخ مصلحت خجندی کی قوت جذبہ کا شہرہ ہر طرف پھیل گیا (یعنی کمالات ولایت کا شہرہ دور دور پہنچ گیا) تو شیخ نجم الدین کبریٰ نے اپنے ایک مرید کو ان کی ملاقات کیلئے بھیجا اور فرمایا کہ جو کچھ تم ان عزیز سے سنو، ہم سے آکر ویسا ہی بیان کرنا۔ جب مرید خجند میں

---

[1] پ ۹ سورہ الاعراف ۸۹

حضرت شیخ مصلحت خجندی کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے دریافت کیا اے درویش! کہاں سے آنا ہوا؟ مرید نے جواب دیا خوارزم سے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سنتے ہی شیخ مصلحت نے فرمایا کہ وہ یہودی اچھا تو ہے؟ یہودی کہنے سے ان کا مطلب شیخ نجم الدین کبریٰ کی ذات تھی۔
شیخ کے مرید کو اس لفظ سے سخت ناگواری پیدا ہوئی وہ شیخ مصلحت سے یہ سن کر شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں خوارزم واپس پہنچا، تو شیخ نے مرید سے کہا کہ جو کچھ تم نے ان بزرگ سے سنا ہے وہ مجھے بتاؤ مرید نے کہا جناب والا، انہوں نے تو ایسی بات کہی ہے کہ میں آپ کے سامنے کہہ نہیں سکتا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا تم کو اس سے کیا سروکار؟

شعر

ترا با پیام بزرگان چہ کار
تصرف نیابد درین پردہ بار

بزرگوں کا پہونچا دے تو ہر پیام
تصرف کا اس پردہ میں کیا ہے کام

تم نے جو کچھ سنا ہے وہ ضرور کہو، تب اس مرید نے کہا کہ جب میں شیخ مصلحت کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے مجھ سے کہا "جہود تو خوش است" (تیرا یہودی تو اچھا ہے) حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ پر یہ سنتے ہی ایک کیفیت طاری ہو گئی اور مجلس سماع منعقد کی گئی ایک عجیب و غریب حالت وجد ایک پہر تک ان پر قائم رہا جب وہ حالت گئی تو اس مرید نے دریافت کیا کہ اس مسرت کا سبب کیا تھا؟ شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا کہ میں ایک عرصہ اور زمانہ سے اس امر میں متردد تھا کہ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں کس پیغمبر کے قلب پر ہوں ان بزرگوار کے اشارہ سے مجھے معلوم ہو گیا کہ میں قلب موسیٰ علیہ السلام پر ہوں کہ یہود موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے

شعر

چہ دانند مرغان دام ہوا
ترنم سرائی طیور علا

نہ جانیں گے مرغان دام ہوا
کہ ہے طائر قدس کا نغمہ کیا

اس طرح قاضی رفیع الدین صاحب اس امر میں بڑے مضطرب تھے کہ انہیں کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت قدوۃ الکبرا کس نبی کی اتباع اور پیروی کرتے ہیں ان کو کس نبی کے قلب پر رکھا گیا ہے اور اصفیا میں سے کس کے مشرب کے حامل ہیں چنانچہ اپنے اس اضطراب کو دور کرنے کے لیے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے بھی ایک عرصہ تک اس معاملہ میں شبہ رہا کہ میں کس نبی کے قلب پر ہوں میں خیال کرتا رہا کہ شاید اس سلسلہ میں مجھے بتا دیا جائے آخر کار میں نے فرزند دلبند تنکر قلی کو حضرت نجم الدین اصفہانی کی خدمت میں بھیجا اور فرزند تنکر قلی قطع منازل کے بعد ان کی خدمت میں مکہ معظمہ حاضر ہوا تو فرمایا کہ خوب آئے اس آفتاب پرست کا نور میں تیری پیشانی میں مشاہدہ کر رہا ہوں اور سورج کے ہمسایہ کا ظہور تیرے چہرے میں ظاہر پاتا ہوں۔ تیرا آفتاب پرست اچھا تو ہے جب تنکر قلی

نے یہ سنا تو انہیں ناگوار گذرا لیکن چونکہ وہ قدوۃ الکبرا کی طرف سے اس بات پر مامور کیے گئے تھے لہٰذا امتثالِ امر کے طور پر انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں اچھے ہیں اور آپ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ شیخ نجم الدین نے پھر فرمایا تیرا آفتاب پرست کس کام میں مشغول ہو گیا ہے؟ تنکر قلی کہتے ہیں چونکہ میں حضرت قدوۃ الکبرا کے فیضِ نظر سے بہرہ مند تھا اسلئے سمجھ گیا کہ توجہ الی اللہ کے بارے میں اشارۃً دریافت کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہ نورِ آفتاب کو مختلف رنگ کے شیشوں میں اور چہرہ کو مختلف جواہر کے آئینوں میں دیکھتے ہیں۔ یہ سنکر انہوں نے فرمایا ہاں! اگر اسکی تجلی سے نگاہ خیرہ نہ ہو تو اُسے آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے اگر ان کا آئینہ زنگ آلود نہیں ہے تو پھر اپنے ہی وجود میں اُسے نہیں دیکھتے۔ فرزند تنکر قلی نے ان کا یہ کلام سنکر حضرت قدوۃ الکبرا کی طرف رخ کیا کیونکہ حضور کا دل منتظر اور آنکھیں ہر دم دروازہ پر تھیں، تنکر قلی پر بڑا کرم فرماتے رہے ہیں۔ اس جواب بالصواب سے انہوں نے مقصدِ کلّی کا پتہ لگا لیا تھا۔

قطعہ

چہ خوش آن روز کہ از یار پیامی برسد	کیسا اچھا ہے وہ دن یار کا آئے جو پیام
کہ پیامی کہ کلامی کہ سلامی برسد	اطلاع کوئی کوئی بات ہو یا کوئی سلام
قاصدِ یار اگر گام نہد بر دامن	قاصد یار قدم رکھے مرے در پہ اگر
دلِ شوریدہ ازان گام بکامی برسد	ہو رسائی دل شوریدہ کی تا مقصد و کام

حضرت قدوۃ الکبرا ابھی ان کے انتظار میں تھے کہ اس عرصہ میں تنکر قلی واپس پہنچ گئے آپ نے دریافت کیا کہ شیخ نے کیا فرمایا انہوں نے کہا کہ شیخ نجم الدین نے مجھے دیکھتے ہی دریافت فرمایا "آفتاب پرست توجہ کار می کند" اور جو کچھ اوپر بیان کیا گیا وہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا یہ سن کر بہت خوش ہوتے اور آپ کے بشرہ پر مسرت کا اثر نمایاں ہونے لگا اور فرمایا کہ شکر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے قدمِ عیسیٰ (علیہ السلام) تک رسائی عطا فرمائی اور میرے کام کو قلبِ عیسیٰ (علیہ السلام) پر انجام دیا۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ ابو الوفا فرماتے ہیں کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے طریقوں سے بھی یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ عیسوی مسلک پر ہیں یعنی قلبِ عیسیٰ (علیہ السلام) پر ہیں۔ کیونکہ مردہ کو زندہ کرنا اور اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ بالکل اسی طرح حضرت قدوۃ الکبرا سے بھی اسی قسم کے خوارق ظہور میں آتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فقراء کے مراتب کی بلندی اور علوِ حال کے اظہار کے لیے جامع دمشق میں مقیم تھے۔ اس وقت آپ صحنِ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک خوبصورت عورت لاچینی ترک اپنے ایک بارہ سالہ بیمار لڑکے کو جس کا چہرہ چودھویں رات کی چاندنی کی طرح تھا۔

شعر

رخش زافتابی درخشندہ تر | تھا چہرہ چمکدار سورج سے بھی
قدش از سہی ہم خرامندہ تر | تھی رفتار قد مثل سروسہی

لے کر خدمت میں حاضر ہوئی اور رونے چلانے لگی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جب لڑکے کو دیکھا تو اُس میں زندگی کے آثار ذرا بھی باقی نہیں تھے، فرمایا کہ عجیب کام ہے مردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا مجھے ہرگز یہ کام نہیں پہونچتا، عورت بیقرار تھی ؎

بیت

چنان آہنگ را آغاز کردہ | کیا نالے کا اس نے ایسا آغاز
کہ زہرہ ز آسمان غم ساز کردہ | ہوئی زہرہ فلک سے اس کی غم ساز

عرض کیا کہ اولیاء اللہ و برگزیدگان خدا جاں بخشی و عطاء حیات میں عیسیٰ و خضر علیہما السلام سے کم نہیں ہیں ؎

قطعہ[1]

رسم جان بخشی و آئین حیات | رسم جاں بخشی اصول زندگی
از لب عیسیٰ و خضر آموختہ | لب سے خضر و عیسیٰ کے حاصل کیا
ای لبانت در تکلم میدہد | اسکی خبریں دیتے ہیں لب تیرے آج
ہر چہ خضر از سالہا اندوختہ | خضر کو برسوں میں جو کچھ ہے ملا

جب اس عورت کا اضطراب حد سے بڑھ گیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے کچھ دیر مراقبہ فرمایا اور عالم مشاہدہ میں رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا اور لڑکے کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا قم باذن اللہ (اللہ کے حکم اور ارادہ سے اٹھ کھڑا ہو) تیری ماں تیرے غم میں مری جا رہی ہے فوراً اس کا بیٹا اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی اس کی روح اس کے بدن سے جدا نہیں ہوئی تھی۔ دمشق میں تو دھوم مچ گئی ؎

قطعہ

چون زین کار مردم خبر یافتند | جو لوگوں نے سن پائی اسکی خبر
بدیدار شان پاک بشتافتند | تو دیدار کو آیا ہر اک بشر
چو دیدند دیدار جان بخش او | زیارت جو کی دیکھا اک ذات میں
دم خضر و عیسیٰ بہم یافتند | ملے خضر و عیسیٰ ہیں باہمدگر

---

[1] یہ قطعہ نظام یمنی کا ہے۔

لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ جب یہ اژدحام حد سے بڑھ گیا تو آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ یہاں سے کوچ کی تیاری کرو کہ یہاں رہنے سے ہمارے اوقات میں خلل واقع ہوگا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا کا ایک مرید جوہر نامی تھا اس کے جسم پر برص کے آثار نمایاں ہوئے اور ایک بڑا خطرہ درپیش ہو گیا کہ خراسان میں جو کوئی برص کے مرض میں مبتلا ہوتا اسکو شہر سے نکال دیا جاتا تھا، جوہر نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ان لوگوں سے نکل آؤں اور عالم گمنامی میں چلا جاؤں۔ اگر اٹھارہ ہزار عالم کی مصیبتیں مجھ پر نازل ہو جاتیں وہ اس سے آسان تھیں لیکن آپ کے پاکیزہ کلام سننے سے محروم رہنا ان مصیبتوں سے زیادہ سخت ہے ؎

شعر

مرا از درد عالم نیست اندیش	نہیں ہے درد عالم کا مجھے غم
ولیک از درد ہجرت ہست دل ریش	مگر دل تیری فرقت سے ہے برہم

حضرت قدوۃ الکبرا کی مہربانیاں جوہر کے حال پر بہت زیادہ تھیں کہ نفیستوں کا گوہر اور اشعار کا موتی ان کی ذات سے چمکدار تھا اس وقت جوہر نے کچھ اس طرح کی بے قراری کا اظہار کیا کہ حضرت بھی اس سے متاثر ہوئے ؎

رباعی

نالہ و افغان کہ بود از درون	نکلے اگر آہ دلِ بے قرار
اشک کند از دلِ مردم برون	سن کے ہوں سب سننے والے اشکبار
دل چہ بود از گذر این الم	دل ہے کیا اس رنج کا گر ہو گذر
گرچہ بود سنگ بتر قد زہم	ٹکڑے ٹکڑے سنگ کا بھی ہو جگر

حضرت قدوۃ الکبرا اور آپ کے ساتھیوں کو اُن کی آہ وزاری سے رقت آگئی۔ تب حضرت نے فرمایا کہ تھوڑا سا پانی لاؤ، پانی لایا گیا، آپ نے تھوڑا سا لعاب دہن اس میں ڈال دیا۔ جوہر نے تھوڑا سا پانی اس میں سے پیا اور باقی پانی اپنے جسم پر مل لیا۔ اسی وقت برص کا اثر اس کے جسم سے زائل ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسکو یہ مرض کبھی ہوا ہی نہیں تھا ؎

شعر

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید	فیض روح القدس اب بھی جو مدد فرمائے
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد	دوسرے بھی وہ کریں جو تھے مسیحا کرتے

ایک بار حضرت قدوۃ الکبرا جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد قصبہ سنجولی سے روانہ ہوئے، جب آپ سکندر پور میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ یہاں سے سیدوں کی خوشبو آرہی ہے۔ میر سید جمال الدین خرد

لے حفظنا اللہ وایاکم عن ھذہ البلیۃ ط (اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس بلا سے محفوظ رکھے)

اس موضع کے زمیندار تھے جب وہ حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں شرف نیاز کے حصول کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ سیادت کی خوشبو اب زیادہ آرہی ہے اور مدتوں کے بعد سیادت کی خوشبو سونگھنے میں آئی ہے۔ سید جمال الدین جب آپ کے دیدار سے مشرف ہوتے تو حضرت قدوۃ الکبرا کی نسبت ان کا اعتقاد اور راسخ ہوگیا اور دل وجان سے ان کے مطیع ہوگئے۔ وہ اکثر حضرت قدوۃ الکبرا سے شرف نیاز حاصل کرتے آنے لگے۔ سید جمال الدین خرد کی دو تین پشتیں اسی طرح گذر چکی تھیں کہ ہر پشت میں صرف ایک بیٹا پیدا ہوتا تھا، اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا اور دل میں ارادہ کر رکھا کہ کسی دوسرے بزرگ سے بھی اس حاجت برآری کے لئے عرض کریں گے۔ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا پر حال قوی طاری تھا سید جمال الدین ادب سے کھڑے ہوگئے اور نیازمندانہ مدعا خدمت والا میں پیش کیا۔ جواب میں ارشاد فرمایا! سید تمہیں مبارک ہو تمہارے بہت سے بیٹے اور پوتے ہوں گے تمہیں عرض حال کے لئے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے اور تم کو مال ودولت بھی بہت کچھ ملے گا جب آپ ان کی عرضی قبول فرماکر فارغ ہوئے تو ایک بوڑھی عورت نے اپنے بیمار لڑکے کو لاکر حضرت قدوۃ الکبرا کے قدم پکڑ لئے اور عرض کیا کہ میرا بس یہی ایک لڑکا ہے اور اللہ کے حکم سے اب یہ مرنے کے قریب ہے، خدا کے واسطے آپ اس کیلئے دعا فرمایئے کہ یہ اچھا ہوجائے، آپ نے فرمایا کہ اے اماں میں نے اعیان ثابتہ (لوح محفوظ) میں دیکھا ہے کہ تمہارے بیٹے کی عمر اب کچھ دیر کی رہ گئی ہے۔ بوڑھی عورت نے کہا اگر میرے بچہ کو زندگی نہ ملی تو میں حضور کے سامنے اپنی جان دے دوں گی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک سو بیس سال کی عمر عطا فرمائی ہے میں اس میں سے دس سال تمہارے بیٹے کو دیتا ہوں۔ آج کی تاریخ لکھ لو اس حساب سے اس کے بعد تمہارا بیٹا آج ہی کی تاریخ میں مرجائے گا۔

غوث پر نظام عالم قائم ہے

غوث کے سلسلہ میں کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زمانہ کی گردش اور عالم ناپائیدار کی بقا غوث کے پیکر لطیف اور عنصر شریف کے واسطہ سے قائم ہے اور اگر غوث کا وجود ایک طرفۃ العین کے لئے بھی باقی نہ رہے تو یہ عالم نابود ہوجائے جیسا کہ صاحب فصوص شیخ ابن العربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔ دنیا اس وقت تک محفوظ رہے گی جس وقت تک اس میں یہ انسان کامل (غوث) موجود رہے گا کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس وقت وجود غوث نہ رہا اور خزانۂ عالم سے علیحدہ ہوگیا تو اس میں خزانہ حق جو کچھ تھا باقی نہ رہا اور جو کچھ تھا نکل گیا اور آپس میں خلط ملط ہوگیا اور معاملہ منتقل ہوکر آخرت (قیامت) تک پہنچا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب میں شیخ عبدالرزاق کاشی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان سے بہت سے فوائد حاصل کئے۔ ایک بار غوث کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی فرمایا کہ غوث بھلے برے جس حال میں ہو پوشیدہ نہیں رہتا چنانچہ طبقات الصوفیہ (از شیخ عبدالرحمن سلمی نیشاپوری) میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ ابوالحسن دراج نے بیان کیا کہ مجھے دو سفر میں ہمراہیوں سے تکلیف پہنچی وہ باہمی کینہ رکھتے تھے

اور ایک دوسرے سے عار کرتے تھے، میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب میں تنہا ہی سفر کروں گا، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، جب میں تنہا سفر کرتا ہوا مسجد فارسیہ میں پہنچا تو وہاں میں نے ایک بوڑھے کوڑھی کو بیٹھا ہوا پایا سخت بلا میں مبتلا تھا۔ شیخ نے جب مجھے دیکھا تو سلام کیا اور کہا کہ اے ابوالحسن کیا حج کا ارادہ ہے میں نے اس سے گھن کھاتے ہوئے ناگواری سے جواب دیا کہ ہاں! جا تو رہا ہوں اور شیخ نے کہا کیا اپنا شریک سفر چاہتے ہو میں نے دل میں کہا کہ تندرست ساتھیوں سے بھاگا تو ایک جذامی کے ہاتھ میں پڑا۔ میں نے کہا نہیں، شیخ نے کہا کہ ساتھ لے لو۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں کسی کو ساتھ نہیں لوں گا شیخ نے کہا اے ابوالحسن يَصْنَعُ اللّٰهُ بِالضَّعِيفِ حَتّٰى يَتَعَجَّبَ الْقَوِيُّ۔ (اللہ تعالیٰ کمزور کے ساتھ وہ کرتا ہے جسے قوی دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے) میں نے کہا جی ہاں! یہ درست ہے لیکن میں اس کو ساتھ لے کر چلنے سے انکار کر کے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب میں دوسری منزل پر پہنچا تو چاشت کا وقت تھا میں نے دیکھا کہ شیخ مجذوم وہاں بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی کہا اے ابوالحسن يَصْنَعُ اللّٰهُ بِالضَّعِيفِ حَتّٰى يَتَعَجَّبَ الْقَوِيُّ میں نے جواب نہ دیا اور چلا گیا لیکن میرے دل میں اسکی نسبت ایک طرح کا تردد اور وسوسہ پیدا ہوا جب جلد جلد صبح کے وقت دوسری منزل پر میں پہنچا تو مسجد میں داخل ہوا، اسکو دیکھا کہ با اطمینان بیٹھا ہے اُس نے کہا يَصْنَعُ اللّٰهُ بِالضَّعِيفِ حَتّٰى يَتَعَجَّبَ الْقَوِيُّ ـ میں ان کے سامنے گیا اور زمین پر گر پڑا اور عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ اور آپ سے معذرت کا طالب ہوں۔ مجھے معاف کر دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ اس معذرت طلبی سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے غلطی کی کہ آپ کو ساتھ لینے سے انکار کر دیا۔ اب میں آپ کو ساتھ لینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے انکار کر دیا تھا اور ساتھ نہ لینے پر قسم کھائی تھی۔ اب مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ میں تمہاری قسم کو توڑ دوں، میں نے کہا اگر آپ ساتھ چلنے پر تیار نہیں تو کم از کم اتنا کیجئے کہ میں ہر منزل پر آپ کو دیکھ لیا کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس میں مضائقہ نہیں۔

یہ سنکر سفر کی تھکان اور بھوک اور پیاس سب جاتی رہی۔ ہر فکر دل سے دور ہو گئی۔ اب بس یہی لگن تھی کہ کب منزل پر پہنچوں اور ان کا دیدار کروں۔ جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو دوسرے صوفیوں سے میں نے یہ قصہ بیان کیا تو شیخ ابو بکر کتانی اور شیخ ابوالحسن مزین نے مجھے بتایا کہ وہ شیخ ابوجعفر مجذوم ہیں تیس سال ہو گئے ہیں کہ ہم ان کے دیدار کے خواہاں ہیں۔ کاش ہم ان کو دیکھ سکیں۔ میں جب طواف میں مشغول ہوا تو میں نے ان کو پھر دیکھا، میں نے اس ملاقات کا ذکر پھر اپنے دوستوں سے کیا انہوں نے کہا کہ اب اگر تم ان کو دیکھو تو ہمیں آواز دے دینا (اور ان کا دھیان رکھنا) میں نے کہا کہ اچھا ایسا ہی کروں گا لیکن میں نے منٰی اور عرفات میں ان کو نہیں دیکھا۔ رمی جمار کے دن کسی نے میرے پیچھے سے کہا السلام علیکم یا ابا الحسن! میں نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت شیخ موجود تھے۔ ان کو دیکھتے ہی مجھ پر عجیب حالت طاری ہو گئی، میں نے ایک نعرہ لگایا اور بے ہوش ہو گیا، اور وہ وہاں سے کہیں چلے گئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا بعض اولیاء اللہ بالکل ان پڑھ گذرے ہیں اور بایں ہمہ وہ مرتبۂ غوثیت پر فائز

ہوئے ہیں چنانچہ شیخ ابو العباس قصاب اپنے وقت کے غوث اور قبلہ زمانہ گزرے ہیں ۔ اُمی محض تھے اور از روئے علم ان کا یہ حال تھا کہ کاف اور قاف میں فرق نہیں کر سکتے تھے ۔ اسی طرح شیخ ابو الحسن خرقانی بھی ان پڑھ تھے لیکن اپنے وقت کے غوث تھے حضرت پیر ہروی (حضرت عبداللہ انصاری ہروی) فرماتے ہیں کہ جب کوئی بیمار ہوتا یا کچھ اور تکلیف ہوتی تو وہ خواجہ کے پاس حاضر ہوتا وہ اس پر الحمد للہ پڑھ کر دم فرماتے اسی دم اس کو آرام ہو جاتا لوگ یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے تھے ایک بار ایک فاضل شخص کے دانت میں درد ہوا وہ آپ کے پاس گیا آپ نے الحمد پڑھ کر دم فرما دیا ۔ اسی وقت درد جاتا رہا ۔ اس نے کہا کہ آپ الحمد للہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے آیئے میں آپ کو صحیح کرا دوں اور اچھی طرح یاد کرا دوں ۔ آپ نے فرمایا جاؤ پہلے اپنے دل کو ٹھیک کرو ۔ اسکے بعد وہ شخص پھر اسی درد میں مبتلا ہو گیا ۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں نے خود شیخ خرقانی کی زبان سے الحمد للہ سنی ہے ۔ چونکہ وہ اُمی محض تھے اسی لیے صحیح نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن پھر بھی وہ غوث زمانہ تھے ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ غوث کعبہ کے مجاور رہتے ہیں (ہمیشہ کعبۃ اللہ میں رہتے ہیں) اس موقعہ پر ایک عزیز نے عرض کیا کہ بعض حضرات اولیاء کرام میں سے مختلف شہروں اور قریوں میں پائے گئے ہیں اور وہ غوث روزگار کے منصب پر فائز رہے ہیں ۔ چنانچہ حضرت ابو العباس آمل میں اور غوث الثقلین بغداد میں مقیم تھے لیکن یہ حضرات غوث زمانہ تھے اور ان جیسے بعض دوسرے حضرات بھی گزرے ہیں پس اس صورت میں اگر مجاورت کعبہ غوثیت کے لیے شرط ہوتی تو پھر یہ کس طرح ممکن ہو سکتا تھا (اور یہ تعارض کس طرح دور ہو سکتا ہے) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مجاورت کعبہ کوئی لازمی شرط نہیں ہے اور اولیا ئے کاملین کو حق تعالے نے ایسی قوت عطا کی ہے کہ وہ ایک طرفۃ العین میں مختلف جگہوں پر ظاہر ہو جاتے ہیں اور غوث تو ان حضرات میں اکمل ترین ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میرے مرشد (حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات) کے حکم کے بموجب بعض مریدین مختلف جگہوں پر مختلف پہاڑوں میں خلوت گزین ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے ۔ ایک دوسرے کے درمیان کم از کم دس کوس کا فاصلہ ہوتا تھا ۔ یہ حضرات حکم کے بموجب اپنی ریاضت کی مدت پوری کر کے ان پہاڑوں کے خلوت خانوں سے نکل کر حضرت مخدومی کی خدمت میں پہنچ جاتے تھے ان میں سے ہر ایک یہ کہتا کہ فلاں تاریخ کو پیر و مرشد میرے پاس تشریف لاتے تھے اور تعبیر واقعہ بیان کیا اور تجلیوں میں فرق ظاہر کیا لیکن حقیقت حال یہ تھی کہ حضرت مخدوم (بظاہر) اپنی خانقاہ سے ان تاریخوں میں ایک ساعت کیلئے بھی باہر نہیں گئے ۔

حضرت غوث اعظم کا منصب غوثیت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ غوث لوگوں کی نگاہ سے کبھی پوشیدہ رہتا ہے اور کبھی ظاہر اور یہ بھی روا ہے کہ ایک غوث کی دعا سے دوسرے ولی کو غوثیت کا منصب حاصل ہو جائے چنانچہ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک غوث ہی کی دعا سے اس منصب سے مشرف ہوتے تھے شیخ ابو سعید عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن علی بن ابی عمر تمیمی شافعی رحمہم اللہ تعالے سے منقول ہے کہ میں ایام شباب میں

حصول علم کے لئے بغداد میں مقیم تھا۔ ابن سقا ان دنوں میرے دوست تھے، نظامیہ بغداد میں ہم تعلیم حاصل کرتے تھے عبادت وفراغت کے بعد میں صلحا کی زیارت میں اپنا وقت صرف کرتا تھا۔ اس زمانہ میں بغداد میں ایک ولی اللہ تھے ان کو غوث وقت کہا جاتا تھا وہ جب چاہتے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جاتے تھے اور جب چاہتے ظاہر ہو جاتے ایک دن میں، ابن سقا اور شیخ عبدالقادر تینوں نے ان کی زیارت کا ارادہ کیا۔ ابن سقا نے چلنے سے پہلے کہا کہ آج میں ان سے ایک ایسا مسئلہ دریافت کروں گا کہ ان سے جواب بن نہیں پڑے گا۔ میں نے کہا ایک مسئلہ مجھے بھی دریافت کرنا ہے دیکھتا ہوں کہ ان کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہوتی ہے۔ شیخ عبدالقادر نے کہا کہ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ کہ میں اُن سے کوئی سوال کروں میں تو محض ان کے شرف دیدار اور حصول برکات کے لیے ان کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ اس گفتگو کے بعد ہم تینوں ان کے مقام پر پہنچے تو وہ اپنی جگہ پر موجود نہیں تھے لیکن کچھ دیر کے بعد ہی وہ ظاہر ہو گئے اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی انہوں نے بڑی غضب ناک نظروں سے ابن سقا کی طرف دیکھا اور فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھ سے ایسا مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ جس کا جواب میں نہیں جانتا۔ سن تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ یاد رکھ ابن سقا، میں تیرے اندر کفر کی آگ شعلہ زن دیکھ رہا ہوں! اس کے بعد شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عبداللہ تو بھی مجھ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے سن کہ میں اس مسئلہ میں کیا کہتا ہوں تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے لیکن بے ادبی کے باعث تو دنیا میں اپنے کانوں کی لَو تک غرق رہے گا یہ فرما کر شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف متوجہ ہوئے ان کو اپنے پاس بلایا ان کی تعظیم کی اور فرمایا کہ اے عبدالقادر تم نے اپنے حسنِ ادب سے خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دیا ہے۔ اس حسن ادب کے باعث میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک دن بغداد کے منبر پر بیٹھو گے۔ اور برملا کہو گے

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ — میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام اولیاء نے تمہاری تعظیم کے لئے اپنی گردنیں جھکا دی ہیں۔ یہ فرما کر وہ اسی وقت نگاہوں سے اوجھل ہو گئے پھر ہم میں سے کسی نے انہیں نہیں دیکھا۔ تھوڑی مدت میں بزرگی کی نشانیاں شیخ عبدالقادر میں بعنایت الٰہی ظاہر ہونے لگیں ان کی ولایت پر خاص وعام نے اجماع کر لیا اور ایک دن وہ منبر پر چڑھے اور فرمایا: قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ اور اسوقت کے تمام اولیاء نے آپ کی بزرگی کا اقرار کیا، دوسری طرف ابن سقا نے تحصیل علم کے بعد علوم شریعت میں ایسا کمال حاصل کیا کہ بہت سے علماءِ عصر سے بازی لے گئے اور ہر طرف بقطع مناظرہ در جمیع العلوم ان کی شہرت پھیل گئی۔ ان کی زبان بڑی فصیح تھی اور بیان بڑا لطیف تھا، خلیفہ نے ان کو سفیر بنا کر مملکت روم میں بھیجا۔ شاہ روم نے جب ان کے کمال علمی کو دیکھا اور ان کو زبردست فصیح پایا تو اس نے نصرانی علماء اور قسیسین کو جمع کیا اور ان سے مناظرہ کرایا جب مناظرہ ہوا تو ابن سقا نے سب کو شکست دے دی اور اپنے براہین قاطعہ سے ان سب کو عاجز کر دیا ملک روم کے دربار میں ان کی بڑی منزلت ہونے لگی اور ان کو زبردست

رتبہ حاصل ہوا یہاں تک کہ بادشاہ روم کی حسین و جمیل بیٹی کو انہوں نے دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گئے۔

شعر

مبتلا شد در زمان جان شریف	مبتلا اُس دم ہوئی جان شریف
بر جمال و حسن آن روح لطیف	دیکھا جب اُس روح کا حسن لطیف

انہوں نے شاہ روم سے درخواست کی کہ اپنی لڑکی ان کے حبالۂ عقد میں دیدے۔ شاہ روم نے کہا کہ اس کی شادی تمہارے ساتھ صرف اس شرط پر ہوسکتی ہے کہ تم عیسائی ہو جاؤ۔ یہ فوراً عیسائی ہو گئے۔

غزل

آتش حسنش درون جان گرفت	حسن کا شعلہ جو سوز جاں ہوا
در بہائی عشق داد ایمان گرفت	عشق کا بدلہ مرا ایماں ہوا
در دل کان عشق آمد از نظر	دین و دنیا پھر کہاں اُس دل میں جو
جائی دین نبود کہ شہ ایوان گرفت	شہر یار عشق کا ایواں ہوا
عشق در ملک دلست چون بادشاہ	ملک دل میں عشق ہے اک بادشاہ
رفت غوغا ملک چون سلطان گرفت	غل مٹا جب حکمراں سلطاں ہوا
بادشاہ عشق را نبود زوال	بادشاہ عشق کو کیسا زوال
آفتاب است ظل او توان گرفت	پرتو خورشید کب پنہاں ہوا
پنج نوبت میزند بر تخت بخت	پنج نوبت تخت پر بجتی ہے جب
عشق تو چون اشرف سمنان گرفت	تیرا عاشق اشرف سمناں ہوا

اور اس لڑکی کو مانگا اور غوث کی بات یاد آئی اور سمجھ گئے کہ یہ کچھ اس بے ادبی کا نتیجہ ہے کہ ؎

قطعہ

بی ادب ہرگز نباشد رستگار	بے ادب ہوتا نہیں ہے رستگار
از ادب گردونست باعز و وقار	آسماں کا ہے ادب ہی سے وقار
گر نہ گردد مار حلقہ از ادب	گر ادب سے باندھ لے حلقہ نہ سانپ
چون بود بالائی گنجی مہرہ دار	ہو خزانہ پر وہ کیسے مہرہ دار

اب میرا حال سنیئے۔ میں وہاں سے دمشق آگیا۔ سلطان نورالدین زنگی شہید نے مجھے طلب فرمایا اور وزارت اوقاف میرے سپرد کر دی اور مجھ پر کمال درجہ مہربانی فرمائی اور اس طرح ان غوث وقت کا ارشاد (کہ تم سراپا دنیا میں گھر جاؤ گے) مجھ پر صادق آگیا۔ اس حکایت کے بیان فرمانے کے بعد حضرت نے فی البدیہہ یہ رباعی ارشاد فرمائی ؎

رباعی

ہرچہ در تقدیر یزدان رفتہ است	جو مقدر ہو چکا، ظاہر اُسے
آید از درویش وسلطان بر زبان	کرتی ہے درویش وسلطاں کی زبان
درمیانِ دیدۂ ونادیدہ گوئی	دیکھے بے دیکھے کی باتوں میں ہے فرق
ہست فرقی از زمین تا آسمان	ایسا جیسے یہ زمین و آسمان

حضرت نورالعین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ عنقریب غوث روزگار کا وصال ہونے والا ہے اس سے آپ کا اشارہ کس طرف ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کچھ مہینوں کے بعد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ پھر یہ نوبت کس کے دروازہ پر بجائی جائے گی۔

قطعہ

آنکہ باشد بر در او بر زنند	کون ہے در پر بجاتے جس کے ہیں
کوس دولت از مثالِ کبریا	کوسِ دولت حسبِ فرمانِ خدا
کیست کورا از حریم خاص تر	کون ہے جس کو حریمِ خاص سے
بانگ بر خیزد کہ از بیرون بیا	ہے ندا آتی کہ تو باہر سے آ

اتفاق سے کچھ عرصہ کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے سفر کا قصد کیا۔ حضرت کبیر نے اس موقع پر عرض کیا کہ میں حضور والا میں چند بار یہ درخواست کر چکا ہوں کہ مجھے بھی رکاب سعادت سے مشرف ہونے کا موقع دیا جائے (سفر میں اپنے ساتھ رکھیں)، لیکن اب تک مجھے یہ شرف حاصل نہیں ہوا ہے اس بار مجھے امید ہے کہ حضور کی ہمراہی کا شرف ضرور میسر ہوگا اور میں حاضر خدمت رہوں گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ تمہاری رفاقت کے بغیر مجھے بھی قرار نہیں آتا لیکن درگاہ کی دیکھ بھال اور ولایتِ اسلام کے بندوبست کی خاطر میں تمہیں یہاں چھوڑ کر چلا جاتا تھا

شعر

مرا از روئی تو دوری غریبست	مجھے بھاتی نہیں ہے تیری فرقت
ضرورت می شود امرِ عجیبست	مگر مجبور کرتی ہے ضرورت

لیکن اس مرتبہ ایسا نہیں ہوگا اور جو کچھ تم چاہتے ہو ویسا ہی کیا جائے گا چنانچہ صوبہ گجرات کی طرف روانگی اختیار کی گئی تاکہ وہاں سے اطراف دکن اور ولایت گلبرگہ کا قصد کیا جائے کیونکہ اطراف دکن ونواحی گلبرگہ حضرت قدوۃ الکبرا کو بہت پسند تھی کیونکہ اس طرف کی آب وہوا مزاج اقدس کے موافق اور مناسب تھی۔ شعر

ندیدم تہ سبزگوں بر گہ	تہ چرخ دیکھا نہ اک لالہ زار
بگلزارِ عالم چو گلبرگہ	کہ گلبرگہ کی طرح ہو پر بہار

حضرت قدوۃ الکبرا کو گلبرگہ کی زمین بہت پسند تھی کہ آپ اس کو گلبرگہ کے بجائے "گلبرگہ" فرمایا کرتے تھے۔ بہر حال قطع منازل کرتے ہوئے آپ سرزمین دکن میں پہنچ گئے اور سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ میں قیام ہوا چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ معمول تھا کہ سفر ہو یا حضر آپ ہمیشہ تنہا رہتے تھے، چنانچہ یہاں خادموں اور ہمراہیوں کے لیے الگ خیمے لگائے گئے اور ان خیموں سے الگ تھلگ ایک بڑا خیمہ حضرت کیلئے لگایا گیا۔

شعر

ہمیشہ درمنازل خواہ اطراف — رہیں گھر یا کریں وہ سیر اطراف
چو عنقا بود عزلت گیر در قاف — تھے عنقا کی طرح باشندہ قاف

حضرت قدوۃ الکبرا مقرر اوقات میں اپنے اصحاب ولایت مآب کو اپنے پاس ملاقات کا وقت دیتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا حضرت نور العین، حضرت کبیر کو آدھی رات گئے اور صبح کو اپنے پاس طلب فرمایا کرتے تھے اور معارف وحقائق سے آگاہ فرماتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کو منصب غوثیت عطا ہونا

ایک رات شیخ الاسلام کو حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے حضور میں طلب فرمایا کچھ دیر گذرا تھا کہ آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی اور عجیب وغریب اضطراب و انقلاب پیدا ہوا کہ اسکی تشریح وتوضیح ناممکن ہے۔ حضرت کا یہ اضطراب دیکھ کر شیخ الاسلام پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ پھر وہ حضرت کی خیمہ گاہ میں نہ ٹھہر سکے اور باہر آکر بیٹھ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ حضرت بیخودی کے عالم میں وجد فرما رہے تھے، ایک ساعت تک حضرت کی یہی حالت رہی۔ پھر آپ کی بے خودی ختم ہوگئی اور آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ مجھے حاصل ہوگیا۔ حضرت نور العین، حضرت کبیر اور حضرت شیخ الاسلام آپ کا یہ ارشاد سن کر بہت حیران ہوئے اور غور کرنے لگے کہ کون سا عجیب وغریب معاملہ پیش آیا جس نے حضرت قدوۃ الکبرا کو اس قدر مضطرب اور بے چین کر دیا تھا لیکن کسی شخص کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ آپ سے دریافت کرے آپس میں تمام حضرات یہی کہتے تھے کہ صرف حضرت نور العین ہی اپنے معمول کے مطابق یہ جسارت کر سکتے ہیں چنانچہ انہوں نے درخواست کی کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے اضطراب اور بے قراری کا موجب کیا تھا آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آج ماہ رجب ۷۷۰ھ کی پہلی تاریخ ہے وہ غوث روزگار وقطب گردوں جن سے مجھے جبل الفتح میں شرف ملاقات حاصل ہوا تھا اس دنیا سے کوچ فرما گئے اما ثرد اکابر روزگار میں سے ہر ایک کو یہ توقع تھی اور ہر ایک کی ہمت اس امر کے درپے تھی کہ غوثیت کا بزرگ اور شریف عہدہ اس کو ملے گا لیکن کسی بدن پر قیمتی لباس اور کسی کے سر پر عظمت کا تاج ٹھیک نہیں اترا

شعر

ہمہ کس بمیدان کوشش دراند — تھے کوشش کے میداں میں سارے گئے
ولی گوی دولت نہ ہر کس برند — مگر گیند کو سب نہیں لے گئے

حق تعالیٰ نے اپنی مہربانی اور اپنے لطفِ بے پایاں سے غوثیت کا وہ تاج اس فقیر کے سر پر رکھ دیا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ [1] — یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور یہ شکرانہ اسی سلسلہ میں تھا جیسا کہ مجذوب شیرازی نے کہا ہے ؎

شعر

شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا — شکر خدا کہ میں نے طلب اس سے جو کیا
بر منتہائے ہمت خود کامران شدم — خواہش کی انتہا کے موافق مجھے ملا

یہ خبر سنتے ہی تمام مریدین اور رفقا میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور حد درجہ مسرور ہوئے ؎

مثنوی

چون نوائے پردۂ آمد بشوق — جب ندا پردہ سے آئی پر ز شوق
صوفی گردون بچرخ آمد ز ذوق — صوفی گردوں کو آیا وجد و ذوق
خوش بشارت از حریم خاص شد — مژدہ آیا ہے حریم خاص سے
کز نوایش ہریکی رقاص شد — اس کو سن کر رقص سب کرنے لگے

اب سے عزل و نصب کا حکم اس فقیر کو دے دیا گیا اور دورۂ عالم میرے سپرد کیا گیا ؎

شعر

چو پائے شہ فرو افتاد از گاہ — جو چھوڑے تخت کوئی شاہ ذیجاہ
بتختش کہ نشیند جز شہنشاہ — تو بیٹھے کون اس پر جز شہنشاہ

غوث وقت کی تجہیز و تکفین کے بعد میں نے ان کے نماز جنازہ کی امامت کی اسلئے کہ غوث کی نماز جنازہ غوث کے سوا کون پڑھا سکتا ہے۔ چاروں قیوم (قیم) اس فقیر اور دو امامان یعنی عبد الرب اور عبد الملک اور ایک اوتاد نے مل کر ان کی میت کو اٹھایا اور ان کے مقام ہی پر ان کو دفن کر دیا

غوثیت کے منصب سے پہلے حضرت کا منصب امامان تھا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس عہدہ کی تفویض سے پہلے میں امامان میں سے ایک تھا اور مجھے عبد الملک کہا جاتا تھا اور غوثیت کے تخت کے بائیں جانب میرا مقام تھا، جب اس فقیر کو غوث کا منصب عطا فرمایا گیا تو عبد الرب کو جو غوث کے دائیں طرف بیٹھے تھے انہیں بائیں طرف جگہ دے دی گئی اور دائیں طرف جو جگہ خالی ہوئی اوتادوں سے ایک کیلئے مخصوص کر دی گئی، اور اوتادوں میں جو خالی ہوئی اُسے ایک ابدال سے اور ابدال میں ایک اخیار سے پر کر دیا گیا۔ اور اخیار میں اس ترقی سے جو جگہ خالی ہوئی وہ ابرار میں سے ایک کو ترقی دے کر پُر کی گئی اور ابرار کی خالی جگہ پر ایک نجیب کو ترقی دی گئی اور نجیب کی خالی جگہ پر ایک نقیب اور نقبا

---

[1] پ ۲۷ سورہ حدید ۲۱

میں جو جگہ خالی ہوئی اسکو مومنوں سے ایک ہستی کے لئے مخصوص کیا گیا۔ اس دفعہ میری درخواست پر نقبا میں خالی ہونے والی جگہ پر عزیزم تنگر قلی کو منصوب کیا گیا اور وہ جگہ تنگر قلی کو دے دی گئی۔

حضرت قدرۃ الکبراسنے فرمایا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کافروں میں سے کسی ایک کو مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ہی ان لوگوں میں شامل کر لیا جائے۔

چنانچہ طبقات الصوفیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔ حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ) کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں عرصہ سے حضرت غوث کی خدمت بجا لاتا تھا اور خدمت شریف میں اکثر راتیں جاگ کر گزار دیتا تھا۔ ایک رات حضرت غوث الثقلین خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ میں نے پانی کی چھاگل پیش کی لیکن آپ نے التفات نہ فرمایا اور آپ مدرسہ کی طرف روانہ ہو گئے، دروازہ کھل گیا اور آپ باہر نکل آئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے باہر نکل آیا اور میں یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ کو میری اس عقب روی کا علم نہیں ہے جب ہم شہر بغداد کے دروازہ پر پہنچے تو دروازہ فوراً کھل گیا، آپ باہر نکل آئے اور میں بھی باہر نکل آیا پھر سامنے ایک اور دروازہ آیا، ہم کچھ دور اور آگے چلے اور ایک شہر میں پہنچ گئے جس کو میں نہیں جانتا کہ کہاں ہے آپ مسافر خانے میں آئے وہاں پر چھ افراد بیٹھے ہوئے تھے وہ لوگ حضرت غوث الثقلین کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب آ کر سلام کیا۔ میں وہاں ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ اسی رباط کے ایک کونہ سے آہ وزاری کی آواز آئی لیکن کچھ دیر بعد ہی وہ آواز ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ایک شخص نمودار ہوا اور وہ رباط کے اس طرف چلا گیا جہاں سے رونے کی آواز آ رہی تھی، اس کے بعد وہی جانے والا شخص واپس نکلا، اس وقت وہ کندھے پر ایک شخص کو اٹھائے ہوئے لا رہا تھا پھر ایک شخص اور آیا اس شخص کا سر برہنہ تھا اور اس کی لبوں کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ یہ شیخ محترم کے روبرو آ کر بیٹھ گیا۔ حضرت شیخ نے اسکو کلمہ طیبہ پڑھایا اور اس کے سر اور لب کے بال جو بہت بڑھے ہوئے تھے کاٹ دیئے، اس کے بعد اس کو طاقیہ پہنائی اور نام "محمد" رکھا۔ اس کے بعد آپ نے ان چھ افراد سے جو پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ میں اس امر پر مامور کیا گیا ہوں کہ اس کو اس متوفی کا بدل بنا دوں۔ ان سب نے بیک زبان کہا ہمیں قبول ہے۔

اس کام کے بعد شیخ وہاں سے واپس روانہ ہو گئے میں بھی حسب سابق شیخ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہی ہم شہر بغداد کے دروازہ پر پہنچ گئے جس طرح دروازہ پہلی مرتبہ خود بخود کھل گیا تھا اس بار بھی کھل گیا پھر ہم مدرسہ کے دروازہ پر پہنچ گئے وہ بھی اسی طرح کھل گیا اور پھر ہم خانقاہ میں داخل ہو گئے جب صبح ہوئی تو میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنا سبق پڑھنا چاہا لیکن رات کے معاملہ کی ہیبت مجھ پر اس طرح طاری تھی کہ اپنا سبق نہیں پڑھ سکا۔ شیخ نے فرمایا اے عزیز! پڑھو! تب میں نے شیخ کو قسم دے کر کہا کہ رات جو کچھ میری نظروں سے گزرا ہے اس کی وضاحت فرما دیں۔ میری قسم سے مجبور ہو کر انہوں نے فرمایا کہ رات جو شہر تم نے دیکھا وہ شہر نہاوند تھا وہ چھ حضرات جو وہاں موجود تھے ابدال تھے اور جس

میت کے لیے رو رہے تھے وہ ان کا سردار تھا اور وہ شخص جو کاندھے پر ایک شخص کو ڈالے ہوئے باہر آئے حضرت خضر علیہ السلام تھے اور اپنے کندھے پر اس مردہ کو لائے تاکہ اس کی تجہیز و تکفین کی جائے اور وہ شخص جسے میں نے کلمہ شہادتین پڑھایا تھا وہ قسطنطنیہ کا ایک آتش پرست تھا کہ مجھے حکم ہوا تھا کہ اسے اس مردہ کا جانشین بناؤں لہٰذا اسے میرے پاس لائے اور وہ میرے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اب وہ بھی انہیں کا ایک ہے۔

حضرت شیخ مبارک نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ غوث کے داہنے جانب جو بیٹھتا ہے اس کو غوث کے بعد غوث کا منصب ملنا چاہیئے کیونکہ اصحاب یمین (دائیں ہاتھ والے) اصحاب یسار (بائیں ہاتھ والے) پر برتری رکھتے ہیں اور یہاں یہ صورت ہے کہ بائیں جانب والے اس منصب پر پہنچتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ اہل یسار عالم انسانی کے ناظر اور نگراں ہیں اور انام کے دائرہ کے محافظ ہیں (یعنی دنیا کے) اور اہل یمین عالم ملکوت کے ناظر ہیں۔ اس صورت میں عالم انسانی کے ناظر کا مرتبہ ناظر عالم روحانی سے اعلیٰ ہوا۔ پس ہر صورت میں اہل یسار ہی غوث کا منصب خالی ہونے پر اس کی جگہ متمکن ہوتے ہیں۔

شیخ نور کا مرتبۂ قطب پر فائز ہونا، ایک دن شیخ اصل الدین سپید باز نے حضرت مخدوم زادہ شیخ نور (اللہ تعالیٰ ان کے قلب کو نور ایمان سے منور فرمائے) کے قطب ہونے کے بارے میں گفتگو شروع کی اور دریافت کیا کہ ان کی قطبیت کا کیا مقام اور درجہ ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت مرشدی و سیدی (شیخ علاءالدین گنج نبات) کی خدمت میں مجھے باریابی حاصل تھی اور میں ان کے حضور میں رہتا تھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ تم کو غوثیت کے مرتبہ پر پہنچائے تو تم فرزند نور کے لیے قطب ہونے کی کوشش کرنا س

مصرعہ:- گفتہ بچشم ہرچہ تو گوئی ہمان کنم

بولے کروں گا یہ بسر و چشم میں ادا

حضرت مخدومی کے انتقال کے عرصۂ دراز کے بعد ولایت بنگالہ کے قطب نے انتقال فرمایا پس تمام اولیائے کرام اور وزیران بارگاہ ربانی کا ہم نے اجتماع کیا تاکہ بالاتفاق مخدوم زادہ کو قطبیت کے منصب پر فائز کریں۔ اس وقت بعض لوگوں نے ان کے قطب ہونے کی دلیل چاہی۔ اس نقیر نے مخدوم زادہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ ان لوگوں کے سوال کی طرف توجہ مبذول کیجیے اور اس پہاڑ کو اشارہ کیجیے کہ آپ کے پاس آجائے۔ بابا حسین خادم کہتے ہیں کہ جیسے ہی حضرت قدوۃ الکبرا کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے پہاڑ روانہ ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے پہاڑ اپنی جگہ ٹھہر جا کہ میں تو پیرزادہ کو تعلیم دے رہا ہوں اور ان کو موعظت کر رہا ہوں۔ اس کے بعد حضرت مخدوم زادہ نے قدوۃ الکبرا کے ارشاد کے مطابق پہاڑ کو انگلی سے اشارہ کیا کہ اے پہاڑ یہاں آ۔ پہاڑ بہت تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ بہت سے لوگوں نے

اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا اور آپ کی ثنا و توصیف کی ؎

رباعی

ہمہ گفتند از دل بر زبانی	لگے کہنے یہ دل سے سب زبانی
کہ بہتر زین نمی باید نشانی	کہ اس سے بڑھ کے کیا ہوگی نشانی
چو قطبی را نشان زینگونہ آید	جو قطبیت کی ہو ایسی علامت
دگر از حجت و برہان چہ باید	تو پھر کیا چاہیئے برہان و حجت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مخدوم نے جو کچھ وصیتیں کی ہیں وہ سب کی سب ہم نے پوری کر دی ہیں صرف ایک وصیت باقی رہ گئی ہے۔ انشاء اللہ اس کو بھی ہم پورا کریں گے۔ بعض اکابر صوفیہ نے اس قسم کا بار اٹھانے اور عہدہ دار ہوکر زندگی بسر کرنے سے کنارہ کشی کی ہے۔ اپنے حال کی مشغولیت کے باعث وہ نہیں چاہتے تھے کہ دوسرے لوگوں کا بھی بوجھ اٹھائیں لیکن بایں ہمہ بنی آدم کی ضروریات کا پورا کرنا اور دنیا کے بوجھوں کو اٹھانا بعض اکابر نے اہم قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ان حضرات نے اپنے اشغال باطن پر دوسروں کی حاجت روائی اور کاربرآری کو مقدم سمجھا ہے۔

جس وقت کہ حضرت مخدوم زادہ کو قطب کا منصب عطا کیا جا رہا تھا بارگاہ الٰہی کے بعض نائبین یہ چاہتے تھے کہ شیخ شرف الدین کو اس شرف سے مشرف کیا جائے اس وقت شیخ شرف الدین کے اندر عجیب اضطراب پیدا ہوا اور ایک رات وہ تمام شب خانقاہ میں ٹہلتے رہے۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ اگر اس بارِ قطبیت کو کوئی دوسرا اٹھالے تو بہتر ہوگا۔ کچھ دیر کے بعد یہ اضطراب اور بے قراری جاتی رہی۔ بعض اصحاب نے ان سے ان کی اس بے قراری کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ بعض شخصیتیں چاہتی تھیں کہ قطب کا منصب میرے سپرد کر دیا جائے لیکن میں اس سے بچنا چاہتا تھا، الحمد للہ کہ میرے بھائی نور نے اس بار کو اٹھالیا۔

جسم غوث انتہائی لطیف ہوتا ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ غوث کا جسم جس قدر بیان کریں اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ شیخ اکبر سے منقول ہے کہ انہوں نے خانہ کعبہ کے طواف کے دوران ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ طواف کر رہا تھا اور کسی سے مزاحمت نہیں کرتا اور اگر دو شخصوں کے درمیان آجاتا اور نکل جاتا تو ان کو جدا نہ کرتا۔ میں نے یہ خیال کیا کہ یہ کوئی روح ہے، میں نے تجسس کے ساتھ ان کی گذرگاہ پر نظر رکھی جب وہ سامنے آئے تو میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں ان کے ساتھ ہو گیا۔ میرے ان کے درمیان بات چیت بھی ہوئی تب مجھے پتہ چلا کہ وہ شیخ احمد سبطی ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے زمانہ میں قطب وقت کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں ہی قطب وقت ہوں۔ میرے بعد سید جلال اور ان کے بعد سید اشرف جہانگیر سمنانی ہوں گے (طبقات الصوفیہ)
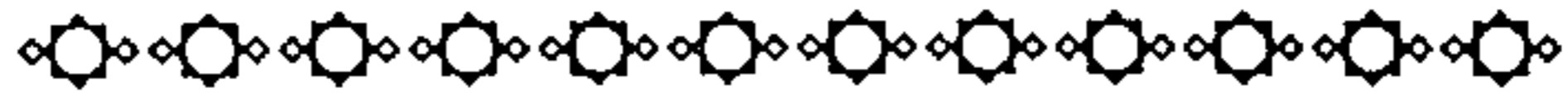
حضرت قدوۃ الکبرا کے بارے میں بار ہا یہ بات مشاہدہ سے گزری ہے کہ بعض سلاطین اپنے تصرف میں حضرت کو ٹھیراتے تھے اور جس قدر بادشاہوں کے محل مکلف و محفوظ ہوتے ہیں ویسے ہی وہ ہوتے تھے آدھی رات کو حضرت باہر تشریف لے آتے اور کہیں جاتے تھے، دروازہ اور قلعہ اسی طرح بند رہتا، اکثر ایسا ہوا کہ خادم یعنی نظام یمنی حضرت کے ہاتھ پاؤں دباتا تھا بارہا ایسا ہوتا کہ جب میں ہاتھ کمر تک پہونچاتا تو میرا ہاتھ ادھر سے اُدھر نکل جاتا۔ آپ کا جسم مبارک قطعاً میرے ہاتھ کو حائل نہ ہوتا کبھی کبھی حائل بھی ہوتا لیکن اس قدر لطیف تھا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے غوث کے سلسلہ میں بہت کچھ اپنے "رسالہ غوثیہ" میں تحریر کر دیا ہے وہاں سے اس سلسلہ میں بہت حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس طائفہ قدسیہ کی ماہیت و حقیقت کا جاننا بہت اہم اور مبارک ہے بار خدایا ہم کو اور تمام مومنوں کو یہ رتبۂ شریفہ اور مرتبۂ بلند عطا فرما۔

امامان وہ کیا ہیں؟ ان کے بارے میں بتایا گیا کہ دو اصحاب ہیں ایک کا نام عبد الرب ہے اور دوسرے کا نام عبد الملک! عبد الرب کی مسند وزارت تخت غوثیہ کے داہنی طرف ہوتی ہے اور وہ عالم ملکوت کا ناظر ہے۔ دوسرے عبد الملک کا مقام تخت غوثیہ کے بائیں طرف ہے اور وہ ملک ناسوت کے ناظر ہیں! یہ اپنے منصب کے اعتبار سے داہنی ہاتھ کے امام سے برتر اور افضل ہیں اور دنیا ان سے خالی نہیں ہوتی ؎

شعر

چو برادرنگ باشد بادشاہی	ہوا مسند نشیں جب تخت پر شاہ
ضرورت بی وزیران نیست جاہی	وزیروں کے بغیر اُسکی نہیں جاہ

اوتاد جن کی ذات سے اللہ تعالیٰ عالم کی نگرانی فرماتا ہے سارے عالم یعنی ہفت اقلیم و جہات عالم میں صرف چار ہوتے ہیں ؎

شعر

ز چار اوتاد گردد پنج پایۂ	ہیں چار اوتاد برج پنج پایہ
کہ آن اورنگ شد این چار پایۂ	کہ ہے وہ تخت یہ ہیں چار پایہ

اور یہ ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں نہ ان کی تعداد گھٹتی ہے اور نہ بڑھتی ہے ان میں سے ایک شرق میں رہتے ہیں ان کا نام عبد الحیٔ ہے اور دوسرے غرب میں ہیں ان کا نام عبد الحلیم ہے، تیسرے جنوب میں ہیں ان کا نام عبد القادر ہے، چوتھے شمال میں ہیں ان کا نام عبد المرید ہے۔

شعر

چو غوث این خیمہ را برکار کردہ	کیا جب غوث نے خیمہ کو آباد
طناب چارش اندر چار کردہ	طنابیں چار و اسکی چار اوتاد

حق تعالیٰ ہفت اقلیم کی چاروں جہتوں کی حفاظت و نگرانی ان اوتاد کے توسط سے فرماتا ہے۔

کہ یہ حضرات الطاف الٰہی کا مظہر و منظر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے الطاف بے پایاں ان کے شامل حال رہتے ہیں جس طرح سے پہاڑ زمین کے سکون و قرار کا سبب ہیں (زمین ان کے باعث ہل نہیں سکتی) اوتاد تمام عالم اور ربع مسکون (دنیا) کے قیام و قرار کا موجب ہیں پورب پچھم میں ناچار ان کی تعبیر پہاڑ سے کی گئی ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِھٰدًا ۝ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝[۱] کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو اسکی میخیں نہیں بنایا

ابدال سات ہوتے ہیں وہ اپنے مقام سے جب کبھی سفر کرتے ہیں تو ایک جسم انسانی اپنا ہم صورت مستقر پر چھوڑ جاتے ہیں، تاکہ ان کی عدم موجودگی کو کوئی نہ سمجھ سکے۔ پس حقیقت میں نہ وہ بدل ہے نہ غیر اور ان میں سے ہر ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے۔

بیت

طناب خیمہ چون درچرخ یخ است — طنابیں خیمہ کی ہیں چرخ میں یخ
تن ابدال دروی ہفت میخ است — تن ابدال اس میں سات ہیں میخ

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ چالیس سے زیادہ ہیں اور بعض نے چالیس تن کو ابدال کہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ خاندان چشت کے سربراہ اور پیشوا حضرت شیخ ابواحمد منصب ابدال پر فائز ہے یہ ان چالیس حضرات میں سے ہیں جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر آسودہ رہے ہیں آپ کے آبا و اجداد سلاطین چشت میں سے تھے آپ کی ایک بہن تھیں بڑی ہی عابدہ اور صالحہ آپ کے گھر کبھی کبھار شیخ ابواسحاق شامی قدس سرہٗ تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ کا قصہ یہ ہے کہ ابھی خواجہ ابواحمد کی عمر بیس سال کی تھی کہ آپ اپنے والد کے ہمراہ پہاڑی علاقہ میں شکار کھیلنے کے لیے گئے۔ شکار کے دوران آپ اپنے والد اور دوسرے ہمراہیوں سے بچھڑ گئے ادھر ادھر پھرتے ہوتے آپ ایک گھاٹی میں پہنچے تو دیکھا کہ چالیس مردان خدا وہاں ایک پتھر پر تشریف فرما ہیں اور شیخ ابواسحاق شامی ان کے درمیان ہیں ان پر بہتر حالت طاری ہوئی، گھوڑے سے اتر آئے اور شیخ کے پیروں پر سر رکھ دیا گھوڑا اور ہتھیار جو کچھ تھا چھوڑ دیا ؎

شعر

چو گوہر کان خود را دید پرسنگ — جو دیکھا کان کو گوہر نے پر سنگ
زدہ بر شیشۂ ناموس بے ننگ — تو پٹکا شیشہ عزت کو بے ننگ

اور کمبل اوڑھا اور ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے نوکروں اور والد نے انہیں بہت تلاش کیا لیکن یہ ان کو نہ ملے چند روز کے بعد خبر ملی کہ شیخ ابواسحاق شامی کے ساتھ پہاڑ کے فلاں علاقہ میں ہیں۔ ان کے والد نے کچھ لوگوں کو ان کے لانے کے لئے بھیجا، بہت کچھ سمجھایا اور ساتھ چلنے کی کوشش کی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی

---

[۱] پ ۳۰ سورہ النباء ۶، ۷

اوران کو اپنے ہمراہ واپس نہ لا سکے ۔

ابیات

نہ فرزانہ از علم باقل بود	ہنر سے ہنرمند باقل نہ ہو
نہ دیوانہ از پند عاقل بود	نصیحت سے دیوانہ عاقل نہ ہو
بخوان عاقلش گر تو فرزانہ	کہے اس کو عاقل جو فرزا نہ ہو
چو دیوانہ خوانیش دیوانہ	کہے جو کہ دیوانہ دیوا نہ ہو

اس سلسلہ میں بعض حضرات نے کہا ہے کہ ابدال سات ہیں اور ان سات میں سے چار اوتا د ہیں اور دو اماماں ہیں اور ایک کو قطب کہا جاتا ہے ۔ ان حضرات کا نام ابدال اس لیے رکھا جاتا ہے کہ اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو دوسرا اس کا بدل ہو جاتا ہے ۔ اور ان چالیس حضرات میں سے ایک چن کر یہ تعداد پوری کر دیجاتی ہے اور ان چالیس میں جب ایک کمی ہوتی ہے وہ کمی تین سو میں سے ایک شخص کو منتخب کر کے پوری کر لی جاتی ہے اور جب ان تین سو میں سے ایک کم ہو جاتا ہے تو صالحین مومنین میں سے ایک شخص کا انتخاب کر کے ان تین سو کی تعداد کو پورا کر دیا جاتا ہے ۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ان حضرات کا نام ابدال اس وجہ سے رکھا گیا کہ ان کو یہ قدرت عطا کی گئی ہے کہ یہ اپنا بدل پیش کر دیتے ہیں اپنی منشا کے مطابق کسی ایسے امر کیلیے جو قائم ہے ان کی ذات میں اس حکم حال سے جو ان کے نفوس میں موجود ہے (یعنی ان کو اس حال کا علم ہوتا ہے اور اگر کسی کو اس امر کا علم نہ ہو تو ایسا شخص ابدال نہیں ہوگا ۔ وہ اس مقام کے صاحبان سے نہیں ہے)

بعض مشائخ بھی صورت کی تبدیلی پر قادر ہیں

صورت کا تبدیل کرنا صرف ابدال کے لئے مخصوص و منحصر نہیں ہے بلکہ بعض مشائخ بھی صورت تبدیل کر لیتے ہیں ۔ میں نے بعض ایسے بزرگوں کو دیکھا کہ ان کی صورت روحانیہ صورت جسمانیہ کا روپ اختیار کر لیتی ہے وہ اسی صورت جسمانیہ میں رہ کر بات چیت بھی کرتے ہیں اور کام بھی کرتے ہیں اور دیکھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی صورت جسمانیہ میں موجود ہیں (یعنی زندہ ہیں) اور اس طرح کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں صاحب کو دیکھا کہ وہ یہ کہہ رہے تھے ۔ حالانکہ ان سے یہ فعل صادر نہیں ہوتا ۔ ہم نے تم نے بارہا ایسے حضرات کا مشاہدہ کیا ہے ۔ چنانچہ ہمارے حضرت مخدوم (شیخ علاء الدین گنج نبات قدس سرہٗ) کو ان کے بعض مرید سلاطین اور نامدار بادشاہوں نے جنگ و جدال اور میدان کارزار میں اپنی مدد کے لیے یاد کیا ہے تو انہوں نے فریق مخالف سے جدال و قتال اور باغیوں سے مقابلہ کیا ہے اور بعد میں یہ پتہ چلا کہ حضرت نے تو خانقاہ سے باہر ایک قدم بھی نہیں نکالا تھا ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس بزرگ و کریم خاندان و سلسلہ کے بہتیرے افراد منصب ابدال پر فائز رہے ہیں (خاندان حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات مراد ہے) اور اس قسم کے بہت سے خوارق عادات ان سے ظہور میں آئے ہیں بلکہ پیران چشت اہل بہشت کے بعض پاسبانوں اور دربانوں سے اس طرح کے خوارق صادر ہوئے

ہیں۔ میں اپنے مرشد گرامی کے بارے میں کیا کہوں جبکہ ان کی ذات سامی قدوۃ اصحاب تصوف اور مقدمہ ارباب تعرف ہے۔ حضرت خواجہ محمد ابن احمد چشتی قدس سرہا سلطان محمود سبکتگین (جو آل سامان سے ہیں۔ اور اس فقیر کا بھی نسب اس خاندان سے ملتا ہے) کے ہمراہ سومنات کے جہاد میں موجود تھے۔ بتاتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد بن احمد چشتی کو مراقبہ میں بتایا گیا کہ سلطان محمود سبکتگین کی مدد کے لیے جانا چاہیئے۔ چنانچہ ۷۰ سال کی عمر میں وہ اپنے چند احباب و اصحاب اور چند خدام کے ساتھ بنفسِ نفیس بد انجام مشرکوں کے مقابلہ کے لیے وہاں پہنچے اور ان سے جنگ شروع کر دی۔ جنگ کے انہی دنوں میں ایک دن اسلامی لشکر پر کافروں کا دباؤ بڑھ گیا اور مسلمانوں کے لشکر نے وہاں سے ہٹ کر ایک جنگل میں پناہ لے لی۔ یہ خیال تھا کہ عنقریب اسلامی لشکر کو شکست ہو جائے گی۔ حضرت خواجہ کا چشت میں ایک مرید تھا جو چکی پیسنے والا محمد کاکو تھا آپ نے آواز دی کہ کاکو خبر لو۔ اسی وقت لوگوں نے دیکھا کہ بڑھ بڑھ کر کاکو نے دشمن پر وار کرنا شروع کر دیئے یہاں تک کہ لشکر اسلامی ظفر یاب ہوا اور کافر شکست کھا کر بھاگ گئے۔ حالانکہ محمد کاکو کو اسی تاریخ اور وقت میں چشت میں دیکھا گیا تو انہوں نے اپنی چکی کا کھونٹا اکھیڑ کر دیوار پر مارنا شروع کر دیا۔ جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے وہی بات بتائی اور وہ سارا قصہ بیان کیا (کہ اس طرح انہوں نے اپنے شیخ کی آواز سنی اور اسلامی لشکر کو انہوں نے مدد پہنچائی)

شعر

چو مردان دین حکم داور کنند	جو مردانِ دین حکم داور کریں
ز مغرب شدہ کار خاور کنند	جو ہوں غرب میں شرق کو سر کریں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض اکابر صوفیہ فرماتے ہیں کہ ابدال چالیس افراد ہوتے ہیں جو سنت نبوی اور احکام مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے کاربند ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا۔ میری امت میں چالیس ابدال ہیں ان میں سے بارہ ابدال عراق میں اور اٹھائیس شام میں ہیں۔ اس موقع پر حضرت در یتیم نے عرض کیا اگر ابدال صرف انہی دو ملکوں میں پائے جاتے ہیں تو پھر دائرہ ابدال کا یہ قول کہ ہر ماہ کی ہر تاریخ میں حضرت ابدال جہات ہشتگانہ میں موجود ہوتے ہیں کس طرح صحیح ہو سکتا ہے اور دوسرے اقصاء میں کس طرح پہنچتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو دو حصوں میں فرض کیا ہے نصف شرقی اور نصف غربی عراق سے آپ کی مراد نصف شرقی کے ممالک ہیں اور شام سے نصف غربی کے ممالک مراد ہیں۔ پس عراق وغیرہ مثلاً خراسان، ہندوستان، ترکستان اور تمام دوسرے ممالکِ شرقیہ یہ سب عراق میں شامل ہیں اور شام وغیرہ مثلاً مصر اور مغرب کے تمام ممالک شام میں داخل ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین یحیٰی جامی نیشاپوری ان بارہ ابدال میں شامل ہیں جو عراق سے تعلق

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بعض اکابر سے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہیں کہ عقل ان کے ادراک سے عاجز ہے اس طرح کی باتیں ابدال و اہلِ کمال سے ہی ظاہر ہوتی ہیں۔
شیخ قضیب البان موصلی سے موصل کا قاضی عقیدت نہیں رکھتا تھا۔ ایک دن قاضی موصل نے ان کو ایک گلی میں سے سامنے آتے دیکھا۔ اس نے دل میں خیال کیا کہ آج ان کو پکڑ لینا چاہیئے۔ اور معاملہ حاکم کے سامنے پیش کرنا چاہیئے تاکہ وہ ان کو واقعی سزا دے اب جو سامنے دیکھتا ہے تو ایک کُرد کھڑا ہوا دکھائی دیا۔ (قضیب البان موصلی غائب تھے) جب وہ اور قریب آیا تو ایک اعرابی کو سامنے پایا جب وہ اور قریب آیا تو دیکھا کہ ایک فقیہ سامنے کھڑا ہے جب وہ بالکل قریب پہنچ گیا تو انہوں نے کہا کہ اے قاضی تم کون سے قضیب البان کو پکڑ کر حاکم کے پاس سزا دلوانے کے لیے جاؤ گے۔ اسی وقت قاضی نے اپنے سوءِ ظن سے توبہ کی اور ان کا مرید ہو گیا۔
حضرت قدوۃ الکبرا شہر روم میں جس کے بارے میں مشہور ہے کہ روم میں کوئی معصوم نہیں گیا۔ ایک بار ایک طویل مدت تک قیام پذیر رہے اور ہمراہیوں کے لئے خانقاہ بنوائی اور ایک خلوت خانہ اس کے پہلو میں تیار کرایا کہ وہاں خود آرام فرماتے تھے۔ ایک دن سلطان ولد جو حضرت مولانا رومی کے صاحبزادے تھے اور حضرت مولانا روم کے سجادہ پر رونق افروز تھے، انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا سے دعوت قبول کرنے کی استدعا کی۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے علاوہ بعض دوسرے مشائخ کو بھی مدعو کیا تھا۔ روم کے شیخ الاسلام کے دل میں حضرت قدوۃ الکبرا کی جانب سے کچھ میل تھا حالانکہ وہ بہت بڑے دانشمند اور پایہ کے عالم تھے۔

شعر

دلی کان بود فارغ از درد و غم	وہ دل جس میں بالکل نہیں درد و غم
درد جای کینہ بود بی الم	نہ ہے جائے کینہ نہ جائے الم

انہوں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی تھی کہ جب سید سمنانی اس مجلس میں آئیں تو ایک مشکل مسئلہ ان سے پوچھوں جس کے جواب سے وہ عاجز ہوں۔ وقتِ مقررہ پر جب حضرت اس محفل کی جانب روانہ ہوتے اور اس مکان تک پہنچے تو شیخ الاسلام نے دیکھا کہ حضرت کے جسم مقدس سے ان ہی جیسی ایک صورت باہر نکل کر آئی اور اس سے پھر ایک صورت بنی اور اس طرح ویسی ہی تقریباً سو صورتیں شیخ الاسلام کی نگاہوں کے سامنے متمثل ہو گئیں۔ اسوقت حضرت قدوۃ الکبرا نے بدیہتہً یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

نظم

ہر دلی کائینہ صورت گر است	ہر وہ دل خالق کا جو ہے آئینہ
صد ہزاران صورت از وی بر درست	لاکھوں شکلوں کی ہے اس دل سے بنا

صورتی عالم چہ باشد کاندرو | شکل دنیا کیا ہے اس دل کے لیے
عرش و فرش و ہر چہ دروی مضمر است | عرش سے تا فرش ہے اس میں چھپا

مخدوم زادہ سلطان ولد نے جیسے ہی آپ کو دیکھا دروازہ تک استقبال کو آئے اور بڑے تپاک و اعزاز کے ساتھ آپ کو سب سے بلند تر جگہ پر بٹھایا ؎

شعر

کسی را بر ترین باشد مکانی | مکاں ہوتا ہے اس کا سب سے برتر
کہ ہر دُر و جواہر راست کانی | کہ جو ہے معدن ہر دُر و گوہر

آپ نے شیخ الاسلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ان بہت سی صورتوں میں سے تم کس صورت سے اپنا مسئلہ دریافت کرو گے ؟ شیخ الاسلام نے جیسے ہی یہ بات سنی ہیبت سے لرز گیا ؎

شعر

چنان ہیبت افتاد درجان او | پڑی اس طرح ان کی ہیبت میں جان
کہ گویا دریدند ہیجان او | کہ گویا ہوئی چاک مثل کتان

بے اختیار اٹھے اور حضرت مخدوم زادہ سلطان ولد کو اپنا سفارشی بنایا اور آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا کہ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے مخدوم زادہ کو بیچ میں ڈالا ہے اور اپنا سفارشی بنایا ہے اس لئے معاف کرتا ہوں ورنہ تمہیں معلوم ہو جاتا ۔ یاد رکھو ان صوفیہ میں سے کسی کی طرف انکار کی نظر سے نہ دیکھنا ؎

مثنوی

مبیں در سوئی شان از چشم انکار | نہ دیکھو ان کو تم با چشم انکار
کہ محرومی بسی میدارد این کار | کہ محرومی کا مستوجب ہے یہ کار
مگو شان را کہ تنہا می نشیند | کہو مت یہ کہ وہ تنہا ہیں بیٹھے
کہ تنہا می شود زایشان پدیدار | کہ ان سے ہیں بہت سے تن پدیدار
ظہورِ ذات حق را در مظاہر | مظاہر میں ظہور ذات حق کو
ہمین تمثیل می باید کہ انکار | اسی تمثیل کا لائق ہے اقرار
چو ذاتِ او ندارد جز و تبعیض | نہیں جب ذات میں اس کے کوئی جزء
صدور کثرت از وحدت چنین دار | تو یوں وحدت سے کثرت کا ہے اظہار
اگر باید ترا تمثیلِ دیگر | اگر تم دوسری تمثیل چاہو
نشان آئینہ ہا بر روئے دیوار | تو آئینوں کو کر بالائے دیوار

۸

همہ آئینہ ہائی مختلف رنگ
مربع از مسدس نوع بسیار
جواہر مختلف آئینہ ہا را
کہ ہر یک عکس دیگر کرد اظہار
برآید چون زدائی زنگ از وی
بہر آئینہ دیدن صورت یار
بہ جو نسبت این کنصب العین گردد
شہودش گفتہ اند اصحاب اسرار
جمالِ خویش را بین ہمچو اشرف
ولی ای دل مگو کین ہست تکرار

ہر اک آئینہ کا ہو مختلف رنگ
مربع مستطیل و دائرہ وار
ہر اک آئینہ کے جوہر جدا ہیں
کہ ہے سب سے نئی صورت کا اظہار
اسے تم زنگ سے گر صاف کر دو
ہر آئینہ میں دیکھو صورت یار
جو نصب العین ہو جائے یہ نسبت
شہود اسکو ہیں کہتے اہل اسرار
تم اپنا حسن دیکھو مثل اشرف
مگر اے دل نہ کہنا یہ ہے تکرار

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ ابدال و اوتاد و اخیار کے سلسلہ میں جو روائتیں ہیں ان میں ان حضرات کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے ۔ حضرت قدوۃ الکبرا کو اللہ تعالےٰ نے اس عہدہ کے شرف سے مشرف فرمایا ہے اس لیے اس سلسلہ میں جو حقیقت ہے اس کو از راہِ کرم بیان فرما دیں ۔ یہ سُن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس فقیر پر اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم سے جو کچھ ظاہر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو فرزند نظام الدین نے تحقیق کر کے بیان کیا ہے ۔ شیخ اصیل الدین سپید باز نے عرض کیا کہ رجال الغیب پر کس طرح توجہ کرنا چاہیے اور ان مردان غیب کو کس طرح شفیع بنانا چاہیئے ۔ یہ مہینوں کی مشہور تاریخوں اور دنوں میں کہاں کہاں ہوتے ہیں ان حضرات کے ٹھکانے کس طرح معلوم کیے جا سکتے ہیں (کہ یہ حضرات کہاں کہاں موجود ہیں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ان حضرات کے ٹھہرنے اور رہنے کی جگہ کا معلوم کرنا اور ان حضرات کی طرف توجہ کرنا ایک ضروری اور خاص بات ہے (صوفیہ کے لیے اس کا جاننا بہت اہم اور ضروری ہے) جیسا کہ فتوحاتِ مکیہ میں ہے جماعت عالیہ صوفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ابدال کے جائے قیام کی جانب لازمی طور پر ضرور خیال کیا ہے اور جس نیت سے کہ ان کا وسیلہ کوئی لائے اور دل میں ان کی موجودگی کا خیال کرے وہ کام ضرور بر آوے اور جو کام پیش آوے ابدال سے مدد و اعانت طلب کرے اور ہر موقع پر ان کو دل سے روبرو تصور کر کے پیٹھ پیچھے رکھے اور اپنا پشت پناہ جانے ۔ خصوصاً سفر میں یا کسی شورش میں ان کے مقابلہ پر نہ آئے اور جنگ و قتال میں ان کے روبرو ہونے سے پرہیز کرے ۔

اثنائے گفتگو میں حضرت قدوۃ الکبرا نے اشارہ فرمایا کہ سلطنت و حکومت کے دنوں میں ترکمانوں[1] اور مغلوں

---

[1] ترکمانوں کے دو مشہور قبیلے تھے ۔ آق قونیلو[1] اور قراقونیلو[2] ۔ جہاں سے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کا سردار و سپہ سالار بردبیگ تھا، دیدہ دلیری سے عہد شکنی پر آمادہ ہوا اور سردار لشکر مقام صفا اور محل اتفاق سے ہٹ کر نفاق کی طرف متوجہ ہوا اور سرکشی و بغاوت کے مرکب کو اچھی طرح کھینچ کر تیار کیا اور سرکشی کے مرکب پر لباس رسوائی کو دست عناد میں پہنا سر کو غلامی کی رسی سے نکال دیا اور فرمانبرداری کے طوق سے گردن پھیرلی اور پاؤں کو قانون اطاعت اور سرحد نیازمندی سے باہر رکھا، دائرہ اطاعت کہ مثل پرکار کے نقطہ کی طرح گھومتا تھا اس کو لات ماردی اور ظلم وجور کے ہاتھ کو سمنان کے بعض اطراف اور کچھ پرتفریح دیہات کے لوٹ سے دراز کیا ۔ ؎

اشعار

ہوا جنگ آزما لشکر خزاں کا کیا تاراج سبزہ بوستاں کا
عجب کیا ہے کہ لیکر نیزۂ خار کرے گلہائے بستاں کو تن افگار
سپاہ باغ یعنے سرو گلفام بھڑا شیروں سے جاکر تاکہ ہو نام

ایک جرار لشکر اور غدار فوج کے ساتھ اس سرحد کی جانب رخ کیا اسکی فوجوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ زمین میں ان کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اس خبر کے سننے سے ماوراء النہر کے بادشاہ کو یارائے ضبط نہ رہا اور وہ بھی اسلام کی نصرت کے لئے کمربستہ ہوگئے اور ایک لشکر جرار کے ساتھ دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے، جب دونوں لشکر صف آرا ہوئے اور ایکدوسرے سے مقابلہ میں مشغول ہوئے تو حضرت سلطنت پناہ نے دائرہ رجال الغیب دیکھنے کے بعد عرض کیا کہ آج کارزار میں مصروف نہیں ہونا چاہیئے اس لئے کہ رجال الغیب سامنے ہیں ہم رجال الغیب سے مقابلہ نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ کل میدان کارزار گرم ہوگا اور ایسی جنگ ہوگی کہ سپہ کشان روزگار اس جنگ پر رشک کریں گے جب دوسرا دن ہوا اور طبل جنگ بجوایا گیا بادشاہ عالیجاہ خورشید زباں، جمشید مکاں، سکندر صفت، حیدر قدرت بھی اعدائے دین سے مقابلہ کرنے کے لیے کمربستہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لڑائی کا تذکرہ شروع کیا گیا ہے وہاں سے اس (؎) عبارت تک تقریباً چار صفحات ہوئے ہیں۔ ان چار صفحات میں نظام حاجی غریب یمنی (جامع ملفوظات نے اپنی نثر نگاری کا کمال دکھایا ہے۔ مبالغہ اور غلو، استعارات، تشبیہات اور ترادفات کی بہتات ہے۔ اور حاصل صرف یہ سطور ہیں جو میں نے پیش کر دی ہیں۔ اس عبارت کا اگر میں لفظی ترجمہ کرتا تو وہ قارئین کرام کے لئے بے سود اور بے حاصل ہوتا۔ مترجم شمس بریلوی - ۱۲

ہوتے اور اعدائے دین کی ہزیمت کے لیے بڑے جوش وخروش کے ساتھ میدان کارزار میں آئے۔ تین روز تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ حامیان اسلام یعنی سپاہیان اسلام کے دل میں ایک عجیب طرح کا خوف بیٹھ گیا تھا آخر کار (بروز پنجشنبہ بتاریخ ۱۳ ربیع الاول) شاہی لشکر ترکمانوں کی چھاونی تک پہنچ گیا۔ بہادروں نے داد شجاعت دینا شروع کی۔ دونوں طرف سے فوجیں جی توڑ کر لڑیں۔ دوپہر تک خونریز جنگ جاری رہی۔ دوپہر کے بعد گمراہوں کا لشکر تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور میدان سے فرار کر کے جنگل میں نکل گیا۔ اور نہایت عجلت اور سرعت کے ساتھ میدان جنگ خالی کر دیا۔

مخالف لشکر کے بہت سے سردار اسیر کر لیے گئے اور تقریباً پچاس ہزار قزلباش لشکر مغول کے قتل ہوکر واصل جہنم ہوئے۔ لشکر اسلام کو مال غنیمت میں بہت کچھ حاصل ہوا۔ تقریباً بیس ہزار غلام اور آٹھ سفید ہاتھی، بیشمار جانور اور اسلحہ جنگ ہاتھ آیا۔ (لطائف صفحہ ۴۵)

نظام غریب یمنی عرض کرتا ہے کہ قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ جنگ وجدال اور معرکہ آہنگ و قتال کے بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ فتح و نصرت جو مجھ کو حاصل ہوئی سب کچھ رجال الغیب کی برکت سے حاصل ہوئی۔ چونکہ اس قسم کی فتح و نصرت ان کی اعانت کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے اس لئے زمانہ کے سلاطین اور سرداروں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ بغیر ان کا سامنا کئے جنگ کریں۔

جب میں تخت سلطنت سے دستبردار ہوا اور امور سلطنت کی انجام دہی اور یہ تمام امور و احکام جہانداری اور نظام شہریاری اپنے برادر عزیز مؤید سلطان محمد کے سپرد کر دیا ان کو جو پہلی نصیحت میں نے کی وہ یہی تھی کہ دائرہ رجال الغیب کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ ان مردان غیب کی ملازمت تمام دنیوی اور دینی مہمات میں فائدہ بخش ہوگی۔

رجال الغیب کی رفتار کا بیان

اس موقع پر حضرت نور العین نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ رجال الغیب سے التزام کا کیا طریقہ ہے؟ ان سے کس طرح ملا جاتے اور کس طرح پھر ان کی مدد حاصل کی جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صبح کے وظائف سے فراغت کے بعد ان کے "دائرہ" پر غور کرنا چاہیئے۔ وہ اس دائرہ میں جس طرف بھی ہوں ادھر متوجہ ہوکر کہنا چاہیئے (دل کو اس طرف متوجہ کر کے کہیں) کہ یَا اَرْوَاحَ الْمُقَدَّسَۃِ یَارِجَالَ الْغَیْبِ اَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ وَانْظُرُوْنِیْ بِنَظْرَۃٍ۔ (اے ارواح پاک، اے مردان غیب میری مدد کرا اپنی قوت سے اور مجھے دیکھو نظر کرم سے) اور پوری توجہ کے ساتھ ان کی طرف متوجہ رہے آخر میں انکی طرف بیٹھ کرے اور انکو

اگر خواہی کہ بدانی را ابدال از تو پنہان — اگر یہ چاہتے ہو تو مقام ابدال کا ہر آن
حساب ابجد از حرف شمار ہمہ کن یقین میدان — حساب ابجد کا اُس کے حرف کے کر اندر وہ ایقان
اط - یب - کد - ب غربت ہیں — ت - ید - کب - کط ہے شرقستان
۱ - ۹ - ۱۹ - ۳۲ — ۷ - ۱۱۳ - ۲۲۲ - ۳۲۹
د - کا - کح - کو ایمان ہیں — ح - یہ - کج - ل شمالستان
۵ - ۲۱ - ۲۸ — ۸ - ۱۵ - ۲۳ - ۳۰
ہ - یج - ک جانب یا غرب — د - یب - یط - کز ہے غربستان
۵ - ۱۳ - ۲۰ — ۴ - ۱۲ - ۱۹ - ۲۷
ب - ی - یز - کہ تو ہے غربت — ج - یا - یح - کو جنوبستان
۲ - ۱۰ - ۱۷ - ۲۵ — ۳ - ۱۱ - ۱۸ - ۲۶
ز اشرف مرجع الشان تعداد با ربط آسان — مقام انکا سوا اشرق سے انکا قاعدہ آسان
اگر مرکا بہ جدی بر آید کامت از یزدان — تمہارا جو ارادہ ہوگا بر لائے گا وہ یزدان

اخیار یہ تین سو ہیں، صاحب کشف المحجوب کا قول ہے کہ اخیار سو ہیں۔

شعر

شدہ آن بادشاہ غوث را یار — ہوئے ہیں بادشاہ غوث کے یار
سپاہی جاودان سیصد اخیار — ہمیشہ تین سو اشخاص اخیار

بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حضرات سات سو ہیں اور اٹھارہ افراد کا ایک گروہ ان اخیار میں سے درگاہ باری تعالٰے کے نواب ہیں اور بارگاہ الٰہی کے دربان ہیں۔

ابرار وہ سات شخص ہیں بعض نے کہا ہے کہ چھ ہیں۔

نقبا وہ ایسے لوگ ہیں کہ ٹھیک ہوئے اسم باطن ہیں۔ پس مطلع ہوئے لوگوں کے پوشیدہ امور پر تو دلوں کے بھیدوں کو نکال دیا بسبب کھل جانے پردوں کے اسرار کے چہروں سے اور وہ تین سو ہیں اور یہ صاحب فصوص اور ان کے مقلدوں کا قول ہے۔ صاحب کشف المحجوب (علی ہجویری) فرماتے ہیں کہ نقبا صرف تین حضرات ہیں۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ جہاں کہیں بھی نقبا، نجبا، اور ابدال کی تعداد کا ذکر ہوا ہے وہاں لفظ نفس کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے مرد کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ نفساً کہا ہے رجلاً نہیں کہا ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی صالحہ عورت بھی اس مرتبہ پر فائز ہو ایسی رجلاً کس طرح کہا جا سکتا ہے۔

نجبا حضرات نجبا کی تعداد چالیس ہے یہ لوگوں کے امور کی اصلاح اور ان کے بار کے اٹھانے کے لئے قائم ہیں صرف خلق کے حقوق میں تصرف کرنیوالے ہیں۔

مکتومان یہ چار ہزار اشخاص ہیں جو قبۂ عزت و نقاب عفت میں پوشیدہ و مستور ہیں اور ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے خود اپنے حال کے جمال سے بے خبر ہیں، ہر حالت میں خود اپنی ذات کے امور سے اور خلق سے مستور و پنہاں رہتے ہیں۔ بعض مشائخ کرام نے حدیث قدسی اَولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں اور ان کو کوئی نہیں پہچانتا) کا اطلاق ان حضرات پر کیا ہے اور ان مکتومان کو حضرات درگاہ حق تعالیٰ کے سپاہی اور بارگاہ مطلق کے عہدہ داروں سے جو مہمات عالم میں ارباب حل و عقد ہیں باہر جانتے ہیں۔

مفردان یہ ان لوگوں سے مراد ہیں جو نظر قطب سے علیحدہ ہیں حضرت شیخ معروف دیموی نے عرض کیا کہ قطب و غوث کے احاطہ علم و اطلاع سے کوئی شخص باہر نہیں ہے۔ حضور کے ارشاد میں کہ وہ نظر قطب سے خارج ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خارج سے مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی فرد قطب کے ادراک یا غوث کی اطلاع سے خارج ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ابدال اوتاد، اخیار اور دوسرے حضرات جو درگاہ الٰہی کے سرہنگ ہیں اور حضرت سبحانی کے نائبین ہیں امور عالم ایک دوسرے سے مشورہ کرنے کے بعد انجام دیتے ہیں اور غوث کے مشورہ کے محتاج ہیں برخلاف مفردوں کے کہ وہ ان احکام سے خارج ہیں اور دائرہ ہدایت میں داخل ہیں مثل مکتوم حضرات کے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین، حضرت ابن القاعد کو یکتائے بارگاہ فرمایا کرتے تھے اور ان کے بارے میں ارشاد فرماتے تھے کہ محمد ابن القاعد مفردین سے ہیں۔ صاحب فتوحات مکیہ فرماتے ہیں کہ مفردان ایک ایسی جماعت ہے جو قطب کے دائرے سے باہر ہے اور خضر علیہ السلام انہیں سے ہیں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت انہیں سے تھے۔ اس سلسلہ میں باقی تحقیق اور اس بزرگ جماعت کا بیان میں نے شرح رسالہ غوثیہ میں کیا ہے جو حضرت قدوۃ الکبرا کی تصنیف ہے جو اس سلسلہ میں تحقیق کا طالب ہے وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب بارگاہ الٰہی کا کوئی نائب فوت ہو جاتا ہے تو دوسرے کو اس کی جگہ پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سے قبل اس ترتیب کو بیان کیا جا چکا ہے جس طرح اللہ تعالےٰ نے اس سلسلہ میں مجھ پر منکشف فرمایا وہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ بعض مشائخ نے درجہ بدرجہ ان کی منتقل کے بارے میں ایک دوسری ترتیب بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ شرح تعرف میں بیان کیا گیا ہے کہ کوئی امت چار سو ابدال سے خالی نہیں ہے (ہر امت میں چار سو ابدال ہوتے ہیں) ان حضرات میں چالیس اوتاد ہوتے ہیں ان چالیس اوتاد میں چار نقیب ہوتے ہیں اور چار نقیبوں میں ایک قطب ہوتا ہے۔ کافروں کی سلامتی مسلمانوں کی برکت کی وجہ سے ہے اور تمام مسلمانوں کی سلامتی ابدال کی وجہ سے ہے اور ابدال کی سلامتی

اوتاد کی وجہ سے ہے اوتاد کی سلامتی نقباء کی برکت سے وابستہ ہے اور نقباء کی سلامتی قطب کی برکت سے ہے
جب قطب وقت انتقال فرماتا ہے (چوں قطب بمیرد) تو نقیبوں میں سے ایک نقیب ان کی جگہ کو پر کرتا
ہے اور جب نقبا میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو اوتادوں میں سے ایک اس کی جگہ کو پر کرتا ہے اور جب اوتاد
میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو ابدال میں سے ایک اس کی جگہ آ جاتا ہے اور جب کوئی ابدال اپنی جگہ
خالی کرتا ہے تو نیک بندوں اور مومنوں میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ پر فائز کیا جاتا ہے۔

بعض مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ مردان غیب ۳۵۶ حضرات ہیں یہ ہمیشہ دنیا میں موجود رہتے ہیں جب ان
میں سے ایک رخصت ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے اس طرح تین سو چھپن (۳۵۶) کی یہ تعداد کبھی کم نہیں
ہوتی یہ تین سو چھپن حضرات چھ طبقوں پر تقسیم ہیں پہلا طبقہ تین سو حضرات پر مشتمل ہے یہ اولیا کا طبقہ ہے ان کو مردان
غیب بھی کہا جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ چالیس نفوس پر مشتمل ہے ان کو ابدال و مردان غیب کہتے ہیں۔ تیسرا طبقہ سات افراد پر مشتمل
ہے ان کو اوتاد کہا جاتا ہے مردانِ غیب بھی کہا جاتا ہے۔ چوتھا طبقہ پانچ نفوس پر مشتمل ہے ان پانچ حضرات کو
اخیار کہتے ہیں مردان غیب بھی کہا جاتا ہے پانچواں طبقہ تین افراد پر مشتمل ہے یہ تینوں حضرات نقباء کہلاتے ہیں
ان کو مردانِ غیب بھی کہا جاتا ہے طبقہ ششم میں صرف ایک ذات داخل ہے جس کو غوث یا قطب کہا جاتا ہے اور کہتے
ہیں کہ عالم کا وجود عالمِ کثرت غوث یا قطب کے دم قدم سے قائم ہے جب وہ اس عالم سے رخصت ہوتا ہے تو دوسرا
شخص اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ کوئی مخلوق یا پہاڑ اور صحرا ان کے لیے حجاب نہیں بن سکتا اگر وہ مغرب میں رہتے
ہیں تو اہل مشرق کو دیکھ لیتے ہیں اور اگر مشرق میں رہتے ہیں تو اہل مغرب کا معائنہ کرتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے
ہیں لیکن لوگ ان کے پہچاننے سے قاصر ہیں وہ اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں کہ ان کا پہچاننا مشکل ہے یعنی وہ
زہد و پارسائی اور فضیلت سے خود کو منسوب نہیں کرتے ہیں بس بظاہر دوسرے لوگوں کی طرح رہتے ہیں لیکن
اپنے باطن کو ماسوی اللہ سے بالکل خالی رکھتے ہیں۔ دوسروں پر اپنی فضیلت کا اظہار کبھی نہیں کرتے ہیں اسی وجہ سے
ان کو مردان غیب کہا جاتا ہے۔

قطعہ

ازان در پردہ می باشند مستور	وہ ہیں اس واسطے پردہ میں مستور
کہ در چشم کسان نبوند منظور	کہ چشم غیر میں وہ ہوں نہ منظور
مرایشان را نباشد ہیچ آثار	نہیں ان کے لئے ہے کوئی آثار
کہ ازوی می توان کردن پدیدار	کہ جس سے ہوسکیں سب یہ پدیدار

صوفی کون ہے

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی کہ تصوف کے نام کا اطلاق اس
کی کیفیت اور صوفی نام کا کس طرح آغاز ہوا اور اس کی تعریف کے سلسلہ میں کچھ ارشاد فرمائیں
حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ رسالہ قشیریہ میں اس طرح ہے۔
"اللہ تعالٰے تم پر رحم فرمائے۔ تم کو معلوم ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو حضرات

بزرگ شمار ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی نام نہیں رکھا گیا یعنی وہ کسی علمی نام سے موسوم نہیں کیے گئے اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں تھی اسی لیے ان اصحاب کو صحابہ کہا گیا (صحابہ کے افضل نام سے موسوم کیے گئے) اور ان کے بعد کے زمانہ والوں کا جنہوں نے صحابۂ کرام سے فیض صحبت حاصل کیا تھا تابعین نام رکھا گیا کہ ان کے لیے یہی سب سے بڑی اور بزرگ علامت تھی۔ اور ان کے بعد جو حضرات گزرے ان کو تبع تابعین سے موسوم کیا گیا اس کے بعد اپنے مراتب کے اعتبار سے مختلف طبقات میں بٹ گئے۔ تبع تابعین کے بعد جو لوگ خواص میں شمار کیے جاتے تھے اور امور دینی میں کافی اہتمام کرتے تھے ان کو زاہدوں اور عابدوں کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ ان حضرات کے بعد بہت سی نئی نئی باتیں ظہور میں آئیں اور بہت سے مدعی پیدا ہو گئے اور گروہوں میں بٹ گئے اور ہر فریق یہ دعویٰ کرنے لگا کہ وہ زہاد میں ہے پس اہل سنت و جماعت سے جو حضرات خواص تھے وہ ان سے الگ تھلگ ہو گئے وہ اپنے اوقات اللہ کی یاد میں صرف کرتے تھے اپنے دلوں کی نگرانی کرتے تاکہ غفلت کی راہوں پر قدم نہ پڑیں انہوں نے لفظ تصوف کو اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ اور یہ نام دوسری صدی ہجری سے قبل ہی مشہور ہو گیا (اور یہ خواص اہل سنت و جماعت صوفی کہلانے لگے ؎)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس گروہ میں سب سے پہلے صوفی کے لقب سے جس بزرگ کو موسوم ملقب کیا گیا وہ ابوالہاشم صوفی ہیں۔ آپ سے پہلے جو بزرگ گزرے ہیں وہ اپنے زہد و ورع سے موصوف تھے اور توکل و عبادت اور طریق محبت میں مشہور و معروف تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی صوفی نہیں کہا گیا (ان حضرات کو زاہد، عابد، متوکل کہا جاتا ہے) چنانچہ حضرت سفیان ثوری قدس سرہٗ سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر ابوالہاشم صوفی نہ ہوتے تو ہم ریا کی باریکیوں کو نہ سمجھ پاتے، وہ یہ بھی فرمایا کرتے کہ جب تک ہم نے ابوالہاشم صوفی کو نہیں دیکھا تھا ہم کو معلوم نہیں تھا کہ صوفی کون ہوتا ہے۔ اسی طرح پہلی خانقاہ جو صوفیوں کے لیے بنائی گئی وہ شام کی ایک پہاڑی پر بنائی گئی تھی۔ خانقاہ کی تعمیر کا سبب یہ ہوا کہ ایک عیسائی امیر شکار کے لیے گیا ہوا تھا۔ راستہ میں اس نے دو افراد کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے ملے۔ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے پھر اسی جگہ بیٹھ گئے اور کھانے پینے کا جو سامان ان کے پاس تھا ان دونوں نے نکال کر سامنے رکھا اور دونوں نے مل کر کھایا اور اس کے بعد وہ دونوں اپنے اپنے راستہ پر روانہ ہو گئے۔ عیسائی امیر کو ان کا یہ طریقہ بہت پسند آیا ان میں سے ایک فرد کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ دوسرا شخص کون تھا انہوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں! کہا! تمہارا اس سے رشتہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ امیر نے کہا کہ وہ آیا کہاں سے تھا تو انہوں نے کہا مجھے یہ بھی معلوم نہیں۔ اس امیر نے کہا پھر یہ محبت کیسی تھی جو

تم نے آپس میں کی ؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا یہ دستور اور طریقہ ہے! امیر نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں تم سب لوگ جمع ہوتے ہو۔ درویش نے کہا نہیں ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں ہے امیر نے کہا کہ اگر تم کہو تو میں تمہارے لیے جگہ کا انتظام کر دوں جہاں تم سب یکجا ہو سکو۔ درویش نے کہا کہ آپ کو اختیار ہے۔ پس حاکم نے شام میں رملہ کے مقام پر ایک خانقاہ بنوا دی۔ پیر ہری (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری) نے اس خانقاہ کی تعریف میں کچھ شعر بھی کہے ہیں۔

اشعار

خیر دار حل فیھا خیر ارباب الدیار	کیا ہی اچھا گھر ہے جس میں اتریں فخر روزگار
وقدیما وفق اللہ خیر الاخیار	اور ہمیشہ اچھوں کو اس میں رکھے پروردگار
ھی المعالم والاطلال علیھا	چوٹیاں ہیں اور ہیں ٹیلے علامت کے لئے
من الاحباب الاثار	اس پہ ہیں احباب کے آثار کیسے خوشگوار

حضرت قدوۃ الکبرا نے شرح تعرف سے یہ قول نقل فرمایا کہ اس میں آیا ہے کہ: جب پوچھا گیا کہ صوفیہ کو صوفیہ کیوں کہا جاتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ صوفی کو اس وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے کہ ان کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے ان کا ہر باطنی راز اور ہر ظاہری اثر درست وراست ہوتا ہے۔ یعنی ان کا ظاہر و باطن روشن ہوتا ہے۔ باطن کی پاکیزگی یہ ہے کہ حق کے سوا ہر چیز سے انہوں نے اپنے باطن کو الگ کر لیا ہے (غیر حق سے باطن کو پاک کر لیا ہے) نہ غیر خدا سے امید رکھتے ہیں اور نہ غیر خدا سے کچھ سوال کرتے ہیں۔ اور جو چیز ان کو حق تعالیٰ سے باز رکھے اور اپنا مشغول کرے اس سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ اور آثار ظاہر کی پاکیزگی یہ ہے کہ ان میں ریا نہیں ہوتا عجب و غرور سے پاک ہوتے ہیں۔ غرض وطمع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس قدر خدمت زیادہ کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھتے ہیں۔ بعض حضرات نے صوفی کی تعریف اس طرح کی ہے کہ صوفی وہ ہے جس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے لیے صاف ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو بزرگی و کرامت کی نسبت عطا کی گئی ہو۔

حضرت نور العین نے صوفی کی تعریف دریافت کی آپ نے حضرت حصری سے نقل کیا کہ صوفی تو نیست ہوتا ہے اور اگر ہست ہے تو صوفی نہیں ہے اور دہ یوں ہے کہ اس نے کہا حالانکہ وہ اس کی طاقت سے نہ تھا۔ خبر نہیں کہ اس نے کہاں سے اور کس سے سنا تھا۔ سبحان اللہ اس سے زیادہ عجیب امر کس نے دیکھا کہ جہان میں نہیں ہے اور اگر ہے تو کوئی لباس میں پوشیدہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ مع اس جسم کے میرے دل میں گم ہے اور دل جان میں ہے اور وہ اس سے ہمیشہ زندہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کسی نے شیخ ابوالحسن خرقانی سے پوچھا کہ صوفی کون ہے؟ فرمایا صوفی سجادہ و مرقع سے صوفی نہیں ہوتا اور رسم و رواج سے صوفی نہیں ہوتا صوفی وہ ہے کہ نیست ہو بلکہ اس کا دن ایسا ہو کہ اس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو اور رات ایسی ہو کہ چاند اور تاروں کی ضرورت نہ ہو ایسا نیست ہو کہ اس کو ہستی کی

حاجت نہ ہو اور صوفی ہونے کے لئے شرط ہے کہ رات دن حق تعالیٰ کی یاد میں بیدار ہو اور صوفی کی بیداری کے لئے شرط ہے کہ جب یادِ حق کرے تو اس کا سر سے پاؤں تک حق تعالیٰ کی یاد سے باخبر رہے نہ یہ کہ صرف لباس بدل ڈالے اور صوفی ہو جائے ؎

رباعی

پوشندہ مرقع اند این حامی چند	نادان خرقہ پوش اعوام ہیں چند
بربستہ طامات الف لامی چند	محبوس ہوا حریص الف لام ہیں چند
نارفتہ رہ صدق وصفا گامی چند	رکھتے نہیں ہیں راہ صدق میں گام ہیں چند
بدنام کنندہ نکو نامی چند	بدنام کنندہ نکو نام ہیں چند

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اے عزیز صوفی بننا صرف دعوے سے ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے گواہ چاہیئے۔ ایک پوری عاجزی دوسرا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا ؎

رباعی

ہرکہ او دعویٰ تصوف می کند	جس نے بھی دعویٰ تصوف کا کیا
در رہِ عرفان تعرف می کند	اور عارف راہِ عرفاں کا بنا
کرد و شاہد از توجہ و انکسار	لائے دو شاہد توجہ انکسار
آورد ورنہ تکلف می کند	ورنہ دعویٰ ہے تکلف سے بھرا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی کی خدمت میں یہ فقیر اور حضرت میر سید علی ہمدانی اور مشایخ زمانہ کا ایک گروہ سب بیٹھے ہوئے تھے کہ تصوف کے معنی اور اہل عرفان کی بات نکلی۔ مجلس شریف و محفل لطیف کے حاضرین سے ہر ایک نے القاء وقت اور اپنی رسائی کے موافق معانی تصوف وارباب تعرف کو بتکلف کلام دربار اور گویائی گوہر نثار سے بیان فرمایا۔ کسی نے کہا تصوف بالکل ادب ہے اور کسی نے کہا تصوف بالکل فضول کو ترک کر دینا ہے۔ کسی نے کہا تصوف اب نام ہے نہ کہ حقیقت اور پہلے حقیقت تھا نہ کہ نام ہی نام۔ رویم سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا کہ صوفی وہ ہے کہ نہ کسی چیز کا مالک ہو نہ کسی کو مالک بنائے یہ بھی کہا کہ تصوف کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ وہ بالکل ادب ہی ادب ہے۔ جب سب بزرگوں نے باری باری معانی کے موتیوں کو رشتۂ بیان میں پرو دیا حضرت عبدالرزاق کاشی نے صاحب فتوحات سے نقل کیا کہ فرمایا تصوف خلق کا حق سبحانہ وتعالیٰ میں گم ہو جانا ہے۔ فرمایا تصوف خارج ہونا ہے اور داخل ہونا ہے یعنی تم سے نکلنا اور تم میں داخل ہونا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ عبدالرزاق کاشی سے پوچھا کہ حضرت شیخ اکبر نے صوفی کے بیان میں کیا فرمایا ہے؟ فرمایا صوفی وہ ہے جس کا نہ کوئی نام ہے نہ رسم ہے اور نہ وصف ہے اور اس کی نشانیاں مٹ چکی ہیں۔ فرمایا صوفی

وہ ہے جس میں کوئی وصف قابل بیان نہیں پایا جاتا اور نہ ان کا پہچاننا خلق پر مشتبہ ہے۔ فرمایا جس نے دنیا کو اہل دنیا کے لئے اور آخرت کو اس کے طالب کے لئے اور انانیت و غرور کو شیطانوں کے لئے چھوڑ دیا اور جہل کی تاریکی اور علم کی روشنی کے درمیان سے نکلا اور شرک خفی سے بچا اور ماسوا اللہ سے نظر ہٹا لیا تو اس کے باطن قلب نے جمال صدیقیت کے نور کو عرش پر حاصل کیا اور یہ پہلی صفت صوفی کی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض اکابر مشائخ نے تفصیلی طور پر اور بہت سے بزرگوں نے تاویل کے ساتھ معانی بیان فرمائے ہیں لیکن مجھے ان تمام تعریفوں میں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ کا مقولہ بہت پسند آیا ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا ہے التصوف کلّہ ادبٌ (تصوف تمام تر ادب ہے) اس لیے کہ تصوف کے تمام مجموعی معانی بلکہ ابتدا سے انتہا تک تصوف کا جو کچھ مقصود و مطلوب ہے اور جو کچھ اصحاب و ارباب تنبیہ کے لیے ہے وہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔ اس طائفہ علیہ کے اکثر احوال اور صوفیہ کرام کے مقامات موجود ہیں۔ مثلاً اولاً اس جملہ میں یا اس تعریف میں وحدانیت کا اقرار ہے اور فردانیت کی اطلاع موجود ہے۔ درویشوں کی خدمت کے تمام لوازم ادب میں داخل ہیں۔ تمام عبادات و معاملات جیسے نماز، روزہ اور اسی طرح کے دوسرے امور سب کچھ ادب ہے۔ سلوک میں جس قدر مختلف اذکار و اشغال ہیں اور جلسہ ہائے متنوعہ، مراقبہ، مشاہدہ اور وہ تمام دوسرے امور جو اس گروہ کے لیے مخصوص ہیں وہ حقیقت میں ادب ہی میں داخل ہیں۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ اس ادب سے بالاتر اور کون سا ادب ہو سکتا ہے کہ صوفی دوست کی عظمت و کبریائی اور اس کی بزرگی کے ملاحظہ کے بعد ہمہ اوست کا نعرہ بلند کرتا ہے اور سالک کو مراقبہ وحدت اور کثرت میں مشاہدہ وجہ خاص سے فنا الفنا حاصل ہوتا ہے اور حقیقی بقا و ابتقا سے مل جاتا ہے۔

غزل

کمال وحدتش چون اقتضا کرد	کمالِ شانِ وحدت نے جو چاہا
وجود کائنات او انتفا کرد	وجودِ خلق کو بالکل چھپایا
حضور حضرتش چون دید سالک	جو دیکھا بارگہ سالک نے اُس کی
ادب آن بود کو خود را فنا کرد	ادب یہ ہے کہ اپنے کو مٹایا
چو سالک از شعور انتفا رفت	شعور نفی سے گذرا جو سالک
وجود خویش را آنگہ بقا کرد	وجود اپنا فنا سے تب بچایا
چو چشم از کحل وجدان کرد مکحول	لگایا کحل وجدان آنکھ میں جب
ہمہ حق دید ہر کہ چشم وا کرد	تو آنکھوں نے اسے سب حق دکھایا
بل از ہر ذرۂ اشرف شنیدہ	سنا اشرف نے ہر ہر ذرہ سے ہے
"انا الحق" ہم چو بویحییٰ ندا کرد	"انا الحق" مثل بویحییٰ تھا کہتا

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت پیر ہروی قدس سرہٗ سے نقل فرماتے تھے کہ وہ کہتے ہیں تصوف اور تصرف نہیں ہوتے، تصوف اور تصرف جمع نہیں ہوتے اور دنیا کا افسوس کرنا اور اس کی قیمت رکھنا انسان کو تصوف کے دائرہ سے نکال لیتا ہے بالکل اس طرح جیسے خمیر سے بال نکال لیتے ہیں۔ صوفیوں کی نظر میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں ہے اور اس کے لیے وہ غمگین نہیں ہوتے اگر تم دنیا کو ایک لقمہ بنا کر صوفی کے منہ میں ڈال دو تو یہ اسراف نہیں ہے بلکہ اسراف یہ ہے کہ اس کو حق تعالےٰ کی رضا جوئی میں خرچ نہ کرو۔ حق تعالیٰ تم سے ترک دنیا اس قدر نہیں چاہتا جتنا کہ وہ دنیا کی دوستی اور محبت کو تمہارے دل سے مٹانا چاہتا ہے یعنی تم دنیا کی محبت کو ترک کر دو! دنیا تو تمہارے لئے ایک مٹی کا ڈھیلا ہے اور تم کو اس سے غیرت ہے۔

شیخ ابوالوفا خوارزمی نے حضرت قدوۃ الکبرا سے دریافت کیا کہ ان حضرات (فقراء) کو صوفی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ دو اعتبار سے ان کو صوفی کہا جاتا ہے یا صفاء اسرار کی وجہ سے یا اس لئے کہ وہ وصف میں اول ہوتے ہیں باعتبار ان دونوں معنی کے صوفی ان کو سب نے کہا ہے اکثر لوگ تو اس لحاظ سے ان کو صوفی کہتے ہیں کہ انہوں نے صوف کا لباس اختیار کر لیا ہے (صوف کا لباس پہنتے ہیں) اور صوف پیغمبروں (علیہم السلام) کا لباس ہے اس کی تشریح حسب موقع انشاءاللہ کی جائے گی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اصحاب تصوف کی نسبت صفا و ارباب صفت سے نہیں ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ صوفیوں کے اخلاق اصحاب صفہ سے لیے گئے ہیں۔ صفہ مدینہ منورہ میں اس جگہ کا نام ہے جس کو قبا کہا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ سے یہاں کا فاصلہ "دو فرسنگ کا ہے۔ وہ درویش جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے یہاں رہتے تھے۔ یہ حضرات دنیا اور اصحاب دنیا سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے کہ یہ اصحاب صفہ جن کی تعداد چالیس افراد تھی صرف ایک ایک خرما کھا کر وقت گزارا کرتے تھے اور ان کے پاس پہننے کے لیے بہت کم کپڑے تھے اکثر برہنہ رہتے تھے، اور یہ حضرات خود کو ریت میں چھپا لیا کرتے تھے جب نماز کا وقت آتا تو سب کے لیے صرف ایک جوڑے کپڑے تھے۔ ایک فرد یہ کپڑے پہن کر نماز ادا کرتا باقی ریت سے جسم ڈھانکے رہتے۔ یہ شخص جب نماز ادا کر لیتا تو یہ کپڑے دوسرا شخص پہن لیتا اور نماز ادا کرتا اس طرح یکے بعد دیگرے سب اسی ایک لباس سے نماز ادا کرتے۔ مذہب تصوف کی اصل اسی سے ہے۔ یعنی دنیا سے اعراض کرنا، مخلوق سے خصومت نہ کرنا جو کچھ مل جاتے اسی پر قناعت کرنا اور جو نہ ملے اس کی طلب و جستجو نہ کرنا، توکل پر زندگی بسر کرنا اور اختیار اللہ تعالےٰ کے حوالہ کرنا اور قضائے الٰہی پر راضی رہنا۔ اہل وطن اور دوستوں سے الگ تھلگ رہنا یہ تمام صفتیں اہل صفہ کی تھیں اور بعینہٖ یہی تمام صفات اصحاب تصوف کی ہیں اور صوفیہ کا اصل طریقہ یہی تھا۔ امتداد زمانہ سے یہ تمام صفات تباہ ہو گئیں جس طرح اور بہت سی خرابیاں دوسرے معاملات میں پیدا ہو گئیں۔ اصل مذہب میں طعن نہیں ہے بلکہ طعن تو اس شخص کے بارے میں ہے جو مذہب کے خلاف کرتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی سوداگر خیانت و بددیانتی کرے

تو اس سے اصل تجارت پر حرف نہیں آتا بلکہ قصور سارا تاجر کا ہے (نہ کہ تجارت کا) یا کوئی غازی میدانِ جنگ سے بھاگ جاتے تو اس سے جہاد پر حرف نہیں آتا کوئی عالم دنیا کا طلب گار بن جاتے تو اصل شریعت تباہ نہیں ہو سکتی بادشاہ ظلم وستم پر کمر باندھے تو بادشاہت کا قصور نہیں ہے۔ ہر زمانہ میں ہر گروہ ایک دوسرے کے لائق ہوا ہے (بہر روزگارے ہر گروہے درخور یکدیگر باشند) صوفیہ بھی اصل میں اسی طریقت کے حامل گزرے ہیں؛ حضرت قدوۃ الکبرا سے ایک عزیز نے دریافت کیا کہ صوفیوں کے لیے دستبند (زوال) کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پیر ہروی فرماتے ہیں۔ حال محال اور کلام میں باطل اشارات۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ ابو بکر یزد نیاز قدس سرہٗ نے خواب میں خداوند عز وجل کا مشاہدہ کیا تو عرض کیا کہ الٰہی میری ایک حاجت ہے اس کو پورا فرما دے ؎

شعر

کسی نے خواب میں حق کو جو دیکھا	شبی حق را کسی در خواب دیدہ
مدد چاہی ہوا وہ آبدیدہ	نیازی خواست شد در آب دیدہ

ان کو جواب ملا کہ اب اور اس سے بڑھ کر کیا چاہتا ہے کہ میں نے تجھ کو صوفیوں کے دستبند سے رہا کر دیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفی تو یہاں دنیا میں مہمان ہے اور مہمان کا میزبان سے کسی بات کا تقاضا کرنا شرطِ ادب نہیں ہے۔ اس کو تو منتظر رہنا چاہیئے تقاضا کرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بغداد کے عجائب تین ہیں:- (۱) شبلی کی فریاد (۲) مرتعش کے نکات اور (۳) خلدی کی حکایات۔

شیخ عبداللہ باکو فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ رودباری کا ارشاد ہے کہ تصوف تکلف کو ترک کرنا اور یکسوئی کو اختیار کرنا ہے اور دعویٰ بزرگی کو ترک کر دینا ہے۔ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا ہے کہ تصوف نام ہے تمکین وتلوین کے تخت پر جلوس کرنے کا۔ الٰہی ہم کو اور تمام مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم فرما دے۔

لطیفہ ۵

معجزہ وکرامت اور استدراج میں فرق اور کرامت کے دلائل اور معراج شریف کا تذکرہ

(دربیان تفریق معجزہ وکرامات واستدراج و دلائل اثبات کرامت وذکر معراج رسول علیہ السلام)

قال الاشرف:

الکرامۃ ھی خارق العادۃ تصدر عن ھٰذہ الطائفۃ علی حسب المراد والغیر

ترجمہ: اشرف کہتا ہے کہ کرامت ایک امر خارق العادۃ ہے جو صوفیہ کرام سے ان کی مراد کے مطابق اور بغیر مراد کے ظہور میں آتا ہے۔

حضرت نور العین نے خوارق واستدراج کی اقسام کے بارے میں درخواست کی تو حضرت قدوۃ الکبرانے فرمایا کہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر (تفسیر کبیر) میں بیان کیا ہے :۔

"جب انسان سے کوئی فعل خلاف عادت سرزد ہوتا ہے تو یا تو دعویٰ کے ساتھ ہوتا ہے یا بغیر دعویٰ کے ہوتا ہے اس کی پہلی قسم یہ ہے کہ وہ دعویٰ کے ساتھ ہو۔ اب یہ دعویٰ خدائی کا ہوگا یا پیغمبری یا ولایت کا یا جادو کا ہوگا یا اطاعت شیاطین کا پس اس پہلی قسم کی بھی چار قسمیں ہوگئی ہیں اول یہ کہ وہ دعویٰ خدائی کا ہوا ور ہمارے اصحاب نے ایسا دعویٰ کرنے والے سے ان خوارق کے ظہور کو ممکن قرار دیا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور اس سے خلاف عادت امور ظہور میں آئے تھے کہ جب وہ پانی پر چلتا تو پانی کے اوپر سے عام راستے کی طرح گزر جاتا اور جب سوار ہوتا تو اس کے گھوڑے کے اگلے پاؤں چھوٹے ہو جاتے اور جب اترتا تو پچھلے پاؤں چھوٹے ہو جاتے تاکہ آسانی سے اتر سکے اور چڑھ سکے۔ یہ تمام امور خلافِ عادات ہیں۔ علاوہ ازیں دجال کے بارے میں بھی ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اس سے خوارق کا ظہور ہوگا۔ یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ یہ اس لئے ممکن ہوگیا کہ اس کی شکل اور اس کی صورت اس کے دروغ پر دلالت کرتی ہے اور سوائے تلبیس کے ظاہر ہونے کے اور کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس طرح خلافِ عادت امور کے ظہور سے کوئی اشتباہ نہیں پیدا ہوتا۔

اب قسم دوم ہے۔ یعنی دعویٰ نبوت۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں جن کی صورت یہ ہے کہ وہ دعویٰ نبوت کرنے والا یا تو صادق ہے یا کاذب پس اگر وہ صادق ہے تو خوارق عادات کا ظہور اس کے ہاتھ پر واجب ہے اور یہ بات متفق علیہ ہے ان تمام لوگوں پر جنہوں نے نبوتِ انبیاء کی صحت کا اقرار کیا ہے اور اگر یہ دعویٰ نبوت

کرنے والا کاذب ہے تو اس سے خوارق عادات کا ظہور ممکن نہیں اور اگر ظاہر ہوجائے تو پھر حصول معارضہ واجب ہوگا۔

اب قسم سوم کی طرف آیئے۔ یہ دعویٰ ولایت ہے پس جو لوگ کرامتِ اولیاء کے قائل ہیں ان کے مابین اس امر پر اختلاف ہے کہ دعویٰ کرامت جائز ہے یا نہیں۔ پھر اس میں کہ خلافِ عادت امور اس کے دعویٰ کے مطابق ظاہر ہوں گے یا نہیں۔

قسم چہارم کا تعلق ادعائے سحر وطاعت شیاطین سے ہے۔ ہمارے اصحاب (اشاعرہ) نے ایسے لوگوں سے بھی خوارق عادات کا ظہور ممکن قرار دیا ہے لیکن معتزلہ نے اس سے انکار کیا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ بغیر دعویٰ کے کسی انسان سے امرِ خارق العادت سرزد ہو۔ پس وہ انسان جس سے اس کا صدور ہو یا تو مردِ صالح اور بارگاہ الٰہی کا پسندیدہ شخص ہوگا یا کوئی پلید اور گناہ گار بندہ ہوگا۔ پس اوّل کا تعلق کرامات اولیاء سے ہے اور ہمارے اصحاب وائمہ اشاعرہ نے اس کے جواز پر اتفاق کیا ہے لیکن معتزلہ نے انکار کیا ہے۔ سوائے ابوالحسن بصری اور ان کے شاگرد محمود خوارزمی کے کہ انہوں نے انکار نہیں کیا ہے۔ اس سلسلہ کی قسم دوم یعنی امرِ خارق العادۃ کا مردودِ بارگاہِ الٰہی سے صادر ہونا استدراج کہلاتا ہے۔"

حضرت قدوۃ الکبراؒ سے بعض حضرات نے سوال کیا کہ کرامات اولیاء کے اثبات میں دلائل کیا ہیں (وہ کون سے دلائل ہیں جن سے کرامات اولیاء ثابت ہے) آپ نے فرمایا کہ ہمارے امام امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کراماتِ اولیاء کا ثبوت کتابِ حق میں موجود ہے اور صحیح روایات اور اجماعِ اہل سنت وجماعت سے بھی ثابت ہے کتاب الٰہی میں یہ ثبوت موجود ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا [1]	جب بھی زکریا اس (کی عبادت) کے حجرے میں اس کے پاس آتے تو اس کے قریب (تازہ) رزق (موجود) پاتے۔

مفسّرین نے اس کے بارے میں فرمایا کہ بالاجماع وہ دیکھا جاتا تھا تو یہ آیت کرامات اولیاء کے منکر کے لئے حجت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ کرامات کا ظہور اولیاء اللہ سے جائز ہے عقلاً اور نقلاً دونوں اعتبار سے۔ اس سلسلہ میں جوازِ عقلی تو یہ ہے کہ قدرتِ حق تعالیٰ میں کسی کو مجال و دخل نہیں ہے اور یہ ممکنات میں سے ہیں۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے معجزات۔ اور اہل سنت وجماعت کے مشائخ عارفین وعلماء اصولین وفقہائے محدثین کا مذہب ہے اور ان کی کتابیں اس بارے میں ناطق ہیں شرق وغرب اور عرب وعجم میں اور اہل سنت وجماعت کے نزدیک پسندیدہ اور صحیح قول یہ ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات سے جائز ہے اولیاء کے لئے اس کے مثل کرامت

---

[1] پ ۳ آل عمران ۳۷

سے جائز ہے لیکن عدم دعویٰ شرط ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ معجزہ اور کرامت میں فرق نہیں ہے وہ غلط کہتا ہے اس لئے کہ ظہور معجزہ کے سلسلہ میں نبی پر یہ واجب ہے کہ وہ اس کا دعوٰی کرے اور کرامت میں ولی پر واجب ہے کہ اس کو پوشیدہ رکھے البتہ ضرورت کے وقت اس کو ظاہر کر سکتا ہے۔ یا ایسی حالت ہو جس پر ولی کو اختیار نہ ہو یا اس کا اظہار محض اس لئے ہو کہ مریدوں کے اعتقاد کو ظہور کرامت سے تقویت حاصل ہو۔

معجزہ، خارق عادات اور استدراج

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خارق عادات، معجزہ، استدراج اور سحر ایک ہی امر ہے جب کسی پیغمبر یا مدعیٔ نبوّت سے زمانہ جواز نبوّت میں کوئی خلاف عادت امر ظاہر ہو تو اس کو معجزہ کہیں گے اور اگر ولی سے جو اوصاف ولایت سے متّصف ہو اس کا ظہور ہو یعنی کوئی امر خلافِ عادت ظہور میں آئے تو کرامت ہے اور اگر کسی مخالف شریعت سے ایسا عمل صدور میں آئے تو استدراج ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اس سے محفوظ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صاحب کشف المحجوب (حضرت داتا گنج بخش) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی بعض کتب سماوی (قرآن پاک، زبور و توراۃ) میں آصف بن برخیا (وزیر حضرت سلیمان علیہ السلام) کی کرامت کا ذکر فرمایا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ ملکہ بلقیس کا تخت بلقیس کے دربار میں آنے سے پہلے ان کے سامنے حاضر کر دیا جائے اور خداوند تعالےٰ کو یہ منظور ہوا کہ حضرت آصف برخیا کا یہ شرف مخلوق کو مشاہدہ کرائے اور اہل زمانہ پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اولیاء اللہ سے کرامت کا صدور جائز ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں سے فرمایا کہ تم میں ایسا کون ہے کہ بلقیس کے یہاں آنے سے پہلے اس کا تخت یہاں لے آئے تو

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ج [1]

ایک سرکش جن بولا میں وہ تخت آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں۔

یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی جلد چاہتا ہوں اس وقت آصف بن برخیا نے کہا:

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ط [2]

میں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کی پلک جھپکے۔

یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اس کام پر ان کو مامور کر دیا۔ نہ اس سے انکار کیا اور نہ اس امر کو انہوں نے ناممکن سمجھا۔ اور یہ امر بہر حال معجزہ میں داخل نہیں تھا۔ اس لیے آصف برخیا پیغمبر نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ اس کو کرامت ہی سے موسوم کیا جائے گا۔ اسی طرح اصحاب کہف کا معاملہ ہے۔ ان کے کتے کا ان سے باتیں کرنا ان کا طویل مدّت کے لیے سونا، غار کے اندر ان کا دائیں بائیں کروٹیں لینا اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

---

[1] پ ۱۹ النمل ۳۹ [2] پ ۱۹ النمل ۴۰

وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ [۱]

اور ہم دائیں اور بائیں ان کی کروٹیں بدلتے رہتے ہیں اور ان کا کتا (غار کے) دہانے پر اپنے بازو پھیلائے بیٹھا ہے۔

یہ تمام امور خلافِ عادت ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ نہیں ہیں پس اس کو کرامت ہی کہا جائے گا۔

کرامت کا ثبوت حدیث شریف سے

حدیث صحیح ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) گزشتہ لوگوں کے عجیب و غریب واقعات میں سے کوئی واقعہ (ازراہِ کرم) ارشاد فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"تم سے پہلے تین افراد کہیں جا رہے تھے جب رات کا وقت ہوا تو ایک غار میں رات بسر کرنے کے لیے چلے گئے۔ جب کچھ رات گزر گئی تو ایک چٹان پہاڑ سے ٹوٹ کر غار کے دہانہ پر گری اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ یہ دیکھ کر یہ لوگ حیران و ششدر رہ گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ اب ہم کو یہاں سے کوئی چیز نہیں نکال سکتی۔ بجز اس کے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے کسی نیک عمل کو خداوند تعالیٰ کے حضور میں بطور شفیع پیش کرے۔ یہ سن کر ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میرے ماں باپ زندہ تھے اور دنیوی مال و دولت سے میرے پاس کچھ نہیں تھا جو میں ان کی خدمت میں پیش کرتا۔ میرے پاس ایک بکری تھی اس کا دودھ میں ان کو پلا دیا کرتا تھا۔ میں ہر روز لکڑیوں کا گٹھا جنگل سے باندھ کر لاتا اور اس کو بیچ کر اپنے کھانے پینے کا سامان خریدتا۔ ایک دن میں دیر سے واپس آیا رات ہو گئی تھی میں نے گھر آ کر بکری کو دوہا اور اس دودھ میں کچھ کھانے کی چیزیں ملا کر اپنے ماں باپ کے پاس لایا۔ یہ دونوں سو گئے تھے۔ دودھ کا وہ پیالہ میں ہاتھ میں لیے ان کے پاس اسی طرح کھڑا رہا میں بالکل بھوکا تھا۔ میں ان لوگوں کے جاگنے اور انتظار میں اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ یہ دونوں بیدار ہوئے اور انہوں نے وہ دودھ پیا۔ جب وہ دونوں کھانا کھا چکے تب میں بیٹھا۔ الٰہ العالمین! اگر میں یہ ٹھیک کہہ رہا ہوں تو میری مدد فرما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد اس پتھر میں جنبش آئی اور تھوڑا سا شگاف غار کے دہانہ پر نمودار ہوا۔

اب دوسرے شخص نے کہا کہ میری ایک چچازاد بہن تھی۔ بہت حسین و جمیل! میں اس کی محبت میں گرفتار تھا ہر چند کہ میں اس کو اپنے پاس بلاتا تھا لیکن وہ کسی طرح میری بات ماننے پر تیار نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر میں نے اس کو سو دینار دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ ایک رات تنہائی میں میرے ساتھ رہے گی۔ وہ جب حسبِ وعدہ میرے پاس

---

[۱] پ ۱۵ الکہف ۱۸

آگئے تو میرے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوا اور میں نے اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ بارالہا! اگر میں یہ بات سچ کہہ رہا ہوں تو میرے لیے کشادگی پیدا فرما دے (پتھر دہن غار سے ہٹ جاتے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد پتھر کچھ اور ہٹ گیا اور شگاف مزید چوڑا ہوگیا۔ ؎

شعر

اگر راست گویم درین بیدرنگ — اگر ٹھیک کہتا ہوں میں بیدرنگ

خدایا فراخی دہ از نائی تنگ — تو کردے کشادہ تو یہ راہِ تنگ

اب تیسرے ساتھی نے کہا کہ میرے پاس کچھ مزدور کام کر رہے تھے ہر ایک اپنی اپنی مزدوری روزانہ لے لیتا تھا جب عمارت مکمل ہوگئی تو تمام مزدوروں نے اپنا اپنا حساب بے باق کرلیا لیکن ایک مزدور نہیں آیا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم سے ایک بھیڑ خرید لی اور اس کی پرورش کرتا رہا اس طرح چالیس سال گزر گئے اور وہ شخص واپس نہیں آیا۔ میں اس کی بھیڑ اور اس کے بچوں کی پرورش کرتا رہا چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دن وہ مزدور آیا ؎

شعر

گزشت از ما جرائی او چہل سال — رہا چالیس برسیں جب یہی حال

کہ پیدا شد ز جائی صاحب مال — تو پھر آیا کہیں سے صاحب مال

اس نے کہا کہ شاید تمہیں یاد ہو کہ میں نے تمہارے یہاں مزدوری کی تھی، اب مجھے اجرت کی ضرورت ہے (جو تمہارے ذمہ باقی ہے) وہ مجھے اب ادا کردو۔ میں نے کہا کہ بھیڑوں کا یہ ریوڑ تمہارا ہے اسے لے جاؤ۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔ میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے پس میں نے وہ سارا ریوڑ اس کے حوالہ کر دیا اور وہ ریوڑ لے کر چلا گیا۔ بار الہا! اگر میں یہ ٹھیک کہہ رہا ہوں تو مجھ پر کشادگی فرما دے (غار کا راستہ کھول دے)۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پتھر غار کے دھانہ سے بالکل ہٹ گیا اور وہ تینوں افراد غار سے باہر نکل آتے۔" ظاہر ہے کہ یہ بات بھی خوارق عادت میں سے ہے۔

جریج راہب کا واقعہ اسی طرح قوم بنی اسرائیل کے ایک راہب جریج نامی کا یہ واقعہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا جریج نام تھا۔ جریج بہت ہی عبادت گذار شخص تھا۔ اس کی ایک پردہ نشین ماں تھی ؎

شعر

دراسرائیلیان یک راہبی بود	تھا اسرائیلیوں میں ایک عابد
کہ جان در راہ دین اوراہبی بود	کہ راہ دین پہ تھا صدقہ وہ زاہد

ایک دن جریج کی ماں اس سے ملنے کیلئے آئی جریج نماز میں مشغول تھا اس لئے اس نے عبادت خانہ کا دروازہ نہیں کھولا جریج کی ماں بیٹے سے ملے بغیر واپس چلی آئی اسی طرح وہ دوسرے دن، تیسرے دن ملنے کے لیے گئی اور بے نیل و مرام واپس چلی آئی۔ مایوسی کے عالم میں اس نے بد دعا کی کہ الہٰی! جرنج کو رسوا کر دے اور میرا حق نہ ادا کرنے کے باعث اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔ جرنج کے قرب وجوار میں ایک بہت ہی بدسیرت عورت رہتی تھی۔ اس نے کہا کہ میں جرنج کو برے راستہ پر ڈالوں گی وہ خانقاہ کے اندر گئی اور جرنج سے اپنا مطلب نکالنا چاہا لیکن جرنج نے اس کی طرف مطلق التفات نہیں کیا۔ خانقاہ سے واپسی میں اس بدکردار عورت نے ایک گڈریئے سے زنا کرایا اور اس سے حمل ٹھہر گیا۔ وضع حمل کے وقت وہ شہر میں آئی۔ جب اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا کہ یہ جرنج کا ہے لوگ جرنج کی خانقاہ کی طرف دوڑ پڑے اور اس کو پکڑ کر بادشاہِ وقت کے پاس لے گئے۔ جرنج نے (اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے) اس بچہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اے بچے! بول کہ تیرا باپ کون ہے؟ خدا کی قدرت سے وہ بچہ گویا ہوا اور اس نے کہا کہ میری ماں نے تم پر بہتان لگایا ہے۔ میرا باپ تو فلاں گڈریا ہے (پس بچہ کا اس طرح کلام کرنا بھی ایک کرامت ہے)

شعر

ترا مادر من این بہتان نہادہ است	مری ماں باندھتی تم پر ہے بہتان
کہ جز چوپان مرا دیگر نزاد است	ہمارا باپ ہے بس ایک چوپان

امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکابر کے اس سلسلہ میں بہت سے اقوال ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند حضرت عبداللہؓ سے یہ فرمایا ہے کہ اے میرے فرزند اگر کسی دن عرب و عجم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو تم اس غار میں جا کر بیٹھ جانا جہاں میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا تھا (یعنی غار ثور میں) تمہارا رزق صبح و شام تمہارے پاس پہنچے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول میں اولیا اللہ کی کرامت کی طرف اشارہ موجود ہے۔

حضرت امام مستغفری اپنے استاد سے حضرت جابر بن عبداللہؓ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میری میت کو اس دروازہ پر لے جا کر رکھ دینا جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما ہیں (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کے اندر مزار اقدس ہے) تم اس دروازہ پر ہاتھ مارنا۔ اگر ہاتھ مارنے سے دروازہ کھل جائے تو اس کے اندر مجھے دفن کر دینا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ انتقال کے بعد ہم نے ایسا ہی کیا اور مزار اقدس کے دروازہ پر ہاتھ مار کر عرض کیا یہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ یہ آپ کے پہلو میں دفن ہونا چاہتے ہیں ہمارے یہ عرض کرتے ہی دروازہ کھل گیا اور ہم کو یہ

نہ معلوم ہو سکا کہ دروازہ کس نے کھولا۔ ہم سے کسی نے کہا کہ اندر داخل ہو جاؤ اور ان کو دفن کر دو۔ تمہاری عزت و توقیر کی جائے گی۔ ہم کو یہ آواز کس نے دی اور کس نے کہا؟ ہمیں نہیں معلوم! کہ ہم نے وہاں کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

امام مستغفری نے مالکؒ بن انس کی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ نافعؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے (خطبہ دے رہے تھے) کہ آپ نے اثنائے خطبہ میں فرمایا:۔

اے ساریہ بن زھیم! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ جس نے بھیڑیوں کو بھیڑ بکریاں چرانے پر مقرر کیا اس نے ظلم کیا۔

لوگوں کو دوران خطبہ ساریہؓ کے ذکر سے بڑی حیرت ہوئی کہ اس وقت ساریہؓ عراق میں اسلامی لشکر کے ساتھ تھے لوگوں نے اس بات کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا کہ آج خطبہ میں ہم نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ) کی زبان سے ساریہ کا ذکر منبر پر کرتے سنا اور ساریہ عراق میں ہیں! یہ کیا بات ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا بھلا ہو! ان پر اعتراض نہ کرو۔ وہ جس بات کو کہتے ہیں اس سے عہدہ برآ ہونا خوب جانتے ہیں قریب تھا کہ ساریہ آئیں اور دشمن سے بھڑیں پھر وہ ان کو شکست دے پھر وہ پہاڑ کی طرف آیا تو آسمان سے آواز آئی اے ساریہ پہاڑ کی طرف پہاڑ کی طرف جس نے شبانی بھیڑیوں کے سپرد کر دی اس نے ظلم کیا اور یہ آواز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی جس کو انہوں نے سنا۔ اسی طرح تمام صحابۂ کرام و تابعین و تبع تابعین حضرات (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور طبقہ بہ طبقہ مشائخ طریقت سے اس قدر کرامتیں اور خلافِ عادت امور ظاہر ہوئے ہیں کہ تحریر و تقریر میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔

شعر

قلم بشگافتہ از شرح تحریر　　قلم کو ہے نہیں یارائے تحریر
زبان عاجز شدہ از حسن تقریر　　زبان عاجز کہ لائے حسن تقریر

حضرت امام قشیری کا ارشاد

امام قشیری اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں

"جنس کرامت اس قدر کثرت و تواتر سے پائی جاتی ہے اور اخبار و حکایات اس سلسلہ میں اس قدر موجود ہیں کہ اولیاء اللہ سے ان کے ظہور میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔ جو کوئی اس گروہ میں موجود رہا ہے (ان کی معیت میں رہا ہے) اور اس نے ان حکایات کو متواتر سنا ہے اور ان کے اخبار سے آگاہی حاصل کی ہے اس کے لیے پھر اس سلسلہ میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی"

ہم نے اس سلسلہ میں یعنی کرامات اولیا کے اثبات میں جس تاکید و تطویل سے کام لیا ہے اس کا مقصود صرف یہ ہے کہ وہ سلیم القلب جس نے ان بزرگوں کے احوال کا مشاہدہ نہیں کیا ہے اور ان حضرات کے اقوال اس کے مطالعہ سے نہیں گذرے ہیں وہ ان جاہلوں اور گمراہوں کی کمتی باتوں اور نادر حکایتوں سے جو اس زمانہ میں بکثرت موجود ہیں

اور انہوں نے کرامات اولیا ہی سے انکار نہیں کیا ہے، بلکہ یہ لوگ تو معجزات انبیاء (علیہم السلام) کے بھی منکر ہیں۔ دھوکہ میں مبتلا نہ ہو اور ان کے مذہب میں نہ آئے اور اپنے دین کو برباد نہ کرے۔

یہ لوگ جو اولیا کی کرامات کے منکر ہیں اس کا باعث خاص یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ وہ خود کو ولایت کے مراتب اعلیٰ پر فائز ظاہر کریں، باوجودیکہ ان لوگوں کو ان احوال و الزار سے خود کوئی خبر نہیں ہے پس یہ اس کی نفی محض اس لیے کرتے ہیں کہ عوام میں ان کی رسوائی نہ ہو۔ لیکن افسوس کہ انہیں خواص میں رسوا ہونے کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ اب اگر ان لوگوں سے احیاناً ہزاروں خوارقِ عادت ظہور میں بھی آجائیں تو چونکہ ان کا ظاہر احکام شریعت کے موافق نہیں ہے اور نہ ان کا باطن آداب طریقت کے مطابق ہے، وہ تمام خوارق مکر و استدراج ہوں گے۔ ان کو مقولات ولایت و کرامت نہیں کہا جائے گا۔

کتاب الہدیٰ کی صراحت

کتاب الہدیٰ میں ہے ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اولیاء کے لئے کرامتیں ہیں اور اسی طرح ہر رسول کی امت میں ان کے فرمانبردار تھے ان کے لئے کرامتیں ہیں اور خلاف عادت امور ہیں اور اولیاء کی کرامتیں انبیاء کے معجزات کا تتمہ ہیں۔ اور جس کے لئے اس کے ہاتھ پر خلاف عادت امور ظاہر ہوئے اور وہ احکام شریعت کا پابند نہ ہو تو ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ زندیق ہے اور جو اس سے ظاہر ہوا مکر و استدراج ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرٰ فرماتے تھے کہ کرامتوں کی قسمیں بہت ہیں مثلاً ناپید کا پید کر دینا اور موجود کو ناپید کر دینا اور پوشیدہ امر کو ظاہر کر دینا اور ظاہر امر کو چھپا دینا اور دعا کا مقبول ہونا اور تھوڑی دیر میں بڑی مسافت کو طے کرنا اور امور غیب پر مطلع ہونا اور غیب کی خبر دینا اور مختلف جگہوں پر ایک وقت میں موجود ہونا اور مردوں کو زندہ کرنا اور زندوں کو مار ڈالنا اور حیوانات و نباتات و جمادات کی کلمات تسبیح وغیرہ کو سننا اور کھانا پانی بلا سبب ظاہری کے مہیا کر دینا اور ان کے سوا وہ ہر طرح کے کام جو خلاف عادت ہیں مثلاً پانی پر چلنا اور ہوا میں سیر کرنا اور مثلاً خالی پیالہ سے کھانا اور جنگلی جانوروں کو مسخر کرنا اور مثلاً ان کے بدن کی ظاہری قوت مثل اس کے جو درخت کو ایک ٹھوکر میں جڑ سے اکھاڑ دے حالانکہ وہ محفل سماع میں وجد کر رہا ہے اور جو دیوار پر مارا تو وہ پھٹ جائے اور بعض انگلی سے کسی کی طرف اشارہ کرتا ہے پس مار پڑی کسی کی گردن پر اشارہ سے تو ظاہر ہوتا ہے اصل مشار الیہ کا سر اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے کسی ایک دوست کو اپنی قدرت کاملہ کا مظہر کرتا ہے تو مادیات عالم میں جو تصرف چاہے وہ کر سکتا ہے اور درحقیقت وہ تاثیر و تصرف حق سبحانہ و تعالیٰ کا ہے جو اس میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ درمیانی نہیں ہے۔

قطعہ

کراماتی اگر بینی کم و بیش | کرامت تم اگر دیکھو کم و بیش
ز درویشی کہ او بیگانہ از خویش | کسی درویش سے جو ہے حق اندیش

از و کاری گر آید درمیانہ | نظر آئے اگر اس سے کوئی کام
زحق می آید آن او درمیان نہ | تو وہ حق سے ہے اس کا ہے فقط نام

بعض بزرگان عارفین نے فرمایا ہے کہ وہ قاعدہ کلیہ جو سب کی جامع ہے یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس میں خلاف عادت امر ایسا کیا جس کا دنیا بھر کا نفس یا اس کا نفس ہمیشہ سے عادی تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے مقابل اسی طرح خلاف عادت امر ظاہر کر دیتا ہے جس کا نام عام و خاص کے نزدیک کرامت ہے پس کرامت ان کے نزدیک وہ فضل خداوندی ہے جس نے ان کو توفیق اور قوت عطا کی یہاں تک کہ نفس کی عادتوں کے خلاف انہوں نے کیا یہ تو کرامت ہے ہمارے نزدیک۔ لیکن وہ جس کو عام طور پر کرامت کہا جاتا ہے لوگ اس کے دیکھنے سے بچے ہیں اس میں صاحب استدراج کی اس کے ساتھ شرکت کی وجہ سے اور اس کے پسندیدہ ہونے کی وجہ سے تو بزرگ لوگ ڈرتے ہیں کہ وہ شاید ان کے عمل کا ثواب ہے کیونکہ ثواب کا محل تو دار آخرت ہے تو جب ثواب میں عجلت ہوئی تو ڈر گئے کہ آخرت کا حصہ ہو۔ اس بارے میں حدیثیں وارد ہیں اور کرامت و خوف کا جمع ہونا کہاں سے ٹھیک ہے تو اب وہ کرامت نہیں ہے بلکہ صرف خلاف عادت امر ہے پس اگر اس کے ساتھ خوشخبری اس کی ہے کہ وہ زیادتی فضل ہے اور ثواب آخرت نہیں گھٹاتا اور نہ کم کرتا ہے اس وقت اس کا نام کرامت ہے۔ پس درحقیقت کرامت وہ بشارت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ سب سے بڑی اور بزرگ کرامت تنہائی میں لذت عبادت پانا ہے اور یہ سانس کی اللہ کے ساتھ حفاظت کرنی ہے اور یہاں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے اور اسی سے ابدی سعادت کی آخرت میں بشارت ہے اور یہاں اس کے ادب کا لحاظ کرنا ہے واردات ہر وقت اس میں اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ نے خلاف عادت امور کو اختیار سے ظاہر نہیں فرمایا ہے مگر یہ کہ طالب کے اطمینان قلب کے لئے اور اپنا شعار و عادت اس کو نہیں بناتے جب مرتبہ وحدۃ الوجود کو پہنچ گئے تو تصرف تکلیف دینے کا کس پر کریں اور محسن ہونے کا بار کس کے دل پر رکھیں ؎

شعر

تیر میفگن کہ ہدف رائی تست | تو ہے ہدف تیر کو مت چلا
مقرعہ کم زن کہ فرس پائی تست | مار نہ کوڑا ہیں فرس تیرے پا

کیونکہ بعض اس گروہ کے جو دریائے وحدۃ الوجود میں ڈوبے ہیں اور ذات کے احاطہ کائنات کے ملاحظہ میں تحقیق کر چکے ہیں وہ دوسرے کے رنج سے رنجیدہ ہوتے ہیں اور غیر کی خوشی سے خوش ہوتے ہیں۔ شیخ ابوالوفا خوارزمی فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا جب سرزمین شروان سے گذرے اتفاقاً ایک گاؤں کی مسجد میں اترنا ہوا وہاں برف باری اس قدر شدید تھی جس کی شرح نہیں ہو سکتی ؎

شعر

شد از ابر باران جہان ناامید — ہوئے ابر باراں سے سب ناامید
جوان چون زنی پیر موی سفید — جوان کے ہوتے بال بالکل سفید

کمال جوگی کو رفع حاجت کا تقاضا ہوا رات میں اٹھے اور ایک گوشہ میں گئے اُن پر برف کا ایسا اثر ہوا کہ بالکل حرکت نہ کر سکتے تھے۔ ان کی زندگی میں ایک سانس سے زیادہ باقی نہ رہی۔ حضرت قدوۃ الکبرا اس وقت تازہ وضو فرما رہے تھے۔ ابھی وضو سے فراغت نہ پائی تھی کہ حضرت کو سردی لگنے لگی اور اتنی سخت سردی لگی کہ اس کی شرح ناممکن ہے تمام لوگ حیران تھے کہ گرمی پہنچانے کے تمام لوازم موجود تھے۔ پوستین کا لباس موجود تھا۔ توشک، گدے اور نمدے کے نیچے تھے آگ جل رہی تھی۔ پھر اتنی سردی ان کو کیوں محسوس ہو رہی تھی کسی کے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا خواجہ ابوالقاسم چونکہ شرابِ معرفت کے کچھ گھونٹ پئے ہوئے تھے (نورِ معرفت سے بہرہ ور تھے) سمجھ گئے کہ حضرت کا یہ عالم اپنے کسی دوسرے شخص کی تکلیف کے باعث ہے۔ وہ مسجد سے باہر نکل کر آئے اور تمام ساتھیوں پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ کمال جوگی اندر موجود نہیں ہیں اور وہ باہر گئے ہوئے ہیں۔ لوگ کمال جوگی کی تلاش میں گئے اور انہیں ڈھونڈ نکالا وہ برف میں دبے پڑے تھے۔ ان کو نکال کر لائے۔ اور طرح طرح کے موٹے کپڑے ان کو پہنائے۔ جوں جوں کمال جوگی کی سردی کم ہوتی جاتی تھی حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت بھی سنبھلتی جاتی تھی۔ جب کمال جوگی کے جسم سے سردی بالکل جاتی رہی حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت بھی بالکل ٹھیک ہو گئی اور سردی کا اثر بالکل زائل ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ شیخ ابوالنجیر تیننانی قدس سرہٗ کا فرمانا ہے کہ

جو کوئی اپنے عمل کو ظاہر کرتا ہے وہ شعبدہ باز ہے اور جو کوئی اپنے حال کا اظہار کرتا ہے وہ مدعی ہے ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پانی پر چل رہا ہے آپ اس وقت دریا کے کنارے پر تھے۔ اس کو پانی پر چلتے ہوئے دیکھ کر شیخ نے فرمایا کہ یہ کیا بدعت ہے ادھر خشکی پر آ جاؤ۔ پھر دوبارہ اس کو پکارا اور کہا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ حج کو جا رہا ہوں یہ سن کر انہوں نے کہا اب جاؤ کرامت بیچنے والا ادیر میں مقبول ہوتا ہے کیونکہ محروم ہے اور خریدار کرامت اگرچہ کتے کی آواز نہ بولے سوا کتے کے کچھ نہیں ہے یعنی حقیقت کرامتوں کیلئے نہیں ہے۔

یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ اس کے بندوں کے لیے ہے اور آخرت کا ثواب اسی کی طرف سے ہے!! ان حضرات سے بہتر وہ جماعت اور وہ لوگ ہیں جن کے سامنے سے حجاب بالکل اٹھ گیا ہے اور جن کے باطن یقین کی روح سے اور معرفت کے شرف سے مشرف ہیں۔ بس ان کے یقین کو خوارق عادات کی کیا ضرورت ہے اور روشن نشانیوں کے مشاہدہ کی (جب کہ وہ سامنے ہیں دیکھنے کی) کیا حاجت ہے۔

اس موقع پر شیخ ابوالمکارم نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار اور آپ کی رسالت کا (جوان مردوں میں) سب سے پہلے تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کچھ زیادہ کرامتیں اور خوارق عادات کا صدور منقول نہیں ہے۔ اور اسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کے دوسرے اصحاب کرام سے خوارق عادات منقول نہیں ہیں لیکن صحابہ کرامؓ میں سے جو حضرات متاخرین میں شمار ہوتے ہیں ان کے بہت سے خوارق منقول ہیں (جیساکہ مشہور ہے) اس کا کیا سبب ہے ؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین) کے باطن حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت، انوار نبوت کے مشاہدہ، نزول وحی، ملائکہ کے نزول کے سبب سے انوار یقین کی تجلیوں سے منور تھے۔ امور اخروی ہر وقت ان کے پیش نظر رہتے تھے۔ وہ سب حضرات دنیا سے گریزاں دنیا والوں کی عادات سے خالی تھے۔ ان کے نفوس پاک تھے اور ان حضرات کے دلوں کے آئینے جلا پائے ہوتے تھے۔ پس اس صورت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی عنایت بے غایت سے ان کو جو کچھ مرحمت فرمادیا تھا اس کی بناء پر کرامات کے مشاہدہ (اور اظہار) سے وہ مستغنی تھے۔ انوار قدرت کا مشاہدہ جو اوروں کے لیے وجہ یقین بنتا ہے ان کو اس طرح حاصل تھا کہ جو کچھ دوسروں کے لیے غیب ہے وہ ان کے لیے شہادت (مشاہدہ) تھا۔

امام قشیری کا ارشاد حضرت امام قشیری فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی کرامات، انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ ہیں۔ ہر رسول (علیہم السلام) کے ایسے متبعین گذرے ہیں جن سے کرامات اور خوارق عادات ظاہر ہوتے ہیں اور ایسا ہر زمانہ میں ہوا ہے۔"

جناب سید اشرف (قدوۃ الکبرا) فرماتے ہیں کہ جس نبی کی امت کے کسی فرد سے اس نبی کے بعد کرامت کا اظہار ہوا یہ امر بھی اس نبی کے معجزات میں سے ہے۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا بھی عجیب حال ہے کہ قرآن پاک اور حدیث شریف کی تائید اور بہت سے واقعات جو عین کشف ہیں اور اسلاف و اخلاف سے منقول ہیں اور اکثر حضرات سے تو اس قدر یہ واقعات (کرامات) سرزد ہوتے ہیں کہ ان کا شمار ہی نہیں ہوسکتا۔ پھر بھی یہ لوگ کرامات اولیا کے منکر ہیں۔ یہ نادان اگر کوئی خارق عادت دیکھتے ہیں تو اس کو سحر اور عمل شیطان پر محمول کرتے ہیں اور صاحب کرامات کو ساحر کہتے ہیں۔"

حضرت ابوالمکارم بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت قدوۃ الکبرا کا قافلہ ایک ایسے علاقہ سے گزر رہا تھا کہ جو سانپوں اور اژدہوں کا مسکن تھا (سانپ اور اژدہے وہاں کثرت سے موجود تھے) چونکہ لوگ ان کی ایذارسانی کے واقعات سن چکے تھے اس بناء پر بہت سے ہمراہی اس راستہ سے گزرنا نہیں چاہتے تھے۔ کچھ لوگوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت راستہ سنا گیا ہے کہ بہت ہی پرخطر ہے۔ یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ انشا اللہ اس راستہ سے ہمارا گذر آسانی کے ساتھ ہو جائے گا۔ جب کچھ قلندر اور مجرد حضرات ان اژدہوں اور اجگروں کے قریب سے گزرے تو ایک اژدہا ظاہر ہوا جو گویا سب کو نگل جائے گا۔

شعر

نمایاں برزمین شد اژدہا از غار   زمیں پر آکے نکلا اژ در غار

کہ گوئی اژدہائی آسمان دار   کہ گویا اژدہا ہے آسمان دار

اس وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے عصا کی جانب اشارہ کیا فوراً وہ عصا شیر بن گیا اور جہاں جہاں اژدہا اور اژدھے تھے ان سب کو نگل گیا ؎

شعر

عصا را کرد چون موسیٰ اشارت — عصا کو کی جو موسیٰ نے اشارت

متاع مار و اژدر کرد غارت — تو پونجی سانپ کی کی اس نے غارت

اسی قافلہ کے ساتھ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ارباب تصوف کے منکر اور معرفت کے آثار و علامات سے منحرف تھے جب ان کو اس عجیب و غریب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگے کہ ان صوفیوں نے تو عجیب جادو کر دیا اور ایک عجیب و غریب شعبدہ ان لوگوں نے دکھایا ہے ایک صوفی ان کی یہ یاوہ گوئی سُن رہا تھا اس نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں ان کی یہ یاوہ گوئی دہرائی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے سُن کر فرمایا جن لوگوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر و مکر کا اتہام لگایا ہو وہ بھلا مجھے کس طرح اس اتہام سے چھوڑیں گے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ھٰذَا سِحْرٌ (یہ جادو ہے) اور جبکہ اس گروہ کو کسی ایسی بات سے منسوب کریں جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اظہار کر چکے ہیں تو سنت پر اس کا صدور سمجھنا چاہیئے اور آپ کی فرمانبرداری کا ظہور اسی سے ہوتا ہے۔

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت امام یافعی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ :۔

"سحر کا رشیاطین کی نسبت، مقربین اولیاء، صالحین، ابرار کی طرف کس طرح کی جاتی ہے جب کہ یہ حضرات دنیا کو ترک کرنے والے، خداوند تعالےٰ کے عبادت گزار بندے، صبر و شکر کرنے والے ہیں حق تعالےٰ سے ڈرتے اور اس کے فضل و کرم کے امیدوار ہیں، پرہیزگار ہیں حق تعالےٰ پر توکل کرنے والے ہیں، نیک کاموں پر مزاولت کرنے والے ہیں، خداوند تعالےٰ سے محبت کرنے والے ہیں، پاک نہاد عارفوں کی خصلت رکھنے والے ہیں اور مذموم صفات سے پاک و صاف ہیں، عمدہ صفات کے حامل ہیں اور اخلاق الٰہی جیسے اخلاق سے متخلق ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی طاعت میں مصروف ہیں، شریعت کے آداب سے عہدہ برآ ہونے والے ہیں پستیوں سے نکل کر بلندیوں کی طرف چڑھنے والے ہیں اور بلند مرتبوں کی چوٹیوں پر پہنچنے والے ہیں نہ صرف دنیا سے اعراض کرنے والے ہیں بلکہ آخرت سے بھی اعراض کرتے ہیں۔ وہ لوگ جن کے نفوس نے مزبلوں کی جاروب کشی کی جب کہ اُس کو انہوں نے مارا تاکہ ہمیشہ زندہ رہے[1]

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس قدر خلاف عادت امور اور معمول کے خلاف حضرت غوث الثقلین سے ظاہر ہوئے کسی سے بھی اس گروہ میں ظاہر نہیں ہوا اس لئے کہ کسی بزرگ نے اور روئے زمین کے کسی فرد کامل نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے اس وقت تک یعنی ہمارے زمانہ تک ایسی بات نہیں کہی جو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے ارشاد

---

[1] حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف مرآۃ الجنان سے ماخوذ ہے۔ مترجم نے عربی اقتباسات کا صرف ترجمہ پیش کر دیا ہے۔

فرمائی۔ یعنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعض سالک ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے سلوک کو مکان قاب قوسین کے مقصد تک اور اپنے وصول (الی اللہ) کے محمل کو مقصود کے باب اعلیٰ تک پہنچا دیا ہے اور او ادنیٰ کے دشوار گزار راستہ تک اپنے حصول کی کشتی کو لے گئے ہیں لیکن ان مقامات سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں بجز اس فقیر کے کہ باعتبار نصرت میں قضا و قدر کی سرحد سے بھی گزر جاتا ہوں۔

شیخ سیف الدین عبدالوہاب ابن غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہینوں میں سے کوئی مہینہ ایسا نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنے آغاز سے قبل والد محترم کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا۔ اگر اس مہینہ میں سختی ہوتی اور بدی مقدر ہوتی تو وہ اچھی صورت کے بجائے کریہہ صورت میں والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اگر کسی مہینے میں نعمت اور بھلائی مخلوق کے لیے مقدر ہوتی تو اچھی شکل میں حاضر ہوتا ماہ جمادی الآخر کی آخری تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا (۵۶۰ھ) بہت سے مشائخ حضرت غوث الثقلین کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک خوبرو جوان حاضر ہوا اور اسلام علیکم یا ولی اللہ کہہ کر اس نے بتایا کہ میں ماہ رجب ہوں اور آپ کو مبارک باد دینے حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے اندر کسی قسم کی برائی اور سختی نہیں پائیں گے چنانچہ اس ماہ رجب میں سوائے اچھائی اور بہتری کے لوگوں نے اور کچھ نہیں دیکھا اور یہ مہینہ بڑی خیر اور بھلائی کے ساتھ گزرا لیکن جب ماہ رجب کا آخری دن آیا یہ یکشنبہ کا دن تھا تو ایک کریہہ المنظر شخص حاضر خدمت ہوا۔ اور کہا اسلام علیکم یا اہل اللہ میں شعبان کا مہینہ ہوں اور میں آپ پر یہ واضح کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ بغداد میں کثرت اموات، حجاز میں گرانی اور خراسان میں قتل و غارت میرے اندر مقرر کیا گیا ہے، چنانچہ جب شعبان کا مہینہ آیا تو جو کچھ شہر شعبان نے کہا تھا ویسا ہی وقوع میں آیا۔

حضرت غوث الثقلینؒ ماہ رمضان میں چند روز علیل رہے۔ دوشنبہ کا دن تھا اور ماہ رمضان کی ۲۹ تاریخ تھی بہت سے مشائخ خدمت میں حاضر تھے۔ جیسے شیخ علی ہیتی، شیخ نجیب اللہ (ظاہر الدین ابوالنجیب) سہروردی وغیرہم کہ ایک بہت ہی پرہیبت و باوقار شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اسلام علیکم یا ولی اللہ! میں ماہ رمضان ہوں اور آپ کے پاس عذر خواہی کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں آپ کو الوداع کہہ سکوں۔ آپ کے پاس میری یہ آخری حاضری ہے یہ کہہ کر وہ واپس ہو گیا اور آئندہ سال کے ماہ ربیع الآخر میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا اور آئندہ رمضان آپ کو نہ مل سکا۔ مہینوں کی طرح ہر مہینہ کے ہفتے بھی حضرت شیخ کے سلام کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ اور ان میں جو کچھ خیر و شر مقدر ہوتا تھا اس سے شیخ محترم کو آگاہ کر دیا کرتے تھے۔ صرف ہفتے ہی نہیں بلکہ ایام بھی حضرت شیخ کے سلام کو حاضر ہوتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مخدومیؒ[1] فرماتے تھے کہ ایک رات میں اپنے احوال کے مقاماتِ عروج سے آگاہ کیا گیا (میں اپنے مقامات کے عروج کا مشاہدہ کر رہا تھا) کہ اس حال میں میرے مشاہدہ میں آیا کہ کسی کا قدم مجھ

---

[1] حضرت شیخ علاء الدین گنج نبات قدس سرہٗ مرشد حضرت قدوۃ الکبرا۔

سے بھی آگے ہے اس وقت مجھے اس پر رشک ہوا کہ یہ کون ہے جس کا قدم مجھ سے بھی آگے ہے۔ آخر الامر معلوم ہوا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روحانیت کا قدم تھا۔ یہ معلوم کرکے میں شکر بجالایا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص نے یہ عرض کیا کہ فلاں صاحب پلک جھپکتے سمرقند سے مکہ معظمہ پہنچ جاتے ہیں۔ شیخ قدس سرہٗ نے یہ سن کر فرمایا یہ تو بہت آسان بات ہے ابلیس تو اس سے بھی کم مدت میں مشرق سے مغرب میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کو بھی کوئی نہ کوئی کام درپیش ہوتا ہے۔ ایسے لوگ وہ ہیں جن پر حقائق کے دروازے ابھی نہیں کھلے ہیں۔ حضرت شیخ علاؤالدولہ نے مزید فرمایا کہ ایک دن حضرت شیخ صدقہ بغدادی حضرت غوث الثقلین رض کی مجلس وعظ میں آئے اور مشائخ کے دروازے پر بیٹھ گئے جب حضرت غوث الثقلین رض باہر تشریف لاتے اور منبر پر تشریف لے گئے آپ نے کسی شخص سے گفتگو نہ کی اور قاری سے بھی آپ نے تلاوت کے لیے کچھ نہ فرمایا۔ (کہ پڑھے) اس کے باوجود لوگوں میں وجد کی کیفیت پیدا ہوگئی اور حال قوی سب پر طاری ہوگیا۔ شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا کہ شیخ قدس سرہٗ نے تو کچھ بھی نہیں فرمایا اور نہ قاری نے کچھ پڑھا پھر یہ وجد کیسے طاری ہوگیا؎ مثنوی

نہ مطرب دمی جنگ برچنگ زد — نہ مطرب کا کچھ دیر باجا بجا
نوائی زبان راہ آہنگ زد — نہ نغموں کی کانوں میں آئی صدا
چو در گوش نامد کہ آواز کیست — نہیں کان نے جبکہ گانا سنا
ندانم کہ این وجد از ساز کیست — نہ معلوم پھر وجد کیوں آگیا

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے شیخ صدقہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ سنو میرا ایک مرید بیت المقدس سے یہاں (بغداد میں) ایک قدم میں آیا ہے؎ رباعی

زبیت المقدس برآورد گام — جو بیت المقدس سے رکھا قدم
دریں جا رسانید خود را بکام — تو پہنچایا اپنے کو یاں ایک دم
کسی کو زند از سر حال دم — چلے وجد میں کوئی ہستی کہیں
سر سرزمین را نہد در قدم — تو زیر قدم اس کے ہے کل زمیں

اور اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ آج کے دن حاضرین مجلس اسی کی مہمانی میں ہیں۔ شیخ صدقہ کے دل میں پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ جو شخص ایک قدم میں بیت المقدس سے یہاں تک آجائے ایسے باکمال شخص کو توبہ کی کیا حاجت ہے؟ اور شیخ کی کیا ضرورت ہے؟ اس وقت پھر حضرت غوث الثقلین رض ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا سنو! اس نے اس بات سے توبہ کی ہے کہ وہ آئندہ کبھی ہوا میں نہیں اڑے گا اور اس کو میری ضرورت اس لیے ہوتی کہ میں اس کو حق تعالیٰ کی محبت کا راستہ دکھا دوں۔؎

شعر

چہ شد گر سر آسمان زیر پا است — ہوا کیا جو ہے آسمان زیر پا
کہ راہ محبت ازینہا جدا ست — کہ راہ محبت ہے اس سے جدا

اللہ تعالیٰ اپنی محبت سب کو روزی کرے۔ بحرمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ الامجاد۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ طائفہ صوفیہ کے لیے بہت اہم اور ضروری ہے کہ وہ اپنے احوال کو چھپائیں اور اپنے معاملات کا اخفاء کریں۔ حضرت خیر الدین سندھوری ابتدائے سلوک میں اپنے بعض واقعات اور واردات بلند کو حضرت قدوۃ الکبرا سے بیان کر دیا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے پاک دل پر یہ بات خوب واضح تھی کہ شیخ خیر الدین کی طبیعت اس طرف مائل ہے لہٰذا حضرت قدوۃ الکبرا نے ان سے تنہائی میں فرمایا کہ اے عزیز اس قسم کے امور کی طرف مقامات کے حصول کی ابتدا میں ملتفت ہونا ایسا ہی ہے جیسے بچوں کو موبز (منقی) دیکر بہلانا ہے تاکہ وہ مکتب چلے جائیں (جس طرح بہلا پھسلا کر کچھ مٹھائی وغیرہ دے کر مکتب بھیجا جاتا ہے پھر کچھ عرصہ بعد وہ مکتب جانے کے عادی ہو جاتے ہیں)۔

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے اپنے بعض احوال و واقعات سے حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کو آگاہ کیا کچھ دیر غور فرمانے کے بعد خواجہ ابو یوسف نے فرمایا کہ "یہ وہ چیزیں ہیں جن سے نو آموزانِ طریقت کی پرورش کی جاتی ہے[1] (انہیں بہلایا جاتا ہے)۔

الغرض اکابر روزگار (صوفیہ عظام) نے کبھی کبھی جو اپنے احوال کا اظہار فرمایا ہے اس کا سبب اپنے مریدوں ان کی قابلیت اور ان کی استعداد اس اظہار کی متقاضی ہوتی تھی یا وہ کبھی کبھار اپنے مریدوں کے اطمینان کی خاطر اور دوستوں کے یقین کی پختگی کے لیے اس طور پر اظہار کر دیا کرتے تھے کہ اس طرح وہ سعی و کوشش کے ذریعہ اس درجۂ بلند تک پہنچ جائیں ان کا یہ بیان اور احوالِ اظہار خود نمائی اور سخن طرازی کیلئے نہیں ہوتا تھا۔

---

[1] اصل الفاظ یہ ہیں: تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبَّىٰ بِهَا أَطْفَالُ الطَّرِيقَةِ۔

لطیفہ ۶

شیخ ہونے کی اہلیت، اقتداء کی شرائط، مرشد و مرید کے آداب

(در بیان اہلیت شیخ و شرائط اقتداء و آداب مرشد و مسترشد)

قال الاشرف : ان یکون الشیخ عارفاً باحوال المرید وعالماً بعلوم التجرید والتفرید الخ

حضرت سید اشرف قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ضروری ہے کہ شیخ مرید کے احوال سے واقف ہو۔ ترک دنیا اور تنہائی کے علوم کا عالم ہو، (عالماً بعلوم التجرید والتفرید) تاکہ اس کی خیر خواہی کرسکے اور مرید کو راہ راست دکھاسکے اس کے حال کے مناسب۔ اس کو اس راہ کے خطرات اور فسادات سے آگاہ کرسکے۔ اگر شیخ ان اوصاف مذکورہ سے متصف نہیں ہوگا تو اس کی پیروی کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے اور ان سے کلاہ حاصل کرنا کس طرح روا ہو سکتا ہے۔"

اے عزیز! (اللہ تعالے تیرے باطن میں حقیقتِ وصال کو ثابت کرے اور تجھے اپنی محبت کی شراب صبح و شام پینے والوں میں شامل فرمائے) اس راہ (طریقت) کے طالب اور اس گروہ کے محب اس راہ پر تیز قدم رکھنے والے اور میدانِ تحقیق میں اپنے گھوڑوں کو تیز دوڑانے والے" اللہ تعالے روزِ قیامت تک ان کی کثرت فرماتے اور ان کو مقامِ رفیع پر پہنچاتے" اولیاء اللہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بلند مقام پر بزرگوں کے قافلوں کے پیشوا اور اولیا کے طائفوں کے مقتدا یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ظاہری اور باطنی، قولی، فعلی، اعتقادی اور حالی پیروی کے بغیر نہیں پہنچے ہیں (اور نہ پہنچ سکتے ہیں) اور جو کوئی گمراہ کرنے والے نفس کی تاریکیوں میں پھنسا ہوا ہے اور باطل کے پھندوں میں گرفتار ہے اور طبیعت کے سب سے نچلے درجہ کی خواہشات میں مقید ہے اور گمراہی و ضلالت میں اسیر ہے اور اخلاق ناپسندیدہ میں مبتلا ہے تو اگر ایسا شخص صاحب علم ہے اور وہ اپنے علم کے مقتضا کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے اور بشرط علم جمیع اوقات و احوال میں شریعت کی پیروی نہیں کرتا ہے تو وہ کبھی بھی بلند درجہ اور معارف ربانی کے اعلیٰ مقامات اور عرفان کی صداقت تک نہیں پہنچ سکتا اور معرفتِ الٰہی کے شیریں پانی کو جو ظلماتِ طبیعت انسانی میں آبحیات کی طرح ہے نہیں پی سکتا اور اس کی شیرینی سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا اور اپنے ایقان و ایمان کو شراب وجدان کا شیریں جام نہیں پلا سکتا ہے (ایقان و ایمان و وجدان سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا) جیسا کہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا[1] (اور ان کا پروردگار انہیں پاکیزہ شراب پلائیگا) وہ اس ارشاد کا مصداق نہیں بن سکتے ان کو یہ شراب میسر نہیں آسکتی اور جنت کے باغات کی ہوائے

---

[1] پ ۲۹ الدھر ۲۱۔

سے وہ خوشبو نہیں حاصل کر سکتے۔ جس کے بارے میں ارشاد ہے مِنْ تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ (تسنیم سے جو ایک چشمہ ہے مقرب بندے پئیں گے) ان کے مشام جاں محروم رہیں گے۔ یہ لوگ گلشن مراد میں پہنچ کر گل مقصود نہیں چن سکیں گے اور ضلالت، گمراہی اور جہالت کے میدان میں یونہی سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ پس اس طریق کے طالب (صوفی و سالک) کو چاہیئے کہ اپنی پوری ہمت اور توجہ اس طرف (متابعت شریعت پر) مبذول رکھے۔ جان و دل کے ساتھ اتباع شریعت میں کوشاں رہے ایک لمحہ کے لیے بھی اس راہ میں آرام نہ کرے اور شریعت کی راہ میں درست ایمان اور یقین کامل کے ساتھ صدق و صفا کا قدم رکھے اگر ایسا نہیں کرے گا تو نتیجہ یہ ہو گا کہ صحرائے گمراہی میں مارا مارا پھرتا رہے گا قطعہ

خلافِ پیغمبر کسی رہ گزید ۔۔۔ چلا راستہ جو خلاف نبی
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید ۔۔۔ تو ہرگز نہ پہنچا وہ منزل کبھی
کسانیکہ زین راہ برگشتہ اند ۔۔۔ نبی کی اطاعت سے جو ہیں پھرے
برفتند و بسیار سرگشتہ اند ۔۔۔ پریشان و برگشتہ آخر رہے

مُراد اور مُرید کے معانی

حضرت درِّ یتیم نے بصد تکریم قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ ارباب تصوف لفظ مراد و مرید کے کیا معنی مراد لیتے ہیں (تصوف کی اصطلاح میں ان الفاظ کے کیا معنی ہیں) حضرت نے فرمایا کہ ان الفاظ کا اطلاق دو معانی پر کیا گیا ہے اولاً مقتدی و مقتدا دوم محب و محبوب پھر مرید کے معانی حسبِ موقع ان شاء اللہ بیان کیے جائیں گے۔ البتہ مراد کے معانی بیان کیے جاتے ہیں ان کو سمع اعتقاد سے سننا چاہیئے معنی اول تو یہ ہیں کہ قوتِ ولایت الٰہی اور اس کی نامتناہی عنایت کا جذبہ اس کے تصرف میں اس درجہ پر ہو (وہ اس پر اس قدر تصرف رکھتا ہو) کہ بستر ضلالت کے مریضوں اور جہالت میں گرفتار بیماروں کا علاج کر سکے اور ایسے لوگوں کی استعداد اور قبول ہدایت کی اہلیت کا اختلاف اس کی نظر میں ہو اور ارشاد و معاملات کے تمام راستوں پر گہری نظر رکھتا ہو۔ (مریدوں کے اختلاف استعداد اور راہِ ہدایت پر رہنمائی کے متعدد طریقوں سے کماحقہ اس کو واقفیت ہو) ایسا شخص ،، سالک مجذوب ،، ہوتا ہے یعنی پہلے تو اس نے صفات نفسانی کے تمام ہلاکت خیز مقامات کو قدم سلوک سے طے کر لیا ہو اور پاکیزہ جذبات کی مدد سے اور واردات و کیفیات ربانی کے مدت مدید تک جاری رکھنے کے نتیجہ میں (واردات و کیفیات کی مداومت سے) وہ مدارج قلبی و روحانی کی بلندیوں کو عبور کر کے کشف و یقین کے عالم میں پہنچ گیا ہو۔ انوارِ حقائق کا مشاہدہ اور اسرارِ دقائق کا معائنہ اس کی منزل بن گیا ہو (اس کی نظر انوارِ حقائق کا مشاہدہ کر رہی ہو اور اسرار الٰہی کے دقائق اس کے معائنہ میں ہوں یہی سالک مجذوب ہے) اور مجذوب سالک وہ ہے کہ اولاً امداد الٰہی کی قوت اور جذبات کی اعانت سے اس نے مقامات کی بساط کو طے کر لیا ہو اور عالمِ کشف و عیان میں پہنچ گیا ہو۔ اس مقام پر پہنچ

ؔ پ ۳۰ المطففین ۲۷ - ۲۸

جاننے کے بعد (معرفت اور قربت کے) ان تمام منازل اور مراحل کو قدم سلوک سے (سلوک کے طریقہ سے ان مراحل سے گزرا ہو) اور حقیقت حال کو صورت عالم میں دوبارہ پایا ہو (یہ مجذوب سالک ہے) پیری و پیشوائی کا مرتبہ بس انہی دو اصحاب کے لیے مسلم ہے۔ (سالک مجذوب یا مجذوب سالک) اور بس۔

ابیات

سالک مجذوب و مجذوب سلوک	سالکِ مجذوب و مجذوبِ سلوک
بر سریر مقتدائی دو ملوک	اقتدا کے تخت پر ہیں دو سلوک
آنکہ باشد سالک و مجذوب بس	جو کہ سالک یا فقط مجذوب ہو
رہنمائی را نگفتہ ہیچ کس	رہنما اس کو کبھی تم مت کہو
لیک ز انفاس شریف این دو شیر	پشت پر ہو ذات پاک ہر دو شیر
میشود روباہ بر ضیغم دلیر	لومڑی ہو جائے شیروں پہ دلیر

سالک ابتر و مجذوب ابتر (یہ خیال رہے کہ سالک ابتر اور مجذوب ابتر بھی ہوتے ہیں) سالک ابتر وہ ہے کہ جو ابھی تک مجاہدہ کی تنگیوں سے نکل کر مشاہدہ کی صفائی تک نہیں پہنچا ہو اور مجذوب ابتر وہ ہے کہ جس نے ابھی سیر و سلوک کی باریکیوں اور درجات و مقامات درویشی کی حقیقتوں و خطرات و تدابیر دفاع سے آگاہی نہیں پائی ہو ان دو شخصوں میں سے کوئی بھی اقتدائی اور شیوخت کا استحقاق نہیں رکھتا (شیخ نہیں بن سکتا)، اس کا سبب یہ ہے کہ مرید کی استعداد و قابلیت میں تصرف کا اختیار قانونِ طریقت کے موافق ان کے سپرد نہیں ہوا وہ جو تصرف کرتے ہیں درحقیقت اس کی خرابیاں اس کی خوبیوں سے زیادہ ہوتی ہیں ؎

بیت

ہر تدادی را کہ ایشان می کنند	کرتے رہتے ہیں وہ جس دل کی دوا
آن عمارت نیست ویران می کنند	ہو گیا ویران نہیں کچھ بھی بنا

مرید میں استعداد کمال مرید میں استعداد کمال کی مثال انڈے کی سی ہے کہ اس میں اڑنے کی استعداد موجود ہوتی ہے اور اگر ایسا انڈہ ایک بالغ مرغ کی حمایت و تاثیر ہمت اور تصرف میں آجائے کہ جس میں قوت توالد و تفریخ کا ہیجان موجود ہو اور ایک عرصہ تک اس کے روحانی تصرفات اور کمال پرواز کے خواص اس کے اندر نفوذ کر جائیں تو آخرکار اس بیضہ سے بیضگی کا لباس اتار لیا جاتا ہے (بیضہ میں پرندہ پرورش پانے لگتا ہے) اور پھر وہی مرغ بالغ اس کو کمال استعداد تک پہنچا دیتا ہے یعنی بیضہ مرغ میں پرورش پانے والے پرندہ میں اڑان کی جس قدر استعداد ہوتی ہے یہ صیانت اس کمال تک اس کو پہنچا دیتی ہے۔ اگر ایک بیضہ کو کسی ایسے مرغ کے تصرف و صیانت میں دے دیا جائے جو ابھی تک بلوغ و تفریخ کے مرتبہ تک نہیں پہنچا ہے اور صیانت کی یہ مدت پوری بھی ہو جائے پھر بھی اس بیضہ میں اڑان

کی جو استعداد تھی وہ فاسد ہو جائے گی اور پھر اس کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔
اسی طرح اگر ایک مرید اپنے وجود کو ایسے شیخ کے تصرّف میں دے دیتا ہے جو مرتبہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور سیر و طیر و سلوک و جذبہ کے مراتب حاصل کر چکا ہے (یہ سب مراتب و اوصاف اس کی ذات میں موجود ہیں) تو پھر اس کے وجود کے بیضہ سے مرغ حقیقت (جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے) باہر نکل کر ہُویّتِ ذات کی فضا میں اڑنے لگتا ہے اور فیض رسانی کا مرتبہ بھی اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔
اگر مرید کسی سالک ابتر یا مجذوب ابتر کے تصرّف میں ہو گیا (اس کو اپنا شیخ بنالیا) تو پھر کمالِ انسانیت کی جو استعداد اس کے اندر موجود تھی وہ فاسد ہو جاتی ہے۔ وہ انسانیت کے مقام اور کمال کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتا جس طرح کہ دنیا میں حکمت بالغہ اور خداوندی سنت جاریہ کا مقتضیٰ ہے کہ توالد و تناسل اور طرح طرح کی صورت کا بقا پایا نہیں جاتا مگر بعد مرد و عورت کے تعلقِ زوجیت کے ذریعہ اور ان کے درمیان تاثیر و اثر پذیری بواسطۂ شہوت قائم ہے۔ اسی طرح عالم معنے میں بھی حقیقت آدمی جو عبودیت محض کا نام ہے مرید و مراد کے رابطۂ محبت اور مراد (شیخ) کے تصرفات کو قبول کرنے کی ہی صورت میں وجود میں آسکتی ہے۔ اسی کا نام طریقت میں ولادت ثانیہ ہے کہ اکابر صوفیہ اور اہل مکاشفہ کے ارشادات اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ فرماتے ہیں۔ من لم یولد مرتین لم یلج ملکوت السمٰوٰت والارض (جو دوبارہ پیدا نہیں ہوا وہ آسمانوں اور زمین کی حکومت میں داخل نہ ہوا)

رباعی

چون دو بار است شرط زائیدن	جب ولادت کو چاہیئے دو بار
یک ز مادر دگر ز صلب پدر	ماں سے، اپنے بدن سے اے ہشیار
یک بزادن درین جہان غرور	ایک کا گھر یہی جہان غرور
یک شدن زین ظلام تن سوئے نور	دوسرے کا محل ہے عالم نور

ہر چند کہ بغیر باپ کے بھی فرزند کا وجود قدرت الٰہی میں ممکن ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے) لیکن حکمت ظاہر کے اعتبار سے ناممکن ہے۔ اسی طرح بے پدر (بے شیخ) مجذوبوں کی ولادت بھی آفات کا سبب ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت (بے پدر) عالم ناسوت و ملکوت میں بعض نصاریٰ کی ضلالت اور گمراہی کا سبب بنی تھی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا اور گمراہ ہوتے اسی طرح ایک ایسا مجذوب جو شیوخت اور ارشاد کی راہ میں کامل و مکمل نہیں ہے صاحب کشف بن جاتے تو دوسرے اس کے سبب سے آفات کی ترفع سے محفوظ و مامون نہیں ہو سکتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلسلہ اویسیہ والوں کے احوال کا قیاس ان بے پیر مجذوبوں

پر نہیں کرنا چاہیئے کہ ان (اویسی حضرات) کی روحانی تربیت کے مربّی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں یا کوئی اور بزرگِ دین روحانی طور پر ان کی تربیت فرماتا ہے۔ ان حضرات کے مقامات کا بیان انشاء اللہ حسب موقع آئندہ کیا جائے گا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ جب کسی طالب سالک کے دل میں جذبۂ طلب پیدا ہو تو اس کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان دو بزرگواروں یعنی سالک مجذوب یا مجذوب سالک میں سے کسی ایک کا دامن پکڑے اور اس کی متابعت دل وجان کے ساتھ قولاً، فعلاً اور حالاً بجا لائے۔ اگر سلوک کی راہ میں اس کو کسی ذکرِ عظیم اور کسی بلند مقام سے گزرنا پڑے کوئی مقامِ بلند اس کے سامنے آئے تو ضرور ضرور اپنا نگران رہے، اور کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے بڑائی اور انانیت کا اظہار ہوتا ہے اس لیے کہ بہت سے اہل اللہ اور طریقت کی راہ پر چلنے والے محض اسی کی بدولت قرب الٰہی اور وصول الی اللہ کی منزل سے دور رہ گئے ہیں۔ خواہ سالک نے اس راہ کی کتنی ہی منزلیں کیوں نہ طے کر لی ہوں۔ اور بارگاہ الٰہی کے راستے کے منازل سے گزر گیا ہو لیکن وہ شیخ (کی رہبری) کا پھر بھی محتاج ہے اور کسی حال میں بھی اس سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہوتا۔

شیخ مجدالدین کی محرومی

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان کیا کہ شیخ مجدالدین بغدادی چند درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سکر کی کیفیت ان پر طاری ہوئی اسی عالمِ سکر میں انہوں نے کہا کہ "ہم بیضۂ بط تھے اور ہمارے مرشد شیخ نجم الدین کبریٰ ایک مرغ تھے انہوں نے اپنی تربیت کے پروبال کے نیچے ہم کو لے لیا (ہماری صیانت کی) ہم پھر اس انڈہ سے نکل آئے چونکہ ہم بیضۂ بط تھے انڈہ سے نکل کر دریا میں پہنچ کر تیرنے لگے اور ہمارے شیخ اسی طرح دریا کے کنارے کھڑے رہے (ان میں ہماری طرح تیرنے کی استعداد نہیں تھی) شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ اپنے اس مرید کے قول سے اپنی فراست کے نور سے آگاہ ہو گئے (ان پر یہ قول کشف ہو گیا) اسی وقت ان کی زبان سے یہ بد دعا نکلی کہ الٰہی! اس کی موت دریا میں واقع ہو۔ شیخ مجدالدین کے کانوں تک یہ آواز پہنچ گئی۔ لرز گئے اور روتے پیٹتے شیخ سعدالدین حموی کے پاس پہنچے۔ شیخ سعدالدین حموی۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔ شیخ مجدالدین بغدادی ان کے پاس پہنچ کر بہت روئے پیٹے اور کہا کہ آپ شیخ سے میری خطا معاف کرا دیں انہوں نے کہا کہ اچھا جس روز شیخ خوش حال ہوں اس وقت تم مجھے خبر کرنا میں تمہارے قصور کی معافی کے لیے کوشش کروں گا۔ ایک دن سماع میں شیخ خوش حال تھے اس وقت شیخ مجدالدین بغدادی نے شیخ سعدالدین کو خبر کی کہ اس وقت موقع ہے۔ شیخ مجدالدین برہنہ پا ایک طشت آگ سے بھرا ہوا سر پر رکھ کر ان کی جوتیوں کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ چونکہ تم درویشوں کے طریقہ پر اپنی پریشان گوئی کی عذر خواہی کے لیے آئے ہو لہٰذا تمہارا ایمان اور دین تو سلامت رہے گا لیکن تمہارا سر ضرور جائے گا (تم نے اپنا دین اور ایمان تو بچا لیا) اور تمہاری موت دریا میں واقع ہو گی۔ ہمارا بھی سر جائے گا اور ملک خوارزم کے بہت سے سرداروں

کے سر تمہارے سر کے ساتھ قلم ہوں گے دنیا تہہ و بالا ہو جائے گی۔ یہ سن کر شیخ مجدالدین بغدادی شیخ نجم الدین کبری کے پاؤں پر گر پڑے اور دین و ایمان کی سلامتی کے مژدہ کے باعث اپنی موت کا غم بھول گئے۔

مثنوی

ازان مژدہ شیخ عالی قدر	سنا مژدہ شیخ عالی قدر
نبودش ہمانا غم جان و سر	نہیں رہ گیا پھر غم جان و سر
کہ گر دین و ایمان سلامت بود	اگر دین و ایمان رہے با امان
اگر جان رود از غرامت بود	تو پرواہ کیا ہے نکل جائے جان

تھوڑے زمانہ کے بعد شیخ کی بات ظہور میں آئی۔ شیخ مجدالدین خوارزم میں وعظ فرمایا کرتے تھے اور سلطان کی ماں بڑی خوبصورت عورت تھی مصرعہ

جمالی گرو بردازآفتاب	مقابل نہ تھا حسن میں آفتاب

شیخ مجددین کے وعظ میں آیا کرتی تھی اور کبھی شیخ کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھی دشمن لوگ موقع کی تلاش میں تھے یہاں تک کہ ایک رات جب بادشاہ بے حد مست تھا سب نے عرض کیا کہ تیری ماں نے مذہب امام ابوحنیفہ کے موافق شیخ مجدالدین سے نکاح کر لیا ہے۔ سلطان اس بات کو سن کر رنجیدہ ہوا حکم دیا کہ شیخ کو دریائے دجلہ میں ڈال دو سب نے ڈال دیا ؎

مثنوی

زہی ناخدا ترس سر باختہ	عجب ہے نڈر اور خبطی مثال
کہ گوہر بدریا دراند اختہ	کہ موتی دیا جا کے دریا میں ڈال
دری کان بود صد جہانرا خراج	وہ موتی جو سو دنیا کا تھا خراج
بہ بحر افگند میرود تخت و تاج	ڈبویا الٰہی مٹے تخت و تاج

یہ خبر شیخ نجم الدین کو پہنچی تو حالت غیر ہو گئی اور فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۰ لوگوں نے فرزند مجدالدین کو پانی میں ڈال دیا اور وہ انتقال کر گئے ؎

ابیات

دُری را کہ پرورده بودم بجان	وہ دُر تھا جو پروردۂ روح و جان
شده گوش آرائے اہل جہان	جو تھا زینت گوش اہل جہان
چہ بوده کہ دراب انداختند	ہوا کیا جو ڈالا اُسے زیر آب
گران گوہری را سبک ساختند	بھلا قیمتی دُر کیا کیوں خراب

ولیکن چہ افسوس از رفتہ کار
گذشتہ کا صدمہ ہے لیکن جنوں
گناہ من آمد نہ از روزگار
خطا میری ہے شکوہ کس کا کروں

پھر سر کو سجدہ میں رکھدیا اور ایک عرصہ تک سجدے میں رہے پھر سر کو سجدے سے اٹھایا اور فرمایا حضرت عزت جل جلالہ میں میں نے عرض کیا تا کہ فرزند کے بدلہ میں سلطان محمود سے ملک لے لیا جائے اس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا لوگوں نے سلطان کو اس واقعہ کی خبر دی وہ اپنے فعل پر بہت نادم ہوا اور پیادہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سونے سے بھرا ہوا ایک طشت جس پر کفن اور ایک تلوار رکھی ہوئی تھی، لے کر شیخ کے سامنے آیا اور ننگے سر جوتا اتارنے کی جگہ پر کھڑے ہو کر اس نے عرض کیا کہ اگر آپ خون بہا چاہتے ہیں تو یہ سونا موجود ہے اور اگر آپ کو قصاص درکار ہے تو یہ تلوار ہے اور میرا سر موجود ہے شیخ نے جواب میں فرمایا۔

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا [1] یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

شیخ مجد الدین کا خونبہا تمہارا سارا ملک ہوگا۔ تمہارا سر بھی جائے گا اور میرا سر بھی اس کے علاوہ بہت سی مخلوق کے سر بھی کاٹے جائیں گے۔ یہ سن کر سلطان محمود مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی چنگیز خاں نے خروج کیا اور پھر جو کچھ گزرنا تھا وہ گزرا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن قوال نے شیخ نجم الدین کی مجلس میں یہ بیت پڑھی ؎

بیت

خوش یافتہ اند در ازل جامۂ عشق
پایا ہے ازل میں خوب یہ جامۂ عشق
گریک خط سبز بر کنارش بودی
گر اک خط سبز اس کے کنارے ہوتا

یہ شعر سن کر شیخ نے اپنی داڑھی پکڑ کر اوپر اٹھائی اور ہاتھ تلوار کی طرح اپنی گردن پر رکھ کر یہ مصرعہ پڑھا ؏

گریک خط سبز بر کنارش بودی
گر اک خط سبز اس کے کنارے ہوتا

گویا یہ اپنی شہادت کی طرف ان کا اشارہ تھا اس کے بعد شیخ نے یہ رباعی پڑھی ؎

رباعی

در بحر محیط غوطہ خواہم خوردن
ہوں گا میں سمندر میں بھی اب غوطہ زن
یا غرق شدن یا گہری آوردن
یا ڈوبوں گا یا لاؤں گا موتی روشن
کاری تو مخاطرہ است خواہم کردن
خطرہ ہے ترا کام کروں گا لیکن
یا سرخ کنم روئی زنو یا گردن
ہوں سرخرو یا لال کروں گا گردن

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۵۸

تربیتِ سالک کی مثال حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اکابر صوفیہ نے فرمایا ہے کہ سالک کی تربیت مثل اس انڈے کی طرح ہے جو مرشد کی تربیت و ارشاد کے تحت پرورش پا رہا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس تربیت کے زمانہ میں مرید کے دل میں شیخ کی نسبت کسی قسم کا انکار پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ انڈہ گندا ہو جاتا ہے اس گندے انڈہ کو خواہ دنیا کے کسی سالک یا مشائخ عالم میں سے کسی شیخ کی تربیت کے پروں کے نیچے (صیانت) میں رکھ دیا جائے اس کی پرورش نہیں ہو سکتی۔ (اور نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا)۔

اس موقع پر حضرت شیخ اصیل الدین سپیدؒ باز نے کہا کہ حضرت قدوۃ الکبرا کا پیر علی نامی ایک مرید تھا (یہ شخص ہزارہ کا رہنے والا تھا) اور منازل سلوک طے کرنے میں مصروف تھا۔ بہت سے عالی مقامات اور بلند منزلوں کو عبور کر چکا تھا۔ لیکن ابھی تک اپنی منزل (بسر حد اعیان ثابتہ) مقصود تک نہیں پہنچا تھا اور نور الانوار تک اس کا انجام کار نہیں ہوا تھا (نور الانوار کے مرکز تک رسائی نہیں ہوئی تھی) ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کی نسبت اس کے دل میں کچھ تردد پیدا ہوا جس سے اس کے اعتقاد میں کچھ تنزّل اور اطاعت و انقیاد میں کچھ کمی واقع ہوئی اور بعض بے ادبانہ امور اس سے ظہور میں آئے۔ ایک شخص نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی بے ادبیوں کا ذکر کیا۔ حضرت شیخ نے یہ سن کر فرمایا کہ وہ ہمارے بزرگ خانوادہ اور قدیم سلسلہ سے راندہ ہے بس اتنا کرو کہ اس کو اس دائرہ سے نکال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا جب کبھی جلال کے عالم میں ہوتے تھے تو آپ میں رنج و ملال کے آثار پیدا ہوتے تھے تو اس وقت کسی کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے حضور میں حاضر ہو سکے ؎

شعر

چو شمع جلالش زند شعلۂ	اگر شعلہ زن ہو چراغ جلال
بسوزد چو پروانہ صد قلّۂ	پہاڑوں کی چوٹی ہوں آتش مثال

جب پیر علی ہزاروی کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ کے بعض مریدوں سے یہ التجا کی کہ اس پناہ عالم کی درگاہ میں میری سفارش کر کے تصور معاف کرا دیں۔ احباب نے ہر چند کوشش کی لیکن آپ کی کدورت دور نہیں ہوتی۔ آخر کار مجبور ہو کر اس نے سفر کا ارادہ کیا اور ہمدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب ہمدان میں پیر علی حضرت میر علی ہمدانیؒ کی خدمت میں پہنچا اور تمام حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو دروازہ فرزند عزیز سید اشرف جہانگیر نے بند کر دیا ہے اس کو ہم نہیں کھول سکتے جب پیر علی کو یہاں بھی کامیابی نہیں ہوئی تو ہمدان سے مکۂ معظمہ کا رخ کیا۔ بہت سی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی کی خدمت میں پہنچا (جو مکۂ معظمہ میں مقیم تھے)۔ یہاں بہت کوشش کے بعد شیخ نجم الدین اصفہانی سے مقصد برآری کا طالب ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے مردود جس دروازے کو میرے بھائی سید اشرف جہانگیر نے بند کر دیا ہے میں اسے نہیں کھول سکتا بلکہ آج روئے زمین پر کوئی نہیں ہے جو ان کے سامنے کھڑا ہو سکے ؎

کسی امروز در روئے زمین نیست — نہیں روئے زمیں پر آج کوئی
کہ پہلو بر زند باوی بتوقیر — جو ہو ان کے مقابل یہ ہے توفیر
نیارد سر برآورد ن بہمت — نہیں ہمت نکالے سر کو اس سے
کس از زیر کمند آن جہانگیر — کوئی ہے یہ کمند شہ جہانگیر

حضرت قدوۃ الکبرا غلبۂ حال ومستی وصدمہ ووجد وتحیرمیں اس قسم کے اشعار اپنے اور دوسروں کے پڑھا کرتے تھے ؎

رباعی

ہر دو عالم را بہ ہیچم سر نہد در پائی من — دونوں عالم گر لپیٹوں سب ہیں میرے زیر پا
عرش وکرسی قطرہ باشد در دلِ دریائی من — عرش وکرسی قطرہ ہے اور بحر ہے یہ دل مرا
بلکہ از غیب وشہادت غیر ذات مطلقش — ذات مطلق کے سوا غیب شہادت سب کا سب
قطرۂ نم آمدہ بر سبزۂ صحرائی من — سبزۂ صحرا پہ میرے قطرۂ تر ہوگیا

اور حضرت شیخ روزبہان کی رباعی بھی اکثر اوقات پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا خوب فرمایا ہے ؎

رباعی

آنم کہ جہان چو حقہ مشت منست — وہ ہوں کہ جہان ہے حقہ مشت مرا
این قوت حق نہ قوت پشت منست — ہے قوت حق نہ دبدبۂ پشت مرا
این کون و مکان ہر چہ درین عالم ہست — یہ کون ومکاں جو بھی ہے عالم میں وہ ہے
در قبضۂ قدرت دو انگشت منست — مقبوضۂ قدرتِ دو انگشت مرا

جس وقت کہ شیخ روزبہان بقلی کا ذکر ہوتا تھا تو عجیب وغریب حالتِ وجد حضرت قدوۃ الکبرا پر ہوجاتا اور فرماتے تھے کہ سبحان اللہ مرد ایسا ہونا چاہیئے جس طرح کہ روزبہان کوہ قاف وحدت کے عنقا اور ہوائے احدیت کے ہما تھے۔ ہم انہیں کی بدولت سربلند ہوئے اور ان کی مذکورہ رباعی کے پڑھنے میں چہرہ مبارک وپیشانی مقدس میں پورا تغیر پایا جاتا تھا اور ان کے اس قطعہ کو بھی پڑھتے تھے ؎ قطعہ

درین زمانہ منم قائد صراط اللہ — میں اس زمانہ میں ہوں ہادئ صراط خدا
زحد خاور تا آستانۂ اقصیٰ — حدود شرق سے لے تا بمغرب اقصیٰ
روندگان معارف مرا کجا بینند — کہاں سے دیکھ سکے مجھکو رہروِ عرفاں
کہ ہست منزل جانم بہ ماورائی ورا — کہ ہے مقام مرا ان کی منزلوں سے جدا

اور حضرت قدوۃ الکبرا اور دوسرے مشائخ کے شطحیات کا ترجمہ اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا

چند مشائخ کے توسط سے تکمیل سلوک

حضرت کبیر نے تختِ سلطنت ولایت ومملکت وہدایت کے حضور عرض کیا کہ متعدد بزرگوں سے سلوک کی تکمیل کسطرح

ہوتی ہے فرمایا اگر طالب صادق وسالک واثق کا مرغ استعداد وطائر قابلیت بلند پرواز واقع ہوا ہو تو اس کے پیر کو چاہیئے کہ اس کو دوسرے شیخ کے سپرد کر دے جو حصول مقامات و وصول مرادات میں اس سے زیادہ بلند پایہ و مقرب ہو۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو معلوم ہوا کہ اس نے رہنمائی کا منصب امرالٰہی کے سبب اختیار نہیں کیا ہوا ہے بلکہ اپنی جاہ طلبی کے لئے اس کام کو اختیار کیا ہے اور جناب شیخ کی ملازمت ترک کر دینی نہایت برا ہے لیکن اگر حضرت شیخ اس کے گھر سے بہت دور ہوں یا کاروانسرائے آخرت کو کوچ کر چکے ہوں تو ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے بزرگ کے دامن کو چنگل سے تھامے جس کا سلوک ختم ہو چکا ہو اور وہ مرید کو انتہا تک پہنچا دے اور یہ مقصد برآری و خدارسی خواہ ایک شیخ سے حاصل ہو یا دو تین شیخ سے میسر آوے لیکن جو ایک ہی شیخ سے سلوک ختم کئے ہو وہ دوسری لطافت و پاکیزگی رکھتا ہے ؎

شعر

غلام ہمتم آن سالکی را — میں اس سالک کی ہمت کا ہوں خادم
کہ در ہردو جہان گیرد یکی را — کہ جس کا ہے جہاں میں ایک منعم

ایک کتاب ایک استاد کہنے سے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

قریب قریب فرماتے تھے کہ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی بیان کرتے تھے کہ جب شیخ نجم الدین کبریٰ ہمدان گئے اور حدیث کی سند حاصل کی اور سنا کہ اسکندریہ میں ایک بڑے محدث بافیض ہیں وہاں سے بھی اسکندریہ روانہ ہو گئے اور اُن سے بھی سند حاصل کی لوٹتے وقت ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت رسالت سے عرض کیا یا رسولؐ اللہ مجھکو کوئی کنیت عطا فرمائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوالجناب عرض کیا کہ نون کو تشدید یا تخفیف ؟ فرمایا تخفیف نہیں بلکہ تشدید۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اجتناب کے معنی ان پر روشن ہوئے کہ دنیا سے پرہیز کرنا چاہیئے مجرد ہو گئے اور پیر کی تلاش اختیار کی جہاں پہنچتے تھے ارادت درست نہ کرتے، کیونکہ عالم تھے کسی کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاتے تھے جب ملک خراسان میں قصبہ اتویل میں آئے تو بیمار ہو گئے کوئی انہیں جگہ نہیں دیتا تھا جہاں اتریں آخر تنگ آ گئے کسی سے پوچھا کہ اس شہر میں کوئی مسلمان ایسا ہے کہ مسافر و بیمار لوگوں کو ٹھکانا دے تاکہ میں کچھ دن وہاں آرام کروں۔ اس نے کہا کہ یہاں ایک خانقاہ ہے اور ایک پیر صاحب ہیں اگر وہاں جاؤ تو تمہاری خدمت کریں گے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے اس نے کہا شیخ اسمٰعیل قصری۔ شیخ نجم الدین وہاں گئے ان کو شیخ نے جگہ دی۔ درویشوں کے سامنے والے دالان میں وہ ٹھہرے اور ان کی بیماری نے طول کھینچا اور وہ کہتے تھے کہ ان تمام بیماریوں کے باوجود مجھے کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جیسی ان لوگوں کی محفل سماع کی آوازسے تھی کیونکہ میں سماع کا سخت منکر تھا اور اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی قوت نہ تھی ایک رات کو سماع کر رہے تھے شیخ اسماعیل سماع کی گرمی سے میرے سرہانے آئے اور کہا کہ اٹھنا چاہتے ہو میں نے کہا ہاں، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گود میں لیا اور محفل کے درمیان لے گئے اور دیر تک چکر دیتے رہے اور

دیوار سے لگا کر کھڑا کر دیا۔ میں نے دل میں کہا کہ بس اب میں گرتا ہوں اور تب گرتا ہوں۔ لیکن جب میں ہوش میں آیا تو میں نے خود کو بالکل تندرست پایا۔ اور بیماری کی کوئی علامت میرے اندر موجود نہیں تھی۔ مجھے شیخ اسماعیل سے بڑی عقیدت ہو گئی۔ دوسرے دن میں ان کی خدمت میں گیا اور میں ان کا مرید ہو گیا اور ان کی خدمت میں سلوک میں مشغول ہو گیا ایک مدت میں ان کی خدمت میں رہا اور وہاں رہ کر احوال باطن سے مجھے آگاہی حاصل ہو گئی۔ علم ظاہری تو میرے پاس پہلے ہی موجود تھا۔ ایک رات مجھے یہ خیال ہوا کہ نجم الدین علم باطن تجھے حاصل ہو گیا اور تیرا علم ظاہری تیرے شیخ سے زیادہ ہے!! صبح کے وقت شیخ اسماعیل قصری نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اب تم یہاں سے جاؤ اور شیخ عمار یاسر کی خدمت میں جا کر کچھ اور حاصل کرو۔ میں سمجھ گیا کہ رات کو جو خطرہ میرے دل میں گزرا تھا شیخ کو اس کی خبر ہو گئی لیکن میں نے اس سلسلہ میں شیخ سے کچھ نہیں کہا اور میں وہاں سے روانہ ہو کر شیخ عمار یاسر کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور ایک مدت تک وہاں ٹھہرا رہا۔ ایک رات وہاں بھی ویسا ہی خیال میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ صبح کو شیخ عمار نے مجھ سے فرمایا کہ اے نجم الدین یہاں سے جاؤ اور مصر میں شیخ روزبھان بقلی کی خدمت میں پہنچو کہ وہ اپنے ایک طمانچہ سے تمہارے سر سے یہ انانیت نکال دیں گے۔ یہ حکم پا کر میں مصر کی طرف روانہ ہو گیا جب میں شیخ روزبھان کی خانقاہ میں پہنچا تو شیخ اس وقت موجود نہیں تھے اور ان کے تمام مریدین مراقبہ میں مشغول تھے۔ کسی نے بھی میری طرف توجہ نہیں کی۔ ایک اور شخص سے میں نے دریافت کیا کہ شیخ کہاں تشریف رکھتے ہیں تو اس نے بتایا کہ وہ باہر ہیں اور وضو کر رہے ہیں۔ میں باہر نکلا وہاں میں نے شیخ روزبھان کو دیکھا کہ وہ بہت تھوڑے پانی سے وضو کر رہے ہیں مجھے فوراً یہ خیال پیدا ہوا کہ شیخ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ اتنے کم پانی سے وضو جائز نہیں ہے۔ پھر یہ شیخ کس طرح بن گئے! اس عرصہ میں شیخ وضو سے فارغ ہو چکے تھے انہوں نے اپنے بھیگے ہوئے ہاتھ سے میرے منہ پر چھینٹے مارے جیسے ہی پانی میرے منہ پر پڑا میں بیخود ہو گیا اور شیخ خانقاہ کے اندر چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد میں بھی خانقاہ میں پہنچا۔ شیخ نماز تحیۃ الوضو ادا کر رہے تھے۔ میں وہاں کھڑا رہا اور اس امر کا منتظر تھا کہ شیخ سلام پھیریں تو میں ان کو سلام کروں لیکن میں اسی طرح کھڑے کھڑے ایک دوسرے عالم میں پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور سامنے دوزخ ہے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر جہنم میں ڈالا جا رہا ہے۔ اسی جگہ ایک ٹیلا ہے اور ایک شخص اس ٹیلہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ جو کوئی یہ کہہ دیتا ہے کہ میرا تعلق تو ان سے ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور باقی لوگوں کو آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ اتنی ہی دیر میں مجھے بھی پکڑ لیا گیا اور کھینچ کر اس آگ کی طرف لے جانے لگے۔ میں نے کہا میرا تعلق بھی ان سے ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد میں اس بلند ٹیلے پر چڑھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ شیخ روزبھان تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے پاس گیا اور ان کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے ایک گھونسہ میری گدی پر لگایا۔ گھونسہ اتنی زور کا تھا کہ میں اس کے صدمہ سے ان کے سامنے گر پڑا۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ اب آئندہ اہل حق کا انکار نہ کرنا۔ گرنے کے صدمہ کے باعث میری آنکھ کھل گئی میں اٹھ بیٹھا اور شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت وہ نماز ادا کر

بچے بھتے۔ میں ان کے سامنے پہنچا اور ان کے قدموں پر سر رکھ دیا اسی وقت عالم بیداری میں اسی طرح انہوں نے میری گردن پر گھونسہ مارا اور وہی الفاظ ادا کیے جو خواب کے عالم میں میں نے سنے تھے اور انانیت کی بیماری میرے دل سے بالکل جاتی رہی (خیال فاسد جو پیدا ہوتا تھا بالکل ہٹ گیا) کچھ دیر کے بعد مجھ سے فرمایا کہ شیخ عمار کی خدمت میں واپس جاؤ۔ جب میں واپس روانہ ہونے لگا تو انہوں نے شیخ عمار کو ایک مکتوب لکھا جس میں تحریر تھا "کہ تمہارے پاس جس قدر تانبہ موجود ہے اس کو میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اس کو زرِ خالص بنا کر واپس کر دوں"! ؎

قطعہ

اگر داری مسی تو ای کیمیا گر	اگر رکھتے ہو مس اے کیمیا گر
بمن بفرست کو را میکنم زر	تو بھیجو تا بنا دوں اسکو میں زر
نہ آن زری کہ اورا می فروشند	نہ وہ زر بکتا جو ہر کو بکو ہے
کہ مردم بہر اورا میخروشند	وہ زر جسکی جہاں کو جستجو ہے

یہ خط لے کر میں شیخ عمار کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرصہ دراز تک وہاں رہا۔ جب سلوک کی منزلیں طے کر لیں تو مجھے حکم دیا کہ میں خوارزم جاؤں فرمایا کہ وہاں عجب طرح کے لوگ ہیں اور اس طریقہ و مشاہدہ کے خلاف ہیں بلکہ قیامت میں دیدارِ الٰہی ہونے کے بھی منکر ہیں۔ فرمایا جاؤ اور کچھ خوف نہ کرو۔ میں خوارزم چلا آیا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے اس مسلک طریقت کو خوب پھیلایا اور بکثرت لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور مدتوں تک وہ لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہے ؎

قطعہ

در ینجا آمدہ از روی ارشاد	یہاں تشریف لائے بہرِ ارشاد
طریق افگندہ و بنیاد بنہاد	طریقِ حق کی رکھی پاک بنیاد
کہ مردم از صفای آن رسیدہ	ہوا لوگوں پہ ایسا فیضِ عرفان
بنہ در منزل وجدان کشیدہ	کہ سب نے پایا رخت ذوق و وجدان

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بعض سالکوں کے سلوک کی تکمیل چند مشائخ کی تربیت سے بھی ہوتی ہے بغیر اس کے کہ وہ اپنے پہلے شیخ سے منکر ہوئے ہوں۔ بہت سے اکابر زمانہ اور بزرگان عصر اس منزل سے گزرے ہیں (چند شیوخ کی خدمت میں رہ کر انہوں نے سلوک کی تکمیل کی ہے) چنانچہ شیخ نجم الدین کبریٰ جو مشائخ کے مقتدا اور اصحاب کمال کے پیشوا گزرے ہیں انہوں نے بھی اسی طرح منزل سلوک طے کی ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے اس سلسلہ میں اور چند ایسے مشائخ کا ذکر کیا جاتا ہے جو اصحاب تصوف کے قبلہ اور ارباب طریقت کے پیشوا گزرے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت شیخ ابوالغیث یمنی (جو صاحب مقامات عالیہ و حالات مبارکہ (انفاس صادقہ (کرامات خارقہ کے مالک تھے) کا ذکر کرتے ہیں۔

شیخ ابوالغیث ابتدائی زندگی میں ڈاکو تھے ایک روز ایک قافلہ کو لوٹنے کے لیے گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ہاتف غیب نے ندا کی یا صاحب العین علیك العین (اے قافلہ پر نظر رکھنے والے کوئی دوسرا بھی تجھے دیکھ رہا ہے)۔ یہ سنتے ہی ایک عجیب انقلاب ان کے اندر پیدا ہوا۔ فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کی اور دزدی و غارت گری چھوڑ کر شیخ ابن الافلح کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ان کی صحبت میں ان کے نفس کو پاکیزگی حاصل ہوئی اور دل نورِ معرفت سے منوّر ہو گیا۔ صدقِ ارادت ان میں پیدا ہو گیا۔ کرامات ان سے ظہور میں آنے لگیں۔

شیخ ابوالغیث کی کرامت

ایک دن شیخ کے گھر والوں نے ان سے عطر کی فرمائش کی۔ یہ عطر خریدنے کے لیے ایک عطر فروش کی دوکان پر گئے اور اس سے عطر طلب کیا۔ دوکاندار نے جواب دیا کہ میری دوکان میں کوئی عطر نہیں ہے۔ یہ سن کر شیخ ابوالغیث نے کہا تمہاری دوکان میں بالکل عطر نہیں رہے گا۔ فوراً جس قدر عطر اس کی دوکان میں تھا غائب ہو گیا۔ عطار نے ان کی شکایت شیخ ابن الافلح سے کر دی۔ شیخ نے ان کو طلب کیا۔ اور چونکہ انہوں نے کرامت کا اظہار کیا تھا اس خطا پر ان کو سزا دی اور فرمایا کہ دو شیر ایک جنگل میں نہیں ہونے چاہئیں، ہماری صحبت سے دور ہو۔ ہر چند کہ ابوالغیث نے معذرت کی اور باوجود الحاح و زاری کے شیخ نے ان کو اپنی صحبت میں رہنے کی اجازت نہیں دی۔ شیخ ابوالغیث یہاں سے دوسرے شیخ کی طلب میں نکلے تاکہ اس کی صحبت سے نفع اندوزی کر سکیں۔ لیکن جس شیخ کی خدمت میں بھی جاتے وہ انکو اپنی صحبت میں رکھنے سے انکار کر دیتا یہاں تک کہ شیخ کبیر ابدال کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت دے دی ان کی خدمت میں جب شیخ پہنچے تب انہوں نے فرمایا کہ یہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا میں ایک قطرہ تھا جو یہاں آکر دریا میں مل گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اسی طرح کا معاملہ مولانا فخرالدین گورستانی کے ساتھ پیش آیا جو علوم ظاہری کی تحصیل کر چکے تھے لیکن ہمیشہ ان کے دل میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ سلوک کی تعلیم بھی حاصل کرنی چاہیئے مصر کے ایک مدرسہ کے دارالاقامہ میں رہتے تھے اور اپنے مطالعہ میں وقت گزارتے تھے ایک روز پڑھنے سے دل اچاٹ ہو گیا۔ سکون خاطر کے لیے حجرہ سے باہر آئے۔ سلوک اور معرفت کے حصول کی پرانی آرزو دل میں پھر پیدا ہوتی۔ اپنے دل میں کہنے لگے کہ آخر ایک نہ ایک دن تو یہ ہونا ہی تھا۔ پس آج کا دن وہی دن ہے (جو میری آرزو تھی) لہٰذا وہ گھر لوٹ کر نہیں گئے ان کی کتابیں اور دوسرا ساز و سامان اسی طرح کھلے ہوئے گھر میں پڑا رہا اور یہ سیدھے حضرت شیخ شبلی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت شبلی اس زمانہ میں مصر میں مسند ارشاد پر متمکن تھے۔ چنانچہ ان کی خدمت میں پہنچ کر مقاماتِ سلوک کو طے کرنے لگے۔ جب تک حضرت شیخ شبلی بقید حیات رہے ان کی صحبت میں رہے ان کے وصال کے بعد دوسرے شیخ کی تلاش میں مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس وقت شیخ محی الدین طوسی کی ہر طرف شہرت تھی۔ یہ طوس میں مقیم تھے اور حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی اولاد کبار سے تھے۔ شیخ فخرالدین طوس پہنچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن یہاں سے بھی ان کو وہ کچھ حاصل نہ ہو سکا جس کی ان کو طلب تھی

یہاں سے ناکام ہونے کے بعد ایک ویران گاؤں میں شیخ اخی علی تغلقشاہ کے فرزندوں کے پاس پہنچے یہاں بھی ان کو کچھ نہ حاصل ہو سکا شیخ اخی علی تغلقشاہ کے فرزندوں نے کہا کہ میرے والد کا ایک درویش قریہ ابردہ میں ہے اگر تم وہاں جاؤ تو تمہاری مطلب آوری ہو سکتی ہے۔ انہوں نے دل میں کہا کہ شیخ جب خود ایسا ہے تو اس کا دوسرا درویش کیا ہوگا ؟ پھر بھی بطور احتیاط وہ قریہ ابردہ میں پہنچے۔ وہاں شیخ حافظ کسی ضرورت سے دوسرے گاؤں میں گئے ہوئے تھے، اسی دوسرے گاؤں میں نور ولایت سے ان پر منکشف ہوا کہ مولانا فخرالدین ابردہ آئے ہوئے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ایک مہمان عزیز آیا ہے۔ یہاں کا کام ناتمام چھوڑ کر شیخ حافظ ابردہ واپس آ گئے جو نہی انہوں نے مولانا فخرالدین کو دیکھا تو یہ مصرع پڑھا ؎

ع یار درخانہ ‌و ما گرد جہان گردیم

یار تو گھر میں ہے میں گرد جہاں پھرتا ہوں

مولانا فخرالدین ان کی خدمت میں رہنے لگے اور جب تک شیخ حافظ زندہ رہے ان کے ساتھ کئی چلے کئے اور تعلیم پائی۔

تربیت بتدریج کرنا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے لیے ضروری ہے یہ بات کہ اطوار مقامات میں تربیت تدریجاً کرنی چاہیئے۔ جب تک اول مرحلہ میں ادنیٰ مقام پر تربیت نہ کریں اس کو اعلیٰ مقام نہ دیں۔ یعنی مرتبۂ اوّل سے مرتبۂ ثانیہ اور ثانیہ سے مرتبۂ ثالثہ، ثالثہ سے مرتبۂ رابعہ۔ اس طرح بتدریج اس کو اس کے بلین ثابتہ تک پہنچاتے۔ وہاں سے پھر نزول کرے اور ان مراتب پر بتدریج ترقی کراتے تاکہ مرید تمام مقامات کی یکے بعد دیگرے علی الترتیب سیر کر سکے۔ اس منزل پر جب پہنچ جائے تو اس کے سلوک کو جذب سے بدل دے تاکہ اسکی سیر طیر سے مجاہدہ مشاہدہ سے مغایبہ معاینہ سے بدل جائے تب خلافت عطا کرے۔ اور ان کو شیوخیت کی خلعت پہنا دے اور تصرف کا اذن و اجازت عطا فرما دے۔

اس مرتبہ کو اور منزل کو غیب و شہادت اور خدا و خلق کے درمیان مقام توسط کہا جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر بندہ کا وجود عرش الٰہی کی طرح ہو جاتا ہے کہ اس کا رخ عالم غیب کی طرف ہوتا ہے اور دوسرا رخ عالم شہادت کی طرف تاکہ اس رخ سے وہ عالم غیب سے فیض و رحمت حاصل کرے اور اس دوسرے رخ سے اس فیض کو عالم شہادت اور خلق تک پہنچاتے البتہ جو مجذوب ہیں وہ اپنے حال کی ابتدا ہی میں اپنے جذبہ کی بنا پر اس راہ کو طے کرتے ہیں وہ ایک ہی جذبہ سے اطوار مقامات کی بساط کو طے کر لیتے ہیں۔ اور وہ ایک جذبہ ہی محبان خدا کے جملہ اعمال کا حصل ہوتا ہے۔ جذبات حق کی ایک کشش دو جہاں کے اعمال کے برابر ہے (حق تعالےٰ کی کششوں میں سے صرف ایک کشش ہی جن و انس کے عمل کے برابر بن جاتی ہے)

چونکہ جملہ مقامات طریقت کی صفا ان کے حال میں مندرج ہوتی ہے اس لیے ان کی روحانیت کشف دوجہان کی فضا میں قیود مقامات سے آزاد ہوتی ہے۔ عوام کے مقام سے ان کا مقید ہونا صرف مجازاً ہوتا ہے۔ حقیقت میں نہیں ہوتا۔ ان کی سیر سے نفوس کے صفات کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے (ان میں ظلمت نفوس نہیں رہتی) ان

کے ہر مقام سے اس مقام کی مخصوص صفت کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے اس وقت ان کے نفوس کا میدان نورِ ربوبیت سے کامل طور پر منور ہو جاتا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیئے کہ گناہ و معصیت کی طرف رغبت ایک ایسی ظلمت ہے جو توبۃ النصوح کے مقام پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ دنیا سے رغبت بھی ایک ظلمت ہے یہ مقام زہد پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس اعتماد میں کمی کہ حق تعالےٰ رزق کا کفیل ہے ایک ظلمت ہے یہ مقام توکل سے زائل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح احکام کی اطاعت و بجا آوری میں طبیعت کی کراہت ایک ظلمت ہے جو رضا کے مقام پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اور ظلمات صفات کا قیاس کرنا چاہیئے (جب مرید ان مقامات پر پہنچ جاتا ہے تو ہر مقام سے متعلق صفت سے اس کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے) یہاں تک کہ نفوس کی جمیع ظلمات تمام مقامات کی سیر کے سبب سے زائل ہو جاتی ہیں۔ اور اس وقت چہرۂ یقین کا جمال تاریکیوں کے ہٹ جانے کے باعث اپنی تجلیاں دکھاتا ہے۔ لیکن بارگاہ خداوندی کے محبوب بندوں کو سلوک سے پہلے کشف حاصل ہو جانے کے سبب سے چونکہ قدم سیر سے وریاضت مقامات کے منازل طے کرنے سے پہلے ان کے وجود و باطن کا ہر رخ نورِ یقین سے روشن ہوتا ہے اور صفاتِ نفوس کی تاریکیاں ان سے نابود ہوتی ہیں لہٰذا تمام مقامات کا خلاصہ ان میں موجود ہوتا ہے اور وہ تمام ظلمتوں سے علیحدہ ہوتے ہیں رغبت کے ہوتے ہوئے زاہد و تارک ہوتے ہیں اور اسباب پر نظر رکھتے ہوئے متوکل ہوتے ہیں اور طبیعت پر گراں گذرتے ہوئے وہ راضی رہتے ہیں کیونکہ ان کا وجود حق کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ اپنے ساتھ۔ خواجہ ذوالنونؒ قدس سرہٗ نے حضرت بایزیدؒ کے پاس قاصد بھیجا اور کہا اُن سے کہنا کہ کب تک خواب ودراحت ہے قافلہ تو روانہ ہو گیا بایزیدؒ نے قاصد سے فرمایا کہ میرے بھائی سے کہنا کہ مرد وہ ہے جو رات بھر سوتا ہے پھر قافلہ سے پہلے منزل میں صبح کرتا ہے۔ خواجہ ذوالنونؒ نے جب یہ جواب سنا فرمایا ان کو مبارک ہو یہ بات ہماری حالتوں کو نہیں پہنچتی۔

محبوبِ مطلق سے مراد سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ سے نقل کرتے تھے کہ علی الاطلاق مراد و محبوب سرورِ کائنات چارہ گر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ تخلیق کا اصل مقصود حضور کا وجود پاک ہے اور ساری خلق اسی وجود کے صدقہ میں ہے۔

لولاكَ لما خلقتُ الافلاكَ — اے محبوب تم نہ ہوتے تو آسمانوں کو نہ پیدا کرتا

کسی مخلوق کو انبیا و اولیا سے محبوبیت کا لباس نہ عطا فرمایا۔ بجز حضور کو اور حضور کے فرمانبرداروں کو کیونکہ محب سے ترقی کر کے محبوب ہونا حضور کی پوری اطاعت کے بغیر غیر متصور و ناممکن ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [1] — (اے محبوب اہل کتاب سے) فرما دیجیئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالیگا۔

---

[1] پ ۳ آل عمران ۳۱

ناچار حضرت رسالت کا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں جو محب کا رتبہ رکھتے تھے اور محبوب ہونا چاہتے تھے یہ ارشاد آیا: لوکان موسیٰ حیًّا لما وسعہٗ الا اتباعی — اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو گنجائش نہیں تھی اُن کو میری اطاعت کے سوا۔

اور کوئی محبوب خواہشمند محبوبیت خدارسیدہ نہیں ہوتا مگر کسی محبوب کے وسیلہ سے کیونکہ خدا تک خدا ہی سے پہنچ سکتا ہے۔ جان لو کہ ازلی محبت حقیقت مصطفویہ کی کشش میں ایسی ہے جس طرح مقناطیس کی خاصیت لوہے کے جذب کرنے میں اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ مقناطیس نے جس طرح اپنی قوت جاذبہ اپنے مجذوب و محبوب کو بخش دی ہے کہ وہ دوسرے لوہے کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ اور جس طرح ہر جاذب کی خاصیت اپنے مجذوب میں سرایت کر جاتی ہے بالکل اسی طرح روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب و مجذوب حق ہے ہزاروں مومنین کی ارواح کی جذب کی خاصیت کو محبت قدیم کے مقناطیس سے اکتساب کر کے ہزاروں اصحاب کی ارواح کو اطراف و اکناف عالم سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق اس خاصیت جذب سے حصہ پایا اسی طرح انہوں نے تابعین کی ارواح کو اپنی طرف جذب کر لیا ان تابعین حضرات سے مشائخ و علمائے راسخ بہرہ ور ہوتے۔ ایک قرن سے دوسرے قرن اور ایک بطن سے دوسرے بطن کی جانب یہ سلسلہ جاری رہا اور اسی نہج پر پیری مریدی کا سلسلہ قائم ہوا مرید خود مراد ہو گیا۔ اور یہ سب کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت ہے۔ پس جب کسی کو ارواح مشائخ سے اتصال کی بدولت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قدس سے اتصال حاصل ہو گیا تو اس میں محبت الٰہی کی خاصیت پیدا ہو گئی اور اس طرح وہ محبوبی و مرادی کے مرتبہ پر پہنچ گیا اس لیے کہ تمام مشائخ کرام کی ارواح علی الترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح طیبہ سے پیوستہ اور متصل ہیں اسی شیخ کے واسطہ سے اس میں متابعت کا وصف اور محبت الٰہی کی خاصیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی واسطہ سے ہر مرتبہ اور ہر حال میں اس کو اس خدمت سے بہرہ وری حاصل ہوتی ہے۔

پس ہر ایسا مرید جس کی روح شیخ کامل مکمل کی روح کے ساتھ متصل ہو کر اپنے ارادہ سے آزاد ہو گئی۔ (خود اس کا ارادہ کچھ نہیں رہا) اور محبت الٰہی کی خاصیت دوسرے مشائخ سے اس کو میراث میں پہنچی ہے وہ محبوبی اور مرادی کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور دوسرے پر تصرف کرنے اور ولایت کے درجہ پر آتا ہے اور اس کے برعکس ایسا مرید جو اپنے ارادہ کی قید سے آزاد نہیں ہوا اور اس کی روح شیخ کامل و مکمل کے ساتھ وابستگی حاصل نہیں کر سکی اور دوسرے شیخ سے محبت کا خواص اس کو میراث میں نہیں ملا وہ محبوبی اور مرادی کے مرتبہ پر نہیں پہنچتا اور دوسرے پر تصرف کرنے اور ولایت کے مقام پر نہیں آتا۔

شرائط و آداب بنسبت شیخ و مرید

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی کہ شیوخت کے شرائط اور آداب کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ و مرید کے بارے میں بہت سی شرائط اور دونوں مرتبوں کے بہت سے آداب ہیں اور یہ اس قدر

ہیں کہ ان کی شرح بہت طویل ہے۔ بہرحال شیخ و مریدین سے ہر ایک کے لیے دس دس سنن اور دس دس آداب بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کا مجموعہ چالیس ہوتا ہے اور اربعین (چلۂ صوفیہ) سے اسی جانب اشارہ ہے۔ تقلیل کثرت پر دلالت کرتا ہے کہ ایک گھونٹ پانی سے بحر ذخار کا پتہ چل جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ کی بزرگی کے سلسلہ میں اس قدر دلائل موجود ہیں کہ ان کا شمار کرنا دشوار ہے۔ یہاں صرف چند آیات (نصوص قرانی) اور احادیث بیان کی جاتی ہیں کیونکہ صوفیوں کی خصلتیں اور عادتیں سب کی سب کتاب و سنت پر مبنی ہیں قول و فعل و اعتقاد میں یہی لوگ علماء باللہ ہیں کیونکہ ان کا علم باری تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کی حقیقت کا علم ہے اور یہی لوگ وارثین انبیا ہیں کیونکہ انبیاء صلوۃ اللہ علیہم اجمعین سے ان کا ترکہ ازل سے اور لدنی ہے اور یہی ہیں جو اپنے بدن پر لباس

علماء امتی کانبیاءِ بنی اسرائیل وفی روایۃٍ انبیاءُ بنی اسرائیل۔ — میری امت کے علما مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔

کا پہنے ہیں اور یہی ہیں جو سر پر تاج

وممن خلقنا امۃٌ یھدون بالحق۔ — اور اُن لوگوں سے جن کو ہم نے پیدا کیا وہ گروہ ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

کا رکھے ہیں اور یہی ہیں جو برج امامت کے تارے اور صدف ہدایت کے موتی ہیں۔ شریعت کا علم حاصل کر کے طریقت کی راہ چل کر حقیقت تک پہنچے ہوئے ہیں ان کے علم و عمل دونوں کا پلہ برابر ہے جیسا کہ کہا ہے

اشعار

در راہ خدائی رہبرانند	ہیں راہ خدا کے پاک رہبر
بر برج حقیقت اخترانند	برج عرفاں کے ہیں وہ اختر
دانستہ و کردہ و رسیدہ	ہیں عالم و عامل و رسیدہ
دریا صفت اند آرمیدہ	دریا کی مثال آرمیدہ
باعلم و عمل زبان شان راست	ہیں علم و عمل میں پختہ و راست
میزان صفت اند بی کم وکاست	میزاں کی طرح ہیں بے کم و کاست

فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

والذی نفس محمدٍ بیدہٖ لئن شئتم لا قسمنّ لکم انّ احبّ عِباد اللہ الذین — اس کی قسم جس کی دست و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر چاہو تو تم کو بتا دوں گا کہ بندگان خدا میں سب سے زیادہ محبوب

يحبّون الله و يحبّون عباد الله الاكبر و يمشون على الارض بالنصيحة۔

وہ ہیں جو دوست رکھتے ہیں اللہ کو اور اس کبریا کے بندوں کو اور زمین پر چلتے ہیں خیر خواہی کے لئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا رسالہ مکیہ سے نقل کرتے تھے: "مرید کے لئے ایک شیخ کامل ضروری ہے جس کی اقتدا کی جائے کیونکہ وہ رفیق سفر ہے اور جان لو کہ اس امر کے لئے کسوٹی اور معیار ہے اور وہ قرآن و حدیث و اجماع امت بالایمان ہے تو جو معیار کے موافق ہوا اور کسوٹی سے کھرا اور آمیزش سے صاف نکلا تو وہ ٹھیک ہے اور جو اس کے خلاف ہوا وہ فاسد و بے کار ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ [1]

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

اَصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم۔

میرے اصحاب مثل تاروں کے ہیں جن کی تم نے اقتدا کی ہدایت پائی۔

اور روایت کی امام غزالی نے احیاء العلوم میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ فرمایا:

الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ

شیخ اپنی قوم میں گویا ظل نبی ہے اپنی امت میں

کہا کہ یہ نہ مال و اشخاص کی کثرت سے ہے نہ قوت کی زیادتی سے بلکہ تجربہ کے زیادہ ہونے کی وجہ سے جو عقل کا نتیجہ ہے۔ یہی سبب ہے کہ بظاہر بھی تم اس امر کا مشاہدہ کرتے ہو کہ کم تر درجہ کے بوڑھوں کی بھی لوگ توقیر و تکریم کرتے ہیں۔ پھر اشراف میں جو شیوخ ہیں ان کا کیا ذکر۔

شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ شیخ وہی ہے جو راہ حق کا سالک ہو اور اس راہ کے خطرات و مہالک اور ان امور کی طرف آگاہی رکھتا ہو اور وہ مرید کو ان خطرات اور ہلاکت خیز مقامات سے آگاہ کرے۔ (روکے) ۔ اور ان امور کی طرف رہنمائی کرے جو اس کے لیے نفع بخش ہیں۔ ضرر رساں باتوں سے مرید کو روکے۔

پس شیخ اور اس کی صحبت ایک نیک ہم نشیں اور اس کی صحبت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہم نشیں نیک عطار کی طرح ہے اگرچہ وہ اپنے عطر سے نہیں دیتا لیکن اس کی خوشبو تم تک ضرور پہنچتی ہے۔ اور ہم نشیں بد آہنگر کی مانند ہے اگرچہ اس کی آگ سے تم کو کوئی گزند نہیں پہنچتا پھر بھی اس کی بھٹی کا دھواں اور آگ کی لپٹ تم تک پہنچے گی۔

حضرت قدوۃ الکبرا اس ضمن میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

---

[1] پ ۶ المآئدہ ۳۵

شعر

ہر بد و نیکی کہ ترا یار شد   اچھا بُرا جو بھی ترا یار رہے
قصہ آہنگر و عطار شد   قصۂ آہنگر و عطار رہے

پس شیخ کے لیے یہ سزاوار ہے کہ وہ فرائض سنن اور نفلی عبادات، ہر قسم کے محرمات و ممنوعات سے آگاہی رکھتا ہو۔ تاکہ وہ حلال و حرام فرض و سنت اور نوافل میں تمیز کر سکے (شریعت کا اس قدر علم رکھتا ہو) اور طریقت میں راہِ حق تعالےٰ کے تمام معاملات سے آگاہی رکھتا ہو اور مریدوں کے ان مجاہدوں سے کامل آگاہ ہو جو ہر ایک مرید میں ذوق و شوق پیدا کرنے والے ہیں۔ مریدین کے مزاجوں کا خوب اچھی طرح جاننے والا ہو اور ان کے خصائل ذمیمہ کا پہچاننے والا ہو (جیسے حسد، کبر، غرور، بخل، حبِّ جاہ و دولت و مال، حبِّ شہوات وغیرہ) اور ان علومِ معرفت سے اس کو پوری پوری آگاہی ہو جن کی ضرورت مریدوں کو طریقت اور معرفت الٰہی کے حصول میں پیش آتی ہے۔ لیکن حقیقت میں عارف وہی ہے جو عالم ہائے حقیقت کے مقامات سے ان کی منازل تکوینات، تمکینات، آفات و فوائد سے پوری پوری آگاہی رکھتا ہو اور مکاشفات بلند تک پہنچ چکا ہو۔ ان مکاشفات کی منزل سے گزر کر مشاہدات و معائنات تک پہنچا ہو، فنا سے گزر کر بقا کی منزل طے کر چکا ہو اور بقا سے بقاء البقا کی منزل کی طرف گامزن ہو اور معرفتِ عظمت و کبریائی کا وحدانیت و فردانیت کے ساتھ جمع کرنے والا ہو تاکہ وہ سالکینِ راہِ خداوندی کی تربیت کر سکے اور جمالِ الٰہی کے طالبوں کی رہنمائی کر سکے اور اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کی ان کو راہ دکھائے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ [1]

(اے حبیب) آپ فرمادیں یہی میری راہ ہے اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت پر (ہوتے ہوئے) اور وہ لوگ جنہوں نے میری اتباع کی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس قول خداوندی کا مصداق تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جس نے میری اتباع اور پیروی کی خلق خدا کو حق تعالےٰ کی طرف بلانے میں بصیرت کے ساتھ یعنی مشاہدہ رویت دل کے ساتھ اور ایمان کے ساتھ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کریم، رحیم، صبور و حلیم ہو۔ درشت خو، بدخو، سخت دل نہ ہو اور نہ بازاروں میں پھرنے والا ہو۔ دنیا کا جمع کرنے والا نہ ہو نہ دنیا کی زینت کو دوست رکھنے والا ہو، نہ شہرت کا اور جاہ کا طالب ہو اور نہ اپنی پیروی کرنے والوں کی کثرت کی آرزو رکھتا ہو۔ مغلوب الحال نہ ہو نہ نشا کی ہو۔ اپنے مریدوں پر اس طرح مہربانی اور شفقت کرنے والا ہو جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب پر تھے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے جہاں آپ کے اوصاف بیان فرمائے ہیں وہاں فرمایا ہے۔

---

[1] پ ۱۳ سورۂ یوسف ۱۰۸

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ [1]

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظمت والے رسول تشریف لائے ان پر سخت گراں ہے تمہارا مشقت میں پڑنا بہت چاہنے والے ہیں تمہاری بھلائی کو ایمان والوں پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والے ہیں

جب شیخ طریقت ان اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصف ہوگا اور وہ طاعت الٰہی کو اسی طرح اپنے مریدوں پر پیش کرے گا تو وہ تربیت مریدین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوگا۔

پس شیخ وہی ہے جو سالک طریقت ہو اس راہ کے نفع و نقصان سے آگاہ ہو پس وہ مریدوں کی ہدایت کرے اور ان کو اللہ کا راستہ دکھائے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام اور اپنے ولی حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ [2]

موسیٰ نے ان سے فرمایا کیا میں اس شرط پر آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے سکھا دیں گے اس سے جو بھلائی پانے کا علم آپ کو دیا گیا۔"

(رسالہ مکیہ سے حضرت شیخ ابن عربی کا قول ختم ہوا)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ان پاکیزہ کلمات کا جو اوپر مذکور ہوئے تمام مضمون شیخ کے علو مرتبت اور اس کے شرائط اور مشائخ صوفیہ کے وصفِ حال پر مشتمل ہے اس لئے کہ شیخ کا اس تصرف سے جو وہ مریدمیں کرتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ مرید کے آئینۂ دل کو خواہش اور طبیعت کے زنگ سے لا الٰہ الا اللہ کی صیقل سے پاک صاف کر دے اور ذات خداوندی (جلّ و علا) کے روبرو اس کے آئینہ دل کو پیش کر دے تاکہ اس کے آئینہ دل میں روبرو ہونے کے باعث اور اس کی صفا کی قابلیت کے مناسب جمالِ ذوالجلال منعکس ہو سکے۔ اور اس کے دیدۂ بصیرت اس جمال کے مشاہدہ سے روشن ہو جائیں اور اس کے توسط سے اللہ تعالےٰ کی محبت مرید کے سویدائے دل میں جاگزیں ہو جائے۔

پس معلوم ہوا کہ بندوں کے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت و دوستی کو پیدا کرنا اور ان کے دلوں کو اللہ کی دوستی میں مستغرق کرنا مشائخ طریقت کا کام ہے۔ اس لیے علمائے راسخ اور مشائخ کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ طالبانِ حق اور سالکانِ مطلق کو اس بات کا حکم دیں جس پر وہ مامور ہیں لیکن اس سلسلہ میں مریدوں کی استعداد اور قابلیت ان کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ سبحان اللہ۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا مرتبہ ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کی پیروی کر کے سالکان راہِ خدا تختِ یقین پر متمکن ہو جائیں (منزل یقین تک پہنچ جائیں) اور ان کے قلوب کے آئینوں میں انوار عکس جلوہ فرما ہو جائیں اللہ تعالےٰ طالبینِ طریقت کو ان کی بقائے حیات کے انوار سے متمتع فرمائے اور ان کے دلوں کو منور فرمائے۔

---

[1] پ ۱۱ التوبہ ۱۲۸ [2] پ ۱۵ الکہف ۶۶

شیخوخیت کی شرائط

شرطِ اوّل | بعض مشائخ کرام نے شیخی کی ان دس شرطوں کو مستحسن قرار دیا ہے ان میں سے شرطِ اول یہ ہے کہ سالک اس وقت تک مسندِ ارشاد پر نہ بیٹھے جب تک کہ اس کی اجازت شیخ سے نہ ملے اس لئے کہ حضرت شیخ سے یہ منزلت شریف اور پاکیزہ منصب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ ازلی قابلیت اور لم یزلی سعادت اس کو میسر ہو ؎

شعر

دلا تا بزرگی نیاری بدست | دلا جب بزرگی نہو زیر دست
بجائے بزرگان نباید نشست | بجائے بزرگاں نہ کر نا نشست

اور اس وقت تک دوسرے میں تصرف نہ کرے جب تک شیخ سے یا شیخ کی روحانیت سے یا حق تعالےٰ کی طرف سے وہ اس پر مامور نہ ہو اور اس کو اس تصرف کا اذن نہ ملے خود بخود اس عظیم اور خطیر کام کی طرف قدم نہ بڑھائے اس کو یقین کے ساتھ یہ بات جان لینی چاہیئے کہ یہ مقام پیغمبر علیہ السلام کی خلافت اور نیابت ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں شیخ نجیب الدین علی بن برغش کے سلسلہ میں (جو ایک زبردست عالم و عارف اور علوم و معارف کا سرچشمہ تھے) فرمایا کہ ان کے والد محترم نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے پاس کھانا لے کر آئے اور انہوں نے ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ اور ان کو بشارت دی کہ تم کو اللہ تعالےٰ ایک صالح اور نیک بخت فرزند عطا فرمائے گا۔ جب ان کے یہاں یہ فرزند پیدا ہوئے تو ان کا نام علی رکھا حضرت علیؓ کے نام کی مناسبت سے اور نجیب الدین لقب۔ یہ فرزند بچپن ہی میں فقیروں سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور ان ہی کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ہر چند ان کے والد محترم ان کے لیے عمدہ قسم کا لباس تیار کرانے اور لذیذ کھانے پکوانے لیکن یہ اس طرف بالکل توجہ نہیں کرتے تھے اور کہہ دیا کرتے تھے کہ میں عورتوں کے کپڑے نہیں پہنتا اور نہ نازک مزاج لوگوں کا کھانا کھاؤں گا۔ یہاں تک کہ یہ جوان ہو گئے اور ان کے اندر طلب کا جذبہ اور قوی ہو گیا۔ وہ اکثر خلوت نشین رہتے تھے۔ ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ کبیر کے روضۂ مبارک سے ایک بزرگ باہر تشریف لائے اور ان کے عقب میں چھ بزرگ اور موجود ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے ہیں۔ پہلے بزرگ نے ان کے چہرہ کو دیکھ کر تبسم فرمایا اس کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور سب سے آخری بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کہا کہ یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ایک امانت ہے۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو انہوں نے یہ خواب اپنے والد شیخ برغش سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر سوائے شیخ ابراہیم مجذوب (جو اپنے زمانے کے صاحبِ ہوش مجذوب تھے) اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ شیخ نے کسی خادم کو ان کے پاس بھیجا اور اس خواب کو بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ خواب علی بن برغش کے سوا اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ تعبیر یہ ہے کہ پیر اول شیخ کبیر ہیں اور بعد کے چھ بزرگ ان کے سلسلہ کے مشائخ ہیں۔ پیر آخر کو اس زمانہ میں زندہ ہونا چاہیئے کہ انہوں نے تم کو

بزرگ کی تربیت میں ان کو دیا ہے پس علی بن بزغش کو چاہیئے کہ اپنے اس پیر کو تلاش کرے تاکہ مقصود حاصل ہو جائے انہوں نے اپنے والد سے اجازت سفر طلب کی۔

وہ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں پہنچے تو ان کو پہچان لیا۔ کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ پہلے بزرگ نے دیا تھا (اور جن کو خواب میں دیکھا تھا) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اس خواب سے آگاہ تھے۔ ان کو دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا۔ اور بتایا کہ حق تعالے نے مجھے ایک رات ایسا ہی خواب دکھایا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام نے تمہارے بارے میں مجھے بہت تاکید کی ہے۔ مجھے تمہارا بہت انتظار تھا۔ مجھے حق تعالے نے جو مسندِ ارشاد پر بٹھایا ہے وہ اسی لیے بٹھایا ہے۔ شیخ نجیب الدین علی برسوں تک شیخ کی خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ ان کو شیخ سے اجازت نامہ حاصل ہوا۔ شیخ کی تصنیفات اور دوسرے بزرگوں کی تصنیفات کی انہوں نے تصحیح (نقل و کتابت) کی ہے[1] ایک مدت تک خدمت میں رہنے کے بعد شیخ کے حکم سے یہ شیراز چلے گئے یہاں آکر انہوں نے شادی کی۔ ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔ طالبان حق کی رہنمائی میں مشغول ہو گئے ان کے حالات اور ان کی کرامات مخلوق میں مشہور ہیں

حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس موقع پر فرمایا کہ میرے مخدوم حضرت گنج نبات قدس سرہٗ مجھ سے ارشاد فرماتے تھے کہ اے فرزند قبل اس کے کہ تم میرے پاس آئے مجھے حضرت خضر علیہ السلام نے ستر بار تمہاری آمد سے آگاہ کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ کے لیے ایک شہباز کو اللہ تعالے کے حکم سے میں نے سمنان کی ہوا سے اڑایا ہے۔ راستہ میں ہر ایک بزرگ طریقت نے اپنا جال بچھایا اور میں نے کسی جال میں ان کو گرفتار نہیں ہونے دیا اور کوشش کر کے دوسروں سے بچا کر یہاں تک لایا ہوں تاکہ یہ آپ کے حلقہ میں آ دے خبردار ان کی تربیت میں کوئی کمی نہ کرنا۔ یہ ایک امانت ہے جو حق تعالے کی طرف سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے۔

شعر

بتو آوردہ ام مرغی ز لاہوت ... ہوں لایا پاس تیرے مرغ لاہوت
بدہ از دانہ یاقوتیش قوت ... اسے دو دانۂ یاقوت سے قوت

شرطِ دوئم یہ ہے کہ "نسبت مع الحق" نسبت حضوری دل میں استوار ہو گئی ہو یعنی دل کا ایک لازمی وصف بن گئی ہو اور وہ نفس سالک کا ملکہ بن جائے (عادت مستقل عمل سے ملکہ بن جاتی ہے) جیسے بینائی قوت باصرہ کے لئے اور شنوائی قوت سامعہ کیلئے ایک لازمی وصف ہے اس طرح کہ خواہ ہوشیاری دل سے اسکو کتنا ہی دور کرے لیکن اس نسبت مع اللہ کو دور نہ کر سکے اور اشتغال

---

[1] حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب "عوارف المعارف" کے پہلے راوی یہی ہیں۔ ان کے بعد شیخ ظہیر الدین نطنزی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد صاحب مصباح الہدایت" شیخ عزالدین کاشانی ہیں۔ مترجم

صوری علامت معنوی کے مانع اور علامت معنوی اشتغال صوری کے مانع نہ بن سکے (بلکہ کسی رکاوٹ کے بغیر ملکہ نفس نسبت مع الحق قائم رہے) حضرت فرماتے تھے کہ پیران نقشبند نے (رضوان اللہ علیہم) ایسے شخص کو بالغانِ طریقت میں شمار کیا ہے اور ایسے ہی شخص کو طالبوں کی تربیت اور تکمیل کے لیے مقرر کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت مخدومی پیر و مرشد نے فرمایا کہ مقتدی کو دریائے استغراق اور بحر مشاہدۂ حق میں اس طرح مستغرق ہو جانا چاہیئے کہ رنج و الم کا اس پر اثر نہ ہو۔ اس لیے کہ جب یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کافرہ عورتیں ایک مخلوق یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے نظارہ میں اس طرح مستغرق ہو جائیں کہ وہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور ان کو خبر نہ ہو تو اس سے کہیں زیادہ یہ ممکن ہے کہ حق تعالےٰ کے محب بندے مشاہدہ مطلق کی لذت اور وجود محقق کے معائنہ میں اس طرح محو و مستغرق ہوں کہ غیر حق کا احساس ہی باقی نہ رہے بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ عامر بن عبد القیس کے پیر میں زخم ہو گیا اور اتنا بڑھ گیا کہ ان سے کہا گیا کہ یہ کاٹ دیا جائے عامر نے پاؤں کٹوانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس کا اختیار حق تعالیٰ کو ہے جو کچھ وہ چاہے میں اس سے خوش ہوں۔ جب وہ زخم ان کے زانوں تک پہنچ گیا تو وہ نماز پڑھنے سے بھی معذور ہو گئے (نماز کے لیے کھڑا ہونا ناممکن ہو گیا) تب انہوں نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ الٰہی بلا کو برداشت کرنے کی طاقت تو رکھتا ہوں۔ لیکن تیری خدمت نہ بجالانے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ اگر تو نے مجھے اپنی خدمت سے نہ روکا ہوتا اور ایسی ہزاروں بلائیں ہوتیں تو کچھ پرواہ نہیں تھی لیکن چونکہ یہ بلا مجھے تیری خدمت بجالانے سے روکے گی لہٰذا میں اپنے پاس سے اس بلا کو دور کیے دیتا ہوں لوگوں نے پاؤں کاٹنے کے لیے کسی جراح کو بلایا۔ پاؤں کاٹنے سے پہلے نشہ آور دوا لائی گئی کہ پاؤں کاٹنے کی تکلیف کا احساس نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس خود ایک ایسی دوا ہے کہ اس کی وجہ سے مجھے کچھ خبر نہیں ہو گی۔ کسی قاری قرآن کو میرے پاس لاؤ تاکہ کلام الٰہی میرے سامنے پڑھے۔ جب کلام الٰہی سن کر مجھ پر کیفیت طاری ہو جائے اس وقت میرا پیر کاٹ ڈالنا اس وقت مجھے کچھ خبر نہیں ہو گی۔ چنانچہ ان کے پاس قرآن پاک پڑھا گیا اور جب ان پر کیفیت طاری ہوئی تو ان کا پاؤں آدھی ران سے کاٹ دیا گیا اور جلا کر زخم کو بند کر دیا گیا۔ انہوں نے ایک آہ بھی نہیں کی۔ جب عمل جراحی تمام ہو گیا تو قرآن خواں خاموش ہو گیا اور وہ بھی اپنے اصل حال میں آ گئے تب انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے پاؤں کاٹ ڈالا۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! تب انہوں نے ہاتھ بڑھا کر وہ کٹا ہوا پاؤں اٹھا لیا اور کہا کہ الٰہی جب تک تو نے چاہا میرے پاؤں رہے اور جب نہ چاہا تو تو نے پاؤں واپس لے لیا تیرا شکر ہے۔

حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ کس کی مجال ہے کہ وہ فنا اور بقا کے سلسلہ میں دم مار سکے اور پیشوائی اور راہ نمائی کے تخت پہ بیٹھ سکے! اگر کسی سالک کو ایک تار ریشم سے باندھ کر آسمان سے لٹکا دیں اور ایسی تیز ہوا چلے کہ دنیا کے تمام درخت تمام پہاڑ اور آسمان درہم برہم ہو جائیں اور تمام دنیا کا

نظام برہم ہو جائے تمام دریا پٹ جائیں لیکن اس سالک کو اس جگہ سے ہٹانا چاہیں اور وہ نہ ہٹے (تب وہ مقتدائی اور پیشوائی کے قابل ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پیر ایسا چاہیئے کہ راہِ تقلید چلا ہو اور بارگاہِ تحقیق تک پہنچا ہو اس لیے کہ غیر محقّق کی اقتدا ایک بنیاد فاسد ہے! پیر وہ ہونا چاہیئے کہ طالبانِ طریقت وسلوک کی ایک جماعت نے اس کی تربیت کی پناہ میں اور احباب کی ایک جماعت اس کی درگاہ حمایت میں اپنے مقصد پر پہنچی ہو، اور اپنے سلوک کا سامان اپنے اعیانِ ثابتہ کی منزل تک پہنچایا ہو۔ (لوگوں نے اس کی رہنمائی سے اپنی منزل پائی ہو) نیابت رسُول کی معطّر ہوا اس کے مقام کے دماغ میں چلی ہو (وہ پیر نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند منصب پر فائز ہو)۔

تحقیق اور تقلید کا فرق

اس موقع پر ایک عزیز نے تحقیق و تقلید کا فرق دریافت کیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن ہرات کے چند اکابر (علماء) حضرت شیخ احمد جام کے پاس آئے آپس میں توحید و معرفت کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی۔ ایک مقام پر شیخ نے فرمایا تم تقلید کے اعتبار سے یہ بات کہہ رہے ہو۔ ان کو یہ بات ناگوار گزاری۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ہستی صانع کے ثبوت میں اور اس کی وحدت پر اس کی ازلیت و ابدیت پر ہزاروں دلیلیں موجود ہیں آپ ہم کو مقلّد کس طرح کہہ رہے ہیں شیخ نے فرمایا کہ خواہ تمہارے پاس ہزاروں دلیلیں کیوں نہ موجود ہوں پھر بھی تم مقلّد ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے اس قول پر کوئی دلیل بھی ہے! شیخ نے خادم سے فرمایا کہ تین دانے موتی کے لاؤ اور ایک طشت بھی! جب یہ چیزیں آگئیں تو شیخ نے ان سے کہا کہ بتائیے موتی کی اصل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابرنیساں کے قطرے صدف کے اندر چلے جاتے ہیں اور اس کے جوف میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے موتی بن جاتے ہیں۔ شیخ نے ان موتیوں کو طشت میں ڈال دیا اور کہا کہ تم میں سے ہر ایک از روئے تحقیق اپنا ہاتھ اس طشت کے قریب لے جائے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کہے کہ یہ تینوں موتی پگھل کر پانی بن جائیں۔ ائمہ کرام نے کہا کہ یہ تو عجیب بات ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہو تو! پہلے تم کہو۔ بعد میں مَیں کہوں گا۔ ان حضرات نے باری باری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر شیخ نے جو کچھ کہا تھا کہا لیکن وہ جوں کے توں موتی ہی رہے۔ جب شیخ کی باری آئی اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اس وقت انہوں نے طشت کے قریب منہ لے جا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا اسی دم وہ تینوں موتی پانی ہو گئے۔ ائمہ ہرات یہ دیکھ کر حیران رہ گئے تب شیخ نے فرمایا اسکن باذن اللہ تعالیٰ (اللہ کے حکم سے ٹھہر جاؤ)۔ یہ کہتے ہی وہ پانی ایک موتی ناسفتہ کی شکل میں ہو گیا اور ٹھہر گیا سب لوگ حیران رہ گئے اور جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا اس کا انہوں نے اعتراف کیا۔

شرط سوم

شرط سوم یہ ہے کہ مرید کا بیکار اور غلط کاموں پر مواخذہ کرے۔ خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ۔ صغیر ہوں یا کبیر۔ اس سلسلہ میں مواخذہ کو نظر انداز نہ کرے اور تساہل کو روا نہ رکھے۔ اگر اس نے مرید کی ہفوات کے سلسلہ میں کسی قسم کا تساہل کیا تو گویا اس نے اپنے اس بلند مقام کا حق ادا نہیں کیا اور وہ مرید کی ہلاکت

کے درپے ہے اس لیے کہ شیخوخیت کا مقام تو مرید کی تطہیر کے لیے ہے یعنی اس کو تمام ظاہری و باطنی ناپاکیوں سے اور صفات مذمومہ سے پاک کر دے جیسا کہ بعض عارفین نے فرمایا ہے: ومثلہ کمثل امام غاش رعیتہ و فی الاخرۃ مسئول ومأخوذ" اس کی مثل ایک بادشاہ کی طرح ہے جس نے خیانت کی ہے۔ جو رعیت کا مالک ہے اس سے آخرت میں سوال کیا جائے گا۔ اور وہ ماخوذ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا عتاب

حضرت قدوۃ الکبرا کا گوہر علی نامی ایک مرید تھا اور حقیقت میں وہ دریائے شریعت کا ایک گوہر اور طریقت کی کان کا ایک جوہر تھا۔ ایک دن گوہر علی ہرات کے بازار سے گزر رہے تھے۔ ہرات کی عورتیں بڑی غارتگر ہوش ہوتی ہیں۔ گوہر علی نے کسی عورت سے بازار میں دو چار باتیں کیں لیکن اس میں شائبہ نفس بالکل نہیں تھا (گوہر علی اس سے پاک ومنزہ تھے) لیکن اس پر بھی انہوں نے اسی وقت توبہ و استغفار کی اور لوٹ کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حسب معمول حاضر ہوئے لیکن حضرت نے ان کی طرف بالکل التفات نہیں کیا۔ کچھ دیر کے بعد لبطور وعظ آپ نے سلسلۂ کلام شروع فرمایا اور سخت غضبناک ہو کر فرمایا کہ ذرا اس گدھے کو تو دیکھو کہ بازار میں حسین عورتوں کے جمال کا نظارہ کرتا رہتا ہے اس کے بعد آپ نے حضرت دریتیم کو (جو مریدوں کے احتساب کے منصب پر مامور تھے) حکم دیا کہ گوہر علی کو ہماری مجلس سے نکال دو۔ یہ سنتے ہی ایک قلندر نے گوہر علی کو پکڑ کر مجلس سے باہر کر دیا (حرم وصل سے محروم کر دیا) جب چند روز اس طرح گزر گئے گوہر علی نے حضرت دریتیم کو اپنا سفارشی بنایا۔ اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں رجوع کیا اور جیسا کہ قلندروں کا طریقہ ہے اسے جوتوں کی جگہ کھڑا کر کے اس کی گوشمالی کرائی اور تمام مریدوں نے معافی کی درخواست کی اور اس کی خطا معاف کر دی گئی۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فرقۂ ضلالت کی ہدایت کرنے والوں اور گمراہوں کو راہ ہدایت پر لگانے والوں کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ طالبان طریقت کے خطرات سے واقف رہیں تاکہ مریدوں کے دل میں کوئی وسوسہ خلافِ شریعت وطریقت پیدا نہ ہو اور ایسی نیت وارادہ سے جو کم ہمتی کے باعث اس میں پیدا ہوگئی ہو اس کو باز رکھیں۔

ایک بار سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا سیلان کے راستے سے گزرے ایک جنگل میں (یہ ایک ایسا جنگل تھا جس کے ادھر ادھر کہیں آبادی نہیں تھی) چنانچہ بغیر کچھ کھائے پیئے دو تین روز تک سفر کیا۔ کچھ لوگ بھوک پیاس سے بیقرار ہوگئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا جب ساتھیوں کے اس اضطراب اور پریشانی سے آگاہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ لوہے کا ایک ٹکڑا لاؤ۔ ایک قلندر کے پاس زنجیر کا ایک ٹکڑا تھا اس نے وہ ٹکڑا خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے کچھ دیر اس لوہے پر نظر ڈالی وہ لوہا خالص سونا بن گیا آپ نے بابا حسین خادم کو وہ سونا دیا اور فرمایا یہاں سے پانچ چھ جریب (فرلانگ) کے فاصلہ پر ایک بازار ہے اس کو سوق المجانین (پاگلوں اور دیوانوں) کا بازار کہتے ہیں اس سونے کے ٹکڑے کو لو اس کے ٹکڑے کرو اور ایک ایسا ٹکڑا جس سے ہمارے ساتھیوں کے دو تین روز کی خوراک کا بندوبست ہو جائے بیچ ڈالو اور باقی ٹکڑے پانی میں پھینک دینا۔

بابا حسین سوق المجانین میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں درتبیم ہاتھ میں درّہ لیے کھڑے ہیں اور بازار کو دیکھ رہے ہیں بابا حسین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور فرمایا کہ آپ کو تو حضرت قدوۃ الکبرا نے اسلامی مملکت کی نگرانی پر مقرر فرمایا تھا۔ آپ یہاں کیسے آ گئے اور یہ درّہ ہاتھ میں کیوں ہے۔ یہ سن کر حضرت درتبیم نے فرمایا کہ خاموش رہو اور اولیاء خدا سے مناظرہ مت کرو کہ ان لوگوں کا طرفۃ العین میں کہیں سے کہیں پہنچ جانا کچھ عجیب نہیں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے سوق المجانین کا احتساب بھی میرے سپرد فرما دیا ہے۔ یہ درّہ اس وجہ سے میرے ہاتھ میں ہے کہ اگر کوئی اس گروہ کے خلاف کوئی عمل کر بیٹھے اور ان کے حال کی خلاف ورزی کرے تو میں اس کو سزا دوں اور دوستان حق کو جب کھانے پینے کی ضرورت پڑے اور وہ اس بازار میں آئیں تو اپنی خواہش کے مطابق کھانے پینے کا سامان خرید لیں! البتہ تم جس کام کے لیے آئے ہو وہ کام کرو! تم جاؤ کہ حضرت قدوۃ الکبرا تمہارے منتظر ہیں۔ یہ سن کر بابا حسین نے حضرت کے حکم کے بموجب عمل کیا اور بارگاہ عالی میں روانہ ہو گئے۔ حضرت کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے عرض کیا کہ میں ساتھیوں کی تین یوم کی خوراک خرید لایا ہوں اور باقی تمام سونا پانی میں ڈال دیا ہے۔ حضرت کے مرید تنگر قلی کے کانوں میں یہ بات پڑ گئی۔ ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ اتنا سونا خواہ مخواہ ضائع کر دیا۔ ممکن تھا کہ کسی ضرورت مند کے کام آ جاتا۔ اس خطرہ کے دل میں پیدا ہوتے ہی حضرت نے ان کی طرف نگاہِ غضب سے دیکھا اور فرمایا کہ خدا کے معاملہ میں تمہیں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے! تو جہاں پروری خدا کو سکھا رہا ہے؟ جو ارحم الراحمین ہے غرضکہ تنگر قلی پر آپ نے عتاب فرمایا کہ جس کی شرح ممکن نہیں ہے۔ تنگر قلی بہت شرمندہ ہوئے اور بارگاہ عالی سے تین روز کے لیے معزول کر دیے گئے۔ آخر کار انہوں نے حضرت نور العین کو اپنی پناہ بنایا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت کچھ عذر خواہی کی اور ان کو معاف کر دیا گیا۔ اور حسب سابق نوازشوں سے سربلند ہونے لگے۔

شرط چہارم شیخ کے لیے چوتھی شرط یہ ہے کہ مرید کی حرکات و انفاس پر محاسبہ کو لازمی قرار دے (مریدوں کا محاسبہ کرتا رہے) مرید کے خلوص اور صدق کے مطابق اس کی تمام باتوں کا محاسبہ کرے۔ کسی طرح اور کسی موقع پر اس میں مسامحت نہ کرے (ڈھیل نہ دے) اور اس کے تمام معاملات میں عزیمت کے ساتھ عمل فرمائے اور کسی طرح بھی اس کو رخصت (اجازت) نہ دے کہ یہ رخصت تو عوام کے لیے ہے کہ یہ لوگ صرف رسمی ایمان اور اس کے بھی اطلاق پر قناعت کر بیٹھے ہیں۔ لیکن طالب حقیقت کے لیے جس کا ایمان عوام کے ایمان سے بلند تر ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مجاہدوں اور ریاضتوں کے شدائد کو برداشت کرے کیونکہ جس نے طلب کیا تو اس کو راہ میں تاریکیوں کے مصائب سے چارہ کار نہیں ہے۔ شیخ ابو مدین سے منقول ہے کہ ماللمرید الرخص (مرید کیلئے اور رخصت یہ کیا ہے؟) شیخ ابو طالب خزرج فرماتے ہیں کہ رخصت شرعی کو طلب کرنا اور تاویلات کو قبول کرنے سے جو مسامحت نفس میں پیدا ہوتی ہے اس سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز مرید کے لیے اور کوئی نہیں ہے (مرید کو اس سے بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرا مریدوں کا روزانہ محاسبہ فرماتے تھے

حضرت قدوۃ الکبرا کی ہمیشہ کی یہ مقررہ عادت تھی کہ آپ اپنے اصحاب کا نماز مغرب ادا کرنے اور حلقہ ذکر سے فراغت کے بعد محاسبہ فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں مسامحت سے اغراض فرمایا کرتے تھے (کبھی چشم پوشی نہیں فرماتے تھے۔) آپ نے ہر ایک مرید کو دوسرے کا جاسوس مقرر کر رکھا تھا۔ اس طرح ہر ایک مرید کے تمام افعال و اعمال آپ کے سامنے پیش ہو جاتے تھے۔ اگر کوئی مرید نوافل کی ادائیگی میں بھی سستی کرتا یا اعمالِ حسنہ میں ذرا بھی کاہلی کرتا تھا اس کو بقدر اس کی کاہلی اور سستی کے جھڑکا جاتا اور ناراضگی کا ایسا اظہار کیا جاتا جس کی شرح ممکن نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ تمام انبیائے کرام دنیا میں اس لئے تشریف لائے تا کہ مخلوق کی آنکھ کھولدیں اپنی کمی اور حق تعالیٰ کے کمال سے اور اپنی ناتوانی اور حق تعالیٰ کی قدرت سے اور اپنی سختی اور حق تعالیٰ کے عدل سے اور اپنی ناواقفی اور حق تعالیٰ کے علم سے اور اپنی پستی اور حق تعالیٰ کی بلندی سے اور اپنی بندگی اور حق تعالیٰ کی خداوندی سے اور اپنی ناداری اور حق تعالیٰ کی بے پرواہی سے اور اپنی درویشی اور حق تعالیٰ کی نعمتوں سے اور اپنے فنا اور حق تعالیٰ کے بقا سے۔ اور اسی طرح شیخ بھی اس لئے ہے کہ مرید کی آنکھ کو ان امور میں کھولدے تو جتنا مرید اپنے قیام و کمال میں زیادہ کوشش کرتا ہے یا عمل کرتا ہے تا کہ اس کا کمال ظاہر ہو سکے شیخ اس سے اتنا ہی زیادہ رنجیدہ ہوتا ہے اس لیے کہ شیخ مرید کی تربیت میں یہ تمام صعوبات اس لیے برداشت کرتا ہے کہ وہ اپنے مرید کی اس آنکھ کو بند کر دے جو کمال کی دیکھنے والی ہے اور کمالِ حق کی مشاہدہ کرنے والی آنکھ کو کھول دے۔ پس مرید اگر اپنے کمال کو دیکھنے والی آنکھ کھولتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے شیخ کے رنج میں اضافہ کرتا ہے۔ اپنے رنج میں نہیں! پس مرید کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے نفس کی گھات میں لگا رہے اگر اپنے کمال نظارہ کے لیے کسی وقت اس کی آنکھ وا ہو جائے تو فوراً اس کو بند کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا اور نفس کو اس سے بخبردار نہیں کرے گا تو پھر اس کا نفس ہر طرف سے اپنے کمال کے مشاہدہ کے لیے آنکھیں کھول دے گا۔ اور کمالِ حق کے مشاہدہ سے اپنی آنکھوں کو بند کر دے گا کہ نفس کی خاصیت ہی یہی ہے۔

شرطِ پنجم پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کے لیے لازم ہے کہ وہ مرید کے سامنے تنزیہہ و تقدیس کی سب سے زیادہ کامل صورت میں (پاکیزہ صورت اور پاکیزہ حال میں) پیش ہو اور اپنے مرید پر اپنے رازوں کو ہرگز ظاہر نہ کرے سوائے اس کے کہ وہ اس کے کھانے پینے اور سونے اور دوسرے اوصاف بشری کا صرف مشاہدہ کر سکے اور اس کی دوسری باتوں سے آگاہ نہ ہو ورنہ شیخ کی خدمت میں کمی پیدا ہو گی اور ایک طرح سے اس میں مرید کا بھی نقصان ہے[۱]۔ پس لازم ہے کہ شیخ متحمل رہے اور اسرار الٰہی اور افکار ربانی کو طالب کے حوصلہ کے بقدر بیان

---

[۱] ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر اپنے اسرار سے مرید کو مطلع کرے گا اس سے مرید میں ضعف و نقصان پیدا ہوا تو یہ امر بھی اس کی قلت مروت کا باعث ہوگا۔
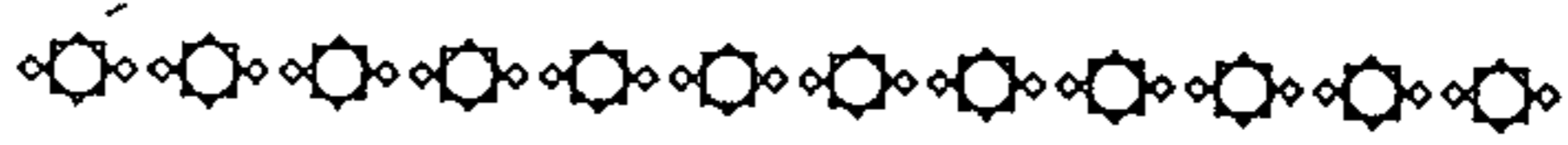
کرے ورنہ سم قاتل کی طرح مضرت رساں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ بعض اسرار منتہی کے لیے ہیں اگر مبتدی آگاہ ہوتا ہے تو اس کے انکار کا سبب ہوتا ہے اور پھر یہ انکار اس کے حرمان کا باعث بنے گا حق تعالیٰ تمام طالبوں کو ان مہلکات سے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد امجاد کے صدقہ میں محفوظ رکھے۔

شعر

بدم در سر کنی ای یار زنہار	برا دل میں کہے تو مجھکو اے یار
اگر گردی دمی در گرد افکار	اگر دم بھر پھرے تو گردِ افکار

ان حضرات (مشائخ) کے بہت سے اسرار اس انداز کے ہیں کہ مبتدی سالک ان کو نہیں سمجھ پاتا۔ اور اگر نہ سمجھتے ہوئے بھی اس نے ان کو تسلیم کر لیا اور دل میں ان کو چھپائے رکھا۔ معاذ اللہ اگر کسی دوسرے کے سامنے (جو اس کا اہل نہیں ہے) بیان کر دیا تو بڑی قباحت ہوگی۔ اسی لیے اکثر مشائخ نے یہی فرمایا ہے کہ پیر کے اسرار کو ظاہر کر دینا منصور کی طرح سولی پر چڑھا دیتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ عمرو عثمان مکی قدس سرہ نے جو شیخ منصور کے استاد اور شیخ تھے ایک کتابچہ تصنیف کیا تھا جو علم توحید پر مبنی تھا۔ اس کتابچہ میں انہوں نے توحید الٰہی کے بہت سے حقائق و معارف بیان کیے تھے اور اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اس کی تصنیف میں صرف کر دیا تھا۔ چونکہ اسرار توحید کے وہ راز اور نکات عام افکار کے ادراک سے باہر تھے اس لیے وہ اس کتابچہ کو مخلوق کی نظر سے چھپا کر رکھتے تھے۔ شیخ منصور نے پوشیدہ طور پر وہ کتابچہ حاصل کر لیا اور اس کے رازوں کو آشکارا کر دیا۔ علمائے ظاہر تک وہ غوامض توحید پہنچے چونکہ مسائل و مباحث بہت دقیق اور باریک تھے وہ نہ سمجھے اس سے منکر ہوئے اور چھوڑ دیا۔ شیخ عمرو عثمان مکیؒ کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے حلاج (منصور) پر لعنت کی اور ان کے حق میں بد دعا کی اور کہا کہ الٰہی! منصور پر کسی شخص کو مقرر فرما دے جو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو سولی پر چڑھا دے۔ پس منصور پر جو کچھ گزری یہ استاد کی اسی بد دعا کا نتیجہ تھا۔

قطعہ

پیش این الماس بی اسپر میا	بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ را نبود حیا	کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا
نکتہا چون تیغ پولاد است تیز	نکتے ہیں تلوار فولادی سے تیز
گر نداری تو سپر واپس گریز	گر نہیں رکھتا سپر کر جا گریز

حضرت شیخ کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں عرض کیا کہ مشائخ و صوفیہ کی جماعت میں سب سے پہلے بزرگ کون تھے جو ان اشارات (اسرار تصوف) کو معرضِ تحریر میں لائے (رموزِ تصوف کو سب سے پہلے تحریر کیا) اور کس طرح ان کو بیان کیا اور میزانِ لسان نے ان کو کس طرح بیان کیا؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے بیان فرمایا کہ اسرار معارف کا مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ بیان میں آسکیں اس لیے کہ علوم معارف جس طرح کہ ہونا چاہیے دل بی

میں نہیں آتے، اور جس طرح یہ دل میں اترتے ہیں انکو بیان اور قیدِ کتابت میں نہیں لایا جا سکتا۔ حضرت خواجہ ذوالنون مصری پہلے بزرگ ہیں جو ان اشارات کو عبارات میں لائے اور اس موضوع پر گفتگو کی۔ جب طبقہ دوم میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس علم کی نگہداشت کی اور اس کو وسعت بخشی اور اس موضوع پر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جب حضرت شبلیؒ کا زمانہ آیا تو وہ اس علم کو منبر پر لے گئے اور مخلوق پر ظاہر کر دیا۔

اشعار

سری کہ سر بمہر نمودند عاقلان	جس سر کو عاقلوں نے کیا سر بمہر تھا
دیوانہ را نگر کہ بمردم نثار کرد	دیوانہ نے کیا اسے ہر شخص پر نثار
ہر گوہری کہ بود بدریای دل نہان	دریائے دل میں جتنے تھے پوشیدہ موتیاں
بیرون کشید و در دہ ہمہ روزگار کرد	سب کو نکالا رکھ دیا پھر پیشِ روزگار
راز درون پردہ برون کرد چون خطیب	اندر کا بھید کر دیا باہر خطیب نے
آمد قرار منبر و خود آشکار کرد	منبر پہ آیا خود ہی کیا اس کو آشکار

کہاں میں سنتا ہوں اور میں کہتا ہوں کیا کونین میں میرے سوا کوئی ہے؟

رباعی

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر	کہاں کون ہے غیر اور نقش غیر
سوی اللہ واللہ ما فی الوجود	قسم ہے خدا کی نہیں جز خدا
من می شنیدم و گویم من	میں سنتا ہوں اور کہتا ہوں برملا
آیا ہست در دو جہان غیر من	کہ ہے کوئی دنیا میں میرے سوا

خواجہ ذوالنون نے فرمایا کہ تین سفر میں نے کیے اور تین علم لایا پہلے سفر میں وہ علم لایا کہ عام و خاص سب نے قبول کر لیا اور دوسرے سفر میں میں وہ علم لایا جس کو خاص نے قبول کیا اور عام نے نہیں قبول کیا اور تیسرے سفر میں میں وہ علم لایا جس کو نہ خاص نے قبول کیا نہ عام نے تو میں منفرد تن تنہا اکیلا باقی رہ گیا شیخ الاسلام پیر ہری کہتے ہیں کہ پہلا تو توبہ کا علم تھا جس کو خاص و عام نے قبول کر لیا دوسرا توکل و معاملہ و محبت کا علم تھا کہ خاص نے قبول کیا اور عام نے نہیں اور تیسرا حقیقت کا علم تھا جو مخلوق کی عقل و علم کی طاقت میں نہیں ہوتا۔ لوگ سمجھ نہ سکے اور ان کو چھوڑ دیا اور ان پر انکار کے لئے اٹھے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔ پچھلا سفر پاؤں سے نہیں ہوا تھا کیونکہ اس تک قدم سے جانے والے نہیں جاتے کہ سب مل کر روانہ ہو جائیں۔

شرطِ ششم یہ ہے کہ مرید کو اس کی اجازت نہ دے کہ دوسرے پیر کے پاس یا دوسرے پیر کے مریدوں کے پاس بیٹھے کیونکہ ممکن ہے کہ اس مرید کی خواہش اس کے خلاف ہو اور پیروں پر لازم ہے کہ مرید کی خواہش کے خلاف حکم دیں جب وہ آپس میں بیٹھے اور ان کی خواہشیں جداگانہ ہیں اور ان کے پیر کا حکم ان کی خواہشوں کے خلاف ہے تو ہر ایک دوسرے پیر کے حکم کو اپنی خواہش کے موافق پاتا ہے تو خواہ مخواہ ادھر جھکتا ہے اور یہ جھکنا اس گروہ کے

نزدیک ارتداد معنوی ہے اور یہ مرتد ہونا طریقت کے رو سے دوری و بے تعلقی کا موجب ہے جب دوسرے پیر کی طرف جھکا تو اس کا پیر نظر سے گر جاتا ہے اور دوسرے پیر کی صحبت پر مائل ہوتا ہے اور اس کی خدمت اختیار کرتا ہے اور اگر یہ دوسرا شیخ بھی ارباب حقیقت سے ہے تو مقام پیری کے موافق اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس کو پہلے پیر نے فرمایا تھا اور جب ان کے فرمان کو اپنی خواہش کے خلاف پاتا ہے تو پھر اپنے پیر کی طرف رجوع کیا، معلوم ہوا کہ مرید سچا نہ تھا اس مثل کے موافق کہ یہاں سے ہانکا وہاں سے بھگایا ذلیل و بے کار و سرگرداں جانے والوں کے ساتھ نفس و جہالت کے قید خانہ میں گیا۔ خدا کی پناہ اس بے تعلقی و رسوائی سے۔

نقل ہے کہ خواجہ زمانہ گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز اپنے پیر حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں تھے حضرت معین الدین کسی اسلامی امر اہم کے لئے دار السلطنت دہلی میں سلطان شمس الدین سے ملنے آئے جو خواجہ قطب الدین کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین استقبال کے لئے نکلے اور بڑی تعظیم سے آپ کو لائے۔ حضرت گنج شکر حضرت شیخ معین الدین کی زیارت کو نہ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ جب تمہارے دادا پیر شہر میں آئے تو کیوں ان کی خدمت میں تم نہیں گئے۔ فرمایا کہ دو وجہ سے میں ان کی خدمت سے محروم رہ گیا ایک وجہ یہ کہ مجھے کام تو اپنے پیر سے ہے نہ کہ دوسرے سے، دوسری وجہ یہ کہ دونوں حضرات ایک مجلس میں تھے اگر پہلے میں اپنے پیر کا قدمبوس ہوتا تو پیر اپنے پیر کے ادب سے اس کو ادب نہ شمار کرتے اور اگر دادا پیر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو پیر کے واسطہ ہونے کا ادب ترک ہوا جاتا ہے۔ ہم کو دادا پیر کی پہچان تو پیر ہی سے حاصل ہوئی ہے نہ کہ دوسرے سے۔ بالآخر حضرت خواجہ معین الدین نے حضرت خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ بابا بختیار میں نے سنا ہے کہ مولانا فرید نے تم سے تعلق پیدا کیا ہے وہ کیسے شخص ہیں میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ حضرت نے مولانا کو طلب کیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خواجہ کے پاؤں پر لا کر ڈال دیا جب نظر شریف ان کے چہرہ پر پڑی تو بہت خوش ہوئے فرمایا کہ بہت اچھے شخص ہیں ایک دن حضرت خواجہ معین الدین اور حضرت خواجہ قطب الدین بیٹھے تھے حضرت شیخ فرید خدمت کے لئے کھڑے تھے آپ نے فرمایا کہ بابا بختیار اب اس کا وقت ہے کہ فرید کو نظم و لایت و عقد معرفت کا یکتا بنا دو، فرمایا بہت اچھا اور دونوں بزرگوار حجرہ میں گئے پھر جو کچھ دینا تھا دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس تمثیل کے مطابق ارشاد فرمایا کہ تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ شیخ کو لازم ہے کہ ہمیشہ مرید کی عادت کے خلاف حکم کرے کہ ارادت نام ہے ترک عادت کا مثلاً ایک مرید ہے کہ بہت زیادہ اور بڑے بڑے وظیفوں اور وردوں کا شغل رکھتا ہے باطن اور اذکار باطنی و ظاہری کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اس صورت میں ظاہر ہے کہ شیخ اس کو ان وظائف کثیرہ سے روکے گا۔ اور سلسلہ کے وظائف مقررہ میں مشغول رہنے کا حکم دے گا اور جو اشغال اہم ہیں ان میں مشغولیت کا حکم دے گا۔ اسی طرح دوسرے شیخ کا ایک مرید ہے جس کی حالت یہ ہے کردہ مشائخ کے معمول و وظائف کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا البتہ باطنی توجہ پر خاص نگاہ رکھتا ہے۔ نماز فرض کو بھی کبھی کبھی ترک کر دیتا ہے تو اس صورت میں شیخ کے لیے ضروری ہے کہ اس کو وظائف میں مشغول ہونے کی ترغیب
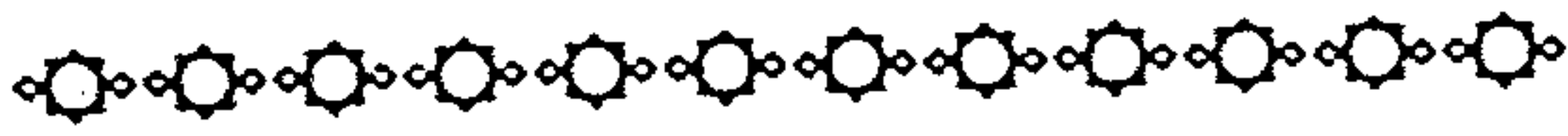
دے اور توجہ اشغالِ باطنی میں جتنا بزرگانِ مشائخ کا معمول ہے اس سے زیادہ توجہ کرنے سے روکے۔ اس لیے کہ طائفہ صوفیہ اور مشائخ کبراء کا اس پر اتفاق ہے کہ صوفی کو "ابو الوقت" ہونا چاہیئے۔ ابن الوقت نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کی تصریح انشاء اللہ اس کے مقام پر کی جائے گی۔ اب دونوں مریدوں کا کسی جگہ پر رہنے کا اتفاق ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے اپنے اشغال کے بارے میں دریافت کیا۔ دونوں نے اپنے اشغال و وظائف ایک دوسرے سے متضاد پایا تو اس موقع پر کچھ تعجب نہیں کہ دونوں دل کے عادات انکار کے طور پر دونوں سے ظاہر ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً فرمایا کہ شیخ ابوبکر قحطی جو شیخ عثمان حیری کے مریدوں میں سے تھے کی بغداد کے مشائخ میں سے ایک شیخ سے ملاقات ہوئی انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارے پیر نے تم کو کیا تعلیم دی ہے مرید نے جواب دیا کہ مجھے اطاعت الٰہی بجا لانے اور گناہ کو جرم جاننے کو فرمایا ہے۔ تمہارے پیر نے یہ ایک پوشیدہ غرور تم کو سکھایا ہے کیونکہ تصوف اور توحید میں یگانگت چاہیئے حالانکہ وہ گناہوں کو اپنے سے سمجھتا ہے اور عمل کو اپنے سے جانتا ہے کیوں نہ موافقِ ارشاد:

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ؎ اور تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا

عمل و قول کو اس سے دیکھے جس شخص کی بندگی کی وفا ذاتِ ربوبیت میں داخل نہ ہوئی اس کا شمول بندگی میں نہ ہوا ہر چند کہ ان بزرگ نے افعال کو اپنے سے دیکھنا اس کو تنگی فرمایا لیکن ہرگز مرید یہ ملاحظہ نہیں کر سکتا۔ نعوذ باللہ اگر ابوبکر قحطی کے دل میں یہ سن کر اپنے شیخ کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو جاتی تو کس قدر خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے محفوظ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ طبیب حاذق اور تجربہ کار حکیم کی طرح ہے جو ہر مریض کا علاج اور اس کی دوا اس کے مرض اور اس کے مزاج کے مطابق تجویز کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کے مزاج میں گرمی اور صفرا کا غلبہ ہے تو اس کیلئے شربت نبات تجویز کرتا ہے اور ایک شخص کو ہیضہ کا مرض ہو تو اس کو فاقہ کراتا ہے۔ یہی کیفیت مشائخ کی ہے وہ بھی مرید کے حسب حال اس سے مجاہدہ کراتے ہیں کسی سے سخت اور کسی سے سہل اگر مختلف استعداد کے ہر مرید ایک دوسرے کے حال سے مطابقت چاہیں (کہ سب کی تربیت یکساں انداز پہ کی جائے) تو یقیناً یہ ان کی محرومی کا باعث ہوگا۔ چنانچہ حضرت خواجہ مظفر کرمانشاہی قدس سرہ کو ریاست اور امیری کی حالت میں یہ دولت سلوک نصیب ہوئی اور کرامت کا تاج ان کے سر پر رکھ دیا گیا ؎

رباعی

کسی را بی مشقت تاج برسر ——— کسی کو بے مشقت دیدیا تاج
نہادہ بادشاہی خشکی و تر ——— عطا خشکی تری کا کر دیا راج

؎ پ ۲۳ صفت ۹۶

دگر را کردہ در منزل جگر ریش — کسی کو کر دیا منزل میں زخمی
بس آنکہ خواند سوئی مسند خویش — وہاں سے لوٹا وہ مسند پہ اپنی

حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ ہم کو تو اس درگاہ میں بندگی کے راستہ سے پہنچنا نصیب ہوا۔ اور خواجہ ابو مظفر کرمان شاہی کو خداوندی اور ریاست کے ذریعہ سے یہ دولت نصیب ہوئی۔ یعنی ہم نے مجاہدہ سے مشاہدہ حاصل کیا۔ اور انہوں نے مشاہدہ کے ذریعہ مجاہدہ کی منزل پائی۔ خود حضرت خواجہ ابو مظفر فرماتے ہیں کہ جو کچھ لوگوں کو وادیوں اور جنگلوں کے طے کرنے کے بعد ملتا ہے مجھے وہ مسند اور بالش پہ بیٹھے ہوئے مل گیا۔ ارباب رعونت ان کے اس قول کو دعویٰ پہ محمول کریں گے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے۔

شعر

نہ ہر کس میرسد منزل باین راہ — نہیں ہر اک کی منزل کو ہے یہ راہ
نہ ہر کس می نہد پا بر سر گاہ — نہ سب کی ہے رسائی تا بدرگاہ

اور یہ دعویٰ نقص حال پر گواہ ہے۔

شرط ہفتم یہ ہے کہ ابتدائے تربیت میں مرید کو پاک غذا کے بارے میں یقین دلائے کیونکہ اکثر بیشتر مریدین کیلئے یہی قوت و غذا آفت بن جاتی ہے کہ اکثر لوگ پیٹ کے بندے ہیں اپنی تمام ہمت اسی کھانے پینے پر مرکوز رکھتے ہیں ان کی اصلاح کی تدبیر یہ ہے کہ ان کو ایسی جگہ رکھا جائے کہ اس کے اطراف میں اور کوئی نہ ہو اور ان کو خلوت میں بٹھا دیں اور شیخ اپنی ہمت سے ان کی مدد کرے اور ان کو جتلا دے کہ تمہارا رزق تمہاری کوشش کے بغیر یقیناً تم کو ملے گا یہ عمل اس وقت تک جاری رکھا جائے کہ اس سلسلہ میں ان کا یقین پختہ ہو جائے اور توکل کی دولت ان کو حاصل ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پاک غذا ایک بیج کی طرح ہے جو سالک کے معدہ کی زمین میں بویا جاتا ہے۔ اگر وہ بیج پاک اور حلال غذا کا ہے تو اس سے اعمال صالحہ کا درخت پیدا ہوگا اور اگر مشتبہ روزی کا بیج بو یا گیا ہے تو اس سے خطرات فاسدہ اور عبادت میں کسالت پیدا ہوگی (عبادت میں کسل اور دل میں وسوسے پیدا ہوں گے) اور اگر حرام روزی ہے تو معصیت و نافرمانی کا درخت نشو و نما پائے گا۔ حضرت شیخ ابو اسحاق شامی قدس سرہ حضرت شیخ ابو احمد ابدال قدس سرہ کی والدہ کو اکل حلال کی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے تاکہ پاکیزہ اور پاک رودھ اس نومولود کو پلا سکیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابو احمد ابدال سلطان فرشانہ کے صاحبزادہ تھے جو چشت کے شرفا اور ملک کے امیروں میں سے تھے۔

ان کی ایک بہن بہت ہی صالح تھیں۔ شیخ ابو اسحاق شامی ان کی خاطر سے کبھی کبھی ان کے وہاں جایا کرتے تھے اور ان کے یہاں کھانا بھی کھاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ان صالحہ بی بی سے کہا کہ تمہارے بھائی کے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کی بڑی شان ہوگی تم کو اپنے بھائی کی بیوی کی نگرانی کرنی چاہیئے تاکہ حمل کے زمانہ میں مشتبہ اور حرام غذا نہ کھائیں۔ وہ ضعیفہ عفیفہ حضرت ابو اسحاق شامی کے ارشاد کے مطابق اپنے

ہاتھ سے رسی بٹتی تھیں۔ اور اس کو فروخت کرتی تھیں اور اس کی قیمت سے اپنی بھاوج کی ضروریات پوری کرتی تھیں تا اینکہ ۲۶۱ھ میں المعتصم باللہ کی حکومت کے زمانہ میں خواجہ ابو احمد پیدا ہوئے وہ صالحہ خاتون ان کو اپنے گھر لے آئیں اور حلال روزی سے ان کی پرورش کرتی رہیں۔ کبھی کبھی شیخ ابو اسحاق شامی بھی ان کے گھر تشریف لاتے تھے۔ اور عہد طفلی میں خواجہ ابو احمد کو بھی کبھی کبھی دیکھ لیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اس بچے سے ایسی خوشبو آ رہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے ایک زبردست خاندان پیدا ہوگا اور اس کی ذات سے عجیب و غریب احوال و آثار مشاہدہ میں آئیں گے۔[1]

شرطِ ہشتم شرط ہشتم یہ ہے کہ اگر کوئی شیخ اپنے کسی ہم عصر شیخ کو نسبت میں اپنے سے قوی پائے تو شیخ کو چاہیئے کہ اس کی صحبت اختیار کرے اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دے اس لیے کہ اس کی اور دوسروں کی بہتری اسی میں ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس شیخ کی شیخیت، حب جاہ پر مبنی ہے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہے۔ اور وہ صرف دنیاوی دولت کو کمانے کے لیے ولی بن بیٹھا۔ ہمت و نسبت طریقت سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ حب ریاست اور خواہش برتری کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے۔ (یہ بہت بڑا نقص ہے) اسی اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لوکان موسیٰ حیًّا لما وسعهٗ الّا اتباعی۔ — اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

الیاس و عیسیٰ ہمارے پیغمبر کے حکم شریعت کے ماتحت ہیں تو مشائخ کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت شیخ الاسلام احمد زندہ پیل جامی کی توجہ ہرات کی طرف ہوئی اور سب ساتھی سفر کے لئے کمربستہ ہوئے جب شکیبان گاؤں میں پہنچے چند ہمراہی بزرگوں نے پوچھا کہ حضرت شیخ ہرات میں داخل ہوں گے شیخ نے فرمایا کہ اگر لوگ لیجائیں تو جائیں گے اور اگلے مشائخ ہرات کو باغیچہ انصاریاں کہتے تھے اور باغیچہ میں لوگ نہیں آسکتے بغیر باغباں کی اجازت کے ہے

شعر

بی نفس رخصت این باغبان — آنے کی رخصت جو نہ دے باغباں
رہ نتوان یافت درین بوستان — پا ہی نہیں سکتا رہ بوستاں

حضرت شیخ احمد جام کے پہنچنے کی خبر جابر بن عبداللہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا ہم جاتے ہیں شیخ الاسلام احمد جام کے محافہ کو کاندھے پر اٹھا کر شہر میں لے آتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کے والد شیخ عبداللہ انصاری کے محافہ کو نکال لائیں

---

[1] سلسلہ عالیہ چشتیہ آپ ہی سے جاری ہوا۔ آج بھی لاکھوں سے فزوں حضرات اس سلسلہ عالیہ سے وابستہ ہیں اور وہ پیش گوئی صادق آتی ہے۔
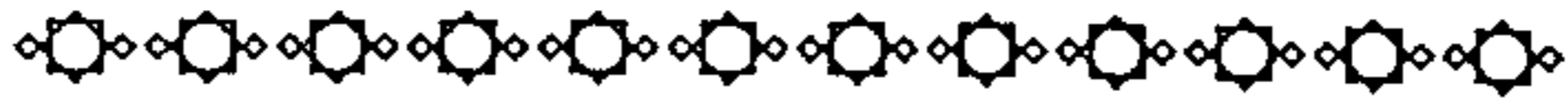
اور شہر میں اعلان کیا کہ سارے بزرگ حضرت شیخ الاسلام احمد کے استقبال کے لئے نکلیں، سب بزرگ نکلے اور روانہ ہوئے جب تسکیبان گاؤں میں پہنچے اور حضرت شیخ کی خدمت میں آئے اور ان کی مبارک نگاہ آپ پر پڑی تو اپنی جگہ پر رہ گئے اور بڑی کیفیت پیدا ہوئی۔ دوسرے دن محافہ لائے اور درخواست کی کہ یہ طے پایا ہے کہ آپ کو کاندھے پر شہر میں ہم لے چلیں کرم فرمائیے اور محافہ میں بیٹھئے حضرت شیخ الاسلام نے قبول کیا اور محافہ میں بیٹھے آگے کے دونوں بازو کو شیخ جابر بن عبداللہ اور قاضی ابو الفضل یحییٰ نے پکڑا اور پیچھے کے دونوں بازو کو امام ظہیر الدین زیاد اور امام فخر الدین علی ہیتی نے پکڑا اور روانہ ہوئے اور کسی کو نہیں دیا۔ حضرت شیخ چپ تھے یہاں تک کہ کچھ دیر چلے پھر فرمایا کہ محافہ کو رکھدو تاکہ ایک بات ہم کہیں جب محافہ کو رکھدیا تو فرمایا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ارادت کیا چیز ہے؟ سب نے کہا فرمائیے فرمایا ارادت فرمانبرداری ہے سب نے کہا بجا ہے فرمایا کہ جب ایسا ہے تو آپ لوگ سوار ہوں تاکہ دوسرے لوگ محافہ اٹھائیں تاکہ ہر ایک کا ایک حصہ ہو جائے بزرگ لوگ سوار ہوئے دوسروں نے محافہ کو لیا اتنی مخلوق شہر اور گاؤں سے آئی تھی کہ بہتیرے مشہور حضرات تھے کہ ان کی نوبت نہ آئی جب شہر میں پہنچے اور شیخ عبداللہ انصاری کی خانقاہ میں اترے تو اکثر بزرگوں نے جو پیر و مرشد تھے اپنے مریدوں کو شیخ الاسلام کے حضور پیش کیا اور خود بھی فائدہ مند ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو کسی طرح اجازت نہ دیں کہ برادران طریقت کے سوا دوسرے کے ساتھ بیٹھے اور نہ کسی سے بات چیت کرے اور نہ کسی سے دوستی اختیار کرے اور نہ کسی کو دیکھنے جائے اور نہ کسی کو اپنے دیکھنے کی اجازت دے اور دوسرے اس کی اجازت نہ دے کہ اپنے واقعات و واردات کو دوستوں سے کہے اگر ان سب باتوں میں اسکو آزاد چھوڑ دے اور منع نہ کرے تو یقیناً اس کے حق میں برائی کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگر سو آدمی ایک طرح کے کسی امر میں اکٹھا بیٹھیں اور ایک پریشان ان میں ہو تو موافق اس مثل کے کہ اکثر بھی برے کے تابع ہوتے ہیں وہ سب پر غالب ہو جاتا ہے اور اس کی صحبت پریشانی کو لوٹا لاتی ہے غیر جنس سے بچنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ **مصرعہ**

روح را صحبت ناجنس عذابست الیم

روح کو صحبت ناجنس ہے اک سخت عذاب

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صحبت اس شخص سے رکھنا چاہیئے جس سے پوری طرح ربط ہو تاکہ حصول مقصود کا سبب ہو اور وہ نسبت کی کشش حق سبحانہ و تعالیٰ کی ایک محبت ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو بجز اجنبیت اور جدائی کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لئے بعض بزرگان طریقت نے فرمایا ہے کہ وجد و حال والے ان لوگوں کے پاس جن پر علمی احکام کا غلبہ ہے نشست نہ کریں کیونکہ ان کی صحبت وجد و توحید کے عطایا اور طریقوں کو بند کر دیتی ہے نیک اور عبادت گذار اور اہل علم درحقیقت عزت والے ہیں اور غنیمت ہیں۔ ہم ان کے معتقد ہیں لیکن وہ نسبت و طریقت کے مناسب نہیں ہیں۔ خاص محبت کے وقتوں میں اس قسم کے لوگوں کے آنے پر آپ بے حد متوحش ہوتے تھے اور لوگوں کی

بالندحکایات بیان نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار محلہ خواجہ گفتی کے حجرہ میں اس خادم سے اہل معرفت کے حکایاتِ عالی بیان فرماتے ہوئے بیحد گرم ہوگئے تھے اور یہ خاکسار آپ کے دلپذیر معارف اور معرفت کے انوار کے سایہ میں محو ہو چکا تھا کہ اچانک ایک صاحب آ گئے جن پر زہد وتقویٰ کی نسبت غالب تھی، ان کے آتے ہی حضرت قدوۃ الکبرا خاموش ہوگئے اور فرمایا "سخنے از شما گریخت" بس اب بات ختم۔ یعنی آنے والا چونکہ ان حکایات کا زیادہ معتقد نہیں ہے۔ اس لیے سلسلۂ کلام ختم کیا جاتا ہے۔ یہ سن کر ان صاحب نے فرمایا کہ جناب میں تو ان باتوں کا معتقد ہوں حضرت نے فرمایا کہ اس کی پرکھ کے لیے ہمارے پاس کسوٹی ہے اور وہ کسوٹی "آمدِ سخن" ہے۔ یعنی بے ساختہ اور بغیر فکر کے سلسلۂ کلام جاری رہنا۔ چنانچہ تمہارے آنے سے پہلے ہم اتنی تیزی اور روانی سے گفتگو کر رہے تھے جیسے پن چکی کی بھرکی ہوا سے تیز چلتی ہے۔ تمہارے آتے ہی وہ کیفیت ختم ہوگئی ہم محض تمہارے کہنے سے اس معیار کو ترک نہیں کر سکتے۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مقدس میں کچھ محرم اسرارِ طریقت حاضر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم علومِ مکاشفہ کے دقائق اور اسرارِ مشاہدہ کے حقائق ظاہر فرما رہے تھے کہ کچھ ایسے لوگ مجلس شریف میں آئے جن میں ان اسرار کے سننے کی قابلیت اور استعداد نہیں تھی اس وقت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمروا انائکم (اپنے برتنوں کو ڈھانک لو) اس وقت جو لوگ محرم اسرار تھے وہ سمجھ گئے کہ اس کا کیا مطلب ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعا یہ ہے کہ اپنی استعداد کو چھپا لو کہ تمہارے توجہ دسخن فہمی کے سبب بات آتی تھی اگر کہا جاتا کہ یہ لوگ اس کی قابلیت نہیں رکھتے تو غلطی میں پڑتے ہیں اور نقصان والے ہوتے ہیں اور آنے والے لوگوں نے سمجھا کہ اپنے برتنوں کے منہ کو ڈھانک لو تاکہ زہریلے جانور نہ پڑیں سبحان اللہ۔ چونکہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی اتنا وسیع المعنی تھا: اسی لئے آپ کے کلام کی شان میں وارد ہوا ہے :-

اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ [۱]

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حقائقِ صوفیہ کا اظہار اور اس طائفہ علیہ کے دقائق کا بیان کبھی کبھی سننے والے کی برکت کا بھی نتیجہ ہوتا ہے۔ ایک عزیز بیان کرتے تھے کہ میں حضرت امیر کی خدمت میں بہت زیادہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب کبھی آپ کی مجلس میں حضرت خواجہ (حسن بصری) تشریف لے آتے تھے تو حضرت امیر قدس سرہ عجیب وغریب معارف اور اسرارِ طریقت بیان فرمانے لگتے تھے۔ جب کبھی حضرت خواجہ امیر کی مجلس میں آجاتے تو بے اختیارانہ آپ گفتگو شروع فرما دیتے اور پھر ایسے نادر حکایات واسرار ومعارف آپ کی زبان سے ادا ہونے لگتے تھے کہ دوسرے اوقات میں کبھی آپ بیان نہیں فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ حسن بصری کا معمول

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب منبر پر تشریف لے جاتے تو معرفت وطریقت کے ایسے

[۱] مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں یعنی بات چھوٹی سی مضمون بڑا (بخاری ومسلم)

لطیف نکات اور مقامات جو عارفوں کے مناسب حال ہوں بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ حسن بصری وعظ میں معارف کے بیان کرنے اور حقائق طریقت کے اظہار پر بہت ہی زیادہ مائل تھے باایں ہمہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب تک حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا منبر کے نیچے آکر نہیں بیٹھ جاتی تھیں۔ اس وقت تک وعظ شروع نہیں فرماتے تھے ایک روز آپ بہت دیر تک بی بی رابعہ بصری کا انتظار کرتے رہے اور دیر تک چشم براہ رہے جب لوگوں کے دل تنگ آگئے ان میں سے ایک نے بطور نکتہ چینی عرض کیا کہ کیا ہوا اگر ایک بڑھی عورت منبر کے پایہ کے پاس نہ آئی اور اتنے لوگ انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نے جس لقمہ کو ہاتھی کے منہ کے لئے آراستہ کیا ہے اس کو چیونٹی کے منہ میں کیسے رکھوں اور جو نوالہ گینڈے کے لئے تیار کیا ہے چوزۂ مرغ کے منہ میں نہیں ڈالا جاسکتا ہے

شعر

عیسیٰ دلی باید تا بشنود زبور — لازم کہ دل عیسیٰ ہو تا سن سکے زبور

ہر خر چگونہ فہمد مترنم طیور — سمجھے ہر ایک خر کیا یہ نغمۂ طیور

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے مقامات خواجہ میں دیکھا ہے کہ شاہ بلخ نے اپنی لڑکی سلطان احمد خضرویہ کے لئے پیش کی آپ نے بے مناسبتی کی وجہ سے قبول نہ کیا لڑکی بے حد رنجیدہ ہوئی اور تخلیہ میں حضرت سلطان کے پاس ایک شخص بھیجا اور کہا کہ ہم تم کو اس طریق میں جوانمرد سمجھتے تھے مصرعہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

خود غلط تھا جو ہمارا تھا خیال

یہ کیا بخل تھا جو آپ نے کیا۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ایک محتاج آپ کے ذریعہ سے دولت معنوی تک پہنچے؟ جب اس بات کو حضرت سلطان نے سنا تو بڑا رجحان ہوا ان کو قبول کیا اور عقد نکاح میں لے آئے۔ تھوڑے دنوں میں ایسا ہو گیا کہ آپ ان کے واردات و واقعات کے حل کرنے سے عاجز ہو گئے بالآخر حضرت سلطان العارفین کے پاس بسطام میں لے گئے، ایک دوسرے کی یکجائی بے حد محرمانہ و بار تبہ بھی چند مرتبہ تنزل فرماتے تھے تب سلطان احمد ان کے نکتوں کو سمجھتے تھے۔ بسطام میں حضرت سلطان العارفین نے بارہا فرمایا کہ یہ تمہارے مکشوفات و واقعات کا حل تمہاری برکت سے ہے۔ اس کمال محرمی نے جو ان کے درمیان واقع ہوئی سلطان احمد کو رشک و غیرت آگئی فاطمہ نے معلوم کر لیا شوہر کو پکارا اور کہا کہ تم میرے بدن کے محرم ہو اور وہ میری جان کا محرم ہے

شعر

میان محرم جان و تن ای یار — میان محرم جان و تن زار

ز روئی قرب آمد فرق بسیار — بڑا ہے فرق نزدیکی میں اے یار

فاطمہ حضرت سلطان العارفین کے سامنے حقائق نما و معارف کشا رخسار و عذار کو بے حجاب و بے نقاب کئے بیٹھی تھیں ایک دن حضرت سلطان العارفین نے کہا اے فاطمہ ہاتھ پر نقش و نگار تم نے بنایا ہے۔ اسی وقت

انہوں نے اپنے منہ کو چھپا لیا اور کہا کہ جب تک میرے ہاتھ کے نقش و نگار آپ نہیں دیکھتے تھے میری صحبت آپ سے جائز تھی جب نگاہ میرے ہاتھ اور نگار پر پڑی اب باہمی اٹھنا بیٹھنا جائز نہیں ہے ؎

قطعہ

تا کہ میان من و تو ای نگار — میری تری دوستی تھی اے نگار
بود بہم صحبت معنی نگار — از پئے نظارۂ معنے نگار
نیست رو ہمدم ہم زین سپس — ہمدمی جائز نہیں میرے لئے
چون نظر افتاد بدست و نگار — دیکھنے جب تم لگے دست و نگار

حضرت قدرۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سب لوگوں کی صحبت نسبت میں خلل ڈالنے کا سبب نہیں ہے بلکہ اکثر لوگوں کی صحبت تو ایسی ہوتی ہے کہ وار دالہی و فیض نا متناہی کا سبب ہو جاتی ہے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے نقل فرماتے تھے کہ حضرت شیخ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یکایک ایک کیفیت قوی کا نزول ہوا آپ حفاظت حال کے لیے خلوت میں تشریف لے گئے خلوت میں پہنچتے ہی وہ کیفیت ختم ہو گئی۔ آپ فوراً باہر تشریف لے آئے۔ باہر آتے ہی وہ کیفیت پھر طاری ہو گئی۔ اس وقت آپ پر ظاہر ہوا کہ یہ حال اور کیفیت اس اجتماع اور اصحاب کی ہم نشینی کی برکت سے ہے۔

حضرت قدرۃ الکبرا حضرت خواجہ سے نقل کرتے کہ ایک روز آپ نے بطریق عتاب و خطاب اپنے اصحاب سے فرمایا، کہ تم لوگ ہمیشہ اجنبی لوگوں سے اختلاط رکھتے ہو اور ان سے تمہاری مصاحبت رہتی ہے اور یہ طریقہ صرف اُن طبقات کے لوگوں میں سے کسی ایک طبقہ کے لیے روا ہے اول تو وہ جماعت اور وہ لوگ جو بحر شہود میں اور حال حضوری میں مستغرق ہیں تو یہ لوگ محض اس خوف سے کہ کہیں کوئی بات ان کو شہود حق سے محروم نہ کر دے اس سبب سے یہ لوگ احباب کی مجالست اور اصحاب کی مخالطت ہمیشہ کرتے ہیں تا کہ ان کے احوال ہمیشہ پوشیدہ رہیں۔ اور احباب کو ان کی اس نسبت سے آگاہی حاصل نہ ہو اور بیش از وقت احباب آکر جمع نہ ہو جائیں (اس لیے اجنبیوں سے ملتے رہتے ہیں) کیونکہ قرب لوگوں کو تسخیر کرنے والا ہے۔ لہٰذا انبیا علیہم السلام نے اسی قرب سے تسخیر نفوس کی ہے۔ اسی طرح بادشاہ بھی ہزاروں نفوس کی تسخیر اسی قرب کے ذریعہ کر لیتے ہیں۔ (طریقت میں ایسا قرب منع ہے) اور یہی اس بات کا راز اور اس کی اصل ہے کہ چھوٹے بڑوں کے باطن پر تصرف کر لیتے ہیں یہی قرب اس تصرف کا ذریعہ بنتا ہے بچہ بڑوں سے ہمیشہ قریب رہتا ہے) اور بچہ رب تبارک و تعالیٰ سے قریب العہد ہوتا ہے اور کمسن بچوں کی محبت جو دلوں میں ہوتی ہے اس کا سبب بھی یہی ہے۔ منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارش کا پانی اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے رب سے قریب العہد ہے۔

دوسرے اُس گروہ کے لیے اجنبیوں سے اختلاط روا ہے جو تجلی ذاتی کی حیرانی اور دہشت کے عالم

ہیں ہیں یہ حضرات سراپا سوختہ ہوتے ہیں اور غیروں کے دیکھنے سے ان کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور غیر حق ان کی کوئی مراد نہیں ہوتی اور نہ غیرِ حق سے ان کا کچھ مقصود ہوتا ہے۔ یہ حضرات حق تعالیٰ کی طرف سے دوسروں کی تکمیل پر مامور ہیں اور حق تعالیٰ کے حکم سے صاحبِ استعداد لوگوں کے باطن پر تصرّف کرتے ہیں اور ان کے دلوں کو دنیاوی مرادوں کی قید سے آزاد کردیا گیا ہے۔ ان دو گروہوں کے علاوہ لوگوں کے ساتھ ہم نشینی اور کسی کو جائز نہیں ہے۔ ہاں سوائے اس عالم کے جو اس آیت کریمہ کے بموجب

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ؏ [1] (اور اپنے رب کی نعمت کا (خوب) بیان فرمائیں)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اجنبی کی صحبت مبتدی اور متوسّط کے لیے ایک زہرِ قاتل اور نسبت میں خلل کا باعث ہے اور جمعیت خاطر میں اس سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔ پس ناجنس کی صحبت سے احتراز کرنا چاہیئے سبحان اللہ سبحان اللہ، صحبت کی بھی کیا تاثیر ہے کہ ناجنس کا لباس بھی وقت میں خرابی اور وحشت پیدا کرتا ہے ایک درویش نے کہا کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت میرے دل میں مرشد کی صحبت میں پہنچنے کا خیال پیدا ہوا، میں اٹھا وضو کیا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی میرے پاس پوستین موجود تھی۔ میں نے اپنی پوستین پہننی چاہی ایک دوسرے شخص کی پوستین وہاں موجود تھی وہ میرے جسم پر ٹھیک آگئی میں نے اپنی سمجھ کر پہن لی، جب حضرت والا خانقاہ سے باہر تشریف لائے حضرت کے دیدار سے میں مشرف ہوا اور حضرت کی خدمت میں بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد فجر کی نماز ادا فرمانے کے بعد دوسرے لوگ بھی آگئے اور حلقۂ ذکر شروع ہوگیا۔ حلقۂ ذکر کے اختتام پر حضرت مراقبہ میں مشغول ہوئے ایک لحظہ کے بعد اپنے سر کو اٹھا کر فرمایا کہ مسجد میں کوئی بیگانہ نہ رہے تلاش کے بعد لوگوں نے کہا کہ کوئی نہیں ہے پھر مراقبہ میں گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا کہ اچھی طرح تلاش کرو کہ بیگانہ نہ ہو کیونکہ مراقبہ میں جیسی جمعیت حاصل ہونا چاہیئے ویسی حاصل نہیں ہو رہی ہے لوگوں نے دیکھ کر عرض کیا کہ کوئی بیگانہ یہاں موجود نہیں ہے تیسری مرتبہ یہی مضمون فرمایا میں نے اپنی پوستین کو جب غور سے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ میری پوستین نہیں ہے مجھے خیال ہوا کہ اس پراگندگی کا سبب کہیں یہی نہ ہو۔ میں نے خدمت والا میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ہاں یہی بات ہے۔ میں یہ سنتے ہی باہر نکل کر گیا اور وہ پوستین اتار دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اب ٹھیک ہے۔ جمعیت خاطر نہ ہونے کا یہی سبب تھا۔

قطعہ

چرا مردم بصحبت نیک مائل	نہ کیوں نیکوں کی صحبت پر ہو مائل
نباشد کاندرو تاثیر دارد	ہر اک انسان کہ ہے صحبت میں تاثیر
بود در جامہ ہم تاثیر مردم	لباس خلق میں ہوتا اثر ہے
کسی کین نشنود تقصیر دارد	نہ مانے جو تو یہ اس کی ہے تقصیر

---

[1] پ ۳۰ الضحیٰ ۱۱

شرطِ نہم مقاماتِ خواجہ میں مذکور ہے کہ شیخ کے لیے ضروری ہے کہ اس راہِ سلوک کا پورا پورا علم رکھتا ہو کہ جس مرید کو اس راہ میں کوئی دقت پیش آئے وہ اس سے عہدہ برآ ہو سکے اور مرید کی ان مشکلوں کو دور کر سکے۔ جلالی اور جمالی تجلیات میں تمیز کرا سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی نیتوں اور اسرار سے واقف ہو۔ اسی بنا پر مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنی تمام مشکلات اپنے احوال اور اپنے شبہات اپنے شیخ کے سامنے پیش کرے یہ نہ کہے کہ شیخ کو میرے تمام حالات کی اطلاع ہے۔ اس لیے کہ یہ مشیخت کے شرائط میں سے نہیں ہے (ضروری نہیں کہ شیخ مرید کے تمام احوال سے باخبر خود بخود ہو جائے) امام شیخ ابوالقاسم قشیری سے منقول ہے! انہوں نے فرمایا کہ شیخ اور مرشد اگر صاحبِ اشراق ہے اس صورت میں مرید کا عرضِ احوال مناسب نہیں ہے اور ترکِ ادب ہے۔ اور اگر اہلِ اشراق سے نہیں ہے تو ترکِ عرض ترکِ ادب ہے (مرید کے لیے خلافِ ادب ہے) بہت سے مشائخِ اشراق نے (جو صفائے قلب سے مرید کا حال معلوم کر لیتے ہیں) مرید کے خاطر اور باطنی احوال سے آگاہی کو مشیخت اور ارشاد کی شرط قرار نہیں دیا ہے یعنی شیخ کا صاحبِ اشراق ہونا ضروری قرار نہیں دیا ہے بلکہ صرف یہ شرط رکھی ہے کہ اگر مرید کو سلوک میں کوئی مشکل پیش آئے یا مدارجِ قرب کے طے کرنے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو مرید کے عرضِ حال کے بعد شیخ کو اس کی مشکل حل کرنا چاہیئے تاکہ ترقی کا دروازہ اس پر کھل جائے۔ مرید حالتوں کو بطریقِ ظاہر عرض کرے اور یہ نہ کہے کہ شیخ جانتا ہے کیونکہ بیان کی حاجت ہے کبھی ہوتا ہے کہ جانتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نہیں جانتا، چونکہ تکمیل کے لئے نہ جاننا کوئی عیب نہیں ہے تو چاہیئے کہ پیر سے عرض کرے۔ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبانِ مبارک سے کیا خوب کہا ہے ؎

مثنوی

یکی پرسید زان گم کردہ فرزند	کسی نے پوچھا اے گم کردہ فرزند
کہ ای روشن گہر پیر خردمند	کہ ہو روشن دل و پیر خردمند
ز مصرش بوئی پیراہن شمیدی	تھا بو کو مصر سے جامہ کے سونگھا
چرا در چاہ کنعانش ندیدی	نہ چاہِ کنعان میں کیوں اسکو دیکھا
بگفت احوال ما برق جہانست	کہا حالت مری برقِ جہاں ہے
دمی پیدا و دیگر دم نہانست	کبھی پیدا کسی دم وہ نہاں ہے
گہی بر طارم اعلیٰ نشینم	کبھی ہوں طارمِ اعلیٰ پہ بیٹھا
گہی بر پشت پائی خود نہ بینم	کبھی خود پاؤں کو اپنے نہ دیکھا
اگر درویش بر حالی بماندی	اگر درویش اک حالت پہ رہتا
سر دست از دو عالم برفشاندی	دو عالم سے وہ ہاتھوں کو اٹھاتا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ طریقت نے "اشراق برخواطر" یعنی مریدوں کے احوال سے بذریعہ اشراق آگاہ ہونا"، کو ارشاد و تکمیل کی شرط قرار نہیں دیا ہے لیکن شاید ہی ایسا کوئی شیخ ہو جو اپنے مرید کے ظاہری اور باطنی احوال سے آگاہ نہ ہو اس لیے کہ مرید میں بعض خصائل ذمیمہ اور بعض اوصاف خبیثہ موجود ہوتے ہیں ان کو خطرۂ شیطانی کی دخل اندازی کے باعث وہ اپنے پیر پر ظاہر نہیں کرتا۔ (ظاہر کرنا اس کے لیے مشکل ہوتا ہے) پس جبکہ یہ صورت حال ہو اور شیخ اس کے خواطر سے آگاہ نہ ہو تو پھر کس طرح اپنے مرید کو ان ذمائم سے روک سکتا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیا کو خواطر سے آگاہ فرما دیتا ہے۔ (ان میں یہ وصف ہوتا ہے) اور بعض کو نہیں۔ چنانچہ طبقات الصوفیہ میں میرے مطالعہ سے گزرا ہے کہ شیخ الاسلام (حضرت عبداللہ انصاری ہروی) نے تحریر فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے خواجہ ابو علی فارمدی کو خواطر سے آگاہی بخشی تھی۔ اس کے باوجود اس کے اظہار کی ان کو اجازت نہیں تھی۔ اور شیخ احمد زندہ پیل کو خواطر سے آگاہی بھی بخشی تھی اور اس کے اظہار کی اجازت بھی فرمائی گئی تھی۔ بلکہ تمام خواطر کو آپ کے دل کا تابع بنا دیا گیا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صاحب کشف المحجوب (حضرت شیخ علی بن عثمان جلابی الہجویری الغزنوی قدس سرہ) کو منزل سلوک میں وقفہ سے دوچار ہونا پڑا (ترقی میں وقفہ پیش آگیا) اور اس کا حل کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ کشود کار کے لیے وہ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کی خدمت میں گئے۔ ان کو اس مسجد میں جو ان کے مکان کے سامنے تھی موجود پایا۔ وہ وہاں تنہا کھڑے تھے اور حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کو جو واقعہ اور وقفہ پیش آیا تھا اس کو بعینہ وہ ایک ستون مسجد سے بیان کر رہے تھے۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری نے ان سے بغیر دریافت کیے ہوئے اس کا جواب پالیا تو کہا کہ اے شیخ یہ تو میرا ہی واقعہ ہے۔ یہ سن کر شیخ ابوالقاسم گرگانی نے جواب دیا کہ اے فرزند! اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس ستون کو میرے لیے گویا کر دیا تھا اس نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا اسی کا میں اس کو جواب دے رہا تھا۔

شرط دہم مقامات خواجہ میں (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی) نے فرمایا ہے کہ شیخ کو لازم ہے کہ ایک شبانہ روز میں مرید سے صرف ایک مرتبہ اختلاط کرے۔ پس اس سے زیادہ اختلاط اور مجالست نہ کرے کہ کثرۃ المشاہدہ فقد الحرمۃ (کثرت ملاقات توقیر ضائع کرنا ہے) اپنا حجرہ یا مقام مریدوں سے الگ رکھنا ضروری ہے۔ مریدوں کے اجتماع کے لیے جگہ جداگانہ ہونا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا معمول حضرت قدوۃ الکبرا سفر اور حضر دونوں صورتوں میں اس شرط کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے اگر آپ سفر میں ہوتے تھے تو اپنا خیمہ دوسرے خیموں سے الگ نصب کراتے تھے۔ اور دوسرے خیمے مریدوں کے لیے ہوتے تھے۔ ان کے درمیان قدرے فاصلہ بھی رکھا جاتا تھا اور اگر حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی (حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات) کی خدمت میں تشریف لے جاتے تو وہ حجرے مخصوص فرما دیتے تھے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا حضرت قدوۃ الکبرا کے لیے۔ ان دونوں حجروں کے

درمیان صرف ایک دریچہ ہوتا تھا۔ اور دونوں حجرے قریب قریب ہوتے تھے۔ اور دوسرے مریدوں اور مخلصوں کے لئے خانقاہ مخصوص فرما دیتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے روح آباد میں بھی اسی طرح کے دو کمرے تیار کرائے تھے، ایک وحدت آباد، دوسرا کثرت آباد، آپ خود وحدت آباد میں آرام فرماتے تھے جہاں آپ کا سجادہ تھا اور اس وحدت آباد کو دس صاحبوں کے سوا کسی نے نہیں اٹھایا۔ حضرت نور العین، یہ خادم نظام یمنی، شیخ کبیر، شیخ عارف، شیخ معروف، شیخ الاسلام شیخ رکن الدین شاہ باز، شیخ مبارک، ملک محمود، بابا حسین اور ایک راج جو دیوار اٹھاتا تھا اور یہ لوگ مٹی اور پانی کا کام کرتے تھے، حضرت قدوۃ الکبرا اس جماعت کو کبھی کبھی اپنے عشرہ مبشرہ کے لقب سے بھی یاد فرمایا کرتے تھے۔ کثرت آباد میں جو دائرہ کے باہر تعمیر کیا گیا تھا تمام افراد خاندان اور اصحاب صومعہ، خدام و مریدین قیام پذیر تھے۔ ذکر حلقہ اسی کثرت آباد میں کیا جاتا تھا۔ دوسرے تمام لوگ آپ کے جمال کا مشاہدہ (جو وحدت آباد کے دائرہ کا مرکز تھا) صرف دو بار کر سکتے تھے۔ اس سے زیادہ آپ کا دیدار ممکن نہ تھا۔ بجز اس کے کہ کبھی کبھی حضرت نور العین اور حضرت کبیر نصف شب میں یا صبح کے وقت شرف ملاقات حاصل کر لیتے تھے۔

شعر

اشرف این مردم چنانکہ کثرت آباد آمدند	خلق یہ اشرف مثال خلق آباد آئے ہے
عارفان را در مقام وحدت آباد است وطن	عارفوں کا ہے مقام وحدت آباد اک وطن

دوسرے مشائخ کرام کا دستور

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہم جن شہروں میں گئے اور جن مشائخ کی خانقاہوں میں ہمارا گزر ہوا وہاں ہم نے یہی اصول جاری و ساری پایا چنانچہ ہرات میں شیخ عبداللہ انصاری ہروی کی خانقاہ میں اشغال کا حجرہ الگ ہے اور مریدوں اور معتقدوں کے جمع ہوتے کے لیے ایک دوسری خانقاہ ہے۔

شعر

ز بہر خاص دارد بارگاہی	برائے خاص ہے درگاہ اکرام
ز بہر عام دیگر خانقاہی	بنی ہے خانقاہ اک ازپئے عام

اسی طرح شہر سمرقند میں خانقاہ خواجگان میں جداگانہ انتظام ہے۔

مرید اور مسترشد کی شرائط

شیخ و شیخوخت کی شرائط کی طرح مرید و مسترشد کے لیے بھی دس شرطیں ہیں۔

شرط اوّل یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ سے کوئی بات نہ چھپائے اور خیر و شر سے جو کچھ اس کے دل پر وارد ہو شیخ کے حضور میں تمام و کمال پیش کر دے تاکہ شیخ اس کے احوال باطن سے کلی طور پر آگاہ ہو کر اس کی

استعداد کی حقیقت سے وقوف حاصل کرے۔ اس کے مناسب حال روش اختیار کرے۔ اور اس کے مزاج کے مطابق اس کے باطنی امراض کا علاج کر سکے۔

شرطِ دوم دوسری شرط یہ ہے حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ اپنے پیر سے جو کچھ مشاہدہ کرے اس پر اعتراض نہ کرے خواہ بحسب ظاہر وہ اس میں کوئی بھلائی نہ دیکھتا ہو اس صورت میں جب وہ مضطرب ہو اور کوئی صورت اس کی تاویل کی اس کے سمجھ میں نہ آتی ہو تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کو یاد کرے اور اس بات پر یقین کرے کہ طریقت میں اس بات سے زیادہ اور کوئی چیز مضر نہیں ہے جتنا کہ اکابر پر اعتراض کرنا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کا تدارک ممکن ہے مگر اعتراض کا تدارک ممکن نہیں ہے کیونکہ معترض ہرگز معذور نہیں ہے اس لیے کہ وہ حجاب جو اعتراض کے باعث پیدا ہو جاتا ہے کسی طرح رفع نہیں ہو سکتا۔ اعتراض انتہائی نامبارک اور نامناسب ہے اور یہ فیض مرشد کے مقابل میں ایک دیوار (رکاوٹ) ہے۔ پس اے طالب تجھے اس سخت مرض سے پرہیز لازم ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اربابِ طریقت و اصحابِ سلوک کے بعض افعال اگرچہ بحسب ظاہر خلاف شریعت نظر آتے ہیں لیکن جس کی آنکھوں میں کشف و عیاں کا سرمہ لگا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ افعال بالکل درست اور صحیح ہیں۔ پس جبکہ اربابِ بصیرت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ان حضرات سے ایسے افعال کا صدور (جو خلافِ شریعت ہوں) ممکن ہی نہیں ہے۔ سوائے کسی وجہ خاص کے (جو بظاہر نظر نہیں آتی) اس لیے ان کی جانب انکار و اعتراض کی نظر سے نہ دیکھے۔ چنانچہ یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت شیخ ابو الغیث یمنی سے ان کے اصحاب نے ایک دن گوشت کی فرمائش کی۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں دن بازار لگے گا اس دن تم گوشت کھا سکو گے۔ جب مقررہ دن آیا تو خبر آئی کہ ڈاکوؤں نے ایک قافلہ لوٹ لیا ہے۔ اس خبر کو آئے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک ڈاکو آیا اور حضرت کی خدمت میں ایک گائے نذر کی۔ شیخ نے درویشوں سے کہا کہ اس گائے کو ذبح کر لو اور گوشت پکالو۔ لیکن اس کا سر اسی طرح رکھا رہنے دینا۔ اس کے بعد ایک دوسرا ڈاکو آیا اور گیہوں کی ایک بوری خدمت میں پیش کی شیخ نے حکم دیا کہ یہ گیہوں پیس کر روٹیاں پکالو۔ فقرا نے ویسا ہی کیا جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو شیخ نے درویشوں سے فرمایا کھانا کھاؤ۔ اس جماعت میں کچھ فقہاء بھی موجود تھے ان کو یہ سب باتیں معلوم ہو چکی تھیں شیخ نے ان لوگوں کو بھی کھانے میں شرکت کے لیے بلایا لیکن وہ نہیں آئے۔ شیخ ابو الغیث نے فقراء سے فرمایا کہ تم لوگ کھاؤ کہ فقہاء حرام مال نہیں کھاتے ہیں۔ جب تمام مرید کھانا کھا چکے تو ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے کہا اے حضرت میں نے ایک گائے آپ کی درگاہ کے درویشوں کے نذر کرنے کے لیے روانہ کی تھی راستہ میں ڈاکوؤں نے اسے چھین لیا۔ شیخ نے کہا اگر تم اس گائے کا سر دیکھ لو تو کیا پہچان لو گے اس نے کہا جی ہاں! شیخ نے حکم دیا خادم گائے کا وہی سر اٹھا لائے (جو شیخ کے حکم سے جوں کا توں رکھ دیا گیا تھا۔) اس شخص نے کہا کہ یہ میری ہی گائے کا سر ہے کچھ دیر بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے حضرت میں آپ کی نذر کے لیے ایک بوری

گیہوں لایا تھا راستہ میں ڈاکو اسے لوٹ کر لے گئے۔ حضرت نے گیہوں کی گون طلب فرمائی اور اس کو دکھائی اس نے پہچان لیا۔ آپ نے فرمایا کہ فقیروں کی نذر فقیروں کے پاس پہنچ گئی۔ جب فقہا نے یہ مشاہدہ کیا تو فقیروں کے ساتھ کھانے میں نہ شریک ہونے پر بہت پشیمان ہوئے۔ اور شیخ کی عدم اطاعت سے گمراہی میں گرفتار ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حضرات صوفیہ اور اصحاب طریقت اپنے اعیان ثابتہ سے آگاہ ہوتے ہیں اور اپنے آثار و احکام سے ان کو وقوف حاصل ہو جاتا ہے اور ان آثار میں بعض احکام ذمیمہ موجود ہوتے ہیں تو بہت جلد ان افعال پر اقدام کرتے ہیں۔ تا کہ جلد ہی توبہ و استغفار کریں۔ پس ان کے بعض افعال اسی قبیل سے ہوتے ہیں اور اکثر وہ افعال ظاہری اعتبار سے مذموم نظر آتے ہیں لیکن ان میں کسی نہ کسی کا فائدہ پنہاں ہوتا ہے۔ (پس اسی افادیت کی بناء پر ان کے صدور سے گریز نہیں کیا جاتا)

حضرت مولانا روم کا ایک واقعہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مولوی رومی قدس سرہٗ (مولانا جلال الدین رومی) نے اپنے فرزند سلطان ولد کو حضرت شمس الدین (شمس تبریزی) کی خدمت میں دمشق بھیجا اور بہت سا سونا اور چاندی ان کو دیا اور ان سے کہا کہ جب حضرت شمس الدین کی خدمت میں پہنچو تو یہ مال و زر ان کے جوتوں میں ڈال دینا اور ان کے جوتوں کا رُخ سرزمین روم (قونیہ) کی طرف کر دینا۔ مولانا نے سلطان ولد کو بتایا کہ جب تم دمشق پہنچو تو محلہ صالحیہ میں ایک مکان بیکر کے نام سے مشہور ہے وہاں جانا۔ وہاں مولانا شمس الدین تم کو ایک خوبصورت فرنگی لڑکے کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہوئے ملیں گے۔ ان کا شطرنج کا کھیل اس طرح ہو رہا ہو گا کہ جب مولانا بازی جیت لیتے ہیں تو وہ فرنگی زادہ سے سونا لیتے ہیں اور جب وہ فرنگی زادہ بازی جیت لیتا ہے تو وہ مولانا کے تھپڑ مارتا ہے! خبردار تم یہ رنگ دیکھ کر کہیں ان کے منکر نہ ہو جانا وہ فرنگی پسر اسی گروہ صوفیہ کا ایک فرد ہے۔

رباعی

بچشم بد مکن زنہار زنہار	نہ دیکھو چشم بد سے ان کو زنہار
نظر بر این ہمہ نیکان داذار	نہ کرنا عادلوں نیکوں کا انکار
کہ افعال ہمہ خاصان بعامان	کہ عامی کی نظر میں فعل خاصاں
نماید عکس در چشمان انکار	نظر آتا ہے اُلٹا اور بے کار

لیکن وہ خود اپنے مقام سے بے خبر ہے حضرت مولانا شمس الدین قدس سرہ محض اس لئے اس کے ساتھ شطرنج کھیل رہے ہیں کہ اس کو اس کے مقام سے آشنا کر دیں۔

جب سلطان ولد دمشق پہنچے تو مولانا شمس الدین کو اسی جگہ شطرنج کھیلتے ہوئے پایا جس کی نشان دہی مولانا روم نے کی تھی جب سلطان ولد اور ان کے ہمراہی حضرت شمس کی خدمت میں پہنچے تو ان کے ہمراہیوں نے مولانا کے سامنے اظہار عزت و تعظیم کے لیے سر جھکایا اور ان سب پر رقت طاری ہو گئی جب فرنگی زادہ نے یہ

کیفیت دیکھی تب وہ سمجھا یہ کوئی بہت بڑے بزرگ ہیں - وہ اپنی بے ادبیوں پر بہت شرمندہ ہوا - ٹوپی سر سے اتار کر رکھ دی - اسی وقت اسلام قبول کر لیا - اور اس کے پاس جو کچھ مال و دولت موجود تھا - اس نے چاہا کہ اسی وقت اس کو لٹا دے لیکن مولانا شمس الدین نے اجازت نہیں دی - بلکہ اس کو حکم دیا کہ فرنگستان لوٹ جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو راہ حق دکھاؤ - اور خود اس جماعت کے قطب بن جاؤ -

سلطان ولد نے جو کچھ زر و سیم لائے تھے مولانا شمس الدین کی جوتیوں میں ڈال دیا اور ان کا رُخ روم کی طرف کر دیا پھر مولانا سے تمام ارادتمندوں کے ساتھ روم تشریف لے جانے کی استدعا کی - مولانا نے ان کی گذارش قبول کر لی - گھوڑے پر سوار ہوئے اور سلطان ولد (اور دوسرے ہمراہی) ان کی رکاب میں روانہ ہوئے ! مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ اے بہاء الدین تم بھی سوار ہو جاؤ - انہوں نے سر جھکا کر جواب دیا بادشاہ بھی سوار ہو اور غلام بھی سوار ہو -

شعر

نزیبد بندہ را در خدمت شاہ	نہیں ہے شاہ کے ہوتے یہ زیبا
کہ برنشیند براسپی اندرین راہ	کہ بیٹھے گھوڑے پہ ہمراہ بندہ

یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے - الغرض دمشق سے قونیہ تک بہاء الدین (سلطان ولد) اسی طرح پیادہ پا ان کی رکاب کے ساتھ ساتھ آئے - جب حضرت شمس الدین قونیہ میں پہنچے تو انہوں نے سلطان ولد کی خدمات کا مولانا روم سے تذکرہ کیا اور سوار ہونے کے سلسلہ میں جو کچھ انہوں نے جواب دیا تھا وہ بھی مولانا روم کو سنایا اور ان کے جواب پر بہت مسرت کا اظہار کیا - اس کے بعد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے دو نعمتیں عطا فرمائی ہیں - سر اور سِر، سَر تو میں نے مولانا کے خلوص اور محبت کی راہ میں جدا کیا - اور سِر سلطان ولد کو بخش دیا - اگر بہاء الدین کو عمر نوح بھی میسر آ جاتی اور وہ اس راہ (طریقت) میں وہ تمام عمر صرف کر دیتے تو ان کو وہ آتش محبت میسر نہ آتی جو اس سفر میں میں نے ان کو عطا کر دی ہے - امید ہے کہ تم سے بھی بہت سے حصے پائیں گے -

مسند عالی سیف خان کا بیان ہے کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا سے میری عقیدت بہت بڑھ گئی اور از روئے اطاعت و صدق ارادت میرا دل اس بات پر آمادہ ہوا تو میں نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ علائق روزگار اور علائق دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لوں - جزوی اور کلی طور پر تجرید (تنہائی اور خلوت گزینی) کو اپنا شعار بناؤں لیکن حضرت اس کو نہیں مانتے تھے کہ جس حال میں ہوں اس سے کچھ نکلوں - آپ نے مجھ سے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بعض طالبان طریقت کو قرب کے شرف سے مشرف فرمایا ہے ان کے لئے لوگوں کی کثرت سے ملاقات اور عوام کا اژدحام توجہ باطنی کے لئے مانع نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [1]	وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتی اللہ کی یاد سے -

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۷

وہ اپنے معمولات سے ذراسی دیر کے لئے غافل نہیں ہوتے پس دنیا سے تعلق رکھتے ہوئے جس کام کا حکم دیا گیا ہے اس میں مشغول رہو
چونکہ آپ کے دیدار اور شرفِ ملاقات سے ہر روز میری عقیدت میں ایک اور دس کی نسبت سے اضافہ ہو رہا
تھا۔ ایک روز حضرت نے محض میرے امتحانِ عقیدت کے لیے رات کے وقت مجھے اپنے خرگاہ میں طلب فرمایا
کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حسین وجمیل عورت کہ چشم زمانہ نے جس کی مثال نہیں دیکھی اور لوگوں کے کانوں نے
اس کی طرح کا حسن نہیں سنا اندر بیٹھی ہوئی ہے۔ چینی کی صراحی اور حلبی پیالہ قریب رکھا ہے اور
کھانے کی وہ تمام چیزیں جو ایسے موقع پہ ہوتی ہیں موجود ہیں۔ میں کچھ دیر خدمت گرامی میں بیٹھا رہا۔ پھر مجھے حکم
دیا کہ باہر جاؤ۔ اس واقعہ کے بعد بھی میں حسبِ معمول آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا۔ آپ نے میری ارادت کو ملاحظہ
فرما لیا اور جان لیا کہ پہلے سے سو گنا زیادہ ہے اس واقعہ کو کچھ مدت جب گزر گئی تو حضرت نے مجھ سے فرمایا
کہ ہم نے ایسا عظیم گناہ کیا جو تمہارے مشاہدہ سے گزرا لیکن اس کے باوجود تمہارے اعتقاد اور ارادت میں کچھ خلل
پیدا نہیں ہوا۔ تعجب کی بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے مخدوم۔ اے میرے آقا۔ بندہ کو اس سے کیا سروکار
کہ وہ بزرگوں کے معاملہ میں پڑے۔ ہاں۔ میں بہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ عورت کوئی جنی تھی کسی دوسرے
کی بیوی یا کوئی عورت نہیں تھی۔ اور وہ شراب کوئی خانہ ساز شربت تھا اور اگر یہ نہ بھی ہو تو "عصمت" شرط
انبیاء ہے (ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا) اولیا کے لیے عصمت شرط نہیں ہے۔ جب آپ نے میرا یہ جواب سماعت
فرمایا تو ارشاد کیا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تمہارا نام اولیا کے دفتر میں درج کیا جائے

شرط سوم شرط سوم مرید کے لیے یہ ہے کہ شیخ کی طلب کا جذبہ مرید میں صادق ہو خواہ کچھ ہی کیوں نہ
ہو اپنی اس طلب سے باز نہ آئے۔ خواہ تمام دنیا کی تلواریں اس کے سر پہ کھنچی ہوں
(وہ اپنے طلب سے باز نہ آئے) ؎

بیت

عاشق ثابت قدم آنکس بود در کوئی دوست	عاشق ثابت قدم بس وہ ہے کوئے دوست میں
رو نگرداند اگر شمشیر بارد بر سرش	منہ نہ پھیرے سر پہ اس کی گو کہ برسے تیر و تیغ

حضرت مولانا قطب الدین دمشقی سے روایت ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب طالب صادق و مرید واثق اللہ تعالیٰ
کی ہدایت و عنایت سے شیخ کے حضور میں باریاب ہو تو اس کو اس بارے میں اپنا اطمینان کر لینا چاہیئے کہ شیخ میں اقتدائیت
کی صلاحیت ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ بہت سے طالبان راہِ حقیقت اس منزل میں ہلاک ہوئے ہیں۔ اس موقع پر حضرت دریتیم
نے عرض کیا کہ مشائخ کی معرفت اس وقت تک جب تک کسی کی آنکھ کو نورِ عرفان سے روشن نہ کیا ہو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے اور مقتدی تو
اس معاملہ میں بالکل ہی کورا اور نابلد ہوتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ رسالہ "مکیہ" میں فرمایا گیا ہے
"یعرف ذالك بلعنوان الناس ومن احوال الجماعة الذين يعتقدون ويحبونه" اس کی شناخت
دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے اور اس جماعت کے حالات سے کی جاسکتی ہے جو اس شیخ کی پیروی ہے۔ اور ان
لوگوں سے جو اس سے محبت کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے جو اس کام میں مشغول ہیں معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اقتدائیت

کی بعض علامات اور ولایت کی بعض نشانیاں سابقہ اوراق میں بیان ہو چکی ہیں۔ ان کے ذریعہ سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔ ایک اور مقررہ کسوٹی بھی ہے وہ یہ کہ جب تم اس شیخ کے حضور میں پہنچو تمہارا دل حق کی طرف کھینچنا چاہیئے اور تمہارا دل تعلقاتِ زمانہ سے ٹھنڈا ہو کر رہ جائے اور ایسا شیخ صاحبانِ بصیرت کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہتا ؎

مشک غماز ست نتواند نہفتن بوئی را

مشک خود غماز ہے بو کو چھپانا ہے محال

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایسے شخص کی جو قدر و قیمت میں کبریت سرخ کی طرح ہے اور عنقائے مغرب کی طرح ناپید ہے اگر خوش قسمتی سے صحبت حاصل ہو جائے تو پھر اس کا دامن مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیئے اور اپنے دل میں اس کو یقین کر لینا چاہیئے کہ اس کے لیے سوائے اس ذاتِ گرامی کے کوئی اور شیخ نہیں ہے اور خدا تک سوا اس کے کوئی اور شیخ نہیں پہنچا سکتا اسی کا نام توحیدِ مطلب ہے اور بے شک یہ ایک رکنِ عظیم ہے اکثر مریدوں سے اس راہ میں غلطی سرزد ہوئی ہے اور اس ایک غلطی کے باعث وہ طریق الٰہی سے کٹ گئے اس وجہ سے کہ وہ مشائخ کے معاملہ میں تذبذب میں پڑ گئے اور ہر ایک طریقہ سے انہوں نے چاشنی کا ذائقہ چکھا اور اس طرح وہ پریشانی اور تشویش کا شکار ہو گئے۔

اس موقع پر شیخ کبیر نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت توحیدِ مطلب سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ توحیدِ مطلب سے یہ مراد ہے کہ طالب تحقیق یقین کے ساتھ یہ جان لے کہ مطلب تک سوائے اس شیخ کے ذریعہ کے پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ یقیناً جو اس سلسلہ میں تشویش اور تذبذب کا شکار ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کس وادی میں اس کو ہلاک کرے۔ پس جس طرح کہ حق تعالیٰ واحد ہے قبلہ واحد ہے اسی طرح سزاوار یہی ہے کہ مطلب بھی واحد ہو تاکہ شیطان اس میں تصرف نہ کرے۔ اسی طرح اس کا نفس بھی اس معاملہ میں اس کو پریشان اور عاجز نہ کرے۔ پس یہی سزاوار ہے کہ مرید صادق اور مخلص ہو اور اس راہ میں صدق بس یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظاہر و باطن میں پوشیدہ طریقہ پر اور ظاہری طور پر مستقیم (ثابت قدم) رہے اور تمام اطوار کے ساتھ طالبِ پروردگار رہے۔ یعنی بدن کے ساتھ، نفس کے ساتھ، قلب کے ساتھ، عقل کے ساتھ، اپنے سر کے ساتھ اور اپنی روح کے ساتھ اور اخلاص یہ ہے کہ اس کی تمام حرکات و سکنات، قیام، قعود اور دوسرے تقلبات (تبدیلیاں) افعال و اقوال صرف خدا کے لیے ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند فرماتے تھے کہ بعض لوگوں سے خطاب کرنے میں یہ فرماتے رہے ہیں کہ تواضع اور نیازمندی اختیار کرو اور خود کو ایسا بنا لو کہ اگر اعتقاد صادق کے ساتھ تم کسی سنگِ سیاہ کی طرف توجہ کرو تب بھی اپنے مقصود کو پہنچ جاؤ اور مطلب سے بہرہ مند ہو۔ اگر نیازمندی سے خالی اور عاری ہو گئے اور اس صورت میں کسی پیغمبر کی صحبت بھی تم کو میسر ہو ہرگز مقصود حاصل نہ ہوگا نہ کسی معنی کا فیضان ہوگا۔

شعر

صدق و نیاز باید تدبیر این سفر را
ہے اس سفر کا ساماں صدق و نیاز زیبا
زاہد ترانہ بینم یک زہد آن دوائی
زاہد نہیں سمجھتا تجھ کو میں ایک ذرہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک عابد ایک ویرانہ کے گوشہ میں عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور یہاں مجاہدہ میں اپنے شب و روز بسر کرتے تھے، صرف جمعہ کے دن نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جامع مسجد میں آتے تھے نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر اسی ویرانہ میں لوٹ جاتے باقی نمازیں وہیں ادا کرتے اسی طرح ایک مدت گزر گئی جب شہر کے اکابر اور دوسرے بزرگوں کو ان کے اس حال سے آگاہی ہوئی تو ان کے دلوں میں ان کی صحبت کی بہت خواہش پیدا ہوئی۔ ان سے ان کے احوال کے بارے میں ہر چند لوگوں نے دریافت کیا لیکن انہوں نے کچھ نہیں تبلایا۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے ایک دن ان کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ آپ جب تک اپنا حال نہیں تبلائیں گے میں آپ کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔ مجبوراً عابد کو بولنا پڑا کہ کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا آپ کا نام کیا ہے۔ آپ کہاں رہتے ہیں۔ آپ کے مرشد کون ہیں؟ انہوں نے کہا میرا نام عبدالصدق ہے میں توکل کے گوشہ میں رہتا ہوں۔ میرے شیخ بھی اسی زاویہ میں مقیم ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ ازراہِ عنایت اپنے شیخ سے ہم لوگوں کو بھی ملوائیے تاکہ جس طرح آپ سے شرف اندوز دیدار ہوئے ہیں ان سے بھی شرف اندوز ہوسکیں عابد نے جواب دیا کہ حضرت مرشد معذور ہیں اور چلنے پھرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ انشاء اللہ دوسرے جمعہ کو (نماز سے فراغت کے بعد) اگر تمہارا دل ملاقات کو چاہے تو میرے ساتھ چلنا۔ اس گفتگو کے بعد ایک دوسرے کو رخصت کیا اور عابد ویرانے کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان عابد کا کوئی شیخ یا مرشد تو تھا نہیں۔ یہ بہت ہی حیران و پریشان تھے کہ آئندہ جمعہ لوگوں کو میں کیا جواب دوں گا۔ یہ اسی فکر میں تھے کہ خود سے غافل ہوگئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب جن کی نورانی داڑھی تھی فرماتے ہیں کہ کل جو تیرا دامن پکڑے وہی تیرا پیر ہے۔ یہ جب خواب سے بیدار ہوئے تو بہت ہی خوش تھے۔ جب صبح ہوئی یہ باہر نکلے تو ان کا دامن ایک پودے کے کانٹے سے الجھ گیا (کانٹے نے دامن پکڑ لیا) انہوں نے کہا کہ بس یہی میرا پیر ہے۔ اس نے میرا دامن پکڑا ہے۔ یہ اس کے سامنے بڑے ادب سے بیٹھ گئے۔ اور اس طرح اس کے سامنے سر جھکایا کہ جس طرح پیروں کے سامنے تعظیماً سر جھکاتے ہیں اور جس طرح پیروں کی خدمت میں رہتے ہیں یہ بھی اس خارِ نہالچہ کے سامنے آنے جانے لگے۔ لیکن شرم کے مارے کافی مدت تک شہر نہیں گئے۔ آخرکار ان کے دل میں آیا کہ شہر چلنا چاہیئے اگر اس شخص نے میرے پیر کے بارے میں دریافت کیا تو میں ساری حقیقت اس سے بیان کردوں گا اور اپنے اس دورخے پن کے چہرہ سے نقاب الٹ دوں گا۔ یہ خیال کر کے جب یہ شہر میں پہنچے اور جمعہ کی نماز ادا کی تو لوگوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور معذرت کرنے لگے کہ شاید آپ ہمارے اس دن کے استفسار سے ناراض ہوگئے (اور آنا ترک کردیا) انہوں نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں میرے نہ آنے کا سبب کچھ اور تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے پیر سے تمہاری

ملاقات کراؤں گا (اور کریم وہ ہے جو وعدہ پورا کرے) اب اپنا وعدہ پورا کیجیے۔ عابد نے کہا بہت خوب آپ لوگ میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ ایک جم غفیر ان کے ساتھ ساتھ روانہ ہو گیا۔ ادھر یہ عابد اس فکر میں غلطاں و پیچاں راستہ طے کر رہے تھے کہ جب میں بتاؤں گا کہ میں "خار" کا مرید ہوں تو لوگ میرے بارے میں کیا کہیں گے لیکن جب یہ اس کانٹے والے پودے کے پاس پہنچے (جس سے ان کا دامن الجھ گیا تھا) تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس پودے کے قریب ایک بہت ہی عجیب و غریب فرش بچھا ہوا ہے اور اس فرش پر ایک عمر رسیدہ شخص جن کی داڑھی سفید ہے تشریف رکھتے ہیں۔ اس بزرگ کو دیکھ کر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ میں مخلوق میں رسوائی سے بچ گیا۔ عابد نے ساتھ آنے والے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ ہیں میرے پیر و مرشد۔ ان کی قدم بوسی کرو۔ وہ لوگ بڑی نیازمندی کے ساتھ ان شیخ سے ملے اور بڑے ادب سے ان کے سامنے بیٹھے رہے۔ کچھ دیر تصرّف کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی آخر کار انہوں نے فرمایا کہ آئندہ آپ لوگ مجھ سے نہ مل سکیں گے۔ اس کے بعد جس کسی کے دل میں میری ملاقات کا شوق اور مجھ سے ارادت و عقیدت کا جذبہ پیدا ہو وہ میرے اسی خلیفہ اور مرید (جس کا نام عبدالصدق ہے) کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جائے۔ ہر ایک نے یہ بات قبول کر لی۔ اور پھر یہ لوگ وہاں سے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ سب لوگ چلے گئے اور اس متمثل صورت نے بھی جانے کا ارادہ کیا تو عبدالصدق نے اس کا دامن پکڑ لیا۔ اور اپنا تمام ماجرا اس سے بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں تو تمہارے صدق ہی کی صورت ہوں حق تعالیٰ نے تمہارے کشود کار کے لیے یہ سامان مہیا فرما دیا تھا۔ اب تم کچھ فکر نہ کرو بے فکر ہو کر جس کام میں مشغول رہتے ہو اس میں مشغول رہو۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدّین نقشبند کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ آپ فرماتے تھے کسی ایک جگہ (ایک پیر) سے اپنا تعلق استوار رکھنا اور اس پر استقامت دکھانا اعلیٰ مرادوں کے حصول کا ذریعہ ہے اور ایک ہی پیر سے مستقل تعلق رکھنا بلند مقامات پر پہنچنے کا ذریعہ ہے نہ یہ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو ایک جگہ ہے وہ ہر جگہ ہے جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ نہیں ہے بلکہ ہر جائی تو اس پرندہ کی طرح ہے جو یہاں سے اڑا وہاں جا بیٹھا راہ طلب میں مذبذب اور بزرگان طریقت نے کچے اور بے قرار ہر جائی کا تمۃ الخیر نام رکھا ہے۔ اس ہر جائی سے سوائے تضیع اوقات کے اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنے پیر کے تمام افعال کو محبوب رکھے (پسند کرے) اور اس کے کسی کام کو مکروہ یا ناپسند نہ جانے۔ مرشد کے تمام افعال اس کی محبت کے سبب سے مرید کو محبوب ہونا چاہیئے۔ اگر اتفاق سے پیر سے کوئی ناپسندیدہ کام سرزد ہو جائے تو اس کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے۔ بلکہ یہ سوچے اور اس امر میں غور کرے کہ اس میں بھی کوئی ایسی حکمت ہو گی جو میرے احاطۂ علم سے باہر ہے تا کہ ایسا ناروا خیال اس کی فیضیابی میں سدراہ نہ بن جائے۔ مرید کی ارادت شیخ کے ساتھ ایسی ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ کو تمام لوگوں سے

بہتر سمجھے۔ اور سب سے زیادہ دوست رکھے۔ یہاں تک کہ اپنے نفس سے زیادہ وہ اس کو محبوب ہو۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

لا یکمل ایمان المرءِ حتّی	کسی کا ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک وہ
اکون احبّ الیہ من نفسہٖ	اپنی جان اولاد اور مال سے زیادہ مجھے
وولدہٖ ومالہٖ	محبوب نہ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی کے بارے میں فرماتے تھے کہ ان کا ارشاد ہے کہ مرید اپنے پیر کو کامل اور نقصان و زوال سے پاک و منزہ جانے اور مقصودِ کونین اور وجودِ دارین اسی سے حاصل کرے۔

قطعہ

ز بہرِ کام خود ای کام پیکر	ہمارا مدعا ہے پیر کا در
ندارم در جہان جز پیر دیگر	نہیں رکھتا جہاں میں دوسرا گھر
ز بہر حاجیان کعبۂ راہ	برائے حاجیان کعبۂ راہ
نباشد قبلۂ جز پیر خوشتر	نہیں قبلہ سوائے پیر خوشتر

شرطِ چہارم شرطِ چہارم مرید کے لیے یہ ہے کہ ہر معاملہ اور ہر بات میں شیخ کی اقتدا نہ کرے جب تک شیخ اس کو اس کام کے کرنے کا حکم نہ دے۔ ممکن ہے کہ بعض باتیں شیخ نے اپنے مقام کے اعتبار سے اپنے لیے گوارا اور پسند کر لی ہوں اور وہ مرید کی نسبت اس کے مقام اور اُس کے خاص مشرب کے لحاظ سے اس کے لیے زہرِ قاتل ہوں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

شعر

تو صاحب نفسی ای غافل میان خاکِ خون میخور	تو صاحبِ نفس ہے غافل میان خاکِ خون کھالے
کہ صاحبدل اگر زہری خورد آن انگبین باشد	کہ صاحبدل جو کھائے زہر بھی وہ انگبین ہوئے

اس لیے شیخ کی نقل مرید کے لیے جائز نہیں ہے۔ وہ شغل ہو یا مراقبہ یا اس طرح کے دوسرے احوال۔ جب تک شیخ کا حکم نہ ہو۔ ایسے کام نہ کرے۔ خواہ وہ نفلی نماز ہی کیوں نہ ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ مرید گفتگو میں، چلنے پھرنے میں اور کھانے اور سونے میں بھی شیخ کی تقلید نہ کرے۔ جب تک اس سلسلہ میں پیر حکم نہ دے حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک ضعیفہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ اس نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے اس بیٹے کو آپ سے بہت تعلق خاطر ہے۔ میں نے اپنے حقوق سے اس کو آزاد کر دیا ہے آپ اس کو خدمت میں قبول فرمالیں۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے رضائے الٰہی کے لیے اس کو اپنی خدمت میں قبول فرما لیا اور اس کے لیے ریاضت و مجاہدہ فرما دیا۔ چند روز کے بعد وہ ضعیفہ اپنے بیٹے سے ملنے آئی۔ چونکہ اس کی غذا صرف جو کی روٹی تھی اور عبادت و ریاضت کے لیے راتوں کو جاگنا بھی ہوتا تھا۔ اس لیے وہ بہت لاغر ہو گیا تھا اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

بیٹے سے مل کر وہ حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں آئی تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک طبق رکھا ہے اور اس میں مرغوں کی بہت سی ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں جو ابھی ابھی حضرت شیخ نے تناول فرمایا تھا۔ عجوزہ نے شیخ قدس سرہ سے کہا کہ اے میرے سردار! آپ خود تو مرغ کا گوشت کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنا دست مبارک ان ہڈیوں پر رکھ کر فرمایا

قم باذن اللہ الذی یحیی العظام وھی رامیم — اس خدا کے حکم سے اٹھ جو بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالتا ہے۔

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سارے مرغ زندہ ہوگئے اور بانگ دینے لگے اس وقت شیخ نے اس ضعیفہ سے کہا کہ جب تمہارا بیٹا ایسا بن جائے گا (اس مرتبہ پر پہنچ جائے گا) تو پھر وہ جو چاہے کھائے۔

مبتدی مرید ایک بیمار کی طرح ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مبتدی مرید اور طالب مقتدی ایک بیمار کی طرح اور شیخ منتہی اور مقتدا ایک تندرست شخص کی مانند ہے۔ اور بہ نسبت ایک تندرست شخص کے ایک بیمار کو نقصان پہنچانے والی غذاؤں سے پرہیز لازمی ہے۔ اور تندرست کو پرہیز کی ضرورت نہیں ہے۔ پس شیخ و مرید کے حال کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ بعض ایسی غذائیں اور ماکولات ہیں کہ صحیح البدن شخص ان کو ہضم کر سکتا ہے۔ لیکن بیمار شخص ان کو کھا لے تو یقیناً وہ ہلاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ مولوی رومی قدس سرہ نے فرمایا ہے:

قطعہ

صاحب دل را ندارد آن زیان	صاحبِ دل کا نہیں اس سے زیاں
کہ خورد او زہر قاتل را عیان	زہر قاتل بھی اگر کھالے عیاں
زانکہ صحت یافت از پرہیز رست	کیوں کرے پرہیز صحت پاگیا
طالب مسکین میانِ تپ درست	اور طالب تو ہے تپ میں مبتلا

پس جانبین کے اطوار اور طرفین کے اسرار کا اندازہ اسی سے کر لینا چاہیئے کہ بعض اسرار و احوال شیخ کے لیے دوسرے ہیں اور بہت سے اذکار و اشغال مرید کے لیے دوسرے ہیں۔ پس اس صورت میں مرید کو بعض افعال سے روکنا شیخ کا عین کرم ہے۔ جس طرح ایک حکیم حاذق مرض کی تشخیص کر لیتا ہے اور مرض پیدا کرنے والے مادہ کا ادراک کر لیتا ہے تو مضر غذاؤں سے اس کو روک دیتا ہے۔ تاکہ اس کے مرض میں اضافہ نہ ہو وہ جو کچھ کرتا ہے از روئے عنایت و شفقت کرتا ہے۔ اس کو بیمار سے عداوت تو نہیں ہوتی کہ غذاؤں سے منع کر دیتا ہے۔ شیخ کے سلسلہ میں شفقت اور افادیت کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

شرطِ پنجم

مرید کے لیے پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کے کلام و حکم کے ظاہر معنی پر ٹھہرا رہے اور ہرگز اس کی تاویل نہ کرے تاکہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے صدقِ عقیدت کے بموجب اس کے درجات میں

ترقی کا اشارہ فرماتے اور فہم دقائق ہیں اس کے لیے آسانیاں پیدا فرمادے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرید خدمت شیخ میں مصروفِ عمل تھا۔ شیخ نے ہیزم کشی (لکڑیاں کاٹ کر لانے) کی خدمت اس کے سپرد کی تھی۔ چنانچہ وہ ہر روز لکڑیاں جنگل سے لایا کرتا تھا۔ اور جس جگہ شیخ حکم دیتے وہاں ان لکڑیوں کو ڈال دیتا تھا۔ یا اگر کسی کو دے دینے کا حکم ہوتا اس کو دے دیتا۔ اتفاق سے ایک دن شیخ حقائقِ معرفت کے بیان میں مصروف تھے اور اصحابِ طریقت ان جواہر معارف وحقائق کے سننے میں محو تھے کہ اس حال میں وہی مرید لکڑیوں کا گٹھا لے کر حاضر ہوا اور معمول کے مطابق دریافت کیا کہ ان کو کہاں ڈال دوں، دو مرتبہ عرض کیا شیخ نے اس کی طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی کیونکہ وہ حقائق کے بیان میں بالکل از خود رفتہ ہو رہے تھے جب اس نے دوبارہ دریافت کیا کہ میں لکڑیاں لے آیا ہوں۔ اب کیا کروں۔ شیخ نے ناراض ہو کر کہا کہ کتنی بار مجھ سے پوچھے گا جا آگ میں جا کر بیٹھ جا۔ مرید بہت ہی پر خلوص اور سلیم القلب تھا۔ شیخ کے اس حکم کے بموجب (شیخ کے ارشاد پر تامل کیے بغیر) تنور میں جو خوب گرم تھا چلا گیا۔ اس واقعہ کو کافی دیر گزر گئی۔ تب شیخ کو یہ خبر پہنچی کہ وہ ہیزم کش مرید تنور میں جا کر بیٹھ گیا ہے۔ شیخ جلدی سے اٹھے اور اس کو آگ سے باہر نکالا۔ جب وہ باہر نکلا تو اس کا ایک بال بھی آگ سے نہیں جلا تھا۔ اور حضرت خلیل اللہ کی طرح آگ اس پر گلزار بن گئی تھی ؎

شعر

با یاد او در آتش سوزندہ شد خلیل	لیکر کے یاد اس کی گئے آگ میں خلیل
آتش زباب چشمہ آبِ زلال شد	آگ ایک نہر وچشمۂ آبِ رواں ہوئی

شرطِ ششم شرطِ ششم مرید کے لیے یہ ہے کہ وہ شیخ کے اشارات اور احکام ظاہری کو بجالائے (ان پر بھروسہ کرے) اور تعمیل میں جلدی کرے خواہ وہ اس اشارت کے معنی سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔ کہ شیخ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تعمیل غایت مقصود اور مقام حصول کی نہایت ہے (اسی سے منزلِ مقصود نصیب ہوتی ہے) حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ شیخ کا حکم بجالانے میں مرید کو وہ راستہ اختیار کرنا چاہیے جو حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ نے حضرت شمس تبریزی کا حکم بجالانے میں اختیار کیا تھا کہ انہوں نے تو خلافِ شریعت احکام کی بجاآوری میں اس حد تک عمل کیا، موافق شرع احکام کی اطاعت کے سلسلہ میں تو کہنا ہی کیا ہے۔ (تامل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) جب تک مرید کا عقیدہ اس حد تک اور اس مرتبہ تک نہیں پہنچے گا۔ (جس حد تک مولانا رومی نے حضرت شمس تبریزی کی اطاعت کی) اس وقت تک اس کو اس راہ میں ترقی میسر نہ ہوگی۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ حضرت مولانا روم کی فرمانبرداری حضرت خواجہ میں اور جو واقعہ ان میں گزرا آج کل لوگ ایک دوسرے کے خلاف بیان کرتے ہیں از راہِ عنایت اس سلسلہ میں جو کچھ حقیقت ہے اس سے سرفراز فرمائیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ان دونوں واقعات کے سلسلہ میں دو قسم کی روایتیں ہیں اور وہی لوگ بیان

کرتے ہیں۔ میں نے حضرت سلطان ولد (فرزند گرامی حضرت مولانا رومی) سے اس سلسلہ میں تحقیق کی تھی وہ میں بیان کرتا ہوں بلکہ میں اس یگانہ روزگار ہستی (شمس تبریزی) کے آغاز حال و ابتدائے کار سے اس سلسلہ بیان کو شروع کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ سلطان ولد فرماتے تھے حضرت خلاصۂ ارواح واشباہ وسرا پردۂ شمع و شمعدان و مصباح شمس الدین محمود نے اپنے ابتدائے کار اور آغاز حال کے سلسلہ میں خود اس طرح فرمایا ہے کہ:

"میں مکتب میں تھا کہ ابھی قریب بہ بلوغ نہیں ہوا تھا چالیس چالیس دن تک مجھے سیرت محمدی کے عشق میں کھانے پینے کی خواہش نہ ہوتی اور اگر کھانے پینے کے لئے کہتے تو میں ہاتھ اور سر سے منع کر دیتا۔"

حضرت شمس الدین محمود (شمس تبریزی) شیخ ابوبکر سیلہ باف تبریزی کے مرید تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجابی کے مرید تھے جن کے مرید شیخ اوحد الدین کرمانی بھی تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت شمس تبریزی شیخ بابا کمال خجندی کے مرید تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ شاید آپ نے ان تمام اکابر کی صحبت سے فیض پایا ہے اور تربیت حاصل کی ہے۔ بہر حال آپ اپنے احوال کے آخری مرحلہ میں ہمیشہ سفر میں رہتے تھے اور سیاہ نمد پہنتے تھے، آپ جس شہر میں پہنچتے وہاں آپ کا قیام کارواں سرائے میں ہوتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب آپ بغداد میں پہنچے تو آپ کی ملاقات شیخ اوحد الدین کرمانی قدس سرہ سے ہوئی۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ کس کام میں مصروف ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کا پانی کے طشت میں مشاہدہ کر رہا ہوں۔ شمس تبریزی نے فرمایا اگر تمہاری گردن میں دنبل (پھوڑا) نہیں نکلا ہے تو اس کو آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے۔

کہا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں مولانا شمس الدین بابا کمال خجندی کی صحبت میں رہتے تھے تو اس وقت وہاں شیخ فخر الدین عراقی بھی حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ کے حکم کے بموجب مقیم تھے ان کی صحبت میں شیخ فخر الدین عراقی کو جو فتوح اور کشف حاصل ہوتا وہ اس کو نثر و نظم کے لباس سے آراستہ کر دیتے تھے[1] اور بابا کمال خجندی کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔ لیکن شیخ شمس الدین قدس سرہ سے ایسی کسی بات کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز بابا کمال نے ان سے فرمایا کہ اے فرزند شمس الدین وہ اسرار و معارف جو فرزند عزیز فخر الدین عراقی پر منکشف ہوتے ہیں تم پر منکشف نہیں ہوتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان سے کچھ زیادہ ہی مجھ پر منکشف ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ انہوں نے بعض مصطلحات کو اپنا لیا ہے وہ اپنی واردات و معارف کو بہت عمدہ طریقہ سے عبارت میں پیش کر دیتے ہیں۔ مجھ میں ایسی لیاقت موجود نہیں ہے۔ یہ سن کر بابا کمال خجندی نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ تم کو ایک ایسا مصاحب عطا فرمائے گا جو اولین و آخرین کے معارف کو تمہارے نام سے پیش کرے گا اور

---

[1] شیخ فخر الدین عراقی قدس سرہ کی نثر میں بلند پایہ کتاب "لمعات" موجود ہے جس کی شرح حضرت جامی نے اشعۃ اللمعات کے نام سے لکھی ہے نظم میں آپ کا دیوان غزلیات یعنی دیوان عراقی موجود ہے۔

حکمت و معرفت کے چشمے اس کی زبان سے جاری ہوں گے اور وہ ان کو حرف و صوت کے لباس میں پیش کرے گا۔ لباس کی وضع تمہارے نام سے مشہور ہو گی[1]

مشہور ہے کہ مولانا شمس الدین (تبریزی) ۶۴۲ھ میں قونیہ تشریف لے گئے۔ اور شکر ریزان کی سرائے میں قیام کیا۔ اس زمانہ میں مولانا رومی درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ایک روز مولانا رومی فاضل شاگردوں کے ساتھ ایک حوض کے کنارے تشریف فرما تھے۔ چند کتابیں آپ کے پاس رکھی تھیں اس مجلس درس و تدریس میں مولانا شمس الدین بھی پہنچ گئے اور مولانا سے پوچھا کہ یہ کون سی کتابیں ہیں۔ مولانا رومی نے جواب دیا کہ اس کو قیل و قال کہتے ہیں اس کو تم کیا جانو۔ مولانا شمس الدین نے ہاتھ بڑھا کر وہ کتابیں اٹھالیں اور سب حوض میں ڈال دیں۔ مولانا رومی سخت پریشان ہوئے۔ اور فرمایا۔ ہائے ہائے درویش! یہ تم نے کیا کیا؟ ان میں بعض کتابیں میرے والد محترم کی تصانیف تھیں جن کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہیں ہے۔ حضرت شمس تبریزی نے پانی میں ہاتھ ڈال کر ایک ایک کتاب نکال کر ان کو دے دی کسی کتاب پر بھی پانی کا اثر نہیں ہوا تھا (کوئی کتاب تر نہیں ہوئی تھی۔) مولانا رومی نے ان سے کہا کہ اے درویش! یہ کیا راز ہے۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا کہ یہ ذوق و حال ہے۔ تم اسے کیا جانو! یہ اسرار دیکھ کر مولانا بہت حیران ہوئے ان کے دل میں ان کی خدمت میں رہنے کا جذبہ پیدا ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مولانا رومی نے سب کچھ ترک کر دیا اور ہر وقت آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

ایک روز یہ دونوں حضرات خلوت میں بیٹھے تھے کہ مولانا شمس تبریزی نے کہا کہ کسی شاہد (معشوق) کو لاؤ مولانا رومی اٹھ کر گئے اور اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آپ کی خدمت میں لائے اور کہا شاہد حاضر ہے۔ شمس تبریزی نے کہا کہ یہ تو میری بہن ہے۔ کسی نازنین پسر کو لاؤ۔ مولانا رومی نے اسی وقت اپنے صاحبزادہ سلطان ولد کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا کہ یہ تو میرا فرزند ہے۔ اچھا یہ چھوڑو۔ اس وقت اگر تھوڑی سی شراب مل جائے تو لاؤ کہ پینے کو جی چاہتا ہے۔ مولانا رومی باہر آئے اور یہودیوں کے محلہ سے شراب کا ایک گھڑا (صراحی) بھروا کر خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت شمس تبریزی نے فرمایا اے جلال الدین! ہم تمہاری اطاعت اور حسن عقیدت کا امتحان لے رہے تھے اور اس میں تم کو کامل پایا (جس قدر بیان کی جاسکتی ہے اس سے زیادہ طاعت تم میں موجود ہے) اس کے بعد مولانا رومی کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہو گئے اور تین ماہ تک مسلسل خلوت میں رات دن صوم وصال (لگاتار روزے) سے رہے اور کسی وقت بھی باہر نہ نکلے۔ نہ کسی شخص کی مجال تھی کہ ان کی خلوت میں داخل ہو سکے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سلطان ولد سے جو کچھ میں نے سنا تھا وہ بس یہی تھا۔

بعض لوگ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کی تقریب اور موقع اس کے علاوہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک

---

[1] دیوان شمس تبریز اس پیش گوئی کا مصداق ہے کہ کلام حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور دیوان شمس تبریز کا کہلاتا ہے (مترجم)۔

روز مولانا رومی درس سے فارغ ہو کر شاگردوں کے ساتھ شکر ریزان کی سرائے کے پاس سے گزر رہے تھے۔ حضرت شمس تبریزی آپ کے سامنے آئے اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر آپ کو روک لیا اور کہا کہ اے امام المسلمین بایزید بسطامی زیادہ بزرگ ہیں یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت جلال الدین رومی کا بیان ہے کہ اس سوال کی ہیبت سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے ساتوں آسمان شق ہو کر زمین پر گر پڑے ہیں اور میرے باطن سے ایک آگ بلند ہوئی جو میرے دماغ تک جا پہنچی اور دھواں ساق عرش تک جا پہنچا ہے۔ پھر میں سنبھل گیا اور میں نے ان کو جواب دیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا ماعرفناک حق معرفتک : یا الٰہ العالمین۔ میں تجھے اتنا نہ پہچان سکا جتنا تیری معرفت کا حق تھا۔ اور بایزید بسطامی پکار اٹھے سبحانی ما اعظم شانی میں سبحان ہوں اور میری شان کس قدر بلند ہے۔ دانا سلطان السلاطین اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ابویزید بسطامی کی پیاس ایک گھونٹ پانی ہی سے ختم ہو گئی اور وہ سیرابی کا دعویٰ کر بیٹھے اور ان کے ادراک کا کوزہ پُر ہو گیا۔ روشنی اسی قدر اندر داخل ہوتی ہے جتنی روزن میں وسعت ہوتی ہے۔ لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاس عظیم تھی اور یہ پیاس لمحہ بہ لمحہ بڑھتی رہی آپ کا سینہ مبارک اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ؁ کی کشادگی کے ساتھ کشادہ ہوا۔ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ؁ کے بقدر اس کو وسعت بخشی گئی لہٰذا آپ تشنگی کا اظہار فرماتے رہے (آپ سیراب نہ ہوئے) اور ہر روز آپ زیادتی قرب کی استدعا فرماتے رہے۔ پس بایزید بسطامی کو حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت! یہ جواب سنتے ہی مولانا شمس الدین نے ایک نعرہ مارا اور گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت مولانا رومی گھوڑے سے اتر پڑے شاگردوں کو حکم دیا کہ وہ شمس تبریزی کو اٹھا کر مولانا رومی کے مدرسہ میں لے جائیں۔ جب وہ ہوش میں آئے تو ان کا سر مولانا رومی کے زانو پر رکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت شمس تبریزی مولانا کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔ پھر وہاں ان کو جو کچھ ملا وہ محتاج بیان نہیں۔

شرط ہفتم یہ ہے کہ خود کو سب سے کم تر جانے اور کسی پر اپنا حق نہ جانے نہ کسی کا اپنے اوپر حق خیال کرے کہ جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو اور عقیدہ رکھے کہ دو جہاں میں حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے پیر کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں ہے تاکہ اس مقام پر پہنچے جہاں مظاہر کی دیوار اس کی بصیرت سے بالکل ہٹا دی جائے خلیل کی طرح اپنے سے یہی کہے کہ

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ؁	بے شک میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

؁ کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے کشادہ نہیں کر دیا۔ پ۳۰ سورہ نشرح ۱
؁ اور اللہ کی زمین وسیع و فراخ ہے۔ ۱۲ پ۲۳ سورہ زمر ۱۰ ؁ پ الانعام ۷۹

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے منقول ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر تربیت کے بارے میں بطور نبی کے ہے پیر اپنی قوم میں نمونہ نبی کا ہے اپنی امت میں ہے

شعر

ایکہ کنی فرق نبی از ولی	کر نہ بیان فرقِ نبی و ولی
ہر دو یکی دان و رہا کن دوئی	دونوں کو اک جان ہٹادے دوئی
گفتم کہ پیامبری تو یا پیر	میں بولا ہو پیر یا پیمبر
گفت کہ دوئی زراہ برگیر	بولا کہ دوئی کو دور تو کر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک مرید بڑی دور سے حضرت سید الطائفہ کے پاس آیا اور مرید ہوا اور طالب ہدایت ہوا کہ سبیل مقصود و راہِ شہود کے سلوک کا طریقہ بتادیں۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا اگر سچے طالب ہو تو آؤ اور کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جنید اللہ کے بھیجے ہیں چونکہ طالب سچا تھا فوراً تعمیل کی۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا پیغمبر برحق و رسول مطلق حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں میں ان کی درگاہ کا ادنیٰ غلام اور ان کی بارگاہ کا کمینہ جاروب کش ہوں لیکن میں تمہارے اعتقاد کی جانچ اور تمہارے اطاعت کی تحقیق کر رہا تھا توبہ کرو اللہ ہم کو تم کو بخشے اور اللہ تعالیٰ تمہاری طلب محبوب کو بڑھائے ہے

قطعہ

بدانکہ پیر سراسر صفات حق باشد	تو جان پیر کو ہے مظہر صفات خدا
اگرچہ نماید بصورت بشری	اگرچہ نظروں میں رکھتا ہے ایک شکل بشر
بہ پیش تو چو کف ست بہ وصف چون دریا	تری نظر میں ہے اک کف مگر ہے وہ دریا
بہ پیش خلق مقیم است و ہر دمش سفری	مقیم کہتے ہیں سب کر رہا ہے پر وہ سفر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو چاہیئے کہ اس کا مقصود و مراد پیر کے سوا کوئی نہ ہو اور سارا مقصد اس کا ذاتِ شیخ کے سوا کچھ نہ ہو کیونکہ شیخ کی صورت میں حق تعالیٰ کی تجلیاں ہیں کیونکہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے پیر بیچ میں سبب ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے ہے

رباعی

نی رفع عطش ز تشنگان آب کند	کم پیاس کو پیاسوں سے نہ یہ آب کرے
نی دفع کلال خفتگان خواب کند	اور دفع تکان نہ نیند اور خواب کرے
حاشا کہ کند غیر مسبب کاری	حاشا کہ کرے غیر مسبب کوئی کام
لیکن ز پس پردۂ اسباب کند	گو نظروں میں در پردۂ اسباب کرے

حضرت قدوۃ الکبرا بارہا حضرت شیخ مظفر بلخی کو یاد کرتے تھے اور ان کو عالی ہمت فرماتے تھے اور

فرماتے تھے کہ لاکھوں شاباشی اُن کے اس قول پر ہو جو کہا ہے کہ حق تعالیٰ جلوہ گاہ فردوس میں اگر شرف الدین کے ظہور میں تجلی نہ کرے تو میں ہرگز نہ دیکھوں **مصرعہ**

فردوس چہ کار آید گر یار نباشد
فردوس ہے کس کام کی جب یار نہیں

جب تک کہ صرف پیر کی ذات مقصود و محل عقیدت نہ ہو اس کا کام اس سے آگے نہ بڑھے گا اور پیر کی نسبت مرید کے اخلاص کا کمال یہ ہے کہ اس کے سوا سب کم ہے اگر ایسا کرے تو اس کا نقص نہیں ہے ۔

شعر

کسیکہ در رہ اخلاص اینچنین نرود — کرے اگر رہ اخلاص میں نہ یوں تگ و دو
بکوئے وصل دلآرام نازنین نرود — وصال اس کا دلآرام نازنین سے نہ ہو

یہ ان کی ہمت کا کمال ہے کہ دو جہاں کے مقصود سے منہ پھیر دیا اور مقصد کی جانب رخ فرمایا ۔

قطعہ

منصب وی برتراز کونین آمد گفتہ اند — اس کا درجہ دو جہان سے بڑھکر ہے سب نے کہا
کوس عالی ہمتی بر ذروۂ اعلیٰ زنند — کوس ہمت ذروۂ اعلیٰ پہ ہے اس کا بجا
رو بسوئے حور جنت کردن از دون ہمتی است — حور جنت کی طرف رخ کرنا ہے دون ہمتی
ہر کجا دون ہمت آمد بر سر او پا زنند — جس جگہ دون ہمت آیا لات سے مارا گیا

شرط ہشتم یہ ہے کہ کسی امر میں خیانت نہ کرے ۔ اور پیر کی تعظیم میں بے انتہا کوشش کرے ۔ اور اپنی عمارتِ دل میں اس ذکر کی جس کو پیر نے فرمایا ہو دل سے بے حد سعی کر کے پورا کرے اور جب کبھی ذکر کے علاوہ شہوت وغیرہ کا خطرہ دل پر گذرے تو اسی وقت ذکر کی طرف رجوع کرے اور مشغول ہو اور جان لے کہ ایک وقت میں دو مخالف امروں میں مشغول نہیں ہو سکتا تا کہ غفلت طاری نہ ہو۔ یوں برا خطرہ ہرگز نہیں گھسنے پاتا تو ذکر سے غفلت کو دور کرنا چاہیئے کیونکہ ذکر کی حقیقت غفلت کا ہٹانا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ خواجگی نے فرمایا ہے کہ مرید کے لئے شرط یہ ہے کہ ہمت کو ایسا بلند کرے کہ پیر کو اپنی جان سمجھے اور آپ اس کا جسم و قالب ہو جائے ۔

بیت

دل بتو زندہ است مگر جان توئی — تم سے ہے دل زندہ مگر جان ہو تم
منت جان چیست چو جانان توئی — منتِ جان کیا ہے جو جانان ہو تم

جب پیر مرید کی جان ہو گیا اور مرید پیر کا قالب ہو گیا یعنی جس طرح کہ تمام قالب بھرپور سر سے پاؤں تک بالکل جان سے بھرا ہوا ہے مرید کا تمام جسم پیر کی محبت سے بھر جائے اور قالب تو خرقہ ہے اور جان خرقہ پوش ہے

تو مرید خرقہ ہوا اور پیر خرقہ پوش یہاں تک کہ ایک ہونے کے خیال کا غلبہ ایسا ہو کہ جو بات مرید کہے گویا پیر نے کہا ہو جو مرید سنے گویا پیر نے سنا ہو اور جو مرید دیکھے گویا پیر نے دیکھا ہو اور جہاں مرید جائے گویا پیر گیا ہو اور جس کو مرید پکڑے گویا پیر نے پکڑا ہو اور مرید کا سارا جسم ایک قالب ہوگیا ہو اور سارا وجودِ پیر مرید کی جان ہو جائے۔ تیرا پاؤں اس کا موزہ ہوگیا اور تیرا ہاتھ اس کی آستین اور تیری آنکھ اس کی کھڑکی اور جو پیر لوگ لکھتے ہیں کہ تب اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور اس کی صحبت میری صحبت اور اس کا خرقہ میرا خرقہ، وہ اسی مقصود کا راز ہے۔ جب ایک ہونے کے خیال کے غلبہ کی وجہ سے پیر مرید کی جان ہوگیا اور مرید پیر کا قالب اور پیر مرید کا خرقہ بن گیا اور مرید پیر کا خرقہ پوش ہوگیا تو جس مرید کا خرقہ پیر ہو اگر عارضی خرقہ کی طرف وہ توجہ نہ کرے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور یہ سب مریدوں کو نہ چاہیئے بلکہ اس مرید کو جو پیر کی جگہ پر پہنچا ہو کیونکہ ایسا مرید تو ایک صفت ہے جو ذاتِ پیر کے ساتھ قائم ہے اور اس کے دریائے ذات میں ڈوبا ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقۂ شیخ فقیر کو دے دیا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب یہ ناچیز فقیر مخدومی و مخدوم عالم پیشوائے بنی آدم حضرت شیخ علاؤالدین (طیب اللہ مثواہ) کی خدمت میں باریاب ہوا اور حضرت کی ظاہری اور باطنی نگاہوں سے مجھ کو اختصاص حاصل ہوا تب حضرت نے طرح طرح کے خاص لباس (خرقے) اور دوسرے تبرکات مرحمت فرمائے تو میں نے اسی دن وہ خرقہ اور دوسرے تبرکات ایک فقیر کو دے دیئے۔ بعض متعلقین حضرات نے جو مجھ سے کدورت رکھتے تھے از روئے غصہ و حسد طعنہ زنی شروع کر دی کہ ذرا اس کو دیکھو اس نے پیر کا خاص خرقہ دوسرے کو دے دیا۔ ایسا بھی کہیں ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے یہ بات حضرت شیخ تک پہنچا دی۔ حضرت مرشد نے فرمایا کہ اشرف کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو لغو و بے معنی ہو۔ تم لوگ خود اس سے دریافت کرو کہ اس نے یہ کیوں کیا۔

جب ان لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا تو اس فقیر نے ان سے جواب میں کہا کہ خرقہ عین پیر ہے یا غیر پیر ہے ظاہر ہے کہ خرقہ عرض کی طرح ہے (قائم بالغیر) یقیناً وہ غیر پیر ہے۔ اور پیر کی نظر غیر پر نہیں ہوتی اور مرید پیر کی صفات کا تابع ہوتا ہے۔ پس اس کی نظر بھی غیر پہ نہیں ہوتی۔ اگر میں ان عوارضات کی طرف التفات کرتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ میں پیر سے کچھ بھی اکتساب نہیں کر سکتا اور جو شخص پیر سے اکتساب نہیں کر سکا اس کو پیر سے کیا نسبت اور تعلق؟

مصرعہ

شان بین محمدؐ و محمدؐ چون این
کتنا فرق ہے حامد و محمود میں

میرا یہ جواب ان لوگوں نے حضرت مرشدی تک پہنچا دیا۔ حضرت نے میرا جواب سن کر تحسین فرمائی اور میرے حق میں یہ دعا فرمائی کہ اے اشرف تیری خوشبو شرق سے غرب تک پھیلے گی۔

شرط نہم شرط نہم مرید کے لیے یہ ہے کہ مرید کو دو جہان سے کوئی خواہش اور حاجت نہ رہے جب تک اس پر

خواہش اور حاجت باقی ہے وہ خواہشات کا طالب ہے (اور پیر کا طالب نہیں ہے) اور مرید نہیں ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مرید کو شیخ کے قابو میں اس طرح ہونا چاہیئے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اس کو حرکت دیتا ہے۔ پس مرید کے لیے مناسب ہے کہ شیخ اس کے لیے جو کچھ چاہے اس کے سوا اس کی اور کچھ خواہش اور آرزو نہ ہو۔ اس صفت کے لحاظ سے اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ اس کو مرید ہی نہ کہیں کہ اس منزل پر پہنچ کر اب خود اس کا ارادہ تو باقی ہی نہ رہا جس کے باعث اس کو مرید کہا جائے۔ مرید کے لفظ کا اب اس کی ذات پر اطلاق کرنا بس ایک تسامح ہوگا (بھول چوک کے سوا کچھ نہیں) اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ کے کلام میں کبھی خطا اور غلطی کا گمان نہ کرے۔ اس لئے کہ شیخ کے افعال اور اقوال تمام تر احوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں کہ جو اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کرتے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے۔ نہیں ہوتا

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ [1] ان کا فرمانا مگر وحی جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے۔

پس شیخ کی طرف غلطی کا گمان ایک خیال فاسد ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین کا ایک واقعہ

حضرت شیخ الاسلام خواجہ نظام الدین قدس اللہ سرہ ایک شب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا یاملك الفقراء المساکین (اے بادشاہ فقراء ارباب احتیاج) جب شیخ نظام الدین بیدار ہوئے تو ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ المساکین کے بجائے والمساکین ہونا چاہیئے تھے۔ عطف کی وجہ سے (واؤ برائے عطف درمیان میں ہونا چاہیئے تھا) کہ فقرا اور مساکین کے درمیان مغائرت موجود ہے۔ لیکن اسی وقت اس وسوسہ سے وہ پشیمان ہوئے اور فرمانے لگے اے کاش میں پڑھا ہوا نہ ہوتا کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر اعتراض نہ ہوتا۔ سہ

شعر

بر حرفِ ہیچ کس منہ انگشت اعتراض	مت رکھ کسی کے حرف پہ انگشت اعتراض
تا کلک صنع نیست کہ خطی خطا کشد	یہ وہ قلم نہیں ہے کہ کھینچے خطِ خطا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے قول کو مرید بالکل ارشاد خداوندی سمجھے اگر شیخ کے مقولہ میں کچھ اشکال معلوم ہو تو اس کو اپنے فہم کا قصور سمجھے جب اس میں صفائے ادراک پیدا ہو گی تو وہی مقولہ صحیح معلوم ہو گا یا اس کی صحت کو پہنچ جائے گا حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ میرے مخدوم و مرشد حضرت علاؤ الدین فرماتے تھے۔ کہ حضرت شیخ نظام الدین (طاب مثواہ) نے ایک دعا حضرت فرید الدین گنج شکر

---

[1] پ ۲۷ النجم ۳-۴

سے سیکھی تھی۔ اور پیر کے ارشاد کے بموجب اس کو اپنے وظائف میں شامل کر لیا تھا۔ اور اس کو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے لیکن اس دعا میں ایک لفظ پر اعراب بظاہر غلط نظر آتا تھا، علمائے نحو آپ سے ہر چند کہتے تھے کہ آپ اعراب کو بدل دیں (کہ وہ غلط ہے) لیکن آپ نے اعراب نہیں بدلا۔ اور اسی طرح بظاہر غلط اعراب کے ساتھ وہ دعا پڑھتے رہے۔ ایک طالب علم نے آپ سے اس بارے میں بہت ضد کی اور کہا کہ یہ اعراب غلط ہے اور اس طرح یہ لفظ غلط ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو غلط سمجھوں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں نے اپنے پیر کو غلطی سے منسوب کیا اور یہ محال ہے۔ کچھ عرصہ بعد تحقیق و تدقیق نحوی سے ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ وہی اعراب جس کے ساتھ حضرت پڑھا کرتے تھے اس لفظ پر صحیح تھا۔

شعر

کسی کہ طالب و سالک رہِ خدا باشد
دم از خطاش زدن برتراز خطا باشد

ہر ایک شخص جو ہے طالب طریق خدا
خطا بتانا اُسے ہے خطا سے بڑھ کے خطا

شرط دہم یہ ہے کہ ہر اس شخص کے حکم کا فرمانبردار ہو جس کو شیخ نے اس پر افسر کر رکھا ہو۔ خواہ خود علم میں اس ہستی سے بلند و برتر ہی کیوں نہ ہو۔ (شیخ نے جس کو اس پر مقدم رکھا ہے اس سے علم میں بالاتر اور بلند ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کرے اور خود سے مقدم جانے) اور یہ اعتقاد رکھے کہ شیخ نے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہی بہترین ہے اور سب طریقوں میں اشرف ہے۔ اور اس کا شیخ سب سے زیادہ کامل ہے ورنہ اکثر صورتوں میں بحسب اوقات اس کا دل کسی اور اشرف و اکمل کی طرف متوجہ ہوگا اور یہ رغبت و میلان نسبتِ ذوقیہ کے ظہور میں مانع ہوگا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین فرماتے تھے کہ ہم ایک بار مولانا ابوبکر کی ملاقات کے لیے گئے ان کی خدمت میں اس وقت ایک شخص بھی موجود تھا۔ جو کسی دوسرے رسمی پیر کا ارادت مند تھا۔ حضرت مولانا ابوبکر نے اس شخص سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ تم اپنے پیر کو زیادہ چاہتے ہو یا حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں اپنے پیر کو حضرت امام اعظم سے زیادہ چاہتا ہوں۔ یہ سن کر وہ بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اے کتے! تو اپنے شیخ کو امام اعظم سے زیادہ دوست رکھتا ہے۔ اور سخت طیش کے باعث وہ وہاں نہ بیٹھ سکے اور اٹھ کر گھر میں چلے گئے۔ میں اور وہ دونوں شخص حیران تھے۔ کچھ دیر بعد وہ شخص اٹھ کر چلا گیا اور میں وہاں تنہا رہ گیا اور یہ سوچ رہا تھا کہ مولانا نے اس شخص کے بارے میں یہ کیا بات کہہ دی۔ کچھ دیر کے بعد مولانا باہر تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ وہ شخص کہاں چلا گیا میں نے عرض کیا کہ وہ تو اسی وقت چلا گیا تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ اُس سے چل کر عذر خواہی کریں۔ چنانچہ ہم اس شخص کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ راستہ میں اس شخص سے ملاقات ہو گئی وہ سامنے آ کر کہنے لگا۔ میں آپ ہی کی خدمت میں جا رہا تھا۔ اس وقت آپ کے غصہ کی وجہ سے آپ کی بات کے جواب میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اب میرا جواب سنیے کہ میں پچاس سال سے مسلک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا پیرو ہوں

اور امام اعظم کبھی مجھے ناپسندیدہ اور نامناسب کام سے نہیں روک سکے۔ لیکن میرے پیر نے چند ہی روز میں تمام برے کاموں سے مجھے روک دیا۔ اور اب میں ان کی بیعت کی برکت سے حق تعالیٰ کی طرف رغبت اپنے دل میں پاتا ہوں پس اگر ایسے شخص کو اس شخص کے مقابل میں زیادہ دوست رکھنا اور زیادہ چاہنا از روئے شریعت و طریقت جائز نہیں ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں۔ یہ سن کر مولانا نے اس کے سر اور چہرہ کو بوسہ دیا اور اس سے بہت معذرت کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اپنے سے بالا پیر بھائی کی خدمت و ملازمت بہت زیادہ ضروری ہے اسی لئے حضرت نے تمام اپنے ساتھیوں کو حضرت کبیر کی خدمت و تعظیم کا حکم دیا تھا۔ قریب قریب فرماتے تھے جس طرح کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے کہا ہے قیامت میں ہر شخص کسی چیز پر فخر کرے گا میرا فخر اس ترک خدا یعنی خسرو دہلوی کے سینہ کے سوز پر ہوگا۔ اسی طرح ایک رات اس فقیر کے سر میں ندا کی کہ اشرف دنیا میں کیا ہاتھ لگا جو میری سب سے بڑی نعمت ہو۔ ہم نے عرض کیا بار خدایا اگرچہ تو نے مجھ کو بے حد نعمتیں دی ہیں

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا[1] اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں گن نہ سکو گے۔

لیکن چار نعمتوں کا شکر میں ادا ہی نہیں کر سکتا اور قیامت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ مجھے ان چار چیزوں پر فخر ہوگا: ایک یہ کہ مجھے درگاہ مصطفےٰ و بارگاہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں اور چاردب کشوں میں پیدا کیا دوسرے یہ کہ حضرت والا درجت بر کار علائی کے شرف خدمت سے مجھے مشرف کیا، تیسرے یہ کہ عرفان الٰہی و وجدان نامتناہی کی دولت و شوکت مجھے دی۔ چوتھے یہ کہ دریائے حقائق کے دو گوہر اور کان دقائق کے دو جوہر مجھے نصیب کئے اور وہ دو گوہر ایک حضرت نور العین دوسرے حضرت کبیر ہیں۔ خدا نے چاہا تو ان کے ولایت کی روشنیاں اور ہدایت کے اثرات قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی پیاری اولاد کے طفیل

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے ہر پیشوا اور رہنما کے اصحاب و احباب میں ایک پیر بھائی بالا ہوتا آیا ہے اور میرے احباب میں میرے فرزند شیخ کبیر ہیں۔ جب حضرت کبیر نے بیابان فنا سے میدان بقا کا سامان باندھا اور وصال حقیقی کی منزل میں پہنچے تو حضرت در یتیم کو اس عہدہ سے سرفراز کیا اور فرمایا کہ یہ منصب میرے فرزندوں میں فرزند کبیر کی اولاد میں کسی ایک کو ہر زمانہ میں پہنچتا رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی نے اپنی حیات کے آخر وقت میں چار خلیفہ کو رشد و ہدایت کے محل پر بٹھایا اور چاروں کو ارشاد کی اجازت دی ایک خواجہ عبداللہ برقی، دوسرے خواجہ حسن اندقی، تیسرے خواجہ احمد یسوی جو ترک تھے، چوتھے خواجہ عبدالخالق غجدوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت شیخ یوسف کے بعد ان چاروں سے جن کا ذکر ہوا ان کے پہلے یعنی یار بیش قدم مقام ارشاد میں تھے

---

[1] پ ۱۴ النحل ۱۸

دوسرے حضرات نے ادباً ان کی خدمت و ملازمت کی کیونکہ یارِ پیش قدم کا ادب رکھنا طریقت کے لوازم سے ہے اور جب ان پہلے پیر بھائی کی رحلت و سفر آخرت کا وقت قریب ہوا سب پیر بھائیوں کو دوسرے یعنی خواجہ حسن اندقی کی طرف اشارہ کیا اور اُن کا سفرِ آخرت قریب ہوا تو سب پیر بھائیوں کو خواجہ احمد یسوی کی صحبت کا اشارہ فرمایا اور سپرد کر دیا جب خواجہ احمد یسوی کا سفر ترکستان کی طرف ہوا سارے پیر بھائیوں کو خواجۂ جہاں خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی فرمانبرداری کا اشارہ کیا ؎

شعر

از صدائی گنبدِ گردون چنین آمد بگوش	کان میں یوں گنبد گردوں سے آتی ہے صدا
کز بزرگان ہر کسی نوبت بنوبت میزنند	باری باری سے بزرگوں کی ہیں بجتی نوبتیں

مرید حتی الوسع شیخ کی خدمت بجالائے

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے خدمتِ شیخ کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ مقاماتِ خواجہ میں منقول ہے کہ مرید کو حدِ درجہ خدمتِ شیخ میں کوشاں رہنا چاہیے اور کسی مالی اور جانی شے سے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ مرید کے لئے شیخ کی خدمت سے بڑھ کر اور کوئی دولت نہیں ہے ؎

شعر

ارادت نداری سعادت مجوئی	ارادت نہیں تو سعادت کہاں
بچوگانِ خدمت برآورد گوئی	ملے گیندِ چوگان خدمت سے ہاں

شیخ کی خدمت سے مرید کو جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ دونوں جہاں کی لذتوں سے زیادہ ہے۔

حضرت شیخ سیف الدین باخرزی نے کس طرح شیخ کی خدمت کی

حضرت نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک بار حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے لیے خطا سے ایک کنیز لائی گئی۔ شبِ زفاف سے پہلے آپ نے اپنے ارادت مندوں سے فرمایا کہ آج رات ہم ایک مشروعہ لذت میں مشغول رہیں گے۔ تم لوگ بھی میری موافقت میں آج رات کی ریاضت ترک کر دو (آج رات ریاضت مت کرو) اور آسودگی و راحت کے ساتھ اپنے اپنے گھروں میں آرام کرو۔ یہ فرما کر شیخ گھر میں چلے گئے۔ شیخ سیف الدین باخرزی نے یہ کیا کہ ایک مشک پانی سے بھر کر شیخ کے خلوت خانہ کے باہر دروازہ پر لیکر کھڑے ہو گئے۔ اور تمام رات اسی طرح کھڑے کھڑے گزار دی۔ جب صبح ہوئی اور شیخ خلوت سے باہر تشریف لائے تو ان کو وہاں کھڑا ہوا پایا۔

شیخ نے ان سے فرمایا کہ ہم نے کیا یہ نہیں کہا تھا کہ آج رات ہر شخص اپنی لذت (مشروعہ) و آرام میں بسر کرے پھر تم نے ریاضت و تکلیف کیوں اٹھائی؟ شیخ سیف الدین نے جواب دیا کہ شیخ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہر شخص اپنی لذت میں آج رات مصروف رہے۔ اور میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی لذت نہیں تھی کہ میں شیخ کے آستانہ پر خدمت میں مصروف رہوں۔ (چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا) یہ سن کر شیخ بہت خوش ہوئے

اور فرمایا کہ تم کو بشارت ہو کہ شاہان وقت تمہاری رکاب میں دوڑیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک بار ایک سلطان شیخ سیف الدین کی زیارت کے لیے آیا۔ واپسی کے وقت اس نے حضرت شیخ سے استدعا کی کہ میں نے ایک گھوڑا آپ کی نذر کیا ہے۔ شیخ محترم قدم رنجہ فرمائیں تاکہ اپنے ہاتھ پر سے آپ کو گھوڑے پر سوار کراؤں۔ شیخ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ اور خانقاہ کے دروازہ پر آئے۔ سلطان نے آپ کی رکاب پکڑ لی تاکہ آپ اطمینان و آسانی سے سوار ہو جائیں۔ مگر گھوڑا بدک گیا اور رباگ تڑا لی۔ تقریباً پچاس قدم تک سلطان شیخ کے ساتھ دوڑتا ہوا گیا۔ اس سے قبل اس گھوڑے نے کبھی سرکشی نہیں کی تھی۔ شیخ سیف الدین نے سلطان سے کہا کہ اس گھوڑے کی سرکشی میں حکمت یہ تھی کہ ایک رات ہم شیخ الاسلام شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اے سیف الدین تمہاری رکاب میں سلطان دوڑیں گے۔ اس طرح آج ان کی پیشن گوئی پوری ہوگئی۔ گھوڑے کی سرکشی میرے شیخ کے ارشاد کا مصداق ہے اور آپ کے کلمات مقدسہ سے یہ رباعی ہے ؎

رباعی

ہر شب بمثال پاسبان کویت	ہر رات کو مثل پاسبان کوچہ
میگردم گرد آستان کویت	پھرتا ہوں میں گرد آستان کوچہ
باشد کہ بر آید ای صنم روز حساب	ممکن ہے "صنم" روز قیامت مرا نام
نا فم ز جریدۂ سگان کویت	ہو رونق دفتر سگان کوچہ

ایک بار حضرت قدوۃ الکبرا نے سفر حج کا ارادہ کیا اور چند اصحاب (مریدوں) کے ساتھ آپ مکہ معظمہ (زاد اللہ شرفاً و تعظیماً) کو روانہ ہو گئے۔ یہاں سے دو تین منزلیں طے کرنے کے بعد آپ خطۂ اودھ میں پہنچے اور دھیں آپ نے حضرت شمس الدین کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ شیخ شمس الدین نے آپ کی دعوت کا شاندار انتظام و اہتمام کیا۔ چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کو شوربا بہت مرغوب تھا۔ لہٰذا شیخ شمس الدین خود اس کے پکانے میں مشغول ہو گئے۔ شوربا تیار کرنے میں ان کا ہاتھ جل گیا۔ انہوں نے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی ان کے ہاتھ پر نظر پڑی تو آپ نے دریافت فرمایا! کسی خادم نے بتادیا کہ شوربا پکاتے ہوئے ہاتھ جل گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے فرزند عزیز (شمس الدین) میرے پاس آؤ۔ پھر فرمایا کہ یہ داغ ولایت ہے جو تمہارے ہاتھ پر لگائی گئی ہے۔ کوئی پرواہ نہیں۔ اور زبان مبارک سے ذرا سا لعاب اس زخم پر لگا دیا فوراً وہ زخم اچھا ہو گیا۔

شیخ کی خدمت سے کوتاہی مقصد سے محرومی ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شیخ کی خدمت سے جی چراتا ہے تو ایسا شخص مقصد حاصل نہیں کر سکتا۔ خدمت میں کوتاہی کا تو ذکر ہی کیا اگر شیخ پر جان قربان نہ کرے تو یہ بھی بے ہمتی کی بات ہے۔ ایک جان کیا ہے۔ ایسی ہزار جانیں شیخ پر قربان کر دے تب بھی کم ہے بے چارہ

مجذوب شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

شعر

جان نقد محقر است حافظ | جان ایک حقیر شے ہے حافظ
از بہر نثار خوش نباشد | کرنے کو فدا نہیں کچھ اچھی

اس سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ ابو علی دینوری کا ایک مرید تھا جس کو محمد شہر آبادی کہتے تھے شیخ نے اس مرید کو بازار سے کسی چیز کے لانے کا حکم دیا۔ یہ بازار گئے۔ ان کے پاس اس وقت اس چیز کو خریدنے کے لیے کچھ نقدی نہیں تھی۔ انہوں نے خود کو بیچ ڈالا۔ اور جو دام ملے اس سے وہ چیز خرید کر پیر کی خدمت میں روانہ کر دی۔ جب اس واقعہ کو کچھ دن گزر گئے اور اس شخص کو جس نے ان کو خریدا تھا یہ قصہ معلوم ہوا اس نے ان کو جانے کی اجازت دے دی تاکہ پیر کے پاس چلے جائیں۔ محمد شہر آبادی اجازت پا کر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امیر علی نے ان سے کہا کہ اے جواں مرد! چند ہزار سال تک ہماری جان غیبت عدم میں تیرے عشق آفرینش میں سوختہ رہی لیکن وہ فراق اور جدائی شاید کافی نہیں تھی کہ بہ ظاہر میں بھی ضروری تھا۔ اب ایک ہفتہ کے لیے قرب ظاہری بھی درکار ہے۔ (ایک ہفتہ کے لیے تم ہمارے پاس رہو)۔

حضرت دُرِّ یتیم نے آداب پیر و مرید کی وضاحت کے سلسلہ میں گزارش کی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ مقامات خواجہ[1] میں بیان کیا گیا ہے:

"نیت کے اخلاص اور سبب سے بے توجہی کو مناسب وقتوں میں اپنی ذات میں تلاش کرے اور دیکھے کہ نیت میں کس حد تک خلوص پیدا ہوا ہے اور ترک سبب کی کیفیت کس حد تک موجود ہے۔ تاکہ ان دونوں کی موجودگی کے باعث اس کے اندر دوسروں سے آگے بڑھنے اور دوسروں سے مرتبہ میں بلند ہونے کی رغبت کا جذبہ، بزرگی کی خواہش دوسروں پر برتری اور لوگوں کو اپنا مطیع بنانے کی آرزو جو مخلوق کی جبلّت میں داخل ہے، باقی نہ رہ جائے۔ وہ اپنے نفس کو ٹٹولے۔ ہر چند کہ وہ طبعی آرزوؤں سے معرا اور خواہشوں کی چنگاریوں سے پاک ہو چکا ہے۔ پھر بھی اس کو بالکل پاک و صاف نہ سمجھے۔ ممکن ہے کہ لوگوں پر تصرف کا جذبہ اور دوسروں کو اپنی طرف راغب کرنے کی

---

[1] چونکہ اس کتاب کا ذکر کئی جگہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ہے لہٰذا مترجم اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہے "مقامات خواجہ" سے مراد کتاب اسرار التوحید فی مقامات شیخ ابو سعید" ہے۔ یہ کتاب یعنی مقامات خواجہ آپ کے پوتے کے فرزند' یعنی پرپوتے کی' تصنیف ہے۔ یعنی محمد ابن منور ابن ابی سعید ابن طاہر ابن ابو سعید ابوالخیر قدس اللہ اسرارہم نے اس کو ۵۵۰ھ میں مرتب کیا تھا ۱۳۱۷ھ میں یہ کتاب "ماسکو" سے شائع ہو چکی ہے حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے اس کا کوئی مخطوطہ ہوگا۔ (شمس بریلوی)

آرزو اپنی حد سے زیادہ باریکی کے سبب کہیں اس میں چھپی تو نہیں رہ گئی ہے۔ اور وہ اس سے بے خبر ہے۔ جب وہ یہ دیکھے کہ بعض طالبانِ حقیقت از روئے صدق وارادت اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس سے ارشاد و ہدایت کے طالب ہیں تو عجلت کے ساتھ آمادہ تصرف نہ ہو (ان کی ہدایت وارشاد کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے) اور توقف کرے تا اینکہ اس کا صدق و ارادت اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ظاہر ہو تب اس طرف توجہ کرے۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زمانۂ قبل کے مشائخ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) مرید کی تربیت میں جلد اقدام نہیں فرماتے تھے۔ جب تک کہ اعتقاد و اطاعت کی کسوٹی پر اس کو کس نہیں لیتے تھے۔ چنانچہ خانوادۂ زیدیاں میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اس خاندان سے وابستگی چاہتا اور ملازمت کی خواہش کرتا تو اولاً اس کی اصلاح حال کراتے اور اس کو قرآن مجید حفظ کراتے۔ جب قرآن پاک حفظ ہو جاتا تو اس سے شب و روز میں دو ختم کرواتے اور تسلسل کے ساتھ اس سے طے کے روزے رکھواتے اس کا افطار جنگل کی گھاس اور جنگلی پھلوں سے کرواتے وہ اپنے تمام اثاث البیت سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا تب کہیں اس کو حلقۂ ارادت میں لاتے (مرید کرتے) اور پھر اس کے لیے کچھ اور شرائط ارشاد و تلقین کے لیے مقرر کر دی جاتیں۔ چونکہ اب زمانہ بدل گیا ہے اور لوگوں میں وہ ہمت باقی نہیں رہی لہٰذا وہ شرائط بھی باقی نہیں رہیں۔ اب تو یہ حالت ہے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ایک شخص آج مرید ہوا اور دوسرے دن خلافت و ولایت کا طلب گار بن گیا۔ ؎

شعر

کسی کا مروز ہر شخصی مرید است	یہ بکتا ہے ہوا ہے جو مرید آج
چنان لافد کہ بہ از بایزید است	نہیں ہے مثل اسکا بایزید آج

اس بیان کی مناسبت سے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں سنو جو مشائخ متقدمین کا پیشوا اور شیوخ کاملین کا مقتدا گزرا ہے کہ حضرت خواجہ شبلی قدس سرہ وزیر زادہ تھے اور اپنے شہر کے حاکم تھے۔ جب حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں آئے تو عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں رہنے کا خواستگار ہوں اور آپ سے بیعت کا طالب ہوں حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کہ میاں! تم وزیر زادہ ہو تم نے اس شہر پر حکمرانی کی ہے اس لیے میں تم کو جو کچھ حکم دوں اسے شاید تم بجا نہ لا سکو گے۔ پس بیعت کس طرح قائم رہ سکے گی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں آپ کا ہر حکم بسر و چشم بجا لاؤں گا۔

شعر

ہر چہ فرمائی بفرما سر درا فرمان برم	جو بھی فرماؤ گے آقا وہ بجا لاؤں گا میں
سر نمی تابم ز حکمت بندہ ام تا زندہ ام	زندگی بھر آپ کا خادم ہی کہلاؤں گا میں

آپ نے فرمایا نہیں تم نہیں کر سکو گے۔ تین مرتبہ دونوں میں یہی بات ہوئی چونکہ خواجہ شبلی طالب صادق تھے لہٰذا حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ سر منڈوانا اور گدڑی پہننا ہے ؎

شعر

قلندران حقیقت بہ نیم جو نخرند — قلندران حقیقت نہ آدھے جو میں بھی لیں
قبائی اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست — قباء اطلسی اس کا جو ہے ہنر سے جدا

کیا تم یہ کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! مجھے یہ قبول ہے۔ اس وقت فرمانروائی کا خیال ترک کر کے حضرت سید الطائفہ کے سامنے حاضر ہو گئے۔ حضرت سید الطائفہ کے حکم سے اسی وقت سر مونڈا گیا اور ان کو گدڑی پہنا دی گئی اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ درویشوں کی ہمیانی (ہٹی) اور زنبیل (کاسہ) ہاتھ میں لو اور جہاں جہاں تم نے حکمرانی کی ہے اور جہاں کے لوگوں کی نظر میں تم امیر و بزرگ تھے وہاں وہاں جاؤ اور ان سے بھیک مانگو۔

قطعہ

عقل مردیست خواجگی آموز — عقل ہے مرد اقتدار آموز
عشق بازیست بادشاہی سوز — عشق ہے نار بادشاہی سوز
بنہ از شیخ عشق آن داری — رکھدے تو عشق پیر کے آگے
درمیان انچہ درمیان داری — جس کی الفت تھی آج سے پہلے

پیر کے فرمان کے موافق جھولی ہاتھ میں لی اور گدائی کرنے لگے۔ پہلی مرتبہ جو بھیک مانگ کر آئے تو سونا چاندی لائے، دوسری مرتبہ مختلف جنس لائے، تیسری مرتبہ میں نوبت چھدام اور پیسوں کی پہنچی آخر درجہ کہ روزانہ بھیک مانگنے جاتے اور کچھ نہ لاتے آخرکار ایک روز جھولی خالی لائے اور پیر کے سامنے رکھدیا حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کیوں آج کچھ نہ لائے؟ عرض کیا مجھے آج کسی نے نہیں خریدا۔ حضرت نے فرمایا اب تمہارا خریدار خدا ہے چلہ میں بٹھایا۔ معاملہ یہاں پہنچا کہ وہ پیشوائے زمانہ ہوئے۔ ؎ رباعی

کسی کو بر در دلہا گدائی — دلوں کے در کی جس نے کی گدائی
کند آخر بیاند بادشاہی — بالآخر کرتا ہے وہ بادشاہی
چو کالا را کسادی شد بہ بازار — گھٹا جس مال کا بھی نرخ بازار
یقین می دان کہ شد پیدا خریدار — یقین رکھو ہوا پیدا خریدار

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ شرائط خود ہمارے زمانہ میں موجود تھیں۔ میں خود حضرت مخدومی کے دروازہ پر اس جذبہ کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔ لیکن اس خدمت کی نہایت کو نہیں پہنچ سکا۔ جس طرح حضرت مخدومی کے اکثر مرید کم سے کم بارہ سال تک امتحان کی کسوٹی پر پرکھے گئے ہیں اور اپنی قابلیت اور اہلیت کے معیار کو ظاہر کیا ہے۔ تب کہیں انہوں نے اسرار طریقت کی خوشبو سونگھی ہے (اسرار طریقت سے آگاہ ہوئے) ہیں اور شرف اشتغال سے مشرف ہو سکے ہیں۔ دوسرے طالبان طریقت کا ذکر ہی کیا ہے۔ خود حضرت مخدوم زادہ حضرت شیخ نور الحق والدین نے خانقاہ میں آٹھ برس لکڑی جمع کرنے کا کام کیا ہے۔

ایک دن اعظم خاں۔ مخدوم زادۂ بزرگ (میرے مخدوم کے بڑے صاحبزادہ) جو حضرت شیخ نور الحق کے بھائی تھے اس وقت وزیر سلطنت تھے۔ حضرت مخدومی کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ان کی موجودگی میں۔ مخدوم زادہ لکڑیوں کا گٹھڑ لاد کر لائے اور باورچی خانہ میں لاکر ڈال دیا۔ حضرت خان اعظم یہ منظر دیکھ کر تڑپ گئے اور کہنے لگے بھائی نور نے حضرت والد ماجد کی تمام نعمتوں کو غارت کر ڈالا۔ لیکن وہ اسی طرح ہیزم کشی کرتے رہے۔ ایک دن حضرت مخدومی تشریف فرما تھے۔ آپ کے سامنے ہی مخدوم زادہ لکڑیوں کا گٹھا لا رہے تھے۔ حضرت مخدومی کی نظر مبارک ان پر پڑی تو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا مخدوم زادہ کے سر سے ایک گز کی بلندی سے ان کے ساتھ ساتھ چلا آرہا ہے۔ اس روز سے حضرت مخدومی نے ان کی یہ خدمت موقوف کر دی اور حکم دیا کہ جس مقام پر ضعیف عورتیں پانی بھرتی ہیں وہاں زمین خراب ہے اور ان بے چاریوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں اور ان کے برتن گر کر ٹوٹ جاتے ہیں ۔ تم وہاں جا کر ان کے پانی کے برتن پنگھٹ سے اٹھا کر صاف ستھری سخت زمین پر رکھ دیا کرو۔ اور وہاں سے وہ اٹھا لیا کریں گی۔ چار سال تک وہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ حضرت مخدومی فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہوتا ہے آجکل اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں کہ بغیر خدمت کے ہی چاہتے ہیں کہ نعمت حاصل کر لیں۔ مصرعہ

نابردہ رنج گنج میسر نمی شود
بے رنج کے کسی کو خزانہ نہیں ملا

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شیخ سراج الحق قدس سرہٗ حضرت مخدومی کی نسبت کمال درجہ لطف و مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ان سے خدمت اس حد تک لیتے تھے کہ اکثر اوقات حضرت سراج الحق پالکی میں سوار ہو جاتے اور سیر کو نکل جاتے۔ حضرت مخدومی پالکی کا سیدھے ہاتھ کا ڈنڈا اپنے کاندھے پر رکھ کر دور تک پالکی لے جاتے تھے اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ شیخ سراج الحق قدس سرہ کے خدام کھانے کی گرم گرم دیگ (دیگچی) حضرت مخدومی کے سر پر رکھ دیا کرتے تھے۔ آپ کے بعض خدام کوشش کرتے کہ وہ برتن آپ سے لے کر خود اپنے سر پر رکھ لیں۔ لیکن حضرت مخدومی کسی دوسرے کو دینے پر تیار نہیں ہوتے تھے۔ اشعار

بسی بر سر کشیدہ دیگِ نعمت	بہت سر پر اٹھایا دیگِ نعمت
کہ بر سر نہادہ دیگ نعمت	بسا سر پر لیا ہے دیگ نعمت
بسی در آتش اندوہ سختہ	بہت دن آتش غم میں ہو سختہ
بباید تا شود این دیگ پختہ	تو پاتے پھر کہیں وہ دیگ پختہ
کسی کین دیگ نعمت پختہ خوردہ	کسی نے دیگ نعمت سے جو کھایا
ز دیگ آسمان سرپوش بردہ	فلک کی دیگ سے سرپوش لایا
چہ داند نعمتی این دیگ خامی	بھلا کیا دیگ کو جانے کوئی خام
نداند سرّ ہیچ از خاص و عامی	کہ سرِ خاص کا دانا نہیں عام

حضرت مخدومی نے یہ گرم دیگچیاں اس کثرت سے اپنے سر پر اٹھائی تھیں کہ آپ کے سر کے تمام بال (جل کر) گر گئے تھے۔ اکثر اوقات شیخ سراج الحق قدس سرہ کی پالکی حضرت مخدومی کے سسرال والوں کے محل کے سامنے سے گذرتی تھی (اس حال میں کہ پالکی کا بازوئے راست حضرت مخدومی کے کندھے پر ہوتا تھا) اس زمانہ میں آپ کے سالے منصب وزارت پر فائز تھے۔ انہیں حضرت مخدومی کی اس خدمت سے بہت شرم و عار آتی تھی اور کہا کرتے تھے کہ اے بے ننگ و نام عالم یہ خدمت کر کے مجھے کیوں شرمندہ کر رہا ہے۔ حضرت مخدومی جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ ؎

قطعہ

چہ می گوئی کہ زین ننگ تمام است	یہ کیا کہتے ہو ہے یہ ننگ کا کام
کہ مارا درجہان زین ننگ نام است	جہاں میں ہے مرا اس ننگ سے نام
کسی کو را بود زین خدمتش ننگ	جو کہتا ہے اسے کارِ کمینہ
زند فردا ز حسرت سینہ بر سنگ	تو کل کوٹے گا وہ حسرت سے سینہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے بہت چاہا کہ آپ کی خدمت میں مشکل کام سرانجام دیا کروں لیکن حضرت مخدومی اس فقیر پر اس قدر مہربانی فرماتے اور مجھے لطف و کرم سے نوازتے کہ کوئی سخت کام مجھ سے نہیں لیتے تھے۔ اور میں بھی الاطاعۃ احسن من الخدمۃ (فرمان پذیری خدمت سے زیادہ بہتر اور احسن ہے) کے بموجب اسی خدمت کو بجالاتا جس کا آپ حکم فرماتے۔ کبھی کبھی میں حضرت کے "قدمچہ" کو صاف کر دیا تھا اور اس "قدمچہ" کے صاف کرتے وقت کبھی بھی نجاست کی بو میرے دماغ میں نہیں آئی۔ لیکن ایک روز میں چھپ کر حضرت کے "قدمچہ" کو صاف کر رہا تھا کہ آپ کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ حضرت مخدومی نے فرمایا کہ خوب اچھی طرح صاف کرو۔ کہ اس طرح تم اپنی اولاد کے فقر کی نجاستوں کو صاف کر رہے ہو ؎

قطعہ

نروید تا کسی خاشاک کثرت	نہ جھاڑے جب کوئی خاشاک کثرت
ز جاروب عیون درگاہ وحدت	پلک سے تا ملے درگاہ وحدت
نہ بیند پیش گاہ وحدت حق	نہ دیکھے پیش گاہ وحدت حق
مقید در نیاید سوئے مطلق	مقید پھر نہ آئے سوئے مطلق

حق تعالیٰ نے یہ جو کچھ سعادت ابدی اور دولت سرمدی مجھے عطا کیا ہے وہ اسی جاروب کشی سے حاصل ہوا ہے ؎

قطعہ

آنہا کہ جام خدمتِ مردان چشیدہ اند	جو لوگ جام خدمتِ مرداں کو ہیں چکھے
در بر قبائے دولتِ یزدان کشیدہ اند	وہ خلعت خدا سے ہیں ملبوس ہو گئے
مردان ز راہ رنج و تعب از حضیض گل	ان مرد بعد رنج کے پستی سے خاک کے
بر اوج وصل عشق بہت رسیدہ اند	اوج وصال عشق کے ہیں لوٹتے مزے

حضرت مخدومی نے بار بار فرمایا کہ اس راہ (طریقت) میں جوانمرد کو تیار ہو کر آنا چاہیئے۔ جس طرح میرے فرزند اشرف (قدوۃ الکبرا) نے اپنی ولایت کے تمام اسباب فراہم کر لیئے تھے اور اپنی قابلیت کے چراغ کو روغن اور فلیتہ (بتی) سے تیار رکھا تھا۔ بس اسے دیا سلائی دکھانے کی دیر تھی۔ (آگ کی لو دکھاتے ہی وہ چراغ روشن ہو گیا) بس یہی ایک توجہ کرنا باقی رہ گیا تھا۔

اشعار

مریدی کان چراغ خویش آورد	مرید اپنا چراغ دل جو لایا
ز شمع حال خود پیریش پر کرد	تو اس کے پیر نے اس کو جلایا
چراغ قابلیت گر نباشد	چراغ قابلیت گر نہوئے
چہ کار آید ز پیرش گر خراشد	تو پھر کیا پیر گراس کو تراشے
اگر نیسان ہمہ گوہر بریزد	اگر نیساں سے سب موتی ہی برسے
صدف گر نیست لولو از چہ خیزد	صدف ہی جب نہیں موتی ہے کیسے

آداب الشیوخ

پہلے شرائط شیخ مختصراً بیان کر دیتے گئے۔ اب چند آداب بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلا ادب حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ شیخ کو چاہیئے کہ مرید کی استعداد کو دیکھے اور اس کے انجام کار پر نگاہ رکھے۔ اگر اس میں دیکھے کہ تصفیہ وجہ خاص کی قابلیت رکھتا ہے تو وہ اشغال جو وجہ خاص کے مناسب ہیں اس کو خاص طور پر بتائے اور مقربین و کاملین کے طریق پر رہنمائی کرے اور بعضوں نے اس مذہب کو مذہب شطار کہا ہے مگر کسی ہی میں ہوتا ہے کہ وہ تصفیہ وجہ خاص کے قبول کرنے کی قابلیت رکھتا ہو ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) اگر جان لے اور دیکھے کہ سلسلہ تربیت کے سلوک کی استعداد اس کے وجود کا جزء ہے تو اس کی ترغیب دے لیکن اس مشرب کے لئے بلند ہمت چاہیئے۔ ؎

شعر

تا نبود سالک ہمت بلند	ہوئے نہ گر سالک ہمت بلند
بر سر این برج تریزد کمند	پھینکے نہ اس برج پر ہرگز کمند

تو ایسے شخص کو پہلے اچھی نصیحت اور ترغیب اور ڈرانا اور جنت دوزخ کا ذکر سنا دے اس کے بعد فرائض اور مقررہ سنتوں اور چاشت و اشراق و تہجد و تحیۃ الوضوء جو علماء و بعض مشائخ کا پسندیدہ

ہے سب کا شائق بنائے اس کے بعد جو شغل اس کے مناسب ہو اس میں مشغول کرے لیکن ذکر جہری اس کے لئے زیادہ مفید ہے ؎

قطعہ

سر نزند آتش ز آہن برنگ	لوہے سے آتش نہ نکالے گی رنگ
تا نزند بر دل سندان ترنگ	مارے نہ اہرن پہ اگر وہ ترنگ
روئی دل آرائی نہ بیند کسی	روئے دل آرائی نہ دیکھے کوئی
تا نزدابند ز آئینہ زنگ	آئینہ سے چھیل نہ ڈالیں جو زنگ

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ جس کسی کو طالب و مرید کی قابلیتوں اور استعدادوں کا فرق و امتیاز نہ ہو اور اس کی پہچان نہ ہو کہ کون صاحب کس شغل میں مشغول ہو اس کو مسند ارشاد پر بیٹھنا حرام ہے اور مریدوں میں تصرف کرنا برا ہے اور جو پہلی نگاہ میں مرید کے انجام کو نہ دیکھے کہ کس مرتبہ کو پہنچے گا اور کس حال و ذوق سے مشرف ہوگا اور اس کا انجام کیا ہوگا اس کو پیری کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بزرگ گروہ کسی لوہار سے کم نہیں ہے کہ جس وقت کوئی لوہا اس کے سامنے لاتے ہیں اپنے ملکہ سے وہ صفتوں کو جانتا ہے کہ وہ لوہا کس چیز کی صلاحیت اور کس ہتھیار کی قابلیت رکھتا ہے اور کیا چیز اس سے ہوگی۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی کو سلسلۂ ارادت میں نہیں لاتے جب تک اس کی حالتوں کو لوح محفوظ میں نہیں دیکھ لیتے ؎

قطعہ

چو مرآت الصفا روحانیۂ شیخ	مثال آئینہ روحانیۂ شیخ
نماید ہرچہ ہست در لوح محفوظ	دکھاتی ہے کتاب لوح محفوظ
خیال زشت دارد درجہان او	بڑا ہے بدعقیدہ وہ جہاں میں
کہ در آئینہ شان نیست ملحوظ	نہیں جو آئینہ میں ان کے ملحوظ

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ارشاد و پیری کی قابلیت کی ایک شرط یہ ہے کہ طالب کی استعداد کو جانے اور یہ دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کو سرمۂ عرفان سے سرمگیں کئے ہو کہ اپنی فراست سے مرید کے انجام کار اور اس کی قابلیت کو پہلی ہی مرتبہ صرف دیکھنے سے جان لے۔ دوسرے یہ کہ خداوندی شناخت اور کشف سے اس کی حالت سے باخبر ہو جائے مثلاً واقعہ اور الہام سے قابلیت و اہلیت سے خبردار ہو جائے چنانچہ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی فرماتے تھے کہ شب پنجشنبہ کے اڑتالیسویں چلہ میں میں نے بے خودی میں دیکھا

کہ مسافروں کی ایک جماعت پہنچی ہے اور ان کے درمیان ایک جوان ہے جس پر حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت کی ایک نظر ہے اس کو میرے سپرد کیا گیا ہے۔ جب میں اپنی حالت میں آیا تو خادم سے کہا کہ ہرگز کسی مسافر کو میرے باہر آنے تک چلے جانے کی اجازت نہ دو۔ اتفاقاً اسی وقت ایک مسافر گروہ پہنچا میں نے کہا کہ کل جمعہ کے دن جب چلہ ختم ہو چکا ہو تو جامع مسجد میں جہاں میں بیٹھتا تھا وہ لوگ مجھ سے ملیں۔ جمعہ کے دن مسجد میں میرے آنے پر مسافر لوگ آئے اور سلام کیا۔ میں نے کتنا ہی غور کیا اس کو اُن کے درمیان نہ پایا جسے میں نے دیکھا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی دوسری قوم آئے گی نماز ادا کی اور خانقاہ میں آیا۔ خادم نے آکر عرض کیا کہ اُن لوگوں میں سے ایک شخص جوان کی خدمت کرتا رہتا ہے ان کے اسباب کی نگرانی میں تھا اور مسجد میں نہیں آسکا تھا اب وہ شیخ کی زیارت کرنے کی درخواست کرتا ہے میں نے کہا اچھا۔ جب وہ اندر آیا دور سے میں نے دیکھا اور سمجھ گیا کہ وہی ہے ؎

مصرعہ

بر آمد صورتی کان دید در خواب وہ صورت آئی جس کا دیکھا تھا خواب

اس نے سلام کیا اور کچھ دیر بیٹھ کر باہر چلا گیا میں نے خادم کو بلا کر کہا جاؤ اور اس جوان سے کہو کہ تم کو چند روز یہاں ہمارے پاس رہنا چاہیئے اور ان لوگوں سے علیحدہ ہو جاؤ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جب خادم باہر گیا اس کو دیکھا کہ اِدھر لوٹ چکا تھا اور دروازہ پر کھڑا تھا۔ خادم نے اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ حضرت شیخ سے کہو کہ مجھے قبول فرمالیں اور میں بھی یہاں درویشوں کی خدمت میں مشغول رہوں خادم نے کہا کہ میں بھی اسی کام کے لئے آیا ہوں اسے بیان کیا اور اسے حضرت شیخ کے پاس لے گیا اور خدمت میں لگا دیا اس نے ایسی خدمت کی جس سے زیادہ بہتر آدمی سے ممکن نہیں تین سال کے بعد ذکر کہا اور چند خلوت بھی بیٹھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مشائخ کو بصیرت دی ہے اور فراست نصیب کی ہے کہ مرید پر آنے والے واردات سے وہ مطلع ہو جاتے ہیں اور فرما دیتے ہیں کہ آج یا کل یا پرسوں یا اتنے دنوں میں مرید پر فلاں واردات کا نزول ہوگا اور اُس کو اس سے آگاہ کر دیتے ہیں ؎

شعر

دہد نیسان چو آبی گوہران را جو موتی کو ہے دیتا آب نیسان
صدف را گو کہ بکشاید دہان را صدف کو کہہ دو کھولے اور دندان

تاکہ اس دولت کمال و آب فیض زلال کے لئے آمادہ و تیار ہو جائے اور بلند حال ہو جائے اور جس طرح آنے والے واقعات اس پر ظاہر کرتے ہیں گذشتہ حالات کو بھی اُس پر روشن کر دیتے ہیں۔ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے نقل کرتے تھے کہ فرماتے تھے میں سفر میں تھا اور میرا ایک طالب اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا میں جہاں تھا وہاں سے میری نظر اس کے نزول حال پر پڑی میں نے دیکھا کہ ایک وارد عالی اس پر نازل

ہو رہا ہے اور بڑا اچھا حال اس پر کشف ہو رہا ہے اسی وقت میں اٹھا اور وہاں گیا۔ وہ مغلوب ہو کر اس کیف میں مست ہو گیا تھا میں نے اس کو آواز دی اور کہا کہ کس حال میں ہو اور کیا دیکھتے ہو کہو بولا میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں نے پھر کہا کہ کہو بولا نہیں کہہ سکتا میں نے کہا بیہودہ نہ بکو کہو اس طرح ڈانٹنے سے کہا

رباعی

چنان صورت کزان عالم مرا از لطف بنمودند	کرم سے ایسی صورت مجھکو اس عالم سے دکھلایا
بفکرم در نمی گنجد چگونش بر زبان آرم	ہماری عقل میں آتا نہیں میں منہ سے کیا بولوں
ازان دریائی حسن او کہ بی قعر است وبی ساحل	جو ہے بے قعر و بے ساحل اسی بحر تجلی سے
کشیدہ جان من جامی چسانش بر لسان آرم	پیا ہے روح نے میری پیالہ کیسے لب کھولوں

بلا شبہ مقام بہت بلند تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ اس واقعہ سے اس کی ذات میں عجب ظاہر ہو گا تو اس کو میں نے باز رکھا بالآخر وہ تجلی صمدیت کی صفت سے موصوف ہوا جس کا تذکرہ اپنے محل پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا اسی سلسلہ میں دوسری حکایت بھی فرماتے تھے اور شیخ عبد اللہ سے نقل کرتے تھے کہ حضرت شیخ عبد اللہ نے کئی درویشوں کو چلہ میں بٹھایا تھا ایک رات خادم سے کہا آج کی رات درویشوں کو زبردست کیف ہو گا۔ خیال رکھو کہ وہ بے خودی نہ کریں اور خلوت سے باہر نہ جائیں اور جنگل و پہاڑ کی طرف متوجہ نہ ہوں ؎

قطعہ

چو صوفی را رسد وارد گرانبار	ہوئی صوفی کی جب حالت گرانبار
ز خلوت سر نہد در سوئی کہسار	نکل بھاگے گا وہ خلوت سے کہسار
دران وادی بود سرگشتہ جاوید	رہے جنگل میں سرگشتہ ہمیشہ
اگر واقف نباشد پیرش از کار	نہ ہو گر پیر اس کا واقف کار

خادم موجود رہتا تھا ناگاہ بابا محمود نعرہ مارتے فریاد کرتے خلوت سے باہر تڑپے دوسرے درویش نے بھی جس کا نام ہندوالیاس تھا بابا محمود کے بعد باہر جست کی خادم ان کے پیچھے دوڑا ہندوالیاس تک تو پہنچ سکا اور ان کو پکڑ لیا لیکن بابا محمود جنگل و پہاڑ کی طرف چلے گئے ؎ شعر

ز شیرین داروی کورا در افتاد	ہوا جب جذبۂ شیریں اسے یاد
گرفتہ کوہ و صحرا ہمچو فرہاد	گیا وہ کوہ و صحرا مثل فرہاد

ہندوالیاس پیر کے انتظام و تربیت کی خوبی سے کسی قدر اپنی حالت پر آگئے بابا محمود اسی طرح مجذوب و مغلوب رہے۔ شعر

مرید افتد چو از تربیت پیر	مرید آغوش مرشد سے جو نکلا
رود در جذبۂ جاوید تاثیر	ہمیشہ جذب میں پھرتا رہے گا

اور ان سے کرامتیں اور خلاف عادت باتیں اس دیار میں مشہور ہوئیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کو فراست دی ہے اور جماعت صوفیہ میں

بصیرت رکھی ہے کہ زمانہ میں پیدا ہونے والے حالات اور آنے والے واقعات کو آنکھ جھپکتے معلوم کر لیتے ہیں بلکہ دنیا کے پوشیدہ بھید اور انسان کے چھپے حالات ان کے سامنے مثل ہتھیلی پر رکھی ہوئی چیز کے ہیں ؎

رباعی

مرایشاں را بود آئینہ صاف — انہیں کا دل ہے اک آئینہ صاف
زدود از صیقل انوار الطاف — چڑھا ہے صیقل انوار الطاف
چو عنقائی بصیرت شان زند پر — کرے مرغ بصیرت ان کا پرواز
پرد از ذروہ این قاف تا قاف — تو دم میں طے کرے از قاف تا قاف

اور یہ خود ان کے نزدیک بہت کم ہے کہ طالبان خدا و سالکان راہ ہدا کی حقیقت و قابلیت کو آنے والے حالات سے جان لیں کہ کس کس کا نتیجہ اور کس کی رسائی اور کس طالب کا انجام کار اور کس ساتھی کا آخری معاملہ کیا ہوگا ؎

شعر

کسی کو دست دارد جام جمشید — ہے رکھتا ہاتھ میں جو جام جمشید
عجب نی دیدہ گر یک ذرہ خورشید — عجب کیا ذرہ بھر دیکھے جو خورشید

اسی سلسلہ میں شیخ معز بلخی سے ایک حکایت نقل کی کہ شیخ رکن الدین جب پہلی مرتبہ ملتان سے دہلی پہنچے چند امام اور پیشرو لوگوں نے بغرض امتحان آپس میں طے کیا کہ شیخ ملتانی کے پاس ہم سب چلیں اور چند مسئلے امتحاناً پوچھیں۔ آخر کار بزدوی کے پانچ مسئلوں کو مقرر کیا کہ دریافت کریں گے جب شیخ کے پاس پہنچے تو انہیں پانچ مسئلوں کو پوچھا۔ حضرت شیخ نے جو دریائے علوم کے غوطہ لگانے والے اور سلطنت عقل کے مدبر تھے ہر مسئلہ کا دو دو تین تین طرح سے جواب دیا لیکن چونکہ ان کے دماغ میں بوئے اخلاص کا کوئی اثر نہ تھا۔ بحث کرنے لگے ؎

شعر

چو خواہی نفحہ از عنبر خاص — اگر ہے سونگھنا کچھ عنبر خاص
مشامی پرکن از کافور اخلاص — تو بھر لو سر میں تم کافور اخلاص

تب حضرت شیخ نے اپنے علوم باطن سے اُن کے جوابات بیان کئے اس طرح کہ پانچوں مسئلوں کی گتھی سلجھ گئی اس کے بعد ان شرمندہ مولوی صاحبان نے ارادت اختیار کی بعض نے انکار سے توبہ کی اور خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت شیخ کو ان کے جواب دینے کے بعد عجیب و غریب رقت و گریہ ہوا لوگوں کے اس رونے کا سبب پوچھنے پر فرمایا کہ تیس سال کے کچھ اوپر سے میں ان واقعات کے انتظار میں تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میں بزدوی پڑھتا تھا اور میرا سبق یہیں پہونچا تھا ہر چند کہ استاد ذہن نشین کراتے تھے۔ مجھکو نہیں معلوم ہوتا تھا، میں نے حضرت والد شیخ صدر الدین کو دیکھا کہ میرے پیچھے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے فرزند اٹھو ان پانچ

مسٔلوں کو میں تمھیں بتاؤں گا مجھے پکڑ کر خانقاہ میں لائے اور عبادت خانہ میں لے گئے۔ ایک شرح و بیان سے کہ اس سے بہتر کوئی نہ ہوگا ان پانچ مسٔلوں کا مقصد مجھے بتادیا اور آخر میں فرمایا اے فرزندان پانچ مسٔلوں کو خوب خیال رکھو کہ ایک دن تم کو اس بیان سے کام پڑے گا ے

شعر

نصیحت کردہ ام در دل نگہدار نصیحت یاد رکھ تو بادل شاد
کہ روزی پیش تو می آید این کار کہ اک دن کام آئے گی تری یاد

میں اس وقت کا منتظر تھا جو ظاہر ہوا اور یہ حکایت بھی اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا بیان کرتے تھے کہ ایک بزرگ اپنے لڑکے کو درس میں بھیجتے تھے اور بڑی تاکید کرتے تھے کہ کچھ پڑھ لے، لڑکا باپ کے کہنے پر کچھ کان نہ دھرتا تھا ے

شعر

شود روز آسودہ زین رہ گذر ہو آسودہ اس راہ میں بے خطر
پسر چون کند گوش پندِ پدر پسر گر سنے دل سے پند پدر

ایک دن اس کے والد نے کہا کہ جو مجھے کسی مسافر کے آنے کی خوشخبری دے گا وہ جو مانگے میں اس کو دوں گا۔ خدا کی شان ان کے لڑکے نے انتظار کرتے کرتے ایک مسافر کو دیکھا اور باپ کے پاس مژدہ لایا کہ ایک مسافر آتا ہے جب مسافر آیا تو باپ کے دامن کو پکڑ لیا کہ اپنا وعدہ وعہد پورا کیجئے۔ باپ نے کہا کیا چاہتے ہو؟ ناخلف بیٹے نے کہا یہی چاہتا ہوں کہ اب پھر پڑھنے کے لئے نہ بھیجئے۔ باپ نے جب سنا فکرمند ہوئے کہ دونوں صورت نقصان سے خالی نہیں ہے ے

بیت

یکی را گر بود ھر دو تفکر کسی کو گر کہیں ہو دو تفکر
فتد کشتیش در بحر تحیّر ہے کشتی اس کی در بحرِ تحیّر

بے حد غور و فکر کے بعد فرمایا کہ اچھا تعلیم کے لئے نہ جاؤ لیکن ایک شرط ہے کہ سورہ اِنَّا فَتَحْنَا یاد کرلو لڑکے نے قبول کرلیا سورہ انا فتحنا یاد کرلی ے

شعر

ز سرّ فتحنا بجز داند پسر فتحنا کا سرّ کیسے جانے پسر
کہ اورا اندر پیش آید ظفر کہ اس کو ملے گی اسی سے ظفر

ایک مدت کے بعد جب پدر بزرگوار نے دارِ دنیا سے سرائے آخرت کا سامان باندھا شیخ کے مریدین و خلفاء باہم جمع ہوئے اور بالآخر طے یہ پایا کہ لڑکے کے سوا باپ کے سجادہ پر کون بیٹھے گا ے

قطعہ

درختی گر رود از باغ مایہ	لیا جب باغ سے پیڑوں نے مایہ
بود از تخم او امید سایہ	تو ہوگی تخم سے امید سایہ
صدف گر رفتہ از دریائی گوہر	صدف نے بحر سے پھینکا جو جوہر
چہ باکست گر بود بر جائی گوہر	حرج کیا ہو کسی جا جو وہ گوہر

بالآخر لڑکے کو سجادہ پر بٹھایا گیا دن بدن پیرزادہ صاحب سجادہ کا کام بڑھتا جاتا تھا اور اس کی پیری کا چمن کرامتوں کے میووں کے لئے تیار تھا ایک دن اس لڑکے نے اُس شہر کی طرف جہاں اس کے والد کے مریدین تھے سفر پر کمر باندھی اور روانہ ہوا. جب شہر کے لوگوں نے پیرزادہ کے آنے کی خبر پائی. چند میل استقبال کو آئے اور بادشاہ شہر بھی تھوڑی دور تک آیا اور شہر میں عزت واحترام سے لائے چونکہ ان کے والد کے مرید اعلیٰ ادراد نیٰ سب تھے خلوص و عقیدت کے ساتھ سب امڈ پڑے لیکن علمار نے اعتراض کیا کہ جس شخص نے قرآن پاک بھی نہ پڑھا ہو اس طریقہ میں کس طرح داخل ہوگا اور طالبان حق کو راستہ کیسے دکھلائے گا کیونکہ اس راہ کی لازمی شرط علم ہے یہ جھگڑا آخر عقلمند بادشاہ تک پہونچا اس نے علمار کو بلا کر اس واقعہ کو دریافت کیا علمار نے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے پیرزادہ کو بھی بلانا چاہیئے. بادشاہ نے مجمع کیا سب علمار کو بلایا اور پیرزادہ کو بھی طلب کیا. بادشاہ نے پیرزادہ کے اصحاب کی طرف رخ کرکے کہا کہ یہ علمار کہتے ہیں کہ صاحب سجادہ نے کچھ پڑھا نہیں ہے اس کی تصدیق یا تکذیب کس طرح کی جائے؟ مریدوں نے کہا ہم کو مولویوں کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ لوگ فقرار کے اسرار سے باخبر نہیں ہیں اگر کچھ کہیں تو معذور ہیں ؎

قطعہ

زعالم چون نباشد زاہد آگاہ	نہیں جب حال سے زاہد ہے آگاہ
گر انکاری کند معذور باشد	کرے انکار گر وہ تو ہے معذور
چہ داند مشرب آبحیات او	وہ کیا جانے رہ آب حیات آج
کہ در ظلمات خود مستور باشد	کہ جو ظلمات میں اپنے ہو مستور

لیکن اگر وہ امتحان کرنا چاہتے ہیں تو پیرزادہ سے سوالات کریں. علمار نے کہا کہ انہوں نے قرآن نہیں پڑھا ہے پہلے ہم کو قرآن کی کوئی سورۃ سنائیں. انہوں نے پوچھا کون سی سورۃ پڑھی جائے سب نے مل کر کہا کہ سورہ انا فتحنا پڑھیں. پیرزادہ نے باپ کے حکم سے یہی سورۃ یاد کی تھی فوراً سنا دی اور ایک حرف کی بھی غلطی نہ ہوئی سب شرمندہ ہوئے بادشاہ نے گڑگڑا کر معافی طلب کی اور خود ان کا مرید ہوا ؎ شعر

بود درویش را نوعی سرانجام	فقیروں کے ہیں ہوتے اس طرح کام
کہ از آغازہ دریابند انجام	کہ پہلے جان لیتے ہیں وہ انجام

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے حضرت بہاء الدین نقشبند سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص صوفیہ کے سامنے آتا ہے تو وہ اپنے آئینہ دل پر نظر کرتے ہیں جو کچھ ان کے دل میں اس کے آنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے وہ جان لیتے ہیں کہ یہ چیز اسی سے ہے ان کو اس سے کوئی کام نہیں ہے اسی کے مطابق اس سے برتاؤ کرتے ہیں کیونکہ شیخ کی روحانیت عالم مثال میں جلوہ افروز رہتی ہے جو شخص سامنے آتا ہے اس کا مثالی نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے اسی کو تجلّی مقابلہ کہا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور ایک شخص آیا جس کے دل میں فلسفیوں کا عقیدہ جما ہوا تھا ظاہرًا اسلام کی صورت میں بہروپ تھا جب کچھ دیر بیٹھا تو حضرت نے فرمایا کیا تو فلسفی مذہب کا ہے وہ شرمندہ ہوا اور اسی وقت دل میں اپنے مذہب سے توبہ کی اور اہل سنت و جماعت کے مذہب میں مضبوطی سے آگیا۔ فورًا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اللہ کا شکر ہے تو سنی ہو گیا۔ ہرگز اس سے نہ پھرنا، وہ جلدی سے اٹھا سر کو حضرت کے پاؤں پر رکھدیا اور مرید ہو کر سلوک میں مشغول ہوا ؎

چنان آئینہ صافی دل صاحب نظر دارد	دل صاحب نظر ایسا ہے اک آئینۂ صافی
کہ ہر صورت کہ پیش آید ہمہ تشبیہہ بر دارد	کہ آئی سامنے جو شکل اس میں ہے اترجاتی

دوسرا ادب (پیر مرید کے مال کی لالچ نہ کرے) یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر مرید کے مال کی لالچ سے پاک ہو اور کسی طرح اس کے مال و خدمت کی طرف مائل نہ ہو اگرچہ مرید خود اپنے تمام کاموں پر پیر کی خدمت مقدم رکھے گا۔ پیر تربیت و ہدایت کو جو بہترین نعمت اور اعلیٰ درجہ کی عطا ہے بدلہ قبول کر کے باطل نہ کرے۔ اگر مرید یکبارگی اپنی املاک و اموال ترک کرنا چاہے تو اجازت نہ دے مگر اس وقت جبکہ اس کے مقابلہ میں ایسا کیف و حال بدلہ دے سکے جو مرید کے لئے موجب تسلی و باعث دلجمعی ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر مرید بلند ہمت و صاحب عزم ہو اور کیف و حال میں مضبوط و قوی ہو تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اتباع سنت میں تمام مال خرچ کرنے کی اجازت بزرگوں نے دی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ضروری اور لابدی مقدار سے زیادہ اور بچت میں بزرگوں نے اس کی اجازت دی ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا ایک مرید تمام مال لایا آپ نے اس کو اجازت نہ دی اور فرمایا کہ روزمرہ کے خرچ بھر نکال لو اور زیادہ کو خرچ کر ڈالو کیونکہ تمام مال خرچ کر دینے کے بعد مطالبۂ نفس سے میں تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے اسی وجہ سے فرزند تنگر قلی کو ایکبارگی سامان دنیا سے نکلنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ وہ شاہان سمرقند سے تھے اور بڑا دبدبہ تھا اور اقتدار رکھتے تھے بہت اصرار کیا تھا کہ ایکبارگی علیحدگی اختیار کریں اور تعلقات و موانع سے دامن بچالیں اس فقیر نے کہا کہ اے فرزند ابھی تمہارا نفس توکل کے کمال کو نہیں پہنچا ہے شعر

گرچہ شرط راہ تجرید ست لیکن ای عزیز	گرچہ ہے تجرید شرط راہ لیکن اے عزیز
بر نتابد ہر کسی این بار از روئی تمیز	زور ہر بازو میں ہوتا ہے نہیں اس بار کا

تیسرا ادب یہ ہے کہ شیخ صاحب ایثار ہو لذتوں کا قربان کر دینا اور ظاہری تعلقات کو توڑ دینا پیر پر غالب ہو تا کہ اس کے دیکھنے سے مرید کے عقیدہ کا صدق و یقین زیادہ ہو اور تعلقات کو چھوڑ دینا اور لذتوں کا قربان کر دینا اور علیحدگی و تنہائی کا شوق اس کو حاصل ہو اور پیر کی حالت پر بدظنی کا عقیدہ جو راہ فیض کی رکاوٹ ہے اس سے دور ہو اور اس کا دل پیر کے تصرفات پر یقین کرے کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر ہر حالت میں مرید کا زینہ ہے اور حضرت صمدیت کی نزدیکی کی بلند چوٹی پر چڑھنا بجز اس زینہ کے ممکن نہیں ہے اور چاہیئے کہ اگر کوئی نذر و فتوح غیب سے پہنچے تو ضرورت سے زیادہ کو خرچ کر ڈالے اور ذخیرہ نہ بنائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ قطع تعلقات اور ترک ملکیت جس کو مشائخ نے پیروں کے لئے فرمایا ہے اس سے مراد مال و منال کی کثرت اور خزانہ جمع کرنے کو ترک کرنا ہے نہ یہ کہ پیر کو محتاج ہونا چاہیئے کیونکہ اتنا جس سے ساتھیوں اور طالبوں کی حاجت پوری ہو بہت زیادہ ضروری ہے۔ مبتدی کو کھانے پینے سے بے فکری نہ ہو تو اس کے کام میں تفرقہ پڑے گا۔

ایک دن میں صالحیہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ پیشواؤں کے قطع تعلقات اور سارے کل و جزا اسباب دنیا کو ترک کر دینے کی بات نکلی فرمایا کہ یہ لوگ عجیب عقیدے رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ درویش کو محتاج اور منگتا ضرور ہونا چاہیئے اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز کسی پیر و مرشد کو خلق کا محتاج نہیں رکھا ہے اور کیوں یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے خدائے برتر کے سوا کسی اور کے محتاج ہوں ؎

قطعہ

چو دارند از ولایت بر سر این تاج	ولایت کا ہیں رکھے سر پہ جب تاج
چرا بر خلق میکردند محتاج	تو کیوں مخلوق کے ہوئیں وہ محتاج
بسر ہر کز ولایت تاج دارد	لقب دنیا میں ہے ان کا ولی کا
خدایش چون بکس محتاج دارد	خدا منگتا کرے پھر کیوں کسی کا

حالانکہ اللہ تعالیٰ دنیا کو اس تمام سامان عیش و اسرار آلات لشکر و جیش کے ساتھ ان کی برکت سے قائم کئے ہوئے ہے بلکہ آفرینش اور نور عقل کی پیدائش سے مقصود یہی لوگ ہیں۔ **قطعہ**

چو مقصود از وجود آفرینش	یہی تخلیق کے گویا ہیں مقصود
ہم ایشانند در بکشائی بینش	یہی ہیں عقل کی راہوں میں باجود
کہ خوش دانند راہ حق نمودن	کہ راہ حق کے ہیں یہ لوگ ہادی
نعیم ہر دو عالم را فزودن	بڑھاتے ہیں دو عالم کی یہ شادی

حضرت شیخ مجدالدین بغدادی قدس سرہ العزیز کا سالانہ خرچ دسترخوان خانقاہ دولاکھ اشرفی تھا اور میں حساب کرتا ہوں تو پانچ لاکھ اشرفیوں کی اپنی جائیداد ہمارے طریقہ کے صوفیہ پر وقف کی اور اسی طرح مثلاً شیخ الشیوخ حضرت ابو سعید ابوالخیر کے پاس اسقدر مال و منال تھا کہ جب سفر کعبہ کا قصد کیا تو ریشمی خیمے کھڑے کئے جاتے تھے جن کی طنابیں بھی ریشمی ہوتی تھیں اور سونے کی میخیں لگائی جاتی تھیں ؎

قطعہ

چو گردون برزدہ خرگاہ زربفت | فلک نے گاڑا جب خیمہ سنہرا
طناب ریشمین با میخ زر بست | طناب ریشمی سونے کا کھونٹا
دران خرگاہ چون خورشید زرین | تو اس خرگاہ میں خورشید پایہ
مہ مہتر شدہ اصحاب پروین | تھا آقا چاند ہر ساتھی ستارہ

اثنائے راہ میں خرقان پہنچے اور شاہی پردے اور بادشاہی خیمے کو شہر کے کنارے نصب کیا حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی نے نور فراست سے جان لیا اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ایک بزرگ مہمان آیا ہے کچھ فقیرانہ مہمانی کرنی چاہیئے۔ دو جو کی روٹی بڑی دشواری سے مہیا کی اور خادم کے ہاتھ بھیجا۔ جب خادم بارگاہ حضرت شیخ میں پہنچا دیکھا کہ ایک دنیا خیمے کے گرد سر ڈالے ہوئے ہے اور ایک آسمان ستاروں سے بھرا ہوا دروازے پر کھڑا ہے ؎

شعر

درون درگہی دید چون آسمان | وہاں جاکے دیکھا عجب بہ سامان
زمین بوس او ہم زمین ہم زمان | زمیں بوس ہے ہر زمین و زمان

خادم مجمع کی وجہ سے حضرت شیخ کے پیام کو پہنچانے سے عاجز رہا اور کہا کہ کون ہوگا جو میری خبر حضرت شیخ ابوسعید کے کان تک پہنچا دے۔

قطعہ

کہ باشد آنکہ عرض مور مسکین | کوئی ہے جو کہ عرض مور مسکین
رساند بر سلیمانی بہ تمکین | کو پہنچا دے سلیمان تک بہ تمکین
فرستادہ چو مور اندر خور خویش | مثال مور دی اپنی غذا ہے
پر ملخی ضیافت از کم و بیش | ضیافت کے لئے جو کچھ ملا ہے

دیر ہوگئی کہ خادم دروازہ پر بیٹھا رہا۔ جب حضرت شیخ کے خادموں نے دسترخوان سامنے بچھایا فرمایا کہ بھائی شیخ ابوالحسن کا خادم دروازہ پر بیٹھا ہے اور دعوت کا کھانا لایا ہے۔ بلایا۔ خادم اندر آیا جو کی دو روٹیاں حضرت کے سامنے رکھ دیں بڑے شوق سے مائل ہوئے اور حضرت شیخ ابوالحسن کی تعریفوں میں زبان کھولی ؎

قطعہ

دو نانی جو کہ پیش آورد بی قید — دو روٹی جو کی لایا ہے جو بے قید
بسی بہتر ز قرص ماہ و خورشید — مقابل اس کے کیا ہے ماہ و خورشید
بلی بر خوان دولت سرفراز است — ہے دسترخوان دولت پہ سرافراز
یکی از ناز دیگر با نیاز است — کوئی با نیاز اور کوئی ہے با ناز

بالآخر فرمایا سبحان اللہ کسی کی ناز و نعمت سے پرورش کرتے ہیں اور دوسرے کو سوز و گداز و دوڑ دھوپ کے بعد دیتے ہیں اور پچھلی صورت چیز ہی دوسری ہے۔

مقامات حضرت خواجہ سے حضرت قدوۃ الکبرا نے نقل کیا کہ اکثر محققین اس پر ہیں کہ پیر کے لئے اتنی دنیا جو مریدوں کی کافی و مناسب خوراک ہو ضروری اور تکمیل کے شرائط سے ہے کیونکہ اتنی دنیا اگر نہ ہوگی تو مرید کو مجبوراً حاجت بھر کے لئے دنیاوی کام میں مشغول کرے گا اور یہ شروع شروع میں کمال شغل کے خلاف ہے

شعر

نیارد ہر مرید اندر ہدایت — مرید نو کو کیسے ہوگا معلوم
کہ باشد در یقین رزق غایت — کہ پہنچے گا یقیناً رزق مقسوم

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس کو صاحب جاہ ہونا چاہیئے تاکہ مرید سے بحد عاجزی اور اطاعت ظاہر ہو اور طریقت کا رکن اعظم پیر کی غلامی ہے اور پیر کے صاحب درجہ ہونے کی حالت میں زیادہ ہے، بعض لوگ اس اطراف کے جنہوں نے بزرگوں کی روش کو مختلف شہروں ملکوں میں نہیں دیکھا تھا حضرت قدوۃ الکبرا کے بارے میں ساتھیوں کے لئے سامان و اسباب کی کثرت و افراط کے سبب کچھ برا کہتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ یہ تو آپ کے کمال حال کا سبب تھا کیونکہ قریب پانچ سو نفر فقراء حزبا مختلف شکل کے مثلاً قلندر، جوگی جتی اور کمبل پوش لوگ اور آپ کے بہت سے اصحاب جو لباس تصوف و معرفت پہنے تھے حضرت قدوۃ الکبرا کی بدولت کھانے پہننے کی بشری حاجتوں سے مطمئن تھے اور دلجمعی کے ساتھ ہر شخص اپنے مناسب حال شغل میں آرام رہتا تھا

قطعہ

کریمی کہ در پیش بسیار کس — سخی ایک بہتوں کے آگے جو روز
ز نعمت کشد روز دستار خوان — بچھاتا ہے نعمت کا دسترخوان
دگر عکس او میخورد باد دیگ — کوئی دوسرا کھاتا ہے باد دیگ
چہ نسبت بود در دل این و آن — ہے نسبت ہی کیا دونوں کے درمیان

چوتھا ادب (شیخ کا فعل قول کے موافق ہونا چاہیئے) یہ ہے کہ دعوت میں فعل کی قول سے موافقت ہو۔ یعنی کسی کام کو کرنے نہ کرنے کے لئے جو کچھ فرمائے پہلے خود اس پر

کاربند ہونا چاہیئے ورنہ لوگوں پر چنداں اثر نہ ہوگا جیسا کہ اگلوں نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے عمل وعظ سے نفع نہیں پہنچایا وہ لفظ سے ہرگز نہ نفع پہنچائے گا پس اس مصلحت سے پیر پر لازم ہے کہ جو فرمائیں پہلے خود کاربند ہوں اس وقت دوسرے سے فرمائیں کیونکہ زبان حال زبان قال سے زیادہ گویا ہے ؎

شعر

گر بود در ماتمی صد نوحہ گر | ہوں کسی ماتم میں گر سو نوحہ گر
آہ صاحب درد باشد کارگر | آہ صاحب درد ہوگی کارگر

تاکہ اس وعید کے دائرہ شمول سے باہر رہے جس کو اس آیہ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ [1]

کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے ضرور جس کام کو آپ نہ شروع فرمایا ہو دوسرے پر اثر نہ ہوگا چنانچہ حضرت خواجہ نظامی نے فرمایا ہے ؎

بیت

پذیرا سخن بود شد جای گیر | تھیں مقبول باتیں ہوئی جائے گیر
سخن کز دل آید شود دلپذیر | کہ جو بات دل سے ہو ہے دلپذیر

لکھا ہے کہ امام اعظم کے حضور ایک عورت آئی عرض کیا کہ میرا لڑکا مٹھائی بہت کھاتا ہے گھر میں جو کچھ تھوڑا بہت ہوتا ہے سب مٹھائی پر خرچ کر ڈالتا ہے میں محتاج ہوں کس طرح بسر ہوگی براہ کرم میرے لڑکے کو مٹھائی کھانے سے روک دیجئے حضرت امام نے فرمایا کہ تین روز بعد اپنے لڑکے کو میرے پاس لانا تاکہ اس کو سمجھادوں چنانچہ تین دن کے بعد وہ لڑکے کو لے گئی۔ حضرت نے اس کو نصیحت کی وہ زیادہ مٹھائی کھانے سے رک گیا عورت نے پوچھا کہ اے امام کیا سبب تھا کہ اسی روز حضرت نے نصیحت نہ کی فرمایا کہ مجھے بھی مٹھائی سے رغبت تھی میں نے بھی تین دن مٹھائی نہیں کھائی تاکہ میرے کلام میں اثر پیدا ہو ؎

شعر

اگرچہ پند را تقصیر نبودہ | نہیں ہے وعظ کی گو کوئی تقصیر
سخن ناکردہ را تاثیر نبودہ | پہ قول بے عمل میں کیا ہو تاثیر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ خواجگی راوی ہیں کہ کسی نے حضرت خواجہ ابوحفص کبیر

---

[1] پ ۲۸ الصف ۲، ۳

رحمۃ اللہ علیہ سے ایام بیض کے روزوں کا ثواب دریافت کیا آپ نے کچھ جواب نہ دیا چند روز کے بعد اس شخص سے پھر ملاقات ہوئی ٹھیک جواب دیا اور امید سے زیادہ ثواب کے موتی پروئے سائل نے کہا آپ نے اسی دن کیوں نہ جواب دیا فرمایا اس وقت ایام بیض کے روزے میں نہ رکھتا تھا مجھے حق تعالیٰ سے شرم آئی کہ اس بارے میں بات کروں۔

خواجہ سری سقطی سے منقول ہے کہ ان سے صبر کے معنی کسی نے پوچھا اسی وقت ایک بچھو نے آپ کو کاٹا مگر آہ نہ کی اور اپنی جگہ سے نہ ہلے اسی طرح صبر کا بیان شروع کیا اس حالت کے متعلق سب نے پوچھا تو فرمایا کہ اگر میں اپنی حالت سے تجاوز کرتا تو میرا قول فعل کے خلاف ہوتا حق تعالیٰ سے میں نے شرم کی اور حضرت خواجہ ابراہیم ادھم سے کسی نے درویشی کی صفت پوچھی وہ فوراً گھر کے اندر چلے گئے وہاں سے واپس آکر جواب دیا میری املاک میں چار پیسے موجود تھے مجھ کو شرم معلوم ہوئی کہ اس قدر مال موجود ہو اور میں درویشی کا بیان کروں۔ ایک مجلس میں چند حضرات درود شریف کا ورد کر رہے تھے وہاں ایک بزرگ بیٹھے تھے ان کی حالت میں تغیر ہوا اٹھ کر گھر کے اندر چلے گئے اور وہاں سے واپس آکر درود شریف پڑھنا شروع کیا کسی نے پوچھا کہ آپ نے پہلے درود شریف کیوں نہ پڑھا تو جواب دیا کہ مجھے شرم معلوم ہوئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھوں اور میرے گھر میں کوئی چیز ان کی سنت کے خلاف ہو۔ حضرت خواجہ شقیق بلخی نے شروع شروع میں ایک کافر پر اسلام پیش کیا اس نے انکار کیا اور خواجہ کو مارا۔ مدت کے بعد جب شقیق کامل ہو گئے وہی کافر آیا اور اسلام قبول کیا شقیق نے حال پوچھا تو بولا کہ پہلے آپ گناہوں سے آلودہ تھے اور میں بھی اس درجہ کفر میں پھنسا تھا۔ نجس نجس کو پاک نہیں کر سکتا جب آپ طاہر ہوئے تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے واسطہ سے مجھ کو پاک کر دیا ؎

شعر

در آب آلودگی چون گشت ظاہر	نجاست جب ہوئی پانی میں ظاہر
نباشد ہمچو آب جوئی طاہر	نہ دریا کی طرح وہ ہوگا طاہر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے البتہ ان شرائط کا حکم دینے کے وقت موجود ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ پرہیز سے آزاد ہے اور طالب ابھی بیماری میں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ علوم اس سے حاصل کرنا چاہیئے جس نے خود اس سے فائدہ اٹھایا ہو کیونکہ جس علم نے اس کو فائدہ نہ دیا ہو دوسرے کو کیا فائدہ دے گا۔ جب علوم ظاہر اس طرح ہیں تو علوم باطن کو بھی اسی طرح حاصل کرنا چاہیئے (یعنی علوم باطن کی تعلیم بھی اس شخص کو سزاوار ہے جو اس راستہ پر چل چکا ہو)

پانچواں ادب (کمزور اور کم ہمت مریدوں سے نفس کی مخالفت زیادہ نہیں کرانا چاہیئے) یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر کو کمزوروں

کے ساتھ نرمی کرنی چاہیئے کیونکہ جب طالب میں عقیدت و ارادت کی کمزوری دیکھے اور سمجھ لے کہ نفس کی مخالفت اور پسندیدہ چیزوں کے چھوڑنے میں سچی نیت نہیں رکھتا تو چاہئے کہ اس کے ساتھ مدارات کرے اور اس کو اس وجہ سے کہ نیت کا سچا پختہ نہیں ہے واپس نہ کرے اور اس طریق سے محروم نہ کرے اور شقاوت کا خط اس کی پیشانی پر نہ کھینچے کیونکہ اس بزرگ جماعت کا وصف ہے قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کہ قَوْمٌ لَّا یَشْقیٰ جَلِیْسُھُمْ (یہ قوم اپنے ساتھیوں کی شکایت نہیں کرتی) تو اسے قبول کرلے اور اس طرح بسر کرے کہ اس کو نقصان کی پستی سے کمال کی بلند چوٹی پر چڑھا دے اور شروع میں تمام ریاضتوں اور مجاہدوں سے منع کرے اور حدِ رخصت پر اقتصار کرے تاکہ جلدی میں متنفر نہ ہو اور الٹے قدم پھر نفس طبیعت پر نہ جھک پڑے اور رفتہ رفتہ اس کو قبضہ میں لائے ؎

شعر

چو مرغی کز برائی دانۂ کام	مثال مرغ جو از بہر دانہ
بتدریجش فتد در حلقۂ دام	ہے پھنستا جال میں وہ رفتہ رفتہ

اور وہ فقراء کے زیادہ میل جول اور عرصہ تک کی صحبت سے اثر پذیر ہو اور ہم جنسی کا رنگ پائے اور اس کا ارادہ قوت اختیار کرے اور مناسبت وجنسیت کے اثر سے محبت کا جذبہ اس میں جڑ پکڑلے اور رخصت کی پستی سے عزیمت کی بلندی پر ترقی کرے اور سب مشقتوں کو برداشت کرے۔ لکھا ہے کہ ایک شہزادہ کسی بزرگ کی صحبت میں آیا اور دنیا سے بالکل علیحدہ ہوگیا۔ شیخ اس میں کمزوری محسوس کرکے وقت پر اچھے اچھے کھانے اس کے لئے موجود کرتے رہتے اور کہتے کہ نعمت کا خوگر ہے اور اس شے سے انس ہوگیا ہے اس کے ساتھ مہربانی اور دلدہی سے بسر کرنا چاہیئے اور لذتوں سے اسکو بالکل منع نہیں فرمایا۔ فرماتے تھے کہ آہستہ آہستہ عادت ترک کرانا چاہیئے۔ جب وقت آئے گا وہ آپ ان سخت ریاضتوں کی طرف میلان کرے گا اس لذت کی وجہ سے جو پائے گا۔ حضرت نورالعین فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے تنگر قلی کی نسبت یہی برتاؤ کیا ہے وہ صاحب جاہ تھے اور جب توفیق توبہ پائی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو ایکبارگی ریاضت کا حکم نہیں دیا آہستہ آہستہ ریاضتوں میں لائے پہلے پہل جیسا ان کا تقاضائے طبع تھا اسی قسم کا کھانا پکڑا دیا ؎

شعر

چو بام وصل بلند آمدای عزیز جہان	ہے بام وصل جب اونچا تو ای عزیز جہان
برو برآمدن از سرعتی چگونہ توان	ہے اس پہ جلدی سے چڑھنے کا کس میں پھر امکان

چھٹا ادب (کلام کی صفائی) مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ کلام کو صاف ہونا چاہیئے شیخ کو اپنی گفتگو خواہش کے میل اور مذاق و مہملات سے پاک وصاف رکھنا چاہیئے تاکہ مریدین اسکے نفع کا اثر ظاہر دیکھیں کیونکہ گفتگو مرید کے دل میں مثل بیج کے ہے جو پڑے گا وہی ظاہر ہوگا تو پیر کو چاہیئے کہ مرید سے گفتگو کے وقت کلام کو خواہش کے میل سے پاک رکھے اور جو مرید کے دل میں ڈالے معرفت کے

پانی سے اس کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے تو ضرور حقائق کے پھل ظاہر ہوں گے اور اشارات کی حقیقتوں سے متحقق ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کرے تاکہ وہ اپنی بے سبب عنایت سے ڈاکوؤں اور چوروں اور شیطان اور نفس کی خواہشوں کی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ مرید سے گفتگو کے وقت حق سبحانہ و تعالیٰ سے معنی کے لئے دُعا کرے کہ اس وقت کا کام سننے والے کے حال کی صلاح اور فوائد کو شامل ہو اور یہ کہ اس کی زبان حق کی گویا ہو اور اس کی گفتگو فائدہ رسانی میں صادق ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے گفتگو کے وقت اپنے کو اپنے سے خالی کرے اور اپنے کو پانی کا پرنالہ سمجھے کہ حق تعالیٰ چشمۂ معرفت سے ابرکرم اس کی زبان پر بہاتا ہے اسی لئے حضرت مولوی نے اپنے کو "نے" سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ کہا ہے

شعر

بشنو از نی چون حکایت میکند	سن تو نے سے کرتی ہے وہ کیا بیان
کز جدائی ہا شکایت میکند	دوری کی کرتی شکایت ہے عیان

کیونکہ نے کو خدا رسیدہ کاملوں اور مکملوں سے جو اپنے سے اور خلق سے فانی ہو گئے ہیں اور حق کے ساتھ باقی ہیں پوری نسبت ہے بالخصوص بعض موقعوں پر نفی کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور اس گروہ نے اپنے وجود عارضی کی نفی کرکے بعد میں حقیقی مردہ کی طرف رجوع کیا ہے

شعر

چو ابری کز دم دریا برآید	اگر بادل کوئی دریا سے اٹھا
دگر باسیل سوئے خود گراید	تو کل سیلاب دریا میں گرایا

جسطرح کہ نے اپنے سے خالی ہے جو آواز از قسم نغمۂ والحان اس سے منسوب ہے درحقیقت بجانیوالے سے ہے نہ کہ اس سے

شعر

ہر آن صوتی کہ خیزد از دم نی	صدا کوئی اگر اس نے سے آئی
ز نائے میدہد خبری نہ از وی	خبر دی اس نے یاں کوئی ہے نائی

اسی طرح یہ بزرگ لوگ بالکل اپنی خودی سے خالی ہو گئے ہیں جو کچھ ان پر غالب ہے افعال و اقوال و اخلاق و اوصاف سے وہ حضرت حق کے کمالات ہیں جو ان میں ظاہر ہوئے اور ان میں مرتبۂ مظہریت سے زیادہ نہیں ہے اگر مراد نے سے قلم ہے جو اپنے سے تعبیر کی ہے تو وہ بھی درحقیقت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ حرکت دینے والا اور تصرف کرنے والا دوسرا ہے جس طرح کہ مشائخ کی گفتگو اور ان کے درجات اور جو ان سے ظاہر ہوتا ہے سب حق تعالیٰ سے ہے کہ:

يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ[1] — اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہے۔

کی صفت نے ان کی شان میں ظہور کیا ہے جسطرح نے سے پہلی مرتبہ ہیں ؎

رباعی

آتش ست این بانگ نائی نیست باد	بانگ نائی کو ہوا مت کہہ ہے آگ
ہرکہ این آتش ندارد نیست باد	وہ مٹے رکھتا نہیں جو اس سے لاگ
آتش عشق است کاندر نی فتاد	عشق کی نے میں پڑی ہے تیز نار
جوشش عشق است کاندر نی فتاد	جذبۂ الفت کی نے میں ہے ابھار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ کی بات کہنا اسی کے لئے زیبا ہے جو سالوں جان کی جھاڑو سے اور مدتوں یقین کی راہ سے خانقاہ مشائخ کے پاخانہ گیا ہوا اور سر پر اٹھا کر دوسری جگہ پھینکا ہو۔ شیخ ابوالمکارم کو جب راہِ حق تعالیٰ کے سلوک کا جذبہ پیدا ہوا خراسان سے قصد طواف کعبہ کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے پاس آئے اور سلوک میں مشغول ہوئے اور اس گروہ کی باتیں حاصل کرتے تھے ان کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس زمانہ کے لحاظ سے مقام شکر ہے کہ ایک شخص پانسو کوس کی راہ طے کرکے اور منزلیں قطع کرکے آیا اور اپنے دقایق کا حل چاہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا شیخ عمو سے نقل کرتے تھے کہ میں ایک بزرگ شیخ ابوبکر فالیزبان کی زیارت کے لئے بخارا گیا ان کو تلاش کیا کوئی گھر نہ تھا صرف ایک دروازہ رکھتے تھے وہ وہاں تھے میں سامنے گیا سلام کیا مجھکو بٹھایا اور دسترخوان لائے جو کی روٹی تھی اور نمک' میں بھوکا تھا ہاتھ بڑھایا اور کھانے لگا۔ کھانے کے درمیان ان کو دیکھا کہ وہ روتے تھے۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ مجھ سے کہا تم کھاؤ میں فرطِ مسرت سے روتا ہوں کیونکہ ابوالقاسم جنید نے مجھ سے کہا تھا کہ جلد ہاں جلد ہوگا کہ یہ باتیں ایسی ہوں گی کہ ایک گلی میں دو حجرہ ہوں گے ان میں سے ایک حجرہ میں یہ باتیں ہوں گی (یعنی تصوف کی) اور دوسرے میں نہ ہوں گی۔ دوسرے حجرہ میں رہنے والا معارف سیکھنے کے لئے پڑوس کے حجرہ میں جانے کی تکلیف برداشت نہیں کرے گا آپ ہرات سے چل کر بخارا آئے ہیں ابھی تک اچھا ہے۔

ساتواں ادب بات کا بطور کنایہ کہنا ہے۔ پیر جس وقت مریدمیں کوئی بری چیز معلوم کرے اور چاہے کہ اس پر گرفت کرے تاکہ وہ اس سے پاک ہو جائے تو بات بطور کنایہ کہنی چاہیئے اور صاف صاف کہنے سے بچے۔ نصیحت اس طرح دلدہی اور حکمت سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ ایک دن ان کلمات

---

[1] پ ۲۹ المدثر ۳۱

شریف ومقاماتِ لطیفہ کا جامع حضرت کے ساتھ ایک راستہ میں گذر رہا تھا اتفاقاً نگاہ ایک خوبصورت عورت پر پڑی اور دل کی سوزش اور قلب کی کشش اس کی طرف حد سے گذر گئی ایسا کہ کھانا پینا بھی کبھی چھوٹ جاتا تھا اور میرے اس واقعہ سے کوئی باخبر نہ تھا مگر پوشیدہ نہ رہ گیا ؂

شعر

نسازد گر کسی از عشق اظہار | کرے گر عشق کا کوئی نہ اظہار
بخواند ہر کسی بر ورق رخسار | بتا دیتے ہیں سب کچھ زرد رخسار

جب حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں مقررہ عادت کے موافق میں گیا جیسے ہی اس فقیر کے چہرہ پر نگاہ پڑی کسی قدر تبسم فرمایا ؂

شعر

چو در بحر دلش این دُرِّ اسرار | جو نکلا بحر دل سے دُرِّ اسرار
برآمد از تبسم کرد اظہار | تبسم کا کیا اس وقت اظہار
زہی دریائی اسرار منور | زہے دریائے اسرار منور
کہ ریزد از تبسم دُرّ و گوہر | تبسم سے ہے جھڑتا دُرّ و گوہر

معرفت وحقیقت کی بعض باتیں فرمائیں اور اس کے ذیل میں قصہ مجنون کی ایک بات نکالی کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے عشق حقیقی کے شرف سے مشرف کیا تھا دوسرے کے لئے نقصان ہے ؂

شعر

درین سودا کہ از عشق بتانست | یہ سودا جو کہ ہے عشق بتاں کا
یکی را سود و دیگر را زیانست | ہے باعث نفع کا بھی اور زیاں کا

اس بات کے سنتے ہی وہ میلان میرے دل میں نہ رہ گیا گویا تھا ہی نہیں۔ بعض مشائخ کا قول ہے کہ مریدوں سے علی الاعلان مواخذہ کرنا چاہیئے یہ زیادہ مناسب اور حکمت سے زیادہ قریب ہے جیسا کہ خواجہ علاؤالدین عطار قدس اللہ سرہ سے منقول ہے کہ ایک مرید اجازت لیکر وطن گیا جب خدمت شریف میں واپس آیا ایک بڑا مجمع تھا خواجہ نے فرمایا ہمارے بزرگوں کا دستور محاسبہ ہے لہٰذا جدائی کے وقت سے لیکر سامنا ہونے تک جو گذرا ہے سب بیان کرنا چاہیئے اس نے سب عرض کیا ؂

شعر

ز اوّل تا بہ آخر ہرچہ بودہ | زاوّل تا بہ آخر جو ہوا تھا
بعرضِ سلطنت یکیک نمودہ | وہ اک اک بات کو حضرت سے بولا

اور قلب اقدس میں جما دیا لیکن ایک چیز جس کو نہ کہہ سکا حضرت خواجہ نے فرمایا یہ نہ ہوگا سب کو کہنا

چاہیئے ورنہ میں خود کہوں گا اور تجھ کو رسوا کروں گا بالآخر مجمع میں کہا ؎

شعر

صاحب دل آئینہ شش سر بود
زانجہت از شش طرف ناظر بود

صاحب دل آئینہ شش سر بنا
شش جہت سے چیز کو ہے دیکھتا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ کے لئے تعریض ضروری ہے اور وہ ساتھیوں اور دوستوں کو برے کام سے بطور کنایہ و مثال کے آگاہ کر دینا اور با خبر بنانا ہے کیونکہ انداز سنت مصطفیٰ اور فن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ زمانۂ رسالت میں اگر کسی صحابی سے کوئی ناگوار اور سخت کام واقع ہوتا وہاں آپ فرماتے تھے کہ جو اس قسم کا کام کرتا ہے وہ اچھا نہیں ہے اور اگر کسی جماعت و قوم سے کوئی برائی اور خرابی صادر ہوتی تو فرماتے تھے کہ جن لوگوں میں کہ ایسی بری روش ہے کس طرح بھلائی ہوگی سبحان اللہ کیسا خلق مصطفےٰ تھا ہاں جس میں ایسا خلق ہو اس کی شان میں نازل ہوتا ہے ؎

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ [1] اور بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں۔

رباعی

کسی کو مظہر ستار باشد
بعیب برہنہ ستار باشد
ازان راہ اولیاء او برحمت
بیاران بر زجان دلدار باشد

جو ہوتا ہے ظہور شان ستار
کھلے عیبوں پہ ہوتا ہے وہ ستار
اسی سے اولیاء حق کی رحمت
ہے یاروں کے لئے غمخوار و دلدار

قریب قریب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے واقعہ سے فرماتے تھے کہ کیا کہنا ہے انبیاء کے خلق کا کہ اسلام کی تبلیغ بھی اسی کنایہ سے کرتے تھے اگرچہ دوسرے موقعہ پر ڈرانے کے انداز پر کرتے تھے روشن تادیل اور زیادہ صحیح قول حضرت خلیل اللہ کی شان میں وہ ہے جو تفسیر زاہدی میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں تین قومیں تھیں ایک ستارہ پوجتی تھی دوسری چاند کو پوجتی تھی تیسری آفتاب پوجتی تھی آپ نے چاہا کہ ان کو دعوت دیں اور یہ تینوں قومیں نہایت سخت دل اور اپنے کفر میں مصر تھیں اور جماعت بڑی تھی آپ نے کہا کہ ایکبارگی ان پر دعوت کا اظہار کروں گا تو نہ سنیں گے ؎

شعر

دلی کان بود از خم آہن بتر
درو پند مردم نگیرد اثر

جو دل لوہے سے ہو کجی میں بتر
نصیحت نہیں کرتی اس میں اثر

---

[1] پ ۲۹ القلم ۴

توحیلہ پیدا کیا کہ پہلے آپ اکیلے اس قوم میں گئے اور انہی لوگوں میں ایک آپ ہو گئے جس طرح وہ لوگ ستارہ طلوع ہونے کے منتظر رہتے تھے آپ نے بھی کیا یہاں تک کہ ستارہ نکلا تو بطور کنایہ و تعریض کے نہ کہ از راہ شک و تردد آپ نے کہا هٰذَا رَبِّیْ (یہ میرا رب ہے) تاکہ وہ لوگ جانیں کہ ہم میں سے ہیں اور بھاگ نہ جائیں۔ جب ستارہ ڈوب گیا آپ کہنے لگے اس طرح کہ وہ لوگ سن لیں کہ یہ ستارہ نکلا اور ڈوب گیا خدا کے لئے تغیر و تبدل جائز نہیں ہے اگر یہ صفت خدا کی ہو تو بندہ اور خدا میں کیا فرق ہو ؎

شعر

اگر این وصف را شمری ز صانع | اسی کو سمجھے تم گر وصف صانع
چہ باشد فرق در مصنوع و صانع | ہے کیا مصنوع اور صانع میں مانع

تو یہ خدا نہیں ہے اسے ہم دوست نہیں رکھتے اور چاند میں بھی ایسا ہی کہا اور طلوع آفتاب میں اسی طرح فرمایا تو جو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے سنا ان کی عقل میں آ گیا سب نے کہا ٹھیک کہتا ہے کہ خدا کے لئے تغیر اور حرکت نکلنا اور ڈوبنا عیب ہے سب پھر گئے اور دین ابراہیم میں آ گئے اس طریقہ سے ان کو اسلام میں لائے اور اس کو تلبیسات انبیاء کہتے ہیں تو ابراہیم کا کلام بطور تعریض تھا اور مقصود اس سے یہ رکھا تھا ؎

بیت

مکن انکار تو در کارِ اخیار | نہ کر ہرگز کبھی انکار اخیار
کہ ہست در کارِ شان بسیار اسرار | کہ ان کے کام میں بے حد ہیں اسرار

اور وہ حق ہے نہ کہ معاذ اللہ ایسا ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت شیخ شمس بلخی سے نقل کرتے تھے انبیاء اظہار نبوت کے بعد اور اظہار نبوت سے پہلے شرک سے معصوم ہوتے ہیں چنانچہ کتب عقائد میں آیا ہے کہ دونوں حالتوں میں یہ حضرات سب سے زیادہ صاحب عرفان ہوتے ہیں اور اس تقریر پر لازم آتا ہے عقیدہ کے خلاف کہنا اور حضرت ابراہیم نے اپنی زوجہ کو هٰذِهٖ اُخْتِیْ (یہ میری بہن ہے) کہا مراد آپ کی یہ تھی کہ دین میں میری بہن ہے اور یہ ٹھیک ہے دوسرے یہ کہ جب چاہتے تھے کہ حیلہ کریں بتوں کو توڑنے کے لئے تو کہتے اِنِّیْ سَقِیْمٌ (میں بیمار ہوں) حالانکہ تندرست ہوتے مقصود اس میں آپ کا یہ تھا کہ انسان کسی وقت بیماری سے خالی نہیں ہوتا اگرچہ اسکو معلوم نہ ہو یا آپ کا مقصود یہ تھا کہ جو مرنے والا ہے وہ بیمار ہونے والا ہو گا کیونکہ حادث برائے نام موجود ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون اور یحییٰ بن زید کو شہر انطاکیہ میں تبلیغ کے لئے بھیجا اور یہ واقعہ بیان سے زیادہ ہے جب وہ لوگ گئے اور تبلیغ کا اعلان کیا تو انطاکیہ والوں نے ان کی دعوت قبول نہ کی ؎

---

[1] پ ۷ الانعام ع ۶

شعر

کسی را کہ در نار باشد مقر | کسی کا جہنم میں ہو گر قرار
سر از حظ دعوت بر آرد بدر | ہے وہ دعوت حق سے کرتا فرار

نالائقی سے جو لوگ ان کو رکھتے تھے انہیں بہت تکلیف دی اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قواس کو حکم دیا کہ وہ جا کر ان کو قید سے نکال لائیں اور تبلیغ میں ان کا ساتھ دیں۔ قواس جب آئے ایک دن سارے اہل ملک بتخانہ میں جمع تھے قواس ان کی شکل بنا کر بتخانہ میں گئے اور تعظیم وادب سے بتوں کی پوجا کو اٹھے حالانکہ دل سے خدا کی نماز ادا کرتے تھے ؎

شعر

بمحراب بتان از ترس اغیار | عدو کے ڈر سے محراب بتاں میں
بدل در کردہ سجدہ سوئے دادار | کیا سجدہ خدا کا تا نہ سمجھیں

ان کا بادشاہ آپ کی اس تعظیم کو دیکھ کر تعجب میں ہو کر رہ گیا بولا کسی نے اس عظمت و محنت کے ساتھ بتوں کی پوجا نہیں کیا ہے یہاں تک کر اپنے پاس بلایا اور مقرب کا عہدہ دیا ایسا ہوا کہ قواس ہی ملک کا انتظام کرنے اور مسندِ قرب پر جلوس فرما ہونے لگے ؎ ع

بقربت زدیگر کسان برگذشت | وہ قربت میں اغیار سے بڑھ گئے

ایک دن قواس نے بادشاہ سے کہا میں نے سنا ہے کہ دو آدمی آپ کو دوسرے دین کی دعوت دیتے تھے آپ نے قید خانہ میں بند کر دیا ہے بڑی جرأت انہوں نے کی ہے ان کو بلایئے تاکہ ان کی بات میں سنوں۔ ان کو قید خانہ سے بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو قواس نے کہا تمہارا خدا قادر ہے کہ نئی مخلوق پیدا کردے اور مردہ کو زندہ کردے اس طرح کہ ہم لوگ دیکھ لیں انہوں نے کہا ہاں بے شک قواس نے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا لوگو بتاؤ یہ کیا کہتے ہیں میں تو روئے زمین پر کسی مخلوق کو نہیں سمجھتا کہ مردہ کو زندہ کردے اور میں اس کام سے عاجز ہوں بادشاہ کی طرف رخ کیا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس کوئی علم اور حق ہے اب آپ اپنے بتوں سے کہیئے کہ وہ مخلوق پیدا کریں اور مردہ کو زندہ کریں تاکہ یہ عزت آپ کو اور آپ کے بتوں کو ہو۔ بادشاہ نے کہا تم جانتے ہو کہ یہ بت تو مردہ ہیں کچھ نہیں کر سکتے قواس نے شمعون اور یحییٰ سے کہا جو دعویٰ کیا ہے اس کو لاؤ دکھاؤ۔ ایک اندھے غلام کو اور ایک مردہ کو جو سات روز کا مردہ تھا لے آئے کہنے لگے غلام کو آنکھ والا کر دو انہوں نے مٹی کی دو گولیاں بنائیں اور اپنے تھوک سے تر کیا اور غلام کی دونوں آنکھوں میں رکھدیا اور دعا کی اسی وقت آنکھ کا حلقہ ہو گیا اور غلام دیکھنے لگا، اور دعا کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کی برکت سے مردہ کو زندہ کر دیا اس کے بعد قواس خوش ہو گئے اپنا حال شمعون و یحییٰ سے ظاہر کیا شمعون نے بادشاہ کو اور قوم کو دعوت دی۔ حضرت

قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ تو اس نے یہ جانا اور بتوں کو پوجنا بطور تلبیس کیا تھا ؎

شعر

مرد از رہ تو از تلبیس ابلیس | نہ بن تو پیرو تلبیس ابلیس
کہ میباشد برانسان این ز تلبیس | کہ نافع خلق کو ہے حق کی تلبیس

آٹھواں ادب نفلوں کا بڑھا دینا ہے۔ اس کی حالتوں کے غلبہ کو اعمال صالحہ سے اوقات کو سنوارنے بنانے میں مانع نہ ہونا چاہیئے اور یہ خیال نہ کرے کہ مجھکو اس کی حاجت نہیں ہے کیونکہ افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم باوجود کمال حال کے کہ کوئی آپ کا نذیر نہیں ہوسکتا عبادت پر سب سے زیادہ حریص تھے کہ راتوں کو نماز میں اس قدر قیام فرماتے کہ پائے مبارک ورم کر آتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے اتفاقاً ملک روم میں ایک مذہب اہل سنت وجماعت ومشرب اساطین دین و دیانت کے مخالف ومعاند سے ملاقات ہوئی وہ شریعت پر طریقت کو ترجیح دیتا تھا اس کے جواب میں کہا گیا کہ اے شخص اگر تم ایک لفظ بھی لا دو جو شریعت میں نہ ہو تو ہم اعتراف کریں کہ شریعت طریقت سے علیحدہ ہے لیکن یاد رہے کہ اخلاق کو بدلنا دل اور روح کو صاف کرنا عروج وترقی ونزول وغیرہ سب قرآن میں لکھا ہے جو تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (ہر چیز کا روشن بیان) ہے اور مشائخ نے کشف وتحقیق سے اس کو مستنبط کیا ہے۔ اور رسالوں میں لکھ دیا ہے یہ سب شریعت کے قواعد ہیں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند کہ مشائخ کے کلمات میں ہم نے تلاش کیا اور بزرگان زمانہ کی خدمت میں پہنچے ان لوگوں کی کسی گفتگو اور صوفیوں کی کسی بات نے عبادت معاف ہونے پر دلالت نہ کی اگرچہ بلند و بالا مقام ومقصد تک وہ پہنچے ہوئے تھے لیکن عمل صالح کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا یہاں تک کہ مرنے کے وقت ان کا کوئی ادب فوت نہ ہوا چنانچہ حضرت شبلی قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے نقل کرتے ہیں جس وقت نزع میں تھے حضرت کبیر دینوری نے فرمایا کہ شبلی نے مجھ سے کہا کہ وضو کرا دو انہیں میں نے وضو کرا دیا اور داڑھی کا خلال بھول گیا ان کی زبان بے قابو تھی میرے ہاتھ کو پکڑا اور اپنی داڑھی میں لاکر خلال کیا پھر جان دے دی۔ ایک بزرگ نے اسکو سنا تو کہا کہ لوگ کیا کہتے ہیں اس مرد کے بارے میں کہ آخر عمر میں بھی اس سے آداب شریعت سے کوئی ادب فوت نہ ہوا۔ حضرت ابوالحسن مالکی کہتے ہیں کہ خیر نساج کی جانکنی کے وقت میں موجود تھا ان پر غشی طاری تھی شام کی نماز کا وقت آیا تو آنکھ کھولی اور دروازہ کی طرف اشارہ کر کے کہا ٹھہر جا مجھکو امان دے تو اللہ کا محکوم ہے میں بھی اس کا محکوم ہوں تیرے پاس جو حکم ہے وہ فوت نہیں ہوتا میں تیرے قبضہ میں ہوں لیکن مجھکو نماز کا حکم ہے اس کا وقت آگیا اور فوت ہونے کا اندیشہ ہے اس کے بعد پانی طلب کر کے وضو کیا اور شام کی نماز ادا کی پھر سو گئے اور آنکھیں بند کرلیں اور جان دے دی۔ اللہ اللہ مردوں نے راہ عبادت وطریق تعبد اس طرح طے کی ہے اس وقت کسی مقام پر پہنچے ہیں اور اگر پناہ بخدا ایسا نہ ہو اور اس کے

دل میں دوسرے قسم کا فاسد خطرہ آئے کہ مجھے عبادت کی کیا ضرورت ہے تو اس کا ٹھکانا محرومی کا قعر جہنم ہے۔ جس طرح کہ یحیٰی معاذ رازی کے سامنے لوگوں نے ایک قوم کا حال نقل کیا کہ کہتے ہیں ہم اس مقام پر پہنچے ہیں کہ ہم کو نماز نہ پڑھنی چاہیئے فرمایا کہدو کہ پہنچے ہو مگر جہنم میں پہنچے ہو ؎

قطعہ

آنہا کہ در طریق آئینہ دویدہ اند — طور سلوک جس کے کہ دیدہ شنیدہ ہیں
رخت سلوک خویش بمنزل کشیدہ اند — وہ منزل سلوک میں سامان کشیدہ ہیں
گویند در سلوک بجائی رسیدہ ایم — کہتے ہیں ہم سلوک میں پہنچے بڑی جگہ
آری رسیدہ اند بدوزخ رسیدہ اند — ہاں ہاں رسیدہ ہیں وہ یہ دوزخ رسیدہ ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے دار دنیا میں اعمال مطلوب ہیں اسی لئے بزرگان عارفین اور دنیائے معرفت کے غواص حضرات نے فرمایا ہے کہ سالک عارف کو چاہیئے کہ اپنے کو احکام مشاہدہ کا محکوم و مغلوب نہ بنائے اور پوری ہمت سے وظائف عبادات اور اعمال حسنہ و افعال صالحہ میں کوشش کرے اور کسی وقت آرام نہ کرے اور زیادہ عجیب وہ معلوم ہوتا ہے جو دریائے شہود میں ڈوبا ہو اور صحرائے وجود کا سیاح ہو اور ذرات کائنات و اجزاء موجودات کے ہر ذرہ و جز کو وجود تعالیٰ کا آئینہ جانے اور اس میں اسماء الٰہی و اوصاف نامتناہی کا پرتو معائنہ کرے وہ عبادت و وظائف اور نوافل کی پابندیوں میں کیوں اس کے شہود سے غافل اور اس کے انوار کے ملاحظہ سے فراموش ہو جاتا ہے کیونکہ مشاہدہ تو اعمال کے نتیجوں سے ایک نتیجہ ہے فوری طور پر یہاں ظاہر ہوا ہے اور مقام اس کا دار الجزاء ہے اور اس وطن کا مقتضیٰ جو دار خدمت ہے عمل آیا ہے اور مقتضیٰ اس مقام کا جو دار قربت و نزدیکی ہے جزا اور اعمال کے نتیجوں کا ظہور ہے پس مشغولی کے موافق اسی وطن میں اعمال کے نتیجوں کا ظہور اس مقام میں نتائج اعمال کے نقصان کا سبب ہوگا اور یہ عارف کیلئے بالکل نقصان اور ٹوٹ ہے تو نہایت درجہ کوشش کرنی چاہیئے اور پوری سعی بجالانی چاہیئے تاکہ ہر مقام پر اس کے مناسب عمل کرے ؎

مثنوی

ہر کہ او در مجلس رندان نشست — مجلس رنداں میں جس نے کی نشست
لشکر پرہیز خود برہم شکست — لشکر تقوئے کو اپنے دی شکست
ہر کہ ہردم ہمدم رندان بود — جو کہ ہردم ہمدم رنداں بنا
ہمچو رندان دم زند رندان بود — رند وہ رندوں میں خود ہو جائے گا

مروی ہے کہ امام زین العابدین علی بن حسینؓ ہزار رکعت نماز روز پڑھتے تھے ایک رات ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان اعمال مکشوف ہوا تو دیکھا کہ ان کی عبادت حضرت امیر سے بہت کم تھی حضرت

نے تمام اعمال صالحہ اور وظائف مقررہ بڑھا دیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صوفی ہر چند مغلوب الحال ہو لیکن ادائے عبادت مقررہ سے چارہ نہیں ہے جس طرح کہ منصور حلاج باوجود اس دعوی کے ہر رات دن میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور اس رات جس کی صبح کو قتل کیے گئے پانچ سو رکعت ادا کی تھی۔ بعض کاہل اور ناداں لوگ کہتے تھے کہ جب کوئی عرفان و وجدان کی نہایت اور آخری درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو تکالیف و عبادات ساقط ہو جاتے ہیں اس آیہ کریمہ سے استدلال کیا اور مشائخ کا قول شہادت میں لائے

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ؏ [1] — اور عبادت کرو اپنے رب کی یہاں تک کہ آوے تم کو یقین۔

اس فقیر نے اس کے جواب میں کہا خدا کی پناہ کوئی سمجھدار اس معنی کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے کیونکہ علما ظاہر کی اصطلاح میں یقین سے معنی مرنے کا دن ہے اور صوفیوں کے موافق اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک بندہ یقین سے مشرف نہیں ہوا ہے وہ عابد ہے اور عبادت اس کی طرف منسوب ہے۔ جب یقین درجۂ کمال کو پہنچا تو عبادت کی نسبت اس سے اٹھ گئی اور وہ عابد و معبود ہے کہ حقیقت نے اپنے جمال جہاں آرا کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا اور یقیناً جان گیا کہ سب ایک چیز پر قائم ہے اور اس کی اپنی ذات کسی وصف کے قیام کا محل نہیں ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ؁ [2] — یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور یہ ایک پرند ہے نہ معلوم کس سعادتمند کی شاخ پر بیٹھے ؎ شعر

ہمہ کس بمیدان کوشش درانند — ہیں میدان کوشش میں سب آدمی
ولی گوئی دولت نہ ہر کس برند — مگر گوئے دولت نہ پائیں سبھی

نواں ادب (مرید سے تعظیم کی توقع نہ رکھے) اپنے حق سے اترنا ہے مرید سے اپنی تعظیم و تکریم کی امید نہ رکھنی چاہیئے لیکن مریدوں کا اس پر قائم رہنا سب ضروری باتوں سے زیادہ ضروری ہے مگر پیر کے لئے اس کی امید رکھنی پسندیدہ نہیں ہے کسی وقت مرید کے حقوق ادا کرنے سے غافل نہ ہو کیا صحت میں اور کیا بیماری میں اور سفر و حضر میں اور تنگی و وسعت میں بلکہ ہر وقت مرید کے حقوق ادا کرنے اور اس کی حالتوں سے باخبر رہنے میں سستی و تن آرامی نہ کرے، ان کی ارادت کی صداقت پر اعتماد کرنے کے سبب اس کو چھوڑ دینا جائز نہ سمجھے اور پیر کو مرید کی تمام بیماریوں کی تشخیص میں مثل ایک طبیب کے

---

[1] پ ۱۴ الحجر ۹۹ [2] پ ۲۷ الحدید ۲۱

چاہیئے کہ اس کے تمام اعضاء سے حقیقت معلوم کرے اور نبض کی رگوں سے خطرات سے آگاہی حاصل کرے قریب قریب حضرت قدوۃ الکبرا نے مثنوی مولوی سے ایک حکایت نقل کی کہ پرانے زمانے میں ایک بادشاہ تھا کہ زیور آثار آئندہ ولباس اعمال موجودہ سے آراستہ اور طرق انصاف و قاعدۂ دادرسی سے پیراستہ اتفاقاً ایک دن شکار کے لئے سوار ہوا تھا کہ اس کی نگاہ ایک لونڈی پر پڑی لاکھ جان سے اس کے چہرہ کا عاشق ہوگیا ؎

شعر

یک کنیزک دید شہ بر شاہ راہ — شہ نے ایک لونڈی کو دیکھا پیش راہ
شد غلام آن کنیزک جان شاہ — ہوگیا پھر اس کا خادم بادشاہ

جب اس کے عشق کا غلبہ حد سے بڑھ گیا اور اس کے چہرہ کی محبت کا دریا سر سے اوپر آگیا، بہت سی اشرفیاں دیں اور اس لونڈی کو خرید لیا اور گھر میں لے آیا۔ قریب تھا کہ اس کے گلزار وصال سے لذت کا پھول چنے اور اس کے تل کے لب جوئبار پر بیٹھے کہ بیماری کا بار خزاں اور جان آزاری کا صرصر اس کے گلزار جمال پر چلا ؎

شعر

چون خرید اورا و برخوردار شد — جب خریدا اور پھل کھانے لگا
آن کنیزک از قضا بیمار شد — ہوگئی بیمار وہ شان خدا

حکمائے شہر و اطباء نامی کو جمع کیا کہ اس کا علاج کریں ہر چند دوا کی صحت رونما نہ ہوئی ؎

شعر

ہرچہ کردند از علاج واز دوا — جس قدر سب نے علاج اس کا کیا
گشت رنج افزون و حاجت ناروا — مرض اس کا دن بدن بڑھتا گیا

جب طبیبوں کی دوا سے ناامید ہوا مسجد کی طرف رخ کیا اور عاجزی دنیازمندی کے ساتھ بارگاہ خالق جان وعطا کنندہ درمان میں مناجات کی وہ رونے چلانے میں تھا کہ اس کو نیند آگئی۔ خواب میں ایک پیر خوش نصیب آئے اور کہا تیری حاجت پوری ہوئی اُٹھ کل جو میری شکل میں آئے تیرے درد کی دوا اس کے دواخانہ میں ہے جب وعدہ کی صبح افق نصیب و مطلع تقدیر سے نکلی بادشاہ نے آنکھ دروازہ پر رکھی ناگاہ ایک نورانی شخص دور سے ظاہر ہوا بادشاہ بڑی تعظیم سے ان کو لایا اور بیمار کی بیماری عرض کی بیمار کو دکھلایا طبیب حاذق نے نبض وقارورہ سے مرض کی علامتیں دریافت کیں۔ کہا ان لوگوں نے درد کی دوا نہیں کی ہے بلکہ اس کے درد کو سمجھے ہی نہیں ہیں ؎

شعر

گفت ہر دارو کہ ایشان کردہ اند — بولا ان لوگوں نے کی ہے جو دوا
آن عمارت نیست ویران کردہ اند — کچھ نہ کی تعمیر ویران کر دیا

کیونکہ اس کو ایسی بیماری ہے کہ طبیعت شناس اطبا نبض و قارورہ کے قیاس سے نہیں جان سکتے ؎

شعر

درد دل را از کجا داند طبیب	درد دل کو جانے گا کیسے طبیب
گرچہ باشد در ہمہ حکمت لبیب	گرچہ ہو حکمت میں عاقل اور لبیب

مگر وہ طبیب جو عشق کے پوشیدہ درد کا علاج کرے اور عشق کے آثار جو انسانی شجر پہ لپٹے ہوئے ہیں اور اس کی آرزو جو دل میں رکھتا ہے باہر کر دے ؎

مثنوی

رنجش از سودا و از صفرا نبود	سودا اور صفرا سے بیماری نہ تھی
بوئی ہر ہیزم پدید آید ز دود	لکڑیوں کی بو دھویں سے کھل گئی
عاشقی پیدا است از زاری دل	عاشقی کا چشمہ ہے زاری دل
نیست بیماری چو بیماری دل	کچھ نہیں ہے مثل بیماری دل
علت عاشق ز علت ہا جدا است	ہر مرض سے علت عاشق جدا
عشق اصطرلاب اسرار خدا است	عشق اصطرلاب ہے سرّ خدا
عاشقی گر زین سر و گر زان سر است	عاشقی اس سر سے ہو یا اُس سر سے ہو
عاقبت ما را بدان در رہبر است	فائدہ آخر کسی رہبر سے ہو

جب لائق طبیب اس کے اندرونی مرض سے خبردار ہوا تو بادشاہ سے چھپائے رکھا اور دوسرے طریقہ سے ظاہر کیا کہ بیمار کو خالی مکان میں رکھو جہاں میرے اور بیمار کے سوا کوئی دوسرا نہ ہو تاکہ میں اس سے بعض چیزیں دریافت کروں جب سب نے خالی کر دیا تو طبیب نے محبوب کے درد محبت کو پوچھا بالکل ظاہر نہ کیا کیونکہ حدیث نبوی و خبر مصطفوی کے معنے سے آگاہ تھی کہ جس نے عشق کیا اور عفت و پرہیزگاری برتی اور چھپایا اور مر گیا تو وہ شہید مرا جب بیمار نے صریح طور پر بیان نہ کیا تو عاقل طبیب نے دوسری ترکیب سے پوچھا اور اس کی تفتیش میں کمر چست کی ہر شہر کا نام لیتا تھا اور نبض پکڑے تھا اور اس کے چہرہ کی رنگت پر نگاہ کئے تھا اسی طرح ہر شہر کا نام لئے جاتا تھا نبض اسی طرح چلتی رہی اور چہرہ کی رنگت اسی حال پر دیکھا ؎

قطعہ

سوئی قصہ گفتنش میداشت گوش	قصہ کہنے پر لگائے تھا وہ گوش
سوئی نبض جستنش میداشت ہوش	جستجو میں نبض کے تھا اس کا ہوش
تاکہ نبض از نام کہ گردد جہان	ہے اچھلتی نبض کس کے نام سے
او بود مقصود جانش در جہان	ہے وہی مقصود خاص و عام سے
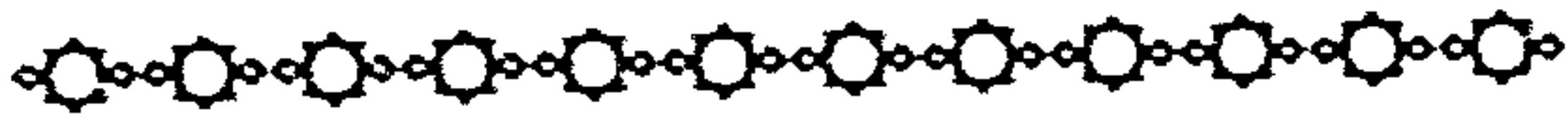
ہر شہر اور اس کے اہالی کا نام لیتا چونکہ یک بیک نام لیتا تھا تو صفحۂ دل سے امتحان اٹھ جانے کا نقش صاف کر رہا تھا۔

بیت

نام شہری برد زانہم درگذشت — نام پہلے اک لیا پھر دوسرا
زانکہ رنگ روی او دیگر نگشت — کیونکہ رخ کا رنگ جیسا تھا رہا

پوچھتے پوچھتے سمرقند کی بات نکلی اس گلزار و گلشن پر از شاخساد کا نام لیتے ہی اس کے غنچہ دہن سے بھی نقل پڑا سمرقند سے

شعر

نبض جست و روی سرخ و زرد شد — نبض کو دی رنگ چہرہ کا گیا
کز سمرقندی چو زرگر فرد شد — گویا زرگر پیارا اس کا آپڑا

حبیب نے سمجھ لیا کہ اس کا محبوب سمرقند میں ہے اب اس کے درپے ہوا کہ یہ جانے کہ اس کا محبوب کس قوم کا ہے وہ کیا نام رکھتا ہے سی طریقے سے سمرقند کی ہر قوم کا نام لیتا تھا اور اس کی نبض و رنگ رخ کو دیکھتا تھا۔ سے

رباعی

تاکہ نام زرگرش بر لب رسید — نام زرگر لب پہ آخر آگیا
رنگ رویش نبض از شادی جہید — نبض اچھلی رنگ رخ کا کھل پڑا
کرد معلوم او کہ مطلوبش چو زر — سمجھا وہ محبوب اس کا مثل زر
ہست در زی زرگری عالی ہنر — ہے وہاں زرگر کوئی عالی ہنر

طبیب نے جب اس کے زرد رخ اور سیم بدن سے اندازہ لگا لیا تو اس کو وصال کی خوشخبری دی اور کہا

مثنوی

من بدانستم کہ رنجت چیست زود — مل گیا تیرے مرض کا اب پتہ
در علاجش سحرہا خواہم نمود — مثل جادو اب کروں گا میں دوا
شاد باش و فارغ و ایمن چو من — مطمئن ہو دل کو خوش رکھو سدا
آن کنم با تو کہ باران با چمن — سمجھو مجھکو بہر گلشن ابر سا
ہان و ہان این راز را باکس مگوی — ہاں مگر آئے نہ اس کی گفتگو
گرچہ شاہ از تو کند صد جستجوی — گرچہ شہ تجھ سے کرے سو جستجو

طبیب اس محبوبہ کے پاس سے خواہ مخواہ اٹھا اور بادشاہ کے حضور میں آیا اور عرض کیا کہ میں نے اس کی بیماری کا علاج سمجھ لیا کہ اس کی طبیعت مرض و بیماری کی کثرت اور دوا پینے کی زیادتی سے ایسی ناہموار ہو گئی ہے کہ کوئی معجون و شربت اثر نہیں کرتا اس کے لئے سنہرا اور جواہرات کا زیور بنانا چاہیئے اور اس زیور کو بعض دواؤں

کے عرق میں ڈالنا چاہیئے تاکہ سوکھے اس کے بعد اس زیور کو وہ پہنے خدا نے چاہا وہ اچھی ہو جائے گی اور ایسا زیور اس شہر میں کوئی نہیں بنا سکتا مگر ایک بڑا باہنر سنار جو سمرقند میں ہے اس کو بہت سے مال وزر کی امید دلاکر لانا چاہیئے بادشاہ نے جان سے قبول کیا اور مصاحبوں کی ایک جماعت کو اس کے بلانے کے لئے بھیجا یہاں تک کہ ایک مدت گذرنے پر اس کو سب لائے اور بیمار کے سامنے بٹھایا اور بعض جواہر اور سونا اس کو دیا تاکہ زیور بنائے اور دوسری بات کہی کہ عورتوں کا اس کے زر پر پورا میلان ہے اپنے سامنے زیادہ خوبصورت بنواتی ہے بادشاہ نے ایسا ہی کیا جب اس کی لونڈی نے وصال محبوب سے لذت حاصل کی تو اچھی ہو گئی اور اس کی بیماری بالکل نہ رہی کیونکہ اپنی دوا پاگئی ؎

شعر

چو داروئے وصالش خورد بیمار — دوائے وصل پی پی کر وہ بیمار
شدہ نیکو زرنج و درد بسیار — ہوا اچھا ہٹا سب درد کا بار

ایک زمانہ اسی پر گذر گیا زرگر کو ایک شربت دے دیا وہ بیمار ہو گیا جب اس کا آفتاب حسن ڈھل گیا اور اس کے رنگ کا مغربی سہرا بن اضمحلال دستی کے خورشید میں جالگا تو معشوقہ ماہرو کے دل سے اس کا عشق سست ہو گیا اور بادشاہ کے حسن کی محبت اوپر کود کے آگئی ؎

شعر

عشق نبود عاقبت ننگی بود — عشق کا ایسے نتیجہ ننگ ہے
عشقہائی کز پئے رنگی بود — یعنے وہ جو از برائے رنگ ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ اللہ کیسا عاقل وحاذق اور پیارا طبیب تھا اور پیر لوگ حقیقت میں ایسے ہی ہوتے ہیں اور اس حذاقت کو ہر طبیعت کی فطرت میں نہیں رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت پیر و مرشد کو اس سے سو مرتبہ بڑھکر حذاقت بخشی تھی کہ ہر بیمار کا اس کی طبیعت کے موافق علاج کرتے تھے ؎

غزل

روح افزا روح و دلہا راطبیبی دیگراست — روح افزا روح و دل کا ہے کوئی دیگر طبیب
بہر بیمارئ دلہا راطبیبی دیگراست — دل کی بیماری کی خاطر ہے کوئی دیگر طبیب
ہر طبیبی رانصیبی از دوا آمد ولی — ہر طبیب اس کو دوا سے اک نصیب آیا مگر
حضرت مخدومی مارا نصیبی دیگراست — پیر و مرشد کیلئے میرے ہوا دیگر نصیب
برمنابر گرچہ خطبا خطبہ میخواند ولی — منبروں پر گرچہ خطبا خطبہ پڑھتے ہیں مگر
خطبۂ عشقی کہ میخواند خطیبی دیگراست — عشق کے خطبہ کو پڑھتا ہے جو ہے دیگر خطیب

از غرائب اولیا گرچہ کسی دیدم ولی
میں نے دیکھی ہیں غرائب اولیا بے حد مگر

در عجائب اصفیا مارا غریبی دیگر است
ہے عجائب اصفیا میں میرا اک دیگر غریب

در سپاہی بیحدت گرچہ نقیبانند ولی
تیرے لشکر میں نقیبوں کی ہے کثرت گو مگر

اشرف سمنان بدرگاہت نقیبی دیگر است
اشرف سمنان ترے درکا ہے اک دیگر نقیب

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پیروں کو ضرور چاہیئے کہ اپنے ساتھیوں کے بھیدوں کی حفاظت کرنے کو زیادہ ضروری سمجھیں اور ان کے جو کشف و واقعات کو معلوم کرے اس کا اظہار و اشاعت نہ کرے اور جب خلوت میں جائے تو اس کی تحقیق کرے اور کہتے ہیں کہ اس قسم کی حالت اگرچہ نعمات الٰہیہ والعامات نا متناہیہ سے ہے لیکن اس پر ٹھہر جانا اور اس میں نگاہ جمانا بُعد و دوری اور نا پیدی و مہجوری کا سبب ہے حضرت خواجہ سے نقل کرتے تھے کہ طرح طرح کی ریاضتیں اور مجاہدے کشف صورت کا سبب ہیں اور کبھی ہوتا ہے کہ صاحب کشف کا مکاشفات کی طرف پورا میلان ہوتا ہے اور اس میلان کے ہونے سے مقصود حقیقی سے باز رہتا ہے۔ اسی وجہ سے بعضوں نے اس کو راستہ کا غول بیابانی کہا ہے اور خواجگان ترک کے بزرگ خانوادہ نے اس خیال کی بناء پر ایسا فرمایا کہ ان مکاشفات کے ہونے سے نہایت پست مقصود کا پابند نہ ہو جائے۔

دسواں ادب (مرید کو زیادہ قریب نہ ہونے دے) حضرت خواجہ نے فرمایا ہے اگر جان لے کہ زیادہ دیکھنے سے اس کی عظمت مرید کے سامنے کم ہوتی ہے تو اس کو دور رکھنے کی کوشش کرے اور ایسی جگہ ٹھہرائے جو بہت دور نہ ہو اور نزدیک بھی نہ ہو ہر چند کہ کبھی کبھی آئے پھر اسی جگہ جہاں ٹھہرا ہے چلا جائے تاکہ موافق حدیث نبوی و اثر مصطفوی:

زرغبًا تزدا دحبًا
زیارت کر ناغہ کرکے بڑھو گے محبت میں

کے عمل کیا جائے۔ درویشان اہل عشق کا طریقہ یہ ہے کہ مرید کو اپنے سامنے بہت نہیں رہنے دیتے۔ فرماتے ہیں کہ آتے جاتے رہو اور اپنی محبت کو تازہ رکھو، یہ پیری کے آداب و شرائط کے جامع قوانین ہیں اگر ایسے شخص کی صحبت ہاتھ لگے تو اس کے دامن کو مضبوط پکڑ لو جب تک اپنا خون اس مٹی سے نہ ملا دو اس کے دروازہ سے نہ اٹھو۔ حضرت خواجہ بار بار زبان مبارک سے فرماتے تھے ؎

شعر

پائی من جز بدرت بر در دیگر نہ رود
تیرے در کے سوا یہ پاؤں نہ جائیں کسی در

گر مرا سر برود عشق تو از سر نہ رود
سر سے جائے نہ ترا عشق جو کٹ جائے بھی سر

اس کے بارگاہ کی ملازمت اور اس کی شدید خدمت کو بہت زیادہ ضرور جانے اور اس کی صحبت کو اللہ تعالیٰ کی صحبت سمجھے ؎

قطعہ

صحبت شیخ بہ ز ذکر خداست
صحبتِ شیخ ہے ذکر خدا سے بہتر
ذکر با شیخ بہ ز ذکر خداست
ذکر با شیخ ہے ذکر خدا سے بہتر
زانکہ او نیست آن عفات خداست
اس کا پیکر نہیں وہ تو ہے صفات خدا
وصف او نیست وصف ذات خداست
وصف اس کا ہے اصل وصف ذات خدا

مثنوی

ہر کہ با شیخ ہمنشین گردد
پیر کا جو کہ ہمنشیں ہوگا
پاک از خشم و کبر و کین گردد
نہ کبھی اہل کبر وکیں ہوگا
صحبت شیخ صحبت حقست
صحبت پیر حق کی صحبت ہے
رحمت شیخ رحمت حقست
رحمت پیر حق کی رحمت ہے
پیش او میر تاکہ میر شوی
اس پہ مرجاؤ تاکہ میر بنو
از ہمہ واقف وخبیر شوی
سب سے واقف بنو خبیر بنو
پیش او ہر کہ مُرد زندہ شود
جو مرا اُس پہ ہوگیا زندہ
چون ملائک بسوئی عرش رود
ملکوتی بنا وہ عرش گیا
لیک گر طبل باز گونہ زند
کوئی باتونی لات گر مارے
بہر روپوش گرد ہزل زند
منہ چھپانے کو ہزل کی تانے
تو ازانہا مرم میفت از اسپ
بھڑ نہ ان سے اُلجھ نہ گھوڑے سے
رو ہمی کن علوم حق را کسب
علم حق سیکھ لے تو سینے سے
دامنش را مہل وپیش مرو
چھوڑو دامن نہ اس کے پیچھے چلو
ہر طرف رو مکن بدان سو شو
ہر طرف دیکھو مت اسی سو ہو
ہر چہ گویند کہ خواہد او آن شو
جس طرح تجھکو چاہے وہ ہو جا
ہر سوئی کو رواندت میدو
جس طرف تجھکو لے چلے تو جا
رنج او را بکش کہ گنج بری
کر دو محنت ملے خزانہ ہزار
پائی او بوس تا سری ببری
پاؤں کو چومو تا بنو سردار
ہر کہ از جان غلام شاہ شود
جو بنا جان سے غلام شاہ
ملک وانس را پناہ شود
ملک و آدمی کا وہ ہے پناہ

حضرت کبیر نے پیر کے ساتھ مرید کے آداب کو دریافت کیا فرمایا کہ مقامات خواجہ ہیں ہے مرید کیلئے

پیر کے آداب کا لحاظ رکھنا سب سے زیادہ ضروری ہے کیسا ضروری لحاظ کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تصوف بالکل ادب ہی ہے کیونکہ ادب دلوں کی محبت کو کھینچنے والا ہے چونکہ روح کی خوبی اور عقل کے کمال کا مشاہدہ حسن ادب ہی کی صورتوں میں ہو سکتا ہے لہٰذا جب مرید پیر کی صحبت میں باادب ہوتا ہے پیر کے دل میں محبت کے ساتھ جگہ بنا لیتا ہے اسی ذریعے سے اللہ کا منظور نظر ہو جاتا ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ روزانہ دوستوں کے دل میں تین ہزار ساٹھ مرتبہ رحمت کی نظر کرتا ہے جب تجھکو اس جگہ دیکھتا ہے تو دونوں جہان کے تیرے کام بن جاتے ہیں اگر یہ دولت نصیب نہ ہو تو دوبارہ کوشش کرو کہ ان کے دل میں جگہ بنا لو سہ

شعر

جائی کن در اندرونہا خویش را	اُن دلوں میں کرلے تو اپنا مقام
دور کن ادراک غیر اندیش را	فہم غیر اندیش کا لینا نہ نام

پیر کے بعض حقوق تربیت کا بدلہ حسن ادب کا لحاظ رکھنے کے سوا نہیں دے سکتا پس پیران طریقت، جو معنوی باپ ہونے کی نسبت رکھتے ہیں، کا وقار وتعظیم بڑے حقوق سے ایک حق کا ادا کرنا ہے جو شخص کہ بموجب فرمودہ

مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ	جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا (اس نے)
یَشْکُرِ اللّٰہَ	اللہ کا (بھی) شکر ادا نہ کیا۔

پیر، جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے اسباب ربوبیت سے سب سے زیادہ نزدیک سبب ہے، کے حقوق ادا کرنے میں مستعدی نہیں کرتا وہ حقوق الٰہی کے ادا کرنے سے قاصر رہے گا کیونکہ جس نے ادنیٰ مربی کے ساتھ تواضع نہ کی وہ رب اعلیٰ تک نہ پہنچا سہ

قطعہ

بتو نعمت ز دست ہر کہ رسد	تجھکو ملتی ہیں نعمتیں جو تو چل
نہ بمیدان شکر گر بی پائی	شکر کی راہ گو کہ ہو بے پائے
کی بشکر خدا قیام کنند	کس طرح شکر حق کریگا ادا
تارک شکر بندگان خدائی	تارک شکر بندگان خدائے

پیر بھی اسی لئے ہے (حضرت قدوۃ الکبرا نے) حضرت نورالعین کو پدر معنوی کے طور پر پالا اور حقیقی فرزندی کے رتبہ کو پہنچا دیا اور حضرت نورالعین نے بھی معنوی باپ ہونے کے حقوق ایسے ادا کیے جو ایک انسان اور جنس عنصری سے ممکن ہے سہ

شعر

بنوعی یار خدمت برکشیدہ | تھا ایسا بار خدمت کو اٹھایا
کہ ناید او زجنس آفریدہ | کہ جیسا دوسرے سے بن نہ آیا

لہٰذا اسی نسبت سے اس گروہ کی ولایت کا انتقال فرزند جو مرید ہو اس کی طرف ہوتا ہے ؎

بیت

اگر آئینۂ دل صاف گردد | اگر آئینۂ دل صاف ہو جائے
مظلہ نور پر الطاف گردد | تو ظل نور پر الطاف ہو جائے

اگر کوئی فرزند نسبی ہے اور دونوں جانب کی نسبت حاصل نہیں کی تو مثل فرزند نوح علی نبینا وعلیہ السلام کے ہے کہ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ [1] وہ آپ کے اہل سے نہیں۔

اس کی صفت ہے پس جو راہ شکر میں تیز رفتار نہیں ہے وہ مضمون آیہ کریمہ :
لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ [2] اگر تم شکر کروگے (تو) یقیناً تمہیں (اور) زیادہ دوں گا۔
سے باخبر نہیں ہوتا بلکہ اس کا ضد سماتا ہے پیر ہر حال میں مرید کا زینہ ہے تاکہ مرید پیر کی ہم جنسی اور مناسبت کے تعلق و واسطہ سے اس کے حقوق سے باہر آئے اس وقت تک کہ مناسبت کے وسیلہ سے حق سبحانہ و تعالیٰ کا عرفان ہو اور حقتعالیٰ کے حقوق کی ذمہ داری سے باہر آسکتا ہے اُس وقت جبکہ اسکو دریائے صورت سے ساحل حقیقت تک عبور کرنے کی قوت ہوگئی تو خلیل کی طرح اپنے سے کہتا ہے کہ :

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ | بے شک میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف کرلیا
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا | ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ اور میں
وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۚ [3] | شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

یہاں ہوتا ہے کہ سالک کی دیدۂ بصیرت دو دیکھنے کے پردہ سے پاک ہو جاتی ہے اور مظاہر کی دیوار بالکل اس کے سامنے سے اُٹھ جاتی ہے جب تک اس درجہ پر نہ پہنچے تمام امور میں پیر کی خدمت و پیروی اور اسکی تقلید مرید پر واجب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کہتے تھے کہ مجھکو شروع میں حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ نے اپنی تقلید کا حکم دیا حق تعالیٰ نے ان کو تقلید کی پستی سے تحقیق کی بلندی پر پہنچا دیا ؎

قطعہ

فراز ذروۂ تحقیق توحید | عروج ذروۂ تحقیق توحید
رسیدن میتوان از شیب تقلید | پہنچ سکتے ہیں اس پر اہل تقلید

---

[1] پ ۱۲ ھود ۴۶ [2] پ ۱۳ ابراھیم ۷ [3] پ ۷ الانعام ۷۹

ریا ہم باعث اخلاص گردد | ہو تو مخلص ریا پر بھی اگر چل
کہ چشم باغبان از تخم بر وید | کہ دیکھا بیج سے مالی نے ہے پھل

اوران بزرگ نکتوں اور لطیف اشاروں کے جامع کا کام حضرت قدوۃ الکبرا کی تقلید سے تحقیق پر انجام ہوا اور کوچہ ریا سے محل اخلاص میں پہنچا۔

آداب مُریدین

حضرت قدوۃ الکبرا سلطان ولد سے نقل کرتے تھے کہ جو پرند زمین سے اوپر اڑتا ہے اگر آسمان تک نہیں پہنچا لیکن اتنا تو ہے کہ جال سے دور ہے اسی طرح اگر کوئی درویش ہو جائے اور درویشوں کی صورت بنالے اگرچہ بطور مکر وریا ہو اور اُن کے کمال کو نہ پہنچے لیکن اتنا تو ہے کہ خلقت اور بازاریوں سے ممتاز ہوتا ہے اور دُنیا کی زحمتوں سے رہائی پاتا اور ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ ہلکے لوگوں نے نجات پائی اور گراں بار لوگ ہلاک ہوئے جو کچھ سارا ادب ہے جمہور صوفیہ کے نزدیک دس ادب میں موجود ہے۔

پہلا ادب مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ مرید کو اپنے دل میں ٹھان لینا چاہیئے کہ میرا کشود کار پیر ہی کی خدمت و ملازمت صحبت سے ہو سکتا ہے تو اس کے آستانۂ دولت پر مجھکو یا جان دیدینی چاہیئے یا مقصود تک پہنچنا چاہیئے چنانچہ مجذوب شیرازی کہتے ہیں ؎ شعر

خدارا رحم ای منعم کہ درویش سرکویت | خدارا رحم کر منعم کہ کوچہ کا ترے منگتا
درِ دیگر نمیداند رہی دیگر نمیگردد | نہ کوئی در ہے وہ رکھتا نہ کوئی راستہ لیتا

اور جو مرید اس اختیار کے زیور سے آراستہ ہوتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ پیر کے ہٹانے اور دور کرنے سے وہ نہیں پھرتا اور اس کے دل میں رخنہ نہیں پڑتا کیونکہ اس راہ میں پیروں کی طرف سے جانچ بہت ہوتی ہے جو اُن کے امتحان سے کامیاب نکلا ان کی نگاہ کیمیا تاثیر میں مقبول ہو جاتا ہے ؎

شعر

عبارت گر ز محک پیر گردد | کھرے گر وقت محک پیر ہو جاؤ
وجودت کیمیا تاثیر گردد | تو بالکل کیمیا تاثیر ہو جاؤ

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت ابو عثمان حیری سے نقل کیا کہ وہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ملازمت میں نیشاپور پہنچے اور حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کو گئے جب اُن کے نور ولایت کو دیکھا تو نگاہ با فیض کی خاصیت نے جذبات احوال کی قوت سے ان کو کھینچ لیا اور اپنا مرید کر لیا انہوں نے واپس ہونے تک شاہ کرمانی سے یہاں رکنے کی اجازت لے لی اور ابھی شروع جوانی میں تھے ابو حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا اور فرمایا میرے پاس نہ بیٹھا کر ابو عثمان نے تعمیل حکم کیا اور اُلٹے پاؤں لوٹ گئے یہاں تک کہ نگاہ سے غایب ہو گئے

دل میں طے کیا کہ اُن کے گھر کے دروازہ پر ایک کنواں کھودیں اور اس کنویں میں بیٹھیں اور باہر نہ آئیں مگر جبکہ اس کو بلا دیں۔ کہتے ہیں سال بھر وہ اس کنویں میں بیٹھے رہے اس کے بعد جب شیخ نے ان کی ارادت کی سچائی معلوم کی تو اپنی خدمت میں بلایا اور بے حد نوازا اور عزت کی اور مرحبا کہا اور اپنے مخصوصین سے بنا لیا۔

حضرت نورالعین نقل کرتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی زادہ روم کی نسبت یہی معاملہ کیا کہ جس وقت قاضی زادہ کی حضرت قدوۃ الکبرا کی توفیق خدمت نے رہبری کی تو صدارت اور قضا کو چھوڑ دیا جو کچھ بھی ہے اس سے نکل آئے اور خدمت کی بنیاد رکھی اور حضرت عمداً بے پرواہی کرتے تھے قریب سات برس تک جب نگاہ اقدس قاضی زادہ پر پڑتی تھی اپنی مجلس شریف سے نکال دیتے تھے اور سخت باتیں فرماتے تھے کہ قاضی زادہ عجب طرح کا ایک کم ہمت اور بے شرم ہے کہ کھانا کھانے کے لئے میرے پاس آتا ہے اور کبھی ہوتا کہ اپنے ساتھیوں کے گھر دو ایک منزل کے بعد جہاں پہنچ سکتے تھے آپ تشریف لیجاتے قاضی زادہ روتا چیختا پیچھے پیچھے آتا تھا کبھی بشری تقاضا سے کمزوری اور فتور واقع ہوتا تھا تو پھر اس طرح برتاؤ کرتے تھے کہ قاضی زادہ کا شوق سرے سے تازہ ہوجاتا تھا ایک بار اپنے حجرہ میں قاضی زادہ فراغت حاصل کئے ہوئے تھے اور لنگی منہ پر رکھکر آپ ہی آپ کہتے تھے کہ اے محمد (اے قاضی زادہ) بہتیرے ہیں جو دولتِ ولایت سے محروم ہیں تو بھی اُنہیں میں سے ہوجا محنت کی حد یہی ہے جو تم کرچکے اب نہیں کرسکتے ؎

چو آب محنت از سر بر گذشتہ	جو آب محنت ہے اب سر سے اونچا
در آب وطرہ پائی شدہ	بھنور میں چاہیئے پھر بیٹھ جانا

وہ خود کہتے تھے کہ اسی فکر میں ایک لحظہ گذرا تو کسی پاؤں کی آہٹ اپنے حجرہ میں مجھے معلوم ہوئی اور میں نے توجہ کی ناگاہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ اے محمد رومی آرام سے سوتے رہو کہ تیرے کام کا فی مقدار کو ہوچکے ہیں گھبرا کر اٹھا اور بے تابی کے ساتھ کہنے لگا ؎

اینکہ می بینم بہ بیداریست یارب بخواب	یہ کہ میں ہوں دیکھتا بیداری ہے یارب کہ خواب
خویشتن را در چنین نعمت پس از چندی عذاب	اپنے کو نعمت میں ایسی بعد از قہر و عذاب

حضرت کو میں نے دیکھا حجرے سے باہر گئے اور میں موافق اپنی خدمت کے راہِ خدمت کو بڑے شوق اور پوری آرزو کے ساتھ طے کرتا رہا یہاں تک کہ اپنے وسیع کرم سے قبول کرلیا اور اس گروہ کے مقامات و مکشوفات کو آنکھ جھپکتے دکھلا دیا اور نیشاپور کی ولایت سپرد کی جب تک رہے وہیں رہے اور جس مقام و منزل کو پہنچے وہ تو پھر پہنچے۔

دوسرا ادب پیر کے تصرفات کو مان لینا ہے اس کے تصرفات کو نافذ کرنے کا راستہ اپنی جان اور مال میں کشادہ رکھے اور وہ جو فرمائے تابعدار اور نیازمند راضی اور خوش رہے کیونکہ اسکی

محبت وارادت کے موتی سوا اس طریقہ کے چمکدار نہ ہوں گے اور اس کی سچائی واخلاص کی گہرائی اور بانگی اس انداز کے سوا معلوم نہیں ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبرا تقریبًا فرماتے تھے کہ ایک دن شیخ ابوعثمان ہاردنی نے بعض مسلمانوں کے خرچ کے لئے کچھ طلب کیا کسی نے نہ دیا ابوعثمان کا دل تنگ ہوگیا ایسا کہ مجلس میں رونے لگے جب رات آئی ابوعمر جو ان کے مریدوں سے ہیں نماز عشار کے بعد دو ہزار درہم کی ایک تھیلی ابوعثمان کے سامنے لائے اور کہا کہ اس کو اس بارے میں جو آپ چاہتے ہیں صرف کیجئے ابوعثمان خوش ہوگئے ان کو دعا خیر دی۔ جب صبح ہوئی تو ابوعثمان مجلس میں بیٹھے کہا اے لوگو ہم ابوعمر سے بے حد امیدوار ہوئے آج رات کو دو ہزار درہم مسلمانوں کے خرچ کے لئے لے آئے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ابوعمر لوگوں کے درمیان سے اٹھے اور برسر مجمع کہا کہ وہ میری ماں کا مال تھا وہ اس سے راضی نہیں ہے اس کو مجھے واپس کر دیجئے تاکہ میں اس کو واپس دوں۔ ابوعثمان نے فرمایا یہاں تک کہ لوگ اس تھیلی کو لائے اور ان کو واپس دی جب رات آئی پھر اس درہم کی تھیلی کو ابوعثمان کے سامنے لے گئے اور عرض کیا کہ اچھا ہو کہ اس کو ایسا خرچ کیجئے کہ ہمارے سوا کوئی نہ جانے، ابوعثمان رو پڑے انہوں نے کہا بسا اوقات سکوت گفتگو سے زیادہ فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شہر روم میں کہ جس کی شان میں یہ ہے کہ اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا حضرت نور العین کی بیماری کے سبب ایک سال کامل قیام فرمایا اور طبیبان زمانہ جمع ہوئے کوئی طبیب اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہوا۔ اتفاقاً ایک طبیب یونان کی زمین سے آیا حضرت نور العین کے نبض و قارورہ کو دیکھا بھالا اور علاج کے لئے آمادہ ہوا اور کہا کہ اس بیماری کے لئے میں تیل بناتا ہوں جس کو جسم مبارک پر ملیں گے لیکن تھوڑا سا آدمی کا گوشت چاہیئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا متحیر ہوئے کہ آدمی کا گوشت کس طرح پیدا کیا جا سکتا ہے۔ قاضی محمد رومی اس واقعہ سے آگاہ ہوئے اور جنگل کو متوجہ ہوئے ایک گھڑی بعد آئے اور ایک برتن میں اپنا سیدھا ہاتھ کاٹ کر چھپائے ہوئے لائے طبیب کے حوالے کیا اس طرح کہ حضرت قدوۃ الکبرا مطلع نہ ہوئے اور خود کو ایک جگہ پوشیدہ کر دیا کہ فلاں جگہ ہم جاتے ہیں جب طبیب روغن بنا کر لایا اور وہ حضرت نور العین کے جسم مبارک پر ملا گیا کچھ بیماری کی کمی معلوم ہوئی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑا تعجب کیا کہ روغن کیسے تیار ہوا؟ طبیب نے عرض کیا کہ آپ کے فلاں مریدنے جو اس شکل کا ہے۔ ایک ہاتھ لاکر دیا اور میں نے روغن تیار کر لیا اور اس شخص کے ہاتھ سے میں سرتاپا حیرت میں ہو گیا ؎

شعر

کسی کز بہر جانان جان کشیدہ — جو کوئی جاں فدا کر دے بجاناں
چہ شد گر پارۂ از جان بریدہ — عجب کیا کاٹا گر اک پارہ جاں

حضرت قدوۃ الکبرا کو معلوم ہوا کہ روم کا قاضی زادہ ہے متردد ہوئے جہاں قاضی زادہ پوشیدہ مقام میں تھے تلاش کر کے لائے بہت افسوس کیا اور فرماتے تھے کہ کوئی ایسا کرتا ہے جو تم نے کیا ہے آخر کار معرفت کی ایک

بات چلنے لگی حضرت قدوۃ الکبرا معرفت گوئی میں آئے کہتے کہتے کسی قدر گرم ہوئے اور فرمایا کہ قاضی زادہ کہاں ہے قاضی زادہ پاؤں پر کھڑے ہوگئے اسی وقت اس ہاتھ پر ذرا سا دم کر دیا ہاتھ نے وہیں سے گوشت پیدا کرنا شروع کر دیا کہ چند دنوں میں پورا ہاتھ نکل آیا ؎

شعر

برہر زمین کہ روزی آن نازنین برآید — نکلے اگر کسی دن وہ نازنین کسی جا
از بہر پائی بوسش دستا ززمین برآید — نکلے گا ہاتھ بہر پابوسی پھر زمین کا

تیسرا ادب اختیار کو مٹا دینا ہے کسی کام کو دنیا کا ہو آخرت کا ہو بہت ہو تھوڑا ہو پیر کی اجازت کے بغیر شروع نہ کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ بزرگوں نے کہا ہے نہ کھائے اور نہ پیئے اور نہ پہنے اور نہ سوئے اور نہ لے اور نہ دے لیکن پیر کی اجازت سے اور اسی طرح تمام عبادتوں میں کہ روزہ اور افطار اور نفلوں کی زیادتی اور فرائض پر اقتصار اور ذکر و مراقبہ و تلاوت وغیرہ پیر کی اجازت اور مقرر کرنے کے بغیر شروع نہ کرے۔ حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب نقل کرتے تھے کہ حضرت شیخ ابونصیر خباز کے ساتھی بہت تھے ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے حج کا ارادہ کیا۔ راستہ میں حصری کی زیارت کو گئے حصری نے ان سے چاہا کہ کچھ اگر ممکن ہو تو پڑھو ان میں سے ایک نے آواز بلند کی ؎

رباعی

ہمائی اوج وحدت از خوش آواز — ہمائے اوج وحدت سن کے آواز
بسوئی آشیانت کرد پرواز — لگا کرنے تری جانب کو پرواز
چو صیت مرغ لاہوتی رسیده — صدائے مرغ لاہوتی سنا جب
بسوئی باغ وحدت پر کشیده — بسوئے باغ وحدت وہ چلا تب

حصری بے قرار ہوئے وجد میں آ گئے اور کہا تم جیسوں کے لیئے توجہ نہیں ہے لوٹ جاؤ اور کہا کیا تم لوگ ابونصیر خباز کے شاگرد نہیں ہو جو گوہری کے اس پہاڑ پر رہتے ہیں۔ سب نے کہا ہاں ہیں۔ فرمایا ان سے اجازت لئے بغیر باہر آگئے ہو، لوٹ جاؤ اور ان کے پاس جاؤ ؎

شعر

کسی را کعبہ گر در خانہ باشد — اگر گھر میں کسی کا کعبہ ہووے
بوادی سرزند دیوانہ باشد — ہے دیوانہ اگر جنگل میں بھٹکے

جوان کے کہنے سے لوٹ گیا سلامت رہا اور جو چلا گیا لُو میں جل گیا اور عرفات تک نہ پہنچا۔

شیخ الاسلام ۲۵ ماہ رمضان المبارک کو گجرات سے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہنچے اور پابوسی سے مشرف ہوئے اور قیام گاہ کثرت آباد کے پہلو میں مقرر ہوا حضرت کے خادم لوگ ماہ رمضان میں کھانے کی تقسیم دو نماز کے

درمیان کرتے تھے کھانا بٹنے کے وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ الاسلام کا حصہ الگ کرلو اور دے دو آپ نماز عصر ادا کر رہے تھے کہ خدام کرام نے حصہ پہنچا دیا۔ پہنچتے ہی کھا لیا اور پیالہ کو صاف کر کے رکھدیا۔ جب حضرت کے پاس آئے حضرت نے فرمایا کیوں روزہ افطار کر دیا کیونکہ زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا۔ عرض کیا ایک روزہ کا کفارہ ساٹھ روزہ آسان ہے لیکن خط فرمان سے سرکشی گراں ہے ؎

شعر

کسی از دم پیر یابد اثر | دم پیر سے با اثر ہو کوئی
که از خط او سر نپیارد بدر | کرے گا نہ پھر حکم سے سرکشی

چوتھا ادب | یہ ہے کہ پیر کی نشست پر بیٹھنے سے گریز کرے۔ نہایت درجہ اس بارے میں کوشش کرے کیونکہ اس میں نحوست ضرور ہے ؎

بیت

دلا تا بزرگی نیاری بدست | دلا جب بزرگی نہ ہو زیر دست
بجای بزرگان نباید نشست | بجائے بزرگاں نہ کرنا نشست

اور جس کو جان لے کہ پیر کو ناپسند ہے ہرگز اس کو نہ کرے اور پیر کی دلدہی و بردباری اور حسن خلق پر اعتماد کرنے کے سبب اس کو چھوٹی بات نہ سمجھے کیونکہ اس کی تاثیر مریدوں کی ذات میں بہت بڑی ہے کیونکہ وہ جس قدر اپنے کو پیر کی مرضی میں لگاتے ہیں اور پیر کی ناپسندیدہ چیزوں سے بچتے ہیں تاکہ اس پرہیز سے ان کو پیر سے مناسبت پیدا ہو اور اس نسبت کے ہونے سے پیر کے باطن سے حضور و جمعیت کی نسبت مرید کے باطن میں منتقل ہو مثل فتیلہ کے جو دھواں رکھتا ہے دھواں کی مناسبت سے آگ کو جلد کھینچ لیتا ہے ؎

بیت

چراغ نسبت پیر ار فروزی | جو شمع نسبتِ مرشد جلائے
کند نورشش بباطن دلفروزی | چمک پھر نور سے اس کے وہ پائے

اسی طرح مرید کا دل پیر کے اختیارات و تصرفات کو مان لینے اور اپنے کو پیر کی مرضیوں میں لگا دینے کی مناسبت سے محبت الٰہی کا جذبہ پیر کے باطن سے کھینچتا ہے اور جمعیت اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کے شرف سے مشرف ہوتا ہے۔

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ حضرت قاضی حجت ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں کھانا کھاتے تھے اور آش پیتے تھے حضرت کا ایک مرید بڑے شوق سے گوشت کھا رہا تھا فرمایا گوشت زیادہ کھانا انسان کی فطرت کو گراں کر دیتا ہے اور مریدوں کی طبیعت میں سستی ڈال دیتا ہے۔ حضرت قاضی حجت کے کان میں جب یہ مبارک بات پڑی اس دن سے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً ایک مدت کے بعد

کھانے کی مجلس میں پھر نظر شریف حضرت قاضی پر پڑی دیکھا کہ بالکل گوشت کھانے کی طرف توجہ نہیں کرتے فرمایا کہ گوشت کھانے کی طرف رجحان کم دیکھا جاتا ہے بکول فرخ حسین نے عرض کیا کہ آج ساتواں سال ہے کہ قاضی حجت گوشت کھانے سے باز آئے ہیں۔ حضرت کو تعجب معلوم ہوا دریافت فرمایا پھر بکول نے عرض کیا ایک دن حضور نے شاید کسی مرید کی نسبت گوشت کھانے کے بارے میں کوئی بات فرمائی تھی۔ اس دن سے ان کی بھی گوشت کھانے سے طبیعت ہٹ گئی ہے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس کو اس کی سختیٔ طبیعت کے سبب سے یہ بات ہم نے کہی تھی ورنہ لوگوں سے ہر شخص کے لئے وہ کلام واقع نہیں ہوا تھا بالآخر حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے ہاتھ سے گوشت کی بوٹی ان کو کھلائی۔ فرمایا بلاشبہ سچا طالب امر و نہی کے راستہ میں جب تک اس درجہ پر پاؤں نہ رکھے منزل تک نہیں پہنچ سکتا ؎

کسی را گوش ہوش ار باز باشد	جو اپنے ہوش کو اک کان کر دے
براہ بندگی جان باز باشد	رہِ طاعت میں جاں قربان کر دے
زہر گوہر کہ ریزد از دہان پیر	جھڑے موتی زبان پیر سے جو
مرید از جان صدف پرداز باشد	صدف کے مثل اپنی جان کر دے

پانچواں ادب مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا ہے کشف دقائق میں۔ واقعات کے کشف میں وہ خواب میں ہو یا بیداری میں پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اپنی خودی سے اس کی صحت پر تعین نہ کرنا چاہیئے کہ خطا کا موقع اور شک واقع ہونے کا محل بہت ہو سکتا ہے تمام کاموں میں منتظر رہنا چاہیئے کہ کلام پیر میں کیا مذکور ہوتا ہے اور پیر کی زبان کو شجر موسیٰ جاننا چاہیئے ؎

مثنوی

درا در وادی ایمن کہ ناگاہ	تو آجا وادی ایمن کہ ناگاہ
درختی گویدت اِنّی اَنَا اللہ	شجر تجھ سے کہے اِنّی اَنَا اللہ
چو سرِ اَنَا برآید از درختی	اَنَا کا سر ہے کہنا جب درخت ایک
روا نبود روا از نیک بختی	تو کیوں بولے نہ اس کو نیکبخت ایک

اور یقین کرلے کہ وہ خدا سے کہتا ہے نہ کہ ہوا سے اور دریائے بے نطق سے سیراب ہوا ہے اور اس کے دل کو دریائے موجزن کی طرح سمجھے جو علوم وکشف کے طرح طرح کے موتیوں اور معارف کے جواہر سے بھرا ہے کہ ہر وقت عنایت ازلی کی ہوا چلنے سے موج زنی پر آتا ہے اور موتیوں اور جواہر کو کنارے ڈال دیتا ہے ؎

دلِ پیران بدان ای یار ہوشیار	سمجھ پیروں کے دل کو یار ہشیار
کہ باشد بہتر از دریائی ذخّار	مقابل اس کے کیا ہے بحر ذخّار

چو بادِ فیض آید در وزیدن	ہوائے فیض جب چلنے ہے لگتی
بریزد از زبان لولوئے شہوار	تو جھڑتا ہے زباں سے درِ شہوار

بس ہمیشہ منتظر و حاضر رہنا چاہیئے تاکہ پیر کی باتوں کے نتیجوں اور فائدوں سے محروم اور بے نصیب نہ رہے اور پیر جو حکم عالم معانی میں کرے جلد مامور ہو۔ مجذوب شیرازی کیا خوب کہتے ہیں ؎

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید	تو مے سے رنگ سجادہ اگر پیر مغاں کہدے
کہ سالک بیخبر نبود زراہ ورسم منزلہا	کہ ناواقف نہیں سالک ہے راہ ورسم منزل سے

روایت ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آنحضرتؐ کی مجلس میں جب کوئی سائل سوال کرتا اور مسئلہ پوچھتا تو ایک جماعت کے لوگ جواب دینے میں جلدی کرتے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو اس آیت سے ادب سکھایا اور اس سے منع کیا کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا	اے ایمان والو نہ آگے بڑھو اللہ اور
بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الآیہ	اس کے رسول سے ۔

تو ساتھیوں کے لئے زیادہ ضروری یہ ہے کہ تمام امور میں پیر کے سامنے جلد بازی نہ کرے اور احکام سے مامور ہو اور جمیع امور سے کیونکہ پیر موافق اس کے کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی اُمّتہٖ (پیر اپنی قوم میں پرتو ہے نبی کا اپنی امّت میں) وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے اور خدا کی رحمت ہے جو بندوں پہ نازل ہوئی ہے کہ اس سے تکمیل سلوک اور رسائی میں نفع پائیں اور خواہشات وسموم واقعات کی حرارت سے رہائی پائیں اور محبتِ دنیا کے دریا میں نہ ڈوبیں ؎

استماع کلام او بہتر	بات کو اس کی سننا ہے بہتر
از ہزاران کتاب علم وہنر	پڑھنے سے کل کتاب علم وہنر
رحمت عالم است مرد خدا	رحمت حق ہے پیر مرد خدا
مرشد ودستگیر ہر دوسرا	مرشد و دستگیر ہر دوسرا
دست دردی زنید تا برہید	تھام لو ان کو تا رہائی ملے
روئے سویش بعشق وصدق نہید	ملو ان سے بڑی محبت سے
نوح وقت است او درین دوران	اس زمانہ میں ہیں وہ نوح جہاں
کشتی او رہاند از طوفان	وہ ہٹاتے ہیں کشتی سے طوفاں

؎ پ۲۶ الحجرات ۱

رنج طوفان وآب سہل بود	رنج طوفان و آب سہل تو مان
زان قوی تر بدانکہ جہل بود	اس سے بڑھکر ہے جہل اسکو جان
ہست طوفان حقیقت این عالم	ایک طوفاں ہے یہ تمام عالم
غرق دروی امیر و شاہ و حشم	غرق اس میں امیر و شاہ و حشم
بگریزند بسوئی کشتی نوح	بھاگتے ہیں بسوئے کشتیٔ نوح
تا زغرقہ خلاص یابد روح	تاکہ بچ جائے ڈوبنے سے روح
شہوات جہان چو طوفانست	شہوات جہاں تو طوفاں ہے
ہرکہ زو رُست اومسلمانست	جو بچا جلد وہ مسلماں ہے
وآنکہ از جہل ماند در شہوات	جس نے شہوت کی سمت کی پرواز
کافراست ارچہ آورد صلوات	ہے وہ کافر پڑھے اگرچہ نماز
کشتی ایمنی ولیِ خداست	کشتی مطمئن ولی خدا
از برائی شما میانِ شماست	واسطے تیرے ہے پناہ نزا
تا شما را رہاند ازطوفان	پاس آسے نہ تیرے تا طوفاں
زانکہ این درداست او درمان	اس مرض کا ہے وہی اک درماں
اللہ اللہ فداء او گردید	اللہ اللہ اسپہ ہونا فدا
تا چہ او برنہم فلک گردید	آسمان نہم پہ تا ہو جا
اللہ اللہ درا غلام شوید	اللہ اللہ غلام اس کے بنو
ہر طرف کو رود جملہ روید	جس طرف وہ چلے ادھر ہی چلو
تا چنین دولت نگردد فوت	ایسی دولت کہیں نہوے فوت
روید وآورید ہش از موت	ہاں چلو ان کی طرف قبل از موت

چھٹا ادب مقامات خواجہ میں لکھا ہے۔ آواز کاپست کرنا ہے پیر کی صحبت میں آواز بلند نہ کرنا چاہیئے کیونکہ بزرگوں کے سامنے آواز بلند کرنا ایک طرح کا ترکِ ادب ہے ؎

بیت

زطبع نازک دلدار ترسم	ہوں طبع نازک دلبر سے ڈرتا
کہ آوازہ ام آزردہ گردد	کہ آزردہ مرے آوازہ سے ہو

روایت ہے زمانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض لوگ آنحضرت کی مجلس میں آواز بلند کرتے تھے ان کو ادب سکھانے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [1]

اے ایمان والو اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔

نقل ہے کہ اس کے بعد ایسے وہ لوگ ہو گئے کہ آواز کی بے انتہا پستی سے بات دشواری سے سمجھی جاتی اور یہ آیت کہ:

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ [2]

بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے پرکھ لیا ہے۔

بھی نازل ہوئی ہے۔ پیر کے ساتھ ہنسی کھیل کا طریقہ نہ برتے نہ قول میں نہ فعل میں کیونکہ ہنسی کھیل سے پیر کی عزت نظر سے اٹھ جاتی ہے اور وقار کی چادر نگاہ سے ہٹ جاتی ہے اور مقامات نزول فیض میں رکاوٹ ظاہر ہو جاتی ہے تو چاہیئے کہ اُن سے خطاب کرنے میں تعظیم و احترام کا خیال رکھے۔ مروی ہے کہ ابتدائے نبوت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول کا نام تعظیم و توقیر سے نہ لیتے یا محمد یا احمد کہکر پکارتے تھے ان کو ادب سکھانے کے لئے یہ آیت آئی کہ:

وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ [3]

اور ان کے سامنے زیادہ بلند آواز سے بات نہ کرو ایکدوسرے کے ساتھ تمہارے بلند آواز میں باتیں کرنے کی طرح (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور (بھی) نہ ہو۔

دوسری آیت آئی کہ:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا [4]

نہ بنالو اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں اگلوں نے کہا ہے کہ نہ ان کو نام لے کر پکارو نہ کنیت سے اور آداب خدائے برتر سے ادب آموز ہوں کہ وہ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ تو تم کہو يَا نَبِيَّ اللَّهِ۔ جس طرح کہ قول میں پیر کے ساتھ ہنسی بند رکھے فعل میں بھی اس کے احترام و توقیر کو واجب سمجھے تو چاہیئے کہ اس کی موجودگی میں اپنا سجادہ نہ بچھائے مگر فرض نماز کے وقت اور پیر کے سامنے نہ ہنسے اور سماع کے وقت جہاں تک ہو سکے اپنے کو ہلنے اور کودنے چلانے سے بچائے مگر یہ کہ اختیار وغیرہ ہاتھ سے جاتا رہے۔

ساتواں ادب | مقامات خواجہ میں لکھا ہے۔ گفتگو کے اوقات کا جاننا ہے جس وقت چاہے کہ پیر سے

---

[1] پ ۲۶ الحجرات ۲ [2] پ ۲۶ الحجرات ۳ [3] پ ۲۶ الحجرات ۲ [4] پ ۱۸ النور ۶۳

دین و دنیا کی کسی ضرورت میں کوئی بات کہے تو چاہیئے کہ پہلے پیر کا حال معلوم کرے کہ اس کی بات سننے کی فرصت رکھتا ہے یا نہیں اور جرأت کرکے دلیری کے ساتھ بات نہ کہے اور بات کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے کلام میں باادب رہنے کی دعا کرے اور اس کی بات کو حقیقت و معرفت کے ظاہر کرنے کے لئے واسطہ جانے کہ دریائے غیب سے ساحل شہادت پر لاتا ہے اور مرید کو چاہیئے کہ پیر کی ہمجنسی اور پیر کے دل سے فیض کا پرتو کرنے کی قابلیت حاصل کرے تاکہ اس مناسبت و ہمجنسی سے فیوض غیبی واردات لاریبی حاصل کئے جاسکیں اور ہرگز بے موقع بات نہ عرض کرے ؎

شعر

حرامش بود نعمت بادشاہ — حرام اس پہ ہے نعمت بادشاہ

کہ وقت سخن را ندارد نگاہ — جو وقت سخن پہ نہ رکھے نگاہ

روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں زیادہ سوال کرنے میں مبالغہ کرتے تھے اور بے موقع عرض کیا کرتے تھے آنحضرتؐ اس سے ملول ہوتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةًؕ ؎۱

اے ایمان والو جب تم رسول سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہو تو اپنی بات عرض کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔

مسلمان منافق سے ممتاز ہوگیا۔ نقل ہے کہ امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے کسی نے اس آیت پر عمل نہ کیا ایک اشرفی لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ اور چاہیئے کہ پیر سے سوال کرنے میں اپنی حد سے نہ بڑھ جائے اور بجز اس حال کے جو اس پر چھپا ہو کچھ نہ پوچھے یعنی اپنی ضروری حالتوں سے زیادہ پیر سے نہ دریافت کرے اور اس کے سوالیہ کا رہے جس طرح کہ مفید کلام وہ ہے جو سننے والے کی سمجھ کے موافق ہو مفید سوال بھی وہ ہے جو سائل کے مرتبہ کے موافق ہو۔

آٹھواں ادب — **بھیدوں کے چھپانے میں ہے** مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر اپنی کرامات و واقعات وغیرہ سے جو کچھ پوشیدہ رکھے اور مرید اس پر آگاہ ہو تو اس کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ تلاش کرے اور اگر فرض کرو اس کا سر چلا جائے جب بھی اس کو ظاہر نہ کرے ؎

فرد

قلم سِرّ سلطان چہ نیکو نہفت — قلم شاہ کا خوب ہے رازدار

کہ تا کارد بر سر نزد فتش نگفت — کہ چاقو سے کٹ کر کیا آشکار

منصور حلاج پر جو افتاد آئی وہ استاد کے راز کو ظاہر کر دینے سے آئی مروی ہے کہ عمرو عثمان مکی نے

؎۱ پ ۲۸ المجادلہ ۱۲

جو اُن کے استاد تھے مسئلہ توحید اور علم صوفیہ میں چند جز تصنیف کئے تھے جن کو وہ ان سے پوشیدہ رکھتے تھے منصور نے ان کو پالیا اور ظاہر کر دیا اور خلقت پر کھول دیا بات باریک تھی لوگ نہ سمجھے ؎

رباعی

ہرکہ اورا طالع شاہی بود	جس کی قسمت طالع شاہی بنے
محرم اسرار الٰہی بود	محرم اسرار الٰہی وہ ہے
وآنکہ از اسرار دل آگاہ نیست	جو نہیں ہے سرِّ دل سے باخبر
در حریم سرِّ حقش راہ نیست	اس پہ قصر سرِّ حق کا بند در

اس پر منکر ہوئے اور مہجور کر دیا۔ استاد نے حلاج پر نفرین کی اور کہا الٰہی کسی کو اس پر مقرر کر کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ لے اور دار پر چڑھا دے ؎

شعر

کسی کو سرِّ وحدت کرد اظہار	کیا ہے سرِّ وحدت جس نے اظہار
سزایش در طریقت دار باشد	سزا اس کی طریقت میں ہے بس دار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت پیر و مرشد سے روایت رکھتا ہوں کہ فرماتے تھے کہ منصور پر جنید کی دعا سے یہ افتاد آئی کہ ان کے ایک بھید کو ظاہر کیا تھا اور وہ یوں ہے کہ ایک دن منصور جنید کی خدمت میں گئے جب دروازہ پر پہنچے دروازہ کو کھٹکھٹایا اندر سے جنید نے آواز دی کون ہے کہا، حق! جنید نے کہا حق نہیں ہو بلکہ حق کی طرف سے ہو اور کہا کون سی لکڑی ہوگی جس کو تو خراب کرے گا کونسی لکڑی اور دار ہے کہ تجھ سے لوگ چرب کریں دوسرے سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا شہر جونپور کی جامع مسجد میں اترے بعض مخلص احباب مثلاً حضرت کبیر و حضرت قاضی رفیع الدین اودھی و حضرت شیخ ابوالمکارم و خواجہ ابوالوفاء خوارزمی گوشۂ مسجد میں شرف حاضری سے مشرف تھے، حضرت قدوۃ الکبرا پر ایک عجیب و غریب حال وجد کا غلبہ تھا کہ کوئی بولنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ بعض معرفت کی باتیں متشابہات کی اور وجد پیدا کرنے والی آپ فرماتے تھے اسی اثناء میں یہ کلمہ زبان مبارک سے نکل پڑا ؎

شعر

دلش چون بحر عمان جوش کردہ	کیا جب دل نے دریا کی طرح جوش
دو گوہر ریختہ خاموش کردہ	ہوا وہ ڈال کر دو موتی خاموش

"قال الاشرف الناس کلھم عبدٌ لعبید" فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ سارے لوگ میرے بندے کے بندے ہیں۔ پہنچے ہوئے لوگوں نے گوش دل سے سنا لیکن اس کا اظہار اچھا نہ سمجھا کیونکہ بعض علماء ظاہر جو اسرار باطن سے باخبر نہیں ہیں اگر سن لیں تو تاب میں نہ رہیں اور انکار پر سر اٹھائیں۔ جب ایک

مدت گذر گئی حاجی صدر الدین علما و فضلا کے مجمع میں بیٹھے تھے کہ کسی سلسلہ میں اس کلمہ مبارکہ کو نقل کیا اس بات کے ظاہر ہوتے ہی بعض حاسد لوگ جو ہٹ دھرمی پر آمادہ تھے اعتراض پر آ گئے اور اس باریک بات کی تحقیق میں شروع ہو گئے۔ اس قدر کہ حضرت میر صدر جہان و حضرت قاضی شہاب الدین سے اس کلمہ کو نقل کیا حضرت قاضی نے فرمایا درویش لوگ ہیں نہ معلوم کس مقام و حالت میں بات کہی ہے اور کس وجہ سے ان سے یہ کلمہ نکل پڑا ہے۔ ٹھیک یہی ہے کہ ہم معرض اعتراض میں نہ آئیں اور روگردانی کے مقام سے باہر ہوں اور جو بات شطحیات (متشابہات) کی قسم سے ہو اس میں غور کرنا اچھا نہیں ہے بالخصوص یہ ایک سید ہیں بے حد بلند حال اور بڑے باکمال پورے صاحب تصرف ہیں اور میں آج کسی کو نہیں دیکھتا کہ زور منقادمت میں ان کے ہم پلہ ہو سے

شعر

ندارد ہیچ کس آن زور بازو	نہیں ہے کوئی بھی ایسا دلاور
کہ با گردی بود او ہم ترازو	شجاعت میں جو ہو ان کے برابر

ایک شخص جو وحشت کا باعث تھا بولا ایسے شہر میں جو منبع علماء اور قابل فخر فضلا اور درویشوں سے بھرا ہو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی متکبرانہ و جابرانہ بات کہے دوسرا اس کے جواب کے راستہ میں نہ چلے اور سوال نہ کرے بہت ابھار کر حضرت میر کو اس پر لائے کہ محمود بہیہ جو ایک سخت کلام اور وحشی طالب علم تھا اس کو حضرت قدوۃ الکبرا کے پاس بھیجیں کہ اس کے معنی کو دریافت کرے۔ حضرت قاضی نے فرمایا محمود بہیہ مشائخ کی مجلس کے آداب نہیں جانتا خدانہ کرے ایسی بات کہے جو خاطر سید کی گرانی کا سبب ہو کل میں حضرت سید کی خدمت میں جاؤں گا اور اس معنی کی تحقیق اس کلمہ کی شرح کی صورت میں جس طرح کہ مشائخ دریافت کرتے ہیں کروں گا اس طرح کہ حضرت سید کا قلب شریف گراں نہ ہو سے

شعر

برگ گل ہر چند دارد نازکی	برگ گل میں نازکی ہر چند ہے
خاطر یارم ازان نازکتر است	اس سے نازکتر ہے خاطر یار کی

حضرت قدوۃ الکبرا مقررہ وظیفوں کے بعد اپنے مبارک ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ حضرت قاضی شہاب الدین کے قدم آ گئے حضرت چند قدم استقبال کو آئے اور بڑی تعظیم کر کے لا کر بٹھایا جیسا کہ حضرت کی عادت تھی کہ ہر شخص سے اس کے مشرب کے موافق برتاؤ کرتے تھے۔ بعض فقہی باریکیاں اور قابل غور حقائق کو باہم حل کرنے لگے اس طرح سے کہ قاضی اور ان کے ہمراہیوں کے دل کو تسکین ہو جاتی تھی بالآخر موافق

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ؕ [۱] ہر گروہ (ان میں سے) اسی پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

مصرع: از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است

جن میں ہو ذکر یار کا اچھی وہی ہے بات

---

[۱] پ ۲۱ الروم ۳۲

بات رفتہ رفتہ تصوف و معرفت میں پہنچی اور عرفان کے لطیفے آگئے جس وقت کہ حضرت قدوۃ الکبرا حقائق الٰہی و دقائق نامتناہی کو بیان کرتے تھے چہرہ مبارک وجبین اقدس میں پورا تغیر پایا جاتا تھا صوفیہ و جماعت علیہ کے کلمات اور باریکیوں کی بات اس درجہ بلند ہوئی کہ لوگوں کے ذہن میں دشواری سے آتی تھی اور موتی برسانے والی زبان کے معارف کے اثرات سے حاضرین ایسے متاثر اور خوش ہوئے کہ آپے سے باہر ہو گئے

مثنوی

سخن در حقائق بسی تیز شد	کلام حقیقت بہت تیز تھا
صدف در دقائق گہر ریز شد	صدف نکتوں پر خود گہر ریز تھا
نہ ز انسان معارف رسیدہ بلند	نہیں ہیں بشر سے معارف بلند
کہ ادراک عالی رساند کمند	کہ ادراک عالی کا پہنچے کمند
بسی از نوادر گہر سفتہ شد	پرویا نوادر گہر خوب سا
ز اسرار ناگفتنی گفتہ شد	جو تھی ان کہی اسکو بھی کہدیا
چنان مجلس از وجد آمودہ گشت	وہ جلسہ عجب وجد سے بھر گیا
کہ جان و دل از ذوق آسودہ گشت	کہ آسودہ جان اور دل ہو گیا
روان از می ذوق از دست شد	مئے ذوق ہاتھوں سے ایسا بہا
ز ہستی کہ بودہ ہمہ پست شد	کہ ہستی سے ہر ایک نیچا ہوا

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک گھڑی کے بعد دریائے حقائق راز سے ساحل ساز و بیابان مجاز کو عبور کیا اور قاضی کی خاطر مدارات میں آئے حضرت قاضی چاہتے تھے کہ رخصت کریں حضرت نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ فقرا کے چھوٹے سے کثیف گھر میں آپ کے قدم آنے کا سبب شاید کسی بات کا دریافت کرنا تھا۔ حضرت قاضی نے خوف زدہ ہو کر بڑی شرم سے عرض کیا ؎

بیت

کیست بدین حضرت گردون علم	روبرو سرکار کے ہے کس میں دم
کز رہ اعراض فشارد قدم	جو چلے اعراض سے دو اک قدم
آری اگر فائدہ خویش را	ہاں اگر جو فائدہ کے واسطے
عرض رسانیم کم و بیش را	عرض کریں تھوڑا بہت آپ سے

کل بعض علما زمانہ و فضلائے شہر نے حضرت میر اور اس فقیر کے سامنے نقل کیا کہ ایسی بات حضرت سید سے نکل پڑی ہے بظاہر ابہام رکھتی ہے اب حضور کیا فرماتے ہیں فرمایا کہ اس کا مضمون تو نہایت آسان ہے کہ لفظ الناس الخ الف لام کے ساتھ صادر ہوا ہے اور الف لام عہد کے لئے بھی آیا ہے کیونکہ اکثر اہل زمانہ ہوا و ہوس کے بندے ہیں

اور حق تعالیٰ نے ہمارے نفسانی ہوا و ہوس کو ہمارا بندہ و محکوم بنا دیا ہے۔ جب اہل دنیا ہوائے نفسانی کے بندے ہوئے تو گویا ہمارے بندے کے بندے ہیں اور ہمارے محکوم کے محکوم ہیں احکام نفسانی کے کثرت کے اعتبار سے ایسا فرمایا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ بادشاہ شہر نے یوسف منزلت درویش کے حضور ایک خط بھیجا کہ مجھ سے کچھ مانگو، انہوں نے جواب میں اس رباعی کو لکھکر روانہ کر دیا ؎

رباعی

از حرص و ہوا دو بندہ دارم	ہے حرص و ہوا دو بندہ میرا
در ملک خدای پادشاہم	مملوک خدائے رب اعلیٰ
تو بندۂ بندگان مائی	بندوں کا ہمارے تو ہے بندہ
از بندۂ بندگان چہ خواہم	کیا بندۂ بندگان ہیں بارا

دوسرے معنی ذوق سے معلوم کر سکو گے اور جس نے ذوق نہ پایا وہ مزے کو نہ سمجھا۔ حضرت قاضی نے جب مفہوم مضمون کو معلوم کیا تو نہایت پسند کیا خوش خوش روانہ ہوئے، حضرت قدوۃ الکبرا نے جانے کے بعد فرمایا کہ کون رو سیاہ تھا جس نے اس بات کو علماء کی مجلس میں نقل کیا حاجی صدرالدین بھی مجلس میں بیٹھے تھے کہ حضرت کی بات کا اثر ظاہر ہوا ؎

ہر آن حکمی کہ در تقدیر رفتہ	ہر اک کی جس قدر لکھی ہے تقدیر
ہمان بیرون ز دہن پیر رفتہ	زباں سے اپنے کہتا ہے وہی پیر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ سے میں راوی ہوں کہ ایک پیر تھے اور ان کے بہت مرید تھے انہوں نے ہر ایک کو خاص طریقہ پر اپنے قرب سے مشرف کیا اور صاحب راز بنایا تھا ان میں سے ایک جو اسرار کے حفاظت کی اہلیت نہ رکھتا تھا اور پیر اس حقیقت کو اس سے سمجھے ہوئے تھے لیکن وہ جلدی کرتا تھا اور پوشیدہ میں حضرت پیر سے بارہا کہہ چکا تھا اور مبالغہ کیا تھا کہ میں مخلصوں سے ہوں مجھے بھی وہ بات جو اپنے مخصوصوں سے فرمایا ہے بتائیے تاکہ میری ارادت و اخلاص بھی آپ کی نگاہ بافیض میں ظاہر ہو۔ پیر نے چاہا کہ بلا آمادگی کے اس کو دوسروں سے علیحدہ کر دکھائے فرمایا آج کی رات مجھے ایک کام ہے تم آؤ تاکہ تمھارے ساتھ اس کو کروں اور اس بھید کو خوب محفوظ رکھنا سلام کیا اور کہا میں مخلصین سے ہوں جب رات ہوئی تو آیا پیر ہاتھ پاؤں خون سے رنگا ہاتھ میں ایک تلوار لئے باہر آئے کہا میں نے فلاں مرید کو مار کر ایک بورے میں رکھدیا ہے آؤ تاکہ کسی مقام تخلیہ میں لے جاکر دفن کر دیں، اس بورے کو اس شخص کی گردن پر رکھا ایک خاص مقام پر لیجا کر دفن کر دیا۔ پیر جب گھر میں آئے یہ مرید جلدی سے اس شخص کے باپ کے پاس آیا کہ پیر نے کہا تھا میں نے اس کو مارا ہے جاکر بتا دیا کہ پیر نے تیرے لڑکے کو مار ڈالا۔ میں تھے اور پیر دونوں نے فلاں جگہ پر اس کو دفن کر دیا ہے

باپ نے جب یہ بات سنی اسی وقت بادشاہ کے سامنے گیا اور کیفیت واقعہ ظاہر کیا۔ بادشاہ کو پیر سے بڑی عقیدت تھی بعید از قیاس اسکو خیال کیا۔ لوگ اس مرید نمائشی مخلص کو حاضر لائے وہ بولا واقعہ ٹھیک ہے اور میں نے خود پیر کے ساتھ دفن کیا ہے کسی کو میرے ساتھ کیجئے تاکہ واقعہ کی صورت میں صاف کھولدوں۔ قصہ مختصر بادشاہ نے اپنے معتمدوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ بھیجی۔ جب اس جگہ پر پہنچے تو معلوم کیا کہ ایک بکری کو ذبح کرکے بورے میں ڈال کر دفن کردیا ہے۔ پیر نے اس واقعہ کی خبر پائی اس شخص کو خود جسے فرمایا تھا کہ میں نے قتل کر ڈالا ہے حاضر کردیا اور بر سر مجمع اس مرید نمائشی مخلص کی رسوائی و بے عزتی کی ؎

محرم دولت نبود ہر سری	محرم دولت نہ ہو ہر ایک سر
بار مسیحا نہ کشد ہر خری	بار مسیحا نہ لے ہر ایک خر

پیر نے اپنی صحبت سے اس کو نکال دیا اور یہ بھی نہ کیا کہ بادشاہ کے ملازمین اس کو سزا دیں فرمایا کہ اس کی سزا یہی بہت ہے کہ میں نے اپنی صحبت سے ہٹا دیا ہے ؎

ہر کہ او از چشم مردم شد نہان	جو ہو آنکھوں سے لوگوں کی نہاں
خاک خور آمد چو اشک مردمان	گر پڑا وہ مثل اشک مردماں
چون گل از گلشن بگلخن می فتد	باغ سے گل لے چلیں آتشکدہ
زین بتر او را چہ باشد در جہان	اس سے بدتر اس کا کیا ہوگا سماں

نواں ادب پیر کے سامنے اپنے اسرار کا ظاہر کرنا ہے چاہیے کہ اپنے اسرار کو واردات ظاہری و باطنی و واقعات کلی و جزوی کو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور ہر کرامت و عنایت جو حق تعالیٰ اسکو عطا فرمائے کھلے لفظوں میں یا کنایہ سے حضرت پیر کی مشکل کشا اور حق نما رائے کے لئے عرض کرے کیونکہ حضرت پیر سے بھید چھپانے کی مقدار میں اس کے باطن کے تار میں گرہ پڑ جاتی ہے کہ اس گتھی کے سبب شیخ سے طلب مدد و فتوح کا راستہ بند ہو جاتا ہے ؎

مثنوی

مر بد و نیکی کہ مرا شد عیان	جو بد و نیکی ہوئی مجھ پر عیاں
در دل خود راز نکردم نہان	دل میں کیا اپنے نہ راز نہاں
ہر کہ ز یاری کہ وفادار شد	جو ہے وفادار کسی یار کا
کرد نہان ستر ز اسرار خود	محرم اسرار وہ اپنا بنا
یافت ہمانرا کہ سقیم غریب	پایا اسی کو ہے مریض غریب
کرد نہان درد درون از طبیب	درد چھپائے ہے جو نزد طبیب

عقدۂ پر پیچ کہ در دل فتاد
کیست جز از یار کہ آرد کشاد
ہر کہ برد مہر شہی نام نیست
دان بہ یقین نیک سرانجام نیست
کیست کہ بی یار بمنزل رسید
در رہ بی یار چہ بمشکل کشید
اشرف بی یار درین رہ قدم
ہر کہ نہادہ ست شدہ در عدم
خیز بند گام برہ با رفیق
تا نشود یار بدریا غریق
رہ نتوان رفت یقین بی رفیق
قال رفیق ہو ثم الطریق
ہر چہ درین راہ بہ پیش آیدت
غولی ازان راہ کہ بنمایدت
صورتِ رنگین کہ نماید عذار
جلوہ دہد پیش تو از ہر کنار
نور درفشان کہ کشاید نقاب
ذرہ دران نور بود آفتاب
نور ازو بانگ انا الحق زند
در ہمہ آفاق انا الیق زند
باید مر سالک سیّار را
کز ہمہ اعراض کند یار را
یک بیک از ہر چہ بود از نیاز
عرض دہد پیش خداوند راز
تا چہ بفرمایدش آن دیدہ را
وانچہ کند دیدہ پسندیدہ را

عقدۂ پر پیچ کہ دل میں پڑا
کون ہے جز یار کے جو کھولتا
جبکہ نہیں لطف ہے سردار کا
جان لو انجام ہے اس کا برا
کون ہے بے یار کے پہنچا وہاں
ہے رہ بے یار تو بار گراں
راہ میں بے یار کے اشرف قدم
جس نے بھی رکھا گیا وہ پھر عدم
اُٹھ قدم تو راہ میں رکھ با رفیق
تاکہ نہ ہو یار بدریا غریق
جا سکے نہ راہ میں وہ بے رفیق
کہتے ہیں ہو یار تو پھر ہو طریق
راہ میں جو کچھ تجھے پیش آگیا
غول ہے رہ کا دکھائی جو پڑا
صورت رنگین کہ جو ہو گلعذار
سامنے تیرے ہو ہر اک سمت یار
لے چمک تو کھول دے جب وہ نقاب
ذرہ ہے اس نور کا اک آفتاب
نور اس سے بانگ انا الحق کہے
خلق میں ساری انا الیق کہے
چاہئے یہ سالک سیّار کو
سب سے ہٹ جائے اور لے وہ یار کو
جو بھی ہو اسکے لئے راز و نیاز
عرض کرے پیش خداوند راز
تاکہ وہ فرماتا ہے کیا دیدہ کو
کرتا ہے کیا اور پسندیدہ کو

بعضی ازان لائق اقبال ہست	اُن میں سے کچھ لائق اقبال ہے
برخی ازان درحق انزال ہست	ان میں سے کچھ درپے انزال ہے
ہر چہ کہ قابل بود آن اقبلش	جو کہ ہو قابل اُسے اقبل کہو
زانچہ کہ اعراض بود انزلش	موجب اعراض کو انزل کہو
ہر کہ ازین گونہ نصیحت شنید	جس نے کہ اک گونا نصیحت سنا
رخت بدر وازۂ وجدان کشید	اس کا اثاثہ در وجداں گیا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے جو سالک کہ اپنے واقعاتِ سلوک کو بارگاہ پیر میں عرض نہیں کرتا وہ نار گمراہی و بیابان رسوائی میں سرگرداں رہتا ہے جس طرح کہ بے دین کافر نے اپنے سلوک کے لئے کام کیا صحرائے بے دینی و کوہستان خودی میں پریشاں پھرتے ہیں۔ مروی ہے کہ ہرقل نام کا ایک مرد بنی اسرائیل میں تھا زہد و ریاضت کی صفت سے مشہور بیابان توکل میں انتہا درجہ پہ پہنچ کر اور طرح طرح کی سخت ریاضتیں کرتا ہوا ایک درویش کی خدمت میں سلوک کے لئے بسر کرتا تھا آنکھ جھپکنے بھر کو بھی شغل باطنی سے آسودہ نہ ہوتا تھا ؎

شعر

چنان در شغل باطن بود مشغول	تھا ایسا شغل باطن میں وہ مشغول
کہ دل ازخور دو پوشش داشت معزول	کہ دل تھا کھانے اور کپڑے سے معزول

ایک رات حجرہ میں مشغول تھا دو نور سفید اور سیاہ ظاہر ہوئے اور اس کا جھنڈا وہاں پہنچا کہ عالم کو ڈھانپ لیا ؎

بیت

چو رنگ تیرہ و روشن برآمد	سیہ اِک رنگ نکلا ایک اجلا
زنور روز و شب روشن ترآمد	وہ نور روز و شب سے بڑھ کے نکلا

دل میں اس طرح یقین کیا کہ دن کا پیدا کرنے والا سفید نور ہے اور رات کا بنانے والا سیاہ نور ہے اہرمن ویزدان کہنے کا مصداق یہی ہے اوران انوار کا حال زاہد سے نہ کہا۔ جب ایک مدت تک اسی عقیدہ پر مصر رہا اور یقین کرلیا تو زاہد سے منکر ہوگیا اور بحث کرنے لگا نئے مذہب کی بنیاد کھڑی کردی۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے بے چارہ مجذوب شیرازی نے بھی اس بیابان کی خبر دی ہے ؎

شعر

دوراست سراب درین بادیان ہوشدار	اس صحرا میں پانی ہے بہت دور خبردار
تا غول بیابان نفریبد زسرابت	دکھلا کے سراب آنکھ کو شیطاں نہ دے دھوکا

پیر کی رہبری کے بغیر اس وحشی اور دشوار گذار جنگل کو طے کر لینا ممکن ہی نہیں ہے ؎

مثنوی

کیست درین منزل حیرت فزائی	کون ہے اس منزل حق کا بھلا
راہ نماید بخدا جز خدائی	ہاں بخدا جز بخدا رہنما
ہر کہ درین راہ بہ بی نور روئی	چمکتا نہیں جس کا اس رہ میں رو
گام زند خیرہ شود سو بسوئی	رکھے وہ قدم تو پھرے سو بسو
در دو جہان راہ نما تر زپیر	پیر سے بڑھکر نہیں ہے رہنما
ہیچ کسی نیست زمن یادگیر	دو جہاں بھر میں نہیں ہے شک ذرا
وصل اگر بایدت ای راہ رو	وصل تجھکو راہرو گر چاہیئے
گفتۂ اشرف شنو وراہ رو	گفتۂ اشرف کو توسن راہ لے

دسواں ادب یہ ہر قسم کے اداب صوفیہ پر مشتمل ہے جو ان میں مریدوں کے لئے رائج ہیں اس لئے مرید کو چاہیئے کہ جو کچھ پیر سے نقل کرے تو سننے والے کی سمجھ کے موافق نقل کرے اور جس بات میں کوئی پوشیدگی وباریکی ہو اور سننے والا اس کی حقیقت تک نہ پہنچے تو نہ کہے جیساکہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے تکلموا الناس علی قدر عقولھم۔ (کلام کرو لوگوں سے ان کی عقل کے موافق)

شعر

سخن با ہر کسی باید بقدر فہم او گفتن	سخن ہر شخص سے اسکی سمجھ کا چاہیئے کہنا
چہ دریابند انعام از رموز نکتۂ دانا	بھلا چوپائے کیا سمجھیں رموز نکتۂ دانا

کیونکہ جس بات کا مطلب سننے والا نہ سمجھے وہ فائدہ نہیں دیتی بلکہ نقصان کا خیال ہے اور ممکن ہے کہ سننے والے کا عقیدہ پیر کے حق میں خراب ہو جائے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو پیر کی طرف پیٹھ کرنے سے بچنا چاہیئے اور اس کی طرف پاؤں نہ پھیلائے اور سامنے بیٹھنے کو کسی طرح ترک نہ کرے جیساکہ مشائخ رحمہم اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ سامنے بیٹھنا بہتر ہے مل کر قریب بیٹھنے سے اور پیر کی طرف گھورنے سے پرہیز کرے بلکہ اپنی نگاہ کو اکثر اوقات قدم پر یا زانو پر رکھے۔ کیونکہ پیر کو گھورنا دلیری اور خود بینی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا سفر کعبہ کے ارادہ سے کمربستہ ہوئے جب مبارک قدموں نے خطۂ اودھ کو مشرف کیا تو شیخ شمس الدین کے عبادت خانہ میں اترنا ہوا جب ہر طرح کی خدمت و مہمانی کر لی تو حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اس سفر میں کرم فرماکر اپنی ہم رکابی کے شرف سے بندہ کو مشرف فرمایئے کہ مبارک قدموں کی جدائی کے صدمات برداشت کرنا ممکن نہیں ہے فرمایا جس طرح آپ کا دل چاہے میں کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ ملک جو اس خانوادہ کے مریدین واصحاب وخلفاء سے بھرا ہوا ہے خالی رہا جاتا ہے، جب بھائی شمس الدین کے مبارک قدم یہاں ہوں تو اس دیار کے لوگ اُن کے روشن رخسار کے نظارہ سے فائدہ مند ہوں۔ اسی گفتگو

ہیں کچھ راستہ خطہ اودھ سے ہمراہ جا رہے تھے حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑے اصرار سے حضرت شیخ شمس الدین کو قصبۂ منگلسی سے رخصت کیا اور بعض نصیحتیں وقت کے مناسب فرماتے تھے اور آخر میں یہ فرمایا کہ جو فتوح اس سفر میں خدائے مفتح الابواب اور بزرگان اہل عرفان سے مجھکو پہنچے گا وہ خدا نے چاہا تو تم کو نصیب ہوگا جب شیخ شمس الدین منگلسی سے رخصت ہوئے تو شعر پڑھنے کے طور پر یہ ابیات پڑھتے تھے اور روتے تھے ؎

ابیات

فراق روئے مبارک مرا چنان باشد	فراق روئے مبارک کا ہے مجھے ایسا
کہ بہر آدم از روضہ جنان باشد	تھا جیسے حضرت آدم کو خلد کا چھٹنا
بل آنچنانست فراق جمال میمونت	ہے ایسا بلکہ فراق جمال پاک حضور
کہ وقت مرگ روان از بدن روان باشد	کہ وقت موت بدن سے ہو جیسے جان جدا
ز چشم مردم چون نور میشود بیرون	ہے ہوتا آنکھ سے لوگوں کے نور جب باہر
چگونہ روشنی چشم مردمان باشد	تو اب ہو کیسے بھلا نور اور نظارہ
ز چشم ما و جمال تو فرق دانی چیست	ہے میری آنکھ میں اور تیرے حسن میں کیا بعد
ہمانقدر فرقی کان بفرقدان باشد	جو فرق ان دو ستاروں میں ہے بحکم خدا
ہمان نصیب بود بہر باز رخسارت	مجھے وہی ترے رخسار سے ہے مل جاتا
کہ برگ گل چمن از ماہ آسمان باشد	گل چمن پہ جو ہے ماہ آسماں کی عطا
مرا کہ ذرۂ نور تو شمس کرد جدا	تمہارے نور کے ذرہ نے مجھکو شمس کیا
چگونہ ذرۂ خورشید در جہان باشد	تو کیسے ذرہ ہو خورشید سے جہاں میں جدا

قصبۂ منگلسی سے خطہ اودھ تک حضرت قدوۃ الکبرا کی طرف پیٹھ نہ کی اسی طرح الٹے پاؤں راستہ پر چلتے تھے جب سفر سے حضرت لوٹے تو موافق اس کے کہ سخی نے جو وعدہ کیا پورا کیا جو تبرکات مختلف مشائخ سے پائے تھے شیخ شمس الدین کے سپرد کیا اتنا کہ ایک پیسہ کسی درویش غارنشیں سے پایا تھا وہ بھی ان کو دے دیا ہاں بے شک بزرگوں کا وعدہ ایسا ہی ہے ؎

مثنوی مولوی

وعدۂ باشد حقیقی دلپذیر	وعدے ہوتے ہیں حقیقی دلپسند
وعدۂ باشد مجازی طاسہ گیر	وعدے ہوتے ہیں مجازی باگزند
وعدۂ اہل کرم گنج روان	وعدۂ اہل کرم گنج رواں
وعدۂ نااہل شد رنج روان	وعدۂ نااہل ہے غم کا مکاں

ان کلمات شریفہ و مقامات لطیفہ کا جامع ہر چند کہ دامن ہندوستان اور اطراف زمانہ و جوانب ملک میں بزرگان عصر و اکابر دہر کی خدمت میں پہنچا اور اس گروہ کے طرح طرح کے آداب برتنے اور دیکھا سنا لیکن کسی مرید نے پیر کی اور طالب نے مطلوب کے ادبوں کا لحاظ ایسا نہیں کیا ہے جس طرح کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے پیر کی نسبت کیا ہے اس وقت سے کہ حضرت حضور پیر و مرشد کی ارادت سے مشرف ہوئے ہیں جب تک کہ سفر آخرت فرمایا ہے ہرگز ان کی طرف پاؤں نہیں پھیلایا اور نہ تھوک ڈالا ؎

بیت

فرو تر نباشد بر رخسار آب | گھٹے گا نہ رخسار کا آب و تاب
کہ افگندہ تف بر رخ آفتاب | کیا کس نے تف بر رخ آفتاب

اگرچہ سرحد مغرب میں دو ہزار فرسنگ مسافت ہوتی۔ کوئی بارہ برس متفرق طور پر درگاہ عالم پناہ حضرت پیر و مرشد میں رہے تھے شہر جنت آباد میں بول و براز نہ کیا ؎

چو فردوسم دہد یار از عنایت | کرم سے یار گر فردوس دیدے
نباید کرد در وی بول و غایت | براز و بول اس میں پھر نہ کیجیے
ازان روزی کہ او گندم چریدہ | اسی دن سے کہ ہے گیہوں کو کھایا
سر از فردوس عالی برکشیدہ | تھا اپنا ہاتھ جنت سے اٹھایا

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ شاہ شجاع کرمانی نے ایک مدت تک چشت میں قیام کیا زمانۂ قیام میں ہرگز چشت میں اپنا وضو نہیں توڑا۔ حضرت قدوۃ الکبرا ایک راستہ میں ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ گذر رہے تھے۔ نظر مبارک ایک کتے پر پڑی جو اصحاب کہف کا پتہ دیتا تھا فرمایا غالباً یہ وہ کتا ہے جس کو حضرت پیر و مرشد کے آستانہ پر میں نے دیکھا تھا بڑے شوق سے زبان مبارک سے بلایا کتا آیا اور حضرت کے پیچھے چلنے لگا جب قیامگاہ پر پہنچے تو کچھ کھانا اپنے کپڑے میں رکھکر کتے کو حضرت نے کھلایا ؎

سگی کز آستان یار و کوی دل ربا آید | کوئی کتا مکان و کوچۂ دلدار سے آئے
چنان باشد کہ گہ آشنا را آشنا آید | تو ایسا ہے کہ جیسے یار ملنے یار سے آئے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو پیر کے سامنے پاؤں نہ پھیلانا چاہیئے اور نہ نفل وظیفوں میں مشغول ہونا چاہیئے کیونکہ کوئی شغل پیر دلپذیر کے رخسار کے نظارہ و دید سے بڑھکر نہیں ہے ؎

کسی بکوچۂ مقصود جان گذر دارد | دہی تو کوچۂ مقصود میں گذر رکھے
کہ بر دو ابروی چون طاق تو نظر دارد | جو طاق ابرو پہ تیرے ہو اک نظر رکھے
ہر آنکہ عارف و ماہر بود عبادت را | جو ہوے جانتا پہچانتا عبادت کو
دل از نظارۂ رویت چگونہ بر دارد | وہ کیسے دل کو نظارہ سے دور کر رکھے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کا ایک مرید تھا اس کو پیر کے وحدت نما وکثرت ربا رخسار کے دید و مقابلہ کے سوا دوسرا کام نہ تھا۔ رات دن اس کام میں لگا ہوا تھا ان کے پوشیدہ وعلانیہ دیدار کی مداومت کرتا تھا۔ ایک دن شیخ کے ایک ساتھی نے رشک وانکار کے طور پر اس سے کہا کہ چہرہ مبارک کا دیکھنا حضرت شیخ کے تمام ساتھیوں اور دوستوں کا طریقہ و حصّہ ہے لیکن تو اس کام میں بہت مبالغہ کرتا ہے اور اس قدر انہماک ظاہری اعمال وافعال کا مانع ہو جاتا ہے اور اس بے چارہ نے جواب میں یہ رباعی پڑھی ؎

رباعی

تا روی ترا بدیدم ای شمع طراز | جب رخ کو ترے دیکھا اے شمع طراز
نہ کارکنم نہ روزہ دارم نہ نماز | کچھ کام نہ کیا نہ روزہ نہ نماز
چون باتو بوم مجاز من جملہ نماز | تو ساتھ ہو گر مجاز ہو میری نماز
ور بی تو بوم نماز من جملہ مجاز | گر تو ہی نہیں نماز ہے میری مجاز

یہ ایک شمہ تھا اس بزرگ گروہ کے آداب کا کہ صوفیوں نے اس کی پابندی کی ہے۔ اگر مرید اس کی پابندی کرے تو جو مقصود ہے رحمت الٰہی کے انوار کا پہنچنا اور آثار و برکت کا اترنا وہ صحبت پیر کے وسیلہ سے نازل ہوگا اور ہر وقت فیض پہنچے گا صدقہ میں نبی اور باکمال اولاد کے۔

لطیفہ ۷

اصطلاحات تصوف

قال الاشرف لا ینبغی لاحد ان یشتغل فی اشغال التصوف الا ان یعلم علوم التعرف وعقائدہ واصطلاحاتہ ومقاماتہ واطلاق کلماتہ فی مجازی حالاتہ

حضرت اشرف نے فرمایا کہ کسی ایسے شخص کے لیے جو علوم تعرف اور اس کے عقائد، اس کی اصطلاحات مقامات اور کیفیات و احوال میں جو کلمات زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کے اطلاق سے واقف نہ ہو اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اشغال تصوف میں مشغول ہو۔

اصطلاحات تصوف کی اہمیت

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب مجھے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی[۱] سے شہر کاشان میں شرف نیاز حاصل ہوا تو اس وقت کچھ ارباب تصوف اور اصحاب معرفت حضرت شیخ سے کتاب فصوص الحکم (مصنفہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) پڑھ رہے تھے۔ میں بھی اُس درس میں شریک ہوگیا۔ وہ حضرات کتاب مذکور کا مقدمہ ختم کر چکے تھے لیکن حضرت شیخ نے اس خصوصی محبت اور مہربانی کے باعث جو آپ مجھ پر فرماتے تھے اس مقدمہ کا پھر اعادہ فرمایا۔ میں نے فتوحاتِ مکیہ کی ایک جلد اور ایک نسخہ اصطلاح کبیرہ شیخ اکبر آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا۔

ایک دن حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی نے اس فقیر اور بعض دوسرے اصحاب کی موعظت کے لیے فرمایا کہ جب تک طالب طریقت اور سالک راہ معرفت اس فن کی اصطلاحات کی باریکیوں اور حقائق سے کما حقہٗ آگاہ نہیں ہو جاتا اور ان کی حقیقت اس کے ذہن نشین نہیں ہو جاتی اس وقت تک وہ کلماتِ صوفیہ کی باریکیوں اور اس طائفہ علیہ کے مقامات تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کا تعارض دور کر سکتا ہے جو تصوف کی حقیقت کے سلسلہ میں آیات اور احادیث محکمات وارد ہوتی ہیں اور نہ وہ کلمات مشائخ کو ان کے محل راسخ پر صرف کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر

۱؎ حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی قدس سرہ صاحب شرح کاشانی و مصنف فصوص و نکوک حضرت شیخ صدرالدین قونوی کے بعد شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ کے فلسفہ وحدت الوجود کے سب سے بڑے شارح سمجھے جاتے ہیں۔ اصطلاحات تصوف پر آپ کی تصنیف لطیف شرح کاشانی کے حاشیہ پر طبع ہو چکی ہے۔ احقر مترجم کے پاس بحمد اللہ یہ تمام سرمایہ گرانمایہ موجود ہے۔

اسی آیہ کریمہ کو لے لیجئے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ کہ اس آیت کا نصف تنزیہ میں وارد ہوا ہے اور نصف آخر ایک اصطلاح تشبیہ ہے۔ اگر طالب علم، علوم اصطلاح کا جاننے والا نہیں ہے تو پھر وہ کس طرح اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح بعض آیات ایسی ہیں جن سے موجودات کا عدم ثابت ہوتا ہے۔ اور بعض آیات وجود کے اثبات پر دلیل ہیں (ان شاء اللہ حسب موقع اس کی تشریح کی جائے گی)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح بعض رسائل تصوف کا بھی سمجھنا مصطلحات تصوف سے واقفیت کے بغیر ناممکن ہے۔ جیسے بشارت الاخوان، ارشاد الاخوان، فوائد الاشرف، اشرف الفوائد یا وہ رسالہ جو وحدت الوجود کی بحث میں اصطلاح تصوف کے مطابق سرزمین روم میں میں نے لکھا تھا۔ جب میں واپس سرزمین بنگال میں پہنچا تو اس سرزمین کے لوگوں نے اس کو پسند نہیں کیا۔ جس کا باعث یہ تھا کہ تصوف کی اصطلاحات کے دقائق اس وقت تک اس سرزمین میں نہیں پہنچے تھے۔ پس اس عدم واقفیت کے باعث لوگوں نے اس سے انکار کیا اور اس کے مباحث پر اعتراضات کیے کما تضرع ریاح الورد بالجعل (جس طرح گلاب کی خوشبو جعل نامی کیڑے کو مضطرب کر دیتی ہے) ؎ حسود گر نتواند شنید عیبی نیست (حاسد اگر نہ سن سکے تو کوئی حرج نہیں ہے) جُعَل بود متنفر ز نکہت گل۔ (گوبر کا کیڑا پھول کی خوشبو سے نفرت کرتا ہے) چنانچہ اس خیال اور ضرورت کے تحت حضرت قدوۃ الکبرا نے اس خادم کو جو نظام غریب یمنی کے نام سے موسوم ہے حکم دیا کہ تصوف کی بعض اصطلاحیں جو ہم نے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی سے فہم کی ہیں اور ان کی توضیح و تشریح سے وقوف حاصل کیا ہے ان کو اور جو حضرت شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) کی تصنیفات سے جمع کیے ہیں تحریر کرو تاکہ ہندوستان کے صوفیا بھی ان سے بہرہ مند ہو سکیں۔ پس حسب الحکم اس فن کو حروف تہجی کی موافقت کے ساتھ معرض تحریر میں لایا ہوں تاکہ طالب صادق حسب ضرورت فوراً اس تک پہنچ سکے صدقہ میں نبی کے اور ان کی بزرگ آل کے۔

شرف الف[۲]

الالف: ۔ الف سے اشارہ ہے ذات احدیت یعنی حق تعالیٰ کی طرف اس اعتبار سے کہ ازل الازال میں اول اشیا وہی ہے۔

الاتحاد: ۔ وجود واحد کا شہود ہے۔ اس حیثیت سے کہ تمام اشیا حق کے ساتھ موجود ہیں یعنی وہ ظاہرہ موجود ہیں حق سے اور وہ معدوم ہیں اپنی ذات سے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ایسا وجود خاص موجود ہے جو حق کے ساتھ متحد ہے۔

---

[۱] (اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے) پ ۲۵ شوریٰ ۱۱ [۲] اصطلاحات میں جو باب بندی کی گئی ہے اس میں "باب" کی بجائے مولف نے "شرف" کا لفظ تحریر کیا ہے۔ مثلاً باب الف کی بجائے شرف الف لکھا ہے۔

الاتصال:۔ بندہ کا اپنے عین کو ملاحظہ کرنا ہے جو وجود احدی سے متصل ہے قطع نظر کرکے تقید سے اور اس کے تعین ہیں وجود حق سے اور اپنی جانب اضافت کرنے کو ساقط کردینا ہے اور علیحدگی کو ہٹانا اور دوئی کو مٹانا ہے

الاثبات:۔ احکام عبادت کا قائم کرنا ہے موصلات وانوار تجلیات کے اثبات سے پہلے۔

الاحد:۔ اسم ذات ہے باعتبار تعدد صفات واسمار تعینات کے نہ ہونے کے۔

الاحدیۃ:۔ اعتبار ذات ہے۔ سب کو ساقط کرکے جس طرح کہ واحدیت سب کو ثابت کرکے

الاحدیۃ الاحد والجمع:۔ ذات کا اعتبار ہے نہ ساقط کرکے نہ ثابت کرکے اس طرح کہ اس میں حضرت واحدیت کی نسبت داخل ہو جس طرح کہ ماہیت یا بشرط لاشی ہے یا بشرط شے ہے اور بشرط لاشے احدیت اور بشرط شے واحدیت ہے اور لا بشرط شے وحدت ہے اور احدیت بشرط شے احدیۃ الجمع ہے۔

الاحتجاب:۔ یہ کہ پردہ پر غالب ہو اور حجاب یہ کہ پردہ میں مغلوب ہو تو حق تعالیٰ کو محتجب کہہ سکتے ہیں، اور محجوب وحجاب نہیں بول سکتے۔

احصاء الاسماء الالٰھیہ:۔ اسمار الٰہیہ کی تحقیق ہے حضرت واحدیت اور احدیت میں رسوم خلقیہ کے فنا اور بقاء احدیت کی بقا سے لیکن احصاء اسماء الٰہیہ اسمار سے متخلق و متصف ہونا موافق تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (متصف ہوا اخلاق خدا سے) کے تو وہ جنت وراثت میں داخل ہونے کا سبب ہے بشرط فرمانبرداری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِيْنَ	وہی وارث ہیں جو ٹھنڈے سائے والے
يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ	باغوں کی میراث پائیں گے۔ وہ ہمیشہ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ [1]	انہیں میں رہیں گے۔

اور احصاء اسماء یوں کہ معانی پر یقین کرنا اور اس کے مفہوم پر عمل کرنا تو وہ جنت افعال میں داخل ہونے کو مستلزم ہے بشرط توکل کے مقام جزا وسزا میں۔ جس نے احصاء کیا داخل ہوا جنت میں۔

الاحوال:۔ بندہ پر پروردگار کی نعمتوں کا فیضان ہے اور نعمت یا نیک کام کے بدلے میں ہوتی ہے۔ یا نفس کی پاکی اور دل کی صفائی کے سبب سے یا محض کرم ہی کرم ہے اور احوال کو جو احوال کہتے ہیں اس سبب سے کہ پھیرنے والا بندہ کو پھیرتا ہے رسوم خلقیہ و طبقات دوری سے صفات حقیہ و درجات قرب کی طرف اور سیر ہیں ترقی کے معنی۔

الاحسان:۔ بندہ کا محقق ہونا ہے بندگی کے ساتھ مشاہدہ سے حضرت ربوبیت کے نور بصیرت سے یعنی حق کو موصوف پائے اور اس کی صفت سے اس کو دیکھے۔ اسی لئے فرمایا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

[1] پ ۱۸ المومنون ۱۰-۱۱

کَاَنَّکَ تَرَاہُ (گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے) اس لئے کہ بندہ نے صفات کے پردوں کے پیچھے سے دیکھا ہے تو حق کو درحقیقت نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ خود اپنے وصف (بصیر) کے ساتھ اپنی صفت کو دیکھنے والا ہے۔ نورِ بصیرت سے حق تعالیٰ کی رویت کا مقام محل روح میں مشاہدہ ہے۔

الاخلاص: معائنہ الٰہی سے خلق کو خارج کر دینا۔ اس طرح جیسا کہ خارج کر دینا چاہیئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ میں نے اس کو اپنے بندوں میں سے اس بندے کے دل میں ودیعت رکھ دیا ہے جسے میں نے دوست بنایا

شیخ یعقوب مکفوف فرماتے ہیں کہ مخلص وہ ہے جو اپنی خوبیوں کو (حسنات کو) اسی طرح چھپاتا ہو جس طرح اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے۔ شیخ محمد بن مروزی فرماتے ہیں کہ ہر کام کی اصل کے دو مرجع ہیں (اصل دو ہیں جن کی طرف ہر کام رجوع ہوتا ہے) ایک فعل تو اس کا ہے جس کا مرجع تیری ذات ہے اور ایک فعل تیرا ہے جس کا مرجع اس کی ذات ہے۔ جو کچھ اس نے کیا اس پر راضی رہنا اور جو خود کرتا ہے اس میں مخلص رہنا۔ اخلاص ہے۔ (اما الرضا بما فعل والاخلاص فیما یفعل) پس اگر تم نے یہ کیا تو تم یقیناً سعید ہو اور دونوں جہاں میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ شیخ ابو عثمان فرماتے ہیں کہ خالق کی طرف مداومت کے ساتھ نظر رکھنے کے باعث مخلوق کی دید کا فراموش کر دینا اخلاص ہے۔

الادراک: ادراک دو طرح کا ہے۔ ادراک مرکب اور ادراک بسیط۔ ادراک مرکب سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کے وجود کا علم ہے اس ادراک کا شعور رکھتے ہوئے اس طرح کہ وجود حق سبحانہ تعالیٰ معلوم ہے۔ اور ادراک بسیط یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے وجود کا علم ہونا۔ لیکن اس علم سے آگاہ نہ ہونا یہ جانتے ہوئے کہ معلوم صرف وجود حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور کچھ نہیں۔

الادب: شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) فرماتے ہیں کہ ادب سے کبھی تو ادب شریعت مراد لیا جاتا ہے اور کبھی اس سے مراد ادب الخدامۃ ہوتا ہے۔ اور کبھی ادب سے مراد ادب الحق ہوتا ہے۔ ادب شریعت تو یہ ہے کہ اس کے رسوم سے آگاہی ہو یعنی احکام شریعت سے آگاہی اس کا نام ادب شریعت ہے۔

ادب الخدامۃ: ادب الخدمت یہ ہے کہ خدمت ادا کرنے میں یہ شعور باقی نہ رہے کہ خدمت کی جا رہی ہے۔ "الفناء عن رویتھا" بحد مبالغہ۔ یعنی خدمت بحد مبالغہ کی جائے بعدم شعور خدمت کے ساتھ اسکی دید میں فنا ہوتے ہوئے۔

ادب الحق: اس چیز کو جان لینا کہ کیا تمہارے لیے ہے اور کیا حق تعالیٰ کے لیے ہے۔ یعنی اپنے حق اور باری تعالیٰ کے حق سے معرفت حاصل کرنا، ادب الحق ہے اور صاحب ادب اہل بسیط سے ہوتا ہے۔

الارادۃ: یہ پہلا مقام ہے سلوک کے مقامات میں سے۔ شیخ ابو علی دقاق قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مرید

اس وقت تک مرید نہیں ہوتا جب تک اس کے لیے بیس سال تک صاحب الشمال ہونا نہ لکھ دیا جائے
شیخ ابوبکر واسطی فرماتے ہیں کہ مرید کا پہلا مقام اپنے ارادہ کو ساقط کر کے ارادۂ حق کا ظہور ہے
ابوبکر الکتانی فرماتے ہیں کہ مرید کے لیے حکم ہے کہ اس میں تین چیزیں ہوں، غلبۂ خواب کے وقت
سونا، کم کھانا، ضرورت کے وقت بولنا۔ عبدالرزاق کاشی[1] فرماتے ہیں کہ یہ آتش محبت کا ایک شعلہ
اور انوارِ مؤدت کی ایک چمک ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کا فرمان ہے کہ یہ ذاتِ الٰہیہ کا تعلق ہے وجود
وعدم میں سے ایک کی تخصیص کے ساتھ۔

ارایک التوحید:۔ وہ اسماء ذاتیہ ہیں جو مظاہر ذات ہیں پہلے بارگاہِ علم میں پھر حضرت عین میں۔

الاسم:۔ اصطلاح صوفیہ میں وہ لفظ نہیں ہے جو اپنے مصداق پر باعتبار وضع کے دلالت کرے بلکہ اسم ذات ہے مسمّٰی کا باعتبار صفتِ معیت کے اور صفت معیت باوجودیہ ہے جیسے علیم و قدیم یا عدمیہ ہے جیسے قدوس وسلام اور شیخ اکبر نے فرمایا کہ وہ بندہ کے حال پر حاکم ہے اسماء الٰہیہ سے۔

الاسماء الذاتیہ:۔ وہ ہے کہ اس کا وجود غیر کے وجود پر موقوف نہ ہو اگرچہ ایک اعتبار تعلق سے موقوف ہو اور اس کو اسماء اولیہ ومفاتیح الغیب و اسمیہ واعمابیہ اور اسماء کہتے ہیں۔

استقامت:۔ شیخ واسطی فرماتے ہیں کہ یہ وہ خصلت ہے جس سے حسنات کامل ہوتے ہیں اور اس کے فقدان (گم ہوجانے) سے حسنات ناقص رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ[2] (استقامت کرو جس طرح تم کو حکم دیا گیا ہے)

الاشارہ:۔ یہ ہوتا ہے قرب کے ساتھ مع حضورِ عین کے اور باوجود بعد کے بھی۔

الازل:۔ وہ ہے جس کی ابتدا یا اول نہ ہو۔

الابد:۔ وہ ہے جس کی انتہا نہ ہو۔

الاسم الاعظم:۔ اسم اعظم تمام اسماء کا جامع ہے یعنی ایسا اسم خداوندی ہے جو اس کے تمام اسماء کا جامع ہے۔ جس طرح دریا اپنی تمام شاخوں کا مجامع ہے[3]۔

الاصطلام:۔ دل پر جو حیرت غالب ہوتی ہے یعنی عشق الٰہی اور افراطِ محبت سے جو حیرت دل پر غالب ہوتی ہے وہ اصطلام ہے۔ (یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اصطلام وہ غلباتِ حق ہیں جو حکمت بندہ کو اپنا مقہور بنالیتے ہیں۔ امتحان لطف کے لیے قلب ممتحن اور قلب مصطلم دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ (شیخ ہجویری)

---

[1] شیخ عبدالرزاق کاشانی نے ارادت کی تعریف ایک مقام پر اس طرح بھی کی ہے کہ دل میں محبت کی ایک چنگاری ہے جو سالک کو حصول حقیقت کے لیے مستعد اور آمادہ بنا دیتی ہے۔ اگر ارادت نہ ہو تو دائمی محبت کے لیے استعداد پیدا نہیں ہوتی۔ (مترجم)

[2] پ ۱۲ ھود ۱۱۲   [3] تعریفات میں کہا گیا ہے کہ اسم اعظم اللہ ہے۔

الاعراف :- مقام طلوع ہے اور وہ اطراف پر نظر اٹھانے کا مقام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ج [1] | اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک (جنتی اور دوزخی) کو ان کی علامت سے پہچانیں گے۔
(کتاب تعریفات میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ اعراف اس مقام سے مراد ہے جو اعراض کا مطلع ہے اور یہ مقام مقام شہودِ حق ہے)

الاعیان ثابتہ : اعیان ثابتہ وہ اعیان ممکنات ہیں جو حق تعالیٰ کی صورِ علمیہ ہیں معلوم ہیں۔ اسمائے الہیت کے ساتھ اعیان ثابتہ کی نسبت ایسی ہے جیسے ابدان کی نسبت ارواح کے ساتھ یا ارواح کی نسبت ابدان کے ساتھ (مختصر الفاظ میں اعیان ثابتہ کی تعریف اس طرح کر سکتے ہیں کہ حقائق ممکنات ثابتہ در علم خداوندی۔) (کاشانی)

الافق المبین :- مقام دل کی نہایت کا نام ہے یعنی نہایت مقام قلب ہے۔

الافق الاعلیٰ :- افق اعلیٰ وہ ذات ہے جو اپنے تمام صفات وافعال سے موصوف ہے۔ تاکہ اپنے وجد کے سبب سے تمام فرق ظاہر ہو اور وہ کمال ہے اور نہایت مقام ارواح ہے اور وہ حضرت الہیت اور حضرت واحدیت ہے۔

الافق الذاتی :- افق الذاتی سے مراد وہ ذات ہے جو مجرد ہے اپنے صفات وافعال سے اور اس جمع میں تفرقہ نہیں ہے، اور وہ غایت نقصان ہے اور معنی ہجران ہے۔

الاقتصاد :- آنے والی عادت کے معنیٰ میں ہے۔

الالھیہ والالوھیہ :- مرتبۂ اسماء الہیہ مراد ہے اسماء الہیہ موثرہ سے اور موثر ہر اسم الہٰی ہے جو بشر کی طرف منسوب ہے۔ اور شیخ کے نزدیک حق کی علامت ہے عارفین کے دلوں پر۔

الالھیۃ :- ہر اسم الہٰی ہے منسوب فرشتہ یا روحانی کے۔

الالھام :- وہ چیز ہے جو ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دلوں میں اچھائی اور بہتری سے۔

الالقاء :- دل میں ایک نور ہے از قسم خیر، جس سے فسق وتقویٰ میں بندے فرق کرتے ہیں۔ اگر دلوں میں کوئی چیز شر سے پیدا ہو تو اس کو وسوسہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الالیاس :- عبارت ہے امّ الکتاب کے فیض اور عقل اول سے۔

اُمّ الکتاب :- اصطلاح تصوف میں عقل اول ہے۔

الامّھات الحقائق : ائمہ اسماء امہات الحقائق ہیں۔ اور یہ سات ہیں۔

الامناء :- ملامتی لوگ ہیں۔ جیسا کہ پہلے گذرا۔

---

[1] پ ۸ الاعراف ۴۶

الآن الدائم :۔ امتداد حضرت الٰہی ہے اور نفس رحمانیہ لازماً اسی امتداد ازلی میں مندرج ہے۔ اور ازل و ابد کے ساتھ وقت میں موجود ہوں گے اور وقت ازل و ابد کے ساتھ وقتِ واحد میں پائے جائیں گے۔ نسبت ثابتات کو سرمدی کہا گیا ہے۔ متغیرات کی نسبت ثابتات کے ساتھ زمانہ ہے اور ثابتات کی نسبت متغیرات کے ساتھ دہر ہے۔ اس طرح زمان کی اصل سرمدی ہے اور زمانہ کے انات (لمحات) اس کے سرمدی نقوش ہیں اور ان ہی نقوش سے وہ ظاہر ہے۔ (دقیقہ ساعت، روز شب اور سال میں ظہور پذیر ہے) یہی نقوش زمانہ کے احکام و صور ہیں۔ جو شئی سرمدی اور دوامی ہے وہ ہر حال میں دوامی اور سرمدی ہے۔ اس کو حضرتِ عندیت بھی کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس عند ربک صباح ولا مساء (میرے پروردگار کے پاس صبح و شام نہیں ہیں اور وہ صبح و شام سے پاک منزہ ہے)۔

الانانیت : انانیت حقیقی وہ ہے جس کو بندہ اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور نسبت دیتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے میرا نفس، میری روح، میرا دل۔ اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔

انانیت حق : وجودیت کا نام ہے یا عدمیت العبد ہے۔ جس میں عبد معدوم ہے "وما فی ید لمولاہ" اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ اس کے آقا اور مولا کا ہے۔ اور تحقیق وجود عینی کا تحقق ہے بحیثیت رتبۂ ذاتیہ کے۔

الانزعاج ۔ وعظ و سماع کی تاثیر سے حق تعالیٰ کی طرف دل کی حرکت (وعظ و سماع کی تاثیر سے دل میں رجوع الٰہی کے لیے حرکت پیدا ہونا)۔

الانموذج :۔ الظل والظل ھو الفرع و ایضاً الانموذج ھو الامر الکلی المجمل۔ یعنی انموذج ظل ہے اور ظل ایک فرع ہے۔ نیز انموذج وہ امر کلی مجمل ہے۔

الانصداع الجمع : یہ ایک فرق بعد از جمع ہے بسبب ظہور وحدت کثرت میں اور اعتبار کثرت وحدت میں۔

الانس : دل میں حضرت الٰہیہ کے جمال کے مشاہدہ کا اثر ہے وہ جمالِ جلال ہے ایسا ہی شیخ اکبر ابن عربی کی اصطلاح میں ہے۔

الانتباہ :۔ حق کا تنبیہہ کرنا ہے بندہ کو بطریق تصوّف کے۔

الانابت :۔ غفلت سے رجوع ہونا ذکر (الٰہی) کی طرف "انابت" ہے اور بعض اکابر کے نزدیک ظاہر میں جس کا نام توبہ ہے۔ اگر وہ باطن سے ہے تو اس کا نام انابت ہے۔

الائمۃ الاسماء :۔ ائمۃ الاسماء سات ہیں :۔ ۱۔ حیّ ۔۲۔ عالم ۔۳۔ مرید ۔۴۔ قادر ۔۵۔ سمیع ۔۶۔ بصیر ۷۔ اور متکلم۔ ائمہ سبع اصول مجموع اسماء الٰہیہ ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی قدس سرہ نے سبع[1] اسمائے الٰہیہ میں سمیع و بصیر کے بجائے الجوا اور المقسط فرمایا ہے۔ اور شیخ عبد الرزاق کاشانی کے نزدیک یہ دونوں اسماء المقسط

---

[1] سبع وصول کی تشریح اصطلاحات کے سلسلہ میں آئندہ ہوگی۔

والجواد بھی اسمائے ثانیہ ہیں وہ فرماتے ہیں۔ کہ جود و عدل ائمہ سبعہ پر موقوف ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا فیض و جود موقوف ہے مستفیض کی استعداد پر اور جود کہتے ہیں ہر مناسب چیز کے عطا کرنے کو اس طرح عدل موقوف ہوگا اسکی استعداد کے دیکھنے پر اور دعائے سائل پر اپنی زبانِ استعداد سے اور قبولیت پر اس کی دعا کے کلمہ کن سے اس طریقہ پر جو کہ سائل کی استعداد کے موافق ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ[1] یعنی بلسانِ استعداد حضرت کاشانی کی نظر میں جواد و مقسط بھی ایسے ہی اسماء ہیں جیسے موجد و خالق و رازق اور یہ تینوں اسماء اسمائے ربوبیت ہیں۔ بعض مشائخ نے اسم الحی کو امام ائمہ سبعہ کہا ہے۔ اسم الحی عالم پر مقدم بذات ہے اور حیات علم کے لیے شرط ہے۔ اس لیے الحی العالم پر مقدم ہوا (کیونکہ شرط کو مشروط پر تقدم حاصل ہے) لیکن حضرت کے نزدیک اسم عالم امامت کے لئے زیادہ بہتر ہے کیونکہ امامت ایک اضافی امر ہے جو ماموم کا مقتضی ہے اس لیے امام ماموم سے اشرف ہے۔ اسی طرح علم مقتضی ہے اس امر کا کہ معلوم قائم ہو (موجود ہو) اس کی ذات کے ساتھ اور حیات متقاضی "غیر حی" نہیں ہے۔ اور حیات عین ذات ہے اور کسی نسبت کی مقتضی نہیں ہے۔ ظاہر ہوا کہ علم اشرف ہے حیات سے۔ اس سے تقدم بالطبع لازم نہیں آتا جس طرح کہ بدن کے مزاج معتدل کے لیے حیات شرط ہے اور حیات کو مزاج پر تقدم بالشرف حاصل ہے۔

شرف ب

الباء: ۔ الباء سے اشارہ ہے اول موجودات کی طرف جو ممکن الوجود ہے۔ یعنی موجود الممکن نہ مرتبہ ثانیہ ہے یعنی تعین اول و ثانی و تجلی ثانی جو مرتبہ وحدت و احدیت ہے حق تعالیٰ کے علم میں۔

باب الابواب: ۔ توبہ ہے

البارق: ۔ یہ جناب قدس کی طرف سے ایک لائحہ بارق ہے (بجلی جیسی چمک) جو دکھائی پڑتی ہے اور نہیں بھی دکھائی پڑتی اور یہ شروع کشف سے ہے۔

الباطل: ۔ ماسوئ الحق کو باطل کہتے ہیں۔ اور وہ کوئی شے نہیں ہے (وھو لیس بشئی یعنی) عدم محض ہے۔

الباطن: ۔ صور علمیہ کے وجود ہیں۔

باطن ظاہر علم: ۔ عین وجود ہے جو تمام شیون و اعتبارات کو شامل ہے۔

البدن: ۔ کنایہ ہے اس نفس سے جو مراحل سالکین و منازل سائرین میں سیر قاطعہ میں ان کا ساتھ دیتا ہے۔

البرق: ۔ لوامع نور سے پہلی چیز جو سالک پر ظاہر ہوتی ہے اور بندہ کو دخول کی دعوت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب میں۔

---

[1] جو کچھ تم نے (حسب استعداد لسان) طلب کیا تو وہ تم کو دیا۔ پ۱۳ سورہ ابراہیم ۳۴

البرازخ :- وہ ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو۔ جس طرح حال، ماضی و مستقبل کے درمیان برزخ ہے۔ برزخ اپنے طرفین سے تعلق رکھتا ہے۔ (جب تک طرفین نہیں ہوں گے اس وقت تک برزخ نہیں پایا جائے گا)۔ اس عالم مثال کو بھی برزخ کہتے ہیں۔ جو اجسام کثیفہ اور ارواح مجردہ کے درمیان ہے اس طرح قبر کو بھی برزخ کہتے ہیں۔ کہ وہ دنیا اور آخرت کے درمیان حائل ہے۔ اسی نسبت سے تصور شیخ کو بھی برزخ کہتے ہیں کہ وہ واسطہ ہے قاصد و مقصود کے درمیان۔

برازخ البرازخ : حضرت واحدیت تعین اول کو کہتے ہیں کہ وہی تمام برازخ کی مجموع کی اصل ہے اس کو برزخ اول و برزخ اعظم و اکبر بھی کہتے ہیں اور برزخ البرازخ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہتے ہیں۔

البسط :- بسط دل کے مقام میں اسی طرح ہے جس طرح رجاء مقام نفس میں ہے۔ بسط کی ضد قبض ہے۔ جس طرح خوف مقابلہ رجاء ہے۔

البسط فی المقام الخفی :- یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کو ظاہر میں خلق کیساتھ پھیلا دے اور باطن میں سمیٹ لے۔ (جس پر بسط واقع ہو وہ مبسوط ہے۔ اور جس سے بسط و کشادگی حاصل کی جائے۔ وہ منبسط ہے) بسط ایک ایسی رحمت ہے جو حق کی طرف سے خلق کے لیے ہے تاکہ تمام اشیاء اس میں سما جائیں۔ اور وہ کسی شے میں نہ سما سکے وہ مؤثر ہو اشیاء میں اور خود کوئی شے اس میں موثر نہ ہو سکے

البصیرت :- نور قدس سے منور دل کی ایسی قوت کو کہتے ہیں جس کے بغیر حقائق اشیاء کا دیکھنا ممکن نہ ہو جیسے آنکھ کہ سورج کے نور سے یا چاند یا ستاروں کی روشنی کی مدد سے ظاہری اشیاء کو دیکھ لیتی ہے فلاسفہ اور حکماء نے بصیرت کو "قوت عاقلہ نظریہ" کہا ہے اور جب یہ ہدایت کے نور سے اس طرح منور ہو جاتی ہے کہ تمام پردے (حجابات) خیال اور وہم اس کے دیدہ دل سے مرتفع اور دور ہو جائیں تو حکیم (فلسفی) اس کو قوت قدسیہ سے موسوم کرتا ہے۔

البُعد :- شیخ (شیخ اکبر) کے نزدیک مخالفات پہ قائم ہو جانا ہے۔ اور کبھی بعد تیری طرف سے ہوتا ہے اور حالتوں کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے، اسی طرح قرب بھی بدلتا ہے۔

البقاء :- بندہ کا اپنے فعل کا مشاہدہ کرنا ہے اس طرح کہ یہ فعل قائم بارادہ الٰہی ہے (رویت العبد لفعلہ بقیام اللہ علی ذلک)

البقرہ :- اس نفس سے کنایہ ہے جو ریاضت کے لیے مستعد ہو جائے (استعداد ریاضت جس میں پیدا ہو جائے) اور خواہش کے قلع قمع کی صلاحیت آجائے کہ یہی اس کی زندگی ہے اور قبل اس کے کہ یہ صلاحیت نفس میں پیدا ہو کبش کہتے ہیں اور اس صفت کے ساتھ جیسا سلوک میں آتا ہے تو بدنہ کہتے ہیں۔

البوادہ :- براده۔ بادہ کی جمع ہے۔ اور بادہ وہ حیرت ہے جو ناگاہ غیب سے قلب پہ طاری ہو جائے جو بسط کا باعث بن جائے یا اس سے قبض کی کیفیت طاری ہو اور شیخ کے نزدیک وہ چیز ہے جو ناگاہ

دل میں غیب سے آئے بطور وہلہ کے یا باعث مسرت ہو یا سبب رنج ہو۔
بیت الحکمت: بیت الحکمت اس قلب کو کہتے ہیں جس پر اخلاص غالب ہو۔
بیت المقدس:۔ وہ قلب طاہر ہے جو تعلق غیر سے پاک ہو۔
بیت الحرام:۔ انسان کامل کا دل ہے کہ محبوب کے سوا اس میں اور کچھ حرام ہے۔
بیت العزۃ:۔ وہ دل ہے جو "فنا در حق" میں مقام جمع سے واصل ہو۔

شرف ت

التاء:۔ کنایہ ہے ذات سے باعتبار تعینات اور تعددات کے۔
التانیس:۔ مظاہر حسنہ میں تجلی کا نام ہے۔ مرید مبتدی میں انس پیدا کرنے کے لیے یا اس کو سلوک سے مانوس بنانے کے لیے تاکہ اس میں تصفیہ اور تزکیہ پیدا ہو جائے۔ اس کو تجلی فعلی بھی کہتے ہیں۔ بسبب ظہور کے اسباب کی صورتوں میں۔
التجرید:۔ سالک کے قلب کا ماسوی اللہ سے خالی ہونا۔
التجلی:۔ انوار غیوب (انوار الٰہی) سے دلوں پر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے[1] (متصف ہونا ہے اخلاص والہیت سے اور شیخ کے نزدیک متصف ہونا ہے اخلاق بندگی سے اور وہ صحیح ہے کیونکہ زیادہ کامل و پاک ہے)
التجلی الاول:۔ تجلی اول مرتبہ وحدت ہے جو منشا احدیت اور واحدیت کا ہے اور یہ عین ذات ہے۔ بحیثیت ذات کے اعتبارات احدیت کے ساقط ہونے سے۔
التجلی الثانی:۔ مرتبہ واحدیت ہے۔ اعیان ثابتہ کا ظہور اسی مرتبہ میں ہے تفصیل کے ساتھ کہ اعیان ثابتہ مرحلۂ اول میں بہ اجمال ہیں۔ اس مرتبہ میں اعیان ثابتہ تفصیل کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔
التجلی شہودی:۔ اس وجود کا ظہور جو اسم النور سے مسمیٰ ہے تجلی شہودی ہے یعنی کائنات میں حقیقت کا ظہور ظہور اسماء کے ساتھ تجلی شہودی ہے۔
التجرید:۔ غیر و مخلوق کو دل سے پھینک دینا ہے۔
التحقیق:۔ اسمائے الٰہیہ میں ظہور حق کو کہتے ہیں اور جو محقق و محجوب نہیں ہوتا حق کی وجہ سے خلق سے اور خلق کی وجہ سے حق سے۔

---

[1] اصطلاح تجلی کی توضیح مختلف اکابر نے اپنے اپنے الفاظ میں کی ہے اور ہر ایک کی تعبیر و تفسیر میں فرق ہے۔ علامہ کاشانی فرماتے کہ باعتبار قبولیت تاثیر حق کا نام تجلی ہے۔ حضرت شیخ ہجویری اور شیخ اکبر نے بھی اس اصطلاح کی صراحت فرمائی ہے۔

التحکم:۔ دعا میں انتہائی خصوصیت کا زبان انبساط سے ظاہر کرنا ہے۔

التلوین:۔ پردہ ہونا ہے احکام حال سے یا مقام بلند ہے بسبب آثار وحال کے یا مقام پست ہے اور تلوین در مقام تجلی کرنا ہے۔ تمام تجلیات اسمائیہ سے حالتِ بقا میں فنا کے بعد۔ (حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نزدیک تلوین فرق بعد الجمع ہے اور اس فرق میں کثرت فرق، وحدت جمع کے لیے حجاب نہیں بنتی اور یہ وہ مقام احدیت ہے کہ جو "فرق در جمع" ہے اور اس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے "کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ"[1] اور اس میں شک نہیں کہ یہ تمام مقامات میں اکمل مقام ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ تلوین بعض تمکنیات اسمائیہ کا تغیر ہے بعض پر۔ تلوین کی یہ تعریف بھی کی گئی ہے کہ سالک کا ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا تلوین ہے) اس سلسلہ میں شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ بعض عرفا کے نزدیک تلوین ایک مقام خاص ہے۔ لیکن ہماری نظر میں یہ کامل ترین مقام ہے اس لیے کہ تلوین میں بندہ کا حال وہ حال ہے ہوتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کل یوم هوفی شان

بعض ارباب تصوف ومشائخ عظام فرماتے ہیں کہ یہ مقام تلوین۔ نہایتِ حال تمکین ہے۔ وہ تلوین جو تلونیات ہے وہ "فرق بعد از جمع" کے مبادیات میں سے ہے۔ اور اس مقام پر موحد آثار کثرت کے ظہور سے محجوب بن جاتا ہے۔ حکم وحدت کے لحاظ سے صاحب فصوص (مصنف فصوص الحکم حضرت شیخ اکبر قدس سرہ) کے نزدیک تلوین تکوین سے بلند مرتبہ اور اعلیٰ ہے)

التجلّی:۔ متصف ہونا ہے اخلاق الٰہیہ سے اور شیخ کے نزدیک متصف ہونا ہے اخلاق بندگی سے اور وہ صحیح ہے کیونکہ زیادہ کامل اور پاک ہے۔

التقویٰ:۔ ترکِ شہوات وشبہات کا نام ہے۔

التخلی:۔ خلوت کا اختیار کرنا ہے اور ہر اُس چیز سے روگردانی کرنا ہے جو حق سے ہٹا دے۔

التدانی:۔ مقربین کی معراج ہے۔

التدلّی:۔ مقربین کا نزدل ہے اور بمقابلہ نزول حق کے اُن کی طرف تدانی کے وقت بولا جاتا ہے۔

الترقی:۔ احوال ومقامات ومعارف میں نقل وحرکت کرنا ہے۔

التفرید:۔ بندے کا ٹھہرنا حق کے ساتھ اور حق کا بندے کے ساتھ۔

التصبر:۔ نفس کو مکروہات کا متحمل بنانا اور تلخیوں کو برداشت کرنا۔

التصوف:۔ آداب شریعت کے ساتھ ظاہر و باطن میں قیام ہے اور وہ تخلق الٰہی ہے اور کبھی اچھے اخلاق کے

---

[1] پ ۲۷ الرحمٰن ۲۹

برتنے کے معنی میں بولا جاتا ہے اور اسکو لینا جو بندہ پر حق سے وارد ہوتا ہے۔

المتوکل :۔ توکل اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا ہے وعدہ اور وعید میں ۔ بعض اصحاب کے نزدیک توکل خدا پر اعتماد کرنا اور اپنے کام کو اس کے سپرد کر دینا ہے ۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ امور میں مسبب پر نظر رکھتے ہوئے سبب سے قطع نظر کر لینا توکل ہے ۔

التولی :۔ بندہ کا حق کی طرف سے خود اپنی طرف لوٹنا ۔

التوبہ :۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی ندامت اور کثرتِ دعاء مغفرت کے ساتھ رجوع کرنا ہے اور کہا گیا کہ توبہ ظاہر میں ہے اور انابت باطن میں ہے حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا ہے کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہے ۔ حضرت یحییٰ بن معاذ کا قول ہے ایک ایسی خطا جس کے ساتھ توبہ ہے ستّر دروازوں سے زیادہ کشادہ ہے ۔ حضرت ابوالحسن بصری نوری کا فرمان ہے کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا ہر شے سے توبہ کرے ۔

التمکین :۔ شیخ اکبر کے نزدیک تمکین تلوین میں موجود ہے ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ موصول کی حالت ہے

التوحید :۔ احدیت جمع و فرق ہے اور یہ توحید حق ہے اس کی ذات سے اس کی ذات کے لیے اور اس توحید کی صورت ابتداء میں اشھد ان لا الہ الا ھو ہے ۔

التواجد :۔ استدعاء وجد کا نام ہے ۔ بعض اصحاب نے کہا ہے کہ اظہار حالۃ الوجد من غیر وجد بغیر وجد کے حالت وجد کا اظہار و تحریک قلب باستماع سماع لغیر تحرک ابدان اور دل میں حرکت پیدا کرنا سماع کی سماعت پر اس طرح کہ بدن میں جنبش نہ ہو ۔ اور تواجد باب تفاعل سے ہے اور تفاعل میں اکثر اس صفت کا اظہار ہوتا ہے جو صفت اس ظاہر کرنے والے میں نہ ہو مثلاً تمارض اور تجاہد ۔

التواضع :۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے لئے اپنی کمی و کمزوری ظاہر کرنا بہتر ہے غلبہ و بلندی کے اظہار اور سیلاب معصیت سے یہاں تک کہ فقیر مقام صفوت تک پہنچے اور وہ جبکہ آرام کو چھوڑ دے اور مجاہدوں اور عبادت میں کوشش کرے اور کمی رتبہ کو پسند کرے اور مدح و ذم دونوں میں یکساں رہے حضرت ابوالقاسم نے کہا کہ بندہ کی شروعات خیر سے ہوتی ہے ۔ جب لوگ اسکو پہچان لیتے ہیں تو وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے اور یحییٰ بن معاذ نے فرمایا کہ ریاست کی محبت آدمی کے نفس میں ایک آگ ہے جب وہ اُن کے دلوں پر روشن کیجاتی ہے تو انکے ایمان کو سوخت کر دیتی ہے ۔

شرف ث

الثروت :۔ ماسوی اللہ سے غناء سالک کو ثروت کہتے ہیں ۔

ثلج احساس :۔ سالک کے دل میں یقین کی ٹھنڈک ہے فناء الفناء کے بعد ۔

شرف ج

الجبروت :۔ شیخ ابوطالب مکی کے نزدیک وہ عالم عظمت (الٰہی) ہے لیکن اکثر عرفا و مشائخ نے فرمایا ہے کہ عالم وسط ہے۔ جبروت سے مراد برزخ کبریٰ ہے۔ اور تفصیل اجمال پر جو اعیان ثابتہ ہیں۔

الجذبت :۔ حق تعالیٰ کے حضور میں تقرب کی منزل ہے کہ حق تعالیٰ کا اپنی عنایت و رحمت سے اپنے بندہ کی تمام ضروریات کا مہیا فرما دینا جبکہ بندہ طے منازل و قطع مراحل میں مصروف ہو بغیر کسی کلفت امور کے۔

الجزاء :۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ حق بدلہ ہے اس کے نزدیک اُس عمل کا جو موافق امر کے کیا ہے اور جان لو کہ اعمال جو بندوں سے صادر ہوتے ہیں وہ اُن کی نیت ہی کے موافق ہیں تو جس کا عمل جنت کے لیے ہے اُسے جنت کی جزاء دی جائیگی اور جس کا عمل صرف اللہ کیلئے ہے نہ جنت کی خواہش میں اور نہ خوف جہنم سے تو حق ہی اس کا بدلہ ہے نہ کچھ اور جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جس نے مجھے دوست رکھا میں اُسے قتل کرتا ہوں اور جسے میں نے قتل کیا تو مجھ پر اُس کی دیت ہے اور جس کی دیت مجھ پر ہے تو میں خود اس کی دیت ہوں

الجرس :۔ اجمال خطاب ہے ساتھ ایک ضرب کے قہر سے۔

الجسد :۔ جو کچھ ارواح سے ظاہر اور متشکل ہو وہ جسم نوری ہو یا ناری ہو۔ جسم ناری جسد کثیف ہے برخلاف جسد لطیف روحانیہ کے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا[1] (پس متشکل ہوا اس کیلئے پورا بشر)

جلا :۔ ذات کا ظہور ہے پاک اپنی ذات کے لئے بالذات

الاستجلا :۔ ظہور ذات ہے اس کی ذات سے تعینات میں حضرت قدوۃ الکبراء نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ جلاء عبارت ہے ظہور حق سے عالم میں بغیر وجود آدم کے اور استجلاء عبارت ہے ظہور حق سے مرتبۂ انسانی میں جو خلقت آدم علیہ السلام سے ہے کمال اسماء میں۔ کہا گیا ہے کہ جلا مرتبۂ وحدت میں استجلا حضرت واحدیت میں ہے۔

جلال :۔ بصائر و ابصار سے حق کا حجاب میں ہونا ہے کوئی غیر ہویت حق کی حقیقت کو نہیں جان سکتا۔ اس طور پر جس طرح کہ وہ خود کو جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ[2] "اور تم نہیں جان سکتے قدر حق کو جیسا کہ اس کی قدر کے جاننے کا حق ہے" کون اس کو اس طرح پر جان سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ ہے۔ اور سوائے اللہ کے کوئی اس کی ذات کو اس طرح نہیں دیکھ سکتا۔ جس طرح کہ وہ خود کو دیکھتا ہے۔ ارشاد فرمایا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ[3] (بینائی اس کا ادراک نہیں کر سکتی اور وہ بینائیوں کا ادراک کرتا ہے)

الجلوہ :۔ بندہ کا صفات الٰہیہ کے ساتھ خلوت سے نکلنا ہے۔

جمال :۔ حق کی تجلی ہے بطریق حق حق کے لئے اور جمال مطلق کے لئے ایک جلال ہے اور وہ جمال کی قہاریت

---

[1] پ ۱۶ سورہ مریم ۱۷ [2] پ ۲۴ سورہ زمر ۶۷ [3] پ ۷ سورہ انعام ۱۰۳

ہے اور یہ مرتبہ بلندی جمال کا ہے لیکن اسکی پستی کا مرتبہ اس کا ظہور ہے تمام اعیان میں جیساکہ کہا ہے،

ترا جمال حقائق میں سارے ہے ظاہر — بجز جلال کے تیرے نہیں کوئی ساتر
حجاب اس کے ہوئے خلق کے لئے روشن — تمام اس سے ہوئے اس میں ضم ہوئے سائر

تعینات اکوان میں اُس کا محتجب ہونا ہے اور ہر جمال ایک جلال رکھتا ہے اور ہر جلال ایک جمال چنانچہ جلال تقاضا کرتا ہے کہ بالکل کوئی چیز ظہور سے مدرک نہ ہو باوجود اس کے کہ کچھ چیز مدرک ہوتی ہے یہ جمال جلال ہے اور جمال عنایت ظہور ہے اور انتہائی ظہور میں جب کسی قدر مدرک ہوجاتا ہے تو یہ جلال جمال ہے۔

الجمعیت: حضرت حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے میں ہمت کا جمع کرنا ہے۔ (اس کی ضد) تفرقہ یعنی دل کا کسی دوسری طرف لگانا اور خلق کے ساتھ مشغول ہونا۔

الجمع: شہود حق ہے بغیر خلق کے۔

جمع الجمع: شہود خلق ہے جو قائم بحق ہو یعنی حق کے واسطہ سے۔

جنت الاعمال: ظاہری جنت ہے۔ یعنی خوشگوار کھانے اور لذیذ مشروبات جنت الاعمال ہے جیساکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۱ (ان کے اعمال کا انعام)

جنت الوارثیۃ: نفس کی صفت ہے جو اخلاق حمیدہ سے ہوتی ہے اور ان اخلاق حمیدہ کا حصول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن متابعت کے کمال سے ہوسکتا ہے۔

جنت الصفات: یہ معنوی جنت ہے صفات اور اسمائے الٰہیہ کی تجلیوں سے اور یہ صرف صاحب دل کا دل ہے جیساکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝ ۲

جنت الذات: وہ جمال احدیت کا مشاہدہ ہے، اور وہ روح کی جنت ہے۔

الجنایب: نفوس میں راستہ کے چلنے والے منازل اور اہل توشہ و پرہیزگاری و طاعت ہیں اور ان کی سیر سیر الی اللہ ہے اور اہل شہود و اعیان کے اعتبار سے اہل جنائب پردہ میں ہیں تو جو قائم ہیں وہ اہل عین ہیں اور جو قطع کرنے والے ہیں وہ جنائب ہیں۔ یہ جمع ہے جنیب کی بروزن فعیل جنوب سے اُسکے معنی دوری کے ہیں یعنی حضرت حق سے یہ لوگ معرفت حقائق اشیاء سے دور ہیں کیونکہ عقول کو جو کمزور ہیں وہم سے نسبت رکھتی ہیں استدلال کے حجاب میں ہیں ان کو رہبر بناکر یہ اثر سے مؤثر کو تلاش کرتے ہیں تاکہ اہل دل ہونے تک پہنچیں اور اہل قرب کے مقامات مرتبہ سیر فی اللہ کو نہیں پاتے۔

جہتا الضیق والسعۃ: ذات کے لیے تنگی و فراخی دو اعتبار ہیں لیکن ذات کی پاکی کے موافق ہے ہر اُس چیز سے جو ہمارے فہم و عقل میں آئے اور وہ اعتبار وحدت حقیقت ہے۔ مصرعہ

---

۱ پ ۲۶ سورہ احقاف ۱۳ ۲ پ ۳۰ سورہ فجر ۲۹۔

اس کی حضرت میں نہیں غیر کا دخل

نہ وجود کے اعتبار سے نہ تعقل کے اعتبار سے۔ اللہ کو اللہ ہی پہچانتا ہے لیکن باعتبار ظہور کے تمام مراتب میں بلحاظ اسماء و صفات کے جو مظاہر غیر متناہیہ کو چاہتے ہیں وہی وسعت ہے تو فرق ہے اور جمع ہے اور وحدت ہے۔ اور کثرت ہے اور تنگی ہے اور فراخی ہے۔

جھٹا الطلب:- یہ دونوں جہت وجوبیہ اور امکانیہ اعیان ثابتہ کے ظہور کے لئے ہیں اور اعیان کی طلب ظہور اعیان ہے اسمائے ظہور سے اور طلب اسمایہ ربوبیت ہے اور اس کی طلب بے شک اجابت کی شان ہے۔ یہ دونوں سوال و حضرت او حضرت تعین اول ہے۔

جواہر العلوم والانبیاء والمعارف:- حقائق ثابتہ ہیں، کہ ان میں اختلاف شرائع سے تغیر و تبدل نہیں ہوتا اور نہ امم زمانہ کے اختلاف سے ان میں کچھ تبدیلی آتی ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ[1] تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم ہم نے نوح کو دیا اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اسمیں پھوٹ نہ ڈالو۔

شرف ح

حال:- ایک عطیہ ہے جو صرف موہبت الٰہی سے بغیر عمل کے دل پر طاری ہوتا ہے۔ جیسے خوف و غم یا قبض و بسط یا شوق و ذوق۔ صفات نفس کے ظہور سے حال زائل ہو جاتا ہے خواہ اس کے بعد دل پر حال وارد ہو یا نہ ہو۔ اگر یہ حال دوامی بن جائے یا ملکہ بن جائے تو پھر اس کو حال نہیں کہتے بلکہ یہ مقام کہلاتا ہے۔

حجۃ الحق علی الحق: انسان کامل ہے جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ پر حجت بنے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ (اے آدم ان کے[2] ناموں سے فرشتوں کو خبر دو پس انہوں نے ان ناموں سے فرشتوں کو آگاہ کیا پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○ (صدق اللہ العظیم ○) دکیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں آسمانوں کی چھپی باتوں اور زمین کی چھپی باتوں کو اور ان باتوں کو جو تم آشکارا کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو جانتا ہوں) (سچ فرمایا اللہ نے جو بہت بڑا ہے۔)

حجاب:- دل میں صور کونیہ (وہ صورتیں جو موجود ہیں) کا نقش پذیر ہونا جو خالق کی تجلی کو مانع ہوں۔

---

[1] پ ۲۵ سورہ شوریٰ ۱۳ [2] پ ۱ سورہ بقرہ ۳۲

حروف حقائق:۔ اعیان کی حقائق بسیطہ ہیں۔

حروف عالیات:۔ شیونات ذاتیہ ہیں جو غیب الغیوب میں اس طرح پوشیدہ ہیں جس طرح گٹھلی یا بیج میں درخت پوشیدہ ہے۔

حروف المغتیہ:۔ وہ عبارت ہے جس سے حق بندہ کو مخاطب کرے۔

حربیہ:۔ اس کے چند مراتب ہیں، حریۂ عام خواہشوں کی بندگی کے لئے اور حریۂ خاص مرادوں کی نیازمندی کے لئے اپنے ارادوں کو ارادہ حق میں فنا کرنے سے اور حریۂ خاص الخاص رسوم و آثار کی غلامی کیلئے اپنے وجود کو تجلی نورالانوار میں فنا کرکے۔

حضرت جمع و حضرت وجود:۔ حقیقت الحقائق

الحضور:۔ دل کا حاضر ہونا ہے حق کے ساتھ جب کہ وہ حق سے غائب ہو۔

حفظ العہد:۔ واجبات کی فرمانبرداری کرنا ہے اور ممنوعات سے بچنا ہے۔

حفظ العہد الربوبیۃ والعبودیہ:۔ بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا اور برائی کو اس کے برعکس اپنی طرف۔

الحقیقت: اپنے اوصاف کے آثار کی نفی اس کے اوصاف سے اس طرح کہ کوئی فاعل نہیں ہے تیرے ساتھ۔ تیرے اندر اور تجھ سے سوائے تیرے اسکی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا[1]۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ محققین کا حکم ہے (شیخ ابن عربی نے حقیقت کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ غلبہ اوصاف حق کے واسطے سے بندہ کا اپنے اوصاف سے خالی ہوجانا، حقیقت کی اس طرح توضیح بھی کی گئی ہے کہ بندہ کی اقامت وصل خداوندی کے محل میں اور محل تنزیہ میں اس کے راز سے واقف ہونا)

الحق:۔ جو واجب ہوا بندہ پر اللہ کی طرف سے اور جس کو واجب کیا حق نے اپنے اوپر۔

حقیقت الحقائق:۔ وہ ذات احدیت ہے جو جامع ہے تمام حقائق کی۔

الحقیقت الرفیعہ:۔ جو ثابت متحقق ہے۔

الحقیقت الحیثیۃ:۔ جو متحقق ہے اگرچہ تقدیرًا۔

الحزن:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوش ہونے والے متکبرین کو دوست نہیں رکھتا ہے (وہ اسکی بارگاہ میں ہیں) اور وہ دوست رکھتا ہے ہر اس دل کو جو حزین و غمگین ہے۔ اور سفیان بن عقبہ نے فرمایا کہ اگر امت میں رنجیدہ اور رونے والے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس امت پر رحم نہ فرماتا اور یحییٰ بن معاذ نے کہا کہ جس نے طرق حزن کی مسافت قطع نہ کی تو اس کے دل نے آسمان کا سفر نہ کیا اور سری سقطی نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ لوگوں کا سارا رنج مجھ پر ہو۔

---

[1] پ ۱۲ سورہ ہود ۵۶ ترجمہ:۔ کوئی چلنے والا نہیں جسکی چوٹی اسکے قبضہ قدرت میں نہ ہو۔

حروف اصلیہ :۔ حروف اصلیہ ہیں باعتبار مندرج و داخل ہونے کے مرتبہ اول میں جو وحدت ہے بغیر ان کے ایک دوسرے کے امتیاز کے اور اگر محض علم کی وجہ سے امتیاز ہو تو شیونات ذاتیہ اور حروف عالیہ بھی کہتے ہیں۔ نیز کہتے ہیں الحقیقۃ الحقیقۃ المتحقق ولو تقدیرا

الحقیقت المحمدیہ :۔ ذات ہے تعین اول کے ساتھ تو اُس کے لئے سب اچھے نام ہیں اور وہ اسم اعظم ہے۔

حقائق الاسماء :۔ ذات کی نسبت و تعینات ہیں کیونکہ تعینات صفات ہیں اور اُس کے بعض صور علمیہ اور اسماء کا بعض تعینات ذات یعنی صفات سے ممتاز کرنا ہے۔

حقائق الاشیاء و حقائق الکونیہ :۔ صور علمیہ ہیں۔

حق الیقین :۔ مقام جمع احدیت میں شہود حق کو کہتے ہیں۔

الحکمت :۔ حقائق اشیاء کا علم اُن کے اوصاف و خواص اور احکام کے ساتھ نیز اسباب کا مسببات کے ساتھ ارتباط کا جاننا اور نظام موجودات کے انضباط کے اسرار کا سمجھنا اور ان کے مقتضاء کے بموجب عمل کرنا۔ فرمایا گیا ہے: وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔[1] (اور جسے حکمت دی گئی اسکو خیر کثیر دی گئی۔)

الحکمۃ المنطوق بہا :۔ علم شریعت و طریقت ہے، دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ علم شریعت کا مصداق ہے "بدان وبگو" (جانو اور بیان کرو) اور علم طریقت یہ ہے کہ "بدان وبگو با اہل طریقت" (یعنی علم و حکمت حاصل کرو اور اہل طریقت سے بیان کرو)

الحکمۃ المسکوت عنہا :۔ حقیقت کے اسرار ہیں کہ علماء ظواہر و عوام اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں، مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیوہ کے گھر مہمان تھے اس بیوہ کے بچے آگ تاپ رہے تھے جو اس نے جلا رکھی تھی وہ بولی اے اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ زیادہ مہربان ہے اپنے بندوں کے حق میں یا میں اپنی اولاد پر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ زیادہ مہربان ہے کیونکہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں دوست نہیں رکھتی کہ اپنے فرزند کو آگ میں ڈالوں۔ اللہ تعالیٰ بھلا کس طرح بندہ کو آگ میں ڈالے گا حالانکہ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے تو گریہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے۔

الحکمۃ المجہولہ :۔ یہ ہے کہ غیر پر ایجاد شے کی حکمت پوشیدہ ہو جس طرح کہ بعض بندوں کو مبتلائے رنج کرنا اور بچوں کی محبت اور آگ میں ہمیشہ رہنا اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے ہونے پر راضی ہونا اور اعتقاد کرنا عدل ہے۔

---

[1] پ۳ سورہ بقرہ ۲۶۹

الحکمت الجماعۃ: حقیقت کی معرفت اور اس پر عمل کرنا اسی کے ساتھ باطل سے آگاہی اور اس سے اجتناب! جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللّٰھم ارنا الحق حقًا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ (الٰہی ہمیں حق کو حق دکھا اور اسکی اتباع کی توفیق عطا فرما اور ہمیں باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے)

الحیرت العظمیٰ:۔ حیرت عظمیٰ تک نبی یا ولی کے سوا کوئی اور نہیں پہنچ سکتا، وہ چند نفیاں ہیں وہ اظلال و گم گشتگی ہے، وہ سطوت محبت ہے کہا گیا ہے کہ حیرت غیر کا مشاہدہ کرنا ہے۔

الحق المخلوق بہ:۔ وہ عقل اول ہے اور امام مبین ہے۔

الحیاء:۔ حضرت جنید قدس سرہ سے حیا کے بارے میں سوال کیا گیا کہ حیا کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ نعمت کے مطالعہ اور اپنی تقصیر کے مشاہدہ کے درمیان ایک حالت پیدا ہوتی ہے۔ اسی کا نام حیا ہے۔ بعض صحابہ نے کہا ہے کہ بدبختی کی پانچ علامتیں ہیں۔ سخت دل ہونا آنکھوں کی خشکی، رغبتِ دنیا، امید کی درازی اور قلتِ حیا، (یعنی قلتِ حیا یک گونہ بدبختی ہے) حضرت ابوبکر دراق نے فرمایا کہ اکثر میں دو رکعت پڑھکر فارغ ہوتا ہوں اس حالت میں کہ میں بجائے اُسکے ہوں جو چوری سے فارغ ہو حیا کی وجہ سے۔ حضرت قدوۃ الکبراؔ نے فرمایا کہ عارف اس وقت سے حیا رکھتا ہے کہ آنکھ جھپکنے کو جمال الٰہی و خیال متناہی کے گلزار ولالہ زار کے شہود وجود سے نکل کر خار فضول سے اسکے وقت کا دامن الجھ جائے (مشاہدہ جمال الٰہی سے محرومی کے وقت سے اسکو حیا آتی ہے)

شرف خ

الخاطر:۔ ہر وہ خطاب جو قلب و ضمیر پر وارد ہو اور یہ چار قسم پر منقسم ہے اور اول خاطر ربانی ہے۔ شعر

نہ اس خاطر میں کوئی بھی خطر ہے
خطاؤں کا نہ اس میں کچھ گذر ہے

دسیل ابن عبداللہ اس خاطر کو سببِ اول کہتے ہیں اور یہ خاطر قوت اور نشاط سے بہرہ ور ہوتی ہے، دوم خاطر ملکی خاطر ملکی جس پر نازل ہوتی ہے یا اس خاطر کا جو مندوب یا معروض ہوتا ہے اس کیلئے یہ اصلاح کا باعث بنتی ہے اس خاطر کو اگر الہام سے تعبیر کیا جائے تو روا ہے۔ یہ فرض و مستحب کی طرف ابھارتی ہے۔ سوم خاطر نفسانی:۔ وہ خاطر ہے جس میں خواہشات نفس ہوں اس کو حاجب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چہارم خاطر شیطانی:۔ یہ بندہ کو حق تعالیٰ کے احکام کی مخالفت پر ابھارتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ [1] (اور شیطان تم کو فقر سے ڈراتا ہے اور تم کو برُے کام کرنے کا حکم دیتا ہے) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لمۃ للشیطان تکذیب بالحق وایعاد الشر

---

[1] پ ۳ سورہ بقر ۲۶۸

(البتہ شیطان کا چھو لینا حق کو جھٹلانا اور برائی کا وعدہ کرنا ہے، خاطر شیطانی کا نام وسواس ہے۔

(حضرت شیخ محی الدین ابن عربی خاطر کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ خاطر اس وارد کو کہتے ہیں کہ کسی سابقہ تفکر یا تدبر سے قلب میں پیدا ہو۔ (انہوں نے بھی ان چار قسموں پر اتفاق کیا ہے)۔

اور چاروں خاطروں کو میزان شریعت میں تولنا چاہیئے۔ اگر وہ خاطر تم کو دعوت حق دے رہی ہے اور کوئی دوسری خاطر اس میں مزاحم نہیں ہے تو وہ خاطر ربانی ہے۔ اگر دعوت خیر اس میں موجود ہے لیکن کوئی دوسری خاطر مانع اور مزاحم ہے تو سمجھ لو کہ وہ خاطر ملکی ہے اور اگر وہ ایسی خاطر ہے جس میں کراہت یا شرع کی مخالفت ہو تو اگر وہ تھوڑی سی توجہ سے زائل ہو جائے تو سمجھ لو کہ وہ خاطر شیطانی ہے۔ اور اگر برابر سرکشی کرے تو وہ خاطر نفسانی ہے۔ صادق صافی دل جو حضوری حق سے فائز ہے وہ ان خواطر کے درمیان آسانی سے تمیز کر سکتا ہے بتوفیق الٰہی۔

الخاتم: خاتم وہ ہے جس نے تمام مقامات طے کر لیے ہوں اور نہایت کمال پہ پہنچ گیا ہو۔

الخاتم النبوت:۔ وہ ذات گرامی ہے جس پہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کو ختم فرما دیا ہو اور یہ ذات گرامی تمام عالم میں صرف ایک ہی ہوتی ہے (اور وہ ذات گرامی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے) خاتم ولایت کا ذکر ہم لطیفہ ولایت کے سلسلہ میں کر چکے ہیں۔

خرقۃ التصوف:۔ یہ وہ جامہ ہے جو مرید اپنے پیر مرشد کے ہاتھ سے پہنتا ہے جس کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی ہے اور جس کی ارادت اس نے اختیار کی ہے۔ خرقہ پہننے میں چند چیزوں کی رعایت ملحوظ رکھنی چاہیے ایک تو یہ کہ اس میں مرید کی زیب و زینت ہے تاکہ مراد کے اس جامہ سے پیر کی صفات سے تلبس حاصل کر سکے جس طرح اس نے ظاہری لباس میں پیر سے مشابہت حاصل کی ہے۔ اسی طرح اس کے لباس تقویٰ سے بھی ہم رنگ ہو جائے۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ اس سلسلہ میں باقی کیفیت کو انشاءاللہ اس کے موقع و محل پہ پیش کریں گے۔

الخزائن العلمیہ:۔ حقائق اشیاء اور اس کے اعیان ثابتہ کو کہتے ہیں۔

الخزائن الوجودیہ:۔ یہ اسمائے الٰہیہ الوجودیہ کے حقائق ہیں اس میں حقائق کونیہ امکانیہ داخل نہیں ہیں۔

خضر:۔ عبارت ہے بسط سے اور الیاس عبارت ہے قبض سے اور حضرت خضر کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اس وقت تک ہونا یا تو روحانیت ہے جو حضرت خضر کی صورت میں متمثل ہو کر مسترشد کے ارشاد کے لیے سامنے آتی ہے (تاکہ ارشاد کا جویا اس سے رشد و ہدایت حاصل کر سکے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسی وجود عنصری نے اتنی مدت حیات پائی ہو۔ (یہاں وجود عنصری امتداد یافتہ) جس طرح اصحاب کہف کے لئے ہوا اور یہ دونوں باتیں ممکن ہیں۔ لیکن عارف کے نزدیک اس کے معنی اس صفت کے ہیں جو اس پر غالب ہے اور متمثل ہو کر اس کے سامنے آجاتی ہے جبکہ دوسری صفت اس کی وجہ سے مضمحل ہو جاتی ہے۔ وہ حضرت خضر

علیہ السلام کی روح ہے یا وہ روح القدس ہے۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ ان اقوال کی حقیقت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک دن حضرت خضر علیہ السلام سے اس بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ہیکل جسمانی اور ہیئت بدنی کو زندہ اور باقی رکھا ہے۔ جس طرح حضرت ادریس علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ حق تعالیٰ نے مجھے قوت عطا کی ہے کہ میں جب چاہتا ہوں متمثل و متشکل ہو سکتا ہوں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام سے بہرائچ میں ملاقات ہوئی، وہ اس طرح کہ میں ایک بار حضرت سید سالار مسعود غازی کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے بہرائچ گیا وہاں کی زیارت سے مشرف ہو کر میں حضرت دلپذیر جعفر کی خدمت میں گیا میں اور سید جعفر بر سبیل تفریح پانی کی سیر کر رہے تھے۔ ہم ایک دوسرے سے استفادہ میں مشغول تھے یکایک عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے ہم لوگوں سے مصافحہ کیا اور انہوں نے اپنے جسم کی روحانیت کے کچھ واقعات ہم سے بیان کیے۔ اس سلسلہ میں کچھ دیر گزری ہو گی۔ کہ اس عرصہ میں حضرت خضر علیہ السلام چند صورتوں میں متمثل ہوئے کبھی ایک بوڑھے شخص کی شکل میں کبھی جوان آدمی کی صورت میں اور کبھی بچے کے روپ میں نظر آئے۔

الخطرہ:- یہ وہ جذبہ ہے جو بندہ کو قرب کی دعوت دیتا ہے۔ اور بندہ اس کے دفع کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔

الخلّۃ:- صفات حق تعالیٰ میں بندہ کا تحقق خلت کہلاتا ہے۔

الخلوۃ:- حق کے ساتھ سِر کا محادثہ خلوت ہے (گفتگو راز حق کے ساتھ) اس حیثیت سے کہ کوئی غیر اس میں داخل نہ ہو۔ یہ خلوت کی حقیقت ہے لیکن ظاہر میں تو خلوت غیر سے الگ ہو جانا ہے بذریعہ ظاہر خلوت کے معنی و حقیقتِ خلوت تک رسائی پا سکتا ہے۔

الخلع العادات:- عبودیت کا تحقق ہے حق میں اس طرح پر کہ اس عبودیت میں الیسا داعیہ باقی نہ ہو۔ جو اقتضائے طبیعت و عادت ہو۔

الخلق الجدید:- نفس رحمان سے ہر ایک موجودات ممکنہ تک وجود کی امداد کا پہنچانا ہے۔ ممکن الوجود بذاتِ خود معدوم ہے کہ اگر موجد کا فیض وجود نہ ہوتا تو ہر وجود (ممکن الوجود) معدوم ہوتا۔ چونکہ وجود کا عطا فرمانا پے در پے متصل ہے ہر آن میں نئی پیدائش ہوتی ہے ممکنۃ الوجود کے وجود کی نسبتوں کے اختلاف کے ساتھ ایک بچے (نومولود) کے اعضاءِ وجود دیکھو کہ ایک پوست کی طرح ہوتے ہیں اور ہر آن ان میں خلقِ جدید کا ظہور ہوتا ہے۔

خلع العذار:- کنایہ ہے ان کے مستحبات کی پابندی کے چھوڑ دینے سے۔

شرف د

الدبور:۔ وہ صولت (شان و شکوہ) ہے جو نفس کے داعیہ اور اس کے غلبہ کے باعث صدور میں آئے اس کو پچھوا ہوا سے تشبیہ دی گئی ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہے اور ایسی شوکت کے صدور کا باعث طبیعت جسمانیہ ہوتی ہے جو اس کے نور کا مقام غروب ہے۔ اس کے مقابلہ میں ریح صبا ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے وہ روح کی خواہش اور اس کے غلبہ سے ظہور میں آتی ہے۔ اسی بناء پر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"میں صبا سے منصور و مظفر ہوا اور قوم عاد دبور سے ہلاک کی گئی"۔

الدرۃ البیضاء:۔ درۃ البیضاء عقل اول کو کہتے ہیں۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اوّل ماخلق اللہ العقل" (سب سے اول چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ عقل ہے) اس طرح بھی آیا ہے کہ اول ماخلق اللہ الدرۃ البیضاء۔ (سب سے اول درۃ البیضا کو پیدا کیا گیا)

شرف ذ

ذخائر اللہ:۔ اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب اور دوست بندے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بلائیں دفع فرماتا ہے جس طرح ذخیرہ (اجناس) سے فاقہ کی بلا دفع ہوتی ہے۔

الذوق:۔ شہود حق کے درجات میں سے اول درجہ ہے حق کے ساتھ پے در پے بجلی چمکتے وقت تھوڑی دیر تجلی برقی کی وجہ سے اگر نفس سے رُکا رہے اور مقام مشہود کے ذریعہ سے اگر رسائی پائے تو ذوق ہے[1]۔ اگر یہ اپنی نہایت کو پہنچ جائے تو پھر اسکو "ری" کہا جاتا ہے۔

ذوالعقل:۔ وہ ہے جو خلق کو ظاہر میں دیکھتا ہے اور حق کو باطن میں۔ حق اس کے لیے آئینہ خلق ہے اور آئینہ کا جمال دلظاہر اس صورت سے چھپ جاتا ہے جو اس میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ بے شک آئینہ میں بہ حجاب مطلق ہے مقید کے باعث۔

ذوالعین:۔ ذوالعقل کے برعکس ذوالعین حق کو ظاہر میں دیکھتا ہے اور خلق کو باطن میں خلق اس کی نظر میں آئینہ حق ہے اور حق نے اس آئینہ میں ظہور کیا ہے۔ پس ظہور حق کے باعث خلق مستور ہے۔ جس طرح آئینہ صورتوں کی

---

[1] شیخ اکبر قدس سرہ ذوق کی اس طرح تعریف کرتے ہیں کہ ذوق تجلیات الٰہی کے مبادیات کا آغاز ہے تعریفات میں کہا گیا ہے کہ ذوق سے وہ نور عرفانی مراد ہے جو خداوند تعالیٰ اپنی تجلیات سے اپنے اولیا کے دل میں پیدا کرتا ہے جس کے باعث وہ کتاب کی مدد کے بغیر حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں۔ مترجم۔

جلوہ گری سے چھپ جاتا ہے۔ اسی طرح۔

ذوالعقل والعین:۔ جو خلق و حق کو ایک ساتھ دیکھے اور ان دونوں مشاہدوں سے کوئی اس کے لئے حجاب نہ ہو کثرت کی طرف ذاتِ واحد احد کے شہود سے اور شہود احدیت ذات حق کی طرف شہود کثرت خلقیہ سے اور یہ تین درجے ہیں اور پچھلا زیادہ کامل ہے۔ جو اس راہ کے پیشواؤں کا مقام ہے۔

الذھاب:۔ دل کا غائب ہو جانا ہے ہر محسوس کے حس کرنے سے بسبب مشاہدہ کرنے محبوب کے حسن طرح پر ہے۔

شرف ر

الراعی: علوم سیاست کی معرفت سے متحقق اور ایسے نظام کی تدبیر سے متمکن ہو جو صلاح عالم کا موجب ہو۔

الران:۔ وہ پردہ جو بصیرت اور عالم قدس کے درمیان دل کے لیے اُوٹ بن جائے۔ ہیئات نفسانیہ کے غلبہ سے اور ظلمات جسمانیہ کا ایسا غلبہ دل میں ہو جس کے باعث انوار ربوبیت کلی طور پر حجاب میں آ جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ[1] (نہیں نہیں ان کے دلوں پر زنگ چڑھا ہوا ہے اس سے جو کچھ کہ وہ کرتے تھے۔)

الرب:۔ اسم حق ہے اس کے اسماء میں سے۔ اس نسبت کے اعتبار سے جو اس کی ذات کو عین موجودات سے اور اعیان ثابتہ سے ہے۔ جو اسم الٰہی کا منشا ہیں جیسے قادر اور مرید لیکن ذات کی نسبت کائنات خارجیہ کی طرف تو یہ منشا اسماء ربوبیت ہیں۔ جیسے رزاق اور حفیظ۔ رب بغیر کسی نسبت کے (بغیر اضافت) خاص اسم الٰہی ہے۔ اور وہ کسی ایسے وجود کا متقاضی ہے جو مربوب ہو اور وہ اقتضاء معبود کو ثابت کرتا ہے اور معبود کا مقرر فرمانا حضرت علمیہ میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اکوان سے اسماء ربانی کی ایک صورت اسمی ہے کہ حق اس صورت کی پرورش فرماتا ہے اپنے اسی اسم سے یعنی رب الارباب ہے جمیع مربوبات کی جس سے مراد تمام موجودات خارجیہ ہیں۔

ربّ الارباب:۔ حق تعالیٰ ہے باعتبار اسم اعظم اور تعین اول کے کہ وہ منشا ہے تمام اسماء کا۔ وہی نہایت النہایات وقبلۂ حاجات وکعبۂ خواہشات و رغبات وحاوی مطالب وجامع حاجات ومعارب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى[2] (بے شک تیرے پروردگار کی طرف منتہا ہے)۔ اور ہمارے نبی مکرم علیہ السلام اس تعین اول کا مظہر ہیں۔ اور ربوبیت عظمیٰ آپ ہی کے ساتھ مخصوص اور مختص ہے۔

رتبۂ اسماء الٰہیہ:۔ تمام اسماء الٰہیہ یا ذاتیہ ہیں یا صفاتیہ یا فعلیہ ہیں۔ اس لئے کہ اسم کا اطلاق ذات پر باعتبار نسبت کے ہوتا ہے۔ اور اسی سے اس کا تعین ہوتا ہے اور یہ اعتبار (جس کا ذکر کیا گیا ہے) یا تو ایک امر عدمی

---

[1] پ ۳۰ سورہ مطففین ۱۴ [2] پ ۲۷ سورہ نجم ۴۲

نسبی مخصوص معین ہے جیسے اول و آخر یا غیر نسبی ہے جیسے قدوس وسلام" ایسے اسماء اسمائے ذات کہلاتے ہیں۔ اگر ان اسماء کے معنی عدمی نہیں بلکہ وجودی ہیں۔ جن کا اعتبار عقل کرتی ہے اس طرح کہ ذات پر ان کو زائد سمجھا جاتا ہے۔ تو یا تو ان کا تعلق غیر ذات پر موقوف نہیں ہے جیسے حیٌّ اور واجبٌ، یا موقوف ہے غیر کے سمجھنے پر نہ کہ وجود پر جیسے عالم اور قادر تو ایسے اسماء کو اسمائے صفات کہتے ہیں اور اگر ان کا تعلق موقوف ہے وجود غیر پر جیسے خالق و رازق تو اس قسم کے اسماء کو اسمائے افعال کہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ مصدر افعال ہیں

الرتق :۔ اصطلاح میں اجمال مادۂ وحدانیت ہے اس کو عنصر اعظم مطلق بھی کہا گیا ہے اور بستہ تھا آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اور کشادہ ہو گیا خلق سے اس کے تعین کے بعد اور حضرت واحدیت کی نسبت پر بولتے ہیں واحدیت کے عدم ظہور کے اعتبار سے اور بطون اشیاء پر جیسے حقائق کہ پوشیدہ تھے ذات احدیت میں حضرت واحدیت میں تفاصیل حقائق سے پہلے مثل درخت کے تخم میں۔

الرجاء :۔ ثقۃ الجود من الکریم۔ رجا کریم کے کرم پر پورا اعتماد رکھنا ہے۔ بعض کہتے کہ جلال کو بنظر جمال دیکھنا رجا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دل کی شادمانی حسن وعدہ پر رجا ہے۔

الرحمٰن :۔ اسم حق ہے باعتبار جمعیت اسمائیہ کے جو حضرت الٰہیہ میں ہے کہ اسی بارگاہ سے وجود اور ہر وہ چیز جو تابع وجود ہے کمالات سے فائز ہوتی ہے تمام ممکنات پر۔ اسی لیے بعض حضرات نے اس کی اس طرح تعریف کی ہے کہ وہ فیض وجود ہے۔

الرحیم :۔ اسم حق ہے باعتبار کمالات معنویہ کے فیضان کے اہل ایمان پر، جیسے معرفت حق اور توحید۔

الرحمۃ الانشائیہ :۔ یہ وہ رحمت رحمانیہ ہے جو مقتضائے نعمت ہے اس طرح کہ عمل پر سابق ہے جیسا کہ رحمتی وسعت کل شیئ (میری رحمت نے ہر شیئ کو ڈھانک لیا ہے۔)

الرحمۃ الوجوبیہ :۔ یہ وہ رحمت رحیمیہ ہے جو محسنین کے لیے موعود ہے (جس کا وعدہ محسنین سے کیا گیا ہے) فرمایا گیا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ[1] یہ رحمت داخل ہے انشائیہ میں کیونکہ وعدۂ رحمت عمل کے ساتھ مخصوص ہے (عمل احسان سے مختص ہے)

الرداء :۔ بندہ پر صفات حق کا ظہور ہونا ہے۔

الردی : زبر کے ساتھ دہ بندہ کا حق کے صفات کا ظاہر کرنا ہے غلط طور پر اور وہ بندہ کی ہلاکی ہے۔ حدیث قدسی ہے:۔

الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی فی واحد منہما قصمتہ ای کسرۃ۔

(بزرگی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے۔ پس ان دو میں جس نے مجھ سے نزع کیا میں اس کو توڑ دوں گا۔)

---

[1] پ سورہ اعراف ۵٦ (بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں سے)

الرجا: کریم کے کرم پر پورا اعتماد رکھنا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جلال کو بہ نظر جمال دیکھنا ہے کہا گیا ہے کہ حسن وعدہ پر دل کا خوش ہونا ہے۔

الرسم: خلق اور صفات خلق کا نام ہے کیونکہ ماسوی اللہ سب اس کے آثار ہیں جو پیدا ہیں اس جلیل قدرت افعال والے کے افعال سے۔

الرسی: تمام مقامات ہیں ان کی نہایات کا نام ہے۔

رسوم العلوم رقوم العلوم: انسان کے مقامات شعور ہیں جو رسوم الٰہیہ ہیں جیسے سننا دیکھنا جو شکل بدنی میں بدستور ظاہر ہوئے ہیں اور مقامات شعور تھوڑے سے ہیں گویا کہ آراستہ فرمایا ہے دار القرار کے دروازہ پر حق وباطل کے درمیان ناچار۔ پس جس کسی نے اپنی ذات کو اور اپنی صفات کو تمام وکمال پہچان لیا وہ عارف ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ پھر آثار حق، آثار صفات اور اس کے اسماء کا عارف بن جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے (فقد عرف ربہ)۔

الرعونۃ: حظ نفس کے ساتھ وقوف ہے اور طبائع کو مقتضی ہے۔

الرقیقہ: لطیفہ روحانیہ کو بولتے ہیں واسطہ لطیفہ پر جو دوستی کے درمیان رابطہ ہے جیسے حق سے بندہ کو مدد پہنچتی ہے اور اس رقیقہ کو رقیقۃ العروج اور رقیقہ الارتقاء بھی کہتے ہیں اور رقائق کا اطلاق علوم طریقت وسلوک پر بزرگوں نے کیا ہے۔ ہر اس چیز کو بھی کہا گیا ہے جس سے سرّ عبد لطیف ہو جائے اور جو اس کے نفس کی کثافت کو اس سے گھٹا دے۔

الروح: یہ بولا جاتا ہے بمقابل اس کے جو القا کرنے والا ہے دل کی جانب علم غیب کو مخصوص طریقہ پر اصطلاح صوفیا میں انسانیت مجردہ کے لطیفہ کا نام ہے۔ اصطلاح اطبا میں ایسا بخار لطیف ہے جو روح ونفس کے درمیان پایا جاتا ہے اور یہ مدرک کلیات وجزئیات ہے۔ حکما (فلاسفہ) نے قلب و روح کے درمیان فرق نہیں کیا۔ اور وہ قلب و روح کو نفس ناطقہ کہتے ہیں۔

الروح الاعظم، والاقدم والاول والآخر: عقل اول کو کہتے ہیں۔

روح الالقاء: علم غیب کا قلب پر القا کرنے والا اور وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ قرآن کو بھی روح القاء کہتے ہیں۔

الرغبۃ: نفس کی رغبت ثواب میں اور دل کی رغبت حقیقت میں یعنی ملکوت میں اور سِر کی رغبت حق میں ہے۔

الرہبۃ الظاہر: تحقیق قلب ہے امر سابق میں۔

الریاضۃ: (۱) ریاضت الادب۔ فرمانبرداری نفس سے نکلنا ہے۔ (۲) ریاضت الطلب۔ مراد کی صحت ہے خلاصہ یہ کہ وہ عبارت ہے اخلاق محمودہ کی تہذیب سے۔

شرف ز

الزاجر: مومن کے دل میں واعظ حق کا نام ہے اور یہ وہ نور ہے جو دل میں اترتا ہے اور مومن کو حق کی طرف بلاتا ہے۔
الزجاجۃ: صاحب دل کے دل کی طرف اشارہ ہے۔ اس صاحب دل کی روح چراغ ہے اس کا نفس شجرہ ہے اور اس کا بدن مشکوٰۃ ہے کہ یہ سب مراتب مطلق کے مظاہر ہیں۔
الزمر: نفس کلیہ کو زمر کہتے ہیں۔
الزمان: زمانہ حضرت عندیت (واجب الوجود) کی طرف مضاف ہے۔ اس لیے اس کی آن "دائم" ہے۔
زواھر الانبیاء زواھر العلوم زواھر الوصلہ: یہ علوم طریقت ہیں۔ جو تمام علوم میں اشرف وانور ہیں۔ اس کو زواہر وصلیہ اس لیے کہتے ہیں کہ وصل بحق علم طریقت پر موقوف ہے۔
الزوائد: غیب پر ایمان ویقین کی زیادتی ہے۔
الزیتونیہ: وہ نفس ہے جو قوت فکر سے نور قدس کے ساتھ اشتغال کے لیے مستعد اور آمادہ ہو۔
زینت: نفس کی استعداد اصلی کو کہتے ہیں۔
الزاھد: حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ دنیا میں زاہد نہیں ہو سکتا مگر وہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حکمت کو ثابت فرمادیا اور اس کے ساتھ اس کی زبان کو گویا کر دیا اور دنیا کے عیوب کو اور اسکی بیماری و دوا کو اسے دکھا دیا اور اسکو دنیائے دارالسلام کی جانب سلامتی کے ساتھ نکال لیا۔ شیخ جعفر خلدی فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کا نام دنیا ہے اور سب کی سب فانی ہیں اور وہ چار یہ ہیں: مال، کلام۔ طعام اور خواب ومنام۔ مال سرکش بنا دیتا ہے، کلام غافل کر دیتا ہے خواب نسیان لاتا ہے اور طعام بے ہوش کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ محبت دنیا کی طرف نہ جھکو کیونکہ تم کسی شکستگی کو جو تم پر جہاد کی طرف مائل ہونے سے زیادہ گراں ہو نہ لا سکو گے۔ شیخ جلاد فرماتے ہیں دنیا کو چشم زوال سے دیکھنا زہد ہے۔ شیخ دارانی کا ارشاد ہے کہ زہد اس چیز کا ترک ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غفلت میں ڈالے اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس عالم سے جس کو محبت دنیا نے مخمور کر دیا ہو کچھ نہ پوچھو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ میری راہ محبت سے تجھ کو ہٹا دے وہی میرے بندوں پر ڈاکو ہیں۔

شرف س

السابقہ: ایک عنایت ازلی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:۔

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۔ [1]	اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔

---

[1] پ۱۱ سورہ یونس ۲

السالک :۔ اللہ کی طرف سیر کرنے والا، ہر مرید و منتہی کا متوسط درجہ ہے۔ جب تک کہ وہ سیر میں ہے۔
السبحۃ :۔ تمام ہیئتوں (ہیئات) کا جوہر ہے۔ یعنی ہیولی کہ بذات خود غیر واضح ہے اور بغیر صورت کے واضح و تشخص نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک محل ہے اور حال اس کا مقوم ہے (حال کا مقام ہے) اس میں رنگارنگی ہے کہ ہر لحظہ ایک نیا رنگ اختیار کرتا ہے اور ہر نفس ایک صورت کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔
الستر :۔ ہر وہ چیز جو خدا سے محجوب کر دے جیسے عطار دنیا اور عبادات و اعمال پر رکا رہنا۔
الستائر :۔ اعمال و صور کونیہ ہیں کہ اسمار الٰہی کے مظاہر ہیں۔
الستور :۔ بدن انسانیہ کی ہیاکل (ہیئت اور جسمانی بناوٹ) کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو رابطہ ہے غیب و شہادت اور حق و خلق کے درمیان۔
سجود القلب :۔ شہود حق تعالیٰ کے وقت، ذات حق میں بندہ کا فنا ہو جانا سجود القلب ہے اس طور پر کہ جوارح کی مشغولیت اسکو حق سے باز نہ رکھے (جوارح کی حرکات مانع شہود نہ ہوں)
السحق :۔ بندہ کی ترکیب کا قہر کے نیچے جانا ہے۔
سدرۃ المنتھیٰ :۔ وہ برزخ کبیر ہے جہاں کامل مکمل کی سیر اور اہل کمال کے اعمال و علوم ختم ہوتے ہیں۔ (اپنی نہایت کو پہنچ جاتے ہیں) اور یہ مرتبہ اسمائیہ کی انتہا ہے۔
السر :۔ علم حق کو کہتے ہیں۔
سر الحال :۔ جو اس حال میں مقصود حق تعالیٰ سے پہچانا جائے۔
سر العلم :۔ حقی ہے کہ اس علم کا دانا ہے کہ عالم حق عین حق ہے حقیقت میں اگرچہ غیر حق ہے اعتبار میں۔
سر الحقیقت :۔ ظاہر کرنا حقیقت حق کو ہر شے میں۔
سر التجلیات :۔ ہر شی میں کل شی کا نظارہ کرنا یا شہود (شہود کل شی فی کل شی) ؎

آن یکی در ہر یکی پیدا نگر ۔۔۔ اک وہی ہر ایک میں ہے مستتر
یک نظر در چشم مست ما نگر ۔۔۔ میری چشم مست پر ہو اک نظر

اور یہ شہود تجلی اول کے انکشاف سے ہوتا ہے بحالت نزول اور ایسی تجلی والا احدیت الجمع کو تمام اسمار میں مشاہدہ کرتا ہے ساتھ متصف ہونے ہر اسم کے تمام اسمار سے بسبب اتحاد اسمار کے ذات احدیت سے اور ممتاز ہوتے اسمار کے تعینات میں جو کائنات میں ظاہر ہوئے ہیں جو کہ صورت اسمار ہیں۔
سر القدر :۔ ازل میں ہر عین کا جو کچھ حق ذات ہے اور جو کچھ اس عین کا حوال ہے وہ سر القدر کہلاتا ہے اب اس عین کا جو کچھ اقتضار ہوگا وہی ظاہر ہوگا اس عین کے زمانہ وجود خارجی میں اور حکم تابع ہے علم کا اور علم تابع ہے معلوم کا۔ پس یقیناً حق تعالیٰ جو حاکم و حکیم ہے حکم فرماتا ہے ہر شے پر مگر اس شے پر جس کو ہر عین کے بارے میں جان لیا ہے حضرت علمیت میں اس کے ثبوت کے وقت جبکہ قافلہ ہائے جمال کو دکھایا۔

سرّ الرّبوبیہ:- توقف ہے ربوبیت کا مربوب کے فوائد پر کیونکہ ربوبیت ایک نسبت ہے اور نسبت کے لئے ضروری ہے منتسب اور یہی منتسب مربوب ہے اور مربوب اعیان ثابتہ ہے عدم میں اور جو موقوف ہے معدوم پر وہ خود معدوم ہے۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں:-

الربوبیۃ سرّ لو ظہرت لبطلت	ربوبیت ایک سر ہے جو اگر ظاہر ہو جائے تو
المربوبیۃ۔ [1]	مربوبیت باطل ہو جائے۔

سر سر المربوبیہ:- ایک قسم کا ظہور ہے صور اعیان ہیں اور صور اعیان بحیثیت اسکے کہ وہ مظہر رب ہیں پس وہ قائم ہیں ذات رب کے ساتھ۔ اس طرح رب ظاہر ہے تعینات اعیان سے اور اعیان موجود ہیں وجود رب سے اس حیثیت سے اعیان عبد اور مربوب ہیں اور حق تعالیٰ اعیان کا رب ہے لیکن حقیقت میں حصول ربوبیت حق کے ساتھ ہی قائم ہے کہ اعیان ازل میں اپنے احوال کے ساتھ معدوم تھے۔ پس ہر آئینہ سر الربوبیۃ کو بھی ایک سر ہونا چاہیئے کہ اگر ظاہر ہو جائے یہ سر تب بھی ربوبیت باطل نہ ہو لو ظہرت لم یبطل الربوبیۃ۔

سر انوار الآثار:- اسماء الٰہیہ ہیں جو اکوان کے باطن میں روشن ہیں۔

السّار:- سالک کا فنا ہونا، وصول کامل کے حال میں، جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل (میرے لیے خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت بھی ہے کہ اس وقت میرے پاس نہ کسی فرشتہ کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کی)۔

سعۃ القلب:- انسان کامل کا تحقق ہے حقیقت برزخیہ کے ساتھ جو جامع ہے وجوب و امکان کا۔

السفر:- حق تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ کا نام ہے۔ اسفار چار ہیں۔

اوّل:- السیر الی اللہ ہے یعنی منازل نفس سے افق مبین کی طرف۔ یہ دل کا مقام نہایت ہے۔ اور مبدا ہے تجلیات اسمائے حق کا۔ اس مقام پر تحقق ہونا ہے اسماء کا اسمائے حق کے ساتھ۔

سیر ثانی:- السیر فی اللہ ہے۔ یہ صفات حق سے اتصاف (موصوف ہونے) کا نام ہے اور اسماء کا تحقق ہے اسمائے حق سے افق اعلیٰ تک۔ یہ روح کا مقام نہایت ہے اور حضرت واحدیت کی نہایت ہے۔

سیر ثالث:- ترقی ہے جمع یعنی جمع کی اور حضرت احدیت کی اور یہ مقام قاب قوسین ہے جب تک دوئی باقی ہے اور جب دوئی اٹھ گئی اور مغائرت جاتی رہی تو ولایت کی نہایت ہے اور مقام او ادنیٰ ہے۔

سیر رابع:- السیر باللہ عن اللہ تکمیل کے لئے اور یہ فنا کے بعد بقا اور جمع کے بعد فرق کا مقام ہے۔

سقوط الاعتبارات:- احدیت ذات کا اعتبار ہے۔

---

[1] مخلوق کا ہر فرد مربوب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ رب کریم سے پرورش پا رہا ہے اور جسکی پرورش کی جائے وہ مربوب ہے۔

السمائیۃ :- وہ معرفت جو عبارت میں نہ سما سکے۔
سوال الحضرتین : وہ سوال ہے جو حضرت وجوب (واجب الوجود) سے لسان اسمائے الٰہیہ میں صادر ہوا نفس الرحمان سے جو صورا عیان (ثابتہ) کا طالب ظہور تھا۔ اور دوسرا وہ سوال ہے جو حضرت امکان سے ہے زبان اعیان میں جو طالب ظہور امکان ہے اسمار میں اور طالب امداد نفس ہے اتصال پر۔ دونوں سوالوں کی اجابت ابدی ہے۔
السکر :- وارد قوی کی وجہ سے منجانب حق غائب ہو جانا ہے اور عقل کا مشاہدہ سے مخمور ہو جانا ہے۔
السکینۃ :- جو بندہ نزول غیب کے وقت سکون و اطمینان پاتا ہے۔
سواد الوجہ فی الدارین :- ذات خداوندی میں اس فنائے کلی سے عبارت ہے کہ ظاہراً و باطناً کیا دنیا کیا آخرت سالک کیلئے کوئی اور ہستی باقی نہ رہے۔ اور وہ فقر حقیقت ہے اور عدم اصلی کی طرف رجوع کرنا ہے۔
اسی بنا پر کہا گیا ہے :
اذا تم الفقر فھو اللہ۔ جب فقر تمام ہو گیا تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔

شرف ش

الشاھد :- مشاہدہ کے اثر سے دل پر جو کیفیت یا اثر ظاہر ہو خواہ بہ علم لدنّی کے ذریعہ ہو یا بطریق وجد ہو یا حال و تجلی سے ہو یا شہود اس کا واسطہ ہو۔
الشجرۃ :- انسان کامل کو کہتے ہیں۔
الشرب :- تجلیات کا درمیانی درجہ ہے۔
الشریعۃ : اپنے فعل کی نسبت سے بندگی کے التزام کو شریعت کہتے ہیں۔
الشطح :- (شطحیات جمع) الشطح لغت میں حرکت کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے چکی کو اس کی حرکت کی کثرت کی بنا پر شطاح کہتے ہیں۔ پانی کی جب اس قدر کثرت ہو جاتی ہے کہ بجائے بہنے کے ابلنے لگتا ہے تو اس موقع پر کہتے ہیں شطح الماء فی النھر" عارفوں کی اصطلاح میں واجدین (وجد کرنے والوں) کی تیز حرکت کو "شطح" کہتے ہیں۔ جب ان کا وجد اس قدر قوت پکڑ لیتا ہے کہ وہ ان کی استعداد کے ظرف سے ابل پڑتا ہے اور معارف و اسرار الٰہی سے۔ جو ایک بحر ذخار ہے کچھ پانی باہر نکل کر آ جاتا ہے۔ اور ایسی عبارتوں کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز رہتی ہے۔ ان عبارات اور بیان کو شطح کہتے ہیں۔
شعب الصدع :- حضرت واحدیت سے حضرت احدیت کی طرف ترقی کر کے جمع بر جمیع و فرق ہے لیکن صدع الشعب اس کے برعکس احدیت سے واحدیت کی طرف نزول ہے۔ بقا بعد از فنا کے حال میں غیر کی تکمیل کے لئے۔

الشفع :- خلق ہے اور وہ وجود کا مرتبہ ثانیہ ہے اور شفع و وتر دونوں منقسم ہیں، جفت وطاق کی طرف کیونکہ اسماء الٰہیہ ظاہریہ تو خلق ہیں جب تک حضرت واحدیت کی شفعیت حضرت احدیت کی وتریت سے نہ ملی، اسماء الٰہیہ ظاہر نہیں ہوئے۔

الشکر :- حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ بارالٰہا! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں کہ تیرا شکر ادا کرنا میرے لیے ایک نعمت ہے جو تیری طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی کہ اے داؤد! اب تم نے شکر ادا کر دیا (یہ کہنا بھی شکر میں داخل ہے)
شیخ ابوبکر وراق فرماتے ہیں کہ شکر مشاہدہ احسان اور عزت وحرمت کا تحفظ ہے۔ شیخ ابو عثمان کہتے ہیں کہ "شکر شناخت عجز است از شکر" شکر ادا کرنے سے عاجز رہنے کی شناخت ہی شکر ہے۔ حضرت جنید قدس سرہٗ نے کہا کہ شکر یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی نعمت کو اسکی طاعت پر مددگار بناؤ۔

الشہود :- رویت حق بحق شہود ہے۔ (حق کا مشاہدہ حق کے ساتھ)

شہود المفصل فی المجمل :- ذات احدیت میں کثرت کو دیکھنا ہے۔

شہود المجمل فی المفصل : احدیت کو کثرت میں دیکھنا ہے۔

شواھد الحق :- مکون سے حقائق اکوان کا مشاہدہ کرنا ہے۔

شواھد التوحید :- تعینات اشیا کو کہتے ہیں اس لیے کہ ہر شئی میں ایک احدیت (یکتائی) موجود ہے۔ ایک تعین خاص کے ساتھ کہ وہ اسی تعین خاص کی بنا پر اپنے غیر سے ممتاز ہے۔

شواھد الاسماء :- احوال و اوصاف و افعال کے اعتبار سے رنگوں کا اختلاف جیسے مرزوق رزاق سے محی زندہ سے اور مردہ ممیت سے۔

الشیون :- تعین اولیٰ کے جمال کی کثرت ہے۔ یہ شیونات ذاتیہ ہیں اور ان انوار التوحید کو کہتے ہیں جو اہل معرفت کے دلوں پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ شیون کو حروف عالیہ بھی کہا جاتا ہے۔

حرف ص

الصدیق :- اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد جس نے اپنے پوشیدہ حال میں میری تصدیق کی تو میں نے اسکو مقبولیت کے وقت اعلانیہ صدیق کر دیا۔ حضرت ابراہیم خواص نے فرمایا کہ خلق اللہ سے دو عادتوں میں جدا ہوگئی، ایک یہ کہ انہوں نے نوافل کو طلب کیا اور فرائض کو ضائع کر دیا، اور دوسرے یہ کہ انہوں نے ظاہر کو اختیار کیا اپنے نفس کے لئے صدق کو اختیار نہ کیا۔

الصبر :- حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے اور اللہ

تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد میرے اخلاق اختیار کرو کیونکہ میں صبور ہوں
اور ابو عثمان مغربی نے کہا میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ اگر مقرب ہونا چاہتے ہو تو صبر کو لازم
کرلو اور ابن عطا نے کہا کہ صبر بلا کے ساتھ موافق آداب کے واقع ہونا ہے

الصعق :۔ حق میں تجلی ذات کے وقت فنا ہو جانا ہے۔

صورۃ الحق :۔ یہ رسول اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بسبب متحقق ہونے آپ کے حقیقت احدیت و واحدیت کے ساتھ اور اسکی تعبیر صاد سے کی جاتی ہے جیساکہ اس پر ابن عباس نے روشنی ڈالی ہے۔ جب صاد کا معنی پوچھا گیا تو فرمایا کہ مکہ میں ایک پہاڑ ہے جس پر عرشِ رحمٰن تھا۔

شرف ط

الطوالع :۔ تجلیات اسمائے الٰہیہ سے بندہ کے دل پر جو پہلی تجلی وارد ہوتی ہے اور تنویر باطنی سے اس کے اخلاق و اوصاف کو مزین کرتی ہے۔

الطاھر :۔ وہ پاک وجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخالفات سے محفوظ رکھتا ہے۔

طاھر الظاھر :۔ وہ شخص جس کا دامن معاصیٔ ظاہر سے پاک ہو۔

طاھر الباطن :۔ وہ معصوم ہے جس کو حق تعالیٰ وسواس اور خطراتِ شیطانی اور تعلق غیر سے محفوظ رکھے۔

طاھر السِرّ :۔ وہ ہے جو ایک لحظہ اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ رہے۔

طاھر السِر العلانیہ :۔ وہ صاحب کمال جو حقوق حق و خلق کی ادائیگی میں دائم و قائم ہو جانبین کی رعایت کے ساتھ۔

الطبیعۃ :۔ وہ فعل یا حرکت جو بغیر ارادہ کے سرزد ہو۔ صوفیہ کے نزدیک طبیعت کے معنی ہیں وہ سرایت کرنے والی شیئی جو سرایت کرتی ہے تمام موجودات یعنی عقول و نفوس مجرد اور غیر مجرد اور تمام اجسام میں ، حکماء کے نزدیک یہ وہ قوت ہے جو شرف العباد ہے اور تمام اجسام میں جاری وساری ہے تاکہ اجسام کو ان کے کمال طبعی پر پہنچا دے تو جو حکماء کے نزدیک ہے وہ اسکی ایک قسم ہے۔ جو صوفیوں کے نزدیک ہے۔

طب الروحانیہ : قلوب کے کمال کی صورت میں ایک علم ہے جو دلوں کے امراض و آفات کو بیان کرتا ہے مع حفظ صحت و اعتدال کے اور دفع امراض وصحتِ کامل اور کمالات کے اعتدال سے بحث کرتا ہے۔
(اس میں تمام دلی امراض اور اس کے علاج سے بحث کی جاتی ہے اور اعتدال قلب اور حفظِ صحت کے اصول بیان کئے جاتے ہیں۔)

طبیب روحانی:۔ وہ شیخ ہے جو طب روحانی کا عارف ہو اور ارشاد و تکمیل پر قادر ہو۔ (طبیعت کو کمال پر پہنچا سکے)

الطبیعۃ الکلیہ:۔ یہ نفس رحمان ہے۔

الطریقۃ:۔ وہ سیرت جو سالک الی اللہ کے ساتھ مخصوص ہو از قسم قطع منازل و ترقی درجات و مراحل

الطراز الاول:۔ احکام الوہیت کا نام ہے۔

الطمس:۔ تمام رسوم کا فنا ہو جانا کلی طور پر صفات نور الانوار میں طمس ہے۔

شرف ظ

الظاھر الوجود و وجود الظاھر:۔ وہ حق کی تجلی و ظہور ہے صور ممکنات میں قبل وجود ظاہر کے تعینات اعیان ثابتہ میں پہلے اور تعینات خارجیہ میں دوبارہ۔ دوسری مراد ظاہر وجود سے حضرت وجود کی حیثیت عالیہ ہے۔

ظاھر العلم:۔ صور علمیہ کو کہتے ہیں۔

ظاھر الممکنات:۔ صور اعیان اور صفات الممکنات ہیں تجلی حق ہے۔ اس تجلی کو وجود اضافی کہتے ہیں نظاہر وجود بھی کہا جاتا ہے۔

الظل الظاھر:۔ ایک وجود اضافی ہے جو اعیان ممکنہ کے تعینات کے ساتھ ظاہر ہے۔ اور تعینات معدومات کے احکام کو بھی کہتے ہیں جو اسم النور کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اور یہ وہ وجود خارجی ہے جو اعیان ممکنہ سے منسوب ہے۔ صور اعیان میں جو نور ظاہر ہے وہ اعیان کی ظلمت عدمیہ کو چھپا لیتا ہے۔ اس طرح وہ نور سایہ بن جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ظل کے وجود کا ظہور نور سے ہے۔ (اگر نور نہ ہوتا تو سایہ نہ ہوتا) اور سایہ خود اپنے نفس میں معدوم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیۡفَ مَدَّ الظِّلَّ[1] (کیا تو نے اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سایہ کو دراز کیا) پس یہ وجود اضافی ہے جو اعیان ممکنات کو دیا گیا ہے کہ اس نور سے پہلے ظلمت عدم تھی۔

الظلمۃ:۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ ظلمت عدم نور کا نام ہے۔ یہ اسی کی شان ہے کہ جب چاہتا ہے اس کو منور فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ۔[2] اللہ ایمان لانے والوں کا ولی ہے جو ان کو ظلمات سے نکال کر عالم نور میں لاتا ہے۔

---

[1] پ۱۹ سورہ فرقان ۴۵ [2] پ۳ سورہ بقرہ ۲۵۷

ظلمت کا اطلاق کبھی علم بالذات پر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ غیر منکشف نہیں ہوتا۔

الظل الاوّل: عقل اول کو کہتے ہیں اس لیے کہ وہ اول عین (وجود) جو نور حق سے ظاہر ہوا اور جس نے صورت کثرت کو قبول کیا اور وحدت ذاتیہ کے شیون کا جس میں تعین ہوا وہی عقل اوّل ہے۔

ظل اللہ: انسان کامل ہے جو متحقق ہے حضرت واحدیت کے ساتھ۔ [۱]

ش‍رف ع

العالم: ظل وجود ثانی ہے۔ اور سلطان ظل اللہ وہی موجود ہے یعنی وجود حق، جو صور مجموع میں ظاہر ہے ظہور حق اور وجود ممکنات مسمیٰ ہے اسم غیر سے۔ اضافت وجود بہ ممکنات سوائے اس نسبت کے اور کوئی وجود نہیں ہے۔ وجود حقیقت میں عین حق ہے اور ممکنات ثابتہ اپنی عدمیّت کے ساتھ، حق سبحانہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں۔ اور یہ ممکنات وہ شیون ذاتیہ ہیں جو غیب الغیوب میں ہیں پس بہر طور عالم صورت حق ہے اور حق ہویت عالم ہے اور یہ تمام تعینات وجود واحد میں احکام اسم الظاہر ہیں حق کے اور اسم الظاہر مقام تجلی ہے اسم الباطن کا۔

عالم الجبروت: اسماء صفات الٰہیہ کے عالم کو کہتے ہیں۔

عالم الامر و عالم الملکوت و عالم الغیب: عالم ارواح و روحانیات ہیں جو امر حق سے موجود ہیں مادہ اور مدّت کے توسط کے بغیر۔

عالم الخلق و عالم الملک و عالم الشھادۃ: عالم اجسام و جسمانیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالم الخلق کو عالم الامر کے بعد پیدا فرمایا ہے مادہ اور زمان کے ساتھ۔

العارف: وہ صاحب نظر ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے خود کی ذات وصفات و افعال کا دیکھنے والا بنا دیا ہے اور اسکی یہ معرفت دیدہ ہو شنیدہ نہ ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: عارف کے لئے ہر سانس میں ایک ہزار شہید کا درجہ ہے اور شہداء آرزو کرتے ہیں کہ عارف ہو جائیں بسبب اس کے بلندی درجہ کو چاہتے ہیں۔

العارف العظیم القلب الکبیر العباد: عہد کا توڑ دینا ہے کہتے ہیں تو کرتے نہیں ہیں یا وعدہ کرتے ہیں تو وفا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (بڑا ناگوار ہے اللہ کے نزدیک یہ کہ کہو اس کو جو نہیں کرتے)

العبادت: انتہائی مسکینی و بے چارگی ہے ؎ شعر

دروازہ پہ ان کے ہوں پڑا خوار و حقیر   جیسے کوئی اِک بندۂ مسکین و فقیر

عبادت عام کے لئے ہے اور عبودیت خاص اور خاص الخاص کے لئے سلوک طریقت میں۔ خاص کی عبودیت حق کی بارگاہ میں سچے ارادہ کے ساتھ اپنی نسبت کا صحیح کرنا ہے اور خاص الخاص کی عبودیت یہ ہے کہ وہ مشاہدہ فرمائیں

---

[۱] جیسا کہ مولانا روم نے فرمایا ہے ؎ پیر کامل صورت ظل اللہ   یعنی دید پیر دید کبریا   [۲] پ ۲۸ الصف ۳

کہ سب قائم ہے حق کے ساتھ بندگی و تعبد میں اور یہ گروہ مقام احدیت فرق و جمع میں حق کے ساتھ ہے۔

العبادلۃ:- تجلیات اسمائیہ والے ہیں جب تحقق پائیں اسماء الٰہی کے کسی اسم کی حقیقت سے اور متصف ہوں اس صفت سے جو اس اسم کی حقیقت ہے۔ اور اپنے کو عبودیت سے اس اسم سے منسوب کیا ہو بسبب مشاہدہ کرنے ربوبیت کے اور وہ اسم ہر بندہ کا ایک نام کے ساتھ یہاں مخصوص ہے۔

عبداللہ:- حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عبداللہ وہ بندۂ کامل ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے تمام اسماء کیساتھ تجلی فرماتا ہے اور یہ نام اس وقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک اس بندے کا عین ثابت تمام اعیان ثابتہ کا جامع نہیں بن جاتا ایسا بندہ تمام بندوں میں اتم و اکمل ہوتا ہے اور یہ ولی کا ارفع و اعلیٰ مقام ہے کہ وہ تمام اوصاف الٰہی کے ساتھ اتصاف حاصل کرلے چنانچہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ اسم خاص ہے آپ کی ذات گرامی سے مخصوص ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ [1]

(اور بے شک کہ جب کھڑے ہوئے عبداللہ کہ دعا فرمائیں۔)

پس یہ اسم حقیقت میں حضور ہی کے لئے ہے اور آپ کے بعض وارثوں کے لئے خاص نیازمندی کے باعث اور ان حضرات پر جو غیر اقطاب ہیں اس اسم کا اطلاق بطور مجاز ہے اور اصحاب سلوک سے ایسا کوئی سالک نہیں ہے کہ وہ اسماء حق سے کسی اسم سے متصف نہ ہو، تمام بندے اسم الٰہی میں سے کسی نہ کسی اسم سے موسوم ہیں جیسے عبدالرزاق اور عبدالعزیز اس اسم کے معنے کے قرینے سے نام پاتا ہے۔ ہم نے اس بات کو یہاں مختصراً بیان کر دیا ہے۔

العبرۃ:- جو کچھ گذرے اس پر آدمیوں کی ظاہری حالتیں بھلی اور بری سے اور جو کچھ جاری ہے آدمیوں پر نفع و نقصان سے دنیا و آخرت میں ثواب و عذاب پر جو لوگوں کو ملے گا اور جزا میں اور بواطن و امور پوشیدہ پر تاکہ ظاہر ہو اس پر نتائج امور اور معرفت غیوب فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امرت ان یکون نطقے ذکرًا و صمتے فکرًا و نظرتی عبرۃ (میں مامور ہوں کہ میری گویائی ذکر ہو اور میرا سکوت فکر ہو اور میری نظر عبرت ہو) عبرت میں عبور داخل ہے ملاحظہ حکمت سے ظواہر خلقت میں دیکھنے سے حکمت حکیم کو ظاہر وجود میں باطن وجود تک یہاں تک کہ حق و صفات حق کو وہ تمام اشیاء میں مشاہدہ کرے:

العلم الاضافی:- وہی وجود علمی ہے۔

علم الیقین:- وہ جو طریق نظر و استدلال سے ہو۔

عین الیقین:- جو بطور کشف و عطا ہو۔

حق الیقین:- جو آلودگی خاک و گل سے جدا ہونے سے ہو۔ کہا گیا ہے کہ علم الیقین دنیا کے لئے اور

---

[1] پ ۲۹ سورہ جن ۱۹

عین الیقین خواص اولیاء کے لئے اور حق الیقین انبیاء کے لئے اور بعض صوفیہ نے کہا کہ علم الیقین تفرقہ کا حال ہے اور عین الیقین جمع کا حال ہے اور حق الیقین جمع الجمع کا حال ہے۔ کہا گیا ہے کہ علم الیقین عقیدہ ذہنیہ حقہ ہے بغیر تردد و اضطراب کے، اور عین الیقین مشاہدہ ہے بغیر حجاب کے اور حق الیقین ایک ہو جانا ہے بعد قرب کے اور فرمایا کہ عالم علم الیقین کے ساتھ چاہتا ہے عالم و علم و معلوم کو اور جب ترقی کی عین الیقین تک تو ہو گیا علم و معلوم، اور جب ترقی کی حق الیقین تک تو ہو گیا معلوم اور کچھ نہیں۔ علم الیقین وہ ہے جو دلیل نے دیا اور عین الیقین وہ ہے جس کو مشاہدہ و کشف نے عطا کیا اور حق الیقین وہ ہے جو حاصل ہوا اس چیز سے جس کا مقصود یہ مشہود ہے اور یہ اصطلاح صغیر سے ہے۔

العقیدہ :- اور وہ تصدیق قلبی ہے۔

العموم :- جو اشتراک سے صفات میں واقع ہوتا ہے۔

العدل :- وہ ایک بھید ہے جس پر آسمان و زمین اور جو اُن میں ہے قائم ہے۔

العقل العادی :- وہ عقل ہے جو وہم و خیال کی آمیزش سے امن میں نہیں ہے۔

العقل المحقق :- جو اُس کے مقابل ہے۔

العقاب :- علم ہے

العقل الاول :- عقل اول جبرئیل علیہ السلام ہیں اور یقین اول کو بھی کہتے ہیں۔

عقل کل :- بعض جبرئیلؑ کو اور بعض اسرافیل کو بھی کہتے ہیں۔

عقول :- عالم ارواح کے نفوس ہیں ملائکہ و اجسام سے اور عرش سے تحت الثریٰ تک عناصر و موالید سے۔

العماء السحاب :- اس رقیق بادل کو کہتے ہیں جو قدرے سورج کی روشنی کو چھپا دیتا ہے۔ یہ لغوی معنی ہیں۔ اصطلاح تصوف میں وہ تعین ہے جو جامع ہو تمام تعینات کا اجمالی طور پر۔ اس کو تعین اول بھی کہتے ہیں۔ یعنی اس سے حضرت واحدیت مراد لیتے ہیں۔

العلۃ :- عبارت ہے بندہ کی بقاء لذت سے عمل یا حال یا مقام میں یا اسم کا بقا ہے صفت کے ساتھ۔

العمدۃ معنویہ :- روح عالم و قلب عالم اور نفس عالم کو کہتے ہیں۔

العنقا :- کنایہ ہے ہیولیٰ سے باس لیے کہ ہیولیٰ عنقا کی طرح دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور ہیولیٰ بغیر صورت کے متشخص نہیں ہو سکتا۔ بظاہر موجود نہیں ہو سکتا۔ ہیولیٰ مطلقہ معقولہ تمام اجسام میں مشترک ہے۔

عوالم اللبس :- حضرت احدیت کی طرف سے تمام مراتب نازلہ کو کہتے ہیں اس لیے کہ ذات اقدس تنزل فرما کر تعینات کے ساتھ مراتب میں جلوہ فگن ہو کر متصف ہوئی صفات روحانیہ مثالیہ حیثیہ سے۔

العین الثابتۃ :- حقیقت شی حضرت علمیہ (الٰہی) میں جو ابھی موجود نہیں ہے بلکہ معدوم ہے۔ ثابت ہے علم الٰہی میں مرتبہ الثانیہ میں۔

عین الشیٔ :- عین اشیاء حق ہے۔

عین اللہ و عین العالم:۔ انسان کامل ہے جو حقیقتِ برزخیہ کبری کے ساتھ متحقق ہے اس لئے کہ اللہ تعالی اسکی نظر سے نظر فرماتا ہے عالم پر اور اسی کے وجود سے مخلوق پہ رحمت فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:۔
لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا)
چونکہ اللہ تعالی اسم (البصیر کے ساتھ متحقق ہے ناچار وہ دیکھتا ہے عالم تعین میں یہ اسم اور اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔

عین الحیوانات: اسم "الحی" کا باطن ہے اور اس کے بعد کہ تحقیق پائے حی سے اور چشمۂ حیات سے شربت پئے
العید: مایعود علی القلب من التجلی و وقت تجلی کیف کان۔ یعنی عید وہ کیفیت ہے جو تجلی کے وقت دل پہ عائد ہوتی ہے جیسا بھی ہو۔
عین الحکم:۔ زبان فرحت سے دعا کے وقت نہایت خصوصیت کا ظاہر کرنا ہے

شرف غ

الغراب:۔ جسم کلی سے کنایہ ہے اور جسم کلی حضرت احدیت کے عالم قدس سے بغایت دور ہے اس لیے اس کا ادراک نوریت اس بُعد کے ساتھ نہیں ہوسکتا اور غراب (کوا) بُعد و رنگ میں اس کے مانند ہے۔
الغشاوہ:۔ وہ چیز ہے جس کے باعث آئینہ دل مکدر ہو جائے۔
الغنی:۔ مالکِ تمام اغنی بالذات صرف ذاتِ حق تعالی ہے کہ حقیقت اشیا اس کی ملک ہے اور بندہ غنی وہ ہے جو حق کے ساتھ غنی ہو اور غیر حق سے مستغنی ہو پس جس کے پاس (ساتھ) حق ہے وہ سب کچھ رکھتا ہے بلکہ غیر حق کو نظروں میں نہیں لاتا۔ جب بندہ مطلوب کو پا لیتا ہے تو وہ شہود محبوب سے خوش ہو جاتا ہے۔ (شہود محبوب کی بشارت حاصل ہوتی ہے۔)
الغوث:۔ وہ قطب ہے کہ جب اس سے پناہ لی جاتی ہے تو اُس وقت وہ اسم غوث سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور چند نام اس کی ذات متبرکہ پر بولے گئے ہیں قطب اور قطب المدار اور انسان کامل اور جہانگیر اور مثل اس کے۔
الغربۃ:۔ بمقابلہ دوری وطن کے تلاش مقصود میں بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حال سے غربت اُس کی لازمی حقیقت ہے۔
غربۃ الحق:۔ معرفت غیب سے دہشت کی وجہ سے۔
غیبۃ القلب:۔ اُس علم سے جو جاری ہے احوال خلق سے جس کو مشغول کرلیتا ہے۔
الغیب:۔ ہر وہ چیز جس کو حق نے بندہ سے اس کی وجہ سے چھپایا نہ کہ اپنی طرف سے۔

غیب الھویۃ وغیب المطلق :۔ ذات حق ہے باعتبار لاتعین کے۔
الغیب المکون والغیب المصئون :۔ ذات اور کنہ ذات ہے
وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ [1] اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کا حق تھا۔
مصرعہ ؎ غیر او قدر او نمی داند غیر حق قدر حق کو کیا جانے
الغین الدین :۔ ایک صدا ور ردک ہے اور صد باریک پردہ ہے جو روشن ہوتا ہے تصفیہ سے اور زائل ہو جاتا ہے نور تجلی سے بواسطۂ بقاء ایمان کے اس کے ساتھ لیکن غین[4] شہود سے فراموشی ہے یا شہود سے پردہ میں ہو جانا ہے صحت اعتقاد کے ساتھ۔

ف

الفتوۃ :۔ یہ رتق کا مقابل ہے تفصیل ہے مادۂ مطلقہ کی مادۂ نوعیہ کی صورتوں میں مع ظہور اس کے جو باطن ہے حضرت واحدیت میں نسبت اسمائیہ سے اور ظاہر ہونے اس چیز کے جو پوشیدہ ہے ذات احدیت میں شیون ذاتیہ سے جیسے حقائق کونیہ تعین خارجی کے بعد۔
الفتوح :۔ جو کشادہ ہو بندہ پر بعد اس کے کہ بند تھا اس پر ظاہری و باطنی نعمتوں سے جیسے ارادتیں اور عبادتیں اور علوم اور معارف اور مکاشفے وغیرہا۔
الفتح القریب :۔ وہ چیز جو کشادہ ہو بندہ کے دل پر مقام دل سے اور ظاہر ہوں اس پر دل کے صفات و کمالات وقت طے کرنے اور قطع کرنے منازل نفس کے چنانچہ اسی مقام کا اشارہ ہے :
نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ [2] اللہ کی طرف سے مدد اور قریب آنے والی فتح
الفتح المبین : وہ چیز ہے جو کشادہ ہو بندہ پر مقام ولایت و تجلیات انوار اسماء الٰہیہ سے جو مٹا دینے والے ہیں دل کے صفات و کمالات کو اشارہ ہے اس حالت کی طرف قول اللہ تعالیٰ کا :۔
اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا [3] بے شک فتح دی ہم نے تمہارے لئے روشن فتح
یعنی صفات نفسیہ وقلبیہ کو۔
الفتح المطلق :۔ یہ تمام فتوحات (باطنی میں) اعلیٰ اکمل و اعظم ہے۔ اور یہ وہ کیفیت یا حال ہے جو بندہ کے لیے فتح کر دیتی ہے تجلیات ذات احدیت کو اور بندہ تمام رسوم خلقیہ کی فنا کے بعد عین جمع میں پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔

---

[1] پ ۲۴ سورہ زمر ۶۷ [2] پ ۲۸ الصف ۱۳ [3] پ ۲۶ الفتح ۱

[4] حضرت علی بن عثمان ہجویری قدس سرہ "کشف المحجوب" میں اس کی توضیح اس طرح فرماتے ہیں "غین" دل پہ ایک باریک پردہ ہوتا ہے جو استغنا سے اٹھ جاتا ہے اور یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک لطیف دوسرا غلیظ۔ غلیظ کا فروں اور غافلوں کے لئے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ [1] جب اللہ کی فتح اور مدد آئے

الفترت :۔ انکسار اور ضعف کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس حرارت کا ساکن ہو جانا ہے جو طالب کے لیے ہدایت میں لازم ہوتی ہے۔ (ہدایت میں طالب کی حرارت کا سکون فترت ہے)۔

الفرق الاوّل :۔ خلق کی وجہ سے حق سے احتجاب اور رسوم خلقیہ کا باقی رہنا فرق الاول ہے۔

الفرق الثانی :۔ تمام خلق کا شہود ہے حق کے ساتھ اور وہ کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت ہے اور غیر سے پردہ میں ہو جانا ہے بوجہ وحدانیت کے وحدت و کثرت سے۔

الفرقان :۔ عالم تفصیلی ہے جو فرق کرنے والا ہے حق و باطل کے درمیان اور قرآن علم لدنی اجمالی ہے جو تمام حقائق کا جامع ہے۔

فرق الجمع :۔ مراتب میں واحد کا اپنے ظہور میں کثیر ہونا اس سے مراد احدیت کا ظہور شیئون ہے۔

فرق الوصف :۔ ظہور ذات باعتبار احدیت ہے ان اوصاف کے ساتھ جو حضرت واحدیت میں ہیں

الفرق بین المتخلق والمتحقق :۔ متخلق وہ ہے جس نے بالقصد و بالارادہ اوصاف حمیدہ اور فضائل اخلاق کو حاصل کیا ہو اور کمینگیوں اور برائیوں سے پرہیز کیا ہو اور اس کے لئے اسمائے الہیہ ہیں اور متحقق وہ ہے یعنی متحقق باسمائے الہیہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف و اسماء کا مظہر بنایا ہو اور اس پر اپنے اسماء و اوصاف کی تجلی فرمائی ہو اور اخلاق و اوصاف [illegible] اس سے محو ہو گئے ہوں۔

الفرق بین الکمال والشرف والحسنہ :۔ کمال سے مراد اسمائے الہیہ اور حقائق کونیہ کا حصول ہے جس شخص میں ان اسمائے الہیہ اور حقائق کونیہ کا حفظ وافر موجود ہوگا اور ان کا ظہور [illegible] تمام ہوگا و جمعیت الہیہ تمام اسمائے صفات کے ساتھ اس میں جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اس کا کمال زیادہ ہوگا اور جس میں اسمائے الہیہ سے بہرہ کم اور ناقص ہوگا اتنا ہی وہ مرتبہ خلافت الہیہ سے بعید تر ہوگا۔ لیکن شرف عبارت ہے [illegible] درمیان کی چیزوں سے موجد اور موجود کے درمیان اور ہر شے کے اس کے اور حق کے درمیان وسائط کم ہوں اور اس کے احکام وجوب اس کے احکام امکان پر غالب ہوں تو وہ اغلب ہے اور اگر وسائط زیادہ ہوں اس کے اور حق کے درمیان تو احسن ہے تو عقل اول و ملائکہ مقربین انسان سے کامل اشرف ہیں اور انسان اُن سے زیادہ اکمل۔

الفطور :۔ خلق کی تمیز حق سے تعین اور توابع تعین کی وجہ سے۔

الفہوانیہ :۔ عالم مثال میں مکالمہ (اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى [2]) کے طریقہ پر حق کا خطاب ہے۔

الفیض الاقدس :۔ جملہ اعیان میں جو خود اس کے علم میں تھیں حق سبحانہ کا ظہور باعتبار ازل ان صور اعیان کی قابلیتوں اور ان کی قبول فیض کی استعداد کے ساتھ۔

---

[1] پ ۳۰ النصر ۱ [2] پ ۹ الاعراف ۱۷۲

الفیض المقدس:۔ عبارت ہے ظہور وجود حق تعالیٰ سے بست احکام و آثار و اعیان سے اور یہ دوسری تجلی ہے مرتب ہے تجلی اول پر یہ مرآۃ الحقائق سے منقول ہے جو حضرت قدوۃ الکبرا کی تصنیف ہے۔

شرف ق

القابلیتہ الاولیٰ:۔ اصل اصول ہے اور یہ تعین اول ہے۔

قابلیتہ الظہور: محبت اوّل ہے جس کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے۔ (جو اس حدیث قدسی کا مشارٌ الیہ ہے) فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف (چونکہ میں اس بات کو دوست رکھتا تھا۔ کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ پہچانیں)۔

قاب قوسین:۔ امر الٰہی (جس کا نام دائرہ وجود ہے) میں اسماء کے درمیان تقابل کے اعتبار سے قرب اسماء کو قاب قوسین کہتے ہیں۔ جس طرح بدام (تخلیق) و اعادہ، نزول و عروج، فاعلیتہ و قابلیتہ میں تقابل ہے یعنی یہ وہ اتحاد ہے حق کے ساتھ جس میں تمیز ذاتیہ و اعتبار یہ باقی رہتی ہے۔

قرب الفرائض:۔ ذات بندہ کا ذات حق میں فنا ہو جانا جب حق آلہ بندہ بن جاتا ہے (کہ اس کا کام حق کا کام ہوتا ہے) تو اس کو قرب الفرائض کہتے ہیں۔ اور اگر بندہ آلہ حق بن جاتا ہے تو اس کو قرب نوافل سے موسوم کیا جاتا ہے۔

القبض:۔ قبض و خوف و رجاء اور بسط کے درمیان فرق یہ ہے کہ خوف و رجاء کا تعلق متوقع، مرغوب و مکروہ امور سے ہوتا ہے (مرغوب سے رجا اور مکروہ سے خوف) لیکن قبض و بسط کا تعلق وقت حاضر سے ہے نہ کہ آئندہ سے (یعنی کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں)۔

القدم:۔ سابقہ ازلی اور عنایت لم یزلی ہے۔ اپنے اس حکم سے حق تعالیٰ بندہ کو کمال پر پہنچا دیتا ہے اور اس کی استعداد کو تمام و کمال کر دیتا ہے۔ بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ آخری عطا ہے۔ جیسا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا یزال جھنم یقول ھل من مزید حتیٰ یضع الجبار فیھا قدمہ فیقول قط قط (جہنم برابر یہ کہتا رہے گا کہ کچھ اور کچھ اور ڈالو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھے گا پس وہ کہے گا۔ بس! بس!!)

اس موہبت آخر کو قدم کہتے ہیں۔ کیونکہ قدم آخری عضو ہے کسی شے کی صورت کا اور یہ آخری عطا ہے حق تعالیٰ کے عطیوں سے کہ قریب فرماتا ہے بندہ کو کسی اسم سے کہ جب بندہ اتصال پاتا ہے تو کامل ہو جاتا ہے۔

قدم الصدق:۔ بے حد اور اعلیٰ درجہ کی لطف و کرم جو اللہ تعالیٰ اپنے صالح اور مخلص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الآخر) ؎۵

(مومنوں کو یہ خوش خبری پہنچا دیجئے کہ ان کے لیے ان کے رب کے نزدیک قدم صدق ہے)

القرب:۔ حق اور بندہ کے درمیان عہد سابق کو وفا کرنے کا نام "قرب" ہے۔

القشر القراد:۔ ھو العلم اللدنی الاجمالی الجامع للحقائق کلھا۔

قشر علم لدنی اجمالی ہے جو تمام حقائق کا جامع ہے۔ یعنی علم باطن مغز کی طرح ہے اور علم ظاہر پوست کی مانند ہے گویا قشر شریعت سے (مغز) طریقت کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور طریقت سے حقیقت کی حفاظت کی جاتی ہے اس لیے کہ جس کا حال طریقت شریعت سے محفوظ نہیں ہوتا (شریعت اس کی نگہداشت نہیں ہوتی) اس کا حال وانجام آخر کار وسوسہ اور خواہش نفسانی بن جاتا ہے۔ ونعوذ باللہ من الحور بعد الکور (میں ترقی کے بعد تنزل سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں؎۶) اور جو کوئی حقیقت کی حفاظت طریقت سے نہیں کرتا تو اس کی حقیقت میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ الحاد زندقہ تک پہنچ جاتا ہے۔

القطب:۔ وہ ایک ذات ہے جو تمام عالم میں ہر وقت اللہ تعالےٰ کی نظر کا محل ہے اور وہ قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔

القطبیۃ الکبریٰ:۔ قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے اور یہ باطن پیغمبر ہے۔ قطب الکبرا صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثان خاص ہی سے کسی کو یہ منصب ملتا ہے۔ پس قطب الاقطاب خاتم ولایت ہوتا ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن شریف پر (جس طرح آپ خاتم انبیاء ہیں اسی طرح آپ کے باطن شریف پر قطب الاقطاب خاتم ولایت ہوتا ہے)

القیامۃ:۔ موت کے بعد دائمی حیات کی طرف اٹھنا ہے اور یہ تین قسم پر ہے پہلی قیامت موت طبعی کے بعد حیات کی طرف اٹھنا ہے کسی ایک برزخ علوی یا سفلی میں موافق حال دنیا کے مردوں کے جیسا کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کما تبعثون تموتون وکما تموتون تبعثون (جس طرح تم مبعوث ہوئے مرو گے اور جس طرح مرو گے مبعوث ہو گے۔) اور یہ قیامت صغرا ہے جس کا اشارہ ہے قول من مات فقد قامت قیامتہ (جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی) اور دوسری قیامت موت کے دائمی قلبی زندگی کی طرف اٹھنا ہے عالم قدس میں جیسا کہ فرمایا کہ ارادہ سے مر جاؤ تاکہ طبیعت سے ہائی

؎۵ پ ۱۱ یونس ۲

؎۶ تصوف پر تنقید کرنے والے کاش اس قول کو پیش نظر رکھتے۔ کاش ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے ان اقوال کا مطالعہ کیا ہوتا۔ مترجم

پاؤ اور یہ قیامت وسطیٰ ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے او من کان میتا فاحیینا۔ (کیا جو تھا مردار تو زندہ فرمایا ہم نے) یہ نور ولایت بنایا گیا ہے اور تیسری قیامت اٹھنا ہے حق تعالیٰ میں فنا ہونے کے بعد حقیقی حیات کی طرف بقا بالحق کے وقت اور یہ قیامت کبریٰ ہے جس کا اشارہ کیا گیا ہے:۔
فاذا جاءت الطامۃ الکبریٰ (پس جب آئی قیامت کبریٰ)

القلب:۔ ایک نورانی جوہر مجرد ہے جو روح و نفس کے درمیان واقع ہے یہ جوہر انسانیت سے متحقق ہوجاتا ہے حکمانے اس جوہر کو مرکب تسلیم کیا ہے اور اس کو نفس و بدن میں متوسط سمجھتے ہیں اور اس کو قرآن پاک میں الزجاجہ (شیشہ، کانچ) کے مثل بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد ربانی میں ہے:
اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ[1]
ترجمہ:۔ اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے اور وہ چراغ فانوس میں ہے۔

القوامع:۔ مقتضیات طبع و نفس و ہوا سے باز رکھنے والے موانع ہیں۔ قوامع اسماء الٰہیہ کی امداد ہیں اور سیر فی اللہ میں تائیدات الٰہی ہیں اہل عنایت پر۔

ش ر ف ک

الکتاب المبین:۔ لوح محفوظ کو کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے[2] وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (ہر خشک اور ہر تر لوح محفوظ میں موجود ہے)۔

الکل:۔ حضرت واحدیت الٰہیہ کے اعتبار سے اسم حق ہے جو تمام اسماء کا جامع ہے اور اسی اعتبار سے کہا گیا ہے
اَحَدٌ بِالذَّاتِ وَکُلٌّ بِالْاَسْمَاءِ (ذات کے اعتبار سے احد اور اسماء کے لحاظ سے کل)۔

الکلمۃ:۔ ماہیات و اعیان و حقائق موجودات خارجیہ کے سوا احد سے مراد ہے لیکن معقولات خاص ہیں کلمہ معنویہ کے ساتھ اور کلمہ وجودیہ سے علیحدہ اور کلمہ تامہ سے جدا مجرد۔ وہ ماہیت جو باعتبار وجود اور لوازم وجود کے ہے اسکو حرف غیبیہ کہتے ہیں اور اگر ماہیت اپنے لوازم (وجود) کے ساتھ ہے تو اسے کلمہ غیبیہ کہتے ہیں اور اگر ماہیت وجود بے لوازم کے ساتھ ہو تو اسے حرف وجودیہ کہتے ہیں۔

کلمہ آنحضرت:۔ کلمہ کن کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ[3]
(اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس کو فرمائے ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتی ہے)۔
کلمہ کن مع صورت میں ارادت کلیہ ہے وہ ارادہ کرنے والے کے ارادہ کا تعلق ہے مرادکے ہونے سے۔

[1] پ ۱۸ النور ۳۵ [2] پ ۷ الانعام ۵۹ [3] پ ۲۲ یٰس ۲۲

کمال ذاتی: ذات کا ظہور ہے اپنے بطون میں اور اندراج الکل ہے اس کی وحدت میں اسکی تمام صورتوں اور احکام کے ساتھ جو مراتب الٰہیہ کونیہ میں مشاہدہ میں آتے ہیں اور ثابت ہوتے ہیں اور ظہور میں آتے ہیں اور اسی اعتبار سے کمال ذاتی ظہور موجودات سے مستغنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۝ (اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے مستغنی ہے) بعض ارباب طریقت فرماتے ہیں کہ کمال ذاتی تعین اول میں ہے اور کمال اسمائی تعین ثانی میں۔

کمال اسمائی: ظہور ذات ہے تعینات میں موافق معلومات علمیہ کے صور خارجیہ میں جو آئینہ صفات ہیں اور موسوم ہیں غیر و سوا سے تو شے کا ہونا اس کا ہونا ہے شے میں بالقوہ

الکشف: کشف سے مراد وہ عقیدۂ یقینیہ ہے جو قطع علائق کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ خداوند کی طرف متوجہ کامل ہو۔ کشفِ نظام جمع سے پہلے ہے اس لیے کہ کشف جمع کو فرق کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔

الکنز المخفی: ھویت احدیت مکنون در غیب (غیب میں پوشیدہ ہویت احدیت) یہی ہویت ہر باطن کا بطون ہے۔

الکنود: شریعت میں تارک فرائض ہے اور طریقت میں تارک فضائل ہے در حقیقت میں وہ نادان ہے جو اس چیز کا خواہاں ہو جس کو خدا نہیں چاہتا اور جو مشیت حق میں حق سے نزاع کرتا ہے اور نعمت حق کا حق شناس نہیں ہے۔

کون الفطور: بغیر مشیت ہے اور یہاں فطور حق سے تعین کی وجہ سے خلق کی تمیز ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں تکثیر واحدی جو حق ہے تمیز تعینات کے باعث موجب تفرقہ جمعیت الٰہیہ واحدیہ ذاتیہ نہیں ہے۔

کوکب الصبح: پہلا نور جو تجلیات و اطلاق سے رخ کرتا ہے اس مظہر پر جو نفس کلیہ کی مظہریت کے ساتھ متحقق ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا[1] (پس جب ان پر رات کا اندھیرا آیا (یعنی کچھ رات بھیگی) تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا)

الکیمیا: موجود پر قناعت اور مفقود کے لیے تشویش کو ترک کر دینا۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں القناعت کنزٌ لایفنی (قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا)۔

کیمیائے سعادت: اخلاق کی درستگی ہے کمینگیوں سے بچنے اور نفس کو برائیوں سے پاک کرنے اور فضیلتوں کے حاصل کرنے اور زیور کمالات سے آراستہ ہونے سے۔

کیمیاء العلوم: باقی رہنے والی اُخروی پونجی کو بعوض دنیوی مٹنے والی تھوڑی چیز کے بدل لینا ہے۔

---

[1] پ ۱۰ عنکبوت ۶ [2] پ ۷ انعام ۷۶

کیمیاء الخواص :۔ دل کا خالص کر لینا ہے کون سے مکون کے پردہ میں۔

شرف ل

اللائح :۔ جو نور تجلی سے ظاہر ہو پھر پوشیدہ ہو جائے اور اسکو بارقہ اور خطرہ بھی کہتے ہیں۔

اللاھوت :۔ وہ حیات جو تمام اشیاء میں جاری و ساری ہے اور اس کو عالم احدیت بھی کہا گیا ہے بعض نے اس کا اطلاق وحدت پر کیا ہے اور بعض نے کہا کہ ناسوت اس کا محل ہے اور یہ روح ہے۔

اللب :۔ وہ عقل جو نور قدس سے منور ہو اور اوہام و تخیلات کے قصور سے پاک صاف ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ [1]

ترجمہ :۔ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

لبُّ اللّب :۔ مادۂ نور الہٰی قدیم ہے جس کے باعث عقل تائید پاتی ہے اور تخلیات و اوہام کے قصور سے باہر آ کر علوم صحیحہ کا ادراک کرتی ہے، جو بالا ہیں اس مدرک کے ادراک سے جس کا دل کون سے لگاؤ رکھتا ہے اور یہ علم محفوظ ہے اُس عالم کی سمجھ سے جو پردہ میں ہے علم رسمی کے اور وہ حسن سابقہ سے ہے جو مقتضی ہے حسن خاتمہ کا۔

اللبس :۔ یہ وہ صور عنصریہ ہیں جو حقائق روحانیہ کا لباس ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ [2] (اور اگر ہم فرشتہ کو نبی بناتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں)

اور اسی لبس کی وجہ سے حقیقۃ الحقائق صور انسانیہ ہیں، جیسا کہ اس کلام قدسی میں اشارہ فرمایا گیا ہے اَولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری (اولیا میری قبا کے نیچے ہیں اور ان کو میرے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا)

اور اللبس وہ ہے جس سے پند الہٰی واقع ہو ان کانوں کو جو یاد کرنے والے ہیں اسکو۔ جس کا ارادہ فرماتا ہے کہ ان کو سکھائے۔

لسان الحق انسان کامل ہے جو مظہریت اسم المتکلم سے متحقق ہو۔

اللطیفہ :۔ وہ اشارہ جسکے معنے دقیق ہوں مگر اُس اشارہ سے ایک معنی فہم میں روشن ہو جو عبارت میں نہ آ سکے۔

اللطیفہ الانسانیہ :۔ لطیفہ انسانیہ کو حکماء نفس ناطقہ سے تعبیر کرتے ہیں اور صاحب دل حضرات "دل" کو کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں روح کا تنزل ہے نفس کے مرتبہ قریبہ کی طرف۔ اس کو نفس سے ایک اعتبار

---

[1] پ ۲۳ الزمر ۹ [2] پ ۷ انعام ۹

سے مناسبت ہے اور ایک اعتبار سے روح سے مناسبت ہے اگر وجہ اول موجود ہو تو اس لطیفہ انسانیہ کو صدر کہتے ہیں۔ اور اگر وجہ ثانی موجود ہو تو پھر اس کو دل کہتے ہیں۔

اللوح :۔ وہ کتاب مبین ہے اور نفس کلیہ کو کہتے ہیں۔

اللوائح :۔ بجلی کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور فوراً چھپ جاتا ہے۔ لوائح لائحہ کی جمع ہے اس کا اطلاق اس شئی پر کیا جاتا ہے جو حس کے لیے عالم مثال سے ظاہر ہو اور یہ کشف صوری سے ہے لیکن پہلے معنی کے لحاظ سے لائحہ کشف معنوی سے ہے جناب قدس سے۔

اللوامع :۔ روشن انوار جو مبتدی کے لئے پیدا ہوتے ہیں کمزور نفس والوں پر یہ نور عالم خیال سے حس مشترک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہ اس کا حواس ظاہر سے مشاہدہ کرتے ہیں اور ان انوار کو مثل تاروں اور چاند سورج کے انوار کی طرح دیکھتے ہیں اور ان انوار سے ان کا ماحول روشن ہو جاتا ہے اگر یہ انوار قہر ہیں تو سرخ رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں اور اگر انوار لطف کے غلبے سے ہیں تو زرد اور سبز رنگ میں نظر آتے ہیں۔

لیلۃ القدر :۔ وہ رات ہے جو سالک کو تجلی خاص سے مشرف کراتی ہے تاکہ وہ اس تجلی کی بنا پر اپنے قدر و مرتبہ کو پہچان سکے جو محبوب کی نظر میں ہے۔ اور یہ وقت سالک کے وصول کی ابتداء ہے عین جمع تک اور اہل کمال کے لیے معرفت میں ایک مقام ہے (یعنی اہل کمال کا معرفت میں یہ ایک مقام ہے)۔

حرف م

المسالك والمملوك لاجلہ :۔ عمل معنوی میں سب سے عظیم عمل ہے اور یہ انسان کامل کی حقیقت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی) لولاك لما خلقت الافلاك (اگر آپ کی ذات مقصود نہ ہوتی تو یقیناً افلاک کو پیدا نہ کرتا) شیخ ابو طالب مکی قدس سرہ اپنی تصنیف "قوت القلوب" میں فرماتے ہیں "افلاک دائرہ ہیں بنی آدم کے انفاس کے ساتھ ساتھ" شیخ اکبر (محی الدین عربی) کا بھی یہی ارشاد ہے۔

ماء القدس :۔ وہ علم ہے جو نفس کو پاک کرتا ہے طبیعتوں کے میل سے اور خواہش کی برائیوں کی نجاست سے یا شہود حقیقی ہے تجلی قدیم کا جو حدث کو دفع کرنے والا ہے۔

المبدائیہ :۔ یہ محض ایک اضافت ہے ذات صمدیت کی تقدیم کے اعتبار سے حضرت واحدیت کے ساتھ کہ تمام تعینات کا منشاء یہی ہے اور اسماء و صفات و اضافات و اعتبارات عقلیہ کی ایک نسبت ہے۔

المبداء:- اعتبارات واضافات اور نسبتوں کا سرچشمہ وخزانہ ہے ظاہر وجود وباطن ہے میدانِ تعلقات واذہان ہیں۔ اور وجود مطلق واحد واجب العبادات ہے تعین وجود سے نسبتِ علمیہ ذاتیہ میں اور اس نسبت کی حیثیت سے محقق حق کو مبداء کہتے ہیں۔

مبادی النہایات:- عبادت کے فروض (فرائض) ہیں جیسے۔ نماز، روزہ وغیرہ نہایت صلوٰۃ کمال قرب ہے اور حقیقت سے واصل کرنے والی ہے۔ اسی طرح نہایت زکوٰۃ از روئے صدق و اخلاص مشغولیت حق ہیں غیر حق کا بدل ہے (غیر حق سے تعلق ختم کر دینا) نہایت صوم رک جانا ہے یا خود کو روک لینا ہے رسوم خلقیہ سے اس طرح کہ ذات حق میں فنا ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی) الصوم لی وانا اجزی بہ (روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اسکی جزا ہوں) اسی طرح نہایت حج یہ ہے کہ معرفت کا وصول ہوا در بقا بعد از فنا کا تحقق ہو اسلئے کہ تمام مناسک حج جو وضع کئے گئے ہیں وہ منازل سالک کو اس مقام احدیت تک پہنچا دیتے ہیں جہاں جمع وفرق موجود ہے۔

المبادی الاول:- جیسے عقل کل ونفس کل اور دوسرے نزول کے مراتب نوع اخیر تک۔

مبنی التصوف:- بروایت ابو محمد رویم[۵۱] تین خصلتیں ہیں فقر واحتیاج اور صرف و ایثار اور ترک اعتراض واختیار۔

المتحقق بالحق:- وہ محقق ہے جو حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے ہر متعین میں بغیر اس کے تعین کے کیونکہ اللہ تعالیٰ اگرچہ مشہود ہے ہر مقید میں اس کے اسم یا صفت یا اعتبار یا حیثیت سے وہ محصور نہیں ہوتا ان مقیدات میں اور نہ مقید ہوتا ہے اس تقید سے، یہ تقید نہ اطلاق ہے اور نہ تقید۔

المتحقق بالحق والخلق:- وہ صاحب نظر جو اس امر کا مطالعہ کرے کہ ہر مطلق وجود میں اپنے تقید کی کوئی وجہ رکھتا ہے اور ہر مقید کی اطلاق کے ساتھ ایک وجہ موجود ہے اور وہ اس امر کا بھی مشاہدہ کرے کہ وجود حقیقی ایک ہے اسکی وجہ وجہ مطلق ہے اور ایک وجہ سے مقید ہے اس منظر کا مشاہدہ بطریق ذوق کے متحقق ہوتا ہے حق اور خلق کے ساتھ اسی طرح فنا وبقاء کے ساتھ۔

المجذوب[۵۲]:- وہ شخص ہے جس کو حق تعالیٰ اپنے لیے قبول فرمائے اور اپنی بارگاہ انس کے لیے اس کو اختیار فرما لے اور اپنے باب متقدس سے اس کو تقدیس عطا فرما کر مقدس بنا دے اور تمام نعمتیں اس کو اس طرح عطا فرما دے کہ وہ تمام مقامات کو بغیر کسی تکلیف ومشقت وطلب کے طے کرے۔ اس فقیر البغی حضرت

---

۵۱ شیخ الشیوخ رویم ابن احمد المتوفی ۳۰۳ھ تفصیل کے لیے دیکھیئے نفحات الانس از حضرت جامی قدس سرہ وطبقات الصوفیہ

۵۲ کتاب التعریفات میں مجذوب کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔ کہ مجذوب وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ بندوں میں سے چن لے اور وہ بغیر جہد وکوشش کے تمام مراتب ومقامات عالیہ پر پہنچ جائے (للتعریفات)

اشرف سمنانی (قدوۃ الکبرا) کے خیال ہیں چونکہ مجذوب مقامات کلیہ کو طے نہیں کرتا ہے اس لیے اس کو مشیخت اور اقتدائی کے لیے مناسب خیال نہیں کیا گیا (وہ مقتدا اور شیخ نہیں بن سکتا) مجذوب کے مراتب چہارگانہ ان شاء اللہ آئندہ بیان کیے جائیں گے۔

المجالی الکلیہ والمطالع الاصلیہ والمنصات:۔ یہ مفاتح الغیوب کے مظاہر ہیں اور یہ پانچ ہیں اول مرتبۂ وحدت ہے جو تعین اولی ہے کہ اس کے اوپر مرتبہ لاتعین و اطلاق اور احدیت صرف کا ہے۔ ثانی مرتبہ واحدیت کہ تعین دوم ہے، سوم ارواح ہیں چہارم امثال اور پنجم اجسام۔

مجمع البحرین:۔ بارگاہ قاب قوسین ہے بحر وجوب و امکان کے اجتماع کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ بارگاہ جمع الوجود ہے باعتبار جمع ہونے اسمار الٰہیہ و حقائق کونیہ کے۔

مجمع الاھوام:۔ بارگاہ جمال مطلق ہے کہ کوئی خواہش بغیر اس جمال کے میلان نہیں کرتی مگر اس کے التفات سے۔

مجمع الاضداد:۔ یہ ہویت مطلق اضداد ہے

المحبۃ الاصلیۃ:۔ محبت ذاتیہ ہے یعنی خود اپنا محبوب ہے اور خود اپنا محب ہے اور یہ محبت اصلیہ تمام اقسام محبت کی اصل ہے، دوست کے درمیان جو دوستی ہوتی ہے تو یا ذات میں مناسبت کی وجہ سے یا طرفین کی وجہ سے یا متحد ہونے کی وجہ سے وصف ہیں یا مرتبہ ہیں یا حال ہیں یا فعل ہیں اور اگاوں نے کہا ہے کہ محبت تو محبوب کی محبت ہے۔

المحفوظ:۔ وہ ہے جس کی حفاظت مخالفتِ قول و فعل اور ارادت میں حفیظ مطلق فرماتا ہو تاکہ وہ جو کچھ کہے یا کرے یا وہ جو چاہے وہ حق کو پسند ہو اور وہ نہ چاہے مگر اس کو جسے خدا چاہے۔

محو ارباب الظواھر:۔ اوصاف عادات کو اور بری خصلتوں کو ہٹانا ہے اور اس کے مقابل اثبات ہے اور وہ احکام عادات کو قائم کرنا اور اخلاق پسندیدہ کو حاصل کرنا ہے۔

محو ارباب السرائر:۔ علتوں اور آفتوں کو زائل کرنا ہے اور یہ اثبات بندہ کے اخلاق و رسوم افعال و اوصاف کے رفع کرنے سے ہے، حق کے افعال و اخلاق و صفات کی تجلیوں سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی) کنت سمعہ الذی یسمع بہ (میں بندہ کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے) (محو ارباب السرائر کا یہ وصف ہے۔)

محو الجمع ومحو الحقیقی:۔ وحدت میں کثرت کا فنا ہو جانا۔

محو العبودیہ ومحو عین العبدیہ:۔ اعیان کی طرف وجود کی اضافت کو ساقط کر دینا ہے کیونکہ اعیان شیون ذاتیہ ہیں ظاہر حضرت واحدیت ہیں بحکم عالمیت کے اور اعیان معلومات ہمیشہ معدوم العین ہیں اور وجود حق ہے ظاہر آئینہ اعیان ہیں اور آئینہ باعتبار وجود عین نظر آتا ہے اور اعیان

اس بنا پر کہ ممکنات ہیں معدوم ہیں اور اعیان ممکنات کے لئے آثار ہیں اُس وجود میں جو ظاہر ہے اعیان میں اور وجود عین حق ہے اور وجود کی نسبت اعیان کی طرف ایک اعتباری نسبت ہے اور افعال و تاثیرات وجود کے تابع ہیں اور اعیان معدوم اور معدوم نہ مؤثر ہو سکتا ہے نہ فاعل بلکہ موجود حق ہے۔ تعالیٰ شانہ وجل جلالہ ایک اعتبار سے حامد اور ایک اعتبار سے محمود، پس حق ہے جو عابد ہے باعتبار تعین و تقید کے صورت عبد میں اور وہ ایک شان ہے شیون ذاتیہ سے اور حق معبود ہے باعتبار اطلاق کے اور ذات عبد نے عدم اصلیہ میں جگہ پائی وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى[1] (اور نہیں پھینکا تم نے جب کہ پھینکا تم نے لیکن اللہ نے پھینکا۔) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:۔ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ (نہیں ہوتی سرگوشی تین لوگوں کی مگر وہ اُن کا چوتھا ہے اور نہ پانچ کی مگر وہ اُن کا چھٹا ہے اور نہ کم کی اس سے اور نہ زیادہ کی مگر وہ اُن کے ساتھ ہے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ[3] (بے شک کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین کا ایک ہے۔) پہلی آیت میں اثبات فرمایا کہ چوتھا ہے تین کا دوسری آیت میں تین کے دوسرے تیسرے کی نفی فرمائی کیونکہ اگر کوئی ایک تین سے وہ ہوتا تو ممکن ہوتا ان کی طرح اسکی شان اُس سے پاک و برتر ہے ہاں اگر چوتھا ہو تو تین کے سوا ہو، باعتبار حقیقت کے اور عین اُن تین کا ہو باعتبار وجود کے یا غیر ہو باعتبار تعینات غیر کے اور عین غیر ہو باعتبار حقیقت عین کے۔

المحق:۔ وجود عبد کا ذات حق میں فنا ہو جانا۔ جس طرح محو ہے کہ افعال عبد کا فعل حق میں فنا ہو جانا ہے۔ اسی طرح وجود عبد کا ذات حق میں فنا ہو جانا محق ہے۔ طمس صفات حق میں بندہ کی صفات کا فنا ہو جانا ہے۔ ہر وہ فعل جو کسی شیئ سے صادر ہوا اس کو فاعل مطلق (فعال لما یرید) کا فعل سمجھنا، دوسرے یہ کہ ہر صفت جو کسی موصوف میں پائی جائے اس میں صفات حق کا مشاہدہ کرنا۔ اور طمس وجود نہ پائے غیر وجود حق کے۔

المحاضرہ:۔ حق کے ساتھ دل کی حضوری ہے اس طرح کہ اسمائے حق تعالیٰ و تقدس سے فیض حاصل کیا جائے

المحاذات:۔ غیر حق کو فراموش کر کے بندہ کا حاضر ہونا ہے ذات حق کے ساتھ مراقبہ میں۔

المحادثہ:۔ عالم ملک سے کسی صورت میں ظاہر ہو کر بندہ سے حق تعالیٰ کا خطاب فرمانا جس طرح شجرۃ الطور سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا۔

المخدع:۔ مقام سر قطب ہے افراد و اصلین سے۔

المدد الوجودی:۔ حق تعالیٰ موجودات کی مدد فرماتا ہے نفس رحمانی سے وجود میں تاکہ ترجیح دیتا ہے وجود عالم کو عدم عالم پر اور وہ تحلیل ہوتے میں بدل دیتا ہے غذا سے اور نفس کو مدد عطا فرماتا ہے ہوا سے جو

---

[1] پ ۹ الانفال ۱۷ [2] پ ۲۸ المجادلہ ۷ [3] پ ۶ المائدہ ۷۳

ظاہر و محسوس ہے لیکن جمادات و افلاک و روحانیات تو عقل حکم کرتی ہے ان کے وجود کے رجحان کی ہمیشگی پر مرجح کی وجہ سے اور مشاہدہ حکم کرتا ہے کہ ہر ممکن ہر آن میں خلق جدید ہے جیسا کہ فرمایا :-

بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ[1] (بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں)

المراتب کلیۃ :- اول مرتبہ ذات احدیت ہے دوم مرتبہ حضرت الٰہیہ ہے اس کا نام مرتبہ حضرت واحدیت ہے سوم مرتبہ ارواح مجردہ، چہارم مرتبہ نفوس عالم جسے عالم ملکوت و عالم مثال بھی کہتے ہیں پنجم مرتبہ ملک ہے جسے عالم شہادت بھی کہتے ہیں ششم مرتبہ کون و جامع یعنی انسان کامل جو مجلی ہے تمام مجموع اور تمام صور کا۔ اس طرح یہ مجالی یا مراتب جو پانچ کہے جاتے ہیں دراصل چھ ہیں۔ اس لئے کہ مجالی مظہر ہیں اور مظہر ہی سے مراتب ظاہر ہوتے ہیں۔ ذات احدیت کے مجلی چھ ہیں یہ واضح رہے کہ ذات احدیت میں تعداد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ اعتبار ذات احدیت ہی اعتبار کا سبب ہے کیونکہ عالمیہ اور معلومیہ اور اس مرتبہ کے تنزلات تمام مراتب کی اصل ہیں اور اس مرتبہ کے علاوہ مجالی باطن ہے یا ظاہر اور ذات احدیت کی مجلی انسان کامل ہے۔

مرأت الکون :- وجود و حدانیت کا وہ مضاف ہے جس میں تمام اکوان اور ان کے اوصاف و احکام ظاہر ہوتے ہیں اور وہ خود ظہور اکوان کے باعث مخفی و مستور ہو جس طرح آئینہ کا جمال اور روحیہ مرأۃ ظہور صور (صورتوں کے ظہور) کے باعث پوشیدہ رہتا ہے۔

مراۃ الوجود :- وہ تعینات جو شئون باطنہ سے منسوب ہیں اور اکوان شئون کی صورتیں ہیں اور شئون تعینات کے ساتھ وہ وجود متعین ہے جو وجود کے آئینہ میں شئون کی ظاہری صورتیں ہیں وجود واحد ان صور اکوان میں متعین ہے۔

مراۃ الحضرتین :- حضرت وجوب و امکان، اور آئینہ حضرتین انسان کامل ہے کہ وہ حضرت الٰہیہ کا آئینہ ہے جو مظہر ذات ہے اپنے تمام اسماء کے ساتھ۔

المسافرۃ :- بندہ کے لئے ہے سِرّ میں اور عرف میں رات کی گفتگو ہے۔

مسالک جوامع الاثنینیۃ :- اسمائے ذاتیہ کے ساتھ ذکر ذات ہے بغیر اسماء وصفیہ و فعلیہ کے بلکہ عارف اسمائے ذاتیہ کے ساتھ اور ذاکر کا شہود اسماء ذاتیہ ذات ہے اور ذات مطلق ہے جو تمام اسماء کی اصل ہے اور تعظیم مطلق کے وجود کی اصل ہے جس میں تمام اوصاف حق شامل ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ثنا کی جائے اس کے علم یا وجود یا قدرت کے ساتھ تو گویا ان اوصاف کے ساتھ اس کو مقید کر دیا گیا۔ اور حق کی ثنا اگر اسماء ذاتیہ سے کہیں جیسے قدوس اور سبوح اور سلام اور غنی اور اسی طرح کے دوسرے اسماء تو حق کی ثنا اور مجموع اسماء کہہ دیا گیا

مستوی الاسم الاعظم :- بیت الحرام ہے جو حق کے ساتھ وسعت پذیر ہے، یعنی کامل صاحب دل کا دل ہے۔

---

[1] پ ۲۶ سورہ ق ۱۵

المعرفت: حضرت واحدیت ہے جو تمام اسماء الہیہ کا منشا ہے۔

المستہلک: ذات احدیت میں فنا ہو جانے والا اس طرح کہ اس سے کوئی رسم باقی نہ رہے۔

المسئلۃ الغامضہ: اعیان ثابتہ ہیں کہ صور اسمائے الہیہ حضرت علمیہ میں وجود کی احدیت کے اعتبار سے عین واجب الوجود ہیں۔

المستریح: وہ بندہ ہے جس کو خداوند تعالیٰ سِرِّ قدر سے مطلع فرمادے اور اس طرح وہ یہ مطالعہ کرے کہ جو کچھ مقدور ہے اس کا وقت معلوم پر وقوع پذیر ہونا واجب ہوگا اور جو کچھ مقدور نہیں ہے اس کا وقوع ممتنع اور محال ہے جیساکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ المقدور کائن (جو مقدور ہے وہ ہوگا)

مشارق شمس الحقیقت: عین احدیت میں فنائے کامل سے پہلے تجلیات ذات کا نام ہے۔

مشارق الفتح: یہ تجلیات اسمائیہ ہیں اور تجلیات اسمائیہ اسرار غیب اور تجلیات ذات کی کنجیاں ہیں۔

مشرق الضمائر: وہ منور جس کو اللہ تعالیٰ آگاہی فرمادے آدمیوں کے دلوں پر اسم الباطن کے نور تجلی کی بزرگی سے۔ جیساکہ شیخ ابوسعید ابوالخیر دلوں پر مطلع تھے۔

المضاھات بین الشیون والحقائق: حقائق کونیہ کی ترتیب ہے حقائق الٰہیہ پر جو اسماء ہیں کہ ان اسماء کی ترتیب جب شیون ذاتیہ پر ہوگی تو یقیناً یہ اکوان ظلال اسماء ہوں گے اور اسماء ظلال شیون

المضاھات بین الاکوان: اکوان کی نسبت ہے حضرات ثلاثہ یعنی حضرت وجوب وحضرت امکان و حضرت جمع بین الوجوب والامکان سے۔ جو کچھ اکوان میں موجود ہے وجوب کے ساتھ اس کی نسبت جس قدر زیادہ قوی ہوگی اتنا ہی وہ اشرف واعلیٰ ہوگا جیساکہ ملکیہ و روحیہ وبسیطہ فلکیہ اگر یہی نسبت امکان کے ساتھ قوی ہوگی تو پھر اتنا ہی اخس اور ادنیٰ ہوگا جیساکہ سفلیہ عنصریہ وبسیطہ ومرکبہ اور جس کی نسبت حضرت جمع سے زیادہ ہوگی وہ حقیقت انسانیہ ہوگی۔ اور ہر انسان جو امکان کی طرف زیادہ مائل ہوگا اور احکام کثرت کا اس میں غلبہ ہوگا وہ کافروں اور محجوبوں میں شمار ہوگا اور اگر وجوب کی طرف اس کا میلان زیادہ ہوگا اور احکام وحدت کا اس پر غلبہ ہوگا اس کا شمار سابقین وصدیقین میں ہوگا جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ، اور اگر یہ میلان برابر اور مساوی ہوگا تو پھر دنیا میں اس پر کان مقتصراً من المومنین (وہ ایمان لانے والوں میں مقدار پر صبر کرنے والا تھا) کا اطلاق ہوگا اور باعتبار اختلاف کے دو طرفوں میں سے کسی ایک طرف اگر جھکاؤ ہے تو ان پر یہ ارشاد صادق آئے گا۔ اختلف المومنون فی قوت الایمان وضعفہ (مختلف ہیں ایمان کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے ایمان والے)

المطالعہ: عارفوں کے لئے حکم سلطانی (حکم خداوندی) کے ابتدائی توقیعات (فرامین) ہیں اور عارفوں سے سوال ہونے سے اس کے بارے میں جو راجع ہو حوادث ومطالع کی طرف بولا جاتا ہے نورانیت مشاہدہ پر زمانہ انوار فرمان اور اسکی چمک کی ابتداء میں۔

المطلع:۔ قرآن پاک کی تلاوت کے وقت (جو ذات خداوندی کا کلام ہے) متکلم کا شہود ہے جو اس صفت کلام کے ساتھ متجلی ہے جس کا مورد وہ آیت ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا لقد تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ ولکن لا یبصرون بصفۃ الٰہیۃ ھی مصدق تلک الایۃ (اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اپنے بندوں کے لئے جلوہ فرما ہوتا ہے لیکن وہ اسے دیکھتے نہیں صفت الٰہیہ سے جو اس آیت کے موجب ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز مسجد میں امام موصوف پر حال طاری ہو گیا اور وہ سجدہ میں گر کر خاموش ہو گئے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو ان سے اس کیفیت کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا مازلت اکرر ایتہ حتی اسمعھا من المتکلم (میں ہمیشہ اس آیت کو پڑھا کرتا تھا یہاں تک کہ آج میں نے اس کو اس کے متکلم سے سنا) اور شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ اس وقت امام کی زبان شجر موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھی کہ انہوں نے اس درخت سے انی انا اللہ کی آواز سنی۔ اور مشاہدہ جو مطالع وہ عام ہے کیونکہ مقام شہود حق ہے ہر شے میں کہ جلوہ فرما ہے اس صفت سے جس صفت کی وہ شے مظہر ہے جیسا کہ وارد ہے حدیث میں ما من اٰیۃ الا ولھا ظھر و بطن و لکل حرف حدٌ ولکل حدٍ مطلعٌ (کوئی ایسی آیت نہیں جس کی پشت پر ظاہر اور باطن نہ ہو۔ ہر حرف کے لئے ایک حد ہے اور ہر حد کے لئے ایک مطلع ہے)

معالم اعلام الصفات:۔ حضرت شیخ نعمت اللہ ولی فرماتے ہیں کہ معالم اعلام سے مراد انسان کے اعضائے شریفہ ہیں۔ جیسے آنکھ۔ کان۔ کہ اس محل پر صفات کے معانی راصول ظاہر ہوتے ہیں گویا یہ اعضا معلم محل ظہور ہیں۔ مثلاً معالم الدین معالم الطریق۔

المعلم الاول و معلم الملک:۔ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰاٰدم اَنۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ[1] (اے آدم علیہ السلام ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام کی خبر دیجئے)

مغرب الشمس:۔ تعینات حق کے باعث ذات حق کا پنہاں ہونا ہے اور روح کا جسم میں پردہ میں رہنا۔

مفتاح سر القدر:۔ ازل میں اعیان ممکن (الوجود) کی استعداد کا اختلاف ہے۔

المفتاح الاول:۔ غیب الغیوب یعنی احدیت صرف میں تمام اشیاء کا اندراج ہونا جیسے شجر (درخت) کا گٹھلی میں موجود ہونا۔ اس کو حروف الاصلیہ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

مفرح الاحزان اخراج مفرح الکروب: ایمان بقدر اخراج مفرح احزان ہے۔

المفیض:۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے کیونکہ حضور اللہ تعالیٰ کے ناموں سے

---

[1] پ ۱ سورۃ البقرۃ ۳۳

متحقق اور افاضۂ نور ہدایت کے مظہر ہیں اور سب کے لئے واسطہ و ذریعہ ہیں۔

مجموع المقام: ہر اسم کے حقوق کا ادا کرنا ہے کیونکہ اگر اس منزل کے حقوق جس میں ہے وفا نہ کرے (جو اس کی ذات میں موجود ہیں)، تو سالک اوپر کے مقام پر ترقی نہیں کرسکتا، مثلاً اگر قناعت کے ساتھ تحقیق نہ پائے تو اس کیلئے توکل درست نہیں ہے اور حقیقت توکل کی تحقیق نہ ہو تو تسلیم کی منزل اس میں درست اور صحیح نہیں ہوسکتی اور اسی طرح دیگر امور سمجھو اور وفا کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ جب تک درجہ سافل سے سالک میں کچھ بھی باقی رہے گا اس وقت تک وہ مقام عالی پر ترقی نہیں کرسکے گا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ سافل کے بقایا اور اس مقام کے درجات عالیہ مقام عالی میں محسوس و معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مقام عالی سالک کی ملکیت بن جائے اور اس مقام پر اسے اس طرح ثبات حاصل ہو کہ وہ سالک کا حال بن جائے اور اس مقام کا نام اس پر پورے طور پر صادق آئے حصول معنی مقام عالی اس طرح ہو کہ وہ اس کا مسمّٰی بن جائے تاکہ اسے متوکل یا قانع کہا جاسکے۔ یعنی اسم اپنے مسمّٰی کے ساتھ پایا جائے مقام کو مقام اسی سبب سے کہتے ہیں کہ سالک کو اس مقام پر اقامت حاصل ہوتی ہے۔

مقام تنزل الربانی: یہ نفس رحمانی ہے یعنی مراتب تعینات میں وجود حقائق کا ظہور۔

المکانت: منازل عند اللہ میں یہ ایک منزل ارفع و اعلیٰ ہے اور اس کا اطلاق مکان کی مکانت (مکان ہونے) پر کیا جاتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ[1] (بڑے اقتدار والے بادشاہ کے پاس مقام صدق میں)

المشاھدۃ: اس کا اطلاق دلائل توحید کے ساتھ اشیاء کی رویت پر ہوتا ہے۔ اشیاء میں رویت حق کو بھی مشاہدہ کہتے ہیں اور حقیقت یقین بلاشک پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

المکاشفہ: تحقیق امانت بالفہم پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے اور کسی زیادتی حال کے تحقق پر اس کا اطلاق کرتے ہیں کبھی بمقابلہ تحقیق اشارہ کو مکاشفہ کہا جاتا ہے۔

المرید: وہ جس کی ارادت ناقدہ ہے اس طرح سے کہ مرید ہے ارادہ حق کے ساتھ۔ وہ جو سب سے بے لگاؤ ہے اللہ کی طرف اسم سے اور کہا گیا ہے کہ مرید وہ ہے جو ارادہ سے علیحدہ ہو۔

المراد: وہ مجذوب ہے اس کے ارادہ سے مع امور کے مہیا کرنے کے، تو وہ بغیر مشقت کے رسوم و مقام کا بڑھ جاتا ہے۔

المحو: اوصاف عادت کا ہٹانا ہے اور کہا گیا کہ علم کا زائل کرنا ہے اور کہا گیا کہ حق جس کا نشر و تنقیہ فرمائے۔

---

[1] پ ۲۷ سورہ قمر ۵۵

المجاھدۃ:- بدنی مشقتوں کو نفس کا برداشت کرنا ہے اور ہر حال پر خواہش کی مخالفت ہے۔
المکر:- باوجود مخالفت کے نعمتوں کا پے در پے آنا ہے اور مع بے ادبی کے حال کا باقی رکھنا ہے اور بغیر کام وسعی کے آیات و کرامات کا ظاہر کرنا ہے۔
الملک:- عالم شہادت کا نام ہے اس کو عالم محسوس بھی کہتے ہیں۔
الملکوت:- ملک کے مقابل میں عالم ملکوت ہے جس کو عالم غیب بھی کہتے ہیں۔ صرف غیب نہیں بلکہ عالم غیب۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں شیخ عبدالرزاق کاشانی (صاحب شرح کاشانی) کا مجھے شرف خدمت حاصل تھا اس وقت میں نے حضرت سے ملکوت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اصطلاح میں بعض مشائخ کے نزدیک اس کے معنی "عالم معانی" کے ہیں جو "عالم قوت" کے مقابل میں ہے لیکن اس فقیر کے نزدیک حضرت واحدیت سے مراد ہے کہ اعیان ثابتہ اس کے مظہر ہیں۔ حضرت اجمالی کو بھی عالم ملکوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ حضرت واحدیت ہے۔
ممد الھمم:- ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو واسطہ افاضۂ حق ہیں اور جس پر چاہتے ہیں بندوں سے اس کی مدد فرماتے ہیں اہل ایمان مرد و عورت کی نور ولایت سے مدد فرماتے ہیں۔
المناصفہ:- وہ انصاف ہے جو حسن معاملہ حق اور خلق کے ساتھ ہو، اس فقیر (حضرت مخدوم اشرف سمنانی) کے نزدیک باہمی نزول ہے جو جانبین کے درمیان ہے۔
المنھج الاوّل:- تمام صفات و اسماء کا مرتبت ذات میں انتشار ہے اور وہ اہل نظر جو بینا ہو گیا ہو مرتبۂ اسماء و صفات کے نور سے تمام مرتبۂ ذات میں اس کو راہ دکھائی گئی ہو قریب ترین راستہ اور پہلے طریق میں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ منہج اوّل سے مراد سفر اوّل ہے حضرت شاہ نعمت اللہ ولی فرماتے ہیں کہ سالک کی ابتدا ہے آغاز سلوک میں مصطلحات کے اس مختصر مجموعہ میں جو کچھ فارسی میں مذکور ہے وہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے فرمودات ہیں جو اس فقیر نے اس سے حاصل کئے ہیں اور بعض اصطلاح کبیر حضرت شیخ صدر دین قونوی قدس سرہٗ کی توضیحات ہیں[1]۔
منقطع الواحد:- غیر کا انقطاع کلی، عین جمع احدیت ہے (اعتبار غیر نہیں)
منقطع الاشیاء:- حضرت وجود اور حضرت جمع کو کہتے ہیں۔

---

[1] حضرت قدوۃ السالکین قدوۃ الکبرا جہانگیر اشرف سمنانی قدس سرہ نے اکثر مصطلحات کی توضیح فصیح و بلیغ عربی زبان میں کی ہے۔ لیکن لطائف کے ترجمہ میں اس امتیاز کو قائم نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ تمام فارسی اور عربی عبارات کا ترجمہ اردو میں اس ہیچمدان شمس بریلوی نے پیش کر دیا ہے۔ مختصر عربی عبارات بھی کہیں کہیں پیش کر دی ہیں۔

منتھی المعرفۃ:۔ حضرت واحدیت ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے۔ اگرچہ تمام سالکوں کا سلوک مرتبہ واحدیت تک ہے لیکن اس فقیر اشرف کے نزدیک مرتبہ وحدیت تک ہے، اکثر عارفوں کو یہ قول عجیب معلوم ہوگا لیکن حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کے مقامات سے یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے مگر من لم یذق لم یدرع (وہی اس لطف کو جان سکتا ہے جس نے اس شراب کی لذت پائی ہے) کہ حضرت واحدیت منشاء غیر ہے انشاء نفس رحمانی کے اعتبار سے۔

المناسبۃ الذاتیۃ:۔ حق اور انسان کامل کے درمیان یہ مناسبت الذاتیہ دو وجہوں سے ثابت ہے۔ (۱) بسبب ضعف تاثیر مراتب جو اُس کی تجلّی کو متعین ہے اس حیثیت سے کہ حاصل نہیں کر سکتا کسی صفت کو جو مخالف ہو اسکی تقدیس ہیں بغیر تعین کے کیونکہ قادح نہیں ہے عصمتِ وجدان وحدانیت حق اور اس کے خلق میں اکثر احکام امکان وخواص وسائط سے۔ (۲) بندہ کا متصف ہونا صفاتِ حق کے ساتھ اور اسماء الٰہیہ کے ساتھ اس کا تحقق! اگر کبھی ایسا ہو کہ وجہ اوّل کے ساتھ مناسبت بغیر ثانی کے پائی جائے تو محبوب مقرب ہوگا اور وجہ ثانی کا حصول بغیر وجہ اوّل کے محال ہے دونوں صورتوں میں مراتب کثیرہ ہیں لیکن امر اوّل (یا وجہ اوّل) میں موافق غلبہ نور وحدت کے کثرت پر اور ضعف غلبۂ وحدت کے کثرت پر اور قوت تسلط احکام وجوب کے امکان پر اور کمزوری اُس کی، لیکن امر ثانی میں اس کا تحقق ہے مجموع کے ساتھ یا تحقق بعض کا ہے بغیر بعض کے، اگر یہ مناسبت ہر دو وجوہ کے ساتھ حاصل ہو جائے تو بوجہ اوّل کے جو کمال ہے محبوب حق و مقصود بالذات ہوا در بحیثیت حقیقت کے برزخ البرزاخ وآئینۂ ذات والوہیت معاً ہو جائے۔

المنازلۃ:۔ شیخ نے فتوحات میں فرمایا کہ جان لو کہ منازلت دو فاعلوں کا فعل یہاں ہے اور وہ دو میں سے ہر ایک کا تنزل ہے کہ دوسرے کو طلب کرتا ہے اور اُس پر نازل ہوتا ہے، دونوں مجتمع ہوتے ہیں راستہ میں ایک مقام معین ہیں اور اُس کا نام منازلہ ہے بسبب طلب کرنے ہر ایک کے اس نزول کو دوسرے پر اور یہ نزول بر بنائے حقیقت بندہ کی جانب سے ترقی ہے! اور ہم نے اس کا نام نزول اسی لئے رکھا ہے کہ بندہ اس ترقی سے نزدل بالحق چاہتا ہے۔

المیمون:۔ یہ وہ مہتم بالشان ملائک ہیں جو جمال حق کے شہود کی شدت کے باعث مشاہدہ حق میں اس طرح مشغول ہیں کہ ان کو نہیں معلوم کہ خدائے تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا ہے چوں کہ وہ غیر حق سے غائب ہیں اس لیے وہ سجدہ آدم کے لیے مکلف نہیں تھے

الموت:۔ خواہشات نفس کا ختم کر دینا موت اختیاری ہے اور اگر نفس حیوانیہ میل کرے لذتوں اور نفسانی شہوتوں اور بدنی تقاضاؤں کی طرف تو ضرور مائل ہوگا سفلی جانب کو اور اپنے مرکز میں نفس ناطقہ کو جذب کرے گا۔ اس صورت میں دل یعنی نفس ناطقہ کی موت واقع ہو جائے گی حیات حقیقت علمیہ

سے موت جمیلہ کی طرف اور اگر نفس جو صاحب مراد ہے اپنی خواہشات سے باز رہے گا تو وہ محبتِ اصلیہ کے سبب سے جو حبّ الوطنِ من الایمان (وطن کی محبت ایمان ہے) کا اقتضاء ہے اپنے اصل وطن میں پہنچ کر نور سے زندہ ہو جائے گا۔ یہ اس کی حیات ذاتیہ ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ موت توبہ کا نام ہے جیساکہ ارشاد ہے فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ[۱] (تو توبہ کرو اپنے خالق کی طرف پس قتل کرو اپنی جانوں کو) اسی مخالفت نفس کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔

الموت الابیض:۔ اس سے مراد بھوک ہے، جس کا پیٹ مرگیا اس کا دل زندہ ہوگیا۔

الموت الاخضر:۔ زنگارنگ پیوندوں کی گدڑی پہننا حسین اور نرم و نازک لباس کو ترک کرکے گدڑی پر قناعت کرنا۔

الموت الاحمر:۔ نفس کی مخالفت کرنا موت احمر ہے۔

الموت الاسود:۔ مخلوق کی ایذارسانی کا بغیر رنج وغم کے برداشت کرنا یا یہ کہ لذت یاب ہونا اگر یہ محبوب کی طرف سے ہو تو کل مایفعل المحبوب محبوبٌ (جو کچھ محبوب کرتا ہے وہ محبوب اور پسندیدہ) کا مصداق سمجھنا۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ فنا ہو جانا ہے محبوب میں اس کے شہود سے اس سے فعل محبوب میں فناء افعال کے مشاہدہ سے بلکہ محبوب میں اپنے اور خلق کے نفس کو فنا ہو جانے کے مشاہدہ سے۔ اگر نفس موت اسود سے فنا ہو جائے تو اس وقت دل زندہ ہو جاتا ہے۔

المیزان:۔ ترازو میں اقوال شدیدہ (اقوال راست) اور افعال حمیدہ کا ان کے اضداد سے وزن کر سکنا اور یہ عدالت ہے اور وحدت حقیقت کا ظل ہے جو مشتمل ہے علم شریعت، علم طریقت، علم حقیقت پر ان علوم کا محقق تحقیق کے بعد عالم بن جاتا ہے مقامِ احدیت جمع وفرق کا۔ اہل ظاہر کی میزان شریعت ہے اور اہل باطن کی میزان وہ عقل ہے جو نور قدس سے منور ہے اور اہل خواص کی میزان علم طریقت ہے اور اربابِ خاص الخواص کی میزان عدل الٰہی ہے اور عدل الٰہی کا تحقق انسان کامل کے مناصب میں سے ایک منصب ہے۔

شرف ن

النبوت:۔ خبر دینا ہے حقائق الٰہیہ سے یعنی معرفت ذاتِ حق، اسماء صفات، اور خداوند تعالیٰ و تقدس کے احکام سے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نبوت تعریف ہے یعنی صفات ذات، اسماء ذات سے خبر دینا دوم نبوت تشریع جو خبر دینا ان سب سے مع تبلیغ احکام اور تادیب اخلاق (تعلیم اخلاق) تعلیم حکمت کے اس کی اور بہت سی قسمیں ہیں، یہ نبوت رسالت کے ساتھ مخصوص ہے۔

---

[۱] پ سورہ بقر ۵۴

النجبا:۔ یہ وہ چالیس حضرات ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دنیا والوں کے کاموں پر مامور ہے ان کی کیفیت، تصریح و توضیح لطیفۂ سابقہ میں بیان کی جا چکی ہے۔

النفس:۔ لطائف غیوب سے دلوں کی تفریح (فرحت پذیری) کا نام ہے۔ محب کے اس اُنس کو بھی کہتے ہیں جو محبوب کے ساتھ ہے۔

النفس الرحمانی:۔ وہ وجود اضافی ہے کہ وحدانیت حقیقت میں ہے اور کثرت غیوب معانی میں ہے۔ یعنی حضرت واحدیت میں اعیان کے احکام (جو ایک کثرت ہے)، جس طرح حروف کی صورتیں ہیں اپنے مخارج کے ساتھ اوّل و آخر میں اسی طرح نفس انسانی بھی مختلف ہو جاتا ہے۔ نفس رحمانی تزویج اسمائی ہے جو احاطہ اسم الرحمٰن کے ماتحت داخل ہے۔

نفس انسانی:۔ باطن سے ظاہر کی طرف گرم ہوا کا چھوڑنا ہے اور تازہ ہوا کا اپنے اندر لانا ہے۔ سانس راحت رساں ہے سانس لینے والے کے لئے۔

النفس:۔ ایک بخار لطیف ہے اور ایک پاکیزہ جوہر شریف ہے جو قوت حیات اور حس و حرکت ارادیہ ہے حکما اس کو روح حیوانی کہتے ہیں۔ یہ بدن اور نفس ناطقہ کے درمیان ایک واسطہ ہے اور قرآن پاک میں شجرۃ الزیتونیہ کے نام سے موسوم ہے اور مبارکہ کی صفت سے موصوف ہے۔ جو نہ شرقیہ ہے اور نہ غربیہ یعنی نہ شرق عالم ارواح مجردہ سے ہے۔ اور نہ غرب عالم کثیفہ سے متعلق ہے۔

النفس الامّارہ:۔ طبیعت بدنیہ کی طرف مائل رہتا ہے اور لذات شہوانیہ کا ایک حکم ہے (لذات شہوانیہ پر ابھارتا ہے۔) اور دل کو سفلیہ کی طرف کھینچتا ہے۔ یہ نفس ماوائے شر اور منبع اخلاق ذمیمہ ہے (تمام اخلاق ذمیمہ کا سرچشمہ ہے) اور افعال سیئہ کا مخزن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ[1] (بے شک نفس امارہ برائی کی طرف راغب کرتا ہے)

النفس اللوّامہ:۔ وہ نفس جو نور دل سے ہدایت یاب ہوا اور خواب غفلت سے بیدار ہو جائے اور اصلاح دل میں کوشاں ہو۔ ربوبیت اور خلقیت کے درمیان اگر ظلمانیت کی بنا پر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے تدارک اور تنبیہ کے لیے خداوندی نور کو اپنے لیے ضروری اور لازمی قرار دے اور نفس کے گناہ سے بذریعہ استغفار کے درگاہ رحیم و غفار کے حضور میں رجوع کرے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو قسم کے ساتھ یاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ[2] (میں قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو بہت ملامت کرنے والا ہے۔)

النفس المطمئنہ:۔ لباس صفات ذمیمہ کو اتار کر اخلاق حمیدہ کی خلعت لطیف کو پہننے والا نفس، نفس مطمئنہ ہے

---

[1] پ ۱۳ سورہ یوسف ۵۳ [2] پ ۲۹ سورہ قیامۃ ۲

اور دل کی طرف پوری طور سے توجہ کر کے نہایت جناب اقدس کی طرف جو پاک ہے حس ظلمانیہ کی خباثت سے پہنچنے کی کوشش کرے۔ طاعت و بندگی پہ ہمیشہ قائم رہے اور درگاہ رفیع الدرجات پر ساکن ہو جائے تاکہ بارگاہ ایزدی سے اس طرح اس کو خطاب ہو۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۔[1]

(اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو لیں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی)

النکاح السّاری فی جمیع الذاری:۔ حسن کی توجہ ہے جو حق تعالیٰ نے فرمایا کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا (تھا میں خزانۂ پوشیدہ) اشارہ ہے خفاو غیبت کی سبقت کی طرف اور ظہور و تعین کا اطلاق سبق ازلی ذاتی پر ہے قول اس کا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ (تو چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں) اشارہ ہے امید اصلی وحب ذاتی کی طرف جو وصل ہے درمیان خفا و ظہور کے اور لِاُعْرَفَ اشارہ ہے بجائے اصل کے اس کی طرف اور یہ وصلت اصل نکاح ہے جو ساری ہے تمام اہل وعیال میں اور وحدت مقتضی ہے حسب ظہور احدیت کی جو ساری ہے تمام مراتب تعینات مرتبہ وتفاصیل کلیات میں اور وحدت نگہبان کثرت ہے کیونکہ کثرت کو شامل ہے تمام صورتوں میں پریشانی و تفرقہ واقتران سے یہ وحدت کی کثرت سے وصلت ہے اور یہ نکاح اول ہے مرتبہ حضرت و حدیت میں احدیت وجود اضافی کے ساتھ تمام مراتب اکوان میں یہاں تک کہ حصول نتیجہ میں حدود و قیاس و تعلیم و تعلم و غذا و متغذی و مرد و عورت میں اور یہ حب ذاتی مقتضی ہے محبت و محبوبیت کو بلکہ عالم مقتضی ہے عالمیت و معلومیت کو اور یہ نکاح اول وحدت کا ساری ہونا ہے کثرت میں اور ظہور تثلیث سبب ہے اتحاد کا تاثیر و فاعلیت و مفعولیت سے اور وہ نکاح ساری ہے تمام اہل وعیال میں۔

نہایت سفر اوّل:۔ وجہ احدیت سے حجاب کثرت کا اُٹھ جانا۔

نہایت سفر الثانی:۔ حجاب وحدت کا اٹھ جانا علمیہ باطنہ سے ؎

شعر

کثرت چو حباب وحدتش آب	کثرت ہے حباب وحدت ہے آب
بردار حجاب آب دریاب	کر رفع حجاب تا ملے آب

نہایت السفر الثالث:۔ ظاہر و باطن دونوں قیدوں سے تقید کو زائل کر دینا یا ان کا زائل ہو جانا ہے احدیت عین جمع میں حصول کی وجہ سے۔

نہایت السفر الرابع:۔ حق سے خلق کی طرف رجوع ہونا ہے اور خلق کا اضمحلال حق میں۔ اس سفر کی نہایت

---

[1] پ ۳۰ سورہ فجر ۲۷، ۲۸

ہیں عین واحد کو صورت کثرت میں مشاہدہ و مطالعہ کرنا ہے اور صورت کثرت کو عین وحدت میں دیکھنا ہے۔

نون والقلم:۔ ن "حضرت احدیت میں علم اجمالی کو کہتے ہیں اور قلم حضرت تفصیل ہے۔

النور:۔ حق تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے اور وہ ایک تجلی حق ہے اسم "الظاہر" کے ساتھ یعنی مجموع اکوان کی صورتوں میں ظاہر کا وجود اور ان تمام چیزوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو پیدا ہوتی ہیں علوم ذاتیہ سے اور ارادت الٰہیہ سے جو خلق کے طالب ہیں۔

نور الانوار:۔ حق تعالیٰ ہے کہ جملہ انوار کا نور ہے اور وہ عین ثابتہ ہے۔

حرف و

الواؤ:۔ تمام موجودات میں وجہ مطلق کا نام ہے۔

الواحدیت:۔ اعتبار ذات کو کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اسماء دوا حدیت کی پوشیدگی و استتار اسماء بذات میں ہے اور تکثر اسمائے صفات کے ساتھ ہے (لہٰذا اسماء بذات ایک اعتبار سے الواحدیت ہے)۔

الواحد:۔ اسی اعتبار کے ساتھ (جو واحدیت میں مذکور ہوا) اسم ذات ہے۔

الوارد:۔ جو نازل ہو دل پر عمل عبد کے حقائق سے [1]

الواقعہ:۔ عالم غیب سے جو کچھ دل پر وارد ہو جس طرح بھی اس کا ورود ہو۔

واسطۃ الفیض و واسطۃ الامداد:۔ انسان کامل ہے جو خلق اور حق کے درمیان ایک رابطہ ہے، دونوں جانب سے مناسبت ہونے کی وجہ سے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں:۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ (اگر نہ ہوتے آپ تو پیدا نہ کرتا میں آسمانوں کو)

الوتر:۔ سقوط اعتبار کے لحاظ سے ذات کی ایک حالت ہے اسلئے کہ احدیت کو غیر کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہیں ہے۔

الوجود:۔ حق کا اپنی ذات کے ساتھ اپنی ذات کا وجدان ہے، اس اعتبار سے حضرت جمع کو حضرت وجود بھی کہا جاتا ہے۔

وجہا الھدایہ:۔ جذبہ و سلوک کی غایت کو کہتے ہیں اور ان دونوں سے مراد ہدایت ہے۔

وجہا الاطلاق والتقید:۔ اعتبار ذات کو کہتے ہیں جبکہ جمیع اعتبارات ساقط ہو جائیں اور اعتبار ذات کا ہے موافق تمام اعتبارات کے کیونکہ ذات وجود ہے من حیث ہو ہو (جو ہے جیسی بھی وہ ہے) اور وجود اعتبار مطلق کے سقوط کے مطابق

---

[1] حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کہ حلول معانی جو دل میں آئے۔ تعریفات میں الوارد کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ خواطر پسندیدہ سے جو کچھ دل پر وارد ہو بغیر تفکر اور تدبر کے۔ مترجم۔

ذات ہے یعنی وہ حقیقت جو ہر شے کے ساتھ ہے، بغیر مقارنت کے موافق عدم محض کے تو ضرور وجود شے کا مقارن نہ ہوگا کہ اس کے ساتھ موجود ہو اور آپ معدوم ہو اور ہر شے غیر ہے بغیر بذاتہ کے کہ غیر وجود اعیان معدومہ ہیں اور اگر وجود شے سے جدا ہو تو وہ شے موجود نہ رہ جائے

والمعدوم:- لیس بشیٔ عندنا (کوئی شے نہیں ہے ہمارے نزدیک) اور اشیاء وجود کی وجہ سے موجود ہیں اور آپ معدوم اگر وجود کو قید تجرد سے مقید کرلے یعنی اس قید سے کہ نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی شے تو واحدی ہے اور اس کا غیر اس کے ساتھ نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کان اللہ ولم یکن معہ شیٔ (تھا اللہ اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی چیز) محققین نے کہا ہے کہ وہ اب بھی جیسا تھا اور اگر مقید کریں اس کے ساتھ کہ شے ہے تو وہ عین مقید ہے جیسا کہ تم نے جانا کہ غیر وجود ہے وجود کی وجہ سے موجود ہو سکتا ہے اگر تجلی کرے کسی صورت میں اور اپنے کو منسوب مقید کرے اس صورت سے اور جب اضافت کو ساقط کرے تو وہ صورت بغیر وجود کے معدوم ہو جائے۔ یہ ہے ترجمہ قول موحد کا جو فرمایا کہ توحید اضافتوں کا ساقط کرنا ہے اور ٹھیک ہو جو کہیں کہ موجود عین حقیقت واجب الوجود ہے اور ممکن میں زائد اور شک نہیں کہ سیاہ کی سیاہی اور انسان کی انسانیت ان کے وجود کا غیر ہے۔

الوجہ الحق:- حضرت شاہ نعمت اللہ نے فرمایا ؎ مصرعہ

ہر چہ بینی بوجہ حق ہمہ اوست

(جو بھی دیکھو بوجہ حق ہے وہی)

اس لئے کہ کسی شے کی حقیقت نہیں ہے سوائے حق کے کہ وہی حقیقت ہے اہل حقائق کے نزدیک اور عین حق کہ مقیم ہے تمام اشیاء میں اور وہ قیوم ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ[1] (تو تم جس طرف بھی رخ کروگے وہاں ذات الٰہی موجود ہے) اہل نظر جب بنظر کشف قیومت کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ وجہ حق کو تمام اشیاء میں دیکھتا ہے۔

وجہ جمع العابدین:- تمام عالم کی توجہ اسکی بارگاہ کی طرف ہے اور وہ حضرت الوہیت ہے۔

الورقا:- نفس کلیہ کو کہتے ہیں جو قالب عالم ہے اور وہی لوح محفوظ اور کتاب مبین ہے۔

وراء اللبس:- واحدیت سے پہلے حضرت احدیت میں حق ہے کیونکہ حضرت واحدیت حضرت ثانی ثانیہ ہے اور اس کے بعد حضرت تلبیس ہے معانی اسماء و حقائق اعیان میں اس کے بعد صورت روحانیہ میں اس وقت صورت مثالیہ میں آخر صورت جسمیہ میں۔

الوصف الذاتیہ الحق:- احدیت جمع ہے اور وجوب ذاتی اور ذات عالم سے غنی ہے۔

---

[1] پ سورہ البقرہ ۱۱۵

الوصف الذاتی للخلق:۔ امکان ذاتی اور احتیاج ذاتی ہے۔

الوصل:۔ وحدت حقیقت ہے جو بطون و ظہور کے مابین واصلہ ہے۔ بعض مشائخ نے وصل کو سبق رحمت بہ محبت کا حاصل کہا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:۔ فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ (میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں پس خلق کو پیدا کیا) بعض حضرات نے اس کو قیومیت اشیاء سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ قیومیت حق سے کثرت وصل پاتی ہے بعض بعض سے اور بالفعل اس کا منزہ اشیاء عین حدوث ہے۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا جس نے فصل سے وصل کو اور سکون سے حرکت کو پہچانا وہ قرار فی التوحید کی منزل پر پہنچ گیا۔ حرکت سے مراد سلوک ہے اور سکون سے قرار عین احدیت ذات ہے۔ وصل کی ایک تعبیر یہ بھی کی گئی ہے کہ بندہ کا اپنے اوصاف سے گذر کر اوصاف حق میں فنا ہو جانا وصل ہے اور یہ اسمائے الہٰی کا تحقق ہے جو احصاء اسماء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من احصاھا دخل الجنة۔ (جس نے احصاء کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا)

الوصل الفصل:۔ جمع فرق ہے یعنی کثرت میں وحدت کا ظہور، جو سبب وصل ہے فصلوں کے لئے بسبب اتحاد کثرت کے وحدت سے جس طرح کہ فصل وصول ظہور کثرت ہے وحدت میں کیونکہ کثرت فصل کرنے والی ہے وصل وحدت میں اس کے لئے کثرت ہے تعینات میں جو موجب ہے قسم قسم کے ظہور وحدت ہونے کا مختلف فوائد میں جیسے اختلاف وجہ واحد کا چند آئینوں میں۔

الوصل الاصل:۔ جانے کے بعد لوٹنا ہے اور نزول کے بعد عروج کا نام ہے اور ہم میں سے ہر ایک نے اعلیٰ مراتب سے جو عین احدیت ہے تنزل کیا ہے وہ اعلیٰ مراتب یا عین احدیت ازل میں وصل مطلق تھا ادنیٰ ہبوط سے جس کا نام عالم عناصر ہے بعض تو اس ہبوط یا تنزل میں غایت پستی میں اسفل السافلین تک پہنچ گئے اور بعض نے اس سے سلوک کی طرف رجوع کر لیا اور السیر الی اللہ و فی اللہ میں مصروف ہو کر صفات حق سے اتصاف پیدا کیا اور ذات حق میں فنا ہو گئے تاکہ پھر وہی وصل حقیقی میسر آ جائے جو ازل میں میسر تھا۔

الوفا بالعہد:۔ اپنے اس عہد سے عہدہ برآ ہونا جو اپنے پروردگار سے اسکی ربوبیت کے اقرار کی صورت میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ[1] کے جواب میں بَلٰی کہہ کر کیا تھا۔

الوفا بحفظ العہد التصرف:۔ عہد کے حفاظت کی نگہداشت کرنا چاہیئے تاکہ ترک عبودیت نہ ہونے پائے اور عطائے تصرفات اور خرق عادات کے وقت تم اپنے عجز سے غافل نہ رہو۔

الوقت: دل کا حاضر وقت ہونا تاکہ وقت حال میں جو کچھ رونما ہوا گر وہ حق کے تصرف سے بغیر کسب کے ہے تو تیرا

---

[1] پ ۹ سورہ الاعراف ۱۷۲

فعل رضائے الہٰی کے مصداق ہونا چاہیئے اور تجھے وقت کے حکم میں ہونا چاہیئے اور خاطر میں غیر کا خطور دگزر نہیں ہونا چاہیئے اور اگر اس تصرف کو اپنے کسب سے متعلق پائے تو پھر جو کچھ اس میں اہم ہو اس کو اختیار کرلے۔ اور ماضی و مستقبل کا خیال ترک کر دے کہ وہ حال فوت شدہ ہے اگر تو ماضی و مستقبل کے تدارک کی فکر کرے گا تو یہ وقت کا ضائع کرنا ہے۔ الصوفی ابن الوقت کے مطابق صوفی کو صرف حال کو پا لینا ضروری ہے۔

الوقت الدائم:۔ ہمیشہ رہنے والا آن ہے۔

الوقفة:۔ وقفہ سے مراد دو مقامات کے درمیان ٹھہرنا ہے تاکہ مقام اوّل کی تنویر کے حقوق سے جو حق ادا کرنے سے باقی رہ گیا ہے اُسے ادا کرسکے اور سامان کرنے کے لئے اس کا جو ترقی کرے گا مقام ثانی کے آداب سے۔

الواجد:۔ جو دل کو ان احوال سے جو اس کے لئے غیب ہوں مشاہدہ سے بدل دے۔

الوله:۔ وجد کا زیادہ ہونا۔

الوجد الوقوف الصادق:۔ مراد حق کے ساتھ ٹھہرنا ہے یعنی بندہ کی مراد مرادِ حق ہو۔

ولی اور والی:۔ اس کے معانی پچھلے لطیفہ میں آچکے ہیں۔

ہ

الھا:۔ اعتبار ذات ہے بلحاظ حضور کے۔

الھواء:۔ اعتبار ذات ہے بلحاظ غیب و فقدان کے۔

الھباء:۔ ایک مادہ ہے کہ مصور اجسام عالم کی صورتوں کو اس میں پیدا کرتا ہے۔ اسکو عنقا بھی کہتے ہیں، حکماء نے اس کا نام (ہیولیٰ) ہیولا رکھا ہے۔ حضرت امام نے اس کو "ہبا" فرمایا ہے۔

الھیولا:۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کا نام ہے۔ ہر وہ باطن جس سے صورت ظہور میں آتی ہے اسکو ہیولا (ہیولیٰ) کہتے ہیں۔

الھجوم:۔ قوت وقت سے دل پر جو کچھ وارد ہو بغیر تکلف اور تصنع کے۔

الھیبط:۔ دل پر جلالِ الہٰی کے مشاہدہ کا اثر اور کبھی اس جمال سے ہوتا ہے جو جلال کا جمال ہے۔

ھمت الآفات:۔ درجات پر پہنچنے کی ہمت کا پہلا درجہ ہے یہی باقی کی طلب پر اکساتا ہے اور فانی کے ترک پر آمادہ کرتا ہے:۔

ھمت الانفس:۔ ہمت کا دوسرا درجہ ہے اس ہمت کے صاحب کا دل لگا ہوا ہے اجسر عمل پر (عمل کی طرف رغبت دلاتا ہے۔) اور اس کا دل عمل کے ثواب کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس وعدہ کی توقع رکھتا ہے اس طرح وہ مشاہدہ حق کی طلب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں احسان کی امید پر مصروف رہتا ہے۔

ھمت ارباب الھمم العالیة:۔ یہ ہمت کا تیسرا درجہ ہے بلند ہمتیں سوائے حق کے اور کسی سے متعلق نہیں رہتیں اور اس کے غیر کی طرف التفات نہیں کرتیں۔ یہ ہمت کا اعلیٰ مرتبہ ہے بلکہ یہاں تک یہ صاحب

ہمت احوال و مقامات پر بھی راضی نہیں ہوتا اور اسماء و صفات کی منزل پر بھی توقف نہیں کرتا۔ اور سوائے عین ذات کے کسی طرف نظر نہیں اٹھاتا۔

الھوی :۔ نفس کا تقاضائے طبع کی طرف جھکنا ہے اور بلندی سے پستی کی طرف اعراض کرنا ہے اور زیادتی محبت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

الھویت :۔ حقیقت جو عالم غیب میں ہے۔

الھمۃ :۔ یہ ان تین صورتوں میں بولا جاتا ہے (۱) بمقابلہ دل کے آرزوں سے خالی کر لینے کے (۲) بمقابلہ ابتدا صدق مرید کے (۳) بمقابلہ ہمتوں کے صفا ایام سے۔

شرف ی

الیاقوت الحمراء :۔ وہ نفس کلیہ ہے جو نور اور ظلمت سے ممتزج ہے (نور اور ظلمت کی باہم ملاوٹ سے) اس کا تعلق جسم سے ہے برخلاف عقل مفارق۔ کہ کہ اس کو درۃ البیضاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الیدان :۔ اسماء الہیہ متقابلہ ہیں جیسے عالم تعین میں فاعل اور قابل، اسی اعتبار سے حق تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا :۔ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ[۵۳] (تجھے کون سی چیز مانع ہوئی ہے اس سے کہ تو سجدہ کرے اس کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا)

بعض حضرات نے اسکو حضرت وجوب و امکان سے تعبیر کیا ہے اور حق یہ ہے کہ تقابل اہم ہے فاعل میں بھی تقابل پایا جا سکتا ہے جیسے جمیل اور جلیل اور تقابل میں فاعل دیکھا جا سکتا ہے جیسے راجی اور خائف۔

یوم الجمعہ :۔ ملاقات درسائی کا وقت ہے تعین جمع سے ہے شعر

بعین جمع داخل کہ شود یوم جمعہ این باشد　　مبارک جمع باشد اگر روزے چنان باشد

(جمعہ کا دن ہے کہ کچھ مجمع ہو جائے اور یہ مجمع کیا مبارک ہو گا جو اس دن جمع ہو۔)

یوم العید :۔ سالک کا جمع الجمع سے واصل ہونا۔ اس کے لئے وہی یوم عید ہے۔

الیقین :۔ یقین کے چند مرتبے ہیں اہل شریعت و طریقت و حقیقت سے ان کے عقائد و احوال و رسائی کے موافق مشاہدہ کی حالت میں اور اس دنیا میں یہی یقین ہے اور دیدار کا وعدہ ہے کل کو۔

یقین کے سلسلہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الیقین الایمان کلہ (یقین مکمل ایمان ہے) ابو سعید الخدری کا ارشاد ہے کہ علم وہ ہے جو تجھے عمل میں رکھے اور یقین وہ ہے جو تجھے اٹھائے رہے۔ ابو منصور طوسی کا ارشاد ہے کہ درویشی چار چیزوں کی محتاج ہے۔ علم جو ہموار کرے ذکر جو اُنس پیدا کرے، تقویٰ جو برائی سے روکدے، اور یقین جو عمل پر ابھارے۔

حضرات صوفیہ کی متداولہ کتب اور ان کے رسائل میں جو مصطلحات مذکور ہیں وہ ہم نے مختصراً بیان کر دیں۔

---

[۵۳] پ ۲۳ سورہ ص ۷۵

لطیفہ ۸

حقیقتِ معرفت راہ سلوک وسلسلۂ تربیت ووجہ خاص وحجب ظلمانی ونورانی وانواع تجلیات وتلبیس ابلیس

قال الاشرف:

السلوك هو الخروج عن الصفات البشرية والدخول في مقامات العلية۔

ترجمہ:۔ حضرت اشرف جہانگیر (قدوۃ الکبرا) فرماتے ہیں کہ صفات بشریہ سے نکلنا اور مقامات علیہ میں داخل ہونا سلوک ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ہر گروہ صوفیہ کا سلوک مختلف ہے چونکہ اس جگہ ہم کو صوفیہ کے مہتم بالشان گروہ اور طائفہ علیہ کے سلوک کو بیان کرنا مقصود ہے لہٰذا دوسرے مذاہب کے طریقۂ سلوک کو بیان کرنا تضیع وقت سمجھا گیا۔ حضرت نور العین نے خدمت گرامی میں عرض کیا کہ کلمات مشائخ میں کہا گیا ہے کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے طریقے مخلوق کے سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں یعنی ناقابل شمار)۔

ایک اور جگہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا راستہ نہ شرق میں ہے نہ غرب میں۔ نہ عجم کے ساتھ مخصوص ہے نہ عرب کے ساتھ بلکہ بندہ کے دل میں ہے۔ بظاہر مشائخ کے ان دونوں ارشادات میں تعارض پایا جاتا ہے اس لئے کہ مقولہ اول سے غیر محدود ہونا سمجھا جاتا ہے اور کلمۂ ثانی سے حد بندی معلوم ہوتی ہے پس ان دونوں متضاد بیانات میں تطبیق و توفیق کس طرح ہو سکتی ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ طرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق سے مراد راستوں کی کثرت نہیں ہے جن سے سلوک کیا جائے بلکہ مراد اس سے حق کا پانا ہے ہر سالک عارف کو ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کی صنعتوں اور غیر متناہی ایجادوں سے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے ما رایت شیئاً الا رایت اللہ (میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی جس میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نہ کیا ہو) تو ہر مصنوع مثل ایک راہ کے ہے اپنے صانع کی طرف تو مشائخ کا قول پورا اتر آیا کہ اللہ کی طرف راستے بتعداد انفاس خلائق ہیں ؎ شعر

ففی کل شئ لہ آیۃ	ہر شئ میں اس کی ایک نشانی موجود ہے جو اس امر
تدل علی انہ واحدٌ	کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ وہ واحد و یکتا ہے۔

گوشہ نشین گنجہ (نظامی گنجوی) نے کیا خوب کہا ہے ؎

شعر

ہر آنچہ آفریدست بینندہ را — نگاہوں میں اہل نظر کے جہاں
نشان میدہد آفرینندہ را — ہے خلاق کا اپنے دیتا نشاں

پس جب یہ معلوم ہوگیا کہ ان غیر محدود اور غیر منحصر راستوں پر گامزن نہیں ہوسکتے تو اب سوائے دل کے راستہ کے سلوک کا اور کوئی راستہ نہیں رہا۔ اس سلوک کے تمام مشائخ نے بحسب تفصیل بہت سے مشرب مقرر کیے ہیں۔ ہر چند کہ یہ مشرب بے شمار ہیں لیکن وہ مشارب کثیرہ اور مذاہب کبیرہ صرف ان دو مشربوں پر منحصر ہیں ایک سلوک سلسلۂ تربیت اور دوسرا سلوک وجہ خاص۔

اخیار، ابرار، شطار اور ان کے علاوہ طرق سلوک، سلوک سلسلۂ تربیت میں داخل ہیں۔ اور بہت سے اولیائے اکمل اور عرفائے مکمل اسی سلوک سلسلۂ تربیت کی راہ سے منزل مقصود تک پہنچے ہیں۔ صرف تھوڑے سے مشائخ نے اپنے بعض مریدوں اور طالبوں کو "سلوک وجہ خاص" کے ذریعہ منزل پر پہنچایا ہے لیکن یہ طریق سلوک ہر طالب کے بس کی بات نہیں ہے۔

قطعہ

معشوق در دو عالم چون فرد شد بخوبی — معشوق دو جہاں میں خوبی میں جب ہے یکتا
عاشق نشاید الا از ہر دو کون فردی — کونین میں ہے اس کو عاشق بھی فرد زیبا
ہر رو بہی نیارد در راہ عشق رفتن — ہے راہ عشق چلنا دشوار لومڑی پر
در راہ عشق باید مردی و شیر مردی — اس راہ میں چلیگا جو شیر مرد ہوگا

یہ مشرب تو ایک ایسا گلستان ہے کہ ہر باغبان اس میں گل چینی نہیں کرسکتا اور یہ مذہب (مسلک) ایسا بوستان ہے کہ ہر شخص یونہی اس میں جاکر نہیں بیٹھ سکتا۔

لجامعہ

بہ گلزاری کہ گل بسیار باشد — بہت گل رکھتا ہے جو صحن گلزار
رہش از ہر طرف پر خار باشد — ہے اس کی راہ ہر جانب سے پرخار
درین گلزار چون آرد قدم زد — قدم رکھے وہ کیسے اس چمن میں
کسی کو را قدم افکار باشد — کہ جس کا ہر قدم ہو پر از افکار

اس سلوک اول میں (سلوک بسلسلۂ تربیت) بعض سالکوں کو چالیس سال اور بعض کو پچاس پچاس سال گزارنے پڑتے ہیں۔ تب کہیں وہ عروس مقصود کی نقاب کشائی کرسکے ہیں اور اپنے معبود (مقصود) کے چہرۂ زیبا سے نقاب الٹ سکے ہیں، اور دوسرے سلوک میں اگر پیر و مرشد کی مدد طالب راہ کے مقدر اور طالع کے موافق ہوئی اور مرشد

کی دستگیری اور عنایت اس کے حال کے مطابق ہوگئی تو تھوڑی مدت ہی میں سالک اپنے وجدان مقصود وعرفان معبود کی سرحد میں پہنچ جاتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ بعض طالبوں اور کامل مریدوں کو حق تعالیٰ اس راہ میں ایک ہفتہ یا ایک مہینہ میں منزل مقصود تک پہونچا دے اور دریائے غیب سے ساحل شہود پر بٹھا دے ؎

شعر

راہرو پیمود رہ را در دو گام	دو قدم میں راہ کو طے کرلیا
حاصل از رہ کرد خود را در دو گام	منزل مقصود کو حاصل کیا
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ	یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

سلوک کے یہ دونوں طریقے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تمسک رکھتے ہیں۔ لیکن ان دونوں میں طریقہ اول بہت مشہور ہے۔ وہ ہی معمول رہا ہے حالانکہ طریقہ ثانی نادر و آسان ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ ہر چند کہ جس قدر زیادہ وقت گزرے گا حقائق ظاہر ہوں گے اور سلوک وجہ خاص کا صدور خلائق سے ہوگا۔ اب سلوک بہ سلسلہ تربیت کی تشریح کی جاتی ہے۔ توجہ سے سنو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ	بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا پھر اس
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ[1]	کو ہر نیچی سے نیچی بات کی طرف پھیر دیا۔

جب حقیقت انسانی کے شہباز نے وحدت صمدانی کی فضا سے پرواز کر کے صحرائے واحدیت میں اپنے پر و بال انفصال کو کھولا تو فضائے عالم ارواح کو چار ہزار سال تک اپنی شکارگاہ بنائے رکھا۔ ہزار سال بھی اس مدت کو کہا گیا ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان اللہ خلق الارواح قبل الاجساد	بے شک اللہ تعالیٰ نے ارواح کو جسموں سے چار
باربعۃ آلاف	ہزار سال پہلے تخلیق فرمایا۔
وفی روایۃ الف سنۃ	ایک روایت میں ہزار سال آیا ہے۔

قطعہ

چو انسان را حقیقت ہمچو شہباز	وجود انس نے جب تنکے شہباز
ز وکر وحدت خود کرد پرواز	کیا ہے مامن وحدت سے پرواز
نشیمن ساختہ بر شاخ ثانی	نشیمن کرلیا پھر شاخ ثانی
بباغ روح کردہ باغبانی	چمن میں روح کے کی باغبانی

---

[1] پ ۶ مائدہ ۵۴ [2] پ ۳۰ التین ۵-۴

اسی فضا میں روح انسانی کے شجر سے بہت سی شاخیں ہوئیں۔ چنانچہ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور سے ارواح انبیاء علیہم السلام پیدا کی گئیں اور ارواح انبیا سے ارواح اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) ظہور میں آئیں اور ارواح اولیاء سے ارواح مومنان کا وجود ہوا اور ارواح مومنان سے ارواح عاصیاں کا ظہور ہوا اور عاصیوں سے منافقوں اور منافقوں سے کافروں کی روح پیدا کی گئیں۔ الغرض روح انسانی کی بہت سی شاخیں ہیں اور ہر شاخ پر مرغ روحانی کا بسیرا تھا۔ ان روحانی شاخوں میں سے چند یہ ہیں۔ عقل کل۔ نفس کل۔ جوہر یا شکل کل۔ جب اس مرغ روح نے یہاں سے پرواز کی تو شاخ مثال پہ آکر بیٹھا۔ شعر

ز باغ روح چون پرواز کردہ — چمن سے روح کے کی جبکہ پرواز
بہ گلزار مثال آواز کردہ — تو گلزار مثال آکر دی آواز

اس طرح ایک مدت تک شاخ مثال پر مرغ روح ترنم سرا رہا تب کہیں صحرائے مثال سے نکل کر میدان اجسام میں پہنچ سکا۔ شجرہ روح کی طرح درخت انسانی کی بھی بہت سی شاخیں ہیں۔ جسم کل۔ عرش و کرسی۔ فلک زحل۔ فلک مشتری فلک مریخ۔ فلک شمس۔ فلک زہرہ۔ فلک عطارد۔ فلک قمر۔ کرہ نار۔ کرہ باد۔ کرہ آب۔ کرہ خاک۔ جمادات و نباتات اور حیوان اور حیوان میں انسان ہے (حیوان ناطق) پس حقیقت میں انسان اتنے مرحلوں سے گزر کر اس عالم فانی میں ظہور پذیر ہوا۔ اور یہ موجود تمام موجودات سے پست ترین ہے۔ اسی طرح لطافت حقیقی سے انتہائی بعد کے باعث نہایت کثیف ہے چنانچہ تمام موجودات میں آخریں اور اسفل ہے۔ پس جو فیض بھی (عالم بالا) سے اس کو پہنچتا ہے وہ ان تمام مراتب بالا سے گزرتا ہوا اس تک پہنچتا ہے اور ان احکام و آثار سے منضبغ (مستفید) ہوتا ہوا اس تک پہنچتا ہے کہ یہ انسان دوسرے عالم معنوی کی جمعیت کے اعتبار سے جامع ترین موجودات ہے اگرچہ بحسب صورت (بظاہر) ان میں ہی داخل ہے اور اسی کلی کا ایک فرد ہے۔ اسی کا نام عالم انسانی ہے کہ یہی عالم انسانی، عالم ظہور ذات احدیت ہے جس میں تمام موجودات سفلی و علوی ظاہری و باطنی جمع ہیں۔

مثنوی از حضرت جہانگیر اشرف

دران گلزار چون کم دید آرام — جو دیکھا اس چمن میں کم ہے آرام
نہادہ رو بسوئے باغ اجسام — توجہ کی بسوئے باغ اجسام
نہال باغ را بسیار شاخ است — نہال جسم کی شاخیں ہیں زیادہ
کہ بلبل را درو میدان فراخ است — ہے بلبل کو جہاں میدان کشادہ
چو انسان شاخ پائین شجر شد — جب انساں شاخ پائین شجر ہے
ازان ہر شاخ شاخش پر ثمر شد — لہٰذا ٹہنی ٹہنی پر ثمر ہے

بلی شاخی کہ دارد میوہ بسیار
نہد سر را نشیب از بار اثمار
اک ایسی شاخ جس میں میوہ اکثر
جھکاتی بوجھ سے نیچے ہے وہ سر

گل گلزار انسانی غریب است
مل بازار سبحانی عجیب است
ہے کیا نادر گل گلزار انساں
عجوبہ ہے مل بازار سبحاں

زہی باغی کہ از وی شاخ انسان
دہد مر باغبان را باغ عرفان
عجب ہے باغ جس سے شاخ انساں
ہے دیتا باغباں کو باغ عرفاں

بسی در وی گلی اسمار کلی
شگوفہ از نسیم فیض ازلی
گل اسمار کلی خوب اس میں
نسیم فیض ازلی سے کھلی ہیں

درخت باغ را این طرفہ بار است
کہ در بارش درختان و ثمار است
درخت باغ کا طرفہ ہے یہ بار
کہ جس سے پھل ہیں ہیں اشجار و اثمار

ہزاران بلبل اندر باغ عالم
بہ اسمار می کند باہم ترنم
ہزاروں بلبل اندر باغ عالم
ہیں نغمہ سنج سب اسمار سے باہم

عجب این قطرہ از دریائی وحدت
کہ در قطرہ بود صحرائی کثرت
عجب ہے بحر وحدت کا یہ قطرہ
کہ اس قطرہ میں ہے کثرت کا صحرا

ازیں قطرہ چو گردد بحر موّاج
دری آید کہ باشد درۃ التاج
اسی قطرہ سے جب ہو بحر مواج
ملے موتی کہ جو ہے درۃ التاج

اگر خواہی کہ در دریائی عرفان
زنی غوطہ چو غواصان وجدان
اگر غوطہ زنی ہو بحر عرفاں
ہے مقصد مثل غواصان عرفاں

طلب از گوہر اشرف کہ ثمینست
کہ بحر وحدت او را تابسینت
اشرف سے کر تو چشم بینا
ہے بحر وحدت ان کے تا بسینہ

نہنگ بحر عرفان نام دارد
درو بحر نہنگ آشام دارد
نہنگ بحر عرفاں نام ان کا
وہ ہیں بحر نہنگ آشام ان کا

حقیقت انسانی مذکور ہر ایک مراتب مسطور میں کہ تنزل فرمایا ہے تو ضرور اس کے لئے ایک تعین و تقید رونما ہوا اور اس تعین و تقید کے سبب سے دولت قرب شہود سے دور اور حضور کی لذتوں سے مہجور پڑا رہا۔ خصوصاً خلقتِ انسانی و صور جسمانی میں کہ یہاں ایک خاص تعین پیدا ہوا اور قابل گریز تقید ظاہر ہوا جس کے سبب سے بعض افراد انسانی نے دعوٰی انانیت سے سرکشی کی اور اپنے کو مستقل الوجود دیکھا۔ عجب دوری و مہجوری ہے۔ اللہ کی پناہ ہے اس سے بیابان محرومی و صحرائی مہجوری میں شہسوار

حقیقت انسانی شکار کرتا تھا اور آرزو کے ہر ہرن اور شکار رنگ و بو کے پیچھے رہوار کو فکریں تھیں ناگاہ سعادت ازلی و دولت لم یزلی کا شیر و ببر غیبی کچھار اور لاریبی بیشہ سے رونما ہوا اور ہوائی ہرنوں اور خود نمائی کے شکار اس سے گوشۂ عدم میں آگئے اور اس کا میلان شکارگاہ احدیت و فنائی الصمدیۃ کی طرف ہو۔ اس وقت اس نے سر ارادت کو بارگاہ میں رکھا کہ اس کو گوشۂ خطرناک و بیابان پرخطر میں گذارنا ہو سکے مظہر موسیٰ ہو کر طور راہ پر قدم رکھے اور دامن کسی خضر صفت کا کہ جس کی شان ہیں

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ	تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک
اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا	بندے (خضر) کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس
وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ [۱]	سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی سکھایا۔

نازل ہوا ہے پکڑلے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں پیر و مقتدا ہونے کی قابلیت و استعداد کے شرائط اس آیت سے استنباط کئے گئے ہیں تو پیر کو چاہیئے کہ ان پانچوں اوصاف سے موصوف اور معرفت عارفانہ سے معروف ہو جیسا کہ مرصاد فرماتے ہیں پہلے عبدیت خاص سے مخصوص ہونا کہ مِنْ عِبَادِنَا ہے۔ دوسرے حقائق ایثار و عطاء کا قبول استحقاق کرنا بارگاہ سے بلاواسطہ کے کہ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً ہے تیسرے رحمت خاص کے پانے کی خصوصیت ہونی مقام عندیت سے کہ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ہے۔ چوتھے علوم کے سیکھنے کا شرف حضرت حق سے ہونا کہ عَلَّمْنٰهُ ہے پانچویں بلاواسطہ علوم لدنیہ کی دولت پانا کہ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ہے۔ قریب قریب مثنوی مولوی کے اشعار پڑھے ؎

مثنوی

پیر تابستان و خلقان تیر ماہ	پیر گرمی خلق ہے گرمی کا ماہ
خلق مانند شب‌اند و پیر ماہ	خلق گویا رات ہے اور پیر ماہ
کردہ ام بخت جوان را نام پیر	کر دیا بخت جواں کا نام پیر
کو زحق پیر است نی ز ایام پیر	ہے جو پیر حق نہیں ہے سن میں پیر
او چنان پیر است کش آغاز نیست	ابتدا جس کی نہیں ایسا ہے پیر
با چنان در یتیم انباز نیست	ایسا گوہر ہے نہیں جس کا نظیر
خود قوی تر میشود خمر کہن	خود قوی تر ہوتا ہے خمر کہن
خاصہ آن خمری کہ باشد من لدن	لیکن اچھی ہے شراب من لدن

---

[۱] سپ ۱۵ الکہف ۶۵

پیر را مگزین کہ بی پیر این سفر	پیر کو لے کہ ذکر ہے اس کے سفر
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر	ہے بہت پُر آفت و خوف و خطر
گر نباشد سایۂ پیر ای فضول	پیر کا سایہ نہو گر اے فضول
پس ترا سرگشتہ دار د بانگ غول	تجھ کو پھر سرگشتہ رکھے بانگِ غول
غولت از رہ افگند اندر گزند	ڈالے تجھ پر غول آفت راہ سے
از تو دانا تر درین رہ بسپرند	تجھ سے دانا تر اسی رستہ چلے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے جب ایسا پیر ہاتھ لگے تو اس کا دامن مضبوط پکڑے اور پیر کو چاہئے کہ پہلے مرید کو علوم شرعیہ کی جس کی ضرورت اصلی ہے سکھائے اور بعض عقائد صوفیہ سے بطور اجمال کے آگاہ کر دے اس کے بعد کسی شغل میں جو اس کی حالت کے مناسب ہو مشغول فرمائے لیکن سب اشغال سے مرید مبتدی کے لئے ذکر جہر زیادہ مفید ہے۔ مریدان اذکار و افکار اور رات دن سیر بدرجہ کمال میں پہلے مرتبہ حیوانیہ پر پہنچتا ہے اور جو کچھ تمام حیوانات پر ظاہر ہوتا ہے اس پر ظاہر ہوتا ہے ؎

شعر

درین منزل بود از لطف سبحان	ہے اس منزل میں ہوتا فضل سبحاں
بکشف دیدہ اش مکشوف حیوان	اسے کھلجاتا ہے مکشوف حیواں

جب اس مرتبہ سے ترقی کرتا ہے تو مرتبہ نباتیہ میں پہنچتا ہے نباتات کی خاصیتیں معلوم کرتا ہے اور اشیار کی تسبیح کو سمجھتا ہے ؎

قطعہ

درینجا شد ضمیر پاک سالک	ہوا اس جا ضمیر پاک سالک
بملک بر نبات مرز مالک	شہ ملک نبات از حکم مالک
شدہ در ہر زمان اسرار تسبیح	زمانہ میں ہوئے اسرار تسبیح
بہ پیش فکر سالک راہ تشریح	برائے فکر سالک راہ تشریح

جب اس مرتبہ سے ترقی کرتا ہے اور خیمہ بیان ترقی و عروج میں قائم کرتا ہے تو شہر جمادیں پہنچتا ہے اس کے عجیب اسرار اور نادر حکمتوں پر آگاہ ہوتا ہے اس کے کانوں کے دفینے اور خزانوں کے جواہر گویا آنکھوں کے دیکھے ہو جاتے ہیں ؎

مثنوی

درینجا از جواہر کان اسرار	یہاں پر گوہروں کے کان اسرار
بہ پیش جوہری آرند خروار	حضور جوہری کرتے ہیں انبار

ولی این جوهر کان معانی | مگر یہ جوہر کان حقائق
بکار جوہری ناید تو دانی | نہیں ہے جوہری کے کچھ بھی لائق

جب اس منزل سے اوپر ٹہلتا ہے تو خیمہ مرغزار خاک میں نصب کرتا ہے یہاں ایک دفتر دیکھتا ہے اور دیوان پاتا ہے عجائب وغرائب سے بھرا ہوا جس میں کلمات اسرار و الفاظ آثار بے حد و بے شمار ہیں ؎

مثنوی

بآخر خاک چون بریشت شب رنگ | ہے آیا خاک میں جس دم کہ رہوار
عجائب خود بدہ شہری خوردہ اورنگ | تو دیکھا شہر شاہی کا سزاوار
چہ نادر مسکن انواع اصناف | ہے کیسا مسکن انواع اصناف
کہ نبود ہمچو او در ہیچ اطراف | نہ اس کی مثل ہے قطعاً بہ اطراف
چو سیمرغ درون قاف مظہر | ہے کوہِ قاف میں سیمرغ جیسا
رسیدہ صیت او در ہفت کشور | ہے ہفت اقلیم میں آوازہ اس کا

جب اس مرتبہ سے عبور کرتا ہے تو سلوک کی کشتی کو دریائے آب میں ڈالتا ہے اور قلزم

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَىْءٍ حَيٍّ[1] — اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندگی دی۔

میں تیراک ہو جاتا ہے اور کشتی

بَسَطْتُ الْاَرْضَ عَلَى الْمَآءِ — اور پانی پر زمین کو بچھا دیا۔

ساحل مقصود کو مل جاتی ہے ؎

مثنوی

چو کشتی را در آب افگند ملاح | جو کشتی ڈالدے پانی میں ملاح
بدریائے عیان شد غرق ارواح | تو بحر کشف میں ہوں غرق ارواح
چہ دریائی کہ او را نیست پایاب | عجب دریا نہیں ہے جس کا پایاب
بہر سو آشنا را کرد غرقاب | ہوا تیراک ہر سمت اس میں غرقاب

جب سالک کا سامان دریائے آب سے ساحل ہوا کو پہنچتا ہے تو ایک ایسی دنیا میں گذر واقع ہوتا ہے کہ باد ہوائی و نسیم خوشنوائی کے سوا کوئی لطافت و دلبستگی اس گلزار و سمن زار سے باہر نہیں آتی ؎

---

[1] پ ۱۷ انبیاء ۳۰

مثنوی

چو در بحر ہوا افگند زورق	جو بحر باد میں کشتی کو ڈالا
جہاں را یافت جملہ ظل بیرق	تو پایا خلق کو جھنڈے کا سایہ
بصحرائے ہوا زاینجا گذر کرد	بیابان ہوا میں واں سے گزرا
بصور تہائے غیبی در نظر کرد	امور غیب کو آنکھوں سے دیکھا

اسی طرح مرتبہ بمرتبہ نزول کے برعکس عروج کرتا ہے جتنا سالک کی کثافت اور تقید کم ہوگا لطافت ظاہر اور وسعت زیادہ ہوگی اور مراتب عالیہ سے نسبت زیادہ کامل ہوگی اور علم وادراک بہت وسیع ہوگا یہاں تک کہ اپنے عین ثابت تک پہنچ جائے اور وہ اسم کہ اس کا عین ثابت جس کا مظہر ہے بصورت استعداد کلی ہیولانی الوصف کے اس پر جلوہ فرما ہو جائے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت عین ثابت میں سالک ان تین مراتب میں ایک سے خالی نہ ہو۔

مرتبہ اوّل:- یہ کہ اس کا عین ثابت تمام اعیان ثابتہ وصور علمیہ کو جامع وشامل ہو مثلاً عین ثابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض کامل و فرمانبرداروں اور کامل سالکوں کے اعیان ثابتہ کو جنہوں نے قدم بقدم سلوک کیا ہے پس اپنے عین ثابت پر ہی آگاہ ہو جانا یقیناً آگاہ کردے تمام اعیان ثابتہ اور اس کے احکام وآثار پر ازل سے ابد تک۔ گوشہ نشین گنجہ نے اس مقام کا مکرر نشان دیا ہے ؎ شعر

دران دائرہ گردش راہ او	یہاں پر تو وہ گردش راہ ہے
نمود از سر او قدمگاہ او	نمودار سر سے قدمگاہ ہے

پیروان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جنہوں نے اپنے مرکب سلوک کو قدم مبارک کے نشان پر چلایا ہے صاحب فصوص ہیں کہ وہ اپنے مقام جمعیت سے خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا میری بصارت وبصیرت وخیال کی آنکھ کو تو میں نے چشم بصارت سے وہ دیکھا جو محسوس نہیں ہوتا مگر اسی سے اور میں نے چشم بصیرت سے وہ دیکھا جو مدرک نہیں ہوتا مگر اسی سے اور میں نے چشم خیال سے وہ دیکھا جو نہیں دیکھا جا سکتا مگر اسی سے تو ہو گیا معاملہ میرے لئے دیکھا بھالا ہوا اور حکم جو خیالی وہمی تھا تقلید کی وجہ سے موجود ویقینی ہو گیا تو میں نے جان لیا مرتبہ اس کا جس نے پیروی کی حضور کی اور حضور رسول مبعوث سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں نے مشاہدہ کیا تمام انبیاء کا آدم علیہ السلام سے لیکر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور مشاہدہ کرا دیا اللہ تعالیٰ نے مجھکو انبیا کے تمام ماننے والوں کا یہاں تک کہ نہیں باقی رہا ان میں سے کوئی جو ہو چکا اور جو ہوگا قیامت تک ان کے خواص وعوام سے اور میں نے تمام گروہ کے مرتبوں کو دیکھا تو جان لیا ان کے اقرار کو اور آگاہ ہو گیا سب چیزوں سے جس پر وہ بالاجمال ایمان لائے اس چیز سے جو عالم علوی میں ہے اور میں نے ان

سب کو دیکھا بھالا۔

مرتبہ دوئم:۔ یہ کہ سالک کا عین ثابت بعض اعیان ثابتہ کا جامع ہو تو اس کی آگاہی اس مقام میں بعض افراد عالم کے لئے ہوان کے احکام و آثار کچھ بیان کرے۔ جیسا کہ فتوحات میں دوسرے سے نقل فرماتے ہوئے منقول ہے کہ جب میں بلاد اندلس سے بحر روم کو پہنچا تو اپنے دل میں قصد کیا کہ دریا میں اس وقت تک سوار نہ ہوں گا جب تک اپنے احوال ظاہرہ و باطنہ وجودیہ کی تفصیلات کو نہ دیکھ لوں جو کچھ مقدر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میرے بھائیوں پر اپنی آخر عمر تک تو متوجہ ہوا میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف پورے حضور و شہود اور کامل مراقبہ کے ساتھ تو دکھا دیا اللہ تعالیٰ نے میرے اور میرے ساتھیوں کے تمام احوال کو جو میری آخر عمر تک جاری ہوں گے ظاہر و باطن میں یہاں تک کہ تمہارے والد اسحٰق بن محمد اور تمہاری صحبت کو اور تمہارے احوال و علوم و ذوق و مقامات و مکاشفات اور تمہاری تمام خصوصیات کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ پھر میں دریا میں سوار ہوا علم و یقین کی حالت میں اور وہی ہوا جو معلوم ہوا تھا اور وہی ہوگا بغیر کمی بیشی کے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم شیخ عبد الرزاق کاشی اپنے پیر سے نقل کرتے تھے کہ میرے پیر کی ایک خاص نگاہ تھی کہ جب چاہتے کہ کسی کے حال پر آگاہ ہو جائیں تو اس پر ایک نظر کرتے اور اس کو اس کے دنیا و آخرت کے احوال کی خبر دے دیتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت سید علی ہمدانی مدینۃ الاولیاء میں بزرگوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے اس فقیر کی طرف اشارہ کیا کہ ان لوگوں کے حالات موجودہ و واقعات آئندہ کما حقہ معرض بیان میں لائے حضرت میر کے قلب مبارک کی توجہ کو فقیر کے دل میں حق تعالیٰ نے القا فرمایا اور ان حضرات کے حالات کو ظاہر کر دیا جیسا کہ تمام جزوی و کلی واقعہ میں نے حضرت میر سے عرض کر دیا چند روز گذرنے پر جو عرض کیا گیا تھا وہی دیکھا گیا۔

مرتبہ سوم:۔ یہ ہے کہ اس کا عین ثابتہ کسی کے اعیان ثابتہ کا جامع نہ ہو صرف اپنے ہی عین ثابتہ کا جامع ہو جیسا کہ شیخ نجم الدین صغیر نے اپنے مکشوفات حضرت قدوۃ الکبرا سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ چلہ کے آخر میں ماہ رمضان المبارک کی ۲۹ تاریخ کو اولین و آخرین کے حالات مجھ پر منکشف کر دیئے گئے بلکہ ازل و ابد کے معاملات کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا اور اب جب کہ میں ساٹھ سال کا ہوں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میری اولاد مقام میثاق ازلی میں بابا آدم کے تلوے میں تھی ؎

شعر

چو عکس او بجام خام افتاد	پڑا جب عکس اس کا جام ہی میں
نظر آغاز بر انجام افتاد	پڑیں اول سے آخر تک نگاہیں

شیخ نجم الدین کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ سالکوں اور درویشوں کے چاروں مراتب براہ کرم بیان فرمادیں فرمایا جب تک کہ طالب از سرتاپا طلب یعنی علم یقین سے آراستہ نہ ہو ایک دن پریشانی وخلل سے جھوٹا اور بے کار ہوجائے گا اور وہ سالک جو حق کا فیض کامل عین اللہ سے دل میں نہیں رکھتا نفس کی ذات سے ایک کتا ہوجائے گا سے

قطعہ

الف سالک است بیعت صدق	یہی بیعت الف ہے سالک کی
زوشدہ سالک راہ حق زیبا	راہ حق چلنا اس کو ہے زیبا
از رہ لطف جوھر طالب	ہے لطافت سے جوھر طالب
ظل آبست ممترخ ز صفا	سایہ پانی کا با جلاء وصفا

جب سالک عنایت الٰہی ومدد غیر متناہی سے اپنے عین ثابت تک پہنچ جائے تو اس مقام میں سلوک ختم ہوجاتا ہے اور سیر جذبہ جلیہ سے بدل جاتی ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک اس راہ میں رسائی ممکن نہیں ہے۔ اس سلوک والے کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ جب اس مرتبہ سے نزول فرماتا ہے اور اپنے مقام اصلی کی طرف لوٹتا ہے تو طالبوں کی تربیت کرسکتا ہے۔

بیت

ہر آن سالک کہ کرد انزال داعراج	بلند وپست کی پائی جو معراج
بفرق طالبانست درۃ التاج	مریدوں کے ہے سر پر درۃ التاج

اور اگر عنایت ازلی وہدایت لم یزلی سے ناگاہ بلاواسطہ سلوک کے شرف جذبہ سے درگاہ عرفان معروف میں مشرف ہو اور اسی جذبہ کی حالت میں اگر کسی بزرگ کی بارگاہ میں پہنچ جائے جس کا دونوں سلوک میں کام مقصد تک انجام پا چکا ہو اور وہ اس کو سلوک سلسلۂ تربیت میں کرکے حضرت جذبہ میں لوٹالائے تو اس کو مجذوب سالک کہتے ہیں تو ایسا شخص بھی اقتداء کے لئے مناسب ہے سو ان دونوں صاحب دولت کے راہ یقین کے سالکوں اور برسوں کے راستہ کے چلنے والوں کی تربیت کے لئے کوئی مناسب نہیں ہے اور یہ ایک تاج ہے عظیم الجواہر جس کے سر پر رکھدیں اور لباس ہے بڑے مرتبہ کا جس کے بدن پر پہنا دیں سے

رباعی

در آنحضرت کہ بار عام باشد	جب اس سرکار کا دربار ہے عام
بدیدارش ہمہ را کام باشد	تو اس کی دید سے ہر اک ہے خوش کام
ندانم تا کرا لطفش بخواند	خبر کیا لطف اس کا کس سے بولے
کہ در خاصان کلام از عام باشد	کہ خاصوں میں ہے ہوتی گفتگو عام

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر سالک جذبہ کی بارگاہ تک نہ پہنچ سکے اور راستہ ہی میں ٹھہر جائے تو اس کو صرف سالک کہیں گے! سرحد جذبہ پر ٹھہر جائے اور راہوار سلوک کو صحرائے ہدایت میں نہ دوڑائے (منزل سلوک کو طے نہ کرے) تو اس کو فقط مجذوب کہیں گے۔ ان دو بزرگواروں میں سے کسی سے سالکوں کی تربیت شاذونادر ہی ہوتی ہے۔ لیکن ان کا نفس (فرمودہ) بہت جلد کارگر ہوتا ہے ان حضرات کی روش ان کی سیرت اور ان کے طور طریقے اور کھانے پینے کے معاملات بالکل خلاف قیاس ہوتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کتنا ہی کھالیں پیٹ نہیں بھرتا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بالکل کھاتے ہی نہیں۔ قریب قریب فرمایا کہ

شیخ ابراہیم مجذوب کا حال

حضرت شیخ نجیب الدین بزغش نے فرمایا کہ مجھے شیخ ابراہیم مجذوب کی ہم نشینی کی بہت آرزو تھی میں نے ایک دن موسم سرما میں انہیں بازار میں دیکھا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ یہ وقت ہے کہ ہم تم ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ آج کی رات بازار کی مسجد میں گزاریں گے۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ مسجد میں چلا گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کے لیے کھانا لے آؤں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ کچھ دیر کے بعد بارش ہونے لگی۔ بجلی چمک رہی تھی۔ پرنالے بہنے لگے۔ جب ہم نے عشا کی نماز پڑھ لی۔ اور تمام لوگ مسجد سے نماز پڑھنے کے بعد چلے گئے صرف ہم دونوں وہاں رہ گئے تو شیخ ابراہیم مجذوب نے مجھ سے کہا کہ مجھے تو بھوک لگ رہی ہے کھانے کے لیے کچھ لاؤ۔ رات بہت اندھیری تھی۔ بارش ہو رہی تھی۔ بجلی خوب چمک رہی تھی میرے پاس کچھ اشرفیاں تھیں وہ میں نے ان کو دے دیں اور کہا کہ اس وقت تو آپ معاف کیجئے کہ ایسی بارش اور اندھیری رات میں کھانا کیسے لایا جائے گا۔ ان شاءاللہ کل صبح اس رقم سے کھانا خرید لیں گے۔ انہوں نے اشرفیاں لے لیں اور کچھ دیر صبر کیا لیکن پھر کہنے لگے کہ مجھے بھوک لگی ہے اٹھو اور میرے لیے کھانے کو کچھ لاؤ میرا مکان اس مسجد سے بہت فاصلہ پر تھا لیکن اس مسجد کے پاس ہی میرے ایک عزیز رہتے تھے جو بہت مالدار تھے، میں مجبوراً مسجد سے نکل کر ان کے گھر پر گیا چونکہ میں نے سن رکھا تھا کہ شیخ ابراہیم مجذوب بہت زیادہ کھاتے ہیں لہٰذا میں نے اپنے عزیز سے کہا کہ میرے یہاں کچھ مہمان آگئے ہیں میں نے کچھ لوگ اس لحاظ سے کہا کہ ایک بھی حقیقت میں جمع ہے اور اس میں بہت سے لطیفے مثل نفس، قلب و روح موجود ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ بہت دیر ہوگئی پکا ہوا کھانا تو ختم ہو چکا ہے۔ انہوں نے نوکروں کو حکم دیا اور ہر ایک نے سینی میں ناپختہ اناج رکھ لیا۔ کسی کی طباق میں چاول تھے۔ کسی کے سر پر باقلا (سبزی) سے بھری ہوئی سینی تھی بعض میں چنا اور گندم تھا ایک عدد دنبہ تھا اور ایک عدد پتیلی تھی یہ سب میرے ہمراہ مسجد میں لائے اور کہا اب آپ خود کھانا پکالیں۔ میں نے یہ تمام سامان اٹھا کر شیخ ابراہیم کے سامنے رکھ دیا۔ میرے خیال میں یہ سب سامان پچاس (عجمی) من ہوگا اور میں نے شیخ سے کہا کہ میں ابھی کھانا تیار کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ رہنے دو میں ایسا ہی کھالوں گا۔ چنانچہ انہوں نے وہ تمام اجناس ناپختہ

ہی کھالیں اور کچھ دیر سکون سے بیٹھے رہے کچھ دیر کے بعد ایک فقیر (دریوزہ گر) مسجد کے قریب سے گزرا انہوں نے اس کی جھولی چھین لی۔ اس جھولی میں تقریباً دس من (عجمی) روٹی کے ٹکڑے اور کھانے کی چیزیں موجود تھیں وہ جھولی فقیر سے چھین کر مسجد میں لے آئے اور یہ تمام کھانا بھی کھالیا۔

جب آدھی رات گزر گئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اب سو جاؤ۔ تم نے میری وجہ سے بہت زحمت اٹھائی ہے۔ لیکن اگر تم نے حرکت کی یا تم جاگتے رہے تو میں تم کو مار ڈالوں گا۔ میں مسجد کے ایک گوشہ میں چلا گیا اور سونے کی کوشش کی۔ میری یہ ہمت نہیں تھی کہ میں ذرا سی بھی جنبش کروں یہاں تک کہ اگر جسم کے کسی حصہ میں کھجلی بھی ہوتی تو کھجانے کی مجال نہیں تھی۔ اسی مسجد میں ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔ وہ ہر گھنٹے کے بعد اٹھتے اور اس پتھر کو اٹھاتے اور میرے سرہانے آکر کہتے کہ جی چاہتا ہے کہ اس پتھر سے اس کو کچل کر ہلاک کر دوں۔ پھر آپ ہی آپ کہتے کہ نہیں! اس کا مار ڈالنا مناسب نہیں ہے کہ اس کا باپ بوڑھا شخص ہے۔ کل قیامت کو زاری کرے گا اس پتھر کو پھر اپنے مقام پر رکھ دیتے۔ چند بار ایسا ہی کیا۔ مجھ کو ڈر سے نیند نہیں آتی تھی لیکن اپنے کو ایسا دکھاتا تھا کہ میں نیند میں ہوں۔ پھر انہوں نے مجھے مخاطب کیا اور کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم سو نہیں رہے ہو۔ خیر میں نے تم کو بہت زحمت دی ہے اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور معاف کرتا ہوں اور اب میں مسجد کی چھت پر جا رہا ہوں تاکہ تم مجھ سے بے خوف ہو جاؤ۔ اور آرام سے سو جاؤ۔ یہ کہہ کر وہ چھت پر چلے گئے۔ مسجد کے ناودان کے مقابل ایک کمرہ تھا امام مسجد نے وہاں بہت سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں۔ ابراہیم مجذوب اس کمرہ کے اندر چلے گئے خوف کے باعث میں اوپر گیا اور اس کمرہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا تاکہ میں آرام سے سو جاؤں۔ ابھی میں جاگ ہی رہا تھا کہ اندر سے روٹی کھانے کی آواز مجھے سنائی دی مجھے سخت تعجب تھا کہ اس کمرہ میں سوائے کتابوں کے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی پھر وہ کیا کھا رہے ہیں۔ جب صبح کو وہاں سے چلے گئے تو میں اس کمرہ کے اندر گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تمام کتابوں کی جلدیں کھا گئے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کے بغیر منزل نہیں مل سکتی

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلوک میں اگر بارگاہ نبوی وسرکار مصطفوی ﷺ کی فرمانبرداری واطاعت کے راستہ سے کچھ بھی انحراف ہو تو اپنے منزل مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں ہے جیسا کہ بعض اگلوں نے اپنے مرکب سلوک کو بلا واسطہ برزخ البرازخ کے چلایا ہے درگاہ نور الانوار تک نہیں پہنچے ہیں اور ان کو اس بارگاہ سے ڈانٹ کر ہٹا دیا ہے۔ تقریباً شیخ علاؤ الدولہ سمنانی نے نقل کیا کہ شیخ مجد الدین بغدادی نے فرمایا ہے کہ واقعہ میں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سوال کیا کہ آپ بو علی سینا کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ایک شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہا بغیر میرے وسیلہ کے تو میں نے اسکو روک دیا

اپنے ہاتھ سے اس طرح تو گر گیا جہنم میں اور اسی طرح شیخ شہاب الدین مقتول جو اُن کے پیروی کرنے والوں سے ہیں لیکن حضرت شیخ فخرالدین رازی عتاب کئے گئے ہیں بسبب اپنے کمال حیرت ناگوار کے تیس برس کے بعد ایک اپنے تحقیق کردہ مسئلہ سے رجوع کیا ہے اس واقعہ سے بے حد رنجیدہ ہوئے روتے تھے کہ اگر میری تمام تحقیقات اسی طرح پر نکلیں تو کیا کروں گا؟ ؎

شعر

یقینی را کہ دانستم گمان شد — گمان ثابت ہوا جس پر تھا ایقاں
چہ سودائی کہ سود من زیان شد — یہ کیا سودا کہ خود ہے نفع نقصاں

اُن کے ایک شاگرد نے اس واقعہ کو حضرت شیخ محی الدین عربی سے زبان عجم میں بیان کیا، آپ نے امام کو لکھا کہ اگر چاہتے ہو کہ تم کو اپنے معلومات سے رجوع نہ کرنا پڑے اور چیزیں ٹھیک طور پر معلوم ہوجائیں تو چاہیئے کہ تصفیہ وجہ خاص کو اپنی حالت کا ملازم خاص بنالو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ میں بعض کو کھانے پینے کی بالکل حاجت نہیں ہوتی اگرچہ بہت دن اور بے شمار سال گذر جائیں چنانچہ شیخ اردبیلی جس وقت کہ وہ نزع میں ہوئے تو تو روٹی تر کرکے اُن کے حلق میں لوگوں نے ٹپکایا اور تھوڑا سا شوربا بھی ان کے حلق میں ٹپکانے لگے انہوں نے روکا اور کہا تیس برس سے روزہ میں رکھتا رہا اب روزہ ہی کی حالت میں جاتا ہوں۔

حکایت بروایت جعفر خلدی

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بعض اہل جذب عقلا اور صاحب معرفت ظرفا سے عجیب وغریب حالات اور تعجب خیز واقعات کا صدور ہوا ہے۔ بظاہر اگرچہ ان کے اقوال خلاف ادب معلوم ہوتے ہیں لیکن بارگاہ الٰہی میں وہ آب زلال سے بھی زیادہ خوشگوار ہیں اس لیے کہ ان حضرات میں سے اکثر معشوق صفت گذرے ہیں اور یہ حضرات ہمیشہ سے محرمان اسرار رہتے چلے آئے ہیں اور دائمی طور پر حریم راز کے ہمنشین رہے ہیں۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیخ جعفر خلدی فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں تھا۔ وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا تمام چہرہ اپنی عبا میں چھپائے ہوئے تھا یکایک وہ اٹھا اور آسمان کی طرف منہ کرکے کہنے لگا کہ تو کس کو زیادہ پسند کرتا ہے یہ کہ دہی کا شربت اور فالودہ دو یا یہ کہ تیرے گھر کی ان قندیلوں کو توڑ ڈالوں۔ پھر اپنی جگہ پر لوٹ کر سو رہا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شیخ کوئی گنوار ہے یا کوئی ولی اللہ ہے۔ میں یہی سوچ رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا اس کے پاس ایک بڑی سی زنبیل تھی یہاں تک کہ اس شخص کو اس نے دیکھ لیا اور اس کے پاس پہنچا اور اس کے سرہانے پہنچ کر کہا کہ میں تمہارے لئے کچھ چیز لایا ہوں، یہ کہکر اس نے زنبیل سے چھاچھ کا سالن اور فالودہ نکالا۔ وہ شخص اٹھ کر بیٹھ گیا اور یہ دونوں چیزیں کھالیں اور
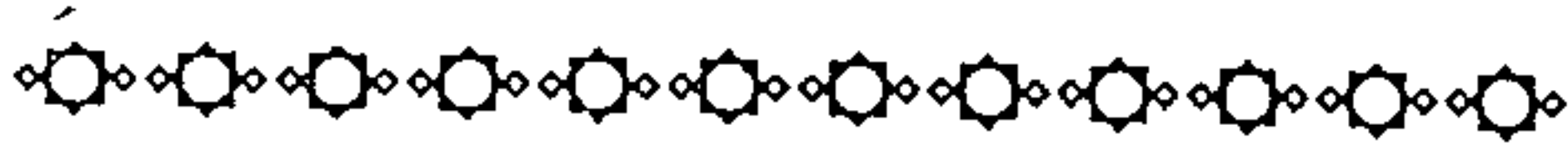
کچھ باقی چھوڑ دیا۔ اور کہا لے یہ اپنے بچوں کے لیے لے جا۔ وہ شخص بچا ہوا سامان لے کر واپس ہوا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ اس کے پاس پہنچ کر میں نے کہا کہ اے شخص تم کو خدا کی قسم سچ کہنا کہ تم اس شخص کو پہچانتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں نے اس سے پہلے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے بچے کئی روز سے مجھ سے چھاچھ کا سالن اور فالودہ کی فرمائش کر رہے تھے۔ میں ایک غریب شخص ہوں محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتا ہوں۔ میں نے بچوں سے کہہ دیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کچھ زیادہ مزدوری دلا دے گا تو میں تمہاری خواہش پوری کر دوں گا۔ آج میں نے ایک دینار کمایا تھا۔ حسب وعدہ میں نے چھاچھ کا سالن اور فالودہ پکانے کا سامان خریدا باورچی خانہ میں جا کر ان چیزوں کو تیار کرنے لگا کہ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی تو ہاتف غیبی نے مجھ سے کہا کہ اٹھ اور جو کچھ پکایا ہے مسجد اقصٰی میں لے جا اور اس شخص کو کھلا دے جس نے اپنے منہ کو عبا میں چھپا رکھا ہے۔ وہ ہمارا ایک شوخ مہمان ہے۔ یہ ہم نے تمہارے ہاتھ سے اسی کے لیے تیار کرایا ہے جو کچھ اس کے سامنے سے بچ رہے وہ اپنے بچوں کو کھلا دینا کہ اس میں نیک بختی کا اثر ہو گا۔ جب میں بیدار ہوا تو میرے بچے وہ کھانا نے کر آئے کہ وہ کھائیں۔ لیکن میں وہ سب لے کر یہاں آ گیا جیسا کہ تم نے دیکھا۔

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ روم کے اکابر میں سے ایک صاحب حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقت کے بارے میں کچھ باتیں انہوں نے دریافت کیں۔

حضرت نے اس سلسلہ کے تمام نکات ان کے سامنے بیان فرمائے۔ چونکہ سائل کا اس استفسار سے مقصود استفادہ نہیں تھا۔ اس نے حضرت سے الجھنا شروع کر دیا۔ حضرت نے ان سے کہا کہ اے عزیز! تم سلوک دانی کا دعویٰ کرتے ہو اور خود کو مرشد کہتے ہو۔ اپنی اس بزرگی کا کچھ باطنی نشان اور علامت پیش کرو۔

جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ روحہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

میں نے اسباب دنیا کو جمع کیا اور ان کو ایک رسی سے باندھا اور اس کو دریائے یاسیت (ناامیدی) ڈال دیا۔ اس وقت میں نے اس فانی دنیا سے آرام و استراحت حاصل کی اور حضرت جبار جل جلالہ تک پہنچا۔

تو بتاؤ کہ دریائے ایاسیت کیا ہے اور صحرائے ایاسیت کس کا نام ہے اور جب اس دریا کو عبور کیا تو کس کشتی میں بیٹھ کر اس کو عبور کیا اور کس ساحل پر پہنچے یہ سالک کے لیے اول منزل ہے یا اسکا آخری درجہ ہے۔ یہ صوفیہ کرام کے رموز و ارشادات ہیں کہ جو کوئی اس گروہ سے متعلق ہے وہ ان باتوں کو جانتا ہے۔

رباعی

کسی کین بحر را غواص باشد — اگر اس بحر کا کوئی ہو غواص

بداند سرِ غواصان دیگر — تو جانے راز غواصان دیگر

کسی کو نیست از جوہر فروشان — نہیں ہے جوہری کوئی تو پھر کیا
چہ داند قیمت یاقوت و گوہر — وہ جانے قیمت یاقوت و گوہر

دردمندان خونخوار کی ماہیت اور سالکان جاں سپار کی کیفیت سوائے بہرہ مند کے اور کوئی نہیں جانتا اور سوائے خردمند (سالک) کے اور کوئی بیان نہیں کر سکتا ہے

آنکس داند حال دل غمگینم — میرے دل پر غم کی وہ حالت جانے
کو را ہم ازین نمد کلاہی باشد — جسکی کہ بنی ہو اسی نمدہ سے کلاہ

مرد ہے وہ کہ جس نے ترک کا خود اپنے سر پر رکھا ہو اور ہمت کے اسلحہ سے سر سے پاؤں تک آراستہ ہو وہی اس معرکہ میں زخم کھا سکتا ہے اور اس زخم پر مرہم کا پھاہا رکھ سکتا ہے۔

قطعہ

جرعہ ترک نوش باید کرد — آہنی گھونٹ چاہیئے پینا
تا شوی مست فقر تا ابد — تا کہ ہو مست فقر تا ابد
خرقہ از صفائی صبر بپوش — صبر کے صاف خرقہ کو پہنو
تا شوی مرد فرو نزد احد — تا بنو ایک مرد نزد احد

جزو و کل کو ترک کرنا چاہیئے جس سے مراد جان قربان کرنا ہے اور شمع الہٰی کا پروانہ بننا ہے ۔ بیشک جو کچھ آبخورہ میں ہوتا ہے وہی اس سے ٹپکتا ہے ہے

ع

از کوزہ ہمان برون تراود کہ درو ست — کوزہ سے نکلتا ہے وہ جو اس میں ہے

نفس کی نظر سے اس فقیر کے قول پر نظر نہیں کرنا چاہیے بلکہ دیدۂ دل سے دیکھنا چاہیئے کہ اس نہر میں کون سے دریا کا پانی جاری ہے۔ ہے

غزل

درون مصر جان خود چہ یوسف نازنین دارم — عجب یوسف ہے مصر جان میرے نازنیں پیدا
کہ صد ہمچو زلیخائی بکوشش ہمنشین دارم — زلیخا سیکڑوں ہیں گرد اس کے ہمنشیں پیدا
بخلوتخانہ سینہ کہ از اغیار خالی شد — یہ خلوتخانۂ سینہ ہوا غیروں سے جو خالی
چہ شاہد نازک موزون من خلوت نشین دارم — عجب معشوق نازک اس میں ہے خلوت نشیں پیدا
ز وصل شاہد بلقیس در عالم سلیمانم — سلیمانِ جہاں ہو وصل سے بلقیس عالم کے
کہ جن و انس وحش و غیر در زیر نگین دارم — کہ جن و انس وحیواں ہیں میرے زیر نگیں پیدا

چو در دل صورت خورشید معنی بشود طالع — ہے ہوتا دل میں طالع صورت خورشید معنی جب
سر گردون بزیر پائے ہمّت بر زمین دارم — سر گردوں مری ہمت کے نیچے ہے زمیں پیدا
نثار وصل تو اشرف مثال دین و دنیا را — تمہارے وصل پر اشرف نچھاور دین و دنیا کو
کند نقد روا نرا ہم کہ صد دنیا بدین دارم — کرے اور نقد جاں بھی گو ہوں سو دنیا و دیں پیدا

حضرت درّیتیم نے ظلمانی حجابوں اور نورانی تجلیوں کے متعلق ادب سے سوال کیا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ تجلّیات و مکشوفات کا بیان و اظہار مشائخ نے بطور تفصیل کے فرمایا ہے اور ہر ایک نے سلوک کے مطابق طویل راہ طے کی ہے اب اختصار و کمال اختصار کے طور پر کہا جاتا ہے کہ جب طالب صادق اور سالک واثق اذکار و افکار میں مشغولی کرتا ہے اور ریاضت کی راہ بمشقت طے کرتا ہے تو اس کے لئے اچھی اور بری صورتیں ظاہر ہوتی ہیں تو اس طرف توجہ نہ کرے اور نہ تجلیوں کی طرف نہ چمکوں کی طرف نہ چمکتے انوار کی طرف اور نہ روشن رنگوں کی طرف اور جان لے یقینی طور پر کہ نورِ حقیقی پاک ہے اس سے کہ رنگین اور شکل دار اور کسی جہت میں ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

انّ للّٰہ تعالیٰ سبعین الف — بے شک اللہ تعالیٰ کے ستّر ہزار حجاب
حجابٍ مّن نّورٍ وّ ظلمۃٍ — نور و ظلمت کے ہیں۔

ظلمانی حجابات اور نفسانی پردے تو جیسا کہ پانچوں حواس اور طبیعتیں اور عوارض اور برے اخلاق اور ذلیل عادتیں اور خواہش و شہوات اور شیطانی خیالات اور نفسانی وسوسے ہیں اور ظلمتوں کے ان اقسام سے ہر ایک کی شاخیں ہیں کہ جس کی شرح زیادہ طول رکھتی ہے اور ظلمانی حجابوں کا اٹھ جانا سالک پر بہت آسان ہے بہ نسبت نورانی حجابوں کے کیونکہ نفس بالطبع نور کی طرف مائل ہے بہ نسبت ظلمت کے۔ دس دس ہزار رنگ ہر لطیفہ قالب و قلب و نفس کے نیچے پوشیدہ ہیں کہ جن کا مجموعہ ستّر ہزار رنگ ہوتا ہے ان میں سے دس ہزار ظلمانی حجابات لطیفہ قالبیہ میں چھپے ہیں اور ان کا رنگ تاریک ہے۔ جب اشغال و اذکار ترقی پکڑتے ہیں تو انوار روشن ہوتے ہیں تو ان تہ بہ تہ تاریکیوں کو بعض کو بعض کے اوپر مشاہدہ کرتا ہے۔ جب سالک کا وجود زیادہ لطیف ہوجاتا ہے تو انوار کی لطافت زیادہ صاف ہوجاتی ہے جیسا کہ سفید پانی کا پھین۔ اور ان میں سے دس ہزار لطیفہ نفسیہ میں پوشیدہ ہیں جن کا رنگ نیلا ہے اور برائیوں کے خطرات اور تاریکیوں کے صفات کا سرچشمہ و منشا اسی میں ہے اور دس ہزار ان میں سے پوشیدہ ہیں لطیفہ قالبیہ میں جن کا رنگ زیادہ لال ہے جیسا کہ آگ کا شعلہ ؎
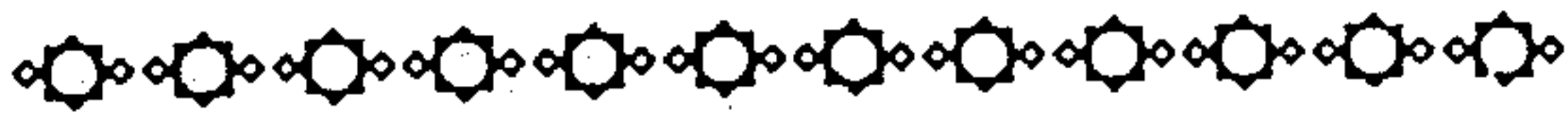
شعر

چو نور شمع رویش برفروزد — جو اس کے شمع رو کا نور چمکے
نقاب از غیرت از پیشش بسوزد — نقاب رخ کو آگے سے جلادے

دس ہزار حجابات لطیفہ سریہ میں پوشیدہ ہیں کہ اس کا رنگ سفید ہے جیسے سفید اور صاف شیشہ جس میں آفتاب کا عکس پڑ رہا ہو ۔

بیت

شعاع نور او کزا ضطراب است — اس کی شعاع نور تو ہے اضطراب میں
تو گوئی آفتابی اندر آب است — جیسے کہ آفتاب ہی اندر ہے آب میں

اور ان میں سے دس ہزار لطیفہ روحیہ میں رکھدیا ہے جس کا رنگ زیادہ زرد ہے نہایت صفائی اور لطافت میں ۔

شعر

ازان نوری کہ تابانست واحمر — اسی سے جو ہے نور سرخ و تاباں
نمایاں شد برنگ نور اصفر — ہوا ہے نور اصفر میں نمایاں

اور دس ہزار مندرج ہیں لطیفہ خفیہ میں کہ جس کا رنگ قلعی کردہ آئینہ کی طرح ہے مثل آنکھ کی سیاہی کے پتلی کے کنارے ہیں اس جگہ سالک چشمۂ آب حیات سے کچھ سیراب ہو جاتا ہے اور دس ہزار پوشیدہ ہیں لطیفہ حقیقت میں کہ جس میں لطائف اور انوار قائم ہیں اور اس کا رنگ زیادہ ہرا ہے اور آنکھ کو روشن کرتا ہے اور دل میں فرحت پہنچاتا ہے زندگی کا رنگ اسی سے نکلتا ہے ۔
اس کے بعد عقیق کے رنگ میں نمایاں ہوتا ہے ۔

بیت

درینجا سالک سرّ دقیق است — یہاں باریک سر کا ہے وہ رہرو
کہ آخر نور از رنگ عقیق است — کہ آخر ہے عقیقی رنگ سے ضو

حضرت قدوۃ الکبرا مرصاد سے نقل فرماتے تھے کہ جب آئینۂ دل آہستہ آہستہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی قلعی سے صیقل پا جائے اور طبیعت کا زنگ اور بشری صفات کی تاریکیاں اس سے مٹ جائیں تو غیبی انوار کے قابل اور لاریبی اسرار کے پرتو ہونے کا محل ہو جاتا ہے شروع حالت میں وہ انوار اکثر بطور بجلی اور چمک کے ظاہر ہوتے ہیں اور ہر چمک پر ہزار طرح کی ترقی بڑھتی ہے ۔

شعر

یا ایتھا البروق الذی تلمع — اے چمکدار بجلیو بولو
من ای اکناف الجمیع تطلع — کس طرف سے طلوع کرتی ہو

جیسی صفتوں میں زیادتی ہوتی ہے انوار کو زیادہ قوت ہوتی ہے۔ بجلیوں کے بعد چراغ و شمع و مشعل اور روشن آگ کی طرح مشاہدہ ہوتا ہے۔ پھر انوار علوی ظاہر ہوتے ہیں ابتدا چھوٹے تاروں کی صورت سے اور بڑا یہ کہ چاند کی صورت میں مشاہدہ واقع ہوتا ہے اور اس کے بعد آفتاب کی طرح پر اور اس سے بڑے انوار مثال سے پاک نمایاں ہوں گے۔

سالک کو ان انوار سے اعراض کرنا چاہیئے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سالک کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ ان تمام انوار سے اعراض کرے اور اپنی تمام تر توجہ مراقی عروج (عروج کی سیڑھیوں) پر مبذول رکھے۔ مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) نے شاید اسی موقع کے لیے یہ شعر کہا ہے: ؎

شعر

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود — ہوں ان کی ہمت عالی کا زیر چرخ غلام
زہر چہ رنگ تعلق پزیرد آزاد است — ہر ایک رنگ تعلق سے جو کہ ہیں آزاد

ان انوار کے منشا اور ان انوار کے منابع رنگا رنگ ہیں۔ سالک کی روحانیت، شیخ کی ولایت، انوار نبوت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء و مشائخ کی ارواح پاک اور بارگاہ حضرت عزت اور مختلف ذکروں کے انوار، خصوصاً کلمہ طیبہ کا نور اور قرآن و ایمان و احسان و اسلام اور مختلف عبادتوں اور طاعتوں کا نور کہ ہر ایک کے لئے جداگانہ نور ہے اور ہر عبادت و منشا سے دوسرا نور ہوتا ہے اور ہر طاعت سے دوسرا سرور اٹھتا ہے اس کے مناسب

؎

ہر عبادت را حضوری دیگر است — ہر عبادت کا جداگانہ حضور
ہر اطاعت را سروری دیگر است — ہر اطاعت کے لئے دیگر سرور
ہر چراغی کز عبادت برکنی — تم عبادت سے جلاؤ جو چراغ
مطلع انوار و نوری دیگر است — مطلع انوار اور دیگر ہے نور

یعنی ہر ایک کا ذوق اور رنگ دوسرا ہے۔ جب انوار پوری طرح سے ظلمانی حجابات سے باہر نکل آتے ہیں تو پھر خیال کے لئے ان میں تصرف کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ

یں فرمایا کہ ایک درویش اپنے خلوت خانہ میں معروف عبادت تھے اوران کے مرشد نے جس شغل کا حکم دیا تھا اس میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک ایسا نور نمایاں ہوا جس نے تمام دنیا کو ڈھانک لیا اور ہر چیز کو اپنے اندر چھپا لیا درویش کو یہ خیال ہوا کہ یہ نور الٰہی ہے اور حضور نا متناہی کی شان تجلی ہے ان کے پیر اس خطرہ سے آگاہ ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب یہ راہ سے بھٹک جائے گا تو صورت مثالی میں تجلی کی اور فرمایا کہ اے مرید ہرگز دوسرا خیال نہ لا اور سلوک کی راہ اختیار کر اور ان سب کو نہ دیکھ اور چلا چل کہ یہ تو تیرے وضو کا نور ہے ؎

چو بینی ذرۂ خورشید انوار	جو دیکھو ذرّۂ خورشید انوار
درخشد در ہمہ اطراف و اقطار	چمکتے اس سے ہیں اطراف و اقطار
ولی باید ترا خورشید روئی	مگر اس دم کوئی خورشید رو ہو
کہ آگاہد ترا زین رنگ و بوئی	بتائے تم کو جو اس رنگ و بو کو

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مریدوں کے عقیدہ کی تقویت اور پختگی کے لیے مشائخ کی ارواح نمایاں ہو جاتی ہیں۔ جس کے باعث مرید کی عقیدت اور پختہ اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور اکابر (شیوخ) کے مرتبوں کا فرق بھی اس سے ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی سے نقل کرتے تھے کہ حضرت بایزید کے کسی مرید سے جو حساب میں تجربہ کار تھا منقول ہے کہ ایک دن کسی نے اس سے پوچھا کہ تم اس خاندان کے کس طرح ارادتمند ہوئے اور اس کا کیا سبب ہے کہ بایزید بسطامی کے سوا تم نے کسی اور سے بیعت نہیں کی اس نے جواب دیا کہ مجھے اور تو کچھ معلوم نہیں البتہ اتنا جانتا ہوں کہ ایک مرتبہ میں وضو کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ قبلہ کی دیوار شق ہو گئی اور اس طرف کی فضا نمودار ہو گئی اور آسمان پر ستارہ مشتری نظر آنے لگا۔ میں نے حیرت سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے! کسی نے مجھ سے کہا کہ یہ سلطان العارفین بایزید بسطامی کا نور ہے۔ ذرا دیر کے بعد ایک دوسرا آسمان نظر آیا۔ یہ آسمان تمام تر نورانی ہو رہا تھا۔ جیسے سورج! میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ شیخ مجد الدین بغدادی کا نور ہے" یہ سن کر اس درویش کو سخت تعجب ہوا۔ یہ بات سنانے کے بعد میں نے کہا کہ یہ بات میں نے اس وجہ سے بیان نہیں کی ہے کہ میں ان بزرگوں کے مراتب میں کسی قسم کی تفریق کر رہا ہوں یا شیخ مجد الدین بغدادی کو میں سلطان العارفین پر ترجیح دے رہا ہوں۔ ایسا نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو جس مشرب کے حوالہ کر دیا ہے۔ جب وہ اس مشرب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو وہ اسی طریقہ کا متبع بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے اثبات قدم کے لئے اس مسلک میں اس کے شیخ کو اعلیٰ مراتب میں اس کو جلوہ فرما دکھا دیتا ہے۔

نور مطلق کیسا ہے؟

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب نور اور رنگ بے حد ہو جاتا ہے تو بے لونی و بے رنگی و بے مقامی و بے تشکلی میں آجاتا ہے اور نور مطلق وہ ہے جو ان سب سے پاک

اور الوان وانوار سے منزہ ہے اور جو کچھ ظاہر میں نمایاں ہوتا ہے کبھی ہوتا ہے کہ ذکر کا نور ہو اور کبھی ہوتا ہے کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے غلبوں سے بشری صفات کے پردے پھٹ جاتے ہیں اور ابر کی طرح ایک پرتو روحانیت کا بجلی کی طرح دکھائی پڑتا ہے اور لوامع ذکر کے نور سے ہیں اور وضو کے نور سے بھی ہیں جیسا کہ مذکور ہوا اور اسی وقت یہ شعر فرمایا ؎

بیت

چہ نسبت بہ وان رخ بے نظیر　　کہاں مہر کہاں وہ رخ بے نظیر
کہ ذرہ کجا و آفتاب منیر　　وہ ذرہ ہے یہ آفتاب منیر

لیکن لوائح وہ نور ہے جس کا منشا نماز و قرآن و اسلام و ایمان ہے اور بروق و لوامع و لوائح کے درمیان فرق یہ ہے کہ بروق بجلی کی طرح تڑپتے ہیں اور جلد منقطع ہو جاتے ہیں اور لوامع و لمعان یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں کچھ دیر رک جاتے ہیں اور لوائح نور آفتاب کی طرح ہے کہ چمک کا عکس آئینہ سے ہر جگہ پڑتا ہے اور کسی قدر ٹھہرتا ہے۔ پھر حجاب میں ہو جاتا ہے تو نماز یا قرآن یا اسلام یا ایمان کا نور آئینہ دل پر عکس ڈالتا ہے اور لوائح میں ذوق بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے لیکن جو کچھ کہ چراغ و شمع و مشعل اور اس کے مثل دیکھتا ہے تو وہ ایک نور ہے حاصل کیا ہوا پیر کی ولایت کے آفتاب سے یا بارگاہ نبوت سے جو سِرَاجًا مُّنِيرًا ہے یا تحصیل علوم سے یا قرآن سے یا ایمان سے اور وہ چراغ و شمع دل ہے اور اگر قندیل و فانوس کی صورت میں ہے تو عرفان کا نور ہے جیسا کہ اس کی مثال بیان فرمائی

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ (الآیۃ)[1]　　اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ ہو۔

اگر علوی چیزیں مثلاً تارے اور چاند اور سورج کو دیکھے تو انوار روحانیت سے ہے اور کبھی ان کا معائنہ آسمان میں ہوتا ہے لیکن آسمان ایسا ہوتا ہے جو ہوا کی طرح صاف ظاہر ہوتا ہے اور کبھی نفس ایسا صاف ہوتا ہے کہ وہ آسمان کی طرح دکھائی دیتا ہے اور دل اس مقام میں چاند کی طرح نمایاں ہوتا ہے جب آئینۂ دل بالکل صاف ہو جاتا ہے تو ماہ کامل نمایاں ہوتا ہے اور کدورت کی وجہ سے ناقص دکھائی دیتا ہے اور اگر دو چاند ایک بار نمایاں ہوں تو روح دل کا آفتاب ہے جب آفتاب اور چاند اور تارے دریا اور حوضوں اور کنوئیں میں دکھائی دیں تو روحانیت کے انوار ہیں روح کی صفائی کی ترقی تاروں کے درجہ سے لیکر آفتاب تک ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے لئے ہوا ایسا ہی سمجھنا چاہیئے اور اس محل میں سچا حاکم دل ہے جو وہ کہے اس کو سنے لیکن وہ دل جو سننے کے لائق ہو۔

رباعی

نہ ہر دل صاحب اسرار باشد　　نہیں ہوتا ہر اک دل جائے اسرار
نہ ہر کس صادق الاقرار باشد　　نہ ہر اک شخص کا سچا ہے اقرار

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۵

ولی کو دارد از عرفان صقالت	وہ دل صیقل ہوا عرفان سے جس کا
بہ پیشش جام جم بیکار باشد	مقابل اس کے جام جم ہے بے کار

اسی کے حکم میں ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى — نہیں جھوٹ بولا دل جو دیکھا۔

اور آیہ کریمہ:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [1] — اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔

کہ حقیقت میں لکھنے والا تو وہ دل ہے اور دکھانے والا اللہ تعالیٰ ہے جب هٰذَا رَبِّیْ (یہ میرا پروردگار ہے) کا بتانے والا حق ہوا ورکام دل اس ذوق کے قابل ہو اور غیب و شہادت وظاہر وباطن یکساں ہو تو اس مرتبہ میں:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ [2] — عنقریب ہم انہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں گے (عالم کے) اطراف میں اور ان کے نفسوں میں۔

کی لذت عطا ہوتی ہے اگر اپنے میں دیکھے تو حق کو دیکھے جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا ما نظرت فی شیٔ الّا ورأیت اللہ فیہ۔ جب پردے بالکل سامنے سے اٹھ جائیں اور شہود کا مقام بلا واسطہ میسّر ہوتا ہے تو کہتا ہے ما نظرت فی شیٔ الّا ورأیت اللہ فیہ۔ اور اگر شہود کے دریائے ناپیدا کنار میں ڈوب جائے تو شاہد کا وجود جویاں ہو جاتا ہے ؎

بیت

چو در دریا فتد یک قطرۂ آب	پڑے دریا میں جب پانی کا قطرہ
بود آن قطرہ ہم دریائے سیراب	تو وہ قطرہ بنے سیراب دریا

اس مرتبہ میں سید الطائفہ کا قول جلوہ گر ہوتا ہے کہ ما فی الوجود سوی اللہ (اللہ کے سوا کچھ وجود میں نہیں) اس مقام میں تمام مشاہد کا شہود ہوتا ہے ان کے آئینہ میں نیز مشاہد کی نگاہ سے ہوتا ہے چنانچہ صاحب مرصاد کہتے ہیں ؎

رباعی

عمریست کہ در راہ تو پایست سرم	عرصہ سے تری راہ میں ہے پاؤں یہ سر
ما خاک در تو بدید کان می سپرم	آنکھیں ہیں مری اور یہ ہے تری خاک در
زان روئی کنون آئینہ روئے توام	اس رو سے کہ میں آئینہ رو ہوں ترا
از دیدۂ تو بروئے تو می نگرم	ہے تری نگہ سے رخ پہ ترے میری نظر

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۵ [2] پ ۲۵ حٰم السجدہ ۵۳
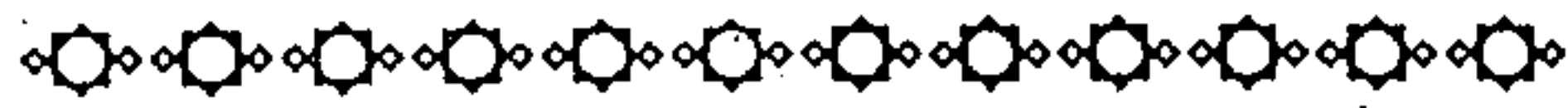
اور مقام انوار میں انوار کے رنگ جو دکھائی پڑیں تو وہ دوسرا رنگ رکھتے ہیں اس مقام کے مناسب۔ مقام لوامگی نفس میں (جبکہ نفس لوامہ کی آمیزش اس مقام میں ہو) نور کا رنگ ازرق (نیلا) ہوتا ہے اور یہ کیفیت نور روح کے امتزاج کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یا ظلمت نفس اس نور کے ساتھ امتزاج پاتی ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ ضیائے روح ظلمت نفس نوری سے مل کر ازرق بن جاتا ہے۔

بیت

اگر با روح نور نفس ملحق	جو نور نفس سے ہو روح ملحق
بود رنگی نماید ہمچو ازرق	نمایاں اس سے ہوگا رنگ ازرق

نیلا لباس جو مبتدی صوفی پہنتے ہیں اسی مقام کی علامت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شروع میں مشائخ طالبوں کو تجلیات کے رنگ کے موافق لباس پہناتے تھے تاکہ ہر شخص کی علامت ہو اس مقام وانوار سے ؎

شعر

درین رہ طالبا نرا ہر زمانی	یہاں طالب کا جو وقت و زماں ہے
لباس ہر کسی باشد بیانی	لباس ہر شخص کا اس کو بیاں ہے

جیسے جہاد اصغر میں جنگ کی علامتیں جب نفس کی تاریکیاں کم ہو جاتی ہیں اور نور روح بڑھ جاتا ہے تو نور سرخ نظر آتا ہے اور جب صفائی بہت زیادہ ہو جاتی ہے تو نور سفید ظاہر ہوتا ہے جب نور روح دل کی صفائی سے ملتا ہے تو سبز نور ظاہر ہوتا ہے اور جب بالکل مصفا ہو جاتا ہے تو ایک نور مثل آفتاب کے ظاہر ہوتا ہے اور جب پورا روشن ہوتا ہے تو نگاہ اُس پر قابو نہیں پاتی

قطعہ

بصر ز نور تو بر تو ظفر نمی یابد	تری چمک سے نہیں قابو پاتی تجھ پہ بصر
ترا چنانکہ توئی دیدنش نمی یابد	تو جیسا ہے نہیں پاتی ہے ویسا اس کی نظر
ز تو چگونہ خبر شد دل مرا کہ ز لطف	ہوئی خبر ترے دل کو مری بھلا کیسے
طراز پیرہن از تو خبر نمی یابد	لباس و جسم کو اب تک نہیں ہے تیری خبر

نور حق کا انعکاس

جب نور حق سایہ نور روح پر ڈالتا ہے تو مشاہدہ ذوق شہود سے ملا ہوا ہوتا ہے جب نور حق بلا روحی حجابات اور دل بے پردہ مشاہدہ میں آتا ہے تو بے رنگی و بے کیفیتی و بے حدی و بے مثلی و بے نہایتی و بے ضدی و بے ندی ظاہر کرتا ہے تمکین و تمکن اس کے لوازم سے نہیں ہے۔ یہاں نہ طلوع رہتا ہے نہ غروب نہ داہنا رہتا ہے نہ بایاں نہ نیچے رہتا ہے نہ اوپر نہ زمان رہتا ہے نہ مکان نہ نزدیکی رہتی ہے نہ دوری، نہ رات رہتی ہے نہ دن

لیس عند اللہ صباح و مساءٌ
یہاں نہ عرش ہے نہ فرش نہ دنیا ہے نہ آخرت ؎

ابیات

چو تابد آفتاب ذات دادار
نہ ماند از وجود کون آثار
ہمہ سر در عدم گیرند الحق
ز نور آفتاب ذاتِ مطلق
وگر بیضائی عرش ست ذرہ گردد
وگر دریائی فرش ست قطرہ گردد
بنزد او نباشد صبح و شامی
چہ روز است اینکہ اورا نیست نامی
شرف از قطرہٗ دریا کشیدہ
شدہ دریا واز قطرہ ندیدہ

جو چمکے آفتاب ذات دادار
رہیں پھر کون کے باقی نہ آثار
عدم میں سرنگوں سب ہونگے الحق
جو چمکے آفتاب ذاتِ مطلق
جو بیضا عرش کا ہے ہوگا ذرّہ
جو دریا فرش کا ہے ہوگا قطرہ
نہیں نزدیک اس کے صبح اور شام
عجب دن ہے نہیں جس کا کوئی نام
شرف قطرہ سے دریا کو ہے پہونچا
ہوا دریا مگر قطرہ نہ دیکھا

قطعہ

نور یبدو اذا ابد متمکن
شمس طلعت ومن راھا امن
والقوم ذات اذمن کم قلت
وکم اقوال لیکن مع من

چمکا ہے نور اور ہوا وہ متمکن
نکلا ہے شمس جو اسے دیکھے وہ ہے ایمن
ہے قوم ایک ذات یہی قول ہے مرا
اور کتنے قول ایسے ہیں جن میں کہ ہے مامن

ذکر انوار جلالی حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ انوار جمالی کا بیان بالاجمال مذکور ہوا اب انوارِ جلالی کی شرح سنو، صفات جلالی عالم خداوند سے ہے اس کا فناء الفنا اقتضا کرتی ہے ان حالتوں کی شرح کا بیان قاصر ہے کیونکہ احوال عیاں ہیں نہ کہ بیان بلکہ غیب ہے نہ کہ شہادت، پہلے نور ظاہر ہوتا ہے جلا دینے والا کہ خاصیت لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ[1] (نہ باقی رکھتا ہے نہ چھوڑتا ہے) ظاہر ہوتی ہے درحقیقت سات جہنم اسی نور کے پرتو سے ہے۔ بے چارہ مجذوب شیرازی اسی بیان کی خبر دیتے ہیں ؎

---

[1] پ ۲۹ سورہ مدثر ۲۸

زباغ وصل تو یابد ریاض رضوان آب | ترے وصال کے گلشن سے جنتیں سیراب
زتاب ہجر تو دارد شرار دوزخ تاب | بنی شرار جہنم ترے فراق کی تاب

صفاتِ جمال کے انوار چمکانے والے ہیں نہ کہ جلانے والے اور جلال کے انوار جلانے والے ہیں نہ کہ چمکانے والے اور ہر عقل اور سمجھ ان معانی کا ادراک نہیں کرتی اور کبھی ہوتا ہے کہ صفات جلال کا نور محض تاریک ہوتا ہے اور عقل کس طرح سمجھے تاریک نور کو کیونکہ عقل دو ضدوں کے جمع کو محال جانتی ہے اگر اس اشارہ کو سمجھ سکتے ہو جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ کو چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سرخ ہوگئی پھر اور چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سفید ہوگئی پھر اور چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی اور اب سیاہ ہے تو اس سیاہ آگ کے دھوئیں کو عقل کیسے سمجھے اور اس مقام سے کہ وحدت کی حقیقت وحدانیت ہے جب نظر کرو تو ہر جگہ دو جہان میں جو نور و ظلمت ہے یہ قہر و لطف کے انوار کے پرتو سے ہے کہ:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] | اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا

اور اسی حقیقت کی بنا پر نور و ظلمت کو لفظ جَعَلَ سے ثابت کیا نہ کہ لفظ خَلَقَ سے فرمایا

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ | آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور
جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ[2] | تاریکیوں اور نور کو بنایا۔

خلقت دوسرے کی بتائی اور جعلیت دوسرے کی ان اشاروں کے ضمن میں بہت سے معنی ہیں جو ہر سمجھ کے لائق نہیں ہیں ؎

شعر

محرم دولت نبود ہر سری | محرم دولت نہو ہر ایک سر
بار مسیحا نکشد ہر خری | بار مسیحا نہ لے ہر ایک خر

لیکن صفات جلال سلوک کے مقام فنار الفنا میں الوہیت کی ہیبت ظاہر کرتی ہیں ایک سیاہ نور بقا دینے والا مارنے والا جلانے والا دیکھا جاتا ہے کہ اس کی ممیت ہونے کی سطوت عظمت سے ظلم اعظم و رسوم فہم کا توڑ و دفعیہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس معنی میں ایک رمز فرماتے ہیں ؎

شعر

دیدیم نہان گیتی واز اصل جہان | دیکھا کہ ہے پوشیدہ جہان دگیتی
واز علت دعا بر گزشتم آسان | آسانی سے چھوڑ آیا میں سب تاریکی

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۵ [2] پ ۷ انعام ۱

در نور سفید و سیاہ ماہ ندیدیم	میں نور سفید و سیاہ میں رہتا تھا
زان نیز گزشتیم نہ این ماند نہ آن	اس سے بھی نکل آیا یہی ہے نہ وہی

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم طلب راہ ارنا الاشیاء کما ھی (دکھا ہم کو چیزیں جیسی ہیں) میں صفات لطف و قہر کے انوار کا ظہور طلب فرماتے ہیں جو صفات ذات ہیں اور جس چیز کا عالم میں کوئی وجود ہے یا صفات لطف کے انوار کے پرتو سے ہے یا وجود حقیقی لایزالی ولم یزلی کے انوار کے پرتو سے ہے جیسا کہ فرمایا:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ	وہی اوّل ہے اور وہی آخر اور وہی
وَالْبَاطِنُ ج ۱؎	ظاہر ہے اور وہی باطن۔

دوسری جو چیز ہے اس کے ساتھ ہے یا اس سے ہے یہ ہے صاف بے پوست کی بات ؎

رباعی

دل مغز حقیقت است تن پوست بہ بین	دل مغز حقیقت ہے بدن ہے اک پوست
در کسوت روح صورت دوست بہ بین	اس کسوت روح میں تو ہے صورت دوست
ہر چیز کہ او نشان ہستی دارد	جو چیز کہ رکھتی ہے نشان ہستی
یا اوست بجائے دیدہ یا دوست بہ بین	یا خود ہے بجائے دیدہ یا ہے ہمہ اوست

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ابتدائے سلوک میں یا انتہائے سلوک میں بعض سالکوں کو یہ مرحلہ پیش آتا ہے کہ تجلی صمدیت سے مشرف ہوتے ہیں اور یہی سالک کی ہلاکت کا مقام ہے یہاں مرشد کامل کی ضرورت ہوتی ہے وہی اس کو بھنور سے نکال کر لا سکتا ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ اخی محمد دہستانی جب مغلوب الحال ہو گئے تو ان کے شیخ نے ان کو للکارا اور دریافت کیا کہ تم کس حال میں ہو اور تم نے کیا دیکھا بتاؤ! تو انہوں نے کہا نہ میں جانتا ہوں اور نہ میں کہہ سکتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کیا بکواس کرتے ہو (گھاس مت چباؤ۔ ژاژ مخائی) اس کے بعد وہ جو جو کہہ سکتے تھے وہ انہوں نے کہا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ مقام "بہت عالی" تھا۔ اس کے کچھ دنوں بعد پھر تجلی صمدیت ان پر آشکارا ہوئی۔ یہ مقام اتنا بلند ہوتا ہے کہ اس مقام پر پہنچ کر سالک کی کھانے پینے کی احتیاج ختم ہو جاتی ہے۔ جب اخی محمد دہستانی نے اپنے آپ کو اس مقام میں دیکھا تو ان میں غرور پیدا ہوا اور دل میں یہ خیال آیا کہ نہ کھانا حق کی صفت ہے اور اب یہ صفت مجھ کو حاصل ہو گئی ہے۔ پس اس کے باطن میں خدائی کا دعویٰ پیدا ہونے لگا اور کھانا پینا بالکل چھوڑ دیا۔ شیخ ۲؎ ان کو بہت مارتا تھا اور ان کے منہ میں لکڑی ٹھونس دیتا تھا ان کے منہ میں شربت ڈالتا تھا

۱؎ پ ۲۷ الحدید ۳ ۲؎ یعنی ان کے شیخ ۱۲

وہ فوراً الٹ دیتے تھے اور ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا تھا۔ میں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا کہ خود ہی کھائیں گے۔ لیکن چھ سال گزر گئے انہوں نے کچھ نہیں کھایا لیکن وہ میرے پاس رہے۔ ان کی ایک سعادت یہ تھی کہ وہ خود کو مجھ سے کسی وقت بے نیاز نہیں سمجھتے تھے۔ اور اگر کبھی ایسا ہو جاتا تو وہ اس بھنور میں پڑ کر کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے۔ میں اس معاملہ کے بعد کعبہ شریف کو گیا اور ان کو ہمراہ لیتا گیا۔ ان کو ساتھ لے جانے سے میرا مقصد یہ تھا کہ کچھ لوگ اس حال کو ناممکن سمجھتے تھے اور حق تعالیٰ کی قدرت میں شک کرتے تھے اور اس شک میں ان کا نقصان تھا جب ان لوگوں نے ان کی اس حالت کا مشاہدہ کیا تو ان کا وہ شک رفع ہو گیا اور یقین آگیا۔ جب کعبہ مکرمہ سے ہم لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو میں نے اخی محمد دہستانی سے کہا کہ اگر تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہو اور اگر تم میرے مرید ہو تو تم کو وہی کرنا پڑے گا۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل فرماتے تھے اور میں کرتا ہوں (یعنی کھانا پینا جاری رکھنا) اگر ایسا نہیں ہے تو تم یہاں سے جاؤ۔ اب تم میرے پاس نہیں رہ سکتے اس وقت میرے ساتھ علی دوستی موجود تھے انہوں نے ان کے منہ میں لقمہ رکھ دیا اور انہوں نے کھا لیا۔ اس کے بعد میں نے ان کے لیے تین نوالے روزانہ مقرر کر دیے اور وہ کھانے لگے۔ اس طرح حق تعالیٰ نے ان کو اس بھنور سے بچا لیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ سالک و عارف کی کامیابی کی غایت و نہایت اس کے عین ثابتہ و صور علمیہ تک ہے۔ یہ مقام خاص اہل وراثت میں اکمل شخص کے لئے ہے اور بعضوں کو ہوتا ہے کہ اس مرتبہ سے عبور عطا فرماتے اور منزل وحدت تک پہونچا دیتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ[1]۔ چنانچہ فتوحات مکیہ میں مذکور ہے کہ جب ابن الفائد مرتبہ وصول میں حضرت واحدیت تک پہنچ گئے اچانک ان کو وہاں قدموں کے نشان نظر آئے ان کو بڑی غیرت آئی کہ یہ کس کے قدم کے نشان ہیں۔ حالانکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کوئی شخص مجھ سے اس منزل میں سبقت نہیں لے جا سکتا۔ آخر کار ان کو بتایا گیا کہ قدموں کے یہ نشانات تمہارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں تب ان کے دل کو تسکین ہوئی۔

شعر

چہ عالی ہمتانند کز فتوت	ہے کیسی عالی ہمت وہ جماعت
کہ پی در پی روند راہِ نبوّت	چلے جو پے بہ پے راہِ نبوّت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک روز حضرت مخدوم شیخ علاؤالدین گنج نبات کے روبرو کشف کا ذکر ہوا حضرت مخدومی نے فرمایا کہ کشف محققین کی اصطلاح میں نسبت شہودیہ کا ملکہ بن جانا ہے اور وجود ذوقیہ کا وصف لازم بن جانا کشف ہے اس طرح کہ ایک ذرا دیر کے لیے بھی سالک اس کی نسبت سے غافل

---

[1] یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

نہ ہو اور اس شہود سے غفلت نہ برتے۔ بعض مشائخ کے نزدیک کشف سے مراد سالک کی چشم نگاہ سے حجاب کونی ونقاب ظاہری کا اٹھ جانا اور دور ہو جانا ہے اس طرح سے کہ سوکوس اور ہزار کوس کے واقعات بھی اس کے سامنے ہوں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہر زمانہ کے معاملات اور واقعاتِ روزگار کا وہ مشاہدہ کرے۔

رومیوں اور زنگیوں کی جنگ

ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا بلخ کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے آپ کے ساتھ بعض احباب واصحاب کبار مثلاً شیخ نجم الدین صغیر، شیخ نجم الدین کبیر، باباقلی ترک اور ان کے علاوہ کچھ اور حضرات تھے۔ اس وقت آپ معارف (طریقت) پر اظہار خیال فرما رہے تھے اور اہالیان مجلس ہمہ تن گوش ان معارف کو سن رہے تھے کہ یکایک آپ اپنا عصالے کر اٹھے اور جامع مسجد کی دیوار پر کئی مرتبہ بڑے غضب کے ساتھ مارا۔ حاضرین اس عجیب وغریب حالت کے مشاہدہ سے حیران تھے جب یہ حالت جلال فرو ہوئی تو حضرت نور العین نے جرأت کر کے آپ سے دریافت کیا کہ یہ کیا صورت تھی اور آپ نے کس وجہ سے عصا دیوار پر مارا آپ نے بہت کچھ ٹالا۔ لیکن اصرار کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس وقت دریائے پارہ کے قریب رومی فوج کے ایک دستہ اور زنگیوں کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی اور دلیرانہ جنگ وجدال جاری تھا۔ رومیوں کے دستہ میں ہمارا ایک مرید بھی شامل تھا۔ اس نے ہم سے مدد چاہی تھی۔ ہمت فقیرانہ نے اس کی دستگیری کی اور حق تعالیٰ نے رومی دستہ کو مظفر ونصرمند فرمایا اور زنگیوں کا لشکر منہزم ہو گیا۔ سو سوار زنگیوں کے میدان جنگ میں کام آئے۔ ان حبشیوں میں سے ایک حبشی ابلق گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ پر تلوار کا ایسا کاری زخم آیا کہ وہ کٹ گیا۔ بعض مریدوں کی تسکین خاطر اور کچھ طالبوں کے یقین وعقیدہ فاتر کے لئے فرمایا کہ اس واقعہ کی تاریخ لکھ لو۔ چند روز کے بعد اسی جنگ کا ایک زخمی سپاہی یہاں آیا اور اس کے بیان سے اور حضرت کے بیان سے جب مقابلہ کیا گیا تو بالکل ایک ہی بات نکلی ؎

قطعہ

زہی نورِ ضمیر حضرت میر
کہ جام جم بہ پیشِ او سفال است
زماضی تا باستقبال احوال
بہ پیش چشم او موقوف حالست

خوشا نورِ ضمیر حضرت میر
ہے جام جم مقابل اس کے ایک جام
گذشتہ اور آئندہ کی حالت
نگہ میں حال ان کے ہیں سب انجام

صاحبقران تیمور لنگ کے حملہ کے وقت حضرت قدوۃ الکبرا بعض اصحاب کے ساتھ مثلاً حضرت نور العین وحضرت شیخ ابوالقاسم وشیخ علی سمنانی وباباحسین خادم ومولانا عزیز الدین بطور تفریح طبع بہادروں کی جنگ اور مقابلہ کا منظر دیکھنے کے لئے ایک پہاڑی پر تشریف لے گئے تھے وہاں چڑھ کر دیکھا کہ دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہیں ؎

مثنوی

یلان برنشستند از بہر جنگ — ہوئے پہلوان بہر حملہ سوار
زرہ پوش درجنگ کردہ نہنگ — زرہ پوش نے ہاتھ میں لی کٹار
چو میدان بلشکر برآراستند — جو میداں میں فوجیں ہوئی ہیں کھڑی
ز ہر سو یلان مردمی خواستند — دکھانے لگے پہلواں مردمی
ز ہر فوج آمد یل جنگ ساز — ہر ایک فوج سے نکلا ایک جنگجو
چو کوہی کہ آید بکوہ فراز — پہاڑ آئے جس طرح خود کوہ کو
ہژبران تناور در آریختند — شجاع و پہلواں بھڑنے لگے
چو شیران بشیران بہم ریختند — بہم شیر سے شیر لڑنے لگے

جب دونوں لشکر گتھ گئے اور فوج کے بہادروں نے تلواریں بلند کیں تو حضرت نے فرمایا کہ دونوں لشکر میرے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہوں فتح دوں اور جس کو چاہوں کامیابی بخشوں۔ اس گفتگو کے اثنار میں آستینیں چڑھائیں اور اپنے دونوں بازو بڑھائے اور اپنے داہنے بازو کو ایک فوج کے مقابل رکھا اور بائیں بازو کو دوسری فوج کے مقابل لائے اور جس پنجہ کو اوپر کرتے تھے اس طرف کا لشکر فتحمند ہوتا تھا۔ اور دوسرا لشکر شکست خوردہ ہوتا تھا۔ آپنے پانچ مرتبہ اپنے پنجہ کو بلند فرمایا اور جس طرف یہ پنجہ بلند کیا تھا اس کو پانچوں بار فتح حاصل ہوئی۔ اس حالت کا وقوع عجائبات میں سے ہے۔ اور آپ شیخ روزبہان کی رباعی پڑھتے جاتے تھے۔

رباعی

آنم کہ جہان چو حقہ درمشتِ من است — وہ ہوں کہ جہاں بھر میں ہے سکہ میرا
این قوت حق زقوت پشتِ من است — یہ قوت حق ہے نہ کہ دعوئ میرا
این کون و مکان ہر چہ درین عالم ہست — یہ کون مکاں جو بھی ہیں اس عالم میں
در قبضۂ قدرت دو انگشتِ من است — دو انگلیوں سے سب پہ ہے قبضہ میرا

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے تلبیس ابلیس کا ذکر واقع ہوا۔ فرمایا کہ سالک طریقت کے لئے ہر تجلی جو رحمان نمایاں فرماتا ہے بعینہ وہی تجلی سالک کے سامنے شیطان بھی آراستہ کرتا ہے جس طرح کہ رحمان کے لئے ایک عرش ہے اور وہ اُس پر مستولی ہے اسی طرح شیطان کے لئے بھی ایک تخت ہے اور وہ اس پر مسلط ہے پس اس راہ میں ایک باخبر پیر ہونا چاہیئے تاکہ تجلیات رحمانی و مکائد شیطانی میں تمیز کرے۔ بیچارے مجذوب شیرازی اسی خونخوار وادی میں بہت روئے ہیں اور کہا ہے ؎

بیت

دور است سرِ آب درین بادیہ ہشدار ہے دور یہاں پانی رہو ہوش سے تاکہ
تا غول بیابان نفریبد بہ سرابت دکھلا کے سراب آنکھ کو شیطاں نہ دے دھوکا

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ عبداللہ خفیف فرماتے ہیں کہ شیخ ابو محمد خفاف چند مشائخ شیراز کے ساتھ یکجا بیٹھے ہوئے تھے؛ در مشاہدہ کے بارہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ہر ایک اپنے اپنے حال کے مطابق اس سلسلہ میں گفتگو کر رہا تھا۔ شیخ ابو محمد خفاف خاموش بیٹھے تھے۔ شیخ موصل حصاص نے ان سے کہا کہ کچھ تم بھی کہو انہوں نے کہا کہ اس بارے میں بہت عمدہ باتیں کہی جا چکی ہیں۔ لہٰذا میں کیا کہوں! شیخ موصل حصاص نے کہا آخر کچھ تو کہو! انہوں نے کہا کہ جو کچھ آپ حضرات نے فرمایا وہ علم کی انتہا تھی حقیقت مشاہدہ نہ تھی۔ حقیقت مشاہدہ یہ ہے کہ حجاب منکشف ہو جائے اور آپ اس ذات کو عیاں دیکھیں ان لوگوں نے کہا یہ بات تم کو کہاں سے حاصل ہوئی اور تم کو یہ کس طرح علم ہوا؟ تب انہوں نے کہا کہ میں ایک بار تبوک کی وادی میں تھا۔ بہت سے فاقے کر چکا تھا اور بہت سی تکلیفیں میں نے برداشت کی تھیں۔ میں مناجات میں مشغول تھا کہ یکایک حجاب اٹھ گیا۔ اور میں نے اس بحث کو عرش پر جلوہ گر پایا۔ میں نے اس کے حضور میں فوراً سجدہ کیا اور عرض کیا: مَوْلَایَ مَاھٰذَا مَکَانِیْ وَمَوْضِعِیْ مِنْکَ، اے میرے آقا! تیرے حضور میں میرا مرتبہ ومقام کیا ہے۔ جب حاضرین نے یہ بات سنی سب لوگ خاموش رہے۔ شیخ موصل حصاص نے ان سے کہا ذرا چلو تاکہ بعض مشائخ کی زیارت کریں۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور شیخ موصل حصاص ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو محدث وقت شیخ ابن سعدان کے گھر لے گئے۔ ان کو سلام کیا۔ ابن سعدان نے ان کی تعظیم وتکریم کی اور مرحبا کہا۔ شیخ موصل حصاص نے محدث ابن سعدان سے کہا کہ اے شیخ ذرا وہ حدیث سنا دیجئے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

للشیطان عرش بین السماء	شیطان کے لئے ایک تخت ہے جو آسمان
والارض اذا اراد لعبد فتنۃً	اور زمین کے درمیان ہے جب وہ کسی بندہ کو
کشف لہ عنہ	فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کو اس
	بندہ پر ظاہر کر دیتا ہے۔

جب شیخ ابو محمد خفاف نے یہ حدیث شریف سنی تو کہا کہ از راہ کرم ایک بار اس کو اور دہرا دیجئے جناب محدث ابن سعدان نے اس کو دہرا دیا۔ یہ سن کر رونے لگے اور وہاں سے اٹھ کر باہر چلے گئے اور چند روز تک میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ چند روز کے بعد جب وہ آئے تو میں نے کہا کہ اتنے دنوں سے کہاں تھے انہوں نے کہا کہ اس روز کے بعد سے جتنی نمازیں میں نے پڑھی تھیں ان کی قضا پڑھ رہا تھا۔ اس لیے کہ میں نے اس دن سے شیطان کی بندگی کی تھی اور جس جگہ میں نے اس کو دیکھا تھا اور سجدہ کیا تھا میں وہاں پہنچا اور میں نے اس پر لعنت

بھی اس کے سوا اور کچھ چارہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ شیخ ابو محمد خفاف نے بیان نہیں کیا۔

ایک بار شیخ کبیر نے صوفیہ کرام کے مذاہب کی تکمیل اور مشارب کی تفصیل پر گفتگو شروع کی اور یہ بات ہونے لگی کہ مشارب صوفیہ میں سے کون سا مشرب مقصد سے نزدیک ہے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ طریق الٰہی دسبیل نامتناہی کے ارباب سلوک و اہل سیر سلوک وجہ خاص کے ذریعہ سے سرحد تک پہنچ گئے ہیں لیکن سلسلۂ ترتیب وترکیب کی راہ درگاہ کے تیز رفتاروں اور رہ نوردوں کی فضیلت ہی دوسری ہے، کیونکہ یہ لوگ ہر منزل میں دوسرا فائدہ پاتے ہیں اور ہر محفل میں دوسرے نعمت کھاتے ہیں اور جو سالک کہ اس طریق سے سلوک تمام نہیں کرتا بالآخر اس کو ندامت ہوتی ہے اور اس کے وقت کا نتیجہ حسرت سے مل جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ایک روز خانقاہ سکاکیہ میں مجھ پر غیبوبت طاری ہوئی (میں خود سے غائب ہو گیا) اس حال میں میں نے امام محمد غزالی کو دیکھا کہ وہ سربزانو بیٹھے ہوئے تھے ان کی انگلیوں میں قلم دبا ہوا تھا اور حیران و ششدر تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کیا تحریر کر رہے ہیں۔ اور کس فکر میں ہیں انہوں نے فرمایا کہ فکرمند کیوں نہ ہوں کہ میں نے دنیا میں سیمرغ کی بہت سی صفات تحریر کی تھیں اب اس وقت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جو کچھ لکھا تھا وہ سب غلط تھا۔ میں نے اپنے اس مشاہدہ کو شیخ نور الدین اسفرائنی سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ عجیب بات ہے میں نے بھی جبکہ میں قصبہ سفان میں تھا مشاہدہ کیا کہ حق تعالیٰ مجھ سے فرماتا ہے کہ تجھے نہیں معلوم کہ جس قدر بھی حسرتیں ہو سکتی ہیں ان سب میں اہم حسرت امام غزالی کی ہے کہ وہ سلوک کے مدارج تمام کیے بغیر ہی ہمارے حضور میں آ گیا۔ جب میں اس غیب سے بیدار ہوا۔ تب میں عالم ظاہری میں سختی کے ساتھ سلوک میں مشغول ہو گیا۔

سلسلہ ترتیب کی شرح اجمالاً جو مناسب تھی بیان کر دی گئی جو اس گروہ کے لیے موزوں ہو سکتی تھی۔ اب رہا "سلوک وجہ خاص" کا بیان جو صرف طالبان صادق کے ساتھ مخصوص ہے اس کو ان شاء اللہ "لطیفہ اذکار" میں بیان کیا جائے گا۔

ہر چند کہ صرف صوفیہ کا مخصوص طبقہ ہی سلوک (طریقت) کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اگر چشم انصاف سے دیکھا جائے تو صناع کے تمام طبقے (ہر قسم کے صناع) اور مختلف قسم کے لوگ بھی راہ سلوک طے کر رہے ہیں اور یہ بات تم پر ایک مثال سے واضح ہو جائے گی۔ تم آسمان اور زمین کے درمیان خانقاہ و گنبد فرض کرو اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو ایک شیخ کامل، دوسرے ارباب ولایت و اصحاب ہدایت کو آپ کے بیشمار خلفا اور زندہ کبیر متصور کرو صوفیائے نامدار و مشائخ روزگار کو ان کے اصحاب و طلبہ جانو۔ اور باقی جس قدر طالبان سلوک اور مریدین ہیں یہ سب کے سب گویا ان کے خادم ہیں یہ تمام اصحاب جان و دل کے ساتھ راہ سلوک طے

کر رہے ہیں۔ اب جس قدر ارباب صنعت و حرفت ہیں اور جو اپنے اپنے کام اور صنعت میں مشغول ہیں یہ درحقیقت طالبوں کے کام میں مشغول ہیں کیونکہ بیج بونے والا جو کھیت میں کام کرتا ہے اور طرح طرح کی کھانے کی چیزیں مرتب کرتا ہے اس میں طالبوں کا حصہ ضرور ہے اور کپڑا بننے والا جو بنائی کی کاریگری میں شغل رکھتا ہے اُن کے لئے لباس بناتا ہے اور اسی طرح تمام طرح کے لوگ اور امراء زمانہ و شاہان یگانہ جو بظاہر دولت و حکومت رکھتے ہیں مگر حقیقت میں درویشوں کے خزانہ کے نگراں اور ان کے کاروبار کے محاسب ہیں یہاں اللہ تعالیٰ کا قول

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ [1] — اور میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

کے عروس کے چہرہ کا جمال رخسار سے نقاب اٹھاتا ہے اور وہ یوں کہ جن و انسان ہر ایک کسی کام پر ہیں تاکہ وہ اہل اخلاص خدمت حق میں مشغول رہیں۔ پس دنیا والے جو خانقاہ دنیا کے عملہ ہیں ان کو چاہیئے کہ نیت یوں کریں کہ میں اس کام کو اس لئے کرتا ہوں تاکہ مسلمانوں کی حاجتوں کے پورا کرنے اور ان کی ضروریات میں صرف ہو اور اہل طاعت اطمینان سے مشغول رہیں۔ اگر ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق حرفتوں اور صنعتوں میں مشغول نہ ہو تو دنیا تباہ ہو جائے اور کسی کو مخلصانہ عبادت و دلجمعی کا اطمینان نہ رہے اور عالم کا دارومدار انہیں فرمانبرداروں کی فرمانبرداری پر ہے اور ہر حالت میں راہ شریعت پر ثابت قدم رہیں اور اپنی کمائی کو مال حرام و شبہ سے بچائے رکھیں اور نہ زیادہ لیں نہ کم دیں اور جب کسی کو پائیں کہ اس حرفت میں ناواقف ہے اور اس مال کی قیمت نہیں جانتا تو زیادہ قیمت پر اس سے نہ بیچیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن بازار تشریف لے گئے ایک جگہ زمین پر گیہوں کا ڈھیر لگا تھا اور اسے بیچا جا رہا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیری میں دست مبارک ڈال کر گیہوں کو دیکھا آپ کا دستِ مبارک نمی سے تر ہو گیا آپ نے جب دریافت کیا تو اس غلہ کے مالک نے کہا اوپر گرمی پہنچ گئی ہے جس کے سبب سے اس میں نمی آگئی ہے۔ حضور علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا جو گیہوں بھیگا ہوا تھا وہ تم نے اوپر کیوں نہیں ڈالا تاکہ ہر شخص دیکھ لیتا کہ یہ گیہوں بھیگا ہوا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من غشنا فليس منا — جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اور اس بارے میں کوشش کرے کہ اس کے ہاتھ سے دوسرے کو راحت و آرام پہنچے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے مناجات کی کہ الٰہی! بہشت میں جو میرا ہم نشیں ہو گا اسکو میں دیکھ لوں ارشاد باری ہوا کہ کل تم

---

[1] پ ۲۷ الذّٰریٰت ۵۶

شہر سے باہر نکلا جو پہلا شخص تم کو ملے گا وہی جنت میں تمہارا ہم نشین ہوگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایسا ہی کیا جب وہ شہر سے باہر نکلے تو انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لکڑیوں کا ایک گٹھا پیٹھ پر لادے آرہا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو سلام کیا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمہارا کیسا معاملہ ہے (کس طرح اس کی عبادت کرتے ہو) جس کے باعث نبیوں کی ہم نشینی کا تم کو شرف حاصل ہوا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا: جناب میں ہر روز اپنے ہاتھ سے لکڑیاں چن چن کر یہ گٹھا تیار کرتا ہوں۔ اس کو شہر میں لاتا ہوں۔ نصف درم میں فروخت کرتا ہوں۔ اس نصف درم میں سے دو "چھدامیں" (دو دانگ) اپنی والدہ کو دے دیتا ہوں، دو چھدام اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہوں اور باقی دو چھدام (دمڑیاں) اللہ کی راہ میں محتاجوں اور درویشوں کو دیتا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ سن کر کہا جاؤ اپنا بازار دیکھو تم واقعی اس کے لائق ہو کہ نبیوں کی ہم نشینی تم کو حاصل ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو! ہیزم کش نے جواب دیا کہ مجھے بہشت میں یہ مرتبہ اس بوجھ اٹھانے کے باعث حاصل ہوا ہے۔ یہ سلسلہ تو میری موت تک جاری رہے گا۔

قرآن مجید میں بھی اس سلسلہ میں فرمایا گیا ہے۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا	اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی ہوئی
مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ [1]	پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ کرو۔

ایک اور جگہ اس سلسلہ میں اس طرح تاکید فرمائی گئی ہے:

فَکُلُوْا مِنْھَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ	تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج
الْفَقِیْرَ [2]	کو بھی کھلاؤ۔

یہ تاکید اہل صنعت و حرفت کے روشن دلوں سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ ان کو یہ بات اور یہ تاکید اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے جب وہ اس روش اور طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے تو بظاہر بھی ان کا یہ طرز عمل سلوک کہا جائے گا۔ اور بباطن بھی واللہ اعلم بالصواب۔

بیت

ہر کرا توفیق این افعال شد	جن کو ان احوال کی توفیق ہے
در جہان او صاحب احوال شد	صاحب احوال دنیا میں ہوئے

---

[1] پ ۳ البقرہ ۲۶۷ [2] پ ۱۷ الحج ۲۸

لطیفہ ۹

شرائط تلقین اذکار مختلفہ جو مشائخ میں جاری و ساری رہے ہیں وفضیلت ذکر جلی بر خفی

(در بیان شرائط تلقین اذکار مختلفہ موضوعہ مشائخ وفضل ذکر جلی بر خفی)

قال الاشرف:

الذکر عبارۃ عن المداومۃ علی الکلمۃ الطیّبۃ

ترجمہ: حضرت اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا ذکر نام ہے کلمہ طیبہ پڑھنے کی پابندی کا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ خدائے تعالیٰ کے اذکار عشق الٰہی کے میخانہ کی شراب ہے اور آب رواں اور کبھی نہ ختم ہونے والے چشمہ کا پانی ہے جو بالکل پوشیدہ طریقہ سے پیاسے کے حلق اور ناطق کے دہن میں پہنچتا ہے مقصود کونین اور وجود خافقین (کائنات) اور جو کچھ اس میں ہے اسی شراب اور اسی پانی کے ایک گھونٹ کا اثر ہے ؎

بیت

مئ ذکر است از میخانہ عشق
جہاں یک جرعہ از خمخانہ عشق

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا[1] اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔

سے مراد یہی شراب ہے۔ جب عالم غیب سے ایک گھونٹ اس شراب کا حصار وجود میں پہنچتا ہے تو اس کا پر تو دل طالب میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ تب وہ انتہائی مستی اور ذوق میں سرخوشی اور شوق سے جمال ذو الجلال کی طلب میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اس وقت غوغائے بشریت مغلوب ہو جاتا ہے اور جسمانی اشتغال و تشغف مٹ جاتے ہیں نفسانی تحریکیں اور شخصی خواہشات فنا ہو جاتی ہیں۔

جب تلقین ذکر اور اس کی شرائط کی بات چھڑی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس بارے میں صاحب "ہدایہ" نے بہت کچھ لکھا ہے جن کا تذکرہ "مرصاد العباد"[2] میں بہت زیادہ ہے بلکہ اپنے اصحاب کو اس کے مطالعہ کی تاکید فرمایا کرتے تھے اس کام کی ابتدا میں اہم ترین شرط یہ ہے کہ ذکر کو کسی شیخ کامل اور صاحب تصرف سے حاصل کیا جائے کہ فوائد کلی اسی صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں اس لئے کہ ذکر تقلیدی اور چیز ہے اور ذکر تحقیقی اور ہے

---

[1] پ ۲۹ الدھر ۲۱ [2] کتاب مرصاد العباد کی فصل دوازدہم تا چہاردہم اس پر مشتمل ہے۔

لوگوں کے منہ سے سن کر یا ماں باپ سے سن کر اس ذکر کو یاد کر لینا ذکر تقلیدی ہے ؎

شعر

صدف گر باشد از دریائے تحقیق
بہ از لؤلوئے تقلیدی بتصدیق

ترجمہ:- سیپ اگر دریائے تحقیق سے ہو تو وہ اس موتی سے بدرجہا بہتر ہے جو تقلیدی ہے۔

اگرچہ یہ ذکر دفع شیطان کے لئے کافی ہو جاتا ہے لیکن حصول مقصود اور وصول معبود اس سے شاذ و نادر ہی ہوتا ہے جس طرح ایک تیر گر کی دکان سے تیر لے لیا جائے اس سے دشمن سے مدافعت تو کی جا سکتی ہے لیکن اس تیر کی بات ہی کچھ اور ہے جو بادشاہ کے ترکش سے لے لیا جائے، اُس سے سب دشواریاں ہٹا دیں گے۔

بیت

اگر تیری بود از ترکش شاہ
امان بخشد جہانرا از ہدف گاہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت نجیب الدین سہروردی قدس سرہ سے منقول ہے کہ شیخ شمس الدین صوفی جامع شیراز کے امام تھے ان کے تمام اوقات ذکر و تلاوت اور گوناگوں عبادات میں بسر ہوتے تھے۔ لیکن انہوں نے کسی شیخ سے تلقین ذکر حاصل نہیں کی تھی ایک دن انہوں نے واقعہ میں اپنے ذکر کو نور کی صورت میں دیکھا کہ اُن کے منہ سے نکل کر زمین میں اتر گیا ہے۔ دل میں کہا کہ یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں وارد ہے :۔

اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ [1] اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمے۔

انہوں نے اس کے خلاف پایا وہ سمجھ گئے کہ اس کا باعث یہ ہے کہ مشائخ سے ذکر کی تلقین حاصل نہیں کی ہے۔ پس فوراً وہ شیخ روزبہان بقلی کے کسی مرید سے رجوع ہوئے اور ان سے تلقین ذکر حاصل کی۔ اسی رات انہوں نے واقعہ میں مشاہدہ کیا کہ اُن کا ذکر نور کی صورت میں صعود کر رہا ہے (بلندی پر جا رہا ہے) اور اس نے آسمان کو پھاڑ دیا ہے۔ اس کے بعد وہ شیخ الشیوخ کی خدمت میں پہنچے اور پھر بڑا مرتبہ حاصل کیا۔

شرائطِ ذکر

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر بغیر ادب اور اس کی شرائط پوری کئے چنداں سود مند نہیں ہوتا اس لئے میں سب سے پہلے اس کی چند شرائط بیان کرتا ہوں، ان شرائط کو پورا کیا جائے تاکہ ذکر اور فکر کے ثمرہ سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔

اوّل شرط یہ ہے کہ مرید کو ارادت میں صادق ہونا چاہیئے اور پیر کے ہر حکم کی بجا آوری میں اس طرح ہو

---

[1] پ ۲۲ فاطر ۱۰

جیسے پیر پر عاشق ہو ؎

شعر

مرید ار عاشقِ پیری نباشد
مرا اورا ہیچ تدبیری نباشد

دوم یہ کہ اس میں دردِ طلب ہو اور راہِ سلوک کا پورا پورا جذبہ ہو ؎

گر ندارد دردِ اصلی مردِ راہ
ہیچ دارو نیستش جز دردِ راہ

ترجمہ:- مردِ راہ اگر اصلی درد نہیں رکھتا تو اس کا علاج سوائے درد راہ کے کچھ نہیں ہے۔

سوم یہ کہ خلق سے گھبرائے اور ذکر سے مانوس ہو۔

قال الاشرف من اشتغل بالخلق لا یکون طالبًا للخالق۔

حضرت اشرف نے فرمایا جو خلق میں مشغول رہا وہ خالق کا طالب نہیں بن سکتا۔

ہر حالت میں اوّلاً عوام کی عادات کو ترک کرے اور عوام کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کرے تاکہ سب سے الگ ہو کر ذکر کی پناہ میں آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ[1]

پھر انہیں چھوڑ دیجئے اس حال میں کہ وہ اپنی کج بحثی میں کھیلتے رہیں؛

چہارم شرط یہ ہے کہ جب ذکر کو مستقل اور ہمیشہ کے لیے اپنائے اور اختیار کرے تو اس کی بنیاد پختہ اور استوار تو بہ پر رکھے۔ تمام گناہوں سے باز رہے۔

یہ شرائط جو بیان کی گئی ہیں اگر ان کی مخالفت کی جائے گی تو ذکر کا تصرف زیادہ نہیں ہو سکتا۔

آدابِ ذکر پہلا ادب ذکر تو یہ ہے کہ ذکر کرتے وقت پورا وضو کرے اگر غسل کر سکے تو اور بھی بہتر ہے کہ دوست کا ذکر کرتے وقت اعدائے کفار نفس سے مقابلہ ہے اور بغیر ہتھیار کے مقابلہ دشوار ہوتا ہے ؎

جواں گر اژدر پیکار باشد
دلی بی اسلحہ بی کار باشد

ترجمہ:- جواں مرد کیسا ہی شیر جنگ کیوں نہ ہو اگر جنگ میں اس کے پاس ہتھیار نہیں ہیں تو وہ بے کار ہے۔

جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الوضوء سلاح المؤمن

وضو مومن کا ہتھیار ہے۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ کپڑے پاک پہنے۔ سنت کے اعتبار سے لباس کی پاکیزگی کی چار شرطیں ہیں: ۱۔ نجاست سے پاکی ۲۔ مظلمہ سے پاکی (وہ لباس جو کسی سے با جبر و ظلم حاصل نہ کیا ہو۔)

---

[1] پ ۷، انعام ۹۱

۳۔ حرمت سے پاکی یعنی لباس خالص ریشم کا نہ ہو۔
۴۔ تکبر اور رعونت سے پاک ہو (یعنی کوتاہ ہو) جیسا کہ ارشاد ہے:۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ[1] اِی فقصر (اور اپنے کپڑے پاک رکھیئے، یعنی کوتاہ رکھیئے)
تیسرا ادب یہ ہے کہ ایسا گھر انتخاب کرے جو خالی ہو پاک وصاف ہو، چھوٹا ہو اور تاریک ہو کہ ایسا گھر اثر کے لئے اچھا ہوتا ہے۔ چنانچہ گوشہ نشیں گنجہ نے فرمایا ہے:۔

سکندر بتاریکی آورد رائی   کہ خاطر بتاریکی آید بجائی
نہ بینی کزین قفل زرّین کلید   بتاریکی آرند جوھر پدید

ترجمہ:۔ سکندر نے تاریکی میں فیصلہ کیا کیونکہ تاریکی میں یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ تو نے نہیں دیکھا کہ اس سنہری چابی والے تالے سے تاریکی میں جوہر ظاہر ہوتے ہیں۔
اگر قدرے خوشبو بھی جلائی جائے (عود لوبان وغیرہ) تو زیادہ اچھا ہے
چوتھا ادب یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور ہر وقت مربع ہو کر بیٹھنا منع ہے (دونوں پاؤں بچھا کر) لیکن ذکر کے وقت منع نہیں ہے۔ کہ حضرت کونین صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمانے کے بعد اسی جگہ مربع صورت میں تشریف فرما ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے، یہ سلسلہ آفتاب کے طلوع ہونے تک جاری رہتا۔ ذکر کا بہترین وقت رات ہے خصوصاً سحر کے وقت، اس لئے کہ رات میں حواس ظاہری کا تصرف عالم محسوس میں نہیں رہتا جب عالم محسوس سے باز رہا تو حواس کی توجہ باطن کی طرف زیادہ کی جا سکتی ہے

چو فارغ گشت مرد از کار محسوس
شدہ در باطنی اسرار جاسوس

ترجمہ:۔ محسوسات کے کام سے جب انسان فارغ ہو جاتا ہے تو پھر وہ اسرار باطن کی طرف توجہ کرتا ہے اور ان کا جاسوس بن جاتا ہے
اس وقت وہ واردات غیبی اور الہامات خداوندی کا ادراک کر سکتا ہے یہی سبب تھا کہ بارگاہ الٰہی سے۔ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ[2] کا خطاب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں پہنچا (یعنی اللہ تعالیٰ نے ذکر کے لیے آپ سے رات کے وقت اٹھنے کو فرمایا کہ "اے کمبل پوش رسول رات کے وقت اٹھیے) اور اس طرح بیداری شب کی خلعت آپ کے قدر زیبا کو پہنائی گئی حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ نے اس شب بیداری کی سعادت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

چون چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد   با فقر گر بود ہوس ملک سنجرم

---

[1] پ ۲۹ المدثر ۴ [2] پ ۲۹ المزمل ۱

سر چون قلم زلوح وجودم بریدہ باد   گر تا بپائی دوش فرود آید این سرم
تا یافت جان من خبر از ملک نیم شب   صد ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

ترجمہ:- شاہ سنجر کے چتر کی طرح میرے بخت کا چہرہ بھی سیاہ ہو جائے اگر اس فقر کے ہوتے ہوئے بھی میں ملک سنجر کی آرزو کروں۔ خدا کرے کہ میرا سر لوح وجود سے اس طرح اڑا دیا جائے جس طرح قلم کا سر قلم کرتے ہیں اگر میرا یہ سر کسی غیر کے لیے جھکے۔ جب سے میری جان کو ملک نیم شب (شب بیداری) کی خبر ملی ہے کہ اگر کوئی ملک نیم روز مجھے ایک جو کے بدلہ میں دینے پر تیار ہو تو بھی میں اس کو نہیں خریدوں۔

اس راہ کا مدار مشقت پر ہے اور رات کی عبادت دن کی عبادت سے زیادہ دشوار اور مشکل ہوتی ہے۔ ؎

قطعہ

یدوم العز ثم ینام لیلاً   یغوص البحر من طلب اللآلی
و من ادام العلی من غیر کدٍ   اضاع العمر فی طلب المحال

ترجمہ:- ہمیشہ کی عزت ہے اگر رات کو طلب کرے۔ جو گوہر کا طالب ہے وہ بحر میں غوطہ لگائے جو کوئی بغیر کوشش کے بلندی چاہتا ہے وہ طلب محال میں عمر ضائع کرتا ہے۔

طریق تعلیم طالب صادق، مبتدی

کیفیت ذکر گفتن: ذکر کے وقت ہاتھوں کو رانوں پر رکھے دل کو حاضر کرے اور آنکھوں کو بند کرے اور نہایت تعظیم کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سے ذکر کا آغاز کرے۔ یہ پاک کلمہ اتنی قوت کے ساتھ ادا کرے جتنی کہ اس میں ہے۔ بلند آواز سے یہ کلمہ کہے۔ تلقین ذکر کی دوسری شرطیں یہ ہیں:-

مرید شیخ کی وصیت و نصیحت سے تین روز تک روزہ رکھے۔ اگر ملے کے یہ تین دن ہوں تو اور بھی اچھا ہے۔ ان دنوں میں یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ ہمیشہ باوضو رہے اور ہر وقت ذکر کرتا رہے خواہ ادھر ادھر آتا جاتا ہو مگر پھر بھی دل میں ذکر کرتا رہے۔ لیکن لوگوں سے ملنا جلنا کم کر دے۔ اور زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ ان تین دنوں میں خلوت گزیں رہے صرف ضرورتاً کلام کرے۔ افطار میں زیادہ کھانا نہ کھائے۔ اور شب کو ذکر میں جاگ کر گزارے۔ یا جس طرح بھی طالب کا مقتضائے طبیعت ہو اتنا ہی جاگے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فرزند تنگر قلی چونکہ امیرزادہ تھے جب وہ تلقین کے شرف سے مشرف ہوئے تو ان کو "طے" کے لیے میں نے نہیں کہا۔ چونکہ نازک طبع تھے صرف ان سے تین روزے رکھوائے گئے۔ القصہ اس کے بعد شیخ کے حکم سے غسل کرے اور غسل میں غسل اسلام کی نیت کرے۔ جس طرح جب کوئی شخص (غیر مسلم) دین اسلام میں داخل ہوتا۔ تو سب سے پہلے غسل اسلام کرتا اس کے بعد حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کلمہ طیبہ پڑھاتے۔ پس جب اسلام مجازی کے لیے غسل لازمی ہے تو اس اسلام حقیقی کیلئے اور بھی ضروری اور اولیٰ ہے۔

غسل میں جب پانی جسم پر ڈالے تو اس وقت یوں کہے " خداوندا! وہ جسم جو ناپاک تھا اس کو میں پانی سے پاک کر رہا ہوں۔ الٰہی! تو میرے دل کو جو خداوند کی انگلیوں میں ہے اپنی عنایت کی نظر سے اور معرفت کے نور سے پاک فرما دے۔" جب غسل کر چکے تو عشاء کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضر ہو۔ اور قبلہ رو ہو کر شیخ کے مقابل میں بیٹھے اور شیخ کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہو۔ اس وقت شیخ اس کے مناسب حال جو کچھ وصیت اور شرط مناسب ہے وہ اس کو کرے اور تلقین کے اسرار اور ذکر کے خواص اس کی صلاحیت اور اہلیت کے مطابق بیان کرے اور وجود جسمانی کی تعریف کرے (اس کی معرفت سے آگاہ کرے) کہ جو عالم کبریٰ کا نمونہ ہے۔ اگرچہ اس وجود جسمانی کو عالم صغریٰ کہتے ہیں لیکن حقیقت میں عالم کبریٰ ہے۔ لیکن اس طرح جو فہم مرید میں آسکیں اور طالب پر نظر کرتے ہوئے اس کی جمعیت خاطر کے لیے چند کلمات بھی کہہ دے۔

مرید شیخ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے اور اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے اور دل کو تمام چیزوں سے ہٹا لے۔ اپنی قوت تصرف سے اس کے دل کو اپنی طرف حاضر کرے۔ مرید اپنا منہ شیخ کی طرف رکھے۔ اور بعد نیاز شیخ کا خیال دل میں رکھے (شیخ کے دھیان کے سوا اور کچھ دل میں نہ ہو) شیخ پہلے اُس کو درود شریف تین مرتبہ تلقین کرے۔ اور ایک دفعہ بڑے سکون اور طمانیت کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ طیبہ کہے۔ مرید بھی اس کے بعد شیخ جیسی آواز میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بہت زور سے کہے! شیخ پھر دوسری مرتبہ اسی طرح کہے اس طرح تین بار اس کی تکرار کرے۔

ہمارے بعض مشائخ کا ارشاد ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو شیخ مرید کے سامنے کہے اور مرید اس کو گوش ہوش سے سنے اس کے بعد مرید کہے اور شیخ سنے۔ جب مرید کلمہ پڑھے تو شیخ کو چاہیئے کہ وہ مرید کو کلمہ شروع کرنے کی جگہ اور ختم کرنے کی جگہ بتا دے یہاں تک کہ تین مرتبہ یکے بعد دیگرے کہے، اس کے بعد شیخ دعا کرے اور مرید اس دعا پر آمین کہے۔ پھر شیخ اسی طرح تین بار درود شریف پڑھے۔ جس طرح پہلے تین مرتبہ پڑھا تھا۔ اس کے بعد شیخ عطائے تلقین یوں کرے کہ جس طرح میں نے اپنے پیروں اور مشائخ سے اس کو پایا ہے وہ میں تجھ کو دیتا ہوں۔ مرید اس کو قبول کرے۔ جب تین بار اس طرح تلقین ہو جائے تو اُٹھے اور فاتحہ پڑھے اور قبولیت کے لئے تکبیر کہے اور اپنے خلوت خانہ میں چلا جائے اور وہاں قبلہ رو ہو کر مربع (دونوں زانو بچھا کر) بیٹھے اور موافق ترتیب کے ختم ذکر میں مشغول ہو جائے۔

ذکر کے اطوار و انداز حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر کے طور اور ڈھنگ بہت سے ہیں لیکن صرف تین اشارے بیان کئے جاتے ہیں کہ نفی کی ابتداء داہنی طرف سے کرے اور بائیں طرف اثبات کرے۔ کیونکہ دل بائیں جانب واقع ہے۔ توجہ سے ذکر سخت اور بلند آواز سے پے بہ پے کرے۔ دل میں اس ذکر کے معنی پر غور کرے اور وسوسوں اور خواطر کی نفی کرے چنانچہ جب معنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر غور کرے گا۔ تو ہر وسوسہ جو دل میں پیدا ہوتا ہے اس سے اس کی نفی ہو جاتی ہے۔ اور یہ تین خواطر مشہور ہیں۔ چنانچہ ضرب

اس طرح لگائے کہ میں کوئی چیز نہیں چاہتا، میں کچھ طلب نہیں کرتا، اور سوائے خداوند تعالیٰ کے میرا کوئی محبوب اور مقصود نہیں ہے سوائے اللہ کے تمام خواطر کی لا اِلٰہ سے نفی کردے اور ارادہ ثلاثہ میں مبالغہ کرے یعنی لا مقصود الا اللہ و لا محبوب الا اللہ و لا موجود الا اللہ جب مرید ذکر میں خوب ڈوب جائے اور گرمی پیدا ہو جائے تو پھر لا موجود الا اللہ کے ارادہ کے سوا اور کچھ خیال میں نہ لائے۔ بلکہ اس ارادہ میں اتنا مبالغہ اور سعی کرے کہ خود کو اور تمام موجودات کو اس شہود میں محو کردے۔ یہاں تک کہ اپنا شعور بھی باقی نہ رہے۔ اور مرید پر اس آیہ کریمہ کا مفہوم واضح ہو جائے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ [1]

جو بھی زمین پر ہے سب کو فنا ہے اور باقی ہے آپ کے رب کی ذات جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔

بیت

چنان در ذکر دل منظور گردد
کہ ذاکر ذکر یک مذکور گردد

ترجمہ:- ذکر میں دل اس قدر محویت اختیار کر جائے کہ ذاکر اور ذکر ایک ہو جائیں۔

جب ذاکر دریائے شہود سے نکل کر ساحل وجود پر آجائے تو کچھ دیر مراقبہ کرے اور جس سے اس کو دلی تعلق ہو اپنی نظروں سے اسکو بھی دور کردے اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اثنائے ذکر میں شیخ کی ولایت سے مدد طلب کرے اور لا اِلٰہ کی نفی سے اس تعلق قلبی کو منقطع کردے اور اس چیز کی محبت کی جڑ کو دل سے اکھاڑ پھینکے۔ الا اللہ (اثبات) کے تصرف سے حق تعالیٰ کی محبت اس مجازی محبت کی قائم مقام بنا دے۔ پس اسی طریقہ سے اسی ترتیب پر ہمیشہ عمل کرے تاکہ رفتہ رفتہ اپنے تمام محبوب اور مالوف چیزوں سے اس کا دل فارغ ہو جائے۔

ع

با خانہ جائے رخت بود با خیال دوست

ترجمہ: خیال دوست سے گھر کو سجا لے۔

ذکر میں جب مداومت ہوتی ہے تو اس سے استتار و بے خودی پیدا ہوتی ہے۔ صوفیہ کے یہاں استتار یہ ہے کہ ذکر کے غلبات سے ذاکر کی ہستی اس ذکر کے نور میں سما جائے اور ذکر اور ذاکر ایک ہو جائے اور علائق وعوائق (تعلقات و روابط) کا بار اس کے وجود سے اتر جائے اور دنیا اور عالم جسمانیات سے سبکبار ہو کر عالم روحانیات میں آجائے (اس کو استتار کہا جاتا ہے) سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

سیروا سبق المفردون! قیل منهم

دیکھو کہ مفردون تم سے سبقت لے گئے! کہا گیا کہ

---

[1] پ ۲۷ الرحمٰن ۲۶، ۲۷

یا رسول اللہ قال الذین یھتدون بذکر اللہ حتی وضع الذکر عنھم اوزارھم فوردوا القیامتہ خفافا۔

یا رسول اللہ! مفردون کون لوگ ہیں۔ فرمایا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بوجھوں کو ان کے ذکر الٰہی نے اتار پھینکا ہے۔ اور یہ لوگ قیامت میں سبکبار ہو کر وارد ہوں گے۔

دل تو خلوت گاہ حق ہے کہ فرمایا گیا ہے :۔

لا یسعنی ارضی وسمائی وانما یسعنی قلب عبدی المومن

(ارض وسما کہاں تری وسعت کو پا سکے میرا ہی قلب ہے کہ جہاں تو سما سکے)

کیونکہ بادشاہ دل کی بارگاہ میں غیروں کا گزر جب ہوتا ہے تو دقار وحدت اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ وہاں نفر یدکر دی جائے (صرف فرد باقی رہے وہاں اور کوئی نہ ہو) پس جب لا الٰہ کا دربان اور نگہبان بارگاہ دل کو زحمت اغیار سے خالی کر دے تو سلطان اِلّا اللہ کی تجلی کی آمد آمد کا منتظر رہنا چاہیئے (کہ اب دل میں سلطان الا اللہ تشریف فرما ہوگا) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ [1]

تو جب آپ (تبلیغ رسالت کے کاموں سے) فارغ ہوں تو (عبادت و ریاضت) میں محنت فرمائیں (صرف) اپنے رب کی طرف راغب ہیں۔

شعر

جا خالی کن کہ شاہ ناگاہ آید

چون خالی گشت شہ بخرگاہ آید

ترجمہ :۔ جگہ خالی کر کیونکہ اچانک شاہ آنے والا ہے۔ جب جگہ خالی ہوگی تو خرگاہ سے شاہ آئے گا۔

تلقین ذکر کی مثال حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ تلقین ذکر کی مثال درخت کے اس بیج کی طرح ہے جو بویا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک مثال بیان کی ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ [2]

کیا آپ نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاک کلمہ کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے۔ جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

اور وہ شجر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ جب مزاولت اور مداومت کے ساتھ اس درخت کی پرورش ہوگی تو اس کی جڑیں اور جڑوں کے ریشے دل سے تمام اعضا و جوارح تک پہنچیں گے اور پھر سر سے پیر کے ناخن

---

[1] پ ۳۰ نشرح ۷ [2] پ ۱۳ ابراھیم ۲۴

تک کوئی ایسی جگہ نہیں رہے گی کہ جہاں شجرۂ ذکر کے ریشے اور سوتے نہ پہنچ جائیں۔ چونکہ اس جڑ کی کشت کاری شیخ کے ہاتھوں سے زمین قالب میں ہوتی ہے اس لئے شجرۂ ذکر کی شاخ آسمانِ دل تک پہنچ جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:۔

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۙ[۱] اس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اسکی شاخیں آسمان میں ہیں۔

اس مقام اور منزل پر پہنچ کر زبان سے ذکر کو دل لے لیتا ہے اور خود صریحاً کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنا شروع کر دیتا ہے جب دل ذکر کو شروع کر دے تو اس وقت ذکر زبان کو روک دینا چاہیئے تاکہ دل زیادہ سے زیادہ ذکر کر سکے۔ کیونکہ ذکر زبان سے اس کو تشویش ہوتی ہے۔ پس جب دل ذکر سے رک جائے تب زبان سے ذکر کرنا چاہیئے تاکہ دل رفتہ رفتہ پورے طور پر ذاکر بن جائے۔ غرضکہ ذکر دل کو ذکر زبان سے مدد پہنچاتا رہے تاکہ شجر ذکر پرورش پاتا رہے اور اوپر کو بڑھتا رہے اور پھر اپنے کمال کو پہنچ جائے اور اس کی نہایت حضرت جل وعلا ہے اور اس سلسلہ میں فرمایا گیا ہے کہ:

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ؕ[۲] اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمے اور نیک عمل کو اللہ بلند فرماتا ہے۔

شگوفۂ مشاہدہ جب یہ شجرہ طیبہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس میں مشاہدے کے شگوفے آنے لگتے ہیں اور پھر مشاہدات کے یہ شگوفے رفتہ رفتہ مکاشفات اور علم لدنی کے پھل لانے لگتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ:

تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ[۳] ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔

ان پھلوں کا اصل مقام وحدت ہے۔ پہلے تخم توحید بویا جاتا ہے پھر اس کی پرورش کرتے ہیں۔ تب اس سے ثمرۂ وحدت حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک بڑا راز ہے اور آفرینش سے مقصود یہی نکتہ ہے ؎

بجز توحید در گیتی دگر نیست
درخت کون را بہ زین ثمر نیست

ترجمہ:۔ سوائے توحید کے اس دنیا میں کچھ اور نہیں ہے اور درختِ وجود کا اس سے بہتر اور کوئی پھل نہیں ہے۔

یہ اسرار مکنونات غیب کا خلاصہ ہیں، اور جو گوہر اسرار کہ غیب کے خزانوں میں مدفون ہیں سب ان موتیوں کے لئے سیپ ہیں۔ اور آیت کریمہ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ[۴] اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ (اللہ) تمہارے لئے تمہارے اعمال کو درست فرما دے گا۔

---

[۱] پ ۱۳ ابراھیم ۲۴ [۲] پ ۲۲ فاطر ۱۰ [۳] پ ۱۳ ابراھیم ۲۵ [۴] پ ۲۲ الاحزاب ۷۰

ہیں اسی صلاحیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ہر شخص کے لیے بقدر صحت و قدرت اس شجرہ کی پرورش کرنے میں صلاح و فلاح ہے اور ان میں ایسے صاحبان دولت بھی موجود ہیں جو سلطنت حقیقی تک پہنچ جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے :

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [1] اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

ذکر کے اقسام

شیخ ابوالوفا خوارزمی قدس سرہ نے ذکر کے اقسام جو معدن معانی اور مخزن سبحانی ہے حضرت قدوۃ الکبرا سے دریافت کیے تو انہوں نے فرمایا کہ ذکر چار قسم کا ہے۔ ایک وہ کہ زبان پر ہو لیکن دل میں نہ ہو۔ دوسرے وہ جو زبان پر بھی ہو اور دل میں بھی ہو "شکرِ زبان دل کا مرسے ترجمان ہے" لیکن لیسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل اس سے غافل ہوتا ہے اور دوسری چیز میں مشغول ہوتا ہے لیکن زبان اپنا کام کرتی ہے۔ یعنی ذکر میں مشغول رہتی ہے۔ تیسرے وہ کہ زبان بھی ذکر میں مشغول ہوتی ہے اور دل بھی۔ چوتھے وہ کہ دل ذاکر ہوتا ہے اور زبان خاموش رہتی ہے۔ یہ حقیقت ذکر ہے۔ کہ دل بولے اور زبان چپ رہے، یہ انتہائے مقام (ذکر) ہے اس مقام پر دل کا ذکر سماعت میں آتا ہے۔ جس طرح صرف زبان سے ادا کرنے میں کان سنتے ہیں لیکن دل اس سے غافل رہتا ہے۔ اسی طرح یہاں دل ذاکر ہوتا ہے کان اس ذکر کو سنتے ہیں اور زبان اس سے غافل ہوتی ہے یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ اس مقام میں دل زبان بن جاتا ہے اور زبان دل بن جاتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ سلطان المشائخ (حضرت معروف کرخی قدس سرہ) کے زمانہ میں ایک صوفی تھے وہ کثرت کے ساتھ ذکرِ دل میں مشغول رہتے تھے اور خود اپنے کانوں سے دل کا ذکر سنتے تھے۔ وہ جنگلوں اور بیابانوں میں اس گمان سے نکل کر چلے گئے کہ جس طرح میں ذکر دل سن رہا ہوں اور تمام دنیا بھی سنتی ہوگی۔ حضرت شیخ معروف کی خدمت میں یہ بات عرض کی گئی اور دریافت کیا گیا کہ کیا دوسرے لوگ بھی اس کو سنیں گے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس ذکر کو صاحبِ ذکر کے علاوہ کوئی اور نہیں سن سکتا۔ البتہ اگر کوئی صاحبِ دل ہو اور اس مقام پر پہنچ گیا ہو اور اس ذکر کی لذت سے آشنا ہو تو وہ سن سکتا ہے

ؔ

از دُرِ دریائے دلِ دردمند جز صدف دل نبود بہرہ مند
ہمدم دریائے دل خویش شو ورنہ ازین بحر بساحل کرد

ترجمہ :۔ دریائے دل دردمند کے موتی سے صدفِ دل کے علاوہ کوئی بہرہ مند نہیں۔ اپنے دل کے دریا کا ہمدم بن جا ورنہ اس دریا کو ساحل بنالے۔

---

[1] پ ۲۸ جمعہ ۱۰

حضرت قدوۃ الکبرا نے فتاویٰ صوفیہ سے یہ قول نقل فرمایا کہ:۔

"اس کتاب فتاویٰ صوفیہ کے مرتب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے یہ بات سنی کہ وہ اپنے محترم والد کا یہ واقعہ بیان کرتے تھے اور یہ صاحب شیخ کبیر کے خلفاء اور فقراء میں سے تھے (درویش دوست بزرگ تھے) کہ میرے والد محترم رحمتہ اللہ علیہ شیخ مذکور کے فقیروں (خلفاء) میں سے ایک فقیر کے پاس تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا (مولف فتاویٰ صوفیہ کے والد) میں اس وقت کم سن تھا لیکن ذی فہم تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں دونوں حضرات گفتگو کرنے لگے اور میں ذکر الٰہی سن رہا تھا اور یہ دونوں گفتگو میں مشغول تھے میں اس ذکر اور اسکے ذاکر سے بہت متحیر ہوا کہ اس وقت حجرہ میں ان دونوں حضرات کے اور میرے علاوہ کوئی چوتھا شخص نہیں تھا۔ جب ہم لوگ واپس ہوئے اور والد محترم حجرہ سے باہر نکلے تو میں نے والد محترم سے عرض کیا کہ ایسا واقعہ پیش آیا۔ تب انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ اس فقیر کے دل کا ذکر تھا تمہیں مبارک ہو اے فرزند کہ تم نے وہ ذکر سن لیا تم کو اللہ تعالیٰ مقام فقراء کی رسائی عطا فرمائے گا۔ چنانچہ وہ اللہ کے ولی ہوئے۔

ذکر کلمہ نفی و اثبات

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ تخصیص ذکر لا الٰہ الا اللہ میں دوسروں کے اذکار سے پہلے قرآن پاک کے ارشادات سنو جو اس کے اختصاص کے گواہ ہیں۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى [1] — اور اللہ نے لازم کر دیا ان پر تقویٰ کا کلمہ

اور یہ کلمۂ تقویٰ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور اس کا نام کلمہ تقویٰ اس لیے رکھا گیا کہ بندہ جس وقت گویا ہوتا ہے تو اس کے دل میں جو نور توحید موجود ہے اس سے وہ اس کلمہ کو کہتا ہے۔ پس جب وہ انتہا کو پہنچے گا پل صراط پر تو یہی نور اس کو آتش دوزخ سے بچائے گا، یہ نور ٹھنڈک ہے جو آگ کے شعلہ کو دباتی ہے کیونکہ یہ نور رحمت کا نور ہے اور یہ رحمت مومن کو نصیب ہوتی ہے اس کے پروردگار کی طرف سے پس بندہ نے جب اس رحمت کو زبان سے کہا تو نور توحید سے اپنے دل کو روشن کر لیا۔ اور اس روشنی سے اپنے سینہ کو منور کر لیا اور گویا اسی چمک کے نور سے انسان ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ ابوالحسن نوری کو نوری کہنے کی یہ وجہ تھی کہ جب وہ ذکر کرتے تھے تو ان کی زبان سے نور نکلتا تھا اور ادھر ادھر پھیل جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد یہ ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا [2] — اے مومنو! اللہ سے ڈرو۔ اور سیدھی بات کہو۔

---

[1] پ ۲۶ الفتح ۲۶ [2] پ ۲۲ الاحزاب ۷۰

یعنی قولوا قول لا الہ الا اللہ (یعنی قول لا الہ الا اللہ کہو) رسالہ مکیہ میں آیا ہے (صاحب رسالہ مکیہ تحریر فرماتے ہیں:

وکل قلب احب اللہ وارضاہ وقربہ وادناہ واراد ان یوصلہ الی مقام النبوۃ ان کان فی زماننا او مقام الولایۃ فھو تعالیٰ یسلط الذکر علی ذالک القلب لینورہ ویظہرہ بشدۃ ضیائہ وقوۃ تصرفہ فکلمۃ لا الہ الا اللہ التوحید وقد ذکر اللہ ھذہ الکلمۃ فی القرآن صریحاً فی موضعین الاول قولہ تعالیٰ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَكْبِرُوْنَ ۙ والثانی قولہ تعالیٰ : فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ معناہ اعلم ان اللہ ھو الذی یستحق الالوھیۃ دون غیرہ واذا علمت ان التوحید انما یصح بکلمۃ لا الہ الا اللہ" علمت ان ھذا الاسم من اعظم الاسماء فائدۃً وان ھذا الذکر افضل الاذکار، قال صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الہ الا اللہ"

وقال سہل التستری رحمۃ اللہ علیہ لیس لقول لا الہ الا اللہ ثواب الا النظر الی وجھہ عز وجل والجنۃ ثواب الاعمال، اعلم ان کلمۃ التوحید اذا قالھا الکافر ینفی عن ظلمۃ الکفر ویثبت فی قلبہ نور التوحید اذا قالھا المومن وان قالھا فی کل یوم الف مرۃ فبکل مرۃ ینفی عنہ شیئاً لم ینفعھا لمرۃ الاولی مقام العلم باللہ لا ینتھی الی الابد ولھذا قال لما قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم" فاعلم انہ لا الہ الا اللہ لم یقل علمت لان العلم باللہ لا نہایۃ لہ الی الابد۔

ترجمہ:- ہر وہ دل جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمالیا اور چن لیا اور نزدیکی وقرب عطا فرمایا اور ارادہ فرمالیا کہ اس کو بارگاہ نبوت کی حاضری نصیب فرمائے اگر وہ ہمارے زمانہ میں ہو یا مقام ولایت تک پہنچا دے۔ پس اللہ تعالیٰ ذکر کو ایسے دل پر مسلط فرما دیتا ہے تاکہ اس کو منور کر دے اور شدّت ضیاء اور قوتِ تصرف سے اس کو ظاہر کر دے۔ پس کلمہ لا الہ الا اللہ کلمۂ توحید ہے اور بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کا ذکر قرآن پاک میں کیا ہے صریح طور پر دو مقامات پر۔ اول اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :- اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَكْبِرُوْنَ ۙ[1]

---

[1] جب ان سے کہا جاتا تھا کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے تو وہ تکبر کرتے تھے۔ پ ۲۳ الصّٰفّٰت ۳۵

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[۱] اس کے معنی یہ ہیں کہ جان لو کہ بے شک اللہ ہی الوہیت کا مستحق ہے نہ کہ اس کا غیر، اور جب تم نے یہ جان لیا کہ توحید اس کے سوا نہیں ہے تو کلمہ لا الہٰ کو صحیح طور پر جانا بے شک یہ اسم باعتبار فوائد کے اسم اعظم سے ہے اور بے شک یہ ذکر تمام اذکار میں افضل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے افضل ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

اور شیخ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ثواب دیدار الٰہی عز وجل ہے جب کہ جنت تو ثواب عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کلمہ توحید کو جب کافر کہتا ہے تو یہ کلمہ اس کو تیرگئی کفر سے نکال دیتا ہے اور اس کے دل میں نورِ توحید ثبات حاصل کر لیتا ہے، اور جب مومن یہ کلمہ ادا کرتا ہے اور روزانہ ہزار مرتبہ کہتا ہے تو ہر بار اس چیز کی نفی کرتا ہے جس کی پہلے نفی نہیں کی تھی۔ خداشناسی کے مقام کی انتہا نہیں ہے اس سبب سے جب بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا یہی فرمایا کہ پس جان لو کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا کہ آپ نے جانا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے کیونکہ خداشناسی کی ابد سے کوئی انتہا نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا تقریباً ان الفاظ میں فرماتے تھے کہ ہر نفس (شخص) پر ایک شیطان خوبصورت پرندہ کی شکل میں بیٹھا ہے۔ جب طالب صادق ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو ایک ایسا نور اس کی زبان سے جھڑتا ہے جس سے وہ شیطان اُن کے سروں سے اٹھ جاتے ہیں، ذاکر بھی اس شیطان سے آگاہ ہوتا ہے۔ منقول ہے کہ شیخ ابو القاسم قیصری کہتے ہیں کہ میں ہفتہ میں صرف ایک بار کچھ کھاتا تھا۔ ایک جن میرے پاس آیا کرتا تھا اور سلام کر کے بیٹھ جاتا تھا۔ لیکن وہ مجھے دکھائی نہیں دیتا تھا ایک روز میں نے اس جن سے کہا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ تم میرے سامنے آ جاؤ۔ یکایک میں نے دیکھا ایک خوبصورت نوجوان میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میں نے کہا کہ تم کون ہو اس نے کہا میں صاحب ایمان جنوں میں سے ہوں۔ جب تم جیسے لوگوں کو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے اور میں ان کے سلام کے لیے حاضر ہوتا ہوں (بس اسی وجہ سے تمہارے پاس آتا ہوں) میں نے کہا اب جب کبھی تم میرے پاس آیا کرو تو ظاہر صورت میں آیا کرو! اس طرح میرے اور اس کے درمیان دوستی ہو گئی اس نے مجھ سے بہت سی باتیں سیکھیں ایک دن میں نے اس سے کہا کہ آؤ مسجد میں چلیں اور کچھ دیر وہاں بیٹھیں۔ وہاں پہنچ کر اس نے کہا کہ ان آدمیوں کو تم کس طرح دیکھتے ہو میں نے کہا بعض کو خواب میں بعض کو جاگتے ہیں۔ اس نے کہا جو کچھ ان کے سروں پر ہے دیکھتے ہو میں نے کہا نہیں مجھے تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس نے میری آنکھوں کو مَلا۔ میں نے دیکھا کہ ہر شخص کے سر پر کرگا بیٹھا ہوا ہے۔ بعض لوگوں کی آنکھوں تک اپنے پر پھیلا رکھے ہیں اور بعض لوگوں کے محض سر

---

[۱] ۔ تو آپ یقین رکھئے کہ کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے۔ پ ۲۶ محمد ۱۹

پر بیٹھا ہوا ہے۔ کبھی ایک کے سر سے اتر کر دوسرے کے سر پر جا بیٹھتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ کیا تماشہ ہے اس نے مجھ سے کہا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کیا نہیں پڑھا ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ؀ [1]

اور جو اندھا بن گیا رحمٰن کے ذکر کی طرف سے ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ (ہر وقت) اس کا ساتھی ہے۔

یہ شیطان ہیں جو ان کے سروں پر بیٹھے ہیں اور ہر ایک پر اس کی غفلت کے مطابق اس کا غلبہ ہے۔ وہ جن دوست اسی طرح میرے پاس آتا رہا۔ ایک دن اس نے مجھے صدقہ اور خیرات کا کھانا کھاتے دیکھ لیا میں اسی روز سے آنا بند کر دیا۔

قطعہ

زاغ غفلت بر سر ہر سالکی ۔۔۔ برنشستہ تا فرو ماند زیاد

گر کسی تیر خدنگ یاد زد ۔۔۔ پر زند از فرق مردم ہمچو باد

ترجمہ:۔ ہر سالک کے سر پر ایک زاغ (شیطان) بیٹھا ہوا ہے تاکہ اس کو یاد الٰہی سے روک دے اگر سالک کے پاس یاد الٰہی کا تیر موجود ہے تو وہ اس کو نشانہ بناتا ہے۔ اور پھر وہ زاغ اس کے سر سے ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے۔

کلمہ کی خصوصیت ظاہری اور باطنی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی خصوصیت ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی (باعتبار شریعت اور باعتبار معرفت) باعتبار شریعت تو یہ ہے کہ سرور کونین سید الانبیاء علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے افضل الذکر لا اِلٰہ اِلّا اللہ یعنی سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ کا ورد ہے اور باطنی اعتبار سے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ [2] (اس کی طرف پاکیزہ کلام چڑھتا ہے) کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ ہے یعنی یہ کلمہ بارگاہ الوہیت تک جا سکتا ہے کیونکہ اس کلمہ میں نفی و اثبات مرکب ہے اور نسیان کا مرض اس نفی و اثبات کے معجون سے دور کیا جا سکتا ہے کیونکہ غفلت مرکب ہے ذکر حق کی نفی اور ذکر اغیار کے اثبات سے لہٰذا شربت سکنجبین کو سرکہ نفی اور شکر اثبات سے کام میں لائیں تاکہ غفلت کے صفراوی مادہ کو کاٹ دے لا الٰہ سے ماسوا اللہ کی نفی کرے الا اللہ سے حضرت حق کا اثبات کرے۔ یہاں تک کہ جب اس علاج کی پابندی و ہمیشگی کرے تو آہستہ آہستہ ماسوا اللہ سے روح کے لگاؤ کی بیماری شربت لا الٰہ الا اللہ سے زائل ہو جائے اور غفلت کی بیماری کٹ جائے اور ذاکر کی تندرستی بواسطہ جمال الا اللہ کے سراپردۂ عزت

---

[1] پ ۲۵ زخرف ۳۶ [2] پ ۲۲ فاطر ۱۰

سے رونما ہو اور موافق وعدہ

فَاذْكُرُونِيْٓ اَذْكُرْكُمْ [1] — تو مجھے تم یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

کے حرف و آواز کے لباس سے پاک ہو جائے اور عظمتِ الوہیت کے نور کی تجلّی میں

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [2] — اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے

کی خاصیت آشکار ہو اور ذکر روح ذاکر اور وجود ذاکر کے ساتھ دریائے ناپید اکنار ذاکری اَذْكُرْكُمْ میں ڈوب کر فنا ہو جائے۔ یہاں پر اَذْكُرْكُمْ ذاکری روح کی قائم مقامی کرے ذکر و ذاکر و مذکور ایک ہو جائے اور اب ذکر بغیر شرکت کے ہاتھ آئے

مصرعہ

تا ز خود بشنود نہ از من و تو

ترجمہ:۔ تاکہ اپنے آپ سے سنے نہ کہ من و تو سے

آیہ کریمہ

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ [3] — آج کس کی بادشاہی ہے صرف اللہ کی جو ایک ہے سب پر غالب۔

اور راز

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ [4] — اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

یہاں پر ظاہر ہوتا ہے۔ گوشہ نشین گنجہ شاید اسی خزانہ سے گوہر ریزی کرتے ہیں ؎

چون قدمت بانگ برابلق زند — جز تو کہ آرد کہ انا الحق زند

کیست درین دائرہ دیر پائی — کو لمن الملک زند جز خدائی

ترجمہ:۔ جب پہلی بار تو نے آواز بلند کی تو تیرے بغیر کون تھا جس نے انا الحق کہا اس دیر یا دائرہ میں کون ہے جو لمن الملک کہتا ہے سوائے خدا تعالیٰ کے۔

اور حضرت شیخ یوسف حریری کا اشارہ جو فرمایا کہ کسی نے اللہ نہیں کہا سوا اللہ کے اس حالت میں سمجھ میں آتا ہے اور اس کا علم ہوتا ہے اور محقق کو اس کلمہ کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی بنیاد اس کلمہ پر کیوں رکھی ہے، دوسرے کلموں پر کیوں نہ رکھی

مصرعہ

کہ داند سرّ این اسرار ہیہات

کون اس بھید کو جانتا ہے۔ آہ

یہ اس لئے ہے چونکہ شرک معنوی سے رہائی کی صورت بغیر اس کلمہ کے معنی کے نہیں ہوسکتی ہے۔

---

[1] پ ۲ البقرہ ۱۵۲ [2] پ ۲۰ قصص ۸۸ [3] پ ۲۴ المومن ۱۶ [4] پ ۳ آل عمران ۱۸

آفرینش راہمہ پی کن بہ تیغ لا الٰہ
تا دلت خالی شود سلطان الا اللہ را

ترجمہ:- تمام آفرینش کو لاالٰہ کی تیغ سے ختم کرتا کہ تیرا دل خالی ہو الا اللہ کے سلطان کے لئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے "بشارت الذاکرین" میں فرمایا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں عبادتِ پروردگار عالم کا شوق فزوں ہوا اور انہوں نے ملازمت حق تعالیٰ میں رنگارنگی پسند فرمائی (چند قسم کی عبادات کا شوق پیدا ہوا) تو سر نیاز بارگاہ الٰہی میں جھکا دیا اور سوز و گداز کے ساتھ عرض کیا کہ الٰہ العالمین! اپنی مقررہ عبادت میں مجھ کو کچھ زیادہ جسمانی محنت نہیں اٹھانی پڑتی۔ لہٰذا میں ایسی مزید عبادت چاہتا ہوں جس میں مجھے محنت اٹھانی پڑے ؎

قطعہ

اگر در راہ رفتن رنج باشد مسافر راہ محنت سنج باشد
چو زاد رنج رہرو خورد یابد کہ او امیدوار گنج باشد

ترجمہ:- اگر راہ چلنے میں رنج اٹھانا پڑے تو مسافر محنت کا عادی ہو جاتا ہے اگر راہرو کے پاس رنج کا سامان تھوڑا ہو تو خزانے کا امیدوار کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت خالق زمین و آسمان کی بارگاہ سے خطاب ہوا قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه (تم کلمہ طیب پڑھا کرو) - حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو میری جان کی غذا ہے اور ہر وقت میری زبان پر رواں ہے میں تو اور عبادت کا تجھ سے طلب گار ہوں۔ پھر ارشاد ہوا قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر درخواست کی اور کسی اور عبادت کی طلب پر جسارت فرمائی۔ پھر ارشاد ہوا قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ؎

چو موسیٰ را گذشت از حد جسارت شدہ از داور گردون اشارت
کہ از من ای عبادت خواہ میدان بگفتن کلمۂ اسرار آسان

ترجمہ:- حضرت موسیٰ کی جسارت جب بارگاہ ایزدی میں حد سے بڑھی تو فرمان ہوا کہ مجھ سے عبادت کے طلبگار جان لے کہ کلمہ اسرار کہنا آسان ہے۔

اور فرمایا کہ اے موسیٰ! اس اسرار الٰہی کے کلمہ کو پڑھنے کی میں نے تمہیں توفیق عطا کی ہے اور تمہارے دل کے دریا میں میں نے یہ موتی اس طرح رکھ دیا ہے کہ تم آسانی سے اس کو ساحل زبان تک پہنچا دیتے ہو (آسانی سے ادا کرنے کی ہم نے تم کو توفیق بخشی ہے) ذرا ان کافروں اور نافرمانوں کو تو دیکھو کہ ان کے لیے ایک کلمہ پاک کا کہنا اور زبان سے ادا کرنا اتنا دشوار ہے کہ اس کے مقابل ناخن سے پہاڑ کھودنا وہ آسان خیال کریں گے۔ ؎

برای کافران زین در سفتن
بسی آسان نماید کوہ کندن

ترجمہ:- کافروں کے لئے اس کلمہ کا پڑھنا ناخن سے پہاڑ کھودنے سے بدرجہا مشکل ہے۔

خصائص ذکر

حضرت قدوۃ الکبرا سے ذکر کی خصوصیات کے سلسلہ میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ ذکر میں وقت کی پابندی نہیں ہے اس لیے کہ بندہ ذکر کے لیے مامور نہیں ہے۔ یعنی وقت کی پابندی کے ساتھ اس پر ذکر مذہب نے فرض نہیں کیا ہے کہ فلاں وقت ذکر کرو اور فلاں وقت نہ کرو۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ نماز اگرچہ سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے لیکن بعض اوقات میں اس کا پڑھنا درست نہیں ہے۔ لیکن ذکر عام حالات میں ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ [1] — جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پر لیٹے ہوئے۔

اس کی تفسیر میں مفسرین (مشائخ) نے فرمایا ہے کہ اس حکم سے تمام اوقات اور ہمہ حالات میں ذکر کی اجازت ہے اور اس کا استیعاب ہوتا ہے۔

ذکر کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے ذکر کے مقابلہ میں اپنے ذکر کا وعدہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ سے ثابت ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے اخبار سے یہ خبر منقول ہے کہ انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ:

یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے آپ کی امت کو ایک ایسی چیز عطا فرمائی ہے۔ جو گذشتہ امتوں میں سے کسی امت کو بھی میں نے نہیں دی۔ آپ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے اے اخی جبرئیل؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور یہ آپ کی امت کے سوا اور کسی امت سے نہیں کہا گیا ہے۔ (لم یقل ھذا لاحد غیر ھذہ الامۃ)۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت میر سے نقل فرمایا' واضح رہے کہ لطائف اشرفی میں جہاں جہاں لفظ حضرت میر آیا ہے اس سے مراد حضرت سید السادات قدوۃ الطائفہ سید جلال بخاری ہیں' کہ انہوں نے روضۃ العلماء سے نقل فرمایا ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ستون ہے جس کا سر یاقوت سرخ کا ہے اور یہ ستون عرش کے نیچے ہے اور اس کا پاؤں اس مچھلی کے پشت پر رکھا ہے جو زمین کے ساتویں طبق میں ہے۔ پس جب کوئی بندہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صدق نیت کے ساتھ کہتا ہے تو عرش کانپ جاتا ہے پس ہل جاتی ہے مچھلی اور

---

[1] پ ۴ آل عمران ۱۹۱

وہ پایہ جس پر ستون ہے اس وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے عرش ساکن ہو جا، اس وقت عرش عرض کرتا ہے کہ یارب میں کس طرح ساکن ہو جاؤں حالانکہ تو نے اس کلمہ کے کہنے والے شخص کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ نہیں بخشے ہیں خواہ وہ آشکارا ہوں یا پوشیدہ تب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آسمان کے رہنے والو! تم گواہ رہنا کہ بے شک و شبہ میں نے اس کلمہ کے پڑھنے والے کے تمام صغیرہ اور کبیرہ، علانیہ اور پوشیدہ گناہ بخش دیئے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا الٰہ الا اللہ کے بجز کسی پر بھروسا اور اعتماد نہ کرو کہ بے شک یہ اسلام کی سپر ہے اور جب یہ سپر مستحکم نہیں ہوتی تو تیر اس میں پیوست ہو جاتا ہے۔"

اور سید ممدوح نے فرمایا "جو تیر سپر کو پار کر جاتا ہے وہ صاحب سپر کو ہلاک کر دیتا ہے۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جو کوئی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو مردہ یا زندہ کی نجات و بخشش کے لیے پڑھے تو اس کو ضرور نجات حاصل ہو گی۔ جیسا کہ شیخ ابوالربیع سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے کلمہ طیبہ کو ستر ہزار مرتبہ پڑھا تھا اور اس کا ثواب کسی کو نہیں بخشا تھا۔ اتفاق سے ایک دن میں ایک دعوت میں گیا وہاں کچھ اور لوگ بھی تھے اور ایک کم عمر لڑکا بھی موجود تھا جو صاحب کشف تھا۔ جب کھانا شروع ہوا تو اس لڑکے نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن کوئی لقمہ نہیں کھایا اور پھر یکبارگی رونے لگا۔ لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ ابھی ابھی میں نے دوزخ کا مشاہدہ کیا ہے وہاں میری والدہ عذاب میں مبتلا ہیں۔ شیخ ابوالربیع نے فرمایا کہ اسی وقت میں نے اپنے دل میں کہا کہ الٰہی! تو اس بات سے واقف ہے کہ میں نے ستر ہزار بار کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھا ہے اب میں اس کو اس لڑکے کی ماں کو دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے بخشتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں یہ نیت تمام کی تو وہ لڑکا ہنسنے لگا۔ اور بڑی مسرت کے ساتھ کہنے لگا کہ اب میری ماں کو عذاب جہنم سے نجات مل گئی۔ الحمد للہ یہ کہہ کر اس نے کھانا شروع کر دیا۔ شیخ ابوالربیع فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی صحت کی اس لڑکے کے ذریعہ تصدیق ہو گئی اور اس لڑکے کے کشف کی صحت حدیث نبوی سے ؂

رباعی

چو گردد روان تیر آتش بسر شود کلمہ لاالٰہ اش سپر
گر آن تیر را این سپر کم بود کند از در ہفت گردون گذر

ترجمہ:- جب آگ کا تیر چھوڑا جاتا ہے تو کلمہ لاالٰہ الا اللہ سپر بن جاتا ہے۔ اگر اس تیر کے لئے سپر درست اور مضبوط نہ ہو تو آگ کا وہ تیر سات آسمانوں سے بھی نکل جائے گا۔

اذکار جہریہ حضرت قاضی حجت نے قدوۃ الکبرا کے حضور عرض کیا کہ اذکار جہریہ و سریہ کے سلسلہ میں مشائخ کے درمیان کافی اختلاف ہے اور ہر ایک کی فضیلت کے بارے میں بے حد اختلاف پڑ گیا ہے۔

بعض مشائخ نے مکمل طور پر اذکار جہر یہ سے منع کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اذکار جہر یہ قرآن و حدیث و فقہی روایات آثار اور عمل مشائخ سے ثابت ہے سب سے پہلے اس سلسلہ میں قرآنی احکام سنو:

ارشاد ربانی ہے:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ[1] — تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ ذکر۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اظہار میں مبالغہ کی تاکید ہے (یعنی اس سے بھی زیادہ ذکر کرو) اگر کوئی پوشیدہ کرے یا اس کو چھپائے تو اس کے کافی ہونے پر دلیل ہوتی ہے اور چونکہ فخر کرنا اس میں شامل ہے (کہ اپنے آبا کا ذکر اظہار تفاخر کے لیے کیا کرتے تھے) تو اس کا اظہار و اعلان ضروری ہے۔ پس واجب ہوا کہ ذکر خدا کا اعلان اس سے زیادہ کیا جائے (لہٰذا ثابت ہوا کہ ذکر جہر یہ کی تاکید ہے)۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ آیت تمام اوقات میں ذکر جہر یہ کی کس طرح دلیل بن سکتی ہے تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ ؕ[2] — پھر جب تم اپنے حج کے کام پورے کرلو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے۔

اس آیت بالا میں "فا" تعقیب کے لیے آئی ہے اور اس سے مراد تکبیر ہے۔ اس لیے کہ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد کوئی دوسرا ذکر واجب نہیں ہے۔ اور یہ تکبیر اوقات مخصوصہ میں نماز فرض کے بعد مشروع ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن اس کا ہم یہ جواب دیں گے کہ اس سے مراد تمام اوقات میں ذکر الٰہی ہے نہ کہ اوقات مخصوصہ میں تکبیر کی ادائیگی۔ (تکبیر اوقاتِ مخصوصہ میں کہنا اس سے مراد نہیں ہے بلکہ ہر وقت ذکر کرنا مقصود ہے) چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس طرح ذکر کرو جس طرح تم اپنے آبا کا ذکر کرتے ہو اور یہ لوگ اپنے آبا کا ذکر فخریہ طور پر ہر وقت کیا کرتے تھے۔ نہ یہ کہ کسی مخصوص وقت میں کرتے ہوں۔ پس ان کو حکم دیا گیا کہ تمام اوقات میں اپنے آبا کے ذکر کے بجائے خدا کا ذکر کرو۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ ایک زیادہ واجب کو جو حق اللہ ہے اس سے کیوں تشبیہ دی گئی جو اس سے وجوب میں کہیں کم ہے یعنی "حق والد" اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے ذکر میں مبالغہ کیا کرتے تھے از روئے فخر، بس اسی طرح یہ حکم دیا گیا کہ بقدر امکان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسان پر ذکر خدا میں مبالغہ کریں۔ ہر چند کہ دونوں کے مرتبہ میں تفاوت اور فرق ہے باری تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے:

---

[1] پ ۲ البقرہ ۲۰۰

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا [1] تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی چیز فرض نہیں کی ہے۔ جس کی حد معلوم نہ ہو اور حالات عذر میں اس کے تارک کو معذور بھی رکھا ہے۔ سوائے ذکر کے۔ کہ وہ کسی حد پر منتہی نہیں ہوتا اور نہ کسی کو اس کے کسی عذر کی بناء پر معذور رکھا گیا ہے سوائے مجنون اور مغلوب العقل کے بلکہ اپنے بندوں کو ہر حال میں اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا [2] اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو دن میں بھی اور رات میں بھی، حضر میں بھی اور سفر میں بھی تونگری میں بھی اور فقیری ومفلسی میں بھی پوشیدہ طور پر بھی اور علانیہ بھی، ہر حال میں۔

(یہ تو آیات قرآنی تھیں جن کو بیان کیا گیا) لیکن حدیثیں تو بہت ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو مذکور ہے مصابیح میں انہوں نے کہا:-

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سلم من صلوٰتہ قال بصوتہ الاعلیٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ الی اخرہ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو جاتے تو بلند آواز سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ (الی آخرہ) فرماتے۔

دوسری حدیث وہ ہے جو بستان النوادی کے باب الاذکار میں آیا ہے کہ

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجھر مع اصحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بالاذکار والتسبیح والتھلیل بعد الصلوٰۃ۔

بے شک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم (اجمعین) کے ساتھ ذکر تسبیح وتہلیل بلند آواز سے فرماتے تھے۔

تیسری حدیث وہ ہے جو مذکور ہے روضہ میں۔

حاکیاً عن اللہ تعالیٰ من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی ومن ذکرنی فی ملاءٍ ذکرتہ فی ملاءٍ غیر منہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرتا ہے تو اس کو میں اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور جو کوئی مجھے مجلس یا مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو برسر مجلس یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر جماعت ہوتی ہے۔

اس طرح کی بہت سی روایات ہیں۔ مجموع نوازل، خانی، الحسامیہ، کبریٰ اور صغریٰ میں مذکور ہے کہ قرأت قرآن باآواز بلند حمام میں مکروہ ہے لیکن آواز خفی کے ساتھ مکروہ نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن حمام میں

---

[1] پ ۵ النساء ۱۰۳ [2] پ ۲۲ احزاب ۴۱

باآواز بلند تسبیح و تہلیل مکروہ نہیں ہے۔ جیساکہ صلوٰۃ النوازل، حسامیہ اور الصرفیہ اور ملتقط میں اور البرہانی اور رکنی کی کتاب الکراہیۃ التجنیس میں اور نفائس تجنیس وغیرہ میں مذکور ہے۔ سراجیہ کی کتاب الکراہیۃ اور مختصر الکبریٰ میں آیا ہے کہ حمام میں تسبیح و تہلیل میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خواہ بلند آواز سے ہو جامع نے کہا ہے" لاباس" سے کراہت اور اسارت کی نفی مراد ہے۔ جیساکہ اصول میں معروف و مشہور ہے۔ پس یہ روایت قول اوّل کی حمایت میں ہے۔ حوالۃً جو دو مسئلے میں نے بیان کیے ہیں ان کی میں نے تفصیل بعض لوگوں کی ضرورت علمی کے باعث کر دی ہے اور میں نے اخبار کی توضیح و تشریح کو ضروری نہیں سمجھا۔ یعنی مسئلہ قرأت قرآن و مسئلہ تسبیح و تہلیل ان کی تفصیل کتب مذکورہ میں دیکھی جاسکتی ہیں جو درسی کتب ہیں قرأت قرآن پاک کا مسئلہ تو بطور کلی ہے (یعنی حمام میں بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے)۔ لیکن تسبیح و تہلیل کا باآواز بلند ہونا اس کے جزئیات میں سے ہے جیساکہ ہم نے ذکر کیا اور اس کے لیے" کل" میں شرط نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق کل سے ہے۔ (ولیس الشرط یکون فی کل بل ان یکون من الکل) پس جب حمام میں باآواز بلند قرأۃ قرآن کا بدون کراہت جواز ہے اُن شرائط و آداب کے ساتھ جو قرأت قرآن کے لیے ضروری ہیں تو پھر تسبیح و تہلیل کا آواز بلند سے پڑھنا بغیر کسی کراہت کے اولیٰ ہے۔ جیساکہ قنوت کے بارے میں آیا ہے۔ لاباس بان یظھر ذکر اللّٰہ تعالیٰ فی الحمام کہ حمام میں اگر ذکر الٰہی ظاہر کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے تو ادعیہ و اذکار میں کوئی بھی مانع موجود نہیں ہے۔ یہاں تک کہ حدث بھی مانع نہیں۔ یہاں تک کہ جنبی کیلئے قرآن کا دعا و ذکر کی نیت سے اور دعاؤں اور قنوت کا پڑھنا جائز ہے اور اس پر فتویٰ ہے اس لیے کہ بندہ ہر جگہ ذکر الٰہی کے لیے مامور ہے جیساکہ اس سے قبل بیان ہوا۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ حمام کے بارے میں یہ مسئلہ ایک جزئیہ کی شکل رکھتا ہے اور حمام وہ جگہ ہے جہاں غسل کیا جاتا ہے اور لوگ اپنا میل کچیل (اپنی نجاستوں اور گندگیوں کو دور کرتے ہیں بلکہ ایک روایت تو یہ ہے کہ حمام شیطانوں کا مقام ہے اور ان کا گھر ہے۔ کتاب خلاص میں مذکور ہے" ظاہر ہے کہ حمام اگر نجاستوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے عورات کھلے ہوتے ہیں۔ ستر عورات نہیں ہوتا اس لیے وہاں قرأت قرآن مکروہ ہے۔ لیکن تسبیح و تہلیل آواز بلند کے ساتھ جائز ہے باوجود ان چیزوں کے۔ پس تسبیح و تہلیل کا جواز مسجدوں میں، خانقاہوں میں، مشائخ کی رباطوں میں اور خلوت نشینوں کے گوشوں میں، پاک جگہوں پر، ٹاٹ کے فرش پر جو پاک ہو، وضو کی حالت میں تضرع و عاجزی کے ساتھ مربع نشست میں تو اور بھی اولیٰ و اعلیٰ ہوا۔ اس لیے کہ ان سب کی بنا تو اذکار و تسبیح ہی کے لیے کی گئی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ [1]

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا کہ بلند کیا جائے اور ذکر کیا جائے اس میں اللہ کا نام اور اس کی پاکی بیان کرے صبح و شام)۔

---

[1] پ ۱۸ نور ۳۶

امام فقیہ زندویسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بے شک و شبہ ہر حال میں زیادہ افضل اسلام سے ہے اور جہر اولیٰ ہے اخفا سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا [1] — اے ایمان والو! تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ بعض کتابوں میں بعض علماء کا یہ قول مذکور ہے:

یکرہ الصوت بالذکر والدعا — دعا اور ذکر میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔

اور ان حضرات نے سورۂ اعراف کی ان دو آیتوں سے اپنے قول کا استدلال کیا ہے کہ:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ [2] — دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والوں کو وہ دوست نہیں رکھتا،

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ [3] — اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو عاجزی اور خوف کے ساتھ اور زبان سے (آہستہ) بغیر پکارے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر الذکر الخفی — بہتر ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو۔

وقال علیہ السلام لقوم صاحوا بذکر أتدعون اصما وغائباً انکم تدعون سمیعاً قریباً حاضراً انہ لمعکم — رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے جو ذکر بلند آواز سے کرتے تھے فرمایا کہ کیا تم کسی بہرے اور غائب کو پکارتے ہو بے شک تم سننے والے نزدیک اور حاضر خدا کو پکار رہے ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ان آیات مذکورۂ بالا کے سلسلہ میں چند جوابات سنو! لطائف قشیریہ میں ہے کہ:

ادعوا ربکم تضرعا ای علانیہ وخفیۃ ای سرا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے دعا میں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھتا ہے جو مسلمانوں پر دعائے بد کریں حد سے گزر جاتا ہے اور تضرع، ضراعت سے مشتق ہے جس کے معنی شدت حاجت کے ہیں۔ والخفیہ خفیہ سے مراد اخلاص دل ہے ادعوا ربکم کے معنی ہیں اس کی بندگی کرو اور اپنے حوائج اس کی جانب بلند کرو تضرع کے ساتھ اور خفیہ طور پر۔ ضراعت ذلت ہے اور خفیہ میں ریا کا دخل نہیں ہے اور بے شک وہ معتدین یعنی مشرکین کو دوست نہیں رکھتا ہے جو غیر خدا کو پکارتے ہیں۔ (لطائف قشیریہ) تفسیر بستی میں ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ [4] کی تفسیر میں کہا ہے:

---

[1] پ ۲۲ احزاب ۴۱ [2] پ ۸ اعراف ۵۵ [3] پ ۹ اعراف ۲۰۵ [4] پ ۳۰ اعلیٰ ۱

"اے مخاطب اپنی آواز کو اپنے پروردگار کے ذکر میں اپنے رب کے حکم سے بلند کر"
اور تفسیر الدرر میں اسی آیت مفصل سبّح کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے ا۔
"اور بلند کر اپنی آواز ذکر میں"
بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام کی مدح بیان فرمائی ہے سورہ توبہ میں یہ کہکر
اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝ [1] بے شک ابراہیم بہت نرم دل نہایت حلم والے تھے۔
اور اس تفسیر میں مذکور ہے کہ "اواہ" کے معنی ہیں دعا۔ مگر قرآن میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے اُذْكُرْ رَّبَّكَ [2] (اپنے رب کا ذکر کر) تو اس ذکر کے معنی ہیں "امام کے پیچھے نماز میں اپنے نفس میں قرأت کرنے کے"۔ اور یہ قول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے تفسیر بستی میں
دوسرا جواب یہ ہے کہ پوری سورۂ اعراف کا نزول مکہ میں ہوا ہے (سورہ اعراف تمام تر مکی ہے) پس یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے اور اس وقت مسلمان قلیل تھے اور مشرکین کا غلبہ تھا۔ پھر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اسلام ہر طرف پھیل گیا۔ تب سورۂ انفال اور سورۂ شعرا کی پچھلی چار آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں ذکر کثیر کا حکم دیا گیا سورہ انفال میں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا [3]
اے ایمان والو! جب دشمن کی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔

سورہ شعراء میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ — اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔
اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ — کیا آپ نے نہ دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔
وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ — اور بے شک وہ کہتے ہیں جو (خود) نہیں کرتے۔
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا [4] — مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور انہوں نے کثرت سے اللہ کو یاد کیا۔

سورہ احزاب میں فرمایا گیا ہے:۔

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا [5] — اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد

اور اسی سورہ میں فرمایا گیا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ [6] — اے ایمان والو! تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔

---

[1] پ ۱۱ توبہ ۱۱۴ [2] پ ۹ اعراف ۲۰۵ [3] پ ۱۰ انفال ۴۵ [4] پ ۱۹ شعرا ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷
[5] پ ۲۲ احزاب ۳۵ [6] پ ۲۲ احزاب ۴۱

سورہ جمعہ میں ارشاد فرمایا گیا

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ [1]

پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں منتشر ہوجاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

ان تمام مذکورہ بالا آیات میں ذکر کثیر کا حکم ہے اور کثیر کی حد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اس نے اعلان کا حکم دیا ہے۔ ظہور اسلام کے لیے اس کے ہر طرف پھیل جانے اور مشرکین پر غلبہ پانے کا۔

اس سلسلہ میں مشہور تفاسیر میں جو کچھ مذکور ہے اور جو کچھ مشہور و معروف تقاریر میں موجود ہے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ اب حضرت قدوۃ الکبرا نے آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً [2] کے جو معانی بیان کیے ہیں وہ سنیئے! فرماتے ہیں: کہ تضرع سے مراد بدن کی عاجزی اور خفیہ سے مراد اخلاصِ دل ہے بعض مشائخ نے بھی کہا ہے کہ تضرعًا سے مراد زاری کرنے والے اور خفیہ سے مراد خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

تفسیر قیامی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول منقول ہے کہ خفیۃ ای جھرۃ یعنی خوف کرنے والوں سے قیامت کے دن پکار کر کہا جائے گا۔ بلند آواز سے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ [3] (بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے) تاکہ سب لوگوں کو معلوم ہو جائے وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ٥ [4] (اور کان لگا کر سن کہ ندا کرے گا ایک منادی مکان قریب سے) کے یہی معنی ہیں۔ دوسرے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً کی آیت کا نزول دعا کے بارے میں ہوا ہے اور دعا ذکر میں داخل نہیں ہے (غیر ذکر ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [5]

تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا۔

اور ذکر کی شان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ [6]

پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔

اور لفظ خفیہ لغات اضداد سے ہے یعنی الخفیہ پنہاں کرنا اور آشکارا کرنا دونوں معنی میں آتا ہے جس طرح لفظ "ظن" وغیرہ (یہ بھی لغت اضداد میں ہے)

کذا فی القاموس

جیسا کہ قاموس میں بیان کیا گیا ہے۔

اور کلیہ ہے کہ جہاں لغت اضداد بیان ہوگا تو وہ محتاج تاویل ہوگا۔

---

[1] پ۲۸ جمعہ ۱۰ [2] پ۸ اعراف ۵۵ [3] پ۱۱ توبہ ۱۲۰ [4] پ۲۶ ق ۴۱ [5] پ۲۴ المؤمن ۶۰ [6] پ۲ البقرہ ۱۵۲

تفسیر ابی لیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ: خفیۃ ای علانیۃ اور آیت ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اور دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ؕ سے مراد قرأت متوسط ہے ابتدائے اسلام میں کفار مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے تھے تو اس وقت حکم ہوا کہ آہستہ آواز میں پڑھیئے تاکہ آواز سن کر وہ مسجد میں جمع نہ ہو جائیں اور مضرت نہ پہنچائیں۔

اس سلسلہ میں حدیث شریف سے جو جواب ہے وہ تفسیر الحقائق میں مذکور ہے۔ بہر صورت یہ احتمال ہے کہ وہاں آواز بلند کرنے میں کوئی مصلحت ہو جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ بے شک غزوات میں جس طرح کہ جنگ بدر میں آواز بلند کی گئی (اور جنگ فریب ہے اور جنگ میں فریب روا ہے) اسی طرح لڑائیوں میں گھنٹا بجانے سے منع فرمایا ہے لیکن ذکر میں آواز بلند کرنا تو بالکل جائز ہے تاکہ فرمانبرداری اور عبودیت کا اظہار ہو سکے اور اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو تفسیر بستی میں سورۂ بنی اسرائیل جو مکہ میں نازل ہوئی ہے کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا [1] — اور آپ اپنی نماز میں نہ بہت زیادہ بلند آواز سے (قرآن) پڑھیں اور نہ بالکل آہستہ۔

شیخ ابوبکر نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عشاء سے پہلے تلاوت قرآن میں آواز بلند کرنے سے روکتے تھے اور بعد عشاء اپنے صحابہ کو آواز بلند کرنے کی تاکید فرماتے تھے شیخ ابوبکر نے اور فرمایا کہ آواز بلند کرنے کے جواز کی حدیثیں بہت مروی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض حجرات میں قرآن پاک اس طرح پڑھتے تھے کہ آپ کی قرأت وہ شخص بھی سن لیتا تھا جو باہر ہوتا تھا۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ کی آواز سنی تو آپ نے فرمایا کہ ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کے مزامیر میں سے کوئی مزمار دے دیا گیا ہے اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

زَیِّنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِکُمْ — یعنی مزین کرو قرآن کو اپنی آوازوں سے

یعنی اپنی آوازوں کو زینت دو قرآن کی تلاوت سے۔

شیخ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکم الٰہی یعنی نص الٰہی اور اس خبر میں تطبیق اس طرح ہوتی ہے کہ محمول کیا جائے کہ قرآن شریف کو بلند آواز سے پڑھنے کی ممانعت مکہ میں اس وجہ سے تھی کہ مشرکین مکہ رسول اکرم صلی اللہ

---

[1] پوری آیت یہ ہے وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۔ اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ اختیار کرو۔ پ۱۵ بنی اسرائیل ۱۱۰

علیہ وسلم کو غلطی میں ڈالنا چاہتے تھے اور پکار پکار کر کہتے تھے کہ اس کو مت سنو۔ یہ محض بیکار کی باتیں ہیں۔ اور حضرت ابی موسیٰ سے جو حدیث مروی ہے وہ اس وقت کی بات ہے جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو چکے تھے۔ اسلام ظاہر ہی نہیں بلکہ ہر طرف پھیل چکا تھا۔ دورِ امن و امان تھا اور مشرکوں کی ایذا رسانی سے مسلمان مصئون و مامون تھے۔ اس وقت قرآن کی تلاوت میں آواز کا بلند کرنا شعارِ دین بن گیا تھا جیسے اذان میں اور نعرۂ جنگ میں آواز بلند کرنا۔

حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ تمام ممالک اسلامیہ اور ان کے شہروں اور قصبوں میں اور مشرق سے مغرب تک سلف سے خلف تک میں نے یہ خود دیکھا ہے کہ وہاں مجالس وعظ میں جہاں بڑے بڑے علما فقہا اور نامی صاحبان موجود تھے ذکرِ جہر کیا جاتا ہے (عوام و خواص سب ہی طرح کے لوگ موجود ہوتے ہیں اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کرتا اور نہ معترض ہوتا ہے)۔

مشائخ چشت اور ذکر جہر

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مشائخ چشت (قدس اللہ اسرارہم) ذکرِ جہر نہیں فرماتے تھے۔ پس ذکر بالجہر ان کی متابعت کے خلاف ہے۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ فقیر تیس سال تک زمانہ کے ہر گوشہ میں پرکار کی طرح پھرا ہے اور بہت سے مشائخ زمانہ سے شرف ملاقات حاصل کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ مشائخ سہروردیہ اور فردوسیہ بھی ذکر جہر کرتے ہیں۔ جب یہ فقیر حضرت خواجہ مودود چشتی قدس سرہ کے روضہ متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہوا اس وقت حضرت قطب مشائخ خواجہ قطب الدین مخدوم زادہ صاحب سجادہ تھے۔ جب ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ حلقہ میں بیٹھ کر ذکرِ جہر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے زمانہ سے آج تک یہ ذکر جہر مشائخ چشت کے دودمان کریم و خاندان قدیم میں مروج ہے۔

میں جب مشہد امیر المومنین حضرت علی موسیٰ رضا میں پہنچا تو سید اجل مقبل الدین، سید رضی الدین، سید قاضی اور ان کے اخوان سید شمس الدین و سید تاج الدین و سید شہاب الدین و سید محمد محمود مرتضوی حضرات سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ یہ تمام حضرات بھی ذکر جہر کرتے تھے خصوصاً صبح و شام کے وقت ذکر جہر کے لیے اپنے تمام معتقدوں کے ساتھ دائرہ کی شکل میں بیٹھتے تھے۔

غزل

کسی کز بند خود آزاد باشد — دلش در نالہ و فریاد باشد
بیادِ روئے تو ہر صبح و شامی — سمات خانہ در افتاد باشد
کسی کو روئے آن شیرین سخن دید — بکوہ جانکنی فرہاد باشد
نشانِ عاشقِ صادق جز این نیست — کہ در نعرہ دل و جانش اد باشد
شرف از دیدن گلزار رویت — چو بلبل در فغان دلشاد باشد

ترجمہ:- جو کوئی قید خودی سے آزاد ہوتا ہے اس کا دل ہر دم نالہ و فریاد میں رہتا ہے۔ تیرے چہرے کی یاد میں ہر صبح و شام گھر کے کونے میں پڑا رہتا ہے جس کسی نے اس شیریں سخن کا چہرہ دیکھا، جانکنی کے پہاڑ کا فرہاد بنا۔ (یعنی

اس شیریں سخن محبوب کو جس نے بھی دیکھا بس اس کا گھر برباد ہو گیا)
عاشق صادق کا نشان اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ دل و جان کے ساتھ نالہ و فریاد کرتا ہے یا نالہ و فریاد میں اس نے اپنی جان دے دی ہے۔
اشرف تیرے گلزار جمال کی دید سے بلبل کی طرح فریاد کرنے میں بھی خوش ہے۔
منقول ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ حضرت خواجہ سری سقطیؒ کے ارشاد کے بموجب بیس سال تک نفی و اثبات اور اسم ذات کے ذکر میں اپنے پیر (حضرت سری سقطی) کے آستانہ کی دہلیز پر مصروف رہے اور ادائے فرائض (شریعہ) کے بعد سوائے ذکر جہر کے آپ کا اور کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ اور ذکر جہر میں آپ اتنا اہتمام کرتے اور آپ کی مشغولیت کا یہ عالم ہوتا اور اس طرح نالہ و فریاد کرتے تھے کہ حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہ کے ہمسایوں نے خلیفۂ بغداد کے حضور میں فریاد کی کہ یہ شخص اتنی بلند آواز سے ذکر کرتا ہے کہ نہ ہم کو دن میں چین ہے اور نہ رات میں ہم کسی وقت سو بھی نہیں سکتے۔

مثنوی

زبس کو نالہ و فریاد کردہ   مرا از بتد خواب آزاد کردہ
چنان در ذکر دارد نالۂ زار   کہ خلقی راکند از خواب بیدار

ترجمہ:- بس وہ نالہ و فریاد کرتا ہے اور ہمیں سونے نہیں دیتا۔ ذکر میں اس قدر روتا ہے کہ خلق کو خواب سے بیدار کر دیتا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ کوئی فقیر اور کوئی شیخ یادِ حق سے غافل نہیں ہوتا اور نہ ہو گا۔ اور اگر خالی ہو تو اس کو فقیر اور شیخ نہیں کہتے ؎

ہر کہ نہ گویائی تو خاموش بہ
ہر چہ نہ یاد تو فراموش بہ

ترجمہ:- جو کوئی تیری باتیں نہیں کرتا اس سے خاموش بہتر ہے اور جو تجھے یاد نہیں کرتا اس سے فراموش اچھا ہے۔
تمام مخلوق ذکر کرنے پر متفق ہے،

وَلَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوْنَ [۱] اور فَاذْکُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ [۲]

اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ہر چیز اس کی فرمانبردار ہے اور ذکر کرو تم خدا کی نعمتوں کا تاکہ تم فلاح پاؤ۔

---

[۱] پ ۲۱ روم ۲۶ [۲] پ اعراف ۶۹

صرف یہی آیت نہیں بلکہ تمام کلام اللہ ذکر حق پر دال ہے۔ ہمارا موضوع بحث ذکر مطلق نہیں تھا بلکہ بحث ذکر جلی اور خفی کے بارے میں تھی۔ ہر ذاکر حق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور تمام مشائخ بھی متوجہ بحق ہیں پس اس مقصد واحد میں دونوں مشترک ہیں۔ پس یہ آواز یں (ذکر) عین موافقت ہے۔ مخالفت کا کوئی عنصر نہیں ہے اگر مرشد ایسا کام اختیار کرے جس میں اس کی توجہ غیر کی طرف ہو اور مشائخ کی توجہ حق کی طرف ہوتی ہے تو یہ ضرور ضدین ہے۔ شاید قائل کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی ہو۔ اس کو چاہیئے کہ وہ اس میں غور کرے اور اگر وہ مشرب عشاق اور ذاکران دنیا کے احوال سے باخبر ہوتا تو یہ اعتراض نہ کرتا۔ یہاں تعلق اور معاملہ عمل کا ہے قول کا نہیں ہے۔ بہر حال وہ لوگ جو اہل کمال کہلاتے ہیں۔ لیکن کامل کرنے والے (مکمل) نہیں ہیں ان کو احول کہا جاتا ہے کہ وہ اس حالت میں جس وقت چشم باطن کھولتے ہیں بزم وحدت سے انیس ہوتے ہیں۔ اور پھر جب وہ عالم کثرت میں آتے ہیں تو وہ ذوق حاصل نہیں ہوتا جو (مکمل) کامل بنانے والوں کو حاصل ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کا حوصلہ اور ان کا ظرف وجود تخلیق فطرت کے وقت تنگ تھا۔ جیسا کہ یحییٰ معاذ رازی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں روز میثاق میں شراب الست کا ایک گھونٹ پی کر ہی ایسا بے ہوش ہوا ہوں کہ اس کے بعد پھر کبھی ہوش میں نہیں آیا۔

قطعہ[1]

شرابی کز ازل در جام کردند ازان یک جرعہ ام در کام کردند
چنان مستم من از یک جرعۂ او کہ از کونین بیخود تام کردند
ازان روز ازل تا ابد آباد زیک جرعہ مرا گمنام کردند
خمار آلودہ را مستان چشمش مئی از ساقی وحدت دام کردند
زہشیاری نگشتہ مست اشرف دمادم گرچہ مئی در جام کردند

ترجمہ:۔ ازل میں جو شراب میرے جام میں ڈالی گئی ہے اس کا صرف ایک گھونٹ مجھے پلایا گیا ہے
مجھے اس ایک گھونٹ نے اس قدر مست کیا ہے کہ کونین سے مکمل بے خود کر دیا گیا ہوں۔
اس روز ازل سے ابد تک اس ایک گھونٹ نے مجھے گمنام کر دیا ہے۔
اس کی دونوں مست نگاہوں نے شراب پلانے کے لیے ساقی وحدت سے تھوڑی سی شراب لے لی ہے
اشرف اپنی ہشیاری کے باعث مست و بے خود نہ ہوسکا اگرچہ اس کو پے در پے جام پلائے گئے۔
ایسا شخص اگر ذکر خفی کہے تو اس کے لئے ٹھیک ہے اپنے نفع کے لئے کیونکہ وہ مقام وحدت میں ہے اور پیر خلق کو کثرت سے وحدت کی طرف بلاتا ہے۔

---

[1] یہ قطعہ حضرت عراقی قدس سرہ خلیفہ و خویش حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس سرہ کی اس مشہور غزل کی زمین میں ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎
نخستین بادہ کاندر جام کردند ز چشم مست ساقی دام کردند
حضرت عراقی قدس سرہ کا تعلق ساتویں صدی ہجری سے ہے۔ مترجم۔

مقام قاب قوسین حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ جب سرورِ کونین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں مقام قاب قوسین پر پہنچے تو انتہائی حیرت اور ہیبت کے سبب آپ کو مجال سخن نہ رہی (از غایت دہشت حیرت مجال نطق نہ داشت) حضرت رب العزت نے جو بے کام و بے زبان ہے عربی زبان میں نہایت فصیح و بلیغ بیان فرمایا:

التحیات للّٰہ والصلوٰۃ والطیبات السلام علیك ایھا النبي ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

اس سلام رحمت کو سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت و دہشت میں کچھ کمی ہوئی تو آپ نے فرمایا:

السلام علینا وعلیٰ عباد اللّٰہ الصالحین. جیسا کہ سکندر نامہ میں گوشہ نشین گنجہ شیخ نظامی نے کہا ہے ؎

در آن جائی کاندیشہ نادیدہ جائی — درود از محمد قبول از خدائی
گذر بر سر خوانِ اخلاص کرد — ہم او خورد ہم بخشِ ما خاص کرد

ترجمہ:- اس جگہ جہاں ان دیکھی جگہ کا اندیشہ تھا وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے درود پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اخلاص کے دسترخوان پر گذر ہوا تو حضورؐ نے خود بھی کھایا اور ہمارا حصہ بھی مخصوص کیا۔

سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرئیل و میکائیل (علیہما السلام) اور تمام دوسرے فرشتوں نے وصال الٰہی و مقالِ باقی کی صدائے لامکان و اعلانِ انعام کو سنا ؎

مثنوی

صلائی نازِ باہم چون ز لاہوت — رسید در صماخ گوش ملکوت
بیکبار آن ہمہ از نیک خواہی — زجان دادند بر دعویٰ گواہی

ترجمہ:- جب مقام لاہوت سے صلائی ناز بلند ہوئی تو ملائکہ کے کانوں میں بھی پہنچی ان تمام ملائکہ نے بیک زبان ہو کر دل و جان سے اس دعویٰ کی گواہی دی۔

سدرۃ المنتہیٰ سے جہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے (یہ مقام ملائکہ سے بہت بُعد اور مسافت بیشمار پر تھا) وہ ندائے الٰہی اور صلائے کرم نامتناہی جب ان تمام ملائکہ کے کانوں میں پہنچی تو سب پکار اٹھے: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔

(حضرت قدوۃ الکبرا نے اس مقام پر فرمایا کہ بے تنک زمانہ کے یہ دعویدار اور معارضہ کرنے والے مشرب عشاق کے ایک رمز کا اثر بھی اپنے اندر نہیں رکھتے (اثرِ عشق سے بالکل کورے ہوتے ہیں) اور صادقین کے مذہب کے ناز و انداز سے ان کو مطلق خبر نہیں ہوتی لہٰذا ان کی زبان میں بھی گفتگو کرنی چاہیئے۔ اس طول کلام کی کیا ضرورت تھی اور ہم کو اس تمثیل سے کیا کام ہے ہر شخص سے اس کی سمجھ کے موافق بات کرو۔ ؎

سخن با ہر کسی باید بقدر فہم او گفتن
چہ دریابند انعام از رموزِ نکتہ و ایما

ترجمہ:۔ بات اگلے کے فہم وادراک کے مطابق کرنی چاہیئے
نکتہ دانا سے کیا انعام حاصل کرنا ہے۔

اے برادر عزیز! سرور کونین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم صاحب دعوت تھے، اولیاء انبیاء علیہم السلام کے تابع ہیں اور فرمانبردار صاحب فرمان کا نمونہ ہے۔ اگر تم صوفیہ کرام کے اقوال اور ان کے افعال اور ان کے امر ونہی کو ریا پر مبنی متصور کرتے ہو تو یہ کفر محض ہے اور اس کے کہنے میں کوئی تاویل نہیں ہے؛ اصل بات یہ ہے کہ جو ایسا خیال کرنے والا ہے وہ حقائق ودقائق سے آگاہ ہی نہیں رکھتا وہ نہ آغاز کو سمجھ سکا اور نہ انجام کو۔ نہ اس نے خود کو پہچانا اور نہ خدا کو جانا ؎

ازان در پایۂ حیران بماند
بظلمت خوار و سرگردان بماند

ترجمہ: وہ اپنے خیالات کے باعث حیران وسرگرداں رہتا ہے اور اندھیرے میں ادھر ادھر خوار وذلیل پھرتا رہتا ہے۔

قرآن کریم کے بعض احکام مقتضائے وقت پر مبنی ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ قرآن کریم کے بعض احکام مقتضائے وقت کے اعتبار سے تھے جس طرح فجر وعشاء (کی نماز) میں قرأت جہری کا حکم کہ بعض مشرکین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کو ایذا پہنچاتے تھے جب وہ ان حضرات سے قرآن پاک سنتے تھے پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم جہری قرأت کے لیے ان اوقات میں دیا گیا جبکہ یہ کفار ومشرکین اپنے کاموں میں مشغول ہوتے تھے۔ نماز فجر کے وقت تو وہ سوئے ہوتے تھے اور مغرب وعشاء کے اوقات میں وہ اپنے دھندوں میں لگے ہوتے تھے۔ غافل ہوتے اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے تھے۔ اور نماز ظہر وعصر کے لیے قرأۃ خفی کا حکم دیا گیا چونکہ مشرکین وکفار سے ایذا رسانی کا خوف تھا۔ ذرا آیت لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ[1] پر غور کرو جس وقت اسلام کمزور حالت میں تھا سورہ الکافرون کا نزول ہوا اور جب اسلام نے قوت حاصل کر لی اور دین کے آثار کامل اور تمام ہو گئے تو اس وقت حکم ہوا:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ[2] مشرکوں کو قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ۔

اسی طرح اے دوست! اے بھائی! اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً[3] کے حکم کا قیاس کر لو (کہ وہ بھی ابتدائے اسلام میں مقتضائے وقت تھا) اب تمام شہروں میں مسلمان اور مومنین صبح کی نماز میں اور عبادات واذکار میں قرأۃ جہری کرتے ہیں۔ اس طرح کہ آس پاس کے لوگ ان کی قرأت کو سنتے ہیں۔ پس اس فعل کو کس طرح "ریا" کہا جا سکتا ہے ؎:

۱؎ پ۳۰ الکافرون ۶ ۲؎ پ۱۰ توبہ ۵ ۳؎ پ۸ اعراف ۵۵

کسی کین کار را گوید ریائی مراین آثار را ازخود نمائی
ریائی دارد آن ازپائی تاسر کہ ہمچون خود بداند ۔ بہر دیگر

ترجمہ:۔ جو شخص اس عمل کو ریا کہتا ہے اوران آثار کو خود نمائی قرار دیتا ہے وہ خود از سرتاپا ریاکار ہے کہ اپنی طرح دوسروں کو ویسا سمجھ رہا ہے۔

اے برادر! یہ عمل محض صدق و اخلاص ہے نفاق اور ریا تو خود تجھ میں موجود ہے کہ تو ایسا مسلمانوں کے حق میں خیال کررہا ہے کیا شریعت کا تجھے کچھ علم ہے تو جانتا ہے کہ فرمایا گیا ہے کہ فاسد کی بنیاد فاسد ہے اور صحیح کی بنیاد صحیح ہے مگر پڑھنے سے کیا فائدہ جبکہ اس کی باریکیاں تو نہ سمجھا بنیاد صحیح کہ

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ[1] ذات گرامی صفات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور آپ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہ خرقہ مشائخ ان سے حضرت حسن بصری رئیس التابعین کے توسط سے مشائخ چشت تک پہنچتا ہے۔ (قدس اللہ ارواحہم) اوران سے منصلاً حضرت شیخ نظام الحق والدین (حضرت نظام الدین) تک۔ اچھی طرح سمجھ لو اور دل کی آنکھیں کھولو اور خود کو ضلالت وگمراہی میں مبتلا نہ کرو کہ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ[2] یعنی قیامت کے دن تجھے مال اور بیٹے کوئی چیز نفع نہیں دے گی سوائے صدق کے کہ يَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ[3] کہ اس دن صدیقین کے کام ان کا صدق آئے گا

پس تمام پیران چشت کامل تھے اوران کے خلفاء کرام جوان کے قائم مقام ہیں وہ بھی کامل ہیں اور جو ان کی نگاہوں میں منظور اور پسندیدہ ہے وہ بھی کامل ہوا کہ صحیح بنیاد ٹھیک ہوتی ہے اور اگر تم اس کے برعکس سمجھتے ہو تو وہ تمہاری بھینگی نظر کا قصور ہے اور عیب ہے۔ پس تو ابھی تک معائب نفس میں مبتلا ہے ؎

فرد

معیوب عیب ہمہ کسا نرا نگرد
ازکوزہ ہمان بیرون ترا دد کہ بدست

ترجمہ:۔ معیوب دوسروں کے عیب دیکھتا ہے۔ کوزہ سے باہر وہی کچھ آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔
چنانچہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کل اناءٍ یترشح بما فیہ ایسے لوگ قلاب (دھوکہ باز) بھی کہے جاتے ہیں۔

اے برادر! اور یہ جو تم نے سنا ہے کہ ذکر خفی ذکر جہر سے افضل ہے (قال علیہ السلام افضل الذکر الخفی) تو تم نے اس حدیث کے حقیقی معنی نہیں سمجھے ہیں۔ سنو! ذکر خفی کا بس وہی اہل ہے کہ جس کی زبان غیر حق کی یاد سے بے خبر ہو اور اس کا دل ذاکر ہو گیا ہو آج کل کے زمانہ میں دنیا بھر کے لوگ معصیت میں گرفتار ہیں

---

[1] پ ۱۳ ابراہیم ۲۴ [2] پ ۱۹ شعراء ۸۸ [3] پ ۷ مائدہ ۱۱۹

کہ (ظہر الفساد فی البر والبحر) تو تبلیغ کے اظہار کیلئے ذکر بالجہر کرنا زیادہ اولیٰ اور ضروری ہے
دنیا کے شجیع اور بہادر مسلمان جب میدان کارزار میں کفار کا مقابلہ کرتے ہیں اور اپنی جان خدا کی راہ میں
قربان کرتے ہیں تو تکبیر بلند آوازہی سے کہتے ہیں

مثنوی

در آیند گردان چو در روز جنگ   بمیدان دلیران کشند چون نہنگ
چنان نعرہ برہم زنند از کمین   کہ گوئی فتاد آسمان بر زمین

ترجمہ:۔ جب جنگ کے دن وہ آتے ہیں تو میدان میں شیر کی طرح آتے ہیں اور کمین گاہ سے اس طرح نعرہ بلند کرتے ہیں کہ گویا آسمان زمین پر آگرے گا۔

تاکہ اس کی ہیبت سے کفار بھاگ جائیں اور ان کی تکبیر کافروں کے دلوں پر اثر کرے اور جنگ درہم برہم ہو جائے
حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیروان کی زمین میں بہت سے لوگ گئے ہیں اور سیاحوں نے اس کی سیر کی ہے اور اس سرزمین کے عجائب وغرائب دیکھے ہیں ان کو معلوم ہے کہ ہمیشہ اس سرزمین کے مسلمان کافروں سے برسرپیکار رہتے ہیں اور یہ معاملہ سکندر دارا کے زمانہ سے اسی طرح جاری ہے۔ وہاں کے مسلمانوں کو "شیرواں" کہا جاتا ہے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ جنگ میں فتح و نصرت مسلمانوں کو حاصل ہوئی اور آتش پرستوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

مثنوی

چو گردان نہادند روسوئے جنگ   نمودند پیکار از نام و ننگ
نبردی شد اندر سیاہ و سفید   کہ گردان شدند از روان ناامید
ز شروان برآمد صدائے ظفر   بگبران رسیدہ ہزیمت وفر

ترجمہ:۔ جب جنگ کی طرف انہوں نے منہ کیا تو ننگ و نام سے برسرپیکار ہوئے۔ سیاہ و سفید میں کوئی فرق نہ رہا اور وہ اپنی جانوں سے ناامید ہو کر لوٹ پڑے۔ شیروانوں سے فتح کی صدا بلند ہوئی اور کافروں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔

شیروان کے چند کفار جو جنگ سے بھاگے تھے مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔
ان سے جب یہ پوچھا گیا کہ ایسے ہتھیاروں اور آلات جنگ کے ہوتے ہوئے بغیر جنگ کے تم کیسے پسپا ہوگئے تو انہوں نے کہا کہ تمہاری تکبیر کی آواز جب ہمارے کانوں میں پہنچی تو ایسی ہیبت اور دہشت ہم پر طاری ہوئی کہ دنیا ہماری آنکھوں میں تاریک ہوگئی ہے

مثنوی

شنیدم چو آواز ہیبت فگن   نوائے دلیران لشکر شکن
شد از ہیبت او چنان آب خون   جہان گشت بر چشم ما تیرہ گون

ترجمہ:۔ جب تکبیر کی وہ ہیبت اثر آواز ہم نے سنی جو لشکر شکن دلاور لگا رہے تھے تو اس کی ہیبت سے ہمارا خون پانی ہو گیا اور دنیا آنکھوں میں تیرہ و تار ہو گئی۔ پس اے بھائی! اگر ذکر کی آواز ان غفلت پرستوں کے کانوں میں پہنچ جائے اور ان میں اثر کرے اور وہ غفلت کی غرقابی سے نکل آئیں اور خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ شاید اس حدیث شریف کے معنی پر تم نے غور نہیں کیا ہے کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر جب میدان عبادت کے بہادر اور انانیت کی رزمگاہ کے دلیر نفس کی پیکار میں مشغول ہوتے ہیں اور رستم کی طرح جنگ کرتے ہیں تو ان کو فتح و فیروزی حاصل ہوتی ہے اور:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا[۱] بیشک ہم نے تم کو ایک فتح ظاہر عطا کی ہے۔

سے اس فتح کی جانب اشارہ ہے:

مثنوی

چو یابی نصرت از جنگ رجعنا بشادی کوس زن انا فتحنا
کسی کین جنگ را نصرت پناہ است بادرنگ جہان او بادشاہ است

ترجمہ:۔ جب جنگ رجعنا یعنی جہاد اکبر (نماز) سے فتح و نصرت حاصل کر لو تو پھر مسرت کے ساتھ انا فتحنا کا نقارہ بجاؤ کہ جس کو اس جنگ (عبادت) میں فتح و نصرت حاصل ہو گئی وہ پھر اس دنیا کے تخت پر بادشاہ بن کے بیٹھتا ہے۔

ذکر خفی سے کیا مراد ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر خفی سے مراد ذاکر کا ذکر میں فنا ہو جانا ہے بلکہ ذاکر و ذکر دونوں کا مذکور کی ذات میں فنا ہو جانا ہے۔

اس اعتبار سے اگر ذاکر یا ذکر کا شعور اس میں باقی ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی فنا فناء الفناء کے مرتبہ پر نہیں پہنچی ہے۔ اس فناء الفنا سے مراد ذاکر کے شعور کا ذکر و مذکور سے فنا ہو جانا ہے اور اس قسم کا ذکر، ذکر جلی سے افضل ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

افضل الذکر الخفی ذکر خفی افضل ہے۔

اور یہ رباعی اسی ذکر خفی کے سلسلہ میں ہے:

رباعی

ذکر کن ذکر تا ترا جان است پاکیٔ دل ز ذکر یزدان است
چون تو فانی شوی ز ذکر بذکر ذکر خفیہ کہ گفتہ اند آن است

ترجمہ:۔ جب تک تیری جان میں جان ہے ذکر کرتا رہ کہ دل کی پاکی اسی ذکر الٰہی سے قائم ہے۔ جب تو ذکر سے

---

[۱] پ ۲۶ الفتح ۱

ذکر میں فنا ہو جائے گا تو اسی کا نام ذکر خفی ہے۔
حضرت ابو بکر دینوری کے اس قول میں کہ:۔

ادنی الذکر ان ینسٰی ددنہ و نہایۃ الذکر ان یغیب الذاکر فی الذکر عن الذکر ویستغفر بمذکورہ عن الرجوع الیٰ مقام الذکر وھذا حال فناء الفناء۔	ادنیٰ ذکر یہ ہے کہ اس کے سوا ہر چیز کو بھول جائے اور نہایت ذکر یہ ہے کہ ذاکر ذکر میں غائب ہو جائے اور مذکور سے (خدا وند تعالیٰ) استغفار کرے کہ وہ پھر مقام ذکر کی طرف نہ لوٹے۔ اس کو حال فناء الفناء کہتے ہیں۔

اور وہ لوگ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے:

اتدعون اصماً وغائباً	کیا تم بہرے اور غائب کو پکار رہے ہو۔

استدلال کرتے ہیں (ذکر خفی پر) ان کو یہ بات سمجھ لینا چاہیئے کہ اس قول شریف کا صدور ایک واقعہ کی بناء پر ہے جیسا کہ امام نجم الدین صاحب "منظومہ" نے بیان فرمایا ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر میں تھے۔ جب یہ حضرات ایک بلند مقام پر پہنچے تو انہوں نے تکبیر و تہلیل بلند آواز میں کی اور اس بلندی (پہاڑی) کے نیچے اعداء دین کا پڑاؤ تھا اور گھات لگائے بیٹھے تھے تو اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم کسی بہرے اور غائب کو پکار رہے ہو۔ بلکہ تم تو ایک سمیع و بصیر کو پکار رہے ہو (پھر آواز میں بلند کرنے کی کیا ضرورت ہے)۔

شریعت میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ بعض احکام شریعت کسی ایک شخص یا ایک مخصوص زمانہ (وقت) کے لئے تھے نہ کہ عام طور پر وہ حکم تھا (طریق عموم پر نہیں) جیسے ۹ عورتوں سے نکاح یا فدیہ کا کھانا۔

مدِ ذکر کی تفصیل

اس موقع پر حضرت نور العین نے ذکر کی مد (کھینچا) کے سلسلہ میں عرض کیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک تفسیر میں یہ مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کو کھینچا (من قال لا الٰہ الا اللہ ومدھا ھدمت عنہ اربعۃ آلاف ذنب من الکبائر) تو اس کے چار ہزار گناہوں کو منہدم کر دیتا ہے۔ اور آسمان سے اترتا ہے ذکر کو زمین کے وقت اور کہا گیا ہے دو شخصوں میں جھگڑا ہوا اور وہ دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن میں سے ایک نے اپنے ساتھی کے خلاف قسم کھائی یوں کہا اللہ الذی لا الٰہ الّا ھو اور آواز کو مد کے ساتھ کھینچا حالانکہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی قسم میں جھوٹا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو محض کلمہ طیبہ کی مد کے ساتھ پڑھنے سے بخش دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں حضرت میر کی خدمت میں مقام اوچہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ صاحب ضیائیہ آئے اور انہوں نے حضرت میر سے درخواست کی کہ مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین فرمائیں۔ حضرت میر نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور

تلقین کلمہ فرمائی اس وقت انہوں نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو اتنا بلند اور طویل کھینچا کہ حاضرین مجلس کا دم گھٹنے لگا کہ ان کے ساتھ حاضرین مجلس نے بھی اسی طرح مد کے ساتھ کلمہ پڑھا حضرت میر نے بھی ایک سانس میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو پورا کیا۔ اس کے بعد حضرت میر نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من قال لا الٰہ الا اللہ ومدھا دخل الجنۃ۔

جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کو کھینچا پس وہ جنت میں داخل ہوا۔

حضرت میر نے فرمایا کہ ذکر محبانہ بھی ہے اور محبوبانہ بھی۔ محبوبانہ یہ ہے کہ کلمہ لا کو مد اور شوق کے ساتھ طویل کھینچے کہ اس کی اصل بقا میں ہے۔ امید ہے کہ کلمہ نفی سے اثبات پر پہنچ جائیں گے حالت مد میں نفی و اثبات کے اسرار کو دل میں لائے اور کلمہ نفی کی مد، کلمۂ اثبات (الا اللہ) سے دراز تر ہونا چاہیئے۔ فضل الٰہی سے جب کسی کے کلمۂ اثبات کی تکمیل ہو جائے گی تو وہ محبوب حق بن جائے گا اور اس ذکر میں اس بات پر مستعد اور منتظر اس کا ہو جاتا ہے کہ شاید نفی (کلمہ لا الٰہ) ہی میں اس کو پیام اجل آ جائے اور پھر الا اللہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے صاحب ذکر کو چاہیئے کہ ذکر میں ہمیشہ کوشاں رہے کہ ذکر درست ادا ہو۔ اور ذکر کے حروف (الفاظ) تعظیم کے ساتھ حضور قلب کے ساتھ زبان پر لائے اور دل کو زبان کا ہم سخن بنائے (دل میں ذاکر بن جائے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

من ذکر اللہ وقلبہ ساہٍ عن اللہ فا اللہ خصمہ یوم القیامۃ

جس نے اللہ کا ذکر کیا اور اس کا دل اللہ سے غافل رہا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے دشمنی فرمائے گا۔

شعر

اتلعب بالدعاء وتزدر بہ　　وما یدریك ما نع الدعاء

سھام اللیل لا تخطئ ولکن　　لھا امد وللامد القضاء

ترجمہ:۔ کیا تو نے دعا کو بازی اور کھیل سمجھ رکھا ہے اور مکر کرتا ہے اس کے ساتھ اور کیا چیز تجھے آگاہ کرتی ہے کہ مانع دعا کیا ہے سہام شب خطا نہیں کرتی ہے لیکن ان کے لئے نہایت ہے اور نہایت قضا ہے۔

ربط قلب حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا پیر و مرشد سے دلی لگاؤ سب سے زیادہ ضروری ہے۔ جب تک مرید صادق کو یہ دلی لگاؤ نہ ہوگا کوئی کام اس کا آگے نہ بڑھے گا خصوصاً ذکر کی حالت میں مرید پر لازم ہے کہ پیر کے روحانیہ کو اپنے پاس حاضر رکھے کیونکہ پیر کی روحانیت کسی جگہ قائم نہیں ہے تو اس کے لئے ہر جگہ اور ہر مقام برابر ہے۔

بیت

بہر جا کہ باشی خدا یار تست

بہر رہ خرامی بہی کار تست

ترجمہ:۔ تو جہاں ہے خدا تیرے ساتھ ہے تو جس راہ پر بھی چلے گا وہ تیرا مددگار ہے۔

مرید اپنے شیخ کی روحانیہ سے الگ نہیں ہوتا اگرچہ شخصیتاً اس سے الگ ہے دوری کا تعلق تو مرید سے ہے۔ جب مرید دل سے شیخ کو یاد کرتا ہے تو پیر اس کے نزدیک ہو جاتا ہے اور پیر کا دل اُس سے متعلق ہو جاتا ہے پھر وہ پیر سے فائدہ حاصل کرتا ہے جب حاجت پڑے مشکل کشائی کے لئے تو پیر کو اپنے دل میں حاضر کرلے اور پیر سے سوال کرے زبانِ ظاہر سے جو دیکھے تو پھر روحانیہ پیر زبان باطن سے الہام کرتا ہے حقیقت واقعہ کا

رباعی

دل دانائی من دارد زبانی | کہ گوید سرّ عرفان ترجمانی
کسی را گر کشادہ گوشِ باطن | بود او بشنود از حق بیانی

ترجمہ:- میرا دل دانا ایک زبان رکھتا ہے جو سرعرفانی کی ترجمانی کرتی ہے۔ اگر کسی شخص کے گوش باطن کھلے ہوئے ہیں تو ممکن ہے کہ وہ حق کی طرف سے کسی پیام کو سن سکے۔

یہ بات میسر نہیں ہو سکتی مگر اسی وقت جبکہ اپنے شیخ سے رابطہ دلی رکھتا ہو۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔ جب مرید شیخ سے ارتباط دلی پیدا کرے گا تو وہ فیض جو شیخ کے آئینہ دل میں جلوہ فگن ہے اور اس کو پہنچ رہا ہے۔ اس کا اثر مرید کے دل پر بھی پر تو فگن ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ماصب اللہ شیئاً فی صدری الاوقد | اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں کوئی چیز ایسی نہیں ڈالی
صبیتہ فی صدر ابی بکر | جو میں نے (حضرت) ابوبکر کے سینہ میں نہ ڈال دی ہو

مثنوی

ازین دل تا بآن دل راہ باشد | کسی داند کزین آگاہ باشد
چو تو در راہ دل تا در زدی گام | چہ دانی حاصل منزل سرانجام

ترجمہ:- اس دل سے اس دل تک تعلق ہونا چاہیئے اس بات کو وہی جانتا ہے جو اس رمز سے آگاہ ہے جب تم دل کے راستہ پر شاذ ہی قدم رکھتے ہو تو پھر منزل اور اس کے سرانجام کو کیا جانو۔

اس موقع پر حالت ذکر میں حضوری قلب کا تذکرہ آگیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اس راہ کی نہایت حصول اور اس بارگاہ میں غایت وصول صرف حضورِ دل سے ذکر کرنا ہے ؎

مثنوی

چو در ذکر خدا حاضر نباشی | چہ حاصل گر ہمہ عمر خراشی
ولیکن یادِ آن روئ دلآرام | نباشد خالی از فائدہ و کام

ترجمہ:- جب تم ذکر خدا میں حاضر نہیں ہو تو عمر بھر بھی خروش کرتے رہو اس سے کیا حاصل لیکن اس محبوب دلآرام کی یاد فائدہ و مقصد سے خالی نہیں ہے۔

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ذکر کرنا خواہ وہ بغیر حضور قلب ہی کیوں نہ ہو۔ فائدہ کلی اور سرمایہ اصل ہے۔ چنانچہ "عقیدہ نجاح" میں بیان کیا گیا ہے کہ:

" اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان سے بغیر حضور قلب بھی معتبر ہے اور اس کے دنیا و آخرت دونوں جہان میں اچھے آثار ہیں اور محض فرمانبرداری بھی تو عبادت ہے اگرچہ قبول کا حال نہ جانے اور اللہ تعالیٰ داناتر ہے۔"

اس سلسلہ میں تفسیر بستی میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد

وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَّ الذَّاكِرَاتِ [1] — اور اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں۔

کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ تین قسم کے افراد ہیں اور انہی میں سے ہیں زبان ہی سے ذکر کرنے والے اور یہی قول یحییٰ بن سلام کا ہے۔ اور شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا کہ ذکر خواہ وہ زبان ہی سے کیوں نہ ہو ایک سلطان عظیم ہے (غلبہ بزرگ) اس کی مثالیں "فتوی الکبرا" "فتاویٰ خانیہ" اور دوسری کتب میں موجود ہیں۔ کہ ایک شخص دعا کرتا ہے اور دل اس کا غافل ہے تب بھی وہ ذکر ہے اگر دعا کے ساتھ ساتھ دل کی نگہبانی بھی ہو تو ایسا ذکر افضل ہے اور اگر ذکر کے ساتھ رقت قلب نہیں ہے تو ذکر کے ترک سے یہ افضل ہے کہ بغیر رقت قلب کے ہی ذکر کرے۔ ممکن ہے کہ یہ اس کی استطاعت میں نہ ہو (رقت پر اس کو قدرت حاصل نہ ہو)

پس جب ذکر کی فضیلت کو تم نے جان لیا تو تم کو سزاوار ہے کہ تم خدا کا ذکر کرو اور اس کو ہر حال اور ہر وقت میں یاد کرو اور اپنی تمام ضروریات کو اس کی طرف رجوع کرو کہ بے شک یہ عبودیت و بندگی کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے کہ اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو وہ قیامت کے دن تک بطن ماہی میں رہتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ معمول اور مقررہ قاعدہ تھا کہ آپ ذکر جہر فرماتے تھے ہر وقت (بلا قید وقت) کہ طالب مشتاق اور کہ ئے افتراق کے مجاور کی یہی نشانی ہے کہ وہ نالۂ و فغاں میں مصروف رہے۔ اپنی طرح آپ اپنے اصحاب (مریدوں) کو بھی ذکر جہر کی تاکید فرماتے تھے۔ اور ہر حال میں اپنے احباب کو حکم فرماتے کہ ذکر جہر کریں یہاں تک کہ حضرت کے مریدین کوچہ و بازار سے بھی ذکر جہر کرتے ہوئے گزرتے تھے۔

رباعی

دلی کان طالب گلزار باشد — چو بلبل در پیٔ گلزار باشد
نباشد خالی او از نالۂ زار — اگر در کوچہ و بازار باشد

ترجمہ:- وہ دل جو اس محبوب کا طالب ہے وہ اس گل کے لیے ہمیشہ بلبل کی طرح فریاد و زاری کرتا رہتا ہے خواہ وہ کسی گلی میں ہو یا بازار میں، ہر جگہ نالۂ زار کرتا رہتا ہے۔

---

[1] پ ۲۲ احزاب ۳۵

حضرت کے بعض ہم عصر اس طریقہ پر اعتراض کیا کرتے تھے اور اس طریقہ کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس طرح ذکر کرنا بدعت ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا ان لوگوں سے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ طالبان حق اور سالکان راہ مطلق اگر اس طرح ذکر نہ کریں تو اس ارشاد ربانی فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ[1] سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ شاید یہ بات ان کے کانوں تک نہیں پہنچی ہے کہ ہر جگہ ذکر کرنا اولیٰ ہے خواہ وہ غفلت پرستوں کی مجلس و محفل ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ تفسیر "درر" میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وضاحت کی گئی ہے اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا[2] اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ذکر اللہ فی الغافلین مثل الشجرۃ الخضراء فی وسط الشجرۃ التی قد خلت ورقہا
اللہ کا ذکر غافلوں میں ایسا ہے جیسے ایک سرسبز درخت ان درختوں کے بیچ میں جن کے پتے دسو کھ کر گر پڑے ہوں اور شرعیہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ غافلوں میں اور بازار کے جھگڑوں میں ذکر غنیمت ہے۔

ذکر فی الشرعیہ یغتنم الذکر بین الغافلین و فی معارک الاسواق

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ

ذکر اللہ فی الغافلین کالمبارز فی القاتلین
غافلوں میں خدا کا ذکر اس طرح ہے جیسے قتال کرنے والوں میں کوئی مبارز (بہادر) آپہنچے۔

صحاح میں آیا ہے:

لا تقوم الساعۃ علی الارض ما دام یقول اللہ۔ اللہ
اس وقت تک قیامت زمین پر قائم نہیں ہو گی جب تک کوئی کہتا ہے اللہ اللہ

اور یہ بھی التنبیہہ میں مذکور ہے کہ:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

من دخل السوق فقال لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحیی و یمیت و ھو حی لا یموت بیدہ الخیر و ھو علی کل شئی قدیر۔ کتب اللہ لہ الف الف حسنۃ و محا عنہ الف الف سیئۃ و رفع لہ الف الف درجۃ

جو شخص بازار میں داخل ہوا اور پھر اس نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے لیے ملک ہے اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے وہ زندہ کرتا ہے وہ ہی مارتا ہے اور وہ خود ایسا زندہ ہے جس کے لیے موت نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ میں خیر ہے اور وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہزار

---

[1] پ۵ نساء ۱۰۳
[2] پ۴ آل عمران ۱۹۱

ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس سے ہزار ہزار برائیوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کے لیے ہزار ہزار درجے (مرتبے) بلند کر دیتا ہے۔

جامع من الفتاویٰ میں آیا ہے

"ابراہیم بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایام عشرہ میں بازار سے گزر رہے تھے بغیر کسی ضرورت کے اور بلند آواز سے تکبیر کہتے جاتے تھے"۔

لیکن مجلس فسق میں ذکر کرنے کے بارے میں تو خلاصہ و کبریٰ میں مذکور ہے:۔

انہ ان قوی الفسق ویشغلون بالفسق وانا نشتغل بتسبیح اللہ فھو احسن و افضل لمن سبح اللہ فی السوق وتری ان الناس یشتغلون بامور الدنیا و انا اسبح اللہ فاذا سبح اللہ فی مثل ھذا الموضع کان افضل من ان یسبح اللہ وحدہ فی غیر السوق ہ

جبکہ فسق طاقت پکڑ جائے اور فسق زور پکڑے اور ہم اس وقت تسبیح خدا میں مشغول ہوں تو یہ بہتر ہے اور افضل ہے اس بات سے کہ کوئی شخص بازار میں تسبیح خدا اور ذکر کرے اور اس بات کی نیت کرے کہ بے شک لوگ دنیا کے کاموں میں مشغول ہیں اور میں خدا کی تسبیح کر رہا ہوں۔ اگر یہ نیت نہ ہو تو یہ افضل ہے اس سے کہ تسبیح خدا کرے کوئی شخص تنہا غیر بازار میں (یعنی یہ دونوں نہیں ہونا چاہیئے کہ لوگ لہو و لعب میں مشغول ہیں اور میں بازار میں ذکر خدا کر رہا ہوں۔ اس میں انانیت ہے اس انانیت سے بہتر ہے کہ تنہائی میں ذکر کرے۔ اور بازاروں میں ذکر کرنا اس وقت افضل ہے جبکہ دعویٰ انانیت نہ ہو)

ایک بار فقرا اشرفی کا حضرت سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ (گلبرگہ دکن) میں نزول ہوا حضرت مخدوم زادہ کے خلوص کے باعث حضرت قدوۃ الکبرا چار مہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ ایک دن ان ملفوظات کا جامع (نظام یمنی) حضرت نور العین و شیخ ابو المکارم و شیخ مبارک و شیخ یوسف اور بعض دوسرے احباب بطور تفریح طبع ایک باغ میں پہنچے کچھ نوجوان باغ کے چمن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فسق و فجور کے آلات، شراب، کباب، چنگ و رباب تمام سامان عیش مہیا تھے ہر ایک شراب کے نشہ میں مست تھا اور اس وقت کے مناسب اشعار خوانی ہو رہی تھی اور لذت جسمانی اور حظ نفسانی کی داد دے رہے تھے اتفاق سے ہم لوگ ذکر جہر کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ ہم لوگ اس باغ کی تفریح میں بلبل بیقرار کی طرح نالہ و زاری کر رہے تھے۔ فرد

چو بلبل در سر گلزار باشد
بگل بر در فغان و زار باشد

ترجمہ:۔ بلبل کی طرح گلزار میں پھول پر آہ و زاری کی۔

جیسے ہی ان لوگوں نے ہمارے ذکر کی آواز سنی عیش کوشی سے رک گئے اور کچھ دیر تک بڑی توجہ سے وہ ہمارے ذکر الٰہی کو سنتے رہے، ذکر صفا اور اس کی برکت سے توفیق الٰہی نے ان کی مدد فرمائی اور توفیق الٰہی کے ساقی نے حال وکیف کا ایک گھونٹ ان کو پلا دیا اور وہ خمار معصیت سے نکل آئے، مستی کی غفلت، فسق و فجور کی سرخوشی سے ہوشیار ہو گئے۔

مثنوی

زساقی ساغر توفیق خوردند	شراب توبہ را درکام بردند
حریف مجلس توفیق دادار	بمستی غفلت آمد کرد ہشیار

اور ناگاہ گریہ وزاری کرنے لگے اور ہمارے پاس آگئے بڑے عجز وانکسار کے ساتھ ہمارے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہنے لگے:

مثنوی

شدہ کشتی مادر بحر غرقاب	عنان کشتیم درآب دریاب
بود کز ورطۂ غرقاب کشتی	بساحل پے نہاد از یاد پشتی

ترجمہ:- ہماری کشتی گناہوں کے سمندر میں ڈوب گئی ہے اور ہماری مدد کر کہ ہم بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ کشتی کے یہ ڈوبنے والے آپ کی پشت پناہی سے ساحل نجات تک پہنچ جائیں۔

اس حکم کے مطابق کہ بھائی کا بھائی کی مدد کرنا ایثار ہے۔

ہم نے ان لوگوں کو ساتھ لیا اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سب لوگ شرف توبہ سے مشرف ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور معاصی و مناہی سے ان کو چھٹکارا مل گیا۔

مثنوی

چو بیژن بودہ اندافتادہ درچاہ	کہ آمد رستم توفیق درگاہ
گرفت ازچاہ عصیانش برآورد	بسوئے خانۂ توبہ برآورد

ترجمہ:- افراسیاب نے بیژن کو گرفتار کرکے کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ افراسیاب کی بیٹی منیژہ اس پر فریفتہ تھی آخرکار رستم نے اس کو کنوئیں سے نکالا۔ بارگاہ الٰہی سے توفیق کا رستم آیا اور ان کو کنوئیں سے نکالا۔ اور توبہ کے گھر تک پہنچایا[1] اللھم روانا بماء الاستغفار وادرنا عن رقدۃ الاصرار بالنبي وآلہ المختار

طریق ذکر مشرب شطاریہ

حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں مشرب شطاریہ کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ مشرب شطاریہ کو مشرب قدیم نہیں کہا گیا ہے (یہ مشرب قدیم نہیں ہے) لیکن اس مشرب میں حصول فوائد اور وصول مقاصد زیادہ

---

[1] الٰہی ہم کو استغفار کے پانی سے سیراب کر دے اور خواب اصرار سے بیدار کر دے۔ بطفیل سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ الاطہار رضی اللہ عنہم۔

ہیں۔ اس مشرب کا رواج شیخ الشیوخ کے خلفاء سے بہت زیادہ ہوا۔ اور آپ کے متاخرین خلفاء کے باعث اس کو بہت شہرت حاصل ہوئی اور ان کے ذریعہ بہت پھیلا۔ میں نے بھی حضرت میر (سید جلال بخاری) کے ذریعہ اس مشرب کا مزا چکھا ہے۔ اس مشرب کے اصول آٹھ ہیں۔ اور ان اصول کو حروف ہشتگانہ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں۔ بؔ۔ ذؔ۔ صؔ۔ مؔ۔ شؔ۔ تؔ۔ فؔ اور دؔ۔ ؎

برزخ وذات باصفات بود   شدّ با مدّ از نکات بود
تحت وفوقی بواسطۂ سالک   باقی از فانی الصفات بود

ب سے مراد برزخ ہے ذ سے ذات مراد ہے ص سے صفات مراد ہیں م سے مراد مَدّ ہے ش سے مراد شدّ ہے ت عبارت ہے تحت سے ف سے مراد فوق ہے اور د عبارت ہے دم سے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس مشرب کے ارکان ہشتگانہ سے پہلا رکن برزخ ہے برزخ دو قسم کا ہوتا ہے کبریٰ اور صغریٰ۔ چنانچہ برزخ صغریٰ مرشد کا تصور ہے جس کو مطلق تصور، واسطہ اور رابطہ بھی کہتے ہیں۔ اور طریقت میں مرشد کا تصور ہی اصل کلی ہے ؎

نباشد از فنائی خود تحیّر   کہ گم گردد دو عالم در تصوّر
خدا از روئے معنی چون جہانگیر   تجلی میکند در صورت پیر

ترجمہ:۔ اپنے فنا کی کچھ حیرت نہیں ہے کیونکہ دو عالم تصوّر میں گم ہو جاتے ہیں از روئے معنیٰ خدا، پیر کی صورت میں تجلّی کرتا ہے۔

اس مشرب کا دوسرا رکن اسم ذات اللہ ہے۔ فقہاء کے نزدیک یہ اسم ذات جامع صفات کمالیہ کا ہے (جمیع صفات اس میں جمع ہیں) اور علمائے طریقت اور کاملین حقیقت کے نزدیک اسم ذات "ھو" ہے۔ پرکار کا ایک ایسا دائرہ ہے جو مرکز موجودات اور نقطۂ کائنات کو محیط ہے:

پس اسی بناء پر بعض اگلے مشائخ نے ذکر ھو کو اختیار کیا اور بعض نے ذکر لہ کو اور ذکر اللہ کو ان میں بعض ذکر کرتے وقت کہتے ہیں "ھو انت ھو" اور بعض ذکر لہ اور ذکر اللہ لا الٰہ الّا ھو اور جمہور نے اختیار کیا ذکر ھو کو اور عوام کا ذکر اللہ ہے اور خواص کا ذکر ھو اور اخص الخواص کا ذکر ھی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شطاریہ مسلک میں ذکر اسم ذات دہشت رکن، کے ساتھ بہت سے فوائد کا حامل اور بے شمار ثمرات کا عطا کرنے والا ہے اور اگر ان ارکان ہشت گانہ کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو وہ زیادہ فائدہ بخش نہیں ہے مگر جبکہ تیئیس ۲۳ سال ذکر اسم اللہ کی پابندی کرے اس کے بعد نتیجہ دیتا ہے۔ اور فائدے دکھاتا ہے اور تحت عبارت ہے ناف کے نیچے سے کہ نام اللہ کا الف وہیں سے ہوتا ہے اور مدّ عبارت ہے بہت زیادہ کھینچنے سے لفظ اللہ کے کہ اسماء صفات کا ملاحظہ وہیں سے کیا جاتا ہے اور ناف جسم کے بیچ میں ہے اور اس میں بہت سے اسرار پوشیدہ ہیں اور آگ کا گھر ہے اور شدّ عبارت ہے لفظ اللہ کو
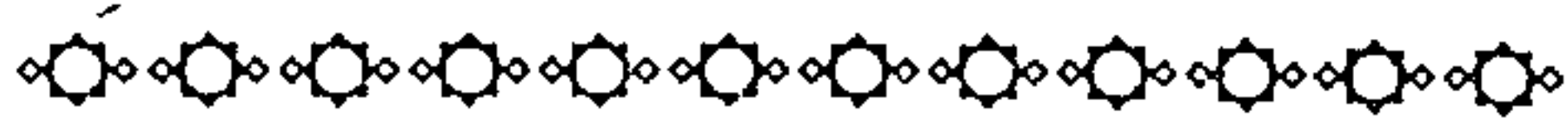
سختی کے ساتھ کھینچنے سے جس قدر شد کو سختی سے کھینچے اتنا ہی خطرات کو لایعنی کرے اور ذوق و شوق ظاہر ہو تو طالب صادق کو چاہیئے کہ آٹھوں اسمار کا لحاظ رکھے اور اتنی کوشش کرے کہ کوئی رکن آٹھوں ارکان سے رہ نہ جائے تاکہ سبب انقطاع ذکر میں نہ ہو۔ **بیت**

چہ باشد عالم اندر ذات انسان — بود نا چار در وی ہشت ارکان

یوں تو اصناف مشرب حد سے زیادہ ہیں اگر ان کی طرف توجہ کی جائے تو مقصد اصلی فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے ؎

کسی کو طالب این راہ باشد
ز بحر قطرۂ آگاہ باشد

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر اثبات و نفی کے وہ اقسام جو مشائخ سلف نے وضع فرمائے ہیں ان کی شرح ناممکن ہے چنانچہ ذکر دوضربی، سہ ضربی، چہار ضربی، دہ ضربی تک مقرر کئے ہیں۔ دوضربی، سہ ضربی، چہار ضربی کو مربع، مسدس، مثمن سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

(اس سلسلے میں نقش اس لطیفہ کے آخر صـــ پر ملاحظہ فرمائیں)

ذکر قلندریہ اس ضمن میں ذکر قلندریہ کا موضوع چھڑ گیا، فرمایا کہ بہ خاص طور پہ صحرائے ہمت کے شیر دل کے ساتھ مخصوص ہے۔ بڑے جوانمردوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ہر بوالہوس اس مشرب خونخوار میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ ہر ہوسناک اس جان لیوا صحرا کی طرف رخ کر سکتا ہے۔ **مثنوی**

نیارد ہر کسی پا داشتن چیر — ز بیم جان خود در بیشۂ شیر
مگر آن شیر دل کز آہوئی جان — بشوید دست خود از خان و ازمان

ترجمہ:۔ اس میدان میں ہر کوئی شیر کے ڈر کے باعث قدم نہیں رکھ سکتا مگر وہ شیر دل جو جان و مال کی پرواہ نہ کرے اس کے لئے رستم کی ضرورت ہے جو دلیرانہ طور پر یہاں قدم رکھے اور ایسے پہلوان کی ضرورت ہے جو کارزار اذکار میں ہمت کے ساتھ جان کی بازی لگا سکے۔ اس میدان میں جب تک خون نہیں بہایا جاتا مقصود کا درخت پھل نہیں لاتا ؎

نہ ہر کہ آید از کوہی بود با دعوت موسیٰ — نہ ہر کس زاید از زالی شود باہیبت رستم

ترجمہ:۔ ہر شخص جو پہاڑ سے اترتا ہے وہ حضرت موسیٰ کی طرح دعوئ پیغمبری نہیں کر سکتا اور اسی طرح زال سے پیدا ہونے والا ہر بچہ رستم کی طرح پُر ہیبت نہیں ہو سکتا۔

اذکار کے یہ اقسام بے حد بے شمار و بیروں از قیاس ہیں اور ان کے گوناگوں اسرار حضرات صوفیہ کی کتب سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ خود میں نے "بحر ذاکرین" میں اذکار کے اصناف و انواع اور تمام مشارب طریقت کے اسرار گوناگوں کو بیان کیا ہے جو ان سے آگاہی حاصل کرنا چاہتے ہیں بحر ذاکرین کے مطالعہ سے حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگرچہ میں نے تمام مشارب کے اذکار اور ان کے اسرار کو اپنی کتابوں اور رسالوں میں بیان کر دیا ہے اور اپنی عمر گرانمایہ کو ان کی شرح میں صرف کیا ہے۔ لیکن ذکر کی حقیقت کہ سالکان

اسرار کا مقصود جس سے وابستہ ہے اور کیفیت اسرار اذکار کا پایا جانا اسی پر موقوف ہے وہ متعلق ہے پیر کی رہبری اور مرید کی تابعداری سے ؎

معانی ہرگز اندر حرف ناید — کہ بحر قلزم اندر ظرف ناید

ترجمہ:- یہ معانی قید حروف میں نہیں آ سکتے کہ قلزم کبھی ظرف میں نہیں سما سکتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا اس درگاہ کے بعض طالبوں اور اس راہ کے بعض سالکوں کو جو بلند ہمت ہوتے تھے مشرب قلندریہ میں مشغول فرمایا کرتے تھے۔

ایسے لوگوں کو حضرت قدوۃ الکبرا حکم دیتے تھے کہ ریگستان میں جا کر اس مشرب کے اذکار میں مشغول ہوں اگر ریگستان میں نہ جائیں تو تندہ یا اسی طرح کی کسی چیز سے ایک جھونپڑی بنالیں اور اس میں بیٹھ کر یہ شغل کریں۔ اور خادم کو آش پکانے کا حکم کرتے تھے۔ اکثر اوقات آش بغرا[1] پکانے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جب ذاکرین ذکر سے فارغ ہوتے تو وہ دسترخوان پر بیٹھتے اور اس آش کے صرف چند چمچہ کھاتے۔ اگر وہ اس وقت کھانے کی طرف راغب نہ ہوں تو ہلاکت کے قریب پہنچ جائیں۔

مشائخ چشت ذکر حلقہ کی صورت میں فرماتے تھے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ذکر حلقہ صبح و شام مشائخ چشت کا معمول رہا ہے۔ جب میں حضرت خواجگان چشت کے مزارات منورہ کی زیارت کے لیے چشت پہنچا تھا تو میں حضرت مخدوم زادہ صاحب سجادہ حضرت خواجہ قطب الدین کی ملاقات سے مشرف ہوا اور ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی اور گوناگوں لطائف سے انہوں نے مستفید فرمایا۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے فرمایا صبح و شام ذکر حلقہ کا التزام رکھو اسکو کبھی ترک نہ کرنا کہ یہ ہمارے مشائخ کرام کا معمول رہا ہے اور اس قسم کے ذکر (حلقہ) میں بہت سے فائدے ہیں۔ جب تم وظائف معہودہ (مقررہ وظائف) اور مسنونہ اوراد سے خاص طور پر مسبعات عشر" کی تلاوت سے فارغ ہو جاؤ تو پھر حلقہ میں بیٹھ جاؤ۔ اس وقت صاحب حلقہ کو چاہیے کہ نفی و اثبات کا کلمہ شروع کرے اور دوسرے شرکاء حلقہ اس میں اس کے ساتھ شریک ہوں۔ اور جہاں بتانے کی ضرورت ہو (محاضرہ و تقریر) اس کا لحاظ رکھیں اور اس امر میں پوری پوری کوشش کریں کہ اثبات" میں سب لوگ (تمام حاضرین) ایک ساتھ شریک ہوں اور کسی کی آواز" اثبات" میں دوسرے سے الگ اور جداگانہ ہو جب کلمہ نفی و اثبات سے تھکاوٹ پیدا ہونے لگے تو کھڑا ہو جائے اور تین بار کلمہ طیبہ کہے اور کلمہ اثبات کو شروع کرے اور کلمہ اثبات پہلے سے زیادہ کہے جب اس سے بھی تھک جائے کھڑا ہو جائے اور کلمہ طیبہ تین بار کہے اس کے بعد اسم ذات میں مشغول ہو جب تک سکت رکھے۔ جب

---

[1] آش بغرا ایک خاص قسم کا آش ہے جس کا موجد بغرا خان امیر ترکستان ہے اس میں جو کی پھلوڑیاں بھی پڑتی ہیں۔

تینوں کلمہ ختم ہو تو مقام ذکر میں ٹھہرے اور دل میں غور کرے کہ کن واردات سے بہرہ مندی حاصل ہوئی۔ دل کی دھڑکن کا رخ علوی ہے یا سفلی ہے اور مریدوں اور حاضرین ذکر کے دلوں کے رموزات کو معلوم کریں اور اس نکتہ کو پیش نظر رکھیں کہ سالک کے دل کی دو صفتیں اصلی ہیں۔ مبارک ہو اس شخص کو جس نے اپنے دل کو گم کرکے اس کو شناخت کر لیا اور جس نے اس کی طلب میں کوشش کی یہاں تک کہ اس کو پا لیا اور جس میں ادراک نہیں ہے اس کو اپنے دل کی خبر نہیں ہے۔

قطعہ

دل کہ جام جہان نمائی بود　　مرأت وحدت خدائی بود
خبر شہ سکندر و جمشید　　کس چہ داند کہ از چہ رائی بود

ترجمہ:۔ دل جو کہ جام جہاں نما تھا اور وحدت خدائی کا آئینہ تھا، شہ سکندر و جمشید کی کسے خبر کہ کون تھے۔

اور یہ بات مریدوں کے لیے ہے جب وہ اس دریا کو پار کرکے ساحل پر پہنچ جائے پھر دم ونفس پڑھے جیسا کہ شروع میں انہوں نے پڑھا تھا۔ ان امور سے فراغت کے بعد پیران چشت (قدس اللہ اسرارہم) کا فاتحہ پورے اخلاص کے ساتھ پڑھے اور مزید دولت ذوق و شوق کی خواہش کرے اور اپنے پیر اور سر حلقہ کی درازئ عمر اور مسلمانوں کی دعا کے واسطے تکبیر کہے اور اصحاب مصافحہ کریں اور شیخ کے قدموں پر تمام مریدین و ارباب حلقہ سر جھکائیں۔ باہم بھی ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اور پیش قدم پیر بھائی کے لئے دوسرے بھائیوں سے زیادہ عاجزی کریں۔ مصافحہ کا طریقہ اور شیخ کے سامنے سر رکھنے کی وضع کے بارے میں لطیفہ ہفتم میں بیان کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ
ذکر کے اختتام کے بعد سر حلقہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ مناجات پڑھے ارباب حلقہ بھی اسی طرح ہاتھ اٹھائیں اور آمین کہیں۔ مناجات کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لیں۔ مناجات یہ ہے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ السَّادَاتِ وَالْعَالَمِيْنَ شَفِيْعِ الْعُصَاةِ وَالْمُذْنِبِيْنَ مُتَمِّمِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ مُطَهِّرِ الْقُلُوْبِ عَنْ دَنَسِ الشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَعِتْرَتِهِ الطَّاهِرِيْنَ رضی اللہ تعالیٰ عَنْ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا ذَاكِرِيْنَ وَاَمِتْنَا ذَاكِرِيْنَ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ الذَّاكِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا عَاشِقِيْنَ وَاَمِتْنَا عَاشِقِيْنَ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ الْعَاشِقِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا عَارِفِيْنَ وَاَمِتْنَا عَارِفِيْنَ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ الْعَارِفِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنَا مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْاِیْمَانِ وَ اَمِتْنَا عَلَى الْاِیْمَانِ وَ احْشُرْنَا عَلَى الْاِیْمَانِ وَ لَقِّنَّا كَلِمَةَ الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا فِیْ حَیٰوةِ الْعُلَمَاءِ وَ اَمِتْنَا بِمَوْتِ الشُّھَدَآءِ وَ احْشُرْنَا فِیْ زُمْرَةِ الْاَوْلِیَاءِ وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَنْبِیَاءِ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا سَعِیْدًا وَّ اَمِتْنَا سَعِیْدًا وَّ احْشُرْنَا فِیْ زُمْرَةِ السُّعَدَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِوَالِدِیْنَا وَلِاُسْتَاذِنَا وَلِمَشَائِخِنَا وَلِاِخْوَانِنَا وَلِاَصْحَابِنَا وَلِاَحْبَابِنَا وَ وَلِاَرْبَابِنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ تَابِعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ فِی الْخَیْرَاتِ وَلِمَنْ حَضَرَ اِلَیْنَا وَلِمَنْ غَابَ عَنَّا وَلِمَنْ اَسَّسَ بِنَاءَ ھٰذَا الْمَكَانِ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا فِی الدُّنْیَا زِیَارَةَ قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِی الْاٰخِرَةِ لِقَائَهٗ وَشَفَاعَتَهٗ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

ترجمہ:۔ یارب درود نازل فرما سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام سرداروں اور کل جہان والوں کے سردار اور گناہگاروں کے شفیع ہیں۔ اخلاق کی خوبیوں کے کامل کرنے والے دلوں کو شرک و نفاق کے میل سے پاک کرنے والے اور ان کی آل پاک اور ذریت طاہر پر اللہ تعالیٰ ان کے تمام اصحاب سے راضی ہو، یارب ہمیں زندہ رکھ اس حال میں کہ ہم ذاکر ہوں اور ہمیں موت دے اس حال میں کہ ہم ذاکر ہوں اور ہمارا حشر ذاکرین کے گروہ میں کر، یارب ہمیں عاشق زندہ رکھ اور عاشق مار اور عاشقوں کے گروہ میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں عارف زندہ رکھ اور عارف مار اور عارفوں میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں مسکین کی زندگی جلا اور ہمیں مسکینی میں موت دے اور مساکین کی جماعت میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں اسلام و ایمان پر ثابت رکھ اور ہمیں ایمان پر موت دے اور ایمان پر ہمارا حشر کر اور ہمیں کلمۂ ایمان کی تلقین فرما، یارب ہمیں علماء کی زندگی جلا اور شہداء کی موت مار اور اولیاء کے گروہ میں ہمارا حشر کر اور انبیاء کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما، یارب ہمیں سعید زندہ رکھ اور سعید مار اور سعیدوں میں ہمارا حشر کر، یارب ہماری مغفرت کر اور ہمارے بھائیوں کی جو ہم سے ایمان میں سابق ہوئے اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کی طرف سے خلش نہ کر، یارب تو رؤف و رحیم ہے، یارب ہمیں بخش اور ہمارے

والدین کو اور ہمارے استادوں کو اور پیروں کو اور ہمارے بھائیوں اور دوستوں اور احباب واصحاب کو اور تمام ایماندار مردوں اور عورتوں کو اور تمام اسلام والے مردوں اور عورتوں کو زندوں کو اور مردوں کو اور ہمیں اور انہیں نیکیوں میں ملا اور جو ہمارے پاس حاضر ہوا اور جو غائب رہا اور جس نے اس مکان کی بنا رکھی یارب ہمیں نصیب کر دنیا میں زیارت قبر شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آخرت میں ان کی ملاقات اور شفاعت پاکی ہے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب کو جو رب العزت ہے اس سے جو کفار کہتے ہیں اور سلام رسولوں پر اور حمد اللہ کو جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

تکبیر عاشقاں جو بعد ختم فاتحہ پیران چشت یا قبل ذکر حلقہ پڑھی جاتی ہے وہ یہ ہے:-
تکبیر عاشقان صبح و شام مردان را و مردان صبح و شام را مزید ذکر ذاکر ان را عظمتی و بزرگی جمال و جلال خدائے انور پاک مصطفیٰ را چہار یار باصفا را سرزلفین آل طٰہٰ و یٰسین را دوازدہ امام چہاردہ معصوم پاک را اہل بیت را اولیاء را انبیاء را اصفیاء را اتقیا را زہاد را و عباد را مشائخ را سادات را و علماء شریعت را و پیران طریقت را روندگان راہ را و جویندگان درگاہ حق را ائمہ کبار را قبول طاعت و نگاہداشت ایمان خوشنودی مرخدائی را و بلائی کوری شیطان را سلامتی صاحب سجادہ مع فرزندان و خلفا و مریدان و معتقدان برائی مزید دولت دارین و شوق و ذوق محبت و اخلاص کونین ہر کہ با درویش و درویش زادگان بصدق و اخلاص ظاہر و باطن درآید کارش برآید و ہر کہ درافتد کار او برافتد برای انہدام لشکر کفار و نصرت عسکر اسلام دیندار معنی محمد دوازدہ امام ہمبرین سرشاہ تکبیر برآریم اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ الزَّمَانِ شَيْئًا لِلّٰهِ رَجُلَ اللّٰهِ رِجَالَ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ برگزیدہ رحمان انبیاء الیشان خاندان مصطفےٰ و مجتبیٰ چہار یار باصفا شہدار دشت کربلا محمد دوست حبیب اللہ و درست علی ولی اللہ دوست یا کریم یا رحیم اللہ دوست اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ دست و کلہ برزمین نہم پیش خواجگان چشت۔

اس کے بعد اصحاب مصافحہ کریں اور سجدہ بھی کریں اور اپنے سر شیخ کے قدموں پر رکھ دیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں۔

ذکر مشرب وجہ خاص

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگلے درویشوں اور پہلے خدا اور رسول کا سلوک درویشی اسی سلسلہ تربیت پر ہے اور آج بھی ہے۔ اکثر طالبان درگاہ حق اور سالکان راہ مطلق اس طریقہ سے مقصد تک پہنچے ہیں۔ اور مشائخ طریقت اپنے جن مریدوں میں اس کی قابلیت اور صلاحیت دیکھتے ہیں ان کو اس طریقہ سے بھی مخصوص کر دیتے ہیں شعر
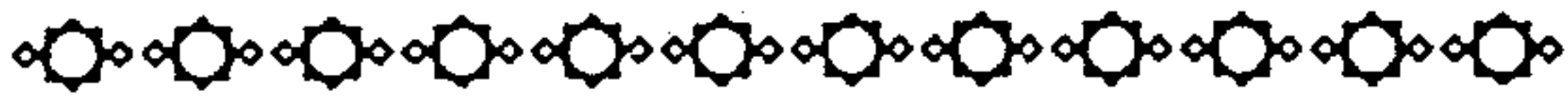
بہر زیر بر کی شتابندہ ایست
بہر راہ جویندہ یابندہ ایست

ترجمہ:- پستی سے بلندی کی طرف کون گیا ہے، وہی جس نے راہ کی تلاش کی اسی نے (منزل) کو پایا۔

جب میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی ملازمت سے مشرف ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی مشرب وجہ خاص کا شغل کرتے تھے اور اپنے تمام مریدوں کو اسی ذریعہ (راستہ) سے حق تعالیٰ سے واصل کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے بعض حضرات نے دریافت کیا تو آپ نے اس مشرب کو لازم کرنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ آج کل کے لوگوں کی ہمتیں بہت کوتاہ ہیں (لوگ پست ہمت ہیں) اور سلسلہ تربیت کی راہ میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں اور مریدوں کی تربیت کے طریقے اور راستے سالکان راہ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ (شیوخ جانتے ہیں کہ مریدوں کو سلوک میں کیا دشواریاں پیش آتی ہیں اور شیخ اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ اپنے مریدوں کی تربیت کس طرح کرے) پس اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ طالبان خدا اور سالکان راہ کو اس مختصر طریقے سے ہی مقصد تک پہنچا دوں (مدت دراز تک ان کو ریاضت میں مشغول نہ رکھوں) اور ان کو وصول حق کے تخت پر بٹھا دوں۔

مثنوی

یکی با قافلہ طی کرد کہسار | یکی در کشتی نشست درکار
براہ بر او عمری بسر کرد | زراہ بحر این کشتی بدر کرد
بکعبہ میرسند ہردو بتقدیر | یکی در سرعت و دیگر بتاخیر

ترجمہ:- ایک نے قافلہ کے ساتھ پہاڑی راستہ طے کیا اور ایک نے کشتی میں بیٹھ کر۔
وہ خشکی کے راستے میں عمر بسر کرتا گیا اور وہ بحری راستے میں کشتی کو کنارے تک لے گیا۔
دونوں کعبہ پہنچ گئے ایک ذرا جلدی اور دوسرا تاخیر سے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ آپ کی وجہ سے اس مشرب خاص کو بڑی رونق حاصل ہوئی اور اس بازار میں خوب گرمی پیدا ہوئی ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی سے پوچھا گیا کہ کیا خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ کا طریقہ متاخرین مشائخ میں سے کس کے طریقۂ تربیت سے مناسبت رکھتا ہے اور کس کے مماثل ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ متاخرین کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ متقدمین کے بارے میں سوال کرو (کہ متقدمین مشائخ میں سے کس کے مشابہ اور مماثل ہے) دو سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ایسے گوناگوں انوار ولایت اور ایسی نوع بنوع عنایت کے انوار جو اللہ کے لطف و کرم اور عنایات نامتناہی سے ان کے حصہ میں آئے کسی اور شیخ طریقت کو نہ حاصل ہو سکے۔

مثنوی

بر آمد خوش چنین پاکیزہ مذہب | زدود از جذبہ آئین مشرب
کہ مردم دیدہ اند آئینہ شان | عکوس پر ز انوار سبحان
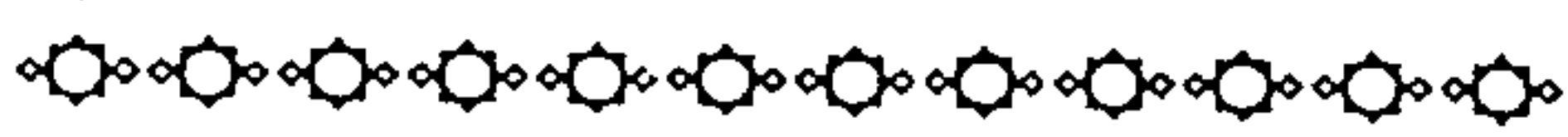
ترجمہ:- وہ ایسے پاکیزہ مذہب ہوئے ہیں کہ ان کے جذبۂ آئینہ مشرب میں سے لوگوں نے انوار سبحان کے پرتو کا عکس دیکھا۔

کیا بات ہے بانی مشرب کی کہ آنکھ جھپکتے مقام علم سے منزل عین میں اپنے دم سے لے آئیں اور کیا کہنا ہے صاحب مذہب کا کہ نفس زدنی سے رتبۂ عین سے درجہ علم میں لانکالیں۔

قطعہ

اگرچہ مظہر نور الہٰی	مشائخ بودہ اند اے یار بسیار
ولیکن چوں بہاء الحق والدین	بنودہ نقشبند این نقش پندار

ترجمہ:- اگرچہ بہت سے مشائخ نورِ الہٰی کا مظہر ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ بہاء الحق والدین کی طرح نقشبند کوئی نہیں ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک شخص (ایک سالک) حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ حضرت کا یہ سلسلہ کہاں منتہی ہوتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے عزیز کوئی شخص سلسلہ سے کسی جگہ اور مقام پر نہیں پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ سلوک سلسلہ صوری سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا تعلق سلسلہ معنوی سے ہے ؎

ابیات

کسی کز خویش را در سلسلہ بست	چہ حاصل گر نہ او از سلسلہ رست
چو خود را بستۂ چوں شیر زنجیر	گسل زنجیر و راہ بیشہ درگیر
کہ بر شیری رسی در تیہ تجرید	کہ باشد بستۂ زنجیر تفرید
چو زنجیری کہ از سر حلقۂ او	مسلسل میرود ہر حلقۂ او
ز مبدا تا معاد راہ وحدت	میانہ حلقہ ہائے زار کثرت
کہ اول حلقۂ زنجیر این در!	تعین اول ست تا دور آخر
بود ثلث افتادہ باشد	چو پوری کز مراتب زادہ باشد
اگر شیری ترا این زنجیر جنبان!	وگر نہ ہیچو روبہ زیر پستان!
کسی کین سلسلہ جنبان نہ باشد	بدو جز بار در انبان نہ باشد

ترجمہ:- جس نے خود کو کسی سلسلہ سے وابستہ کر لیا تو اگر وہ زنجیر دنیا سے آزاد نہیں ہوا تو کیا حاصل۔ جب تو نے خود کو شیر کی طرح زنجیر سے جکڑ لیا ہے تو پہلے شیر کی طرح اس زنجیر کو توڑ دے اور آزاد ہو کر جنگل کا راستہ لے تاکہ تو تجرید کے جنگل میں پہنچ کر کسی شیر سے مل سکے۔ اور ممکن ہے کہ تو تفرید کی زنجیر میں بندھ جائے کہ وہ ایسی زنجیر ہے کہ جس کی ہر کڑی سلسلہ وار دوسری کڑیوں سے ملی ہوئی ہے۔ مبدا سے لے کر معاد تک راہ وحدت ہے اور ہر کڑی کے درمیان کثرت کا میدان ہے۔ اس زنجیر کا پہلا حلقہ اور پہلی کڑی آخری کڑی تک تعین اول ہے اور اس کے بعد

موالیدِ ثلثہ (جمادات، نباتات اور حیوانات) تک یہ سلسلہ موجود ہے اگر تو شیر ہے تو پھر اس زنجیر کو جنبش دے ورنہ پھر تو لومڑی کی طرح شیر کا غلام بنا رہے گا۔ جو کوئی اس سلسلہ سے منسلک نہیں ہے وہ یاد کے سوا نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک عزیز نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے سوال کیا کہ آپ کی یہ درویشی موروثی ہے یا کسبی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس حکم کے مطابق کہ جذباتِ حق کا ایک جذبہ عمل الثقلین کے برابر ہے ہم اس جذبہ کی سعادت سے مشرف ہیں۔ اس شخص نے پھر سوال کیا کہ آپ کے طریقہ میں ذکر جہر و خلوت و سماع ہے فرمایا کہ ہمارے یہاں انجمن میں خلوت ہے یعنی بظاہر خلق کے ساتھ بباطن حق کے ساتھ ؎

شعر

دل و جانم بتو مشغول نظر در چپ و راست
تا ندانند رقیبان کہ تو منظورِ منی

ترجمہ:۔ دل و جاں تیرے ساتھ مشغول ہیں لیکن نظر دائیں بائیں ہے تاکہ رقیب یہ نہ سمجھ سکیں کہ تو میرا مقصود و منظور ہے

جیسا کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [۱]

وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتی اللہ کی یاد سے۔

اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

پس حضرت خواجہ کے مقبول و محبوب مسلک و مشرب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس گروہ کے موافق عقیدہ درست کرے اور اعمال نیک و اتباع سنت کرنے اور حرام و مکروہ سے بچنے اور دلائل وجودِ الٰہی و توحید و ازلیت و ابدیت کو بطریق تصوّر و حضور حضرات خمس حاصل کر لینے کے بعد ہمیشہ کی حضوری ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت بغیر کسی قسم کے انقطاع و پریشانی وغیرہ کے۔

اور جب یہ حضور سالک کے نفس کا ملکہ بن جائے گا ذکر بلا تکلف اس سے یہ فعل سرزد ہونے لگے تب اس ملکہ کو مشاہدہ کہا جائے گا۔ اس دولت عظمیٰ کا حصول تین طریقوں سے ہوتا ہے:۔

پہلا طریقہ ذکر کا ہے یعنی حضور قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کی تکرار کرے اور تمام محدثات کی نفی کرتے ہوئے عدم اور فنا کی نظر سے ان کو دیکھے اور اثبات کی جانب معبود برحق کے وجود کو بلحاظ قدم و بقا مشاہدہ کرے کلمہ طیبہ کی تکرار کے وقت زبان کو تالو سے لگالے اور اپنے دل صنوبری کی طرف جو قلب

---

[۱] پ ۱۸ النور ۳۷

حقیقی ہے متوجہ رہے اور اپنی سانس کو اندر کھینچے اور پوری قوت سے اس کو ادا کرے اور اس طرح ادا کرے کہ دل اس سے متاثر ہو بغیر اس کے کہ اس کا اثر اس کے ظاہر سے نمایاں ہو مثلاً اگر کوئی شخص اس وقت اس کے پہلو میں بیٹھا ہو تو وہ بھی اس تاثر قلبی سے آگاہ نہ ہو سکے۔ لیکن اس فقیر نے اپنے مریدوں کو اس قدر شدت سے ذکر کے اخفا کے لیے کبھی نہیں کہا (کہ اخفا اس قدر شدید ہو) اور اپنا تمام وقت اس ذکر میں صرف کرے اور کسی صورت میں بھی اس شغل کو ترک نہ کرے۔ چلتے پھرتے۔ آتے جاتے۔ گفتگو کرتے، کسی کی بات سنتے۔ سوتے، اٹھتے، بیٹھتے میں یہ شغل ترک نہ ہو۔ اگر بعض دنیوی اشغال کے باعث اس میں بظاہر فتور پڑ جائے۔ تب بھی دل کی آنکھیں اسی طرف لگی رہنی چاہیئے۔ بالکلیہ غافل نہ ہو۔ اگر صبح سے پہلے اس ذکر کی تکرار کی جائے تو اس کے اثر اور برکات زیادہ ہوتے ہیں اور تمام دن اس کی برکات جاری رہتی ہیں۔ خیال رہے کہ کھانا کھاتے، پانی وغیرہ پیتے وقت اس سے غفلت نہ ہو کہ اس صورت میں اس کا اثر جب تک پیٹ میں کھانا رہے گا باقی رہے گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ معمول تھا۔ کہ انہوں نے بابا حسین کو اس بات پر مقرر کیا تھا کہ وہ تمام دوستوں اور مریدوں کے سامنے کھانا کھاتے وقت یہ کہتے رہیں کہ اے دوستو! خبردار! کھاتے وقت اپنی نسبت سے غفلت میں نہ پڑ جانا ورنہ تمہاری جمعیت میں تفرقہ پڑ جائے گا (جمع تفرقہ سے بدل جائے گی) اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اپنی پناہ میں رکھے۔

غزل

کسی کو طالب دیدار باشد ۔۔۔ شب و روز او بئ این کار باشد

نہ باشد خالی یکدم از خیالش ۔۔۔ وگر در خواب وگر بیدار باشد

اگر طالب نباشد این چنین او ۔۔۔ چہ کار آید ازو بیکار باشد

بدست او خورد آب و طعامی ۔۔۔ بپایش در رہ رفتار باشد

بچشم او بہ بیند ہر جمالی ۔۔۔ بگوشش سامع گفتار باشد

نجنبد گاہی اشرف بی ارادہ ۔۔۔ کہ ہرگز دور بی دوار باشد

ترجمہ ا۔ جو کوئی طالب دیدار ہوتا ہے وہ رات اور دن اسی کام میں مصروف رہتا ہے۔

وہ ایک لحظہ کے لئے بھی اس کے خیال سے خالی نہیں رہتا خواہ وہ عالم خواب میں ہو یا عالم بیداری میں

اگر وہ ایسی باتوں کا طالب ہے تو اس کے یہ باتیں کام نہ آئیں گی، اس کے لئے بے کار ہوں گی۔

طالب ایسا ہو کہ اس کا کھانا پینا محبوب کے ہاتھ سے ہو اور رفتار میں وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے والا ہو۔

وہ ہر جمال کو اس دوست ہی کی نظر سے دیکھے اور ہر گفتگو کو اسی کے کانوں سے سنے۔

اے اشرف بغیر ارادے کے وہ جنبش ہی نہیں کرتا۔ جو کوئی اس دوست کے پیچھے ہر وقت پھرنے والا ہے۔

اس شغل میں اس کو ایک کیفیت بے خودی اور بے شعوری پیدا ہوگی جو اس جذبہ کا پیش خیمہ ہے

پس طالب کو چاہیئے کہ خود کو اس کیفیت کے حوالہ کردے اور بقدر طاقت اس کی نگہداری کرے اور جب وہ کیفیت

ختم ہو جائے تو پھر تکرار میں مصروف و مشغول ہو جائے۔ جب یہ کیفیت یکے بعد دیگرے پیدا ہونے لگی تو امید ہے کہ اسے ملکہ حاصل ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ کیفیت بالفعل اس کا حال نہ ہو اور اس کا حال علم میں گم ہو جائے لیکن جس وقت بھی چاہے گا معمولی سی توجہ سے وہ حال اس کو میسر آ جائے گا۔ اور حبس نفس کی صورت یہ ہے کہ اگر مزاج اس کے برداشت کی طاقت رکھتا ہے کہ ایک سانس میں تین بار یا پانچ بار یا سات بار جتنا کہ کر سکے کلمہ کی تکرار کرے۔ خطرات کے مٹانے اور بے خودی کی کیفیت میں پورا دخل ہے اور وجدان و شیرینی اُس سے حاصل ہوتی ہے۔

دوسرا طریقہ توجہ و مراقبہ ہے کہ اُس حقیقتِ بیچون و بیمثال کو جو اسم پاک اللہ سے سمجھی جاتی ہے بلا واسطہ عبارت عربی و فارسی وغیرہ کے اس کو ملاحظہ کرے اور اس حقیقت پر نگاہ رکھتے ہوئے تمام قوتوں اور ادراکوں کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو اور اس معنی پر ہمیشگی برتے اور اس پر نگاہ رکھنے میں اُس وقت تک تکلف کرے کہ کلفت جاتی رہے اور جب یہ معنی تصرف جذبہ سے پہلے وجود سالک میں بالکل دشوار ہو تو چاہیئے کہ معنی مقصود کو ایک نورانی بے ترکیب شکل میں جو تمام کائنات و موجودات کو گھیرے ہو دل کی آنکھ کے سامنے لائے اور اس سے تمام قوتوں اور ادراکوں کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ وہ صورت درمیان سے اُٹھ جائے اور مقصود اُس پر مترتب ہو جائے۔

تیسرا طریقہ پیر کے ساتھ رابطہ ہے جو تربیت یافتہ ہو کر مقام مشاہدہ تک پہنچا ہو اور جو تجلیات ذاتی سے متحقق ہو چکا ہو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے موافق

هُمُ الَّذِيْنَ إِذَا رَأَوْ دُجُوْهِهُمْ ذُكِرَ وا اللهَ ؎۱ — وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کے چہرے دیکھتے ہیں۔

اس کے رابطہ اور دیدار سے ذکر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ایسے حضرات کی صحبت سے اس ارشاد کے مطابق کہ

هم جلساءُ الله ؎۲ — وہ خدا کے ہم نشین ہیں۔

اللہ کی محبت کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ پس جب تم کو ایسے عزیز کی دولت ہم نشینی حاصل ہو اور اس کا اثر تم خود اپنی ہی ذات میں پا لو تو جہاں تک ممکن ہو اس کی نگرانی کرو۔ اگر اس حصول میں کبھی فتور پڑ جائے تو پھر اس صحبت کو حاصل کرو تاکہ اس کی برکت سے اصل مقصد پر تمکن ہو (اللہ تعالیٰ کے جلساء میں شمول ہو جائے) پس اس کا سلسلہ اس طرح جاری رکھے کہ یہ رابطۂ شیخ بھی ملکہ کی صورت اختیار کرے۔ اس طرح کہ اگر وہ محترم ہستی کبھی موجود بھی نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنے خیال میں رکھتے ہوئے ظاہری اور باطنی قوتوں سے کام لے کر قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو اور پھر جو کچھ بھی دل میں آئے اس کی نفی کرے تاکہ بے خودی اور مستی

؎۱ پ ؎۲ پ

کی کیفیت حاصل ہو جائے اور بار بار کے اعادہ سے یہ بھی ملکہ بن جائے اور اس طریقہ سے زیادہ اور کوئی طریقہ اقرب نہیں ہے۔

یہ بات بہت زیادہ وقوع پذیر ہوتی ہے کہ جب مرید میں صلاحیت ہوتی ہے کہ پیر اس میں تصرف کر سکتا ہے تو ایسی حالت میں پیر مرید کو پہلی صحبت ہی میں مشاہدہ کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے اگرچہ اس زمانہ میں ایسے گرامی مرتبت اور صاحب حال پیر کا ملنا کبریت احمر کے حصول سے بھی زیادہ مشکل اور دشوار ہے تو پھر ایسی صورت میں جبکہ ایسا رہنما اور صاحب کشف و مشاہدہ پیر نہ ملے تو پھر اول الذکر دو طریقوں میں سے جو پہلے مذکور ہوئے ایک طریقہ کیساتھ شغل کرے۔ ان تینوں طریقوں کے بیان سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قلب صنوبری پر توجہ جس کو صوفیہ حضرات وقوف قلبی کہتے ہیں تمام اوقات میں ضروری ہے۔ اور حضرت والا نے اس کو لازم سلوک طریقت میں شمار فرمایا ہے چنانچہ حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کا یہ شعر اس طرف اشارہ ہے:

شعر

ما نند مرغی باش ہان بر بیضۂ دل پاسبان کز بیضۂ دل زایدت مستی و ذوق و قہقہہ

ترجمہ:۔ اپنے دل کی پاسبانی اور نگہبانی اس طرح مداومت اور مستعدی کے ساتھ تم کرو جس طرح پرندہ اپنے انڈہ کو سیتا ہے کہ تمہارے بیضۂ دل سے بھی ذوق و مسرت و مستی پیدا ہو سکے۔

اب رہا وقوف زمانی کا معاملہ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وقوف زمانی سے مراد اوقات کا محاسبہ ہے کہ تفرقہ سے اس جمعیت تک گذرتا ہے۔ اسی طرح وقوف عددی ہے۔ اس سے مراد ذکر کی تعداد کا ملاحظہ کرنا ہے کہ اس تعداد سے نتیجہ مرتب ہوا یا نہیں لیکن یہ کوئی لازمی نہیں ہے ممکن ہے کہ ان تینوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر عمل پیرا ہونے سے کسی ایک طریقہ سے انوار و اقعات کا ظہور ہونے لگے اور ہر طرف سے آثار تجلیات کی درفشانی پیدا ہو۔ چاہیئے کہ اس سے روگردانی کرے مقصود حقیقی سے مشغول رہے حضرت خواجہ کے ارشادات سے ہے کہ واقعات علامت ہیں قبول طاعت کی. بس واقعہ سے کوئی دوسری بات حاصل نہیں ہوتی۔

شعر

چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

ترجمہ:۔ میں تو آفتاب کا غلام ہوں جو کچھ کہوں گا وہ آفتاب ہی سے متعلق ہوگا نہ میں رات ہوں اور نہ رات کا پرستار ہوں کہ خواب کی باتیں کروں۔

جب خداوند بزرگ و برتر ان پسندیدہ طریقوں میں مشغول ہونے کی سعادت عطا فرمائے تو یہ خیال رہے کہ خود کو ان کے ساتھ مشہور نہ کرے اور نہ خود مشہور ہونے کی کوشش کرے۔ اپنے ان طریقوں کو پوشیدہ رکھے اور بقدر امکان اس کے اخفا کی کوشش کرے اور ہر محرم نامحرم سے اس کو پوشیدہ رکھے۔

اندرون شو آشنا و از برون بیگانہ وش این چنین زیبا روش کم می بود اندر جہان

ترجمہ:۔ دل سے بیگانہ و آشنا اور باہر سے بیگانہ و نا واقف رہنا دنیا میں یہ پسندیدہ طریقہ بہت ہی کم دیکھا گیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت خواجہ اقدس سرہ سے منقول ہے کہ اس صورت کے لئے زیادہ لطیف نقاب تعلیم و تعلم کا طریقہ ہے جو ارباب علم میں ہوتا ہے اور ہر طائفہ کے پاس ایک بہانہ ہوتا ہے کہ اس بہانہ سے اپنے حال، روش اور مدارج ترقی کو پوشیدہ رکھتے ہیں! حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت کا یہ ارشاد مریدوں اور طالبان سلوک کے لیے ہے۔ ورنہ مرشدان وقت اور پیشوانِ عصر پہ لازم ہے کہ وہ بطریق شہرت ان احوال باطنی میں مشغول ہوں اور خلق کو معلوم ہونے دیں (ان کی نگاہوں سے نہ چھپائیں) حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کے ایک مرید نے اس قسم کی بات حضرت خواجہ کو لکھی تھی تو آپ نے جواب فرمایا تھا کہ تمہاری کتب مطولہ و متداولہ اور دوسری ضخیم کتابوں کی طلب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو تحصیل و تکمیل علوم کا شوق ہے۔ مناسب ہے۔ یہ کیسے کہا جائے کہ علم حاصل نہ کرو۔ ہاں ضرور حاصل کرو لیکن اس طرح کہ طلب علم مقصود اصلی میں خارج اور مانع نہ ہو اور ان علوم کی طرف تمہاری توجہ خاطر تم کو اس طرف سے غافل نہ کر دے۔ جب ملک الموت کا سامنا ہوگا تو آخری سانس سے یہ تمام علوم و فنون جدا ہو جائیں گے۔ اس وقت بس تحقیق سرِ وحدت اور مطلوب حقیقی کی محبت باقی رہ جائے گی جو حقیقتِ انسانی بن چکے ہیں اور اس کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ کسی درویش سے کہا گیا کہ جناب ایک مشہور و معروف شخص جو اپنے خیالی کمالات پر مغرور رہے کہتا ہے کہ اب مجھے کسی مردہ یا زندہ کی احتیاج باقی نہیں ہے (میں کسی کا محتاج نہیں ہوں) یہ سُن کر ان بزرگ درویش نے فرمایا واہ واہ کس قدر غلیظ طبیعت ہے اور کس قدر دبیز حجاب اس کے درمیان حائل ہے اور تنبیہ و ہدایت نہ ہونے کے باعث اب اس کا مرض بہت پرانا ہو گیا ہے اب اس کے علاج کی آسان ترین صورت میں سے ایک صورت یہ ہے کہ اس کی ان مونچھوں اور داڑھی کو جن کی پرورش وہ مدت مدید سے کر رہا ہے اس وقت وہ جس عزت و جاہ پر پہنچا ہوا ہے اعراض کی قینچی سے کاٹ دیا جائے۔ اور وہ بزرگ عمامہ جس کی صورت اس کی گردن پر ایک بار ہے وہ اتار کر کنیزوں اور سپاؤں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور اس کی قیمتی کپڑوں کو مختثوں (ہیجڑوں) کے گھروں میں بھیج دیا جائے اور اس کو گدڑی پہنا کر سر برہنہ کر کے اور ایک جھولی اخروٹوں سے بھر کر اس کی گردن میں ڈال دی جائے۔ پھر اس کو بازاروں اور محلوں میں پھرایا جائے اور وہ اخروٹ گلی کوچوں کے بچوں کی دست برد بنائے جائیں بچوں میں بطور انعام تقسیم کیے جائیں کہ انھوں نے اس مغرور کے سر پر جو چپتیں لگائی ہیں یہ ان کا صلہ ہے ممکن ہے کہ اس طرح ہستی کا موٹا اونٹ کچھ دبلا ہو جائے۔ (غرور و خودی کم ہو جائے) اور اس کے وجود میں یہ صلاحیت پیدا ہو جائے کہ وہ وحدت فقر کی سوئی کے ناکہ سے نکل سکے (فقر کی دنیا میں قدم رکھ سکے) تب کہیں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ

خیال وصل تک پہنچ جائے۔

مثنوی

زموباریک ترکن رشتۂ تن درآید تا درآن سوراخ سوزن

چوتن ازروزن سوزن برآید خیال وحدت حق رو کشاید!

ترجمہ:۔ رشتۂ تن کو بال سے زیادہ باریک کرلو تاکہ وہ وحدت کی سوزن کے سوراخ سے نکل سکے جب جسم اس سوراخ سوزن سے باہر ہو جائے گا تو اس وقت وحدت حق کا خیال اور تصور ممکن ہے۔

فقرو ذلت کا چہرہ عجز وانکسار کی زمین نیاز پر رکھے ظلمت ہستی اور رعونت خود پرستی سے حق تعالےٰ کی پناہ کا طالب ہو تو ممکن ہے کہ پروردگار اپنی عنایت بے غایت سے اس کو اس کشف حجاب اور دبیز پردہ سے نجات دے دے۔ ورنہ یہ ممکن ہے کہ اگر وہ اس حال پر رہا تو موجودہ حجاب رعونت سے کہیں زیادہ دبیز پردہ اور نہ اس پر پڑ جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرے جو ہم خیال نہ ہوں خاص طور پر ایسے لوگوں کی صحبت سے بچے جو نور ایمان سے دور ہیں۔ اور طبیعت کی ظلمات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بایں ہمہ وہ فیض بخشی اور نور رسانی کا دعویٰ کرتے ہیں اور فقر کا لباس پہن کر علم معرفت کے دعویدار بن بیٹھے ہیں اور اپنی تمام عمر دروغ بافی، مکاری اور تباہ کاری میں گزاری ہے (اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان کے عقائد کی خیانتوں اور ان کی مکاریوں کے شر سے محفوظ رکھے)۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے ایک خلیفہ کی یہ رباعی بھی اس سلسلہ میں خوب ہے:

قطعہ

باہرکہ نشستی و نشد جمع دلت وز تو نرمید زحمت آب وگلت

زنہار زصحبتش گریزاں می باش ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

ترجمہ:۔ تم جس کے پاس بیٹھے ہو اگر اس سے تم کو جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی تو ایسا شخص تمہاری زحمت و پریشانی کا مداوا نہیں کر سکتا۔ ہوشیار! ایسے شخص کی صحبت سے ہمیشہ بچتے رہو ورنہ بزرگوں کی روح تم کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگر گروہ صوفیہ کی صحبت اور اس جماعت کی ہم نشینی سے کوئی اثر تمہارے اندر مرتب نہ ہو تو پھر تم کو اس جماعت سے نکل آنا چاہیئے۔

قطعہ

آنہا کہ ریاضت کش و سجادہ نشینند باید کہ خدا را بنمایند و بہ بینند۔

چون حق نمایند ونہ بینند تحقیق — نی اہل سمٰوٰت کہ یاجوج زمین اند
قطاع طریق اند مرو در پی ایشان — کایشان ہمہ غارت گر گنج دل و دینند
تسبیح بکف و بس زانوئے بتلبیس — در بحر کین غرق و فارغ زیقینند

ترجمہ:۔ جو لوگ ریاضت کرنے والے اور سجادہ نشین ہیں ان کو تو خدا نما ہونا چاہیئے۔ دوسروں کو بھی دکھائیں اور خود بھی دیکھیں اور اگر وہ حق نما اور حق بین نہیں ہیں تو پھر بالتحقیق وہ ڈاکو ہیں۔ ان کو اہل آسمان کہنا غلط ہے وہ زمین کے یاجوج ہیں تم ان کی پیروی نہ کرنا کہ وہ دین و دل کے خزانہ کے لوٹنے والے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں تسبیح ہے لیکن زانو کے نیچے دھوکا ہے وہ بحر کین میں غرق ہیں اور یقین سے فارغ ہیں۔

اس قسم کی باتیں بیان کرنا یا ان کو معرض تحریر میں لانا میرا شعار نہیں ہے لیکن چونکہ تمہارے اندر اخلاص موجود ہے اس لئے یہ باتیں تحریر کی جا رہی ہیں۔

قطعہ

شدہ عمرم ہمہ پی کردکردار — بمنزل نارسید از ہیچ ہنجار
نشان دادست از کنج مقصود — توانی گر گہر از سنگ بردار

ترجمہ:۔ میری تمام عمر کردار کے لئے تھی لیکن کوئی بھی منزل تک نہ پہنچا۔ کنج مقصود کا نشان بتا دیا ہے تو اگر پتھروں سے موتی اٹھا سکتا ہے تو اٹھا لے۔

حضرات نقشبندیہ کے مسلک کے اہم اصول

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خواجگان نقشبند (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کا ارشاد ہے:۔ یاد کرد۔ بازگشت۔ نگہداشت۔ یادداشت۔ وقوف زمانی۔ وقوف عددی۔ وقوف قلبی۔ نظر در قدم۔ ہوش در دم۔ خلوت در انجمن۔ سفر در وطن

مثنوی

اگر سالک براہ نقشبند است — مراد را زاد رہ این نقش چند است
کہ گوید تقتدائے نقش بندان — چنین رہ است در دل نقش بندان
نظر در راہ بر پشت قدم دار — بیاد یار اندر ہوش دم دار!
چو خلوت خواہی اندر انجمن کن — سفر از سیر باطن در وطن کن!
براہ یاد کرد او نشستی — یکی کن سوئے دلبر بازگشتی
بانفاس عدد باید نگہداشت — بیاد یار باید کرد دل داشت
وقوف قلبی و دیگر زمانی — وقوف عددی باید نشانی

ترجمہ:۔ اگر سالک طریقہ نقشبندیہ پر گامزن ہے تو اس کے لیے اس سلسلہ کے چند اصول کی پابندی ضروری ہے۔ اس لیے کہ نقشبندیوں کے پیشوا (حضرت بہاء الدین نقشبند) کا یہ ارشاد ہے کہ:

بس یہی راستہ ہے تم ان نقوش کو دل میں رکھ لو کہ اس راستہ میں پشت قدم پر نظر ہونا چاہیئے اور محبوب حقیقی کی یا دکو عالم ہوش میں ہر سانس کے ساتھ قائم رکھو۔ اگر خلوت کے خواہاں ہو تو انجمن میں خلوت کی کیفیت پیدا کرو اور وطن میں رہ کر باطن کے سفر میں مشغول ہو جاؤ اور اس محبوب کی یاد میں ہر وقت بیٹھے رہو اور تمہاری بازگشت اسی محبوب کی طرف ہونا چاہیئے اپنی سانسوں کے عدد کا لحاظ رکھو اور دوست کی یاد میں دل کی نگرانی کرو۔ وقوف قلبی اور وقوف زمانی کا خیال رکھو اور وقوف عددی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

اس سلسلہ کے لطائف و اشارات اس فن کے طالبوں پر پوشیدہ نہیں ہیں وہ ان سے واقف ہیں بس ان کے حصول کے لیے دل کو خدا سے لگانا ضروری ہے اور اس کے سوا جو کچھ دل میں ہے اس کا ترک شرط ضروری ہے، فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا[1] (پس تم اس سے روگردانی کرلو جو ہمارے ذکر سے روگرداں ہے) یہ حضرت باری تعالیٰ کی پیش گاہ واجب الامتثال کا حکم ہے اور یہاں کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے۔ پس جو کوئی ظاہری اور معنوی مشاغل سے پورے طور پر اعراض کرسکتا ہے وہی اس دولت کی نقدی کو پاسکتا ہے ؎

تو مباش اصلاً کمال اینست وبس	روز خود گم شو وصال اینست وبس
از خود چو گذشتی ہمہ عیش است وخوشی	از تو تا دوست بس حجاب تو توئی

ترجمہ:۔ تو خود اصلاً نہ رہے بس یہی کمال ہے۔ تو خود اس میں گم ہو جا بس یہی وصال ہے۔
اگر تو خود سے گذر گیا تو سب عیش و مسرت ہے، دوست کے اور تیرے درمیان حجاب تو خود ہے۔

پس جمعیت کی نسبت اسی کے لیے مسلم ہے کہ اپنی حقیقت کو اس حدیث کے بموجب کنت کنزاً مخفیاً (الی آخرہ) اپنے انفاس سے اپنی نسبت کو علیحدہ کردے (اپنی ہستی کو فراموش کردے) اور حق وسبحانہ وتعالیٰ کے سوا اس کے انفاس سے اور کچھ متعلق نہ ہو۔ اور یہ بات اس وقت پیدا ہو سکتی ہے کہ اس کو بحسب انفاس معرفت قلب حاصل ہو۔ سالکوں کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ اس بات کو دیکھیں اور اس پر غور کریں کہ ان کا دل لگاؤ کس سے ہے۔ اگر غیر حق سے ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دل واصل بحق نہیں بلکہ واصل بغیر ہے اور اگر حق سے آگاہی ہے اور دل اس سے مشغول ہے تو حق سے پیوستہ ہے اور خود سے کٹا ہوا ہے۔ جیسا کہ مولانا روم نے فرمایا ہے:

مثنوی

اتصال بی تکیف و بی قیاس	ہست رب الناس را با جان وناس
تا معیشت راست آمد زانکہ فرد	با کسی حق است گو را دوست کرد
گر کشایم بحث ایں را من لبانہ	باسوال و با جواب آید دراز
ذوق نکتہ عشق از من می رود	نقش خدمت نقش دیگر می شود

---

[1] پ ۲۷ نجم ۲۹

بس کنم خود زیرکان را این بس است بانگ دو کردم اگر در دہ کس است

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا تعلق انسانوں اور جنوں سے بے حد و بے حساب ہے یعنی ایسا تعلق جسے ہم سوچ نہیں سکتے اور نہ جس کا ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔ (۲) ایسے انسان کی زندگی کے اسباب بالکل درست ہیں جو سچے انسانوں کو اپنا دوست بنائے (یعنی جھوٹوں سے دور رہے)

(۳) اس سلسلے میں اگر گفتگو شروع کروں تو سوال و جواب کا سلسلہ بہت طویل ہو جائے گا اور بحث پھر بھی پوری نہ ہو گی۔ (۴) اگر تو باذوق ہے (یعنی سالک راہ عشق ہے) تو مجھ سے عشق (عرفان الٰہی) کا یہ نکتہ سیکھ لے کہ غیر سے کبھی تعلق نہ پیدا کر۔ (۵) میری اتنی چھوٹی سی بات ہی عقلمندوں کے لئے کافی ہے کہ اگر کسی کو پیالے کی تلچھٹ ہی مل گئی ہے تو اُسے اسی پر اکتفا کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے بندہ کو محض اس کے اصطفا (صفائے قلب) کے باعث برگزیدہ کیا ہے اور اس کو مقام شہود و حضور سے مشرف فرمایا ہے اور اس کے نفس کو محل ظہور سے اور اعتبار کے درجہ سے بغلبۂ شہود و نور اس کی نظروں سے ساقط کر دیا ہو تو ایسا نفس منور اس لائق ہے کہ اس کو "انجم" کہا جا سکے۔ اور اس کی قسم کھائی جا سکے جس طرح کہ اس کی قسم کھائی گئی وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی[1] (اور قسم ہے ستارے کی جب وہ آسمان سے اترے) یعنی محل ظہور سے غربت اور درجۂ اعتبار سے اس کا سقوط اور اس کا منور ہونا ہی عینیت "نور النور" ہے (نورِ حقیقی ہے)

اذکار خضریہ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا ہم نے بعض طالبان طریقت کو اذکار خضریہ میں مشغول رکھا تھا اور ان کے اسرار کو ان کا معمول بنا دیا تھا۔ اگرچہ یہ مشرب و مسلک خضریہ بھی لطافت و غرابت سے خالی نہیں ہے اور مقصد سے زیادہ نزدیک ہے لیکن مشرب خاندان چشتیہ اور اس دودمان بہشتیہ کے ذوق و شوق کی تو بات ہی کچھ اور ہے (اللہ تعالیٰ بزرگان چشت کی خوابگاہ کو جنت بنائے) مشائخ سلف نے اپنے مریدوں کی رہنمائی اور رشد و ہدایت کے لئے اور مستفیدان طریقت کے سلوک کے لئے خود سے اور انفرادی طور پر ہر ایک کے لئے ایک طریقہ اور ایک نہج مقرر فرما دیا تھا (ہر ایک شیخ کا ہر فرد کے لحاظ سے ایک مخصوص اور معین طریقہ تھا جس پر وہ ان کو عمل پیرا ہونے کا حکم دیتے تھے اور ان کی رہنمائی فرماتے تھے) لیکن مشائخ چشتیہ کا طریقہ اور ان پسندیدہ کیشوں کی روش (اس معاملہ میں) کچھ اور ہے۔ قطعہ

یدان کاندر جہان از روئے عرفان گرفتہ ہر کسی پاکیزہ مذہب
ہمہ اصحاب از وجدان و عرفان تفاخر می کنند باہم ز منصب
اگر دانند ذوق از مشرب ما گذارند مذہب و گیرند مشرب

ترجمہ: از روئے عرفان دنیا کے اندر ہر کسی نے ایک پاکیزہ مشرب کو اختیار کر لیا ہے، تمام ہی لوگ از روئے وجدان و عرفان اپنے اپنے منصب پر نازاں ہیں۔ اگر ان حضرات کو ہمارے مشرب کے ذوق

[1] پ ۲۷ سورۃ النجم ۱

کا پتہ چل جاتا تو اپنا مشرب ترک کر کے ہمارا مشرب اختیار کر لیتے۔
ان حضرات چشتیہ کا مشرب مقصد سے بہت زیادہ نزدیک ہے پس جو کوئی سلسلہ چشتیہ کی دوستی کا مدعی ہے اور اس خاندان قدیم اور دودمان کریم اہل چشت کی دوستداری کا دعویدار ہے اس میں یہ دو صفتیں ہونا چاہیئے ایک ترک و ایثار اور دوسرے عشق و انکسار جس میں یہ دو صفتیں موجود نہیں سمجھ لیجئے کہ اس کو مسلک چشتیہ سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ او رہ وہ بہشتی مشرب سے بہرہ یاب نہیں ہے۔

قطعہ

اگر در طالبان راہ ای یار نباشد ترک مال و عشق دلدار
مگو دی را تو ای دل طالب حق کہ ہستند طالب دنیائی غدار

ترجمہ: اگر طالبان معرفت کے اندر ترک مال اور عشق محبوب کی کیفیت نہیں ہے تو اے دل تو ایسے لوگوں کو طالبان حق مت کہہ وہ تو اس دنیائے غدار کے طالب ہیں نہ کہ حق کے۔
اس لیے کہ جب ان کی نظر دنیا کے مردار پہ ہوگی اس کے خواہاں ہوں گے اور اس جیفہ مردار کی طرف ان کی رغبت ہوگی تو ان کی جمعیت میں تفرقہ پیدا ہوگا اور تربیت میں تردد رونما ہوگا۔

قطعہ

ہمہ آفت کہ باشد طالبان را ز میل جیفہ خونبار باشد
اگر این راہ زن دنیا نہ باشد ہمہ کس طالب دیدار باشد

ترجمہ: طالبان راہ کے لیے تمام تر آفت اس مردار و خونبار دنیا کی طرف رغبت ہے اگر یہ رہزن دنیا بیچ میں نہ ہوتی تو پھر تو ہر شخص ہی طالب دیدار ہوتا ہے۔

لیس الحجاب بین الخالق والمخلوق الا منزلا واحدا وھی الدنیا وزخرفھا — خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی حجاب نہیں سوائے منزل واحد کے اور وہ ہے دنیا اور اس کی آرائش

طریقہ ارشاد و تربیت مشائخ چشتیہ — اس خاندان میں ارشاد کی ابتدا اس طرح کی جاتی ہے کہ مرید دوامی طور پہ دل کے آئینہ پہ اپنی توجہ مبذول کرے تاکہ رفتہ رفتہ محسوسات ساقط ہو جائیں اور پیر کی صفات مرید میں سرایت کر جائیں اور اللہ تعالیٰ کے انوار مرید کے دل میں جلوہ گر ہو جائیں اور یہ آیہ کریمہ:

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ[1] — اور فرما دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔

کے بموجب مقصود حاصل ہو جائے۔ خواہ حالت سری ہو یا جہری، شدت ہو یا نرمی ہر صورت میں جس چیز پہ

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۱

بھی نظر کی جائے دیدۂ دل سے دوست کے خیال پر نظر کرے۔

قال الاشرف کلما نظرت فی العالم الصانع ما رایت مصنوعاً الا شاھدت فیہ قدرت اللہ۔

(اشرف کہتا ہے میں نے عالم صانع میں کسی ایسے مصنوع کو نہیں دیکھا جس میں قدرت الٰہی کا میں نے مشاہدہ نہ کیا ہو۔)

کلمہ لا الٰہ الا اللہ ایک صیقل کی طرح ہے اور دل آئینہ کی مانند ہے جب بھی دل پر مناہی کا زنگار اور معصیت کا حجاب آجاتا ہے تو پھر وہ عالم علوی کے مکاشفات اور معارف بالحق کے قابل نہیں رہتا اگر دنیا کی محبت موجود ہے تو وہ آفتاب وجود اور اطوار دل کے درمیان ایک برزخ بن جائے گی۔ کہا گیا ہے کہ دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی اصل ہے اور ظاہر ہے کہ آئینہ دل کا زنگار صیقل سے دور کیا جا سکتا ہے اگر آئینۂ دل پر بشریت کا زنگار بہت زیادہ ہے تو ایک اربعین (چلہ) سے وہ دور ہو سکتا ہے۔ اور اگر یہ زنگار کم ہے تو ایک عشرہ تک خلوت میں معتکف رہے تو یہ تلوین) صفا سے بدل جائے گی اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ ذکر کے ایک حلقہ کی نشست ہی سے ان کے آئینہ دل سے غبار چھوٹ جاتا ہے ؎ شعر

خواہد کہ بہ بیند رخ اندر رخ مقصود　　زنگار ز آئینہ بہ صیقل بزدائید

اگر تم چاہتے ہو کہ رخ مقصود کا نظارہ کرو تو صیقل ذکر سے دل کے آئینہ سے زنگار دور کردو

لیکن یہ بات صرف منتہی حضرات کیلئے مخصوص ہے۔ بتدی کو اس سلسلہ میں بڑی ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ مبتدی کو ذکر پر مداومت رکھنی چاہیئے تب کہیں وہ اس مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اذکار جعفری اور اس سلسلہ کے معارف باطنی کا حصر ممکن نہیں ہے محض تیمناً و تبرکاً اور طالبوں کے تسکین قلب کے لئے یہاں کچھ لکھے جاتے ہیں کہ ان اذکار میں اشارات غریب اور عجیب نشانیاں موجود ہیں من ذاق یدر (جو چکھے وہی جانے)

دلت ای یار شداں لوح اسرار　　کہ بر دی حرف دیگر نیست جز یار

ولیکن چون بر آید حرف دوئی　　چو لوح از صورۂ کثرت نشوئی

ترجمہ: وہ لوح تیری تجلی سے اے دوست لوح اسرار بن گئی ہے کہ اس لوح پر سوائے دوست کے اور کچھ مرقوم نہیں ہے لیکن جب اس پر دوئی کی گفتگو تحریر نہیں ہے کلام دوئی نہیں کیا جا سکتا ہے پھر اس لوح کو صاف نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ کثرت کی تحریر کو مٹا نہ دیا جائے۔

(ب ۴۵۶ پر صورت شکل صنوبری مرقوم ہے)
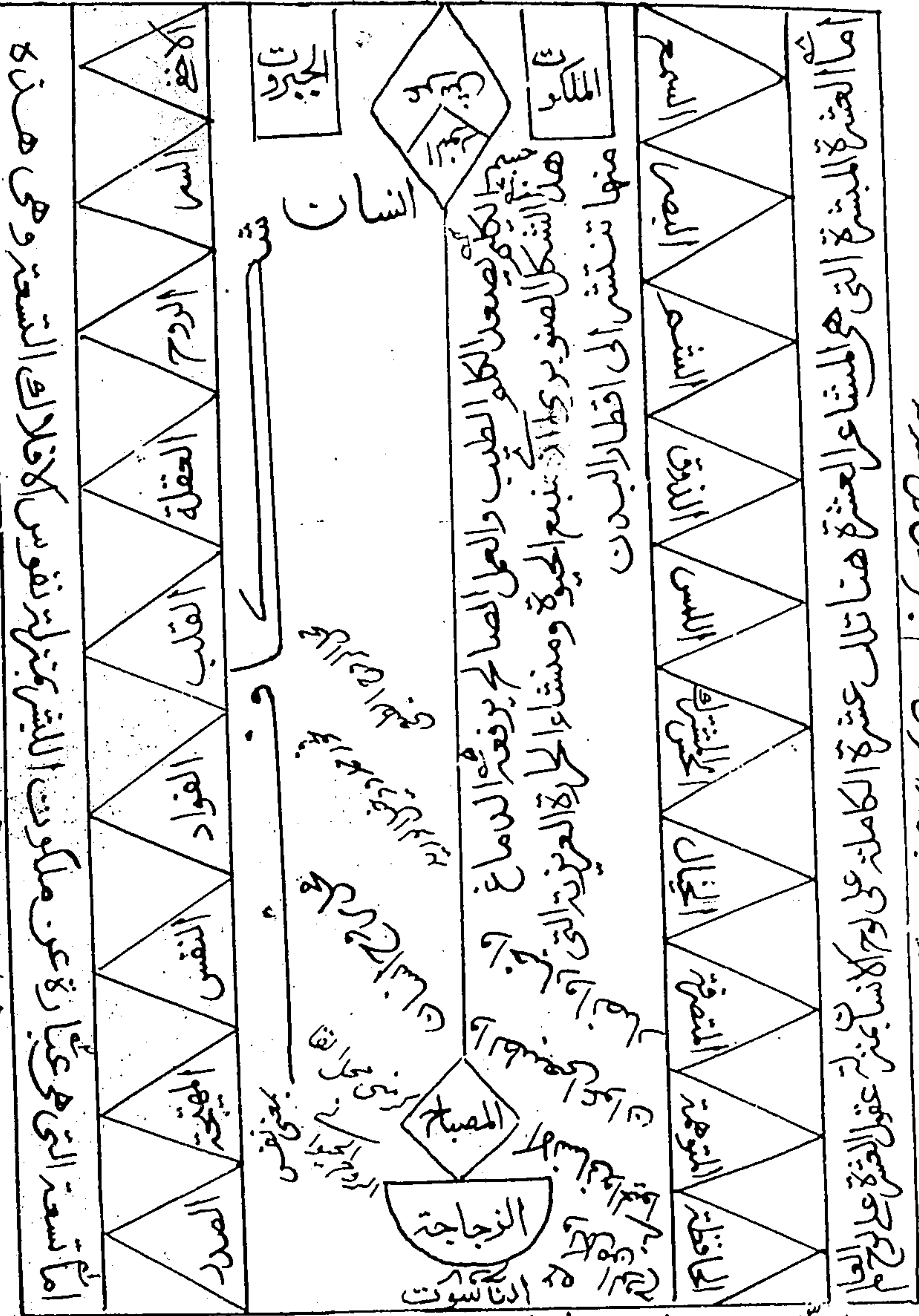
الملکوت — الجبروت

انسان

السمع | البصر | الشم | الذوق | اللمس | المتخیلة | الخیال | المتصرفة | المتوهمة | الحافظة

الاخفی | السر | الروح | العقلة | القلب | الفؤاد | النفس | المهجة | الصدر

الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه الدماغ

هذا الشکل الصنوبری الذی منبع الحیوة ومنشاء الحرارة الغریزیة التی منها تنتشر الی اقطار البدن

المصباح — الزجاجة — الناسوت

اما العشرة المبشرة التی هی المشاعر العشرة هنا تلک عشرة الکاملة علی لوح الانسان بمنزلة عقول العشرة علی لوح العالم

مثال برزخ صنوبری

لواحة البشر علیها تسعة عشر

۱؎ واو اینست ۱۲ ۲؎ لیکن نہ کہ آن عبارت است از ملکوت بشر بمنزلہ نفوس افلاک تسعہ پس آن این ست ۱۲
۳؎ سوزندہ است او میان را فرشتگان بر آن دوزخ نوزدہ اند ۱۲ ۴؎ بسوئے او صعود میکند کلمات طیبہ و بردارد عمل نیک را ۱۲
۵؎ میگوید مراد از عمل دماغ است ۱۲ ۶؎ و برائے ہریکے از روح انسانی و حیوانی و طبعی اعوان د اخبار و انصار است ۱۲ ۷؎
این شکل صنوبری منبع حیات و منشاء حرارت غریزی است کہ منتشر میشود از و بسوئے اقطار بدن ۱۲ ۸؎ لیکن عشر مبشرہ
کہ مشاعر است اینجا پس آن عشرہ کاملہ است بر لوح انسان بمنزلہ عقول عشرہ بر لوح عالم ۱۲

لطیفہ ۱۰

تفکر و مراقبہ، جمع و تفرقہ کے شرائط

(دربیان شرائط تفکر و مراقبہ و جمع و تفرقہ)

قال الاشرف:

التفکّر ھو الاخراج عن الباطل والاندراج فی الحقّ الکامل

ترجمہ:۔ اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ باطل سے خارج ہونا اور کامل حق میں مندرج ہونا تفکّر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کوئی عبادت تفکر سے بالاتر نہیں ہے۔ نوع انسانی کو دوسری انواع کے مقابل میں اس سے شرف خاص حاصل ہے وہ شریف ترین قوت جو سرشتِ انسان میں انواع کے اعتبار سے رکھی گئی ہے اور نفیس ترین جوہر جو سلسلہ جسمانی میں ودلیعت کیا گیا ہے وہ یہی تفکر ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں:۔

بیت

ای برادر تو ہمین اندیشۂ — ما بقی تو استخوان و ریشۂ

گر گل است اندیشۂ تو گلشنی — ور بود خار تو ہیمہ گلخنی

ترجمہ:۔ اے عزیز! تیرے اندر جو کچھ ہے وہ یہی اندیشہ اور تفکّر ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ محض ہڈیاں اور رگیں اور پٹھے ہیں۔ اگر تو پھول ہے تو تیرا اندیشہ گلشن ہے اور اگر تو خار ہے تو آتش دان میں جائے گا

صوفیہ کرام کے نزدیک تفکر کے چند مراتب ہیں جب مقدّماتِ علوم میں سالک کو غور و فکر پیدا ہو تو اس کو تذکر کہتے ہیں۔ اور جب وہ اس مقام سے ترقی کرتا ہے اور اس سے بلند مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو فکرت کہتے ہیں اور فکرت سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کا نام تفکر ہے۔ (پس اس طرح یہ تین مراتب ہوئے۔ تذکر، فکرت، تفکر) چنانچہ گلشن راز کے مصنف (محمود شبستری) فرماتے ہیں ؎

مثنوی

تفکّر رفتن از باطل سوئی حق — بجزو اندر بدیدن کل مطلق

حکیمان کاندرین کردند تصنیف — چنین گفتند در ہنگام تعریف

کہ چون حاصل شود در دل تصوّر — نخستین حال او باشد تذکر

وزو چون بگذرد ہنگام عبرت — بود نام وی اندر عرف فکرت

تصوّر کان بود بہرِ تدبّر بنزد اہل دل باشد تفکّر

ترجمہ:۔ باطل سے نکل کر حق محض کی طرف پہنچنا اور کل مطلق کا دیکھنا تفکر ہے۔ حکما اور ارباب دانش نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے تفکر کی تعریف کے وقت وہ اس طرح کہتے ہیں کہ جب دل میں تصوّر حاصل ہو تو پہلے مرتبہ میں اس کا نام تذکر ہوگا اور جب اس کے آگے عبرت کے حصول کے لئے قدم بڑھایا جائے گا تو پھر اس کا نام فکرت ہوگا، وہ تصوّر جو تدبّر کے لئے ہو اہل دل اس کو تفکر کہتے ہیں۔

جناب قاضی حجت نے ان تینوں آثار کا استفسار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

تفکر ساعة خير من عبادة ستة وستين سنة ومن عبادة الثقلين

(ایک گھڑی کا تفکر چھیاسٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جن و انسان کی عبادت سے)

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ ہر ایک شیخ نے اس حدیث نبوی اور اخبار مصطفوی کے معانی اپنی اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق مراد لئے ہیں۔ بعض شیوخ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث شریف میں پہلا اشارہ دلائل اثبات صانع میں تفکر ہے اور دوسرا اشارہ دلائل وحدت صانع میں تفکر ہے اور تیسرا اشارہ صانع حقیقی سے جو عجائبات اور صنائع غریبہ ظہور میں آتے ہیں ان میں غور و فکر کرنا ہے۔ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ پہلا اشارہ عالم ملک میں تفکر کی طرف ہے اور دوسرا عالم ملکوت کے تدبر کی طرف، اور تیسرا عالم جبروت کے تحیّر پر ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں پہلا اشارہ اجزائے بدنیہ اور اعضائے نفسیہ میں تفکر کی طرف ہے اور دوسرا اشارہ دلالت کرتا ہے انوار قلبی اور آثار لاریبی میں تفکر کرنے پر اور تیسرا اشارہ دلالت کرتا ہے پے بہ پے کواشف روحیہ اور یکے بعد دیگرے عوارف فتوحیہ کی جانب، لیکن اس فقیر (قدوة الکبرا) کے نزدیک پہلا اشارہ ہے توحید افعال کے تذکر کی طرف اور دوسرا دلالت ہے فکرت توحید صفات پر اور تیسرا اشارہ حصول تفکّر توحید ذات کی طرف اور اس میں فنا ہو جانے کی طرف ہے افعال و صفات کے ساتھ اس لئے کہ سالک کا حصول کار اور وصولِ آثار صرف تفکر نہیں ہے بلکہ تفکر کا نتیجہ کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ ہے غیبت وجود (اپنے وجود سے غافل و غائب ہو جانا) جیسا کہ میر حسن حسینی نے کہا ہے ؎

شعر

فکر تو ہنوز خار خار است
چون فکر نماند عین کار است

ترجمہ:۔ ابھی تو تیری فکر الجھنوں میں گرفتار ہے جب کوئی فکر نہ رہے تب سمجھ کہ اب کام بنا۔

حضرت قدوة الکبرا نے فرمایا کہ سب سے بہترین نعمت جو انسان کے خوانِ دل میں رکھی گئی ہے اور عظیم ترین دولت جس کی طرف لوگوں کو راغب کیا گیا ہے وہ تفکر ہے۔ اس بناء پر اصحاب تفکر اور ارباب تذکر کو قرآن مجید میں خطاب کے شرف سے نوازا گیا ہے اور چند مقامات پر ان کی نفاست کے باعث یاددہانی کرائی گئی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:-

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ج[1]

جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پر لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں وہ غور کرتے ہیں۔ (کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ (سب کچھ) بیکار پیدا نہیں کیا۔

مثنوی

چہ گوہر آمد از دریائی افکار
که زرخ او بود کونین یکبار

چو گوہر افتد از دریاء فکرت
بدست آید ہمہ صحرائی فطرت

چہ سودی ہست در سودائی فکرش
کہ برتر آمد از کالائی ذکرش

چہ سرّی ہست در راہ تفکّر
کہ برہم میسزند دل از تحیّر

چو فکرت نیست در انبان انسان
مگو انسان کہ ناطق نیست حیوان

چو انسان شد بنطق ہر معانی
بیان ملہم از بہر چہ خوانی

چو انسان را نباشد از تفکّر
چہ حاصل آید ازوی جز مدوّر

زہی کز فکر پوی در جلاوت
ہزاران سال ندید از عبادت

ازان فرمود آن فرخندہ افعال
کہ فکرت ساعت وسبعین الف سال

زہی بہر تفکّر تیز رفتار
کہ اورا نیست ہر دہ بحر و کہسار

شرف از فکر یابد بہرہ سالک
شود بر گردش افلاک مالک

ترجمہ:- تفکّر دریائے فکر کا ایسا گوہر آبدار ہے کہ یہ کونین اس کا یکبارگی سودا ہے۔ (یعنی دونوں جہان اس کی پہلی بولی (نرخ یکبار) ہیں۔ اگر دریائے فکر سے یہ موتی تیرے ہاتھ آجائیں تو کیا کہنے ہیں کہ ان کے حاصل ہونے سے تمام صحرائے فطرت تیرے قبضہ میں آجائے گا۔ اس سودائے فکر کا ذرا نفع تو دیکھو کہ اس متاع ذکر سے اونچی اور بلند قیمت اور کوئی متاع نہیں ہے۔ راہ تفکّر پر چلنا کیسا بھید ہے کہ حیرت سے دل برہم ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کی جھولی میں فکر کا سرمایہ نہیں ہے تو اس حیوان کا ناطق ہونا تو کجا حیوان ہونا بھی مشتبہ ہے۔ انسان جب اس قوت نطق کی بدولت ہر معانی کو سمجھتا ہے تو پھر بیان ملہم کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صاف صاف کہہ دینا چاہیئے کہ انسان کے پاس اگر تفکر کا سرمایہ نہیں ہے تو پھر وہ یوں ہی پرکار کی طرح چکّر کھاتا رہے گا۔ اس سرمایہ کے کیا کہنے جس کی بدولت فکر کو توانائی اور جوانمردی حاصل ہو اور ایسی توانائی جو ہزاروں سال کی عبادت سے بھی نہیں آسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ساعت کی فکر ستر ہزار سال کی عبادت سے برتر ہے۔ سبحان اللہ تفکّر کی چال اس قدر تیز رفتار ہے کہ بحر و کہسار کوئی اس کے مانع وحائل نہیں ہو سکتے۔ اے شرف (اشرف) سالک کے پاس فکر کا حصہ ضرور ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا ہے کہ وہ فکر سے بہرہ ور ہے تو وہ گردش افلاک کا مالک بن جائے گا۔

---

[1] پ ۴ آل عمران ۱۹۱

یہاں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ ذاتِ الٰہی میں تفکر اس لئے ممتنع اور محال ہے کہ اس کی ذات پاک کا دامن دستِ تفکر سے نہیں پکڑ سکتے اور پائے فکر سے اس خطرناک راستہ کو طے نہیں کیا جا سکتا (اس لئے ذات الٰہی میں تفکر کرنے سے منع کر دیا گیا ہے)

قطعہ

زہی کز خوف یحذرکم روان نیست   نہایت منزل اورا عیان نیست
چرا باید شدن راہِ خطرناک   بسودائی کہ سودی کاروان نیست

ترجمہ:۔ اس راہ پر چلنا پرخوف ہے کیونکہ منزل عیان نہیں ہے لہٰذا خطرناک راہ پر کیوں چلا جائے کہ یہ سودا کاروان کے لیئے سودمند نہیں ہے۔

یہ آنکھیں اس کے مشاہدہ جمال سے چکا چوند ہیں (خیرہ ہیں کیا جانیں کہ کیا دیکھا) اور بصیرت باطن اس کے جمال کی حقیقت کی دریافت سے عاجز و درماندہ ہے اور انجام کار اس کا حاصل بے سیرگی کے سوا کچھ نہیں اور سوائے خیرگی اور حیرانی کے کچھ نہیں مل سکتا۔

مثنوی

آنکہ در ذاتش تفکر کردنیست   فی الحقیقت آن نظر در ذات نیست
ہست آن پندار او زیرِ براہ   صدہزاران پردہ آمد تا الٰہ

ترجمہ:۔ یہ جو اس کی ذات میں تفکر کر رہا ہے یہ حقیقت میں اس کی ذات میں تفکر نہیں ہے کہ اس گمان کی راہ میں رکاوٹیں ہیں کہ اس گمان اور اس کی ذات کے مابین ہزاروں پردے ہیں۔

اگر اس کے خورشید جمال کا ایک پرتو بھی پڑ جائے تو کائنات تاب نہ لا کر معدوم ہو جائے اور اس کے خورشید ذات کی ایک کرن چمک جائے تو موجودات درہم برہم ہو جائیں۔

مثنوی

ذرہ خورشید زنور قدم   گر سوئی آفاق برآرد علم
نیست بود درخت ہمہ کائنات   از تفِ یک لمعہ خورشید ذات

ترجمہ:۔ اگر اس نور قدم کے خورشید کا ایک ذرہ بھی اس دنیا پر جلوہ نما ہو جائے تو تمام کائنات کا سرمایہ اس خورشید ذات کی ایک تجلی سے فنا ہو جائے۔

اس سلسلہ میں مراقبہ اور محاسبہ کا تذکرہ آگیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ سالک کی ابتدائے کار کے سلسلہ میں مشائخ عظام نے جو چند الفاظ وضع فرمائے ہیں وہ مواعظہ و محاسبہ اور مراقبہ ہیں۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مراقبہ صرف مبتدی کیلئے ہے ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مبتدی کیلئے بھی ہے اور منتہی کیلئے بھی، البتہ ہر محل کے لئے اس کی کیفیات مختلف ہیں۔ چنانچہ ابتدائے کار میں (مبتدی کے لیے) اس کی صورت یہ ہے کہ دل میں ہمیشہ اور ہر وقت اس بات کا یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ میرے احوال کا ناظر ہے اور ان سے مطلع ہے اور جو کچھ

ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے اس کے علم میں ہے۔ بعض بزرگوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو یہی تاکید فرماتے ہیں اس لیے کہ اس صورت میں جب مرید کے تمام اوقات اس تفکر میں گزریں گے کہ خداوند تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور میرے احوال پر ناظر ہے اور میرے اسرار سے آگاہ ہے تو پھر اس سے معصیت کا صدور نہیں ہوگا اور اگر معصیت پہ آمادہ بھی ہوگا۔ تو اس یقین کے پیش نظر اس سے اجتناب کرے گا۔ اس صورت حال سے اس کی ترقی ہوگی (سلوک میں اس کے قدم آگے بڑھیں گے)

ایک شیخ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے بہت سے ارادتمند تھے۔ ان عقیدت کیشوں میں ان کا ایک مخصوص مرید تھا جو دوسروں کے رازوں سے شیخ کو مطلع کرتا رہتا تھا۔ ایک بار دوسرے مریدوں نے رشک کے باعث شیخ سے اختصاص کی وجہ دریافت کی شیخ نے کہا کہ کسی موقع پر تم کو بتادوں گا۔ ایک دن شیخ نے ان بے شمار مریدوں میں سے ہر ایک مرید کو ایک ایک چھری اور ایک ایک مرغ دیا کہ جاکر ہر ایک فرد اپنا مرغ ایسی جگہ ذبح کرے کہ کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ تمام مریدوں نے اپنے اپنے مرغ کو ذبح کیا اور وہ اسی طرح غیر مذبوح مرغ لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ شیخ نے اس مرید خاص سے کہا کہ تم نے اپنا مرغ کیوں ذبح نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی دوسرا دیکھنے والا نہ ہو اور حضرت والا اس بات سے بخوبی واقف ہیں اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور ناظر ہے (دیکھنے والا ہے) پھر میں اس کو کس طرح ذبح کرسکتا تھا۔ یہ سن کر شیخ نے دوسرے مریدوں کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس کی اسی خصوصیت وزیرکی کے باعث میں نے اس کو مخصوص خدمت بخشی ہے۔

اشعار

زہی بال ہما و دیدۂ طیر	کہ صاحب طیر بود و داہب سیر
کہ مرغان را چو داد او کام دکارد	کز ینہا مرغ بال او کہ دارد
چو دام کارد برمرغان نہادند	زبانِ مرغ زیرک در فتادند
جز آن مرغی کہ بد پروردۂ بال	چہ خوش دریافتہ از صورتِ حال

ترجمہ: ہما کے پر اور پرندے کی آنکھ کیا خوب ہے کہ پرندے کا مالک سیر کرانے والا ہے جس نے پرندوں کے منہ کو چاقو یا چھری کی طرح بنایا اور کیا خوبصورت پر عطا کئے۔ جب پرندوں کے گلے پر چھری رکھتے ہیں تو ہشیار پرندے کی زبان اسکے منہ میں دبادیتے ہیں۔ سوائے اس پرندے کے جو کسی کا پالا ہوا ہو کتنی اچھی صورتِ احوال اس نے پائی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض مشائخ کرام نے مراقبہ میں بیٹھنے کی مخصوص ہیئت بھی مقرر فرمائی ہے (کہ اس صورت و ہیئت کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھا جائے) اور یہ کئی طرح کی ہیں۔ لیکن اس فقیر کی نظر میں مراقبہ کا تعلق باطن سے ہے ظاہری صورت سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہر حالت میں سالک اس بات پہ مامور ہے کہ وہ خود کو خداوند تعالیٰ کے حضور میں سمجھے۔ اس کو اپنے دل میں حاضر کرے اب اگر اس کی حضوری اور مراقبہ

کو نشست سے مقید کر دیا جائے گا تو پھر جہاں بیٹھنے کی جگہ یا موقع نہ ملے گا وہاں مراقبہ نہیں کر سکے گا اور ایسا نہیں ہے۔
بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ بعض جگہیں مراقبہ کے لئے مناسب اور لائق نہیں ہیں جیسے غسل خانہ، پیشاب کرنے کی جگہ یا وہ جگہ جہاں مباشرت کی جاتی ہو لیکن یہ قید ان لوگوں کے لئے جو ہمہ وقت مراقبہ میں مشغول ہوں نامناسب اور بعید ہے۔

قطعہ

چو یاد تو گرفتہ تا سر و پائی　　نباشم خالی از یادِ تو ہر جائی
چو یاد یار باشد روحِ سالک　　تن بی روح چون گردد ممالک

ترجمہ:۔ جب تیری یاد میرے سراپا میں جاگزین ہو جائے تو میں کسی بھی جگہ پر رہوں تیری یاد سے خالی نہ رہوں گا۔ جب دوست کی یاد سالک کی روح بن جائے تو پھر تن بے روح ملکوں ملکوں کس طرح پھر سکتا ہے۔
منقول ہے کہ حضرت مولانا روم قدس سرہٗ کی خدمت میں کسی شخص نے کہا کہ سقایہ (غسل خانہ اور ذخیرۂ آب جہاں ہو) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ قرآن پاک پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے وہاں ایک درد مند بھی موجود تھا اس نے جواب دیا کہ میں کیا کروں کہ میں خود کو اس سے جدا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ جب گھوڑے سے اترتا ہی نہیں تو بیچارہ گھوڑا کیا کرے ؎

شعر

چو تو از بر بخوانی سورۂ یار
چہ باک از کعبہ واز کوئی خمار

ترجمہ:۔ جب تو دوست کا ذکر از بر کر سکتا ہے تو پھر جگہ کی کیا قید وہ کعبہ ہو یا مئے فروش کا کوچہ۔
مراقبہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا۔
فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ[۱] پس تمام ملائکہ نے اس کو سجدہ کیا۔

شعر

نہ مسجود ملائک بود آدم
کہ نورِ پاک در وی بود مدغم

ترجمہ:۔ آدم مسجود ملائک نہیں تھے بلکہ اس میں ذات پاک کا نور مدغم اور پنہاں تھا پس فرشتوں نے اس نور کو سجدہ کیا تھا۔

شعر

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر　　تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد
تو چراغ دل از نور رقابت بر کن　　کہ مبادا کہ درین خانہ نگاری باشد

---

[۱] پ ۱۴ الحجر: ۳۰
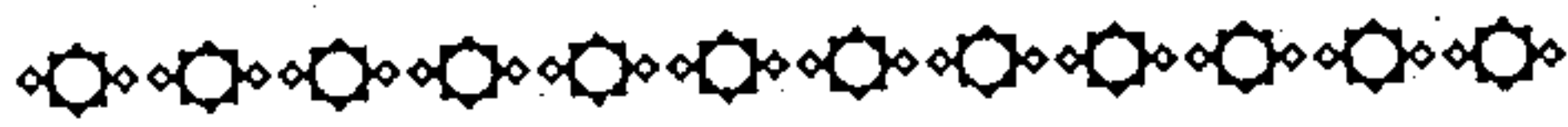
ترجمہ :- زمانہ کے خاکساروں کو حقارت کی نظر سے مت دیکھ کہ ممکن ہے کہ اس گرد و غبار میں کوئی سوار پوشیدہ ہو اور وہی تیرا مقصود ہو تو اپنے چراغ دل کو نور انتظار سے روشن رکھ۔ کہ بہت ممکن ہے کہ اس گھر میں وہ محبوب موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام (ان پر اللہ کا سلام ہو) پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ تم علم نافع حاصل کرو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی علم نافع کیا ہے۔ فرمایا کہ علم نافع وہ ہے جس سے تم میری عظمت و جلال میری کبریائی اور ہر چیز پر میرے کمال قدرت سے آگاہ ہو جاؤ۔ پس بے شک یہ علم نافع وہ ہے جو تم کو مجھ سے نزدیک کر دے گا۔

پس علم نافع مشاہدہ حق کا نام ہے بظاہر بھی اور بباطن بھی۔ یعنی علم نافع وہ ہے جو تم کو مجھ تک پہنچا دے گا اور وہ اس طرح کہ ہر چیز میں تم مجھ کو ہی پاؤ اور ہر آن میں مجھ کو یاد کرو۔ ؎

شعر

کہ جہان صورت ست معنی دوست
در بمعنی نظر کنی ہمہ اوست

ترجمہ :- کہ یہ دنیا ایک صورت ہے اور وہ دوست اس صورت کے معنی ہیں اب اگر تم معانی پر غور کرو تو پھر ہر چیز میں وہ ہی وہ ہے۔

خلقت موجودات اور فطرت کائنات اسی فہم کے لیے بنائی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ ط یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لا وَّ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ؏ [1]

اللہ ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمینوں سے (بھی) ان کے برابر (سات) ان کے درمیان (قضاء الٰہی کا) حکم جاری ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ نے احاطہ فرما لیا ہر شے کا (اپنے) علم سے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اور بمثل یتنزل الامر بینھن یعنی وہ ظہور کرتا ہے ہر صورت اور ہر شی میں تاکہ تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ "عالم کنت کنزاً مخفیاً بعالم مخلقت الحق" یعنی عالم خفا سے تنزل فرمایا ہر معنی کی لطافت میں جو مقدر ہو چکی تھی اور ہر صورت میں جو ممکن تھی لتعلموا ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ تاکہ تم اس کی قدرت کو ہر شی میں معائنہ کر سکو۔ اور بمصداق اس کے کہ و ما رأیت شیئاً الّا و رأیت اللہ فیہ (میں نے کسی شی کو نہیں دیکھا مگر اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو جلوہ گر پایا)

---

[1] پ ۲۸ الطلاق ۱۲

اس فقیر (حضرت قدوۃ الکبرا) کی نظر میں علم النافع وہ ہے جو قطرہ کو دریا سے ملا دیتا ہے اور جز کو کُل میں سمو دیتا ہے اور ہجر سے نکال کر وصال تک اور دوری سے نکال کر اتصال کی قربت تک پہنچا دیتا ہے۔

قطعہ

توحید کہ از مشرب عرفان باشد در مذہب اہل عشق ایمان باشد
آنکس کہ نہ دیدہ قطرہ با بحریکی حیران شدہ ام کہ چون مسلمان باشد

ترجمہ:۔ وہ توحید جو مشرب عرفان سے ہے، ایسی توحید اہل عشق کے مذہب میں ایمان ہے (اہل عشق اسی کو ایمان کہتے ہیں) وہ شخص جس نے قطرہ اور سمندر کو ایک نہیں جانا میں حیران ہوں کہ وہ مسلمان کس طرح ہے۔
ایک بزرگ سے منقول ہے کہ اہل ظاہر ایک سے ہزار جانتے ہیں، اہل باطن ہزار کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور ایک ہی دیکھتے ہیں۔

مثنوی

دیدہ ام دیوانہ برھم زدہ سر برآوردہ پا برھم زدہ
کو وصالی داشت با یار دگر صد الف را یک الف بین در گذر

ترجمہ:۔ میں نے ایک دیوانہ شوریدہ سر کو دیکھا کہ وہ سر ٹکرا رہا تھا اور پاؤں پٹخ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اگر تم حقیقی دوست سے وصال کے خواہاں ہو تو ہزاروں کو صرف ایک سمجھ کر گزر جاؤ۔
شیخ منصور حلاج نے اسی قسم کی وصیت جان دیتے وقت کی تھی اور کہا تھا کہ دنیا والے تو اعمال حسنہ اور افعال پسندیدہ کی کوشش میں مصروف ہیں اے مخاطب تجھے اس امر میں کوشش کرنا چاہیئے یعنی وہ کام کرنا چاہیئے جس کے مقابل میں عبادت ثقلین اور طاعت کونین کم ہو۔ پوچھا گیا کہ اے شیخ وہ کون سا عمل ہے فرمایا کہ حقیقت کا علم۔ اسی علم حقیقت کو علم نافع کہتے ہیں۔ جس کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے۔

قطعہ

یاری دارم کہ جسم و جان صورت اوست چہ جسم و چہ جان جملہ جہان صورت اوست
ہم معنی خوب و صورت پاکیزہ کاندر نظر تو آید آن صورت اوست

ترجمہ:۔ میرا محبوب ایسا محبوب ہے کہ یہ جسم یہ جان اسی کی صورت ہے۔ یہ جسم و جان ہی نہیں بلکہ کل جہان اس کی صورت ہے اس کا باطن بھی خوب ہے اور اس کی صورت بھی پاکیزہ ہے اور ایسی صورت ہے کہ جو چیز بھی مجھ کو نظر آئے گی وہ اسی کی صورت ہو گی۔

مراقبہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ [1]

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

---

[1] پ ۲۶ سورہ الفتح ۱۰

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب راز توحید کا انکشاف فرمایا ہے یعنی بیعت جو تم کر رہے ہو یہ تمہارا فعل نہیں ہے بلکہ تمہارا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اس کا ہاتھ ہو تو بیعت کرنے والا ہاتھ بھی اس کا ہاتھ ٹھہرا اس طرح صاحب بیعت نے خود اپنی ذات سے بیعت کی۔

اس سر پر دلیل یہ ہے:۔

فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ[1] تو جس نے بیعت توڑی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

قطعہ

شبی در خواب دستم داد دلدار | کہ این دستم بر ای جان دل دار
بروی سینہ دست خویش دیدم | چو گشتم من زخواب خویش بیدار

ترجمہ:۔ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے محبوب نے مجھے اپنا ہاتھ دیا اور کہا کہ میرے اس ہاتھ کو اپنے جان و دل پر رکھ لو۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا ہوا ہے۔

العلم نقطة كثرها الجهال (علم نقطۂ وحدت ہے جاہلوں نے اس کو کثیر بنا دیا ہے)

شعر

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر دوست | علمی کہ رہ بحق ننماید جہالتست

ترجمہ:۔ اے سعدی لوح دل کو نقش غیر سے صاف کر دو۔ وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے علم نہیں بلکہ جہالت ہے۔

پس یہ علم ہے کہ وہ نقطۂ وحدت کو دیکھے اور دوسرے کو دیکھنے کی جہالت سے پاک رہے۔ اور جاہل وہ ہے جو غیر کو دیکھتا ہے۔

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ[2] اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال بے شک باطل کر دیے جائیں گے۔ کو پڑھو اور اس پر غور کرو۔

قطعہ

بیا ای طالب جویائی دلدار | ببین در جان معنی صورت یار
کہ نقطہ در مراتب کرد حرکت | بر آمد صورت پرکار دوار

ترجمہ:۔ اے دلدار کے طالب و جویا آ۔ اور جان معنی میں دوست کی صورت کا نظارہ کر۔ غور کر کہ ایک نقطہ نے بہت سے مراتب میں حرکت کی ہے اور اس سے پرکار کا ایک دائرہ وجود میں آگیا۔

مراقبہ افعال و اوصاف اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج[3] اور (اے محبوب) آپ نے (خاک) نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔

---

[1] پ ۲۶ سورہ الفتح ۱۰ [2] پ ۲۴ سورۃ الزمر ۶۵ [3] پ ۹ سورہ انفال ۱۷

قطعہ

چو بوئی آیدت از مشک و عنبر بدان آن بوئ از زلف معنبر
سحر بلبل کہ بر گلذار باشد نہ از بلبل کہ از گلذار باشد

ترجمہ:۔ یہ خوشبو جو تم مشک و عنبر میں محسوس کر رہے ہو یہ اس زلف معنبر کی بخشی ہوئی خوشبو ہے صبحدم بلبل جو پھول پہ نالہ و زاری کر رہی ہے یہ بلبل کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اس چمن سے ہے۔

رایت ربی فی صورت امرد شاب فوضع یدہ علی صدری فوجدت بردا نامله فعلمت علم الاولین والآخرین ۔ (میں نے اپنے پروردگار کو امرد جوان کی صورت میں دیکھا، اس نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا میں نے اس کی انگلیوں کا لمس محسوس کیا (سرانگشت کی سردی محسوس کی) تو مجھے اولین و آخرین کا علم حاصل ہوگیا۔

بدستِ ناز آن یارِ نگویم گرفت از شیوہ یکروزی گلویم
بگفت ای عاشق جان باز دیگر چہ خواہی گفتمش دیگر چہ گویم
بتِ سیمین تنم چون کرد آغوش بدست ناز کردہ حلقہ در گوش
غزیوی خواستم کردن کہ ناگاہ نہادہ لب بروئ لب کہ خاموش

ترجمہ:۔ اس یار کے نازک ہاتھوں ایک روز جو میرے گلے میں تاثیر پیدا ہوئی وہ میں بیان نہیں کر سکتا، کہنے لگا اے عاشق جانباز اور کیا چاہتا ہے میں کیا جواب دوں۔ اس بتِ سیمین نے میرے تن (وجود) کو جب آغوش میں لیا اپنے نازو لے ہاتھوں سے میرے کانوں میں حلقہ پہنایا اور اچانک اس نے میرے لبوں پر اپنے لب رکھ کر خاموش رہنے کا حکم دیا۔

مراقبہ صمدیت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَللّٰہُ الصَّمَدُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صمد وہ ہے جو جوف (خلا) نہ رکھتا ہو اس لئے کہ جو مجوف ہوتا ہے وہ محتاج ہوتا ہے اور جب اس کا وجود غیر مجوف ہوگا تو کسی چیز کی اس کے وجود میں سمانے کی گنجائش نہ ہوگی۔ لیکن اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

شعر

جہان در آفرینش ہمچو ظرفست
نہ ظرفی کش بود جوفی شگرف است

ترجمہ: دنیا ایک ظرف کی طرح ہے لیکن ایسا ظرف نہیں جس میں جوف نہ ہو، اس میں جوف نہ ہونا تعجب ہی کی بات ہوگی۔

مراقبہ عینیہ لا وصل ولا فصل ولا قرب ولا بعد۔

نہ وصل ہے نہ فصل۔ نہ قرب ہے، نہ بعد یعنی وصل ہو تو کس سے ہو اور فصل ہو تو کس سے ہو اور

قرب ہو تو کس سے ہو اور بعد ہو تو کس سے۔

قطعہ

کسی کو از صفات ذات عالی وجودِ او لطیف و پاک باشد
نیابد قرب و بعدش در عبارت کہ برتر از رہِ ادراک باشد

ترجمہ:- وہ ذات جو اپنے صفات عالی کے باعث وجود لطیف و پاک رکھتی ہو تو اس کا قرب و بعد عبارت میں بیان نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ وہ فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں: علم التوحید مبائن للوجود و وجودہ مفارق لعلمہ یعنی علم توحید وہ ہے جو موحد کے وجود کو جدا کرے اس کے علم سے، اور وجود توحید یہ ہے کہ اس کی ذات سے اس کا علم جدا ہو۔ وحدت یہ ہے کہ صرف ایک ذات کا مشاہدہ مدام ہو۔

شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔ اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ بے شک کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کے در آنحالیکہ فرشتے اور ارباب علم انصاف کے ساتھ قائم ہیں۔

اس شہود کی علامت یہ ہے کہ عالم کو ایک جانے بغیر کسی حس وحرکت کے اور متصرف سمجھے اس میں حق تعالیٰ کو جس طرح روح قالب میں متصرف ہے اسی نکتہ کو اس موحد (منصور حلاج) نے اسی طرح بیان کیا ہے، جس کو یہ حقیقی مشاہدہ حاصل ہو گیا ہو اس کا احساس مضمحل ہو جاتا ہے۔ بیکار ہو جاتا ہے۔ ہر اس چیز سے جو اس کے سوا ہے۔ (کاشف بالحقیقۃ فیضمحل احساسہ بما سواہ)۔

پس ایسا صاحب مشاہدہ "الشاہد الجمع" ہے سر بسر اور اس کا ظاہر وصف تفرقہ سے
(فہو المشاہد لجمیع سرالسر وظاہرہ بوصف التفرقہ)

مثنوی

جہان در چشم وحدت یک وجود است کہ پیش واحد خود در سجود است
کسی کز سجدۂ خود گردد آگاہ نیاید در مقام لی مع اللہ

ترجمہ:- چشم وحدت میں یہ سارا جہان ایک وجود رکھتا ہے کہ وہ اس ایک واحد کے سامنے سجدہ ریز ہے جو کوئی اپنے اس سجدہ سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ مقام لی مع اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔

مراقبہ حضرت شیخ نجم الدین صغیر سنوی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ بدیع الدین المعروف بشاہ مدار اپنے مریدوں کو اسی نسبت شریفہ سے مخصوص فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ بات قدوۃ الکبراؔ سے بیان کی گئی تو حضرت نے اس کو بہت پسند فرمایا۔

مراقبہ جلوس الموحد فی میدان التوحید وقیل المراقبۃ رویت اللہ بلا حجاب یعنی موحد کا میدان توحید میں بیٹھنا مراقبہ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک خداوند تعالیٰ کا دیدار بغیر کسی

حجاب کے مراقبہ ہے۔

اس مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں قبلہ رو ہوکر اس طرح بیٹھے کہ ریڑھ کی ہڈی میں خم نہ ہو اور اس خلوت میں کوئی مداخلت کرنے والا اور سامنے بولنے والا نہ ہو۔ سامنے آنکھیں لگی ہوں۔ اللہ کا نقش اپنے سینہ میں تصور کرے اور پاسِ انفاس کرے اور غیرِ حق کو خیال میں مدخل نہ ہونے دے۔ اس طرح اسی حال میں ایک ہفتہ تک مراقبہ کا کام انجام دے اور بزمِ توحید میں دوست کے ساتھ اس کے نورانی حضور میں ہم مجلس رہے

قطعہ

چون نقش یار را در سینہ دارد　　نفس را پاس با آئینہ دارد
شود علم وصال دوست حاصل　　کہ آن را دایہ در سینہ دارد

ترجمہ: یار کے نقش کو جب سینہ میں رکھے تو سانس کو پاس کرتے ہوئے آئینہ کی طرح دیکھے۔ وصالِ دوست کا علم حاصل ہوگا اور اس کو سینہ میں محفوظ رکھے۔

مراقبہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نجیب الدین علی ابن برغش سے ایک شخص نے مراقبہ کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ اسرارِ توحید کی آئینہ کائنات میں کوئی مثال بیان فرما دیجئے اور افکار و تفرید کو وجود موجودات میں کسی تمثال سے ظاہر فرمائیے تو آپ نے کہا کہ دو آئینے ہیں اور ایک سیب ہے ظاہر ہے کہ ہر آئینہ میں ایک ایک نظر آئے گا (در آنحالیکہ سیب ایک ہے)۔ فاضلوں میں ایک وہاں موجود تھا۔ انہوں نے ایک قطعہ میں اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ؎

قطعہ

شیخ کامل نجیب الدین پیر کہن　　این حرف نو آورد بصحرائے سخن
گفتا کہ ز وحدت ار مثال خواہی　　سیبی یکی دو انبہ تصوّر میکن

ترجمہ:۔ شیخ کامل نجیب الدین قدس اللہ سرہٗ نے صحرائے سخن میں یہ ایک نیا نکتہ بیان فرمایا کہ کائنات کے وجود میں اگر وحدت کی تمثیل تم چاہتے ہو تو سنو کہ ایک سیب کو دو آئینوں میں تصوّر کرو۔

اس طرح کی متعدد رباعیات شیخ عزیز الدین محمود الکاشی (صاحب مصباح الہدایت) نے لکھی ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے بسلسلہ رشد و ہدایت کئی بار یہ بات بیان فرمائی ہے کہ مراقبہ میں طالب رشد و ہدایت کو عجیب ذوق اور عجیب حالت میسر آتی ہے۔

قطعہ

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است　　تعلیم کن گرت بدین دست رس است
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ　　در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ:۔ مجھے دل نے کہا کہ علم لدنی ہوس ہے۔ اگر تجھے دین میں دسترس ہے تو مجھے تعلیم کر۔ میں نے کہا کہ الف،

اس نے کہا اور آگے۔ میں نے کہا کہ مزید آگے کچھ بھی نہیں۔ اگر اس خانہ میں کوئی ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔

قطعہ

این عکس رخ تو داد نورِ بصرم تادر رخ تو بنورِ تو در نگرم
گفتی منگر بغیر ما آخر کو غیراز تو کسی ناید اندر نظرم

ترجمہ:۔ تیرے عکس رخ کو میں نے اپنی آنکھوں کا نور دیا تاکہ تیرے چہرے میں تیرا نور دیکھوں، اس نے کہا کہ میرے بغیر نہ دیکھو کیونکہ میری نظر میں تیرے بغیر کوئی نہیں آسکتا۔

قطعہ

ای دوست میان ما جدائی تا کی چون من توام این دوئی و مائی تا کی
با غیر تو مجال غیری چون نماند پس درنظر این غیر نمائی تا کی

ترجمہ:۔ اے دوست ہمارے درمیان جدائی کب تک۔ جب میں تو ہوں تو یہ میں اور تو کب تک۔ جب تیرے بغیر کسی اور کی مجال نہیں ہے تو پھر اس نظر میں غیر نمائی کب تک۔

قطعہ

کثرت چو نیک می نگری عین وحدت است ما را شکی نماند درین گر ترا شک است
در ہر عدد ز روئ حقیقت چو بنگری گر صورتش بہ بینی وگر مادہ اش یک است

ترجمہ:۔ کثرت کو جب غور سے دیکھے گا تو یہ عین وحدت ہے۔ ہمیں تو اس میں ذرا برابر بھی شک نہیں۔ اگر تجھے شک ہے تو ہر عدد کو از روئے حقیقت اگر تو دیکھے تو خواہ صورت کو دیکھے خواہ مادہ کو وہ ایک ہی ہے۔

قطعہ

تا توئی درمیانہ خالی نیست چہرۂ وحدت از نقاب کسی
گر حجاب خودی بر اندازی عشق و معشوق عاشقست یکی

ترجمہ:۔ جب تک تو درمیان سے ہٹ نہیں جاتا چہرۂ وحدت نہیں دیکھ سکتا۔ اگر خودی کے حجاب کو تو اتار دے تو عشق و معشوق اور عاشق ایک ہی ہے۔

مراقبہ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ [1] اور اس میں اپنی طرف کی (خاص) روح پھونک دوں۔
کے ارشاد کے بموجب آدم آئینہ کی طرح ہے اور اللہ کی ذات بس اس صورت مرئی کی طرح ہے جو خارج سے نظر آتی ہے اور روح اس صورت کے مشابہ اور مانند ہے جو صورت رائی کے مقابل میں آئینہ میں منعکس ہوتی ہے۔ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کے معنی یہی ہیں ہر چند کہ ایک صورت داخلی آئینہ میں نظر آتی ہے اس کی

---

[1] پ ۱۴ سورہ الحجر ۲۹

صورت خارجی کا وجود ہے اور یہی معنی ہیں اس ارشاد کے :۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ؕ [1] اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے جمع و تفریق کی وضاحت کے موقع پہ ایک عارف باللہ کا قول نقل فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ :

بعض عارفین نے فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی تجلی فرماتا ہے کسی ذات میں تو تمام ذات و صفات اور افعال کو دیکھتا ہے اور ان شعاعوں میں تلاش کرتا ہے اس کی ذات کو اس کی صفات کو اور اس کے افعال کو اور تمام مخلوقات سے اس کے نفس کو پالیتا ہے۔ گویا کہ وہ تمام مخلوقات کے لئے مدبر ہے اور وہ مخلوقات اس کے اعضا ہیں اور کوئی شخص ان اعضا سے کسی کو الگ اور جدا گانہ نہیں پا سکتا۔ سوائے اس کے کہ اس کو مسلم و کامل پاتا ہے۔ اس کی ذات واحد کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی اسکو اسکی ذاتِ واحد کا مشاہدہ ہوتا ہے پھر اس کی صفت اس کی صفت اور اس کا فعل اس کا فعل بن جاتا ہے۔ اس طرح وہ بالکلیہ عین توحید میں مستہلک ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے لئے اس مرتبہ سے وراء اور کوئی مقام توحید میں نہیں ہے۔ جب روح کی نگاہ جمال ذات کی طرف منعطف ہوتی ہے تو اس وقت وہ نور عقل جو فرق کرنے والا ہے چیزوں کے مابین غلبۂ نور ذات قدیم کے باعث پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ ہر حدوث و قدم کے درمیان تمیز ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اب باطل حق کے نزدیک ہونے کے باعث مٹ گیا اس حال کو "خالی جمع" سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مراقب منطق و منظومہ

مثنوی

مرد آن باشد کہ در یادِ حضور — نیارد اندر خاطر از حور و قصور

زانکہ در یادش چنانم دولتی است — کان ز ہر دو کون برتر شوکتی است

ہر کہ از نزدیک یادش ماند دور — گر چہ با حور است وارد صد قصور

ای برادر ہر چہ بینی در جہان — ہست در وی ذات پاک او نہان

گر بود چشمِ دل تو پاک تر — باشد از ہر چیز دلبر جلوہ گر

ہست ہر فردی خدا را آئینہ — بین تو در ہر آئینہ ہر آئینہ

بعد ازین دیدار او برتر برائی — بین جمالِ یار خود در ہر سرای

این ہمہ افراد یک آئینہ دان — کش فلک اورا بود آئینہ دان

کاندران آئینہ روئ یار بین — گر بود چشم تو یاران یار بین

بعد ازیں برتر ترا بہرِ خیال — بین وجود خویش را آئین مثال

اندرو عکس ہمہ اسماء حق — بین ہم تو کن لباس غیر شق

---

[1] پ ۲۰ القصص ۸۸

برترآ ازیں خاطر خود پاک کن	ذات اورا آئینہ ادراک کن
درچنیں آئینۂ ذات خدائے	عکس اسمائے جہان بین از ورائے
تا بود محو تو در عکس شہود	تو نمائی درمیان الّا وجود
گر چنین محوی ترا حاصل شود	فرق با جمعیتی واصل شود
ہر کرا بر دست آید این مقام	ہست او اہل مقام والسّلام
این مقام اشرف سمنان بود	نی زلیخا یوسف کنعان بود
صورتم جام جہان بین آمدہ	نے چو جمشید جہان بین آمدہ

ترجمہ: حقیقی جوانمرد وہ ہے جو یاد الٰہی میں اپنے دل میں حور و قصور و جنت کا خیال بھی نہ آنے دے اس لیے کہ اس دوست کی یاد الٰہی عظیم دولت ہے کہ اس کی شان و شوکت دونوں جہان سے بڑھ کر ہے۔ جو بھی اس کی یاد کے قرب سے دور رہا ایسا بدنصیب اگر حوریں بھی رکھتا ہو تو سمجھو کہ نامیاں اس کے دامن میں ہیں۔ اے عزیز! دنیا میں تم کو جو کچھ بھی نظر آتا ہے۔ اس میں اس کی ذات پاک پوشیدہ ہے۔ اگر تمہاری چشم دل ما سوا سے پاک ہے تو ہر چیز میں وہ محبوب حقیقی تم کو جلوہ گر نظر آئے گا ہر فرد خداوند تعالیٰ کی ذات کی جلوہ گری کے لیے آئینہ ہے بے شک تم ہر آئینہ میں نظر کر کے دیکھو اور اپنی ذات میں اس دیدار کے بعد ذرا اور آگے بڑھو تو اپنے دوست کا جمال ہر جگہ دیکھو گے۔ کائنات کے تمام افراد کو (باعتبار کلی) ایک آئینہ سمجھو اور یہ آسمان بھی اس کی جلوہ گری کا ایک آئینہ ہے۔ اس آئینہ میں اپنے محبوب کے جمال کا نظارہ کرو اور اگر تمہارے پاس آنکھ ہے تو دوست کے دوستوں کو دیکھو۔ اس کے بعد عالم خیال میں آکے دیکھو کہ یہ تمہارا وجود ایک آئینہ کی طرح ہے اور اس آئینہ میں تمام اسمائے حق کا عکس پڑ رہا ہے۔ تو اس میں نظر کرو لیکن غیر کے لباس کو اتار دینا شرط ہے۔ اس سے آگے اگر اور تم بڑھنا چاہتے ہو تو اس خیال کو بھی دل سے نکال دو اس وقت تم خود اس کی ذات کو ایک آئینہ پاؤ گے۔ اس وقت اس آئینہ میں جو ذات خداوندی کا آئینہ ہے تم کو اس کے ماورا تمام اسمائے جہاں کا عکس نظر آئے گا۔ جب تمہاری ذات اس شہود حق میں محو ہو جائے گی تو پھر اس میں تم ہی تم نظر آؤ گے ہاں تمہارا وجود اس میں نہیں ہوگا۔ اگر تم کو یہ محویت حاصل ہو گئی تو پھر تمہارا حال تفریق جمع سے ہوگا تفرقہ مٹ جائے گا اور حال جمع حاصل ہو جائے گا۔ جس کسی خوش بخت کو یہ مقام ہاتھ آجائے بس وہی صاحب مقام ہے (اس کے آگے اور کیا کہوں۔) اس کے فضل و کرم سے اشرف سمنانی کو یہ مقام حاصل ہے۔ اب وہ زلیخا (عاشق) نہیں ہے بلکہ اب وہ خود یوسف کنعان (محبوب حق) ہے۔ اس کے لطف و کرم سے میری صورت اب ایک "جام جہاں بین" کی طرح ہے اس دانشمند جمشید کے جام کا کیا ذکر کہ وہ جام جہاں نما رکھتا تھا اور میری صورت جام جہاں بین ہے۔

لطیفہ ۱۱

مشاہدہ و وصول و رویتِ صوفیہ و مومنان و یقین

قَالَ الْاَشْرَفُ !

المشاھدۃ ھی معائنۃ الوجود فی مرات رویۃ المقصود بعین الیقین المفقود۔

ترجمہ :- اشرف سمنانی فرماتے ہیں کہ وجود کا آئینہ میں معائنہ کرنا اور چشمِ یقین سے مقصود کا دیکھنا مشاہدہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ رویت باری تعالیٰ اور اختیار کا مسئلہ سلف میں بھی مشکل تھا (اسلاف کے خیالات بھی ان ہر دو مسائل میں مختلف و متضاد رہے ہیں) اور آج بھی اسی طرح مشکل ہے۔ کیا شرعی نقطۂ نظر سے اور کیا طریقت و حقیقت کے اعتبار سے، پھر بھی عارفان کامل اور کاملان مکمل نے اس مسئلہ کی اس طرح شرح اور وضاحت کی ہے جس سے ارباب صدق و صفا کو اطمینان و تسکین حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں، کہ بعض مشائخ اور ارباب تصوف نے مشاہدہ، وصول، رویت اور یقین کو الفاظِ مترادف خیال کیا ہے۔ (معنی ایک ہی ہیں لیکن الفاظ مختلف ہیں) لیکن محققین صوفیہ نے مشاہدہ، وصول اور رویت میں کچھ فرق کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ مختلف ہیں اور فرمایا کہ مشاہدہ اور وصول کا تعلق تو اس جہان فانی سے ہے۔ اور رویت دار آخرت سے موعود ہے یعنی آخرت میں وعدہ کردہ شدہ ہے۔

قطعہ

گرچہ دارد نازنین من نقاب | بر رخ کش ذرہ گردد آفتاب
لیک چشم از بہر توئی آسودہ کرد | جلوہٗ در آخرۃ موعود کرد

ترجمہ :- اگرچہ میرے نازنین کے اس چہرہ پر نقاب پڑا ہے جس کی تجلی کے ایک ادنی کرشمہ سے ذرہ آفتاب بن جائے لیکن اپنے جمال کے پرتو سے میری آنکھوں کی تسکین کے لیے اس نے اپنے دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا ہے۔

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتے ان آنکھوں سے اور نہ دل سے مگر جہت یقین سے اس کا دیدار ہو سکتا ہے۔ اور یہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ ایک گروہ نے اسی بات کو روا رکھا ہے کہ بندہ دنیا میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کر سکتا ہے آنکھوں سے اور دل کے مشاہدہ سے لیکن علمائے

اہل سنت وجماعت اور ارباب دین و دیانت کا اس پر اجماع ہے کہ جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں ان کو مبتدع کہتے ہیں یہ تمام تر مبالغہ علمائے ظاہر اور متشرعان حضرات نے روا رکھا ہے۔ صوفیہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
حضرات صوفیہ اور مشائخ کرام کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں دونوں میں حق تعالیٰ کا دیدار تمام مسلمان مردوں اور عورتوں اور مومنین و مومنات کے لیے نص قرآنی، احادیث شریفہ اور اقوال صحابہ کرامؓ اور مشائخ اور اخص الخاص سے جائز ہے۔ اس سلسلہ میں اکابر مشائخ کے اقوال سے بھی تائید ہوتی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ عام مسلمان آخرت میں ان جسمانی آنکھوں سے اس کا دیدار کریں گے اور خاص بندے (ارباب طریقت) دیدۂ دل سے دنیا میں اس کا دیدار کریں گے جس میں نہ چگونگی اور نہ کوئی کیفیت اور نہ احساس اور نہ ادراک! لیکن جو بندگان اخص (خاص الخاص) ہیں وہ دنیا میں چشم جاں سے اس کا دیدار کرتے ہیں۔ یہ حالتِ خواب ہوتی ہے یا حال مراقبہ ہوتا ہے۔

بیت (خواجہ حافظ)

دیدن روئے ترا دیدۂ جان بین باید
وایں کجا مرتبہ چشم جہان بین منست

ترجمہ:۔ ترے دیکھنے کے لئے تو چشم جان بین کی ضرورت ہے۔ میری اس چشم جہان بین کو سلیقہ کب ہے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

من رآنی فی المنام فقد رأ الحق — جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے:

رایت ربی فی المنام علی احسن صورتہ — میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں خواب میں دیکھا۔

اسی کا نام مشاہدہ ہے۔
منقول ہے کہ حضرت سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے خدا کو ایک سو بیس بار دیکھا اور اس سے ستر بار سوال کیا اور ان میں سے چار کا میں نے اظہار کیا لیکن لوگوں نے اس سے انکار کیا۔ پس میں نے باقی کو چھپا لیا۔
حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیدار کی آرزو کی اور عرض کیا رب ارنی انظر الیک اے رب مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تجھے دیکھوں! اگر حق تعالیٰ کی رویت دنیا میں ناممکن و محال ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رویت باری کی درخواست دنیا میں نہ کرتے۔ اس لیے کہ محال طلبی انبیاء علیہم السلام کے لیے معصیت ہے۔ اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا لن ترانی فرمانا اس وجہ سے تھا (ظاہری آنکھ) سے دنیا میں رویت ممتنع اور ناممکن ہے۔

مثنوی

گرچہ در دنیا جمالت دیدنی است — دیدنی گویند ولیکن دید نیست

دیدنِ را ہر کہ او منکر بود — گر مسلمان است خود کافر بود
دیدنِ باشد ولی نوع دگر — دیدہ را زین دیدنی نبود اثر
ہرکرا زین دیدنی ذوقی بود — تا ابد از دیدہ در شوقی بود
واصلِ فانی کہ در باقی بود — حاصل دیدار در باقی بود
شرح دیدن برتر از کیفیت است — ماہری داند کہ از ماہیت است
خیز از قانونِ ارنی در نواز — تا بردن آید ترا زین پردہ راز
رازساز پردہ از گوشِ دل — گوش را آن نغمۂ غیرت گسل
تا ترا این جملہ یکسازی شود — ہر سرِ مویت در آوازی شود
بشنوی گوش از شجرۂ شہود — نغمۂ انی انا اللہ از وجود
گر ترا از لن ترانی زخمہا است — زخمہا نبود تر آن نغمہا است
لن ترانی ناز معشوقی بود — گر نہ داند ناز او شوقی بود
سنگِ دل را قابل دیدار کرد — معدنی از گوہری اسرار کرد
لن بسوئے چشم انظر بر دلست — ہرکہ این چشمک بداند کامل است
اشرف این ناز و نیاز دلبران — ہرکہ داند از یقین نہ دلبر آن

ترجمہ:- اگرچہ دنیا میں تیرا جمال دید کے قابل ہے۔ اس کو دیدنی تو کہتے ہیں لیکن اس کی دید ہوتی نہیں۔
پس دیدنی کا جو کوئی بھی منکر ہے اگر مسلمان بھی ہو تو وہ کافر ہے۔
ہاں یہ دیدار ایک اور ہی قسم کا ہے۔ اس دید میں ان آنکھوں کا کوئی تعلق نہیں ہے جو کوئی ان آنکھوں سے اس کے دید کا ذوق رکھے گا وہ ابد تک اس شوق میں کامیاب نہ ہوگا۔ ہاں! جب یہ فانی اس باقی سے واصل ہو جائے گا۔ اس کی ذات میں فنا ہو جائے گا تب اس باقی میں دیدار حاصل ہو جائے گا۔ اس کے دیدار کی شرح کیفیت میں نہیں سما سکتی۔ وہ اس سے کہیں برتر ہے کہ ایک ماہر ہی جان سکتا ہے کہ ماہیت کیا ہے۔ اٹھ اور رب ارنی کا ساز بجا تاکہ اس راز سے پردہ تیرے سامنے سے اٹھ جائے۔ دل کو اس راز کے ساز کا پردہ بنالے اور پھر اس دوئی کو مٹانے والے نغمہ کو سُن۔ تاکہ خود سراپا اک راز بن جائے اور تیرا ہر سرِ مو ایک آواز بن جائے۔ پھر تو اس وقت شجرہ شہود (شجرِ طور) سے انی انا اللہ کا نغمہ سن سکتا ہے اگر تیرے دل پر لن ترانی کے زخم آتے ہیں تو وہ زخم نہیں ہیں (بلکہ نغمات ہیں) یہ لن ترانی تو ایک نازِ معشوقانہ ہے جو کوئی اس نازِ معشوقانہ کو نہیں سمجھ سکتا تو پھر وہ ایک شوق ہے ایک آرزو ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ دل کے پتھر میں اس نے قبول دیدار کی صلاحیت پیدا کر دی ہے اور اس کو گوہرِ اسرار کی کان بنا دیا ہے۔ یاد رکھو کہ لن (نفی) کا تعلق چشم سے ہے اور انظر کا ربط دل سے ہے یعنی اس کو دل سے دیکھ سکتے ہیں اور چشم سر سے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ جو اس لطیف فرق کو جانتا ہے
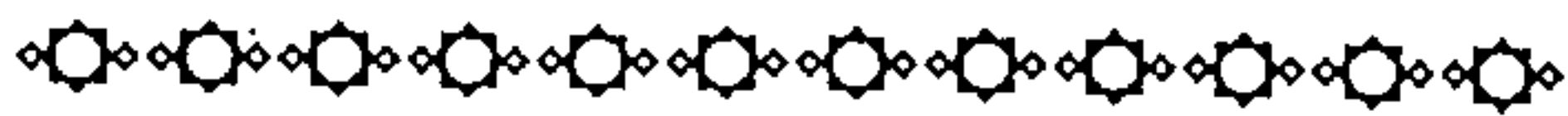
وہ دراصل مردِ کامل ہے اور طالب صادق ہے۔ اسے اشرف معشوقوں کے بے نازو نیاز جو یقین کامل کے ساتھ سمجھتا اور جانتا ہے وہی حقیقت میں دلبر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب دل کو مرتبہ یقین حاصل ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ وہ "وہ" ہے اور جب بندہ کا یہ یقین درست ہو جاتا ہے تو بس سمجھ لینا چاہیئے کہ دیدار حاصل ہو گیا۔

شعر

بدر دیقین پردہ ہائے خیال
نماند سرا پردہ الا جلال

ترجمہ:۔ اس منزل پر یقین خیال و گمان کے تمام پردے چاک کر ڈالتا ہے اور پھر جلال ذات کے سوا اور کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔

اصحاب کشف و وجدان اور ارباب شہود و عرفان کا اس پر اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کو اسمائے صفات کے واسطہ کے بغیر اور آئینہ کائنات کے رابطہ سے الگ ہو کر نہیں دیکھ سکتے۔ آئینہ کائنات کا رابطہ اور اسمائے صفات کا واسطہ اس کے دیدار کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ اس کی ذات والاصفات ایسی پرنور ہے کہ اس کے نور کا ایک ذرہ بھی کونین کی تمام آنکھوں...... کو جلا دینے کے لیے کافی ہے اور چار سمتوں (خافقین) کے انوار کو درہم برہم کر دینے والا ہے اور اس کی تجلی اسمائے صفات کے پردہ میں رہ کر ہی عارفان روزگار کی بصیرت کی لقا کا باعث ہے اور اس کے رخسار جمال کے ناظروں کا شوق بڑھانے والی ہے۔ جیسا کہ ظاہری طور پر ایک دنیاوی مثال ہے کہ ابر کا ایک رقیق پردہ جب دیکھنے والی نگاہوں اور سورج کے مابین واسطہ بن جاتا ہے تو دیکھنے والا اس ابر کے پردہ کے باعث خورشید کو نہ دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ ابر کا یہ پردہ نہ ہوتا تو خورشید کا نظارہ ممکن نہ ہوتا۔ پس اسی طرح یہ اسمائے صفات بھی اس کے خورشید ذات اور اصحاب شہود کی بصیرت کے درمیان ایک واسطہ ہیں۔

مثنویات

ای برادر چون جمالِ آفتاب — نیست صدک ناظران را بی سحاب
پس چنان آن نورِ خورشیدِ جمال — بی وقایت می ورابد در خیال
شد وقایت درمن و خورشیدِ ذات — بہر ادراکِ جمالِ این صفات
گر نباشد این وقایت درمیان — ہیچ کس او را نہ بیند در عیان
ہر کہ دانشمند این معنی بود — حد وقائع شرح لایعنی بود
گر بتابد ذرہ آن آفتاب — ز آسمان غیب مطلق بے نقاب
محو گردد عالم و آثارِ او — در شعاع لمعۃ انوارِ او
جلوۂ دارد عجب خورشید رو — از تہ جلباب کثرت سو بسو

عکس خوبان جہان باشد عیان کا شکار پردہ نی پردہ نہان
ورنہ نور ذات را تقصیر نیست لیک چشمان را چنان تدبیر نیست
ہر کہ اشرف اینچنین دارد نظر او خدارا دید و سر کرد از نظر

ترجمہ:- اے عزیز! جس طرح آنکھیں بغیر حجاب اور پردہ کے جمال آفتاب کا مشاہدہ نہیں کر سکتیں اسی طرح اس خورشید جمال کا نور بھی بغیر پردہ کے کب خیال میں آسکتا ہے (بغیر پردہ دیکھنے کا خیال کس طرح ہوسکتا ہے)یہی پردہ اس خورشید ذات اور میرے درمیان حائل ہے تاکہ اس کی صفات کے جمال کا ادراک کیا جا سکے۔اگر یہ پردہ درمیان میں نہ ہوتا تو کوئی شخص بھی اس کو عیاں نہیں دیکھ سکتا تھا جو کوئی اس بات کا سمجھنے والا ہے اس کی نظر میں ایسی سینکڑوں رکاوٹیں لایعنی اور بے معنی ہوں گی۔اگر اس آفتاب جمال کا ایک ذرہ بھی آسمان غیب مطلق سے بے نقاب ہو کر اپنی تابانی دکھائے تو یہ عالم اور اس کے تمام آثار فنا ہو جائیں اور مٹ جائیں۔باایں ہمہ وہ خورشید محبوب اپنے انوار کی کرنوں کی ایک ایک شعاع کی عجیب جلوہ نمائی کرتا ہے۔کہ کثرت کے پردوں کے پیچھے سے ہر طرف جلوہ نما ہے۔خوباں جہاں کے عکس سے دنیا میں عیاں ہے کہ وہ پردہ سے آشکارا ہے لیکن پھر بھی پردہ میں عیاں ہے۔

ورنہ نور ذات کا تو کوئی قصور نہیں کہ وہ پردوں کے پیچھے سے بھی عیاں ہے۔ہاں ہماری نگاہوں کو اس کے دیدار کا سلیقہ نہیں آتا۔اے اشرف جو کوئی ایسی نظر رکھتا ہے کہ پردوں میں اس کے جمال کا مشاہدہ کرسکے تو وہ خدا کو دیکھ سکتا ہے لیکن نظر اس بارے میں سرگرداں رہے گی۔

جیسا کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا ہے سمجھنا چاہیئے کہ یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ عالم کثرت میں اس کا یہ نور بحسب ظہور و تجلی ہے۔بحسب حقیقت نہیں ہے اس لئے کہ اسکی حقیقت ذات کا ابد تک ادراک نہیں ہوسکتا اور نہ اس کا احاطہ ہوسکتا ہے کبھی بھی نہ بحسب مجموع نہ بحسب تفصیل۔

حضرت قدوۃ الکبراؔ نے فرمایا کہ اگرچہ نسبت شہود کا ملکہ پیدا ہو جانے کو صوفیہ کرام وصول اور مشاہدہ کہتے ہیں۔لیکن وہ لوگ جو عروس وصول کے ناظر ہیں اور خورشید ہائے حصول کے دیکھنے والے ہیں ان کا کچھ اور ہی مشرب ہے (وہ یہ بات نہیں کہتے) کہ ان کے مشرب کی وضاحت کے لیے عبارت کا دامن تنگ ہے اور نہ اشارات میں اس کو سمو سکتے ہیں اور نہ اس کا وزن کر سکتے ہیں۔

مثنوی

دیدن رخسار او اندر نقاب گرچہ دارد ذوق و شوقی بی حساب
لیک در چشم شہود عارفان پردہ بر رخسار نبود بیگمان

سلہ بے حجابی میں بھی نکلیں ان کی پردہ داریاں ؛ شمس وہ اتنے نمایاں ہیں کہ پنہاں ہو گئے

بلکہ ایشان را درین ذوق وصال ہست ذوقی دیگر از راہِ کمال

ترجمہ: اس محبوب کے رخسار کا دیدار نقاب کے اندر اگرچہ بڑے ذوق و شوق کا حامل ہے۔ لیکن عارفوں کی نگاہ شہود میں اس کے رخساروں پر کوئی پردہ نہیں ہے بلکہ ان حضرات کو اس ذوق وصال میں ایک دوسرا ذوق از راہِ کمال حاصل ہے۔

ہر چند کہ عارفوں کو دنیا کے کارخانہ سرد سی میں عروس زیبا نگار یعنی پروردگار کا مشاہدہ حاصل ہے لیکن اس عروس زیبا نگار کے رخساروں پر جو ایک باریک پردہ پڑا ہوا ہے وہ اس دنیا میں نہیں اٹھ سکتا۔ اس لیے کہ اس کے اٹھنے کا وعدہ دارِ آخرت میں کیا گیا ہے۔ تاکہ مشاہدہ وروبیت میں فرق باقی رہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جس قدر لطافت زیادہ ہوگی۔ اسی قدر مشاہدہ کی نسبت کامل تر ہوگی۔ پس اس دارِ امکان اور دارِ آخرت کی لطافت کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ اور یہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے لوکشف الغطاء لما ازددت یقیناً اگر یہ حجاب دور بھی ہو جائے تو یقیناً میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا (اس کی ذات پر جیسا یقین اس وقت ہے اس وقت بھی رہے گا۔) اس کا جواب یہ ہے کہ نی الواقع یقین میں تو کچھ زیادتی نہیں ہوگی۔ ہاں شوقِ وصول اور ذوقِ حصول میں اضافہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ ابوالبرکات تقی الدین علیؒ الدوستی السمنانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب کبھی سالک تجلی کے وقت کسی صورت کا مشاہدہ کرے تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ تجلی صوری ہے اور حق تعالیٰ کو اس صورت سے منزہ سمجھنا چاہیئے۔ البتہ اس کو تجلی حق تعالیٰ جاننا چاہیئے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے انی انا اللہ کی آواز سنی تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ درخت جس سے یہ آواز آئی تھی خدا تھا تو ایسا کہنے والا کافر ہے اور کوئی یہ کہے کہ یہ بات خدا نے نہیں فرمائی تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔ پس تجلی صوری کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیئے اور ایسا ہی اعتقاد ضروری ہے اس روز جبکہ انہوں نے یہ بات فرمائی۔ اخی علی دوستی بھی موجود تھے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ مجھے علی دوستی کا یہ واقعہ اور جو کچھ انہوں نے اس وقت کہا بہت پسند آیا میں اس وقت درویشوں کے اعتقاد کی استقامت کے لیے اس کو بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سال ایک بار "کل موجودات کی صورت میں" تجلی فرمائی۔ علی دوستی نے اس کی تنزیہہ اور تسبیح ان الفاظ میں بیان کرنی شروع کر دی جو صور لفظی میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے ادا کرائے تنزیہہ و تسبیح اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کے متعلق ان سے دریافت کیا کہ کیا تو نے مجھے دیکھا۔ علی دوستی نے جواب دیا نہیں اے پروردگار! فرمایا کہ پھر یہ جو کچھ دیکھا یہ کیا تھا۔؟ علی دوستی نے کہا کہ یہ سب تیرے آثار و افعال اور صور صفات تھے تیری ذات تمام چیزوں سے منزہ و پاک ہے۔ ان کا یہ جواب بارگاہ رب العزت میں بہت پسند کیا گیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے طوالع الشموس[1] سے یہ بات نقل فرمائی کہ جب یہ بات محقق ہوگئی کہ بصارت بصیرت سے ہے اور اس سے قائم ہے اور کوئی ادراک بھی بغیر اس کے نہیں ہو سکتا۔ جیسے شعاع جو چراغ کی روشنی سے متعلق ہے اسی طرح بصارت کا تعلق بصیرت سے ہے پس کسی صورت کا دیدار بھی اس وقت تک ہے جب تک بصیرت، بصارت کے ساتھ ہے اور اس سے متعلق ہے۔ جب بصیرت کا تعلق حق سے ہوگیا اور وہ حس باقی سے متعلق ہوگئی اور اس کی طلب اس میں پیدا ہوگئی تو پھر یہ بصارت کہاں باقی رہی وہ تو رخصت ہو چکی کہ اثر بغیر مؤثر کے نہیں پایا جاتا جب بصیرت نہیں تو بصارت بھی نہیں۔ اس موقع پر بصارت خود بصیرت بن جاتی ہے۔ اور اس کا وصف اختیار کر لیتی ہے پھر وہ کسی صورت کو نہیں دیکھتی اور بصیرت میں حق جلوہ گر ہے۔ پس اب بصارت و بصیرت میں سوائے حق کے کوئی دوسرا نہیں رہا اور جب بصیرت صفت حق بن گئی تو اب بصارت بصیرت بن کر نہ قبل دیکھتی ہے نہ بعد، نہ داہاں دیکھتی ہے نہ بایاں نہ اس کے فوق ہے نہ تحت ہے۔ اب نہ یہاں منابت اضداد باقی رہتی ہے اور نہ مشابہت انداد (ضدین کا شکل بن آنا) اب بس وہی جیسا کہ وہ ہے رہے گا۔ وھو کما ھو لا ھو اس نسبت کا تعلق صرف کشف سے ہے کہ قوت ادراک یہاں بیکار ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ حق تعالیٰ نے اس بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ	نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ
یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ ج[2]	احاطہ کئے ہوئے ہے سب نگاہوں کا۔

یہاں غور کرو۔ دیکھو کہ بصیرت یہاں کارفرما ہے اور عقل اس کے ادراک سے بیکار رہے۔ بہر حال یہ بحث بہت طویل ہے۔ ہزاروں دفتر بھی بھر جائیں پھر بھی اس نکتہ رویت کو نہیں پا سکتے۔

رویت کے اقسام و انواع

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف میں:

سیرون ربکم یوم القیامۃ کما ترون	نزدیک ہے کہ تم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن
القمر فی لیلۃ البدر۔	اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔

عارف کے لیے ایک انکشاف کامل ہے جس میں معارف غریبہ پوشیدہ ہیں اور یہ بات معلوم ہوگی کہ رویت تین طرح کی ہے۔ یقینی، مشاہدہ اور عیانی۔ یقینی یعنی رویت الیقینی، یہ جملہ مومنین کو حاصل ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ رویت حق تعالیٰ حقیقی ہے اور ہم اس کا دیدار کریں گے۔ یہ قسم عوام ہے۔ اور مشاہدہ بہ خواص کے ساتھ مخصوص ہے وہ حق تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی کرتے ہیں لیکن چشم دل کے ساتھ:

---

[1] طوالع الشموس حضرت قاضی حمید الدین ناگوری خلیفہ اجل حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ کی تصنیف ہے۔ [2] پ ۷ الانعام ۱۰۳

کانہ یراك — گویا کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

اور رویت عیانی کا تعلق کل قیامت سے ہے کہ چشم سر سے اس کا دیدار کریں گے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ وصول علم یقین ایسے صوفیہ کرام کو حاصل ہے جو صرف کامل ہی نہیں بلکہ کمل (کمال پر پہنچانے والے) ہیں۔ یہی وصول علم الیقین رویت ہے۔

چنانچہ رسالہ غوثیہ میں ہے:

یاغوث من سالنی عن الرویت بعد العلم فھو محجوب بعلم الرویۃ فمن ظن ان الرویت غیر العلم فھو معذور ○

یا غوث حصول علم کے بعد جس نے مجھ سے رویت کے بارے میں دریافت کیا وہ علم رویت سے محجوب ہے، جس نے یہ سمجھا کہ رویت بغیر علم ہے وہ معذور ہے۔

وصول کیا ہے؟ ایک موقع پر وصول کے بارے میں گفتگو ہوتے لگی کہ وصول کیا ہے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت شیخ شبلی قدس سرہ سے دریافت کیا کہ وصل کیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ عطفین کو دور کر دے۔ تجھے وصل حاصل ہو جائے گا۔ یعنی دو میلانات یا دو خواہشات کو ترک کر دے اس پر سائل نے سوال کیا کہ حضرت عطفان کیا ہیں؟ قال قام ذرۃ بین یدیکم فحجبتکم عن اللہ کہ ایک ذرّہ تمہارے سامنے ایستادہ ہے پس وہ تمہارے لیے خدا سے حجاب بن گیا ہے۔ سائل نے پھر سوال کیا فقال ما تلک الذرۃ قال الدنیا و العقبیٰ — کہ یہ ذرہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ج [1] — تم میں سے کوئی دنیا کا ارادہ کرتا تھا اور کوئی آخرت کو چاہتا تھا۔

پس ان میں اللہ کا طالب کون ہے۔ پھر شبلیؒ نے فرمایا:

اذ قلت اللہ فھو اللہ و اذا سکت فھو اللہ یامن ھو لا ھو سبحانہ وحدہ لا شریك لہ — جب تو نے کہا اللہ تو وہ اللہ ہی ہے اور جب تو خاموش رہا تو بھی اللہ ہی ہے، اے وہ ذات جس کے سوا کچھ نہیں وہ پاک اور واحد ہے۔

یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئے ان کو وہاں سے اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا وصول دو طرح پر ہے ایک تو وہ ہے جس کے بارے میں علمائے ظاہر فرماتے ہیں کہ، العلم باللہ وصول الیہ — اللہ تعالیٰ تک پہنچنا علم باللہ ہے۔

---

[1] پ ۴ آل عمران ۱۵۲

چنانچہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا علم یہ ہے کہ جس نے اس کو جانا اور اس پر ایمان لایا گویا وہ اس تک پہنچ گیا۔ اور دوسری نوعیت وصول کی ہے جو صوفیائے کرام بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ "غیر سے الگ ہو جانا اور خدائے عزوجل سے اتصال حاصل کرنا وصول ہے" اس لئے کہ بندے اور خدا کے درمیان نہ آسمان، نہ زمین نہ پہاڑ نہ دریا نہ دشت نہ بیابان کوئی چیز بھی حجاب نہیں، سوائے اس کے کہ بندہ غیر کے ساتھ مشغول ہو۔

شعر

چون نماند در دلت اغیار نام
پردہ از محجوب برخیزد تمام

ترجمہ:- جب تیرے دل میں غیر کا نام باقی نہیں رہے گا تو اس محجوب کے رخ سے تمام پردے اٹھ جائیں گے۔
اس منزل پر سالک کو کمالِ مشاہدہ اس درجہ مستغرق کر دیتا ہے کہ اس میں کسی غیر کو نہیں سنا جا سکتا۔

مصرع: انا من اھویٰ ومن اھویٰ انا

ترجمہ:- میں وہ ہوں جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور جس کو میں دوست رکھتا ہوں وہ میں ہی تو ہوں۔ سے اس مرتبہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مثنوی

ہمدم گر از بر دُرّ وجود غرق گردد در دل بحرِ شہود
دُرّ و دریا ہر دو باہم گم شود ہمچو جوئی کاخران قلزم شود

ترجمہ:- اگر کوئی ہمدم ایک دُرِ وجود کے لیے بحرِ شہود کے اندر غرق ہو جائے تو اس وقت دُر اور دریا دونوں ایک ہو جائیں گے جس طرح ایک نہر قلزم میں گر کر خود قلزم بن جاتی ہے

مومنوں کی رویت

جب یہ ذکر چھڑا کہ مومنوں کو رویت حق کس طرح ہو گی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا مومنوں کی رویت کے بارے میں وضاحت یہ ہے کہ اصحاب سنت و جماعت اور ارباب دین و دیانت کی رائے اس سلسلہ میں مشہور ہے اور ان کا اعتقاد ظاہر ہے۔ اور اسلاف کرام کی کتب عقائد میں اس کی صراحت موجود ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سلسلہ میں آئی ہے:

واذا نظروا الی الجمال طابوا	اور جب اس کے جمال کا نظارہ کریں گے تو شاداں ہوں گے
واذا نظروا الی الجلال ذابوا۔	اور جب اس کے جلال کا مشاہدہ کریں گے تو پگھل جائیں گے۔

یعنی جو مومنین بہشت میں پہنچیں گے اور بہشت کو حور و غلماں سے آراستہ پیراستہ پائیں گے تو خوشی سے مست ہو جائیں گے اور اس کے بعد جمال حق کا نظارہ کریں گے تو بے حد و حساب طرب حاصل ہو گی۔ اور جب جلال حق پر نظر کریں گے تو ان میں گداز پیدا ہو گا
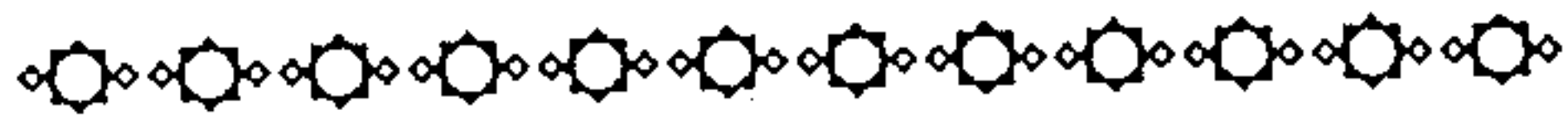
شعر

چشم شوخ تو خون من ریختہ بود
آہ از نہ لب تو دستگیرم بودی

ترجمہ:- تیری شوخ چشم نے میرا خون کر دیا ہے۔ آہ تیرے لبوں نے میری دستگیری نہ کی۔

کہ بہشت پگھلنے کی جگہ نہیں۔

قطعہ

چون جمال یار دیدہ آن زمان | درطرب آیند از حسنش نیاز
ور جلال او نماید ذرۂ | گر بود صد کوہ آید درگداز

ترجمہ:- جب دوست کا جمال دیکھیں گے تو دوست کا حسن دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوں گے اگر اس کا جلال اپنا ایک ذرہ بھی بے نقاب کر دے تو اگر سو پہاڑ بھی ہوں پگھل جائیں۔

اس موقع پر شیخ خادم حسین نے عرض کیا کہ "گداختن" سے یہاں کیا مطلب ہے؟ کیا یہ گداز حقیقی ہے یا اس کی کوئی تاویل ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ گداختن حقیقی نہیں ہے۔ کہ جنت پگھلنے کی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ گداختن سے مراد یہ ہے کہ جب وہ جمال حق کا مشاہدہ کریں گے تو ان تمام چیزوں کو بھول جائیں گے جو انہوں نے جنت میں دیکھی ہوں گی۔ اور اس وقت ان کو کوئی چیز یاد نہ رہے گی۔ اور وہ یہ خیال نہ کر سکیں گے کہ وہ چیز انہوں نے دیکھی ہے یا نہیں!

غزل

چو بینند عاشقان در روئے معشوق | چہ معشوقی کہ او را نیست ثانی
زنند خیمہ ز ملک خویش بیرون | ز دیدار جمال کامرانی
جمال حور دارد کامرانی | بجنب صورت آن پر معانی
بل از ہر دو جہان چیزی نباشد | کہ تمثیلش بود از انس و جانی
اگر از نعمت کونین معرض | نباشد پیش حسن جاودانی
مگو از ناظران روئے باقی | کہ نبود از وجود خویش فانی
اشرف از گلشن دیدار آنکس | گلی چیند کہ داند باغبانی
اگر نبود وجودش ہمچو نرگس | چہ بینند گلشن دیدار جانی

ترجمہ:- جب عاشقوں نے معشوق کے چہرے میں دیکھا۔ ایسا معشوق کہ جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ تو اپنے ملک سے باہر خیمہ زن ہو گئے، دیدار جمال سے کامران ہوئے۔ حور کا جمال بھی کامرانی کا حامل ہے۔ جو اس پر معانی صورت میں ہے بلکہ دو جہاں میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو انس و جانی کی تمثیل ہو۔ اگر کونین کی نعمت بھی حاصل ہو جائے تو حسن جاودانی کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے باقی کا چہرہ دیکھنے والوں سے نہ کہو کہ اپنا وجود

فانی نہیں تھا۔ اس کے گلشن دیدار سے اشرف نے وہ پھول چنے جو باغبان جانتا ہے۔ اگر اس کا وجود نرگس کی طرح نہ ہوتا تو گلشن میں دیدار جانی کیسے کرتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ [1]

اور جب تو وہاں (کسی طرف بھی) نظر اٹھائے نعمت ہی دیکھے اور بہت بڑی بادشاہت۔

منقول ہے کہ جب مومنین جمال حق کی پہلی نظر دیکھیں گے تو اس کے ذوق سے اسّی سال تک مست و بے خبر رہیں گے۔

بیت

جمال در نظر شوق ہم چنان باقی
گدا اگر ہمہ عالم بدو دہند گداست

ترجمہ:۔ نظر شوق میں آرزوئے جمال اسی طرح باقی ہے اگر گداگر کو تمام عالم بھی دے دیا جائے جب بھی وہ گداگر رہے گا۔

اس موقع پر قاضی اشرف نے عرض کیا کہ جب مومنین حالِ دیدار میں ہوں گے تو وہ ان چیزوں سے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ جیسے نعمتوں سے بہرہ ور ہونا، حوروں سے مباشرت کرنا اور اس طرح کی دیگر لذتوں سے بہرہ یاب اور محظوظ ہوں گے یا نہیں؟ اس کا جواب "معدن المعانی" میں اس طرح دیا گیا ہے کہ یہ تمام نعمتیں دوسری حالت میں ہوں گی لیکن یہ نعیم دارین میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں کہ بہشت کی لذتوں اور خواہشات لذت کے اعتبار سے دیدار خداوندی کل نعیم کا دیکھنا ہے۔ یہ ایک نعمت نعیم دارین کا جمع ہو جانا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

فرد

ہر چہ ہست از منظر حسن و جمال محو گردد پیش حسن لایزال
(ہیچ ہیں سب منظر حسن و جمال سامنے ہے جب وہ حسن لایزال)

اس اعتبار سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بہشت حواس کی بہرہ مندی کے لیے تو ایک معدن ہے لیکن دل کی لذت تو خدائے عزوجل کے دیدار میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ صوفیہ کرام کا طبقہ عالیہ اگرچہ جنت میں حور و قصور کی طرف متوجہ اور ان کی لذتوں سے بہرہ یاب ہوگا لیکن ان کا ذوق و شوق عام مسلمانوں کے ذوق و شوق سے سوا ہوگا بلکہ وہ رویت الٰہی جس میں نہ کم ہے نہ کیف ہے حورعین کے نظارہ اور مندرجہ بالا محلات کے ملاحظہ سے حاصل کریں گے یہ نکتہ ہر طبیعت کے ادراک کے لائق نہیں ہے ؎

---

[1] پ ۲۹ سورہ الدھر: ۲۰

قطعہ

کسی کو اینچنین ادراک باشد زلذتہای بشری پاک باشد
بود ذوقی مرایشان را بدیدار کہ برتر از ہمہ ادراک باشد

ترجمہ:۔ جب کسی کو ایسا دیدار میسر آجائے جو ادراک سے بالاتر ہے تو یقیناً بشری لذتوں کی کیا پرواہ کرے گا۔ ذوقِ دیدار اسی کو ہو سکتا ہے جو تمام ادراک سے بلند و بالا ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ رویت کی لذت شوق کے اندازہ کے مطابق ہے جس مقدار کا کسی کو شوق ہوگا (اتنا ہی بہرہ یاب ہوگا) بعض کو دنیا سے مشتاق لے جاتے ہیں اور یہ بہت بڑا کام ہے۔

قطعہ

روز محشر کہ من از خواب گراں برخیزم ہمچو نرگس بجمالت نگران برخیزم
گر در انجای شہیدان غمت را طلبند من بخون غرق کفن نعرہ زنان برخیزم

ترجمہ:۔ جب روز محشر میں خواب گراں سے میں بیدار ہوں گا تو نرگس کی مانند تیرے جمال کو دیکھتا ہوا اٹھوں گا اور اگر وہاں تیرے غم کے شہیدوں کو طلب کریں گے (پکاریں گے) تو میں خون میں غرق کفن میں سے نعرہ مارتا ہوا اٹھوں گا۔

اور بعض حضرات کو اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے آخرت میں یہ شوق عنایت فرما دے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا جب دوزخیوں سے اللہ تعالیٰ ما کنتوا فرمائے گا (دیر تک انتظار کرو) تو اس خطاب کی لذت سے دوزخی عذاب کی وحشت اور دوزخ کی عقوبت کو بھول جائیں گے۔ جیسا کہ حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا

یا غوث لا وحشت و لا حرقۃ فی النار بعد الخطاب لاھلھا یا غوث دوزخیوں سے خطاب کے بعد آگ میں حرکت اور وحشت باقی نہیں رہے گی

ان کا رونا دھونا اور آہ و بکا کرنا فراق کے باعث تھا نہ کہ بوجہ عذاب۔

قطعہ

چو یوسف برسر زندان گذر کرد خطابی کرد با زندانیان ساز
ز یاد شوق آن آواز زندان شدہ گلشن پر از گلہای طناز

ترجمہ:۔ جب حضرت یوسف قید خانہ کی طرف سے گذرے اور قیدیوں سے مخاطب ہوئے تو قید خانہ ان کی یاد کے شوق میں رنگا رنگ پھولوں سے مہکتا ہوا گلشن محسوس ہونے لگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب طالب کا دل آتش شوق کے دیدار سے جلتا ہے اور سالک کی جان یار

کی محبت کے شعلے سے جلنے لگتی ہے تو اس وقت تمثیل کے پانی سے اسکی اس آگ کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے اس لیے کہ عاشقوں کے لیے یہ لباس تمثیل نہ ہو تو ان کا لباس حیات پارہ پارہ ہو جاتے۔

قطعہ

عاشقان را وصال دانی چیست یافتن راہ در بساط مثال
زانکہ وصل خدائی بی کم و کیف جز تمثل محال ہست محال

ترجمہ:۔ تمہیں معلوم ہے کہ عاشقوں کے لیے وصال کیا ہے! ان کا وصال یہ ہے کہ ان کو بساط مثال کی طرف راستہ مل جائے اس لیے کہ اس ذات کا جس میں نہ کم ہے نہ کیف ہے تمام اغراض سے پاک ہے سوائے تمثیل کے وصال محال ہے محال۔

چنانچہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اضطراب و اشتیاق بہت زیادہ ہوا اور جدائی کی آگ حد سے بڑھ گئی تو آپ کو معراج مثال کا عروج عطا کیا گیا۔ (معراج عطا ہوئی) اور آپ کے سر اقدس پر وصل کا تاج سجایا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رایت ربی فی لیلۃ المعراج فی احسن صورتہ شاب اوامرد ذی قطط — میں نے اپنے رب کو لیلۃ المعراج میں ایک جوان امرد مرغولہ مو کی بہترین صورت میں دیکھا۔

اور اسرار مثال سے مطلع ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے اور انوار مثال پر نظر رکھنا کسی معمولی کردار کے بس کی بات نہیں ہے۔

قطعہ

ای برادر پائی در راہ مثال مشکل است و بہترین پندار حال
ہر کرا شاہ مثال یار داد بر سریر لایزالی پا نہاد

ترجمہ:۔ اے دوست راہ مثال میں پاؤں رکھنا بہت مشکل ہے لیکن اسکو بہترین حال سمجھنا چاہیئے۔ جس کسی کو شاہ مثال اپنے حضور میں باریاب فرماتا ہے۔ گویا اس نے لایزالی تخت پر اپنا قدم رکھ دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ سہل عبداللہ تستری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اس عالم میں ایک تمثل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور وجود کو تمثیل مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور پیکر تخیل مرتضوی میں جلوہ نما فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ [1] — بے شک جلوہ گر ہوا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قد پُر نور کا سایہ نہ ہونا اسی بنا پر تھا۔

---

[1] پ ۶ المائدہ ۱۵

شعر

سایہ نداری کہ تو نور مہی
رو کہ تو خود سایہ نور الٰہی

ترجمہ:- چونکہ آپ ایک عظیم نور تھے اس لیے آپ کا سایہ نہ تھا اور نور الٰہی کا سایہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ بے شک آپ کا وجود مبارک آفتاب حقیقت کا پرتو تھا اور ظاہر ہے کہ پرتو کا سایہ نہیں ہوتا

مثنوی

بود ذاتش پرتو خورشید ذات تافتہ انوارِ او از شش جہات
لاجرم نور خدا مسند بود سایہ او انوار باہم ضد بود

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی خورشید ذات کا ایک پرتو تھی جس کے انوار شش جہات سے تاباں تھے۔ بے شک خدا کا نور حقیقت محمدی میں تھا اس لیے اس کا سایہ نہ تھا کہ سایہ اور نور تو باہم متضاد ہیں۔ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

امام ابوبکر قحطبیؒ فرماتے ہیں:

رأیت رب العزۃ علی صورۃ النبی الامی۔ میں نے خدا کو نبی الامی کی صورت میں دیکھا۔

اور مجھے معلوم ہے کہ یہ ذات گرامی کون ہے تو النبی الامی کو سمجھ اور عندہٗ ام الکتاب (اور اس کے پاس ام الکتاب ہے) کو پڑھ اور سمجھ۔ اور یہ جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا یہی تمثیل ہے۔ یہ بطور تمثیل و تشبیہ نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت مولانا رومیؒ کے معارف سے یہ بات فرمائی کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ انسان دنیا میں اس حشمتِ سرمدی کے لائق اور دولت ابدی کے شایاں اس وقت بن سکتا ہے کہ جب وہ اس عالم سفلی سے گزر کر گلزار علوی میں پہنچ جائے جس طرح وہ پہلے لالہ زار علوی سے نکل کر اس کو ہسار سفلی میں آیا تھا۔

قطعہ

اگر خواہی کہ بینی بارعلوی ز سفلی برگذر و آثار علوی
کہ علوی روئے علوی را ببیند درین گلذار سفلی گل بچیند

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکثر سالکوں کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجاہدہ سے مشاہدہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور بعض حضرات کو اس حالت میں کہ مسند نشین ریاست ہوتے اور صدر بالش پر بیٹھے ہوتے ہیں اس عروس کا نظارہ میسر آجاتا ہے۔ بہر حال وہ مستغنی ہے جیسا چاہے کرے کسی کے لئے دم مارنے کا موقع نہیں ہے۔

مثنوی

یکی بیہودہ راہِ عشق بسیار بدیدہ تا جمال یار دلدار
یکی در بزم عیش خود نشستہ شراب وصل خوردہ با خجستہ

چنانچہ خواجہ مظفرؒ سے منقول ہے کہ فرماتے تھے جو کچھ دوسرے لوگوں کو سخت مراحل خونخوار جنگلوں کو طے کرتے اور جانگداز دشت و دریں رہنے کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ میں نے سروری اور حکومت کے تخت پر بیٹھ کر پا لیا۔ اصحاب رعونت ان بزرگ کے اس قول کو ایک دعویٰ سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ایسا کہنا ان کے حال کا نقص تھا۔ نشان کمال نہیں تھا۔ ؎

بدستان راست ناید کار رستم
ز زالی زشت آید زیب پرچم

ترجمہ:۔ عام لوگ رستم نہیں بن سکتے اور عورتوں کے ہاتھ میں پرچم زیب نہیں دیتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں باباتنگر قلی جو قلماق ترک تھے اور دوسرے دوست علی جو ازبک ترک تھے منازل سلوک طے کرنے کے لئے حاضر ہوئے ان دونوں اصحاب کے حال کے مطابق ہر ایک کے لئے الگ الگ طریقہ کار مقرر کیا گیا۔ تنگر قلی کو ذکر کے لئے ایک ایسا کمرہ عنایت کیا گیا جس میں اعلیٰ درجہ کا فرش تھا اور دوست علی کے لیے سخت ریاضت مقرر کی گئی۔ ہمارے بعض ساتھی اس موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ مرشد حضرات حاذق اطبا کی مانند ہیں کہ وہ مرض کے مطابق ہی ادویہ سے کام لیتے ہیں۔

مثنوی

طبیبان را نظر تیز است ای یار کہ دردِ ہرکسی دانند زنہار
یکی از دردِ سر دیگر ز سودا بنالیدند ہر دو پیش بیطار
ز نظر تربیت فرمود شان را گلاب این را و آنرا نیز جادار

ترجمہ:۔ اے دوست جو طبیب ہیں ان کی نظر بہت تیز ہے اور وہ ہر ایک کی بیماری کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ دو شخص تھے ایک کے سر میں درد تھا اور دوسرا سودا کی بیماری میں مبتلا تھا۔ یہ دونوں بجائے طبیب کے معالج حیوانات کے پاس پہنچ گئے، اس نے دونوں کے علاج کیلئے گلاب تجویز کر دیا (حالانکہ دونوں مرض ایکدوسرے کے متضاد ہیں)

پس کچھ عرصہ کے بعد تنگر قلی حجرۂ تربیت سے فارغ ہو کر باہر آئے تو حضرت نے ترکی زبان میں پوچھا "ازجرہ کوردنگر" تو انہوں نے کہا "منی لبغار پیکر اول کوردم وکیم ہیچ کیشین عالمدار کور مسابلقاہی اور فی البدیہہ ترکی زبان میں یہ شعر پڑھا ؎

شعر ترکی:۔
کوروم اول خورشید نی کم برچہ عالم ذرہ
دورا پچندم اول دریانی کم کم عرش پر سنگ قطرہ

(اس سے آگے آخر تک ترکی عبارت ہے)

لطیفہ ۱۲

صوف وخرقہ وغیرہ سے لباس مشائخ کے اقسام اور ہر ایک کے معنی اور مرید و مراد کے شرائط اور مقراض وطاقیہ کا تذکرہ

(دربیان انواع لباس مشائخ از صوف وخرقہ وامثال آن ومعنی ہر یک شرائط ارادت مرید ومراد وذکر مقراض طاقیہ)

قال الاشرف:

الارادۃ وھی داعیۃ مختلفۃ فی الصدور مقدمۃ علی الافعال۔

ترجمہ:۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ ارادت ایک داعیہ ہے مختلف النوع جو لوگوں کے سینوں میں ہوتا ہے اور یہ افعال پر مقدم ہے۔

اصحاب ارادت پر واضح ہو کہ جب عنایت ربانی کی ہوا فضائے سبحانی سے چلنا شروع ہوتی ہے اور دریائے رحمت سے شجرۂ ایمانی پر رحمت صمدانی کی بارش شروع ہوتی ہے تو باغ دل تر و تازہ ہو جاتا ہے اور نہال ایمان میں حرکت وجنبش ہونے لگتی ہے تو اس وقت دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے اور دل میں طلب ارادت (مرید ہونے کی خواہش) پیدا ہوتی ہے اور انسان مبدا و معاد کی جستجو میں مشغول ہو جاتا ہے۔ بس اس وقت بادِ عنایت ایزدی کے جھونکے اپنی آغوش میں لے کر کسی صاحب دل (مرشد) تک پہنچا دیتے ہیں تاکہ وہ اس کو قبول فرمالے۔

شعر

گر تو سنگ صخر وخارا مرمر شوی
چون بصاحب دل رسی گوھر شوی

ترجمہ:۔ اگر تم سنگ خارہ ہو تو سنگ مرمر ہو جاؤگے۔ اگر کسی صاحب دل تک پہنچ جاؤگے تو گوہر بن جاؤگے۔

جب تم اس کی خدمت میں پہنچ جاؤگے تو وہ شریعت کے حکمت خانہ سے تم کو شربتِ شفا پلائے گا اور طریقت کے دواخانے وفا کی معجون مفرح کھلائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ — اور قرآن میں ہم وہ چیز نازل فرماتے ہیں
وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا [1] — جو رحمت اور شفا ہے ایمان والوں کے لئے۔

یہ شرعی دوائیں امراض جسمانی میں اعتدال اور امراض سے مقابلہ کی قوت پیدا کرتی ہیں اور طبیعت نفسانی کے قوٰی میں ہوائے روحانی کی جانب سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اس کے خلاف ہو تو امراض جہالت سودا میں تبدیل ہو جاتے ہیں ؎

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۲

شعر

علاج علت سرسام عنّابست ونیلوفر
تواز سیر و عدس جوئی دوائی او زہی سودا

ترجمہ:۔ سرسام کا علاج تو عناب اور نیلوفر سے کیا جاتا ہے تو بجائے اس کے اس کو لہسن اور مسور کھلا رہا ہے۔ کیا پاگل پن ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مریدوں کا اولیائے روزگار کی ارادت میں داخل ہونے اور زمانہ کے اصفیا سے مستفید ہونے کا سرچشمہ یہ ارشاد خداوندی ہے:

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْآ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ[1] — اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

ایک دوسری آیت ہے:

یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ[2] — ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

تفسیر قیامی میں لکھا ہے کہ الوسیلہ الی اللہ کے معنی فقرا و مشائخ کا تقرب ہے جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من اراد ان یجلس مع الانبیاء فلیجلس مع العلماء ومن اراد ان یجلس مع اللّٰہ فلیجلس مع الفقراء — جو یہ چاہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں بیٹھے پس اس کو چاہیئے کہ وہ علماء کے پاس بیٹھے اور جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہے وہ فقرا کے ساتھ بیٹھے۔

اس ارشاد میں فقرا سے مراد مشائخ ہیں کہ یہی حضرات ضلالت کے صحراؤں میں ادھر ادھر پھرنے والوں کو سیدھے راستہ پر ڈال دیتے ہیں اور وادی جہل میں سرگرداں لوگوں کی ہدایت کرنے اور سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں۔

جب ارادت کا ان دلائل سے ثبوت بہم پہنچ گیا تو پھر بیعت بھی لازم و واجب ہوگئی۔ اس لیے کہ ارادت تو بیعت کے بغیر ایک بے بنیاد وعدہ ہے ؎

شعر

چو بر ہم دست در یاران نباشد
یقین میدان کہ آن پیمان نباشد

ترجمہ:۔ جب تک یاروں کا ہاتھ یار کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ یقین کر لو کہ وہ عہد و پیمان نہیں ہے۔

اصحاب بیعت اور ارباب ارادت کی دلیل یہ آیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] پ ۶ المائدہ ۳۵ [2] پ ۲۶ الفتح ۱۰

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ج فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ج وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ [1]

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ تو جس نے بیعت توڑی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا اور جس نے اس عہد کو پورا کیا جو اس نے اللہ سے کیا (تھا) تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔

اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے اس کا دوسرا نام شجرہ المبایعۃ بھی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارادت دو طرح کی ہے "ارادت صوری اور ارادت معنوی" ارادت معنوی کے بارے میں تو کہا جا چکا ہے کہ وہ اس سلسلہ سلوک کا ایک فرض ہے اور اس درگاہ کے واجبات میں سے ہے اور ارادت ظاہری سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ استحسانِ مشائخ ہے اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور متقدمین حضرات کے عہد میں سلسلہ بیعت اور سر منڈانے کا یہ طریقہ نہیں تھا۔ بعد میں اس کو مستحسن سمجھا گیا البتہ خرقہ کا دینا عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موجود تھا تم کو معلوم ہوگا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خرقہ مبارک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا البتہ یہ بیعت قصر و حلق نہیں تھا۔ قصر و حلق اور بیعت کا قاعدہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ کے عہد سے شروع ہوا ان کی نسبت کسی بدعت کا گمان ہرگز نہیں کیا جاسکتا کہ وہ متقدمین کے پیشوا اور قدوۃ کاملین تھے۔ جب تک ان کو صحیح نقل نہیں ملی ہو گی انہوں نے اس سلسلہ کو شروع نہیں کیا ہوگا۔ بایں ہمہ صحیح یہ بات ہے کہ ارادت کا تعلق اور بیعت کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مشائخ سے منقول اور ایک بزرگ سے دوسرے بزرگ تک سلسلہ بہ سلسلہ چلا آرہا ہے اور اولیٰ اور انسب یہی ہے کہ ارادتِ صوری کا تعلق ایسے شخص اور ایسی ذات سے قائم کیا جائے جو خدا رسیدہ ہو اور بارگاہِ الٰہی میں برگزیدہ ہو۔

شعر

ارادت باکسی آر ای برادر | کہ باشد ہمچو ما در آب و آذر
بگیر آن کف کہ در بحر ہوائی | بگیرد دست تو از آشنائی

ترجمہ:- ارادت ایسے شخص سے قائم کرنا چاہیئے جو ہماری طرح آگ اور پانی میں ہو۔ اس شخص کا ہاتھ پکڑ (بیعت کر) جو سمندروں اور طوفانوں میں تجھے پہچان کر تیری دستگیری کرے۔

---

[1] پ ۲۶ الفتح ۱۰

اور اس برگزیدہ شخص کا سلسلۂ اجازت مسلسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک بلا فصل پہنچتا ہو اگر اس کے سلسلۂ اجازت میں کہیں سے خلل ہو (وہ سلسلہ درمیان میں کہیں سے ٹوٹا ہو) تو ایسے شخص سے بیعت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ جن کا سلسلۂ اجازت صحیح ہے ان سے بیعت کرنا درست ہے اور ان کے ہاتھ پر توبہ کرنا مناسب ہے خواہ وہ سرحد کمال تک نہ پہنچا ہو۔

حضرت شیخ خواجگی سے منقول ہے کہ ایسے خلفاء سے جن کا سلسلۂ ارادت ان مشائخ تک پہنچتا ہے بیعت کرنا زیادہ درست ہے اور دوسروں کو ان کے احوال پر چھوڑ دے۔ ان بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ شیخ حارث محاسبی، سید الطائفہ جنید، شیخ ابو محمد رویم، شیخ ابو العباس ابن عطاء، شیخ عمرو عثمان مکی قدس اللہ اسرارہم (ان حضرات کے سلسلہ کے خلفا سے بیعت کرنا زیادہ بہتر ہے) اس فقیر کے خیال میں ایسے سلسلہ میں بیعت کرنا اچھا ہے جن کا تعلق ان چودہ مشہور خانوادوں سے ہے اور ان کی اقتدا اہم ہے۔ انکے علاوہ ان سلسلوں میں بھی بیعت کی جاسکتی ہے۔ جن کا سلسلہ ائمہ سادات تک پہنچتا ہے یہ پسندیدہ اور مناسب ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سلسلہ صحیح میں بیعت کرنے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ ان واسطوں کے درمیان بیعت کرنے والے شخص کا پیر اس کی استمداد کی اہلیت نہیں رکھتا ہے تو اس سلسلہ میں انتہا تک کوئی نہ کوئی پیر ایسا ضرور ہوگا جو اس کی فریاد کو پہنچے گا اور اس کی مدد کرے گا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں منقول ہے۔ کہ ایک شخص کو موت کے وقت ایک مشکل مرحلہ سے دوچار ہونا پڑا اس نے اپنے پیر کی طرف توجہ کی لیکن وہ پیر اس مشکل کو حل نہ کرسکا تو اس نے اپنے پیر کی طرف رجوع کیا لیکن اس کے پیر سے بھی وہ مشکل مسئلہ حل نہ ہوسکا تو انہوں نے اپنے پیر سے رجوع کیا اور اس طرح سلسلہ بہ سلسلہ ہر ایک اپنے پیر کی روحانیت سے رجوع کرتا رہا تا اینکہ روح مقدس و پر نور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سلسلہ پہنچا اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس نے اس مرید کی دستگیری فرمائی اور اس کی مشکل کو حل فرما دیا۔ (آپ کی ذات گرامی کونین کے غموں کو دور کرنے والی ہے) اسی طرح جب کبھی اصحاب طریقت کی راہ میں کوئی دشواری حائل ہوتی ہے تو پیر اس کی مدد فرماتا ہے۔ اور اگر وہ پیر مدد نہیں کرسکتا تو پھر اس کا پیر مدد کرتا ہے جیسا کہ بعض مشائخ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر توبہ کی راہ میں کوئی خلل واقع ہو جاتا ہے تو بے شک اس کی مدد اس کا پیر کرتا ہے جس کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی ہے اور اگر وہ مدد نہیں کرسکتا تو پھر وہ مدد کرتا ہے جو اس سے بلند ہے یعنی اس کا پیر ہے اور اگر اس سے بھی اس مشکل کا حل ممکن نہیں ہوتا تو پھر یہ سلسلہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مدد فرماتے ہیں:

مثنوی

ہر کہ دریں سلسلۂ خاندان　　　دست زدہ واصل جانانہ دان

رست از ین سلسلۂ روزگار　　سلسلہ یافت ز زلف نگار
گرچہ درین سلسلۂ حلقہ　　سست بود، ہیچ مکن فرقہ
زانکہ سرحلقہ او محکم است　　کش بود آویختہ عالم کم است

ترجمہ:۔ جو کوئی اس سلسلہ خاندان سے وابستہ ہو گیا سمجھو کہ واصل جانا نہ ہو گیا یعنی محبوب حقیقی تک پہنچ گیا جس کے ہاتھ میں اس محبوب کی زلف آگئی وہ اس سلسلہ روزگار سے آزاد ہو گیا۔ اس سلسلہ (زنجیر) میں کوئی کڑی کمزور بھی ہو تو پرواہ نہیں ہے۔ کچھ فرق نہ سمجھو کہ اس زنجیر کا سرا اور پہلی کڑی تو بہت مضبوط ہے وہ پہلی کڑی ایسی ہے کہ اس سے تمام عالم بھی وابستہ ہو تو بھی بہت کم ہے۔ وہ اس سے زیادہ وزن کی متحمل ہو سکتی ہے۔

شرائط بیعت حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ یہ سلسلہ وسائط مشائخ (مشائخ کے واسطوں کا سلسلہ) حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے تا ایندم (ہمارے زمانہ تک) بہت طویل ہے۔ اور اس سے یہ راہ سلوک وطریقت بہت روشن ہو گئی ہے اور اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت اخی علی مصری سے منقول ہے کہ اکابر کے واسطہ اور مشائخ کے سلسلے درمیان میں جس قدر زیادہ ہوں گے اتنی ہی یہ راہ روشن ہو گی اور اسی قدر فوائد حاصل ہوں گے۔ اور راہ سلوک آسان ہو گی۔ احادیث شریف کے سلسلہ میں اس کے برعکس ہے کہ جس احادیث کی اسناد میں جس قدر وسائط کم ہوں گے اتنی ہی وہ حدیث معتبر ہو گی اور صحیح تر ہو گی۔ جیسا کہ صحابۂ کرام نے فرمایا ہے کہ وسائط جس قدر زیادہ ہوں گے اتنا ہی تغیر کا احتمال زیادہ ہو گا۔ اس کے خلاف جس قدر خرقے زیادہ اور نور مشائخ سے نسبت زیادہ ہو گی اتنا ہی راستہ زیادہ روشن ہو گا۔

مثنوی

گرچہ شہ بر لشکر سیارہ سر　　میکند از راہ لطف خود گذر
لیک فوجی کہ در سرحد بود　　از جماعت بیشتر دارد نظر

ترجمہ:۔ اگرچہ بادشاہ لشکر سیارہ سر پر اپنے لطف وکرم سے گزرتا ہے لیکن وہ فوجی جو سرحد پر کھڑا ہے وہ جماعت سے زیادہ نظر رکھتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ بیعت اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی۔ جب تک شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جائے اور سر پہ قینچی نہ چلائی جائے۔ (بال نہ کترے جائیں) اور شیخ سے خرقہ نہ پائے اگرچہ مقراض اور خرقہ کو لازمی شرائط میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن سلسلہ صوفیہ میں اس کا استعمال اس کثرت سے ہوا ہے کہ اب اس کو کوئی ترک نہیں کرتا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری سے منقول ہے کہ مرید اس وقت تک کامل مرید نہیں بن سکتا جب تک شیخ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لے اور اس کے بال نہ کاٹے جائیں اور اس کو شیخ خرقہ عطا نہ فرمائے۔ خرقہ سے مراد ٹوپی اور ایک چادر یا کپڑا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے تقریباً ان الفاظ

میں فرمایا کہ حضرت شیخ احمد کنبوہ حضرت شیخ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طاقیہ کی درخواست کی حضرت نے ان کو طاقیہ (کلاہ جو عمامہ کے نیچے پہنا جاتا ہے) عنایت فرمادیا اور بیعت نہیں کی۔ جب حضرت شیخ نظام الدینؒ نے سفر آخرت اختیار فرمایا تو شیخ احمد حضرت شیخ نصیر الدینؒ (چراغ دہلی) کی خدمت میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا بس وہی کافی ہے۔ اس وقت جو صوفی حضرات وہاں موجود تھے۔ آپس میں بحث کرنے لگے کہ ان کو جو طاقیہ ملا ہے وہ محض تبرک ہے بغیر بیعت کے ارادت درست نہیں ہوتی۔ (یعنی شیخ احمد مرید نہیں ہیں) حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا۔ پھر دہلی کے اکابر اور دوسرے مکاتب صوفیہ سے اس سلسلہ میں رجوع کیا گیا۔ چنانچہ اس استفسار اور حضرات صوفیہ کی تصانیف ورسائل کے مطالعہ اور چھان بین کے بعد یہی بات قرار پائی کہ "بغیر بیعت کے ارادت درست نہیں ہے" پس وہ کلاہ جو شیخ احمد کو دی گئی ہے وہ محض تبرک ہوگی۔

حضرت شیخ ابو اسحاق جب شیخ عبد اللہ خفیفؒ قدس سرہ کے مرید ہوئے تو صرف بیعت کی (خرقہ وکلاہ حاصل نہیں کیا) لیکن مقراض اور خرقہ بھی اہم امور میں سے ہے اور بعض ارباب تصوف اور مشائخ کا کہنا یہ ہے کہ بیعت ان تین چیزوں کا نام ہے اوّل مقراض یعنی سر منڈوانا یا بال کتروانا دوم پیر راہبر کا اقرار سوم پیر سے خرقہ حاصل کرنا۔ کم ہو یا زیادہ (یعنی خرقہ کے کپڑے کم ہوں یا زیادہ ہوں) بعض مشائخ نے یہ بھی کہا ہے کہ سر کے صرف تین بال دو سیدھی طرف سے کہ علائق کونین سے قطع تعلق کی جانب اشارہ ہے کاٹ لینا چاہیئے اور ایک بال بائیں طرف سے جس سے وجود غیر سے قطع تعلق کیطرف اشارہ ہے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ بال لینے کے سلسلہ میں تعداد کا تعین کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن معمول یہ رہا ہے کہ مرید کے سر سے تین بال کاٹ لیتے ہیں اور اس سلسلہ میں قیاس یہ کیا جاتا ہے کہ طالب ومطلوب کے درمیان جو کثیف ترین پردے ہیں وہ یہ تین ہیں۔ اول خلق جو طاعت وعبادت میں حجاب بنتی ہے، دوم دنیا جو آخرت کا حجاب ہے، سوم عقبیٰ جو حجاب مولیٰ ہے پس جب مرید کے یہ تین بال لیے جاتے ہیں تو اس سے مراد ان تمام حجابات کا قطع کرنا ہوتا ہے۔ بعض مشائخ بجائے تین بالوں کے چار بال لیتے ہیں ایک بال پیشانی سے اور ایک ایک دائیں بائیں سے اور ایک گدی کی طرف سے ان چار بالوں کے قطع کرنے سے بھی انہی چار حجابات کا قطع کرنا ہوتا ہے۔ تین حجابات تو مذکور ہو چکے چوتھا حجاب نفس ہے یا اس سے مراد چار ترک کونین ہے (یعنی کونین کو بالکل ترک کردینا اس کے تمام لوازم کے ساتھ)

مثنوی

تا نبرّی چار تار موئے سر	چار تار یار کی گیری بسر
چار تار عشق گیرو ساز کن	پردہ را آنگہ ز دل آغاز کن
چار تاری یار کی آید بساز	گر نمانی گوش نفس خویش باز
چار تار یار گر آید بچنگ	بشنوی از نغمۂ ہر موئے رنگ

ترجمہ:۔ جب تک تو سر کے یہ چار بال نہیں کاٹے گا تو دوست کے چار تارہ تجھے میسر نہیں آسکیں گے
پس عشق کے ان چار تاروں کو حاصل کر کے اس سے چار تارہ بنالے اور چار تارہ پر
اپنا راگ چھیڑ دے۔ لیکن دوست کا یہ چار تارہ (ساز) اس وقت تک نہیں چھڑ سکتا جب
تک تو اپنے نفس کی گوشمالی نہیں کرے گا۔ جب دوست کا یہ چار تارہ چھڑ جائے گا تو اس کے
ہر تار سے "رنگ" کا نغمہ پیدا ہوگا۔

مقراض کی ابتداء کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں جب کوئی پیدا ہوتا تو آپ اس کو کسی نہ کسی کسب میں مشغول فرما دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کے یہاں شیث علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر ہی سے حضرت شیث (علیہ السلام) کی عادت یہ تھی کہ وہ مخلوق سے الگ تھلگ رہتے اور زمانہ کی پابندیوں سے خود کو آزاد رکھتے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اس طرف راغب پایا تو سوچ میں پڑ گئے کہ ان کو کس کسب میں مشغول کروں وہ اسی فکر میں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا الشیث صوفی (شیث صوفی ہے) اس کے بعد حضرت شیث علیہ السلام کو خلوت میں بیٹھا دیا گیا۔ ان کی خلوت نشینی کا ہر طرف شہرہ ہو گیا اور پھر یہ شہرت اس درجہ پر پہنچ گئی کہ وہ مرجع خلائق بن گئے لوگ آپ کی زیارت کے لیے ٹوٹے پڑتے تھے اور آپ سے فوائد حاصل کرتے تھے جب لوگوں کا آنا جانا اس طرح حد سے بڑھ گیا تو جبرئیل علیہ السلام پھر تشریف لائے اور حضرت شیث علیہ السلام کو مقراض دی اور کہا اب جو کوئی محبت اور دوستی کا تعلق تم سے پیدا کرنا چاہے اس قینچی سے اس کے سر کے بال کاٹ لینا تاکہ تمہارے اور اس کے درمیان اتحاد کی علامت بن جائے۔

مثنوی

کسی کو در جہاں خلوت نشین بشد — دراد مجمع اصناف دین شد
وگر چون موئے حکمش برسر آمد — کہ گیرد موئے فرق کش درآمد
گرفتہ موئے از فرق خلائق — کہ مشعر گشت بر قطع خلائق

ترجمہ:۔ جب کوئی خلوت نشین ہو جاتا ہے تو اس کے مجمع میں دین کو اضافہ ہوتا ہے اور جو کوئی اس کے
حکم کے بال سر پر رکھ لیتا ہے یعنی حکم مان لیتا ہے تو سر کے بال اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے خلائق
کے سر سے بال اتار کر ثابت کیا جاتا ہے کہ قطع خلائق کیا گیا ہے۔

مقراض قطع کا آلہ ہے یعنی پیر مرید کو اس مقراض کے ذریعہ غیر سے منقطع کر دیتا ہے۔ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بعض اوقات تین بال سیدھی طرف کے اور کبھی بائیں طرف کے اور کبھی پیشانی سے کاٹ لیتے تھے یہی سلطان المشائخ کا معمول تھا۔ لیکن اگر امراء و سلاطین حلقہ ارادت میں داخل ہوں تو بجائے سر کے بالوں کے ان کی موچھوں کے بال لیے جائیں۔ یہی اولی ہے اور ان کے گلے میں دستار ڈال دی جائے۔ جس سے

بہ ظاہر ہو کہ یہ بندہ گنہ گار جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا تھا۔ اب اس کی بارگاہ میں رخطا کاروں کی طرح حاضر ہو رہا ہے اور اپنے نفس کی گردن کو شریعت کی قید میں مقید کر رہا ہے اور اب باری تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشائخ کی پناہ کا خواہاں ہے اس طرح شر نفس اور شیاطین سے پناہ طلب کرتا ہے۔

مثنوی

گریزد بندہ گر از خداوند　　بصحرا سر نہد ز آرام گاہی

چو خواہد آمدن بر خواجۂ خویش　　بصاحب دولتی جوید پناہی

رسن در گردن اندازد بیارد　　بہ پیش خواجہ و خواہد گواہی

ترجمہ:۔ جو بندہ خداوند کریم سے گریز کرتا ہو وہ اپنا سر صحرا کی آرامگاہ میں رکھتا ہے لیکن اگر وہ اپنے خواجہ و آقا کے حضور آنا چاہے تو پیرومرشد کے ہاں پناہ حاصل کرے۔ گلے میں رسی ڈال کر آئے اور اپنے خواجہ کے سامنے توبہ کرے اور گواہی دے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مرید کے سر پہ کلاہ چار تر کی رکھی جائے اس کلاہ میں تکمہ ہونا چاہیے کہ یہ تکمہ اشارہ ہے اس نقطۂ وحدت کی طرف یعنی چار چیزوں کو ترک کر کے وہ نقطۂ وحدت پر آگیا ہے اور اپنے اعیان ثابتہ کے نقطہ نظر پر پہنچ گیا ہے اور یہ بات مرید منتہی کے منصب اور مرتبہ سے نسبت رکھتی ہے کہ وہی اس کا اہل ہے اگر مرید قابل سعادت اور افادت کے لائق ہے تو اس کو اپنی کلاہ عنایت فرمادے ورنہ عام صورت میں اپنے سر سے مس کر کے اس کو اڑھا دے اور وہ مرید شیخ کے تمام اصحاب اور حاضرین مجلس سے مصافحہ کرے، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں دوگانہ ادا کرے۔ یہ شکرانہ اس سلسلہ میں ہے کہ اس کو توبہ کی دولت حاصل ہوئی اور شیخ کی دست بوسی کی نعمت میسر آئی اگر مرید اس لائق ہے کہ وحدت کا کام (کارِ وحدت) کر سکتا ہے تو اس کے مناسب حال کوئی خدمت اس کے سپرد کردی جائے۔ اور اگر وہ شیخ کے ہاتھ پر صرف توبہ ہی کرنا چاہتا تھا اور بیعت سے اس کا مقصد صرف توبہ کرنا تھا تو یہ بھی ایک گرانمایہ اور عظیم سعادت ہے اور بہت ہی خوشگوار دولت ہے۔

شعر

سری باید کہ پوشد تاج دولت
بری شاید کہ بیند زیب وحشمت

ترجمہ:۔ تاج دولت پہننے کے لئے موزوں اور مناسب سر ہونا چاہیئے اور زیب وحشمت کے لئے مناسب جسم درکار ہے۔

جب کوئی مرید ارادت کے لیے حضرت پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور ارادت کا نام لیتا تھا تو حضرت اس سے بہت بچتے تھے اور آپ کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا اور فرماتے تھے آج کل مرید کہاں ہے

اگر کوئی مرید تھا تو حلقہ مریدانِ جہاں کے سردار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور پیروں اور مرشدوں کے سردار سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی اور ان کے بعد چند اور دوسرے حضرات متقدمین میں تھے۔ جو ارادت کی حدوں تک پہنچے تھے چونکہ آپ کے خدام عظام نے آپ کے زبان سے متعدد بار یہ بات سنی تھی اس لیے جب کوئی طالب ارادت خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو اس کو سمجھا دیا جاتا تھا کہ ارادت کے بجائے توبہ کی التماس کرے۔ جب آپ کے گوش مبارک میں توبہ کا نام پہنچتا تو آپ حد درجہ مسرور ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے بھائی آؤ۔ آؤ۔ ہم تم مل کر توبہ کریں اور ہم تم کہ بحر عصیاں میں غرقاب ہیں توبہ کر کے ساحل بخشش تک پہنچ جائیں جیسا کہ مجذوب شیرازی (حافظ) نے کہا ہے ؎

شعر

نال بلبل اگر بامنت سر یاریست
کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست

(آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل)

فرماتے تھے کہ اس بیعت میں ایک فائدہ اصل اور سرمایہ کل یہ حاصل ہوتا ہے کہ اس طرح ایک مغفور کا ہاتھ اس وسیلہ سے حاصل ہو جائے جو ایک بدکار کی مغفرت اور ایک زشت کار کی آمرزش کا موجب بن جائے۔

شعر

چہ بہست ۔ زین کہ از ایصال دستی
بدست آرد سعادت نیکبختی

ترجمہ:۔ کتنا اچھا ہے کہ ایسے ہاتھ سے اتصال کے نتیجے میں نیک بختی کی سعادت ہاتھ آجائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس زمانہ کے مرید اس زمانہ کے پیروں سے اچھے ہیں کیونکہ مرید کا بیعت سے مقصود دین کا استفادہ ہے (حصول دین ہے) اور بیشتر پیروں کا مقصود مرید کرنے سے اس کمینی دنیا کا حصول ہے اور فرق صاف ظاہر ہے۔ (کہ دونوں میں کون بہتر ہے)۔

عطائے کلاہ و خرقہ

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے ارشاد فرمایا کہ کلاہ سر سوائے مرید قابل کے اور اپنا خرقہ بجز مرید کامل کے کسی اور کو نہیں دینا چاہیئے کیونکہ تاج شاہی کی قدر و قیمت اور شاہی خلعت کے اسرار ہر ایرے غیرے سر و پا کی سمجھ میں نہیں آسکتے ؎

شعر

نباشد ہر سری در خور و تاجی
نیابد ہر بری زیب دواجی

ترجمہ:۔ ہر ایک سر تاج کے قابل نہیں ہوتا اور ہر ایک جسم پر قبا خوبصورت نہیں معلوم ہوتی۔

کہتے ہیں کہ حضرت شیخ زین الدین خوافی کا بیان ہے کہ جب میں مصر سے نکل کر بغداد پہنچا تو وہ طاقیہ جو شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائینی نے مجھے عطا کی تھی اور بہت سے اکابر کے سر پر رہ چکی تھی۔ میرے پاس تھی۔ بغداد میں میری ملاقات پیر تاج گیلانی سے ہوئی انہوں نے یہ طاقیہ مجھ سے طلب کی۔ چنانچہ جیسا کہ فقیروں اور درویشوں کا دستور ہے (کہ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے) میں نے وہ طاقیہ ان کو دے دی۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ طاقیہ مجھ سے فریاد کر رہی ہے اور ان بزرگوں کے نام بتا رہی ہے جن کے سروں پر وہ رہی تھی کہ میں فلاں کے سر پر رہی ہوں اور فلاں بزرگ نے مجھے استعمال کیا ہے اور آج تم نے مجھے مےنوش کے سر پر رکھ دیا جو ہر وقت شراب نوشی میں مشغول رہتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں اپنے ایک مرید کو ساتھ لے کر اس طاقیہ کو حاصل کرنے کے لیے نکلا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس وقت میخانہ میں ہے اور شراب پینے میں مشغول ہے۔ چنانچہ میں وہاں پہنچ گیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ فلاں کمرہ میں ہے جب اس کمرہ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بدمست پڑا ہوا ہے اور وہ طاقیہ اس کے سر پر موجود ہے۔ میرے ہمراہی نے کہا آپ باہر چلیں میں ٹوپی کو اس کے سر سے اتار کر لاتا ہوں۔ میں باہر چلا آیا، چنانچہ میرے ہمراہی نے وہ طاقیہ اس کے سر سے اتار لی اور کمرہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور طاقیہ لے کر میرے پاس آیا کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کو ایک ایسی دوا پینے کو مل گئی (کسی پیر کی نظر اس پر پڑ گئی) کہ تین روز تک مدہوش پڑا رہا۔ عالم غیبت میں رہا۔ جب عالم غیبت سے ہوش میں آیا تو ایک سال تک مطلقاً کسی سے بات نہیں کی اگرچہ اس نے اس تاج کرامت کی قدر نہیں کی۔ لیکن پھر بھی اس کو کچھ نہ کچھ مل گیا۔

مثنوی

گلی کز دوست آید چون نبوئی ۔۔۔ رساند بوئ خود از نیکخوئی

کسی کش از دماغ پاک بوید ۔۔۔ ز گلزار دو عالم دست شوید

ترجمہ:- وہ پھول جو دوست سے حاصل ہوا ہے اگر تو اس کو نہیں سونگھتا پھر بھی وہ اپنی نیک خوئی سے تجھے اپنی خوشبو پہنچائے گا اور جو کوئی پاکیزہ دماغ کے ساتھ اس کو سونگھ لے گا تو پھر دونوں عالم کے باغ اس کے لئے بے کار ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ طریقت کے اشغال کی طلب اپنے پیر سے کرنا چاہیئے اور راہ سلوک کی راہنمائی اسی سے حاصل کرنا چاہیئے۔ البتہ اگر پیر معذور ہوں فقدان حال کی وجہ سے یا مرید اور شیخ کے درمیان بُعدِ مسافت ہو یا راستہ طے کرنا دشوار ہو یا پیر کا وصال ہو گیا ہو تو دوسرے پیر کی طلب کی جاسکتی ہے لیکن اولیٰ اور انسب یہی ہے کہ پیر بیعت و ارشاد ایک ہی ہو۔ خود پیر کی رضامندی حاصل کر کے دوسرے شیخ کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔ بعض حضرات نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ ہم لطیفہ آداب میں بیان کر چکے ہیں۔

قطعہ

خدا یک دل نہادہ در سر و تن ۔۔۔ کہ بر یک یار بندی دل بہنجار

نہ بہر آنکہ دل صد پارہ سازی دہی ہر پارہ از بہر صد یار

ترجمہ:۔ خداوند تعالیٰ نے سر و تن کے ساتھ ایک ہی دل عطا فرمایا ہے تا کہ تم ایک ہی دوست سے دل کر لگا ؤ دل اس لیے نہیں ہے کہ اس کے سو ٹکڑے کر کے سو یاروں میں ایک ایک ٹکڑا تقسیم کر دو۔

ہر چند کہ شیوخ نامدار اور اکابر روزگار میں یہ مقولہ مشہور رہا ہے کہ "ارادت یکجا و نعمت صد جا" لیکن ان لوگوں کو ایسے لوگوں سے کیا نسبت جن کو شیخ اول ہی سے دولت حاصل ہوئی ہے اور اسی کے توسط سے دولت اخروی سے بہرہ اندوز ہوئے ہیں ؎

شعر

چہ نسبت درمیان این و آنست
کہ فرقی از زمین تا آسمانست

ترجمہ:۔ ان کے اور اُن کے درمیان کیا نسبت، کیونکہ ان کے مابین تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بایں ہمہ مشائخ روزگار نے متعدد اکابر سے بھی کسب فیض کیا ہے جیسا کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ مجھے ۱۱۴ مشائخ سے یہ نعمت ارشاد حاصل ہوئی ہے اور طائفہ صوفیہ میں سے خواہ دور یا نزدیک جس کسی کے بارے میں یہ سنا گیا کہ صاحب بصیرت ہے میں نے اس کی صحبت حاصل کی ہے اور شرف دیدار حاصل کیا لیکن ان تمام فیوض و برکات کو میں نے حضرت مخدومی (شیخ علاؤ الدین گنج نبات قدس سرہٗ) کا طفیل سمجھا اور ان ہی کی دولت و سعادت کا ایک حصہ جانا ؎

قطعہ

کرم از از ہمائی استخوانی رسیدہ از طفیل شاہ بازاست
خورد گر تشنہ از جوئی آبی زدریا دیدہ از ان جان نواز است

ترجمہ:۔ ہما کی ہڈیوں کو جو برابر کرم پہنچا وہ شاہباز کے طفیل سے پہنچا ہے۔ پیاسے نے اگر نہر سے پانی پیا تو یہ اس جان نواز دریا کا ہی پانی ہے۔

خدا کی قسم اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے اور ہر زبان کو ہزاروں بیان مل جائیں تب بھی میں اپنی اس دولت سرمدی اور حشمت ابدی کا ذرا سا بھی شکرانہ ادا نہ کر سکوں ؎

ہر سر مو گر زبان گردد ہر زبان در خور بیان گردد
سر موی بیان شکرانہ نتوانم چو صد لسان گردد

الحمد للہ ان تمام مشائخ سے ہم نے فرزند عزیز نور العین کے لئے دولت حاصل کی ہے اور ان سب حضرات نے ان کے حق میں دعا کی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ روزگار سے منقول اور صوفیہ نامدار کا معمول ہے کہ جب انہوں نے

اپنے کسی مرید کی پرواز کی صلاحیت کو غیر معمولی پایا ہے تو انہوں نے خود دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے تاکہ وہ (دوسرا شیخ) اس مرید کو سیر و سلوک کی انتہا تک پہنچا دے جیسا کہ ابھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

حضرت شیخ طہٰ حضرت شیخ اسماعیل سمنانی کی خدمت میں منازل سلوک طے کر رہے تھے اور بہت سی منازل طریقت کو ان کی خدمت میں رہ کر قطع کر لیا تھا۔ لیکن جب شیخ اسمٰعیلؒ نے ملاحظہ فرمایا کہ شیخ طہٰ کا ظرف قابلیت بہت وسیع ہے تو ان کو لے کر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی بہت زیادہ سفارش کی اور کہا کہ آپ شیخ طہٰ کی تربیت میں کبھی بھی دریغ نہ فرمائیں گے اور میری یہی آخری گذارش ہے حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت شیخ اسمٰعیل کے ارشاد کے بموجب شیخ طہٰ کی تربیت میں بھرپور کوشش فرمائی حضرت فرمایا کرتے تھے کہ فرزند طہٰ سمنان کی یادگار ہے یہ گوہر نفیس مجھے سمنان کے معدنِ لطیف سے ہاتھ آیا ہے لہٰذا اس کی پرداخت اور تربیت میں کوئی کوتاہی میں نے نہیں کی ہے۔

مثنوی

کسی کو را باحسان یار جانی فرستد از دل و جان ارمغانی

بباید داشتن از نیک خوئی بہ نیکو تر مکان از تازہ روئی

ترجمہ:- جب کوئی کسی کو دوست جانی دل و جان سے تحفہ دیتا ہے تو اسے نیک خوئی سے اچھے مکان میں تازہ روئی کے ساتھ رکھنا چاہیئے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ محمد بابا سماسی قدس سرہ نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کو حضرت میر کلال قدس سرہٗ کے سپرد فرماتے ہوئے ارشاد کیا تھا کہ میرے اس فرزند بہاؤالدین کی تربیت اور شفقت میں کوئی کوتاہی نہ کرنا اگر تم نے اس سلسلہ میں کوئی کوتاہی کی تو میں تم کو معاف نہیں کروں گا۔

حضرت میر کلال نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں مرد نہیں اگر میں خواجہ کی اس وصیت میں ذرہ بھی کوتاہی کروں۔ جب حضرت خواجہ بہاؤالدین جوان ہوئے تو حضرت میر کلال نے حضرت خواجہ محمد سماسی کے ارشاد کے بموجب ان کی بھرپور تربیت فرمائی اور ایک دن مجمع عام میں خواجہ بہاءالدین نقشبند کو طلب فرمایا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند بہاؤالدین میں نے حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ کی وصیت اور ان کے ارشاد کو تمہارے حق میں پورا کر دیا اس کے بعد اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے اپنی چھاتیوں کو تمہارے لیے خشک کر دیا (جو کچھ میرے سینہ میں موجود تھا تم کو پہنچا دیا)، اب تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے بیضہ سے باہر آگیا ہے (بشریت کی ظلمت تمہارے وجود سے نکل چکی ہے) چونکہ تمہارا مرغ بہت بلند پرواز ہے اب میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں جہاں کی خوشبو بسی ہے خواہ وہ ترک میں ہو یا تاجیک میں وہاں سے مزید رشد و ہدایت حاصل کرو اور اس حصول میں ذرا بھی دریغ نہ کرنا۔ یعنی

اب تم کو کسی اور مرشد سے رجوع کرنا چاہیئے میرے پاس جو کچھ دولت طریقت تھی وہ میں نے تم کو دے دی چنانچہ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند ترک مشائخ میں سے ایک بزرگ شیخ قثم کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے۔ اس کے بعد سمنان تشریف لائے اور سمنان میں شیخ علاء الدولہ سمنانی کے ایک خلیفہ کی خدمت میں رہ کر کسب فیض فرمایا۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ کے حضور میں پہنچ کر ارادت حاصل کرنا اور بیعت سے بہرہ مند ہونا کچھ اور ہی بات ہے (یعنی بہتر اور اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں پہنچ کر بیعت کرے اور حلقہ ارادت میں شامل ہو) لیکن اکثر بزرگوں اور حضرات شیوخ نے دور دراز جگہوں سے دوسرے مقامات پر کلاہِ ارادت بھیجی ہے (ایسا بھی ہوا ہے کہ شیخ اور مرید کے درمیان بُعدِ مسافت ہے اور مرید نے خواہش کی ہے۔ چنانچہ شیخ نے اس کو کلاہِ ارادت وہاں سے بھیج دی ہے) اور باوجود دوری کے خرقۂ اجازت سے بھی نلامز کر دیا ہے

طبقات الصوفیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ نجیب الدین علی بزغش طریقت کی تکمیل اور تعلیم تصرف کی دولت جب حضرت شیخ الشیوخ (حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی) سے حاصل کر چکے اور شیراز واپس ہوئے تو شیخ الشیوخ نے شیخ نجیب الدین بزغش اور شیخ شمس الدین کو (جنہوں نے ایک دوسرے سے استفادہ کیا تھا) چالیس ٹوپیاں مرحمت فرمائیں۔ ہر ایک ٹوپی پر شیراز کے کسی ایک بزرگ اور شیخ کا نام لکھا ہوا تھا اور کہا کہ جب تم لوگ شیراز پہنچو تو سب سے پہلا کام یہ کرنا کہ یہ ٹوپیاں ہر اس شخص کو پہنچا دینا جس جس کا نام اس پر تحریر ہے۔ پھر کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونا چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی منقول ہے کہ شیخ ابوالوفا نے بھی اپنی کلاہ شیخ علی ہیتی کے ہاتھ سے شیخ جاگیر کو بھیجی تھی اور ان کو اپنے پاس آنے کی زحمت نہیں دی اور کلاہ ارسال کرتے وقت فرمایا کہ میں نے خداوند تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ شیخ جاگیر کو میرے مریدوں میں داخل فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھے عنایت فرما دیا۔ اس قسم کی اور بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ مشائخ نے اپنے مریدوں اور طالبوں کو کلاہِ ارادت اور خرقہ اجازت دور دراز مقامات سے ارسال کیے ہیں۔ اور اس طریقہ پر عمل کیا ہے۔ پس ان حضرات کا عمل ہمارے لیے ایک دلیل ہے۔

بچپن میں مرید کرنا

ایک دن بچوں کو داخل ارادت کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بچوں کی ارادت یہ ہے کہ ان کے باپ اپنے بچوں کو جس شیخ کا چاہیں مرید کرا دیں۔ ایسی ارادت جائز ہے اس کا قیاس اسلام قبول کرنے کے سلسلہ پر کرنا چاہیئے کہ باپ کے ساتھ بچے بھی اسلام قبول کر لیتے ہیں اور کسی ہوشمند بچے کا مرتد ہونا بھی اسی طرح درست ہے جیسے اس کا اسلام لانا اس پر جبر کیا جائے لیکن اسے قتل نہ کیا جائے پس جب ان کا اسلام لانا درست ہے تو اسی طرح بیعت کرنا بھی درست ہے۔ حضرات مشائخ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کا قیاس اس مسئلہ نکاح پر کرنا چاہیئے جس کا تعلق ولی سے ہے۔ جب کمسن کے ولی کا کرایا ہوا نکاح درست ہے یعنی اگر باپ نے اپنے بیٹے کا نکاح اپنی ولایت میں کر دیا ہے تو بیٹے کے

بالغ ہونے پر بھی وہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر باپ کے علاوہ کسی اور نے جیسے چچا وغیرہ نے کردیا ہے تو بلوغ پر اس کو اس نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار ہے پس یہاں بھی یہی حکم ہے کہ اگر کسی بچہ کے باپ نے اپنے بیٹے کو کسی شیخ کا مرید کرادیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس کو فسخ بیعت کا اختیار نہیں ہے ہاں اگر باپ کے علاوہ ایسا ہوا ہے تو وہ بیعت کا اعادہ کرسکتا ہے۔

بیعت ہر طبقہ سے لینا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض مشائخ روزگار اور صوفیہ صافی کردار جوانمرد اور صاحب ہمت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں جو صالح اور نیک کردار ہوتے ہیں لیکن اس فقیر کا خیال یہ ہے کہ ہر رذیل شریف اور ادنیٰ و اعلیٰ سے خواہ وہ کسی طبقہ سے ہوں اس طائفہ عالیہ کو بیعت میں قبول کرلینا چاہیئے اور جو لوگ توبہ کرنا چاہتے ہوں

مثنوی

ببارندگی چون در افتاد میغ ندارد زبوم و بر آبی دریغ
کہ ہر کس کہ او اہل احسان بود برو نیک و بد ہر دو یکساں بود

ترجمہ:۔ جب بادل برسنے پر آتا ہے تو زمین ہو یا پانی ہر جگہ برستا ہے اسی طرح جو کوئی صاحب احسان ہوتا ہے اس کا رویہ ہر نیک و بد کے ساتھ یکساں ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ غفار ہے اور مشائخ کرام صفت غفاری کے مظہر ہیں۔ اسی طرح ان کا ایک لازمی وصف ستاری اور عیب پوشی بھی ہے۔ پس جو کوئی مہربانی اور رحمت سبحانی کو فاجروں اور بدکاروں سے دور رکھتا ہے وہ نیکوخصلت کے منصب سے عہدہ برآ نہیں ہوتا۔

مشو تا توانی ز رحمت بری
کہ رحمت برندت چو رحمت بری

ترجمہ:۔ جہاں تک ہوسکے رحمت سے بری نہ ہو کہ اگر رحمت سے گریز کرے گا تو رحمت سے محروم ہوجائے گا۔

جب پہلی مرتبہ رایات علائی و اعلام فقرائی کا نزول ظفرآباد میں ہوا اللہ تعالیٰ اس شہر کو آفتوں سے محفوظ رکھے تو حضرت شیخ حاجی چراغ ہند اور قدوۃ الکبرا کے درمیان جامع مسجد ظفرخان میں اتفاقاً ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں حضرات وہاں تشریف فرما تھے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کی ایک جماعت وہاں آئی یہ لوگ چوری اور ڈکیتی میں بہت مشہور تھے انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے داخل ارادت ہونے کی درخواست کی اور اس پر مصر ہوئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ازراہ انکسار حاجی چراغ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے مریدوں میں داخل کرلیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ارادت نام ہے توبہ کا اور یہ لوگ توبہ کرتے نہیں ہیں۔ پس یہ ارادت میں کس طرح داخل ہوسکتے ہیں اس سلسلہ میں باہم بہت کچھ اصرار ہوا حاجی چراغ ہند کسی طرح راضی نہیں ہوئے، تب حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہم جوانمرد لوگ ہیں اور سائل کو اپنے دروازہ سے

ناامید واپس نہیں کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں سے کہا کہ آگے بڑھو تاکہ ہم تم کو اپنی بیعت وارادت میں داخل کریں۔ ان لوگوں نے اپنے ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیئے جیسے ہی حضرت نے ان میں سے ہر ایک کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا وہ لرز گئے اور توبہ واستغفار کرنے لگے جب خود انہوں نے توبہ کی استدعا کی تو حضرت نے ان میں سے ہر ایک کو توبہ کرائی ان کے سر پر ٹوپی رکھی اور ان کے بال تراشے جب حق تعالیٰ نے ان کو شرف ارادت سے مشرف کرایا تو بیعت کی برکت سے سلوک کی توفیق ان کو حاصل ہوئی اور اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ اور بزرگان طریقت میں ان کا شمار ہونے لگا۔ ؎

گہ آری خلیلی ز بتخانہ
کنی آشنائی ز بیگانہ

ترجمہ:۔ کبھی بت خانہ حضرت خلیل جیسے خدا دوست کو پیدا کرتا ہے۔ اور ایک بیگانہ کو اپنا آشنا بنا دیتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرمایا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک کسی کو مرید نہیں کرتے۔ جب تک لوح محفوظ میں اپنے مریدوں کی فہرست میں اس کا نام نہیں دیکھ لیتے۔ اور کسی کے ہاتھ میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہیں دیتے ہیں جب تک مغفورین میں اس کا نام لکھا نہیں پاتے۔ آپ بعض مریدوں کی نسبت فرمایا کرتے تھے۔ کہ تم اور تمہاری دو تین پشتوں تک ہم نے (ارادت میں) قبول کر لیا ہے۔ ان ملفوظات کا جامع اور مولف (حاجی نظام غریب یمنی) حضرت کا ہمرکاب تھا۔ اس وقت جزائر فلسطین میں بعض لوگوں نے فرنگیوں کے ڈر سے پوشیدہ طور پر حضرت کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور کافی تعداد میں بیعت سے مشرف ہونے کے لئے آئے۔ حضرت نے از راہ ترحم ان سے فرمایا کہ تم کو اور تمہارے بیٹوں اور پوتوں تک کو ہم نے قبول کر لیا ہے، چنانچہ ان لوگوں کی اولاد نے بھی اس ارادت کو پورا کیا۔ (وہ اس خاندان میں رہے)

نظم

میان ما و شما عہد در ازل رفتست — ہزار سال بر آید ہمان نخستینی
مرا یقین است کہ بر تختہ عقیدہ خویش — بجائی مہر رخ من دگر تو نگزینی

ترجمہ:۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ازل سے یہ عہد ہو چکا ہے، ہزاروں سال گذرنے کے باوجود بھی وہی ادلیت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اپنے عقیدہ کے مطابق تم میرے رخ کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھو گے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کبھی کبھی از روئے لطف وکرم وفور جذبات کے وقت احباب سے تقریباً یوں فرما دیا کرتے تھے کہ اشرف جہانگیرام کم از شیخ جاگیر نیستم (یعنی میں اشرف جہانگیر ہوں میں شیخ جاگیر سے کم نہیں ہوں) جن کا یہ قول ہے "میں اس وقت تک کسی سے عہد نہیں لیتا جب تک میں اس کا نام لوح محفوظ میں نہیں دیکھ لیتا۔ کہ میرے مریدوں میں اس کا نام مرقوم ہے جن کی مغفرت کا وعدہ کیا جا چکا ہے"۔ اور یہ قول بھی ہے "مجھے ایسی کاٹ کرتی ہوئی گزرنے والی تلوار دی گئی ہے جس کے ایک طرف مشرق اور ایک طرف مغرب ہے اگر میں پہاڑ کی طرف اشارہ کر دوں تو وہ بھی

ریزہ ریزہ ہو جائے"۔ پھر حضرت قدوۃ الکبرا نے حالتِ وجد میں یہ اشعار فرمائے۔

قطعہ

گر ہمائی ہمتم از ہم کشاید بال و پر   بیضۂ گردون بود در زیر بالم استخوان

بادشاہان چون نشینند بر سریر سلطنت   گر نہ باشد بر سر شان سایہ من سائیان

ترجمہ:۔ ہمائے ہمت اگر اپنے بال و پر کھولے تو آسمان میرے پروں کے نیچے آ جائے، بادشاہ تختِ شاہی پر کس طرح بیٹھ سکتے ہیں اگر ان کے سروں پر میرا سایہ نہ ہو۔

باباحسین خادم اور مولانا عزیز الدین شجرہ نویس، شیخ یحیٰی کلاہ دار خدمت میں موجود تھے۔ جبکہ ۷۷۲ھ میں روح آباد میں عید الفطر آئی۔ چند دن میں اطراف و اکناف سے تقریباً دس ہزار افراد شرف ارادت کے حصول سے مشرف ہوئے۔ ان مذکورا لصدر لوگوں نے معمول اور قاعدہ کے مطابق ان تمام مریدوں میں سے ہر ایک کا نام مریدوں کے دفتر میں تحریر کیا۔ کئی دفتر بھر گئے۔ مذکورہ بالا خدام نے مریدوں کے دفاتر کی کثرت اور بہتات کے بارے میں عرض کیا اور کہا کہ اب تو ان دفتروں کی نگہداشت دشوار ہو گئی ہے آپ نے حکم دیا کہ مریدوں کے تمام دفتر میرے پاس لاؤ چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی آپ نے خود اپنے دست مبارک میں وہ دفتر لیے اور ان سب دفتروں کو دھو ڈالا اور فرمایا کہ ہم نے اپنے تمام مریدوں کے اعمال نامے دھو دیئے ہیں اور ان کے نام مغفرت پانے والوں کے دفتروں میں لکھ دیئے ہیں اور ہم نے حق تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک کوئی شہر اور کوئی زمین ایسی باقی نہ رہے جہاں اشرف کے مرید موجود نہ ہوں۔ اور اس فقیر کے خلفاء دوزخ کا منہ نہ دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ استدعا اپنی عنایت بے غایت سے قبول فرمائی ہے۔

شعر از سکندر نامہ

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس
خدا داد بر داد کردم سپاس

ترجمہ:۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس قسم کی جس قدر خواہشیں کی ہیں اس نے اپنے لطف و کرم سے ان کو قبول کر لیا ہے۔

عورتوں کی بیعت کا معاملہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ صوفیہ اور اس طائفہ علیہ نے عورتوں کو بھی بیعت کیا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ جو مشائخ میں جاری و ساری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَبَایِعۡھُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَھُنَّ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ [1]

تو انہیں بیعت فرما لیا کریں اور ان کیلئے اللہ سے استغفار فرمائیں بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

---

[1] پ ۲۸ الممتحنۃ ۱۲

عورتوں کو بیعت کرنے کی کیفیت حدیث شریف میں اس طرح مذکور ہے ۔ بے شک جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو بیعت کرنے والی عورتیں پانی سے بھرا ہوا پیالہ لے کر حاضر ہوتیں اور وہ اپنا ہاتھ اس پیالہ میں ڈالتیں ۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک اس پانی میں ڈالتے اور عورتیں پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی ہوتی تھیں ؛

انہ کان اذا بایع النساء دعا بقدح من ماء فغمس ایدیھن فیہ غمس رسول اللہ علیہ وسلم یدہ فیہ جالسًا من وراء الحجاب ۔

مشائخ کرام بھی سنت کے مطابق عورتوں کو مرید کرتے تھے ۔ اس فقیر کے نزدیک عورت کی بیعت سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کو نصیحت پردہ پوشی کی جائے اور اگر کسی عورت کو یہ خواہش ہو تو اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ سامنے نہ آئے اور پردہ میں بیٹھے ۔

سکندر نامہ

چہ خوش گفت جمشید بازای زن — کہ در پردہ یا گور بہ جائی زن

زنی کو نماید بہ بیگانہ روئی — ندارد شکوہ خود و شرم شوئی

ترجمہ :۔ جمشید نے کیا عمدہ بات کہی ہے کہ عورت کی جگہ پردے میں یا قبر میں بہتر ہے جو عورت نامحرم کو منہ دکھاتی ہے ۔ اس کی نہ عظمت باقی رہتی ہے اور نہ شرم و حیا ۔

عورت کو مرید کرتے وقت نماز و روزہ کی تاکید کرنی چاہیئے اور شوہر کی رضا جوئی اور رضا طلبی کی اس کو ترغیب دیں تاکہ عورت اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اور زیب و زینت کر کے خوش گوئی کے ساتھ شوہر کا استقبال کرے ۔ شوہر کی خاطر جوئی ایک ایسی عبادت ہے کہ کوئی ورد یا وظیفہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا ۔ یہ باتیں ان عورتوں کے بارے میں کہی گئی ہیں جو زیور و زینت کی طرف رغبت رکھتی ہیں ۔ ورنہ بعض عورتوں کو حق تعالیٰ نے کشف و واقعات میں ایسا مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ بہت سے اصحاب سلوک کشف و واقعات میں ان کے دست نگر رہے ہیں ۔ اور ان کا مرتبہ بہت سے اللہ والوں سے بھی دو چند تھا ۔ جیسا کہ صاحب فتوحات (محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے ”یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ مردوں کے بارے میں ہے البتہ کبھی کبھی ان میں عورتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں ۔ لیکن باعتبار تغلب مردوں کا ذکر کیا گیا ہے ۔ ان میں چند ابدال بھی ہیں ۔ جب دریافت کیا گیا کہ ابدال کتنے ہیں تو کہا کہ چالیس نفوس ؛ جب کہا گیا کہ آپ نے چالیس نفوس کہا ہے آپ نے چالیس افراد کا لفظ کیوں نہیں استعمال کیا تو فرمایا کہ ان میں اکثر عورتیں بھی ابدال گزری ہیں “

حضرت شیخ عبدالرحمٰن سلمی صاحب طبقات الصوفیہ نے ”نساء عابدات و عورات عارفات“ کے احوال میں ایک جداگانہ تذکرہ لکھا ہے اور اس میں کافی شرح و بسط کے ساتھ ان کے حالات بیان کیئے ہیں ۔

قال بعضہم ولو کان لنساء کما ذکرنا لفضلت اللنساء علے الرجال۔
(بعضوں نے کہا ہے اگر ایسی عورتیں ہوں جن کا ذکر کیا گیا ہے تو وہ مردوں سے زیادہ بزرگ ہوں گی)

شعر

فلا التانیث لاسم الشمس عیب
و لا التذکیر فخر للھلال

ترجمہ:۔ شمس کا اسم مؤنث ہونا عیب نہیں ہے لیکن ہلال کے لئے مذکر ہونا قابل فخر نہیں ہے۔

چنانچہ ایسی صالح عورتوں میں ایک حضرت رابعہ عدویہ ہیں۔ شیخ سفیان ثوری ان سے بہت سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے ان کے پاس جایا کرتے تھے اور ان کے مواعظ سننے کا ان کو بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری ان کی خدمت میں گئے اور ان سے دریافت کیا کہ سلامتی کیا ہے؟ یہ سوال سن کر رابعہ عدویہ رونے لگیں۔ سفیان نے دریافت کیا کہ آپ کس بات پر رونے لگیں تو انہوں نے کہا کہ میں اس سلامتی سے تنگ آچکی ہوں۔

حضرت بی بی رابعہ بصری اور حضرت فاطمہ منکوحہ شیخ سلطان احمد خضرویہ کے فضائل اور مجاہدات آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں جیسا کہ شرائط و آداب میں گذر چکا ہے اور طبقات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ام احسان اہل کوفہ میں ایک زاہدہ خاتون تھیں۔ حضرت سفیان ثوری ان کی خدمت میں بھی گئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان (ام احسان) کے زہد و عبادت کی بنا پر حضرت سفیان نے ان سے نکاح کرنا چاہا تھا۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں ایک بار ان کے گھر میں پہنچا تو ان کے یہاں چٹائی کے ایک ٹکڑے کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی اور وہ بھی پرانی چٹائی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر تمہارے چچازاد بھائیوں کو ایک رقعہ لکھ کر بھیج دیا جائے تو وہ یقیناً تمہارا خیال کریں گے (اور سامان خانہ داری فراہم کر دیں گے) انہوں نے مجھے جواب دیا اے سفیان میرے دل اور میری نظر میں تو اس سے بھی بہت بلند خیال موجود ہے جو تم نے کہا۔ میں دنیا کا جب اس ہستی سے سوال نہیں کرتی جو اس دنیا پر متصرف ہے اور اس کا مالک ہے تو پھر کسی اور سے کیا سوال کروں جو اس پر تصرف اور قدرت نہیں رکھتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اگرچہ عورتیں بھی بلند مراتب پر پہنچی ہیں لیکن ان سے مریدوں کی تربیت نہیں ہو سکی ہے (لوگ ان کے مرید نہیں ہوئے) اس لیے کہ ان کا پردہ اس چیز میں حائل اور اس کے منافی ہے۔ جس طرح کہ نبوت کے مرتبہ پر کوئی عورت نہیں پہنچ سکی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض مشائخ نے ان سے استفادہ کیا ہے اور معارف و حقائق حاصل کئے ہیں۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں بیان فرماتے ہیں کہ میں کئی سال تک فاطمہ بنت المثنی کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہوں اور ان کی عمر غالباً ۹۵ سال سے کچھ زیادہ ہی ہو گی پھر بھی مجھے شرم آتی تھی کہ میں ان کے چہرہ پر نظر ڈالوں ان کو ایک نظر دیکھوں اس عمر میں ان کے چہرہ کی تازگی اور نازکی کا یہ عالم تھا کہ کہتے ہیں کہ

جو کوئی ان کو دیکھتا تھا وہ ان کو چودہ سال کا سمجھتا تھا۔ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عجیب ہی معاملہ تھا وہ مجھے ان تمام لوگوں میں جو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے زیادہ بہتر سمجھتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ میں نے اس شخص کی مانند کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ یہاں آتا ہے تو اپنے تمام اوصاف و کمالات کے ساتھ یہاں آتا ہے اور باہر کچھ بھی نہیں چھوڑ کر آتا اور جب یہاں سے جاتا ہے تو بہت کچھ ساتھ لے جاتا ہے اور میرے سامنے کچھ چھوڑ کر نہیں جاتا۔

حضرت شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے "فاتحۃ الکتاب" کو مجھے مشغول رکھنے اور میری خدمت بجالانے کا حکم دیا ہے۔ لیکن خدا کی قسم یہ "فاتحۃ الکتاب" اللہ تعالیٰ سے میری مشغولیت میں مانع ہو کر اپنی طرف مجھے کبھی نہ مشغول کر سکی۔ اور میرا حجاب نہ بن سکی۔ ایک دن کچھ مشائخ آپ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ضعیفہ آپ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میرا شوہر فلاں شہر میں ہے اور وہاں وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ فاطمہؒ نے کہا کہ تو چاہتی ہے کہ تیرا شوہر واپس آجائے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے فاطمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے مادر محترم! آپ سن رہی ہیں کہ یہ عورت کیا چاہتی ہے انہوں نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ اس عورت کا مقصد پورا ہونا چاہیئے۔ انہوں نے فوراً فاتحۃ الکتاب سے کہا کہ اسے فاتحۃ الکتاب جاؤ اور فوراً اس کے شوہر کو لے آؤ۔ یہ کہہ کر انہوں نے فوراً فاتحۃ الکتاب کو پڑھنا شروع کر دیا (سورہ فاتحہ) اور ان کے ساتھ میں بھی پڑھنے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ انہوں نے سورہ فاتحہ کو پڑھ کر کوئی صورت پیدا کی ہے اور اس صورت کو اس عورت کے شوہر کو لانے کے لیے بھیجا ہے۔ چنانچہ بھیجتے وقت انہوں نے کہا کہ اے فاتحۃ الکتاب فلاں شہر میں جاؤ اور جہاں اس عورت کے شوہر کو دیکھنا اس کو نہ چھوڑنا جب تک یہاں نہ لے آؤ۔ چنانچہ فاتحہ کے بھیجنے کے بعد اس کے شوہر کے آنے میں بس اتنا وقت صرف ہوا جتنا اس مسافت کے قطع کرنے میں صرف ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ بیٹے کی ارادت باپ سے اولیٰ اور آخری ہے کہ بیٹے کے پیکر عنصری اور ہیکل جسمانی کی پرورش اس سے ثابت اور لازم ہے۔ پس اگر وہ طریقت کی تربیت بھی کرے تو دو حق جمع اور دو نسبتیں باہم محقق ہو جائیں گی۔ اسی طرح اگر کوئی باپ بیٹے کا مرید ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے چنانچہ جب حضرت شیخ احمد ابدال کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سلوک عطا فرمائی اور وہ حضرت شیخ ابو اسحاق شامی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے تو جب شیخ مرید ہو کر واپس آئے تو انہوں نے اپنے والد کے میخانہ کے ظروف توڑنا شروع کر دیئے اور میخانہ کا دروازہ خوب مضبوط بند کر دیا تو ان کے والد محل کی چھت پر چڑھے اور بالاخانہ کے ایک بڑے سوراخ سے ان پر نیچے پتھر پھینکنا شروع کیے تو وہ سوراخ رفتہ رفتہ تنگ ہونا شروع ہو گیا۔ جب خواجہ احمد ابدال کے والد نے اپنے بیٹے کی یہ کرامت دیکھی تو اسی وقت ان کے ہاتھ پہ توبہ کر لی اور ان کے مرید ہو گئے اور اس قسم کی اور بھی مثالیں ہیں کہ لوگ اپنے بیٹوں کے مرید ہو گئے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ جس پر چاہے نوازش کرے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

مرید حقیقت میں مراد ہے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جو کوئی مرید ہے وہ حقیقت میں مراد ہے اس لیے کہ وہ مراد حق نہ ہوتا تو مرشد اس کو خلعت ارادت عطا نہ فرماتا۔
پس مرید و مراد میں فرق اتنا ہے کہ مرید مبتدی ہے اور مراد منتہی۔ مرید متحمل ہے اور مراد محمول ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ [1] — اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرما دے۔

اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا گیا:

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ [2] — (اے محبوب) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا (مبارک) سینہ (علم و حکمت اور نور معرفت کیلئے) کشادہ نہ فرمایا۔

یا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ — اے میرے رب مجھے اپنی ذات دکھا۔ میں تجھے دیکھوں

قَالَ لَن تَرَانِي [3] — فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا:

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ [4] — کیا آپ نے اپنے رب (کی قدرت) کو نہ دیکھا

اس طرح مرید راہ رو ہے اور مراد منزل رسیدہ ہے۔ پس ایک راہ رو منزل رسیدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

مرید کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں منقول ہے کہ مرید حقیقی میں چار چیزیں ہونی چاہئیں تاکہ وہ حقیقی مرید بن سکے۔

۱۔ مرض و صحت دونوں اس کے لئے یکساں ہوں اور ہر حال میں راضی برضائے الٰہی رہے۔
۲۔ فقر و غنا اس کی نظر میں برابر ہوں۔
۳۔ مخلوق کی مدح و ذم دونوں کو یکساں سمجھے۔
۴۔ بہشت و دوزخ دونوں اس کے لئے برابر ہوں۔

چنانچہ ایک مرید کا مقولہ ہے کہ میں کونین سے سوائے اُس کے اور کچھ نہیں چاہتا ہوں۔
مرید کو ارادت خود نہیں ہوتی (بلکہ توفیق الٰہی سے اس میں پیدا ہوتی ہے) اور مرید قائم بخود ہے لیکن مراد قائم بحق ہے (یہی ان دونوں میں فرق ہے)
منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی سے دریافت کیا گیا کہ درویش کو کم سے کم کیا چیز مطلوب ہونا چاہیئے جس کے باعث اس پر فقر و ارادت صادق آئے آپ نے فرمایا اس میں تین چیزیں ہونا چاہیئے اور

---

[1] پ ۱۶ طٰہٰ ۲۵ [2] پ ۳۰ الم نشرح ۱ [3] پ ۹ الاعراف ۱۴۳ [4] پ ۱۹ الفرقان ۴۵

ان تین سے کم نہ ہونا چاہیئے۔
۱۔ پیوند درست لگا سکے۔ ۲۔ سچ بات سن سکے اور کہہ سکے۔ ۳۔ سیدھا پاؤں زمین پر رکھ سکے۔
اس وقت حاضرین میں کچھ درویش بھی موجود تھے۔ جب ان باتوں کو سن کر یہ لوگ اپنے مقام پر واپس آئے تو آپس میں کہنے لگے کہ آؤ اس موضوع پر ایک دوسرے سے کچھ گفتگو کریں۔ چنانچہ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ اس سلسلہ میں کہا۔ جب شیخ علی ہجویری (داتا گنج بخش) کی بولنے کی باری آئی تو آپ نے کہا
۱۔ درست پیوند لگانے سے مراد یہ ہے کہ پیوند فقر کی نیت سے لگائے، زینت کے خیال سے نہ لگائے اگر فقر کی نیت سے پیوند لگائے گا اور اگر وہ نادرست بھی لگ گیا تو حسن نیت کے باعث وہ درست ہوگا۔
۲۔ سچ بات سننے اور کہنے سے مراد یہ ہے کہ حال سے سنے خودی سے نہ سنے اور نیت وحق اور ذکر و وجد کو اس میں صرف کرے نہ بہر منزل (یعنی حق رسی سے اس میں تصرف کرے نہ کہ خوش طبعی اور مزاح کے طور پر) اور اس بات کو عقل سے نہیں بلکہ حقیقتِ زندگی کے ساتھ سمجھے۔
۳۔ سیدھا پاؤں زمین پر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پاؤں جب زمین پر مارے تو وجد کے ساتھ مارے لہو ولعب کے طور پر نہ مارے۔
شیخ ہجویری کی اس توضیح کو ان کی عدم موجودگی میں شیخ ابوالقاسم گرگانی سے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے درست کہا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی جزا عطا فرمائے۔

خرقہ پہنانا حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقہ پہنانے کے سلسلہ میں فرمایا:
الخرقۃ علامۃ العشاق وھیبۃ علی الفساق (خرقہ عاشقوں کی علامت ہے اور فاسقوں کے لیے ایک ہیبت ہے۔)

خرقہ پہنانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بارگاہ صمدیت سے خرقہ لے کر آئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چار ٹکڑے کر دیئے تھے۔ ایک قطعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ٹکڑا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اور ایک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اور ایک قطعہ حضرت علی مرتضیٰ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور وصیت فرمائی کہ اس کی حفاظت کرو، حاجت کے وقت اس کو نکالو، ایک دن سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں حضرات سے وہ قطعات طلب فرمائے۔ اصحاب مذکورین سے تین حضرات نے یہ ٹکڑے تلاش کئے لیکن ان کو نہیں ملے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور چاروں قطعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہوا کہ اے علی تم کو مبارک ہو، پہنو اور دوسروں کو پہناؤ۔

نزول خرقہ کا سبب طائفہ مشائخ نے ایک اور بھی بیان کیا ہے، جیسا کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے سفر سے واپس تشریف لائے تو آپ کے سر پر "درة التاج" درخشاں تھا۔ جو بہشت میں آپ کو عطا ہوا تھا اور خزانہ الٰہی سے ایک خلعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنایا گیا تھا۔ جب آپ نے وہ خلعت خاص پہنا تو خاطر شریف میں یہ خیال گزرا کہ میرے امتیوں کو بھی اس خلعت خاص سے بہرہ اندوزی حاصل ہو تو کیا ہی خوب ہو چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس خلعت خاص سے آپ کے امتیوں کو بھی حصہ ملے گا۔ ایک شرط اس کے لیے مقرر کی جاتی ہے جو کوئی اس شرط کو پورا کرے گا وہی اس خلعت کے لیے سزادار ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے شرط معین حضور پر ظاہر فرما دی۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی سیر سے دنیا میں واپس تشریف لائے تو اصحاب کرام پر یہ بات ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ چاروں اصحاب کرام میں وہ کون ہے جو رموز کنوز الٰہی اور درمکتوم لا تناہی کے بارے میں بات کریگا چنانچہ پہلے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تم کو یہ خرقہ پہنایا جائے تو تم کیا کروگے انہوں نے جواب دیا کہ میں صدق و صفا میں اس کی آخری حدوں تک جاؤں گا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں عدالت کا ایک دقیقہ بھی فرو گذاشت نہیں کروں گا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں جا کی بارش سے کشت زار روزگار کو سیراب کروں گا پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ خرقہ نفس کا پردہ پوش ہے لہٰذا سزادار یہ ہے کہ اس سے ستر عیوب کا کام لیا جائے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی یہ خرقہ تم کو مبارک ہو کہ اس کی شرط یہی تھی جو تم نے بیان کی۔

مثنوی

چو خرقہ آمد از ستّار عیوب	بسوئے خانقاہ شیخ محبوب
مریدان را بتوفیق خلافت	نویدی داد با عزو کرامت
کہ من با ہرکسی از رہ خطابی	سوالی میکنم گوید جوابی
مرا در اخرقہ تشریف دادار	بپوشانم برائے شیخ ستار

ترجمہ: ستار عیوب کی بارگاہ سے پیارے محبوب کی بارگاہ میں جب خرقہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توفیق خلافت کی بنا پر بڑے عزت و احترام کے ساتھ اپنے اصحاب سے اس کی خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ میں ہر ایک سے ایک سوال کرتا ہوں جو کوئی اس کا صحیح جواب دیگا تو دادار اعظم پروردگار عالم کا یہ خرقہ اس کو عطا کروں گا، جو عیب پوش شیخ ہوگا۔ (اس کی صراحت اوپر گذر چکی ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سات قسم کا خرقہ پہنا جاتا ہے۔

۱۔صوف۔ ۲۔ملمعہ۔ ۳ مرقع۔ ۴۔کبود۔ ۵۔سیاہ۔ ۶۔سفید۔ ۷۔ہزار میخی

۱۔صوف سب سے پہلے جس نے صوف (اون) کا لباس پہنا وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے کہ جب وہ بہشت سے دنیا میں تشریف لائے تو ہدیہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ایک گوسفند ان کے پاس بھیجی۔ اس کے بالوں کو حضرت حوا نے کاٹا اور حضرت آدمؑ نے اس اون سے کپڑا بن کر پہنا۔ آپ کے بعد حضرت یحییٰ و حضرت موسیٰ علیہما السلام و حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون یا صوف کا لباس پہنا اور صوفی کی اسی صوف سے نسبت کامل ہے۔ صوف کے تمام حروف کے معانی مشہور ہیں۔ پس جو کوئی اس معانی سے بہرہ ور ہے وہ اس کا سزاوار ہے (ص سے صبر، و سے وفا عہد اور فا سے فقر) وہ مبتدی مرید جو صوف پوش ہے اس کو چاہیئے کہ وہ ریاضت اور کثرت مجاہدہ میں کوشش بلیغ بجالائے تاکہ یہ صفات اس میں بدرجہ کمال سرایت کر جائیں۔ اگر یہ صفات اس میں نہیں ہیں تو پھر وہ ایک اسم بغیر مسمّیٰ ہے (وہ نام اس پر صادق نہیں آئے گا) پھر وہ صاحب خرقہ نہیں بلکہ خرقہ کا طفیلی ہوگا۔ البتہ وہ حضرات جنہوں نے اپنے جسموں کو مجاہدہ کی بھٹی میں ... کی آگ سے گداختہ کیا ہے اور جنہوں نے اپنے نفسانی و حیوانی خواہشات کے آلات کو لذائذ سے روک لیا ہے اور جسم و جان اور خانماں کو اس راہ پر فنا کر چکے ہیں اور جن کا:

موتوا قبل ان تموتوا — مر جاؤ تم مرنے سے پہلے۔

پر عمل ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفوس کو لذتوں اور شہوتوں، بیویوں، غذاؤں اور پینے کی چیزوں (ماکولات مشروبات اور ملبوسات) سے ہماری خاطر روک لیا ہے۔ یقیناً ان کو ہم اپنا راستہ دکھا دیں گے یعنی اپنی ذات تک پہنچنے کا راستہ۔

مثنوی

ای صوفی صافی گہر، مہر جبین بے سر و پا — از جسم و جان اندر گزر پی ہر دو شو جویان ما
مانند عیسیٰ ای پسر بکشای بال و پر دیر — خوش پر شو از دام زمین بر چرخ و بر کیوان ما

ترجمہ:- اے صوفی صافی گہر بغیر سر اور پاؤں کے ایسے چلتا جا کہ جسم و جاں سے گذر جا اور ان دونوں کے بغیر بھی ہمارے متلاشیوں میں ہو جا حضرت عیسیٰؑ کی طرح اے بیٹے اپنے بال و پر کھول لے اور خوبصورت پروں کے ساتھ پرواز کرتا ہوا زمین کی قید سے نکل کر ہمارے آسمان پر آجا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس فقیر کے نزدیک وہ جامہ جس کا تعلق عادت سے ہے (یعنی عادتاً جو لباس پہنا جاتا ہے) اس کا اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ جامہ اور خرقہ عین شخص نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک عرض دائم بالغیر) ہے جس کا تعلق جو ہر وجود سے ہے جس وقت تمام اعضا اور جوارح انسان اس خاکدان (دنیا) میں مرنے کے بعد چھوڑ جاتا ہے تو پھر ان کا کیا اعتبار رہتا ہے۔ ایک معین لباس کا پہننا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابھی اسباب فانی کی طرف میلان باقی ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ ابھی وہ ظاہر کو نہیں چھوڑ سکا ہے اور

ترک عادت نہیں ہو سکا۔ پس جو کوئی اس مرتبہ پر ہوتا ہے اس کو خام کہا جاتا ہے:

قال الاشرف لیس الحجاب بین العبد والمعبود سوی العادات الطبیعۃ

حضرت اشرف فرماتے ہیں کہ عبد اور معبود کے درمیان عادت اور طبیعت کے سوا اور کوئی حجاب نہیں ہے۔

قال الاشرف لیس الوصول الی اللہ مالم یخرق العادات

حضرت اشرف فرماتے ہیں کہ اس وقت تک وصول الی اللہ میسر نہیں ہو سکتا جب تک عادات (طبیعہ) کو ترک نہ کیا جائے۔

۱۔ **جامۂ غیر معین** شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک ولی اللہ تھے ہمیشہ غیر مخصوص لباس پہنا کرتے تھے یہ فقیر (اشرف سمنانی) جس وقت حضرت مخدوم عالم و پیشوائے بنی آدم شیخ علاؤ الدین (گنج نبات) قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت کی ظاہری اور باطنی نظر سے نوازا گیا۔ حضرت نے طرح طرح کے لباس مجھے مرحمت فرمائے میں نے وہ تمام کپڑے اسی روز ایک فقیر کو دے دیے۔ بعض معاندین اور معارضہ رکھنے والے لوگوں نے خود پرستی اور حسد کی بنا پر میری غیبت میں میرے اس طرز عمل پر نکتہ چینی شروع کر دی اور طعنہ زنی کرنے لگے کہ آج تک نہیں ہوا ہے کہ مرشد کے خاص لباس کو دوسرے کو دے دیا جائے یہ بات کہاں سے سیکھی ہے کہ شیخ کا خرقہ سائل کو بخش دیا۔

قطعہ

اگر یابد کسی از خلعت خاص	نباشد جائزش بر دیگر ایثار
کہ آن لطفی بود از جانب او	نباید دادنش از دست یکبار

ترجمہ:۔ اگر کسی شخص کو خلعت خاص مل جائے تو اسے دوسرے پر ایثار کرنا جائز نہیں ہے یہ تو خلعت بخشنے والے کی طرف سے ایک لطف خاص ہے اس کو یکبار ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔

لوگوں نے یہ بات حضرت شیخ (قدس سرہ) تک پہنچا دی (کہ اشرف نے عطا فرمودہ خرقہ کسی کو خیرات کر دیا ہے) حضرت نے ان لوگوں کی بات سن کر فرمایا کہ فقیر کا فعل بے معنی نہیں ہوتا تم خود اس سے (اشرف سے) جا کر دریافت کرو کہ ایسا کیوں کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس فقیر سے دریافت کیا۔ اس عاجز نے ان سے کہا کہ بنائے جامہ عین پیر ہے یا غیر پیر۔ عین پیر تو اس کو کسی طرح سمجھا ہی نہیں جا سکتا اس لیے کہ جامہ عرض ہے جوہر نہیں ہے اس لیے وہ ہر صورت غیر ہے اور پیر کی نظر غیر پر نہیں ہوتی۔ اور مرید پیر کی صفات کا تابع ہوتا ہے۔ پس اگر میں عوارضات پر توجہ کروں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں نے پیر کی صفات سے اکتساب نہیں کیا ہے۔ اور جس نے پیر کی صفات سے اکتساب نہیں کیا ہے اس کو پیر سے کیا نسبت۔

مصرعہ:۔ شتان بین مُحَمَّدٌ و مُحَمَّدٌ

(مُحَمَّدٌ اور مُحَمَّدٌ کے لفظی ترجمہ میں بڑا فرق ہے)

جب ہماری یہ گفتگو حضرت پیر و مرشد کے سمع مبارک تک پہنچی تو بہت زیادہ تعریف فرمائی اور تحسین و آفرین کی۔ اور اس فقیر کے حق میں دعا کی کہ دولتِ اشرفی کا شہرہ اور شوکتِ شنگرفی کا آوازہ مشرق سے مغرب تک پہنچے

قطعہ

چہ فرخ ساعتی کو در حقِ من — برآورد از لب خودیک دعائی
زدم از ہمت او کوس دولت — بچرخ ہفتمین چون بادشاہی

ترجمہ:۔ سبحان اللہ وہ کیسی عمدہ ساعت تھی کہ حضرت نے میرے حق میں اپنے مبارک لبوں سے ایک دعا فرمائی ان کی دعا کی برکت سے آج میری سطوت و دولت کا نقارہ فلکِ ہفتم پر بجایا جا رہا ہے۔

۲۔ خرقہ ملمعہ چمکیلا اور بھڑکیلا خرقہ مبتدی اگر پہن بھی لے تو اس کو کوشش کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کا مالک بنے کہ اس کے حروف کے معانی سے خود کو موصوف بنا لے اور اگر کوئی کامل اس کا استعمال کرے تو اس کو اپنی بلند ہمت سے ملک وملکوت سے گزر جانا چاہیئے کہ وہ سلوک کی ابتداء سے نہایت منزل تک پہنچنے میں ہر منزل سے فیض یاب ہوا ہے اور اس کو اس مرتبہ اور درجہ سے نصیب کامل حاصل ہوا ہے اور لمعات غیبی کی کرنیں اس پر چمکی ہیں اگر متوسط اس کو استعمال کرے تو زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ ابھی وہ لمعانِ انوار کی منزل سے نہیں گزرا۔

مثنوی

ملمعہ آن کسی در پوشد ای یار — کہ برتابد ہمہ لمعان انوار
نہ آن کو در دورنگی بودہ باشد — کہ یکرنگی بتابد اندرین کار

ترجمہ:۔ اے دوست ملمعہ وہ پہنے جو تمام لمعان انوار کو چمکائے نہ کہ وہ جو دورنگی میں پھنسا ہوا ہو کیونکہ اس کام میں یکرنگی ہی چمکتی ہے۔

۳۔ خرقہ مرقعہ اگر مرید پیوندار خرقہ پہنے تو اس کو اپنے دل میں بہ پختہ ارادہ کر لینا چاہیئے کہ میں نے یہ مرقعہ اس لیے پہنا ہے کہ مجھے یہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے میراث میں ملا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ز [1] — اور دونوں جنت کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے۔

اور اس کے حروف کے وصف سے خود کو متصف کرنا چاہیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ جب سلوک میں باطن کا اعتبار ہے تو پھر اس ظاہری خرقہ

---

[1] پ ۱۶ طٰہٰ ۱۲۱

کی کیا ضرورت ہے (اس سے کیا حاصل) حضرت نے جواب میں فرمایا اس لیے پہنتے ہیں کہ عوام میں اور ان میں تمیز ہو سکے اور ان صفات سے جو اس خرقہ کے جو ہر حروف سے حاصل ہوتے ہیں اگر صوفی متصف ہے تو کل روز قیامت میں وہ اولیاء کے ساتھ ہوگا اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہم نشینی اس کو نصیب ہوگی اور وہ ان ہی کے ساتھ محشور ہوگا۔ ورنہ وہ اولیا اور انبیاء کے اس لباس سے بے بہرہ رہے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ لباس اس کی جان کا دشمن بن جائے گا۔ اشرف کہتا ہے کہ:

من لبس الخرقة فيكون مشتغلاً على	جس نے خرقہ پہنا لیں وہ اپنے اخلاق بد کو بدلنے میں
تغير الاخلاق ذميمة وان لم يفعل	مشغول ہو جاتا ہے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس
ذالك فقد خان من لباس الانبياء	نے بے شک اس نے اولیاء اور انبیاء کے لباس
والاولياء۔	سے خیانت کی۔

منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک سیاہ پوش درویش تھا (ایک درویش سیاہ خرقہ پہنتا تھا) اور اطراف واکناف کی سیر کرتا پھرتا تھا۔ ایک دن وہ ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ اس کے سامنے دو سرخاب دریا کے کنارے اپنے بال و پر کھولے بیٹھے تھے۔ ناگاہ مادہ سرخاب نے دور سے اس سیاہ پوش فقیر کو دیکھ لیا کہ سامنے سے آرہا ہے مادہ سرخاب نے اپنے نر سے کہا کہ ایک خونخوار اور ہمارا کھا جانے والا آدمی آرہا ہے لہٰذا ہم کو اپنے بال و پر سمیٹ کر اڑ کر پانی میں چھپ جانا چاہیئے۔ نر سرخاب نے کہا کہ تو یہ ٹھیک کہتی ہے کہ آدمی ہمارا دشمن ہے لیکن تو یہ نہیں دیکھتی کہ وہ ماتمی رنگ کا لباس پہنے ہوئے ہے اس لیے میرا خیال اور ظن غالب یہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے کسی کو ایذا نہیں پہنچے گی اس لیے کہ جو شخص ایسا لباس پہن لیتا ہے تو دوسرے کے دکھ کو وہ اپنا دکھ سمجھنے لگتا ہے لہٰذا تو بے خوف بیٹھی رہ۔ یہ دونوں جانور گفتگو کر ہی رہے تھے کہ اس سیاہ پوش فقیر نے صیاد کی طرح ظلم کا جال بچھایا اور نر سرخاب کو پکڑ لیا۔ مادہ سرخاب نے جب اپنے نر کو گرفتار پایا تو اس کی جان پر بن گئی (کہ پرندوں میں جس قدر محبت سرخاب کے جوڑے میں ہوتی ہے کسی دوسرے میں نہیں ہوتی) اور یہ فقیر بھی یہ تماشا دیکھ چکا تھا کہ کسی جگہ سرخاب کو شکار کر کے اس کے کباب آگ پر بھون رہے تھے تو اس کی مادہ نے اس آگ میں گر کر جان دے دی تھی۔ ؎

چو در آب ہجراں فرو برد سر
چکاوک در آتش زدہ بال و پر

ترجمہ:۔ جب آب ہجراں سر سے اوپر آنے لگا تو چکاوک نے اپنے بال و پر آگ میں ڈال دیئے۔

بہرحال اس درویش نے اس سرخاب کو کھالیا۔ مادہ سرخاب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں جا کر فریادی ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے درویش سے پوچھا اس نے بہت سے عقلی اور شرعی دلائل پیش کئے لیکن وہ نر سرخاب کے شکار کی کوئی قابل قبول دلیل پیش نہ کر سکا۔ آخر حضرت سلیمان علیہ السلام
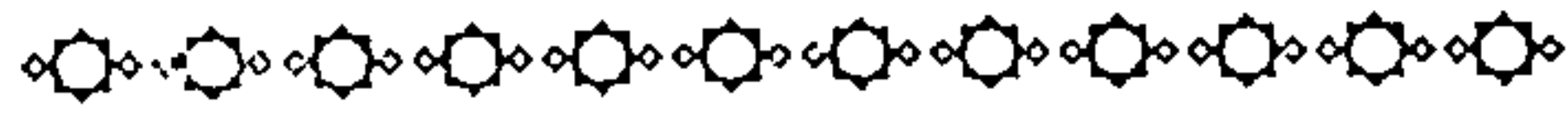
نے فیصلہ کیا کہ اس مقدمہ میں قصاص صرف یہ ہے کہ درویش کا یہ لباس اتار لیا جائے کہ آئندہ دوسرے لوگ اس لباس کو پہن کر دوسروں کو فریب نہ دے سکیں۔

مثنوی

اگر صورت کنی معنی طلب کن — واگرنہ خویش را از جان ادب کن

ازین معنی اگر صورت کنندش — چو دیگر قاصدان رہ کم زنندش

ترجمہ:- اگر صورت بناتا ہے تو اس کے معنی بھی پیدا کر ورنہ اپنے آپ کو ادب سے جدا کر لے اگر اس طرح صورت کے معنی ہوں گے تو قاصد اس راہ پر کم ہی جائیں گے۔

۴۔ خرقہ کبود نیلے رنگ کا خرقہ اگر کوئی پہنے تو اس کیلئے لازم ہے کہ آسمان کی طرح ایک ساعت بھی آرام سے نہ بیٹھے اور چرخ دوار سے اگر اس کو کوئی رنج والم پہنچے تو راضی برضا رہے اور اس کا نفس مکر وفریب سے آزاد رہے اور اپنی استعداد کے ظرف کو معارف کے نیلے رنگ (نیل) سے بھر لے کہ جب گوناگوں حوادث کا اس کو شکار ہونا پڑے تو اس کی یک رنگی پر حرف نہ آئے۔

فرد

این ہمہ رنگہاء پر نیرنگ
خم وحدت کند ہمہ یکرنگ

ترجمہ:- یہ تمام خوبصورت رنگ خم وحدت نے ایک رنگ میں ڈال دیئے ہیں۔

اسی طرح سالک کو جس لباس میں بھی تم ملبوس دیکھو سمجھ لو کہ اس کے جامہ کا رنگ سالک کی حالت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ پس مبتدی سالک کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ جس رنگ کا لباس پہنے اس رنگ سے منسوب صفات کو اپنے اندر پیدا کرے تاکہ وہ لباس اس کے لئے مناسب اور درست بن جائے۔

مثنوی

کبود آنکس کند در بر کہ گردد — زہر چہ آن زیر این چرخ کبود است

نہ رو آرد بہر رنگی کہ بنیند — زخم کثرۃ از وحدت ربود است

ترجمہ:- نیلا رنگ وہ پہنے جو خود ہر چیز کو اس نیلے آسمان کے نیچے اسی رنگ میں دیکھے۔ جو رنگ نظر آئے اس پر توجہ نہ کرے بلکہ خم کثرت میں وحدت کو دیکھے۔

۵۔ خرقہ سیاہ خرقہ سیاہ کا پہننا اس شخص کے مناسب حال ہے جس نے اپنے آپ کو بھوک پیاس سے مہذب بنا لیا ہو۔ اور آداب ریاضت و مجاہدات سے مودب بن گیا ہو اور سیاہ لباس پہن کر نفس کا ماتمی ہو۔ (ماتم کر رہا ہے) اور عبادت کی تلوار سے تن کو قتل کر دیا ہو اور تمام دنیا پر فنا کی چار

تکبیریں پڑھ چکا ہو (تمام دنیا کو ترک کر چکا ہو)

فرد

بیا تا دست ازین عالم بشوئیم
وجود خویش را تکبیر گوئیم

ترجمہ:۔ اے دوست آ، تاکہ اس دنیا سے ہاتھ دھولیں اور اس پر چار تکبیریں پڑھ لیں۔

لباس کا تعلق اہل میت سے ہے (مردے کے اعزا سیاہ لباس پہنتے ہیں) ایک درویش سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے کسی شخص نے دریافت کیا کہ سیاہ لباس کیوں پہنا ہے انہوں نے کہا کہ میں تین گروہوں کی میت کا عزادار ہوں (ان کے ماتم میں سیاہ لباس پہنا ہے) ایک علماء کا گروہ ہے، دوسرا فقراء کا گروہ ہے اور تیسرا اُمراء کا گروہ ہے جو اصحاب عزا ہیں۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس سرائے فانی سے دار القرار کی طرف تشریف لے گئے تو اپنی میراث میں یہ تین چیزیں چھوڑ گئے۔ ایک علم، دوسرے فقر اور تیسرے تیغ۔ علم تو علماء نے اختیار کیا اور اس کے باعث مغرور ہو گئے، علم کو جاہ و سروری کا ذریعہ بنایا اور جدل و عداوت میں مبتلا ہو گئے۔ (مناظروں میں الجھ گئے) فقر کو فقراء نے اختیار کیا اور اس کو اسباب معاش اور آلات غنا بنا لیا۔ تلوار مجاہدین نے سنبھال لی لیکن جہاد کا حق ادا نہ کر سکے اور وہ شریعت کے حکم پر جہاد کا فرض ادا نہیں کرتے چونکہ یہ تینوں گروہ اپنی اصل خدمت بجا نہیں لائے اس لئے وہ مردوں کی مانند ہیں اور میں نے ان ہی تینوں مردوں کے غم میں یہ سیاہ لباس پہن لیا ہے ۔

مثنوی

سیاہ آنکس بپوشد از حریفان — کہ او در ماتم خود نشستہ باشد
این تار سیاہ از بہر زینت — بزیر چرخ خود را رستہ باشد

ترجمہ:۔ حریفوں میں سیاہ لباس وہ پہنتا ہے جو خود اپنے ماتم میں بیٹھا ہو، یہ سیاہ دھاگا زینت کیلئے نہیں ہے جو اس نے اپنے چرخے سے کاتا ہے۔

۶۔ **خرقہ سفید** جو سفید لباس پہنے اسکو چاہیئے کہ وہ تمام معاصی و مناہی سے تائب ہو جائے اور اپنے آنسوؤں سے دنیا کی غم کو توبہ کے صابون سے دھو ڈالے (لباس کو صاف شفاف بنا لے) جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر الثیاب الابیض (سفید لباس سب سے بہتر ہے) اپنے دل کے صحیفہ کو نقش اغیار اور ہوائے شرار سے پاک و صاف کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۝ [1] — بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرتے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

---

[1] پ ۲ سورہ بقرہ ۲۲۲

اہل اشارت (ارباب علم) نے اس ارشاد کے سلسلہ میں بہت کچھ کہا ہے۔ پاکیزگی کے سلسلے میں یہ ہے کہ جب تک باطنی نزاہت (پاکی) اور نظافت (ستھرائی) نہ ہوگی، اس وقت تک ظاہری پاکی کچھ کام نہیں آسکتی ہے۔ جب تک سینہ پاک وصاف نہیں ہے اس وقت تک روشنی سے کیا حاصل۔

مصرع

کز حرص جاروبی پیوستہ درین کردی
(کہ تو حرص وہوا کی جھاڑو اس میں لگاتا رہتا ہے)

ملک عراق میں یہودیوں، نصرانیوں اور مسلمانوں میں تمیز کرنے کیلئے علامت رکھی گئی ہے اس علامت سے باہمدگر امتیاز ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہودی اپنے کندھے پر زرد رنگ کے کپڑے کا ایک ٹکڑا لگا لیتے ہیں، نصاریٰ ایک ٹکڑا نیلے رنگ کے کرباس (کتان) کا اپنی پگڑی میں ٹانک لیتے ہیں تاکہ ایک دوسرے میں تمیز کی جاسکے۔

مشائخ کا لباس ان کی شخصیت اور ان کے مقام پر دلالت کرتا ہے جس طرح شاہی عَلَم اس امر کا نشان ہوتا ہے کہ فوجی دستہ اپنی اپنی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور لشکر اپنی جگہ پہنچ جائے۔ اگر شرط مذکور فقیر میں نہیں ہوگی تو وہ ایک ایسا اسم ہوگا جس کا کوئی مسمّیٰ نہ ہو (اس کو فقیر نہیں کہیں گے)

۷۔ خرقہ ہزار میخی اگر یہ لباس پہنے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے وجود کو مجاہدہ اور ریاضت کی ضربات سے مجروح کرے اور ہزار جرعہ زہر ناکامی کے شربت کا پیتا رہے (خود کو نامراد رکھے) اور سوزن نامرادی سے خود کو سجالے اور فقر و فاقہ اختیار کرے ؎

قطعہ

کسی کند بر وجود ہزار میخی را — کہ بر ہوائی دل خود ہزار میخ زند
بصد ہزار صلابت مراد دنیا را — بچار میخ بفرعون چار میخ زند

ترجمہ:۔ وہ شخص ہزاروں پیوند والی گدڑی پہننے کا اہل ہے یا اس کو سزاوار ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو سولی پر چڑھا دے (چار میخ کی سزا دیدے) اور ہزار سخت چوٹوں (ضربات) کے ساتھ دنیا کو اور خواہش کو اس طرح چار میخ کی سزا دے جیسے فرعون بنی اسرائیل کو دیا کرتا تھا اور ان کو چار میخ (+) کرتا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا اگرچہ خرقہ سات طرح کا ہے لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ مشائخ میں سے ہر ایک شیخ نے اپنی اپنی پسند کا خرقہ اختراع وایجاد کر لیا ہے اور ان کے انواع حدِ شمار سے باہر ہو گئے ہیں۔ ہر چند کہ دودمان چشت و خاندان اہل بہشت میں بھی قطع پیراہن کا خرقہ اختیار کیا گیا ہے لیکن جب یہ فقیر حضرت مخدوم زادہ خواجہ قطب الدین کی خانقاہ میں پہنچا اور وہاں مجھ پر طرح طرح کی مہربانیاں کی گئیں اور خصوصی الطاف سے نوازا گیا تو وہاں مجھے وہ خرقہ پسند آیا جو شیخ احمد بن سلطان فرسنانہ سے منسوب تھا چنانچہ میں نے اسی لباس کو اپنا ملبوس بنالیا اپنے خلفاء کو بھی اسی لباس میں ملبوس کیا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے خاندان میں یہ خرقہ مشہور ہوگا۔ جب دوسری مرتبہ

حضرت قدوۃ الکبرا جونپور شہر میں تشریف لائے تو اکابر و اشراف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نورالدین بن سید اسد الملۃ ظفر آبادی جن کا سلسلہ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح سے ملتا ہے بھی آپ کی خدمت میں آئے اور خرقہ تبرک کی التماس کی۔ آپ نے جو خرقہ خاندان چشت کے اسلوب کا پہن رکھا تھا وہ انہیں عطا فرمایا جناب سید نور بہت بہرہ مند ہوئے آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ اسلوب خرقہ ہمیں بہت پسند آیا ہے۔ امید ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ الامجاد کی طفیل یہ مقبول ہوگا۔

اگر خرجی اور بالاپوش کوئی شخص پسند کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنے وجود کا پیرہن عشق اللہ تعالیٰ سے چاک کیا ہوا رکھے شریعت اور طریقت کی پابندیوں کو ملحوظ رکھے اور قیود امر و نہی سے پاؤں باہر نہ رکھے۔ اور اس بات کا اعلان کرے کہ جو کوئی مجھ سے اپنا راز کہے گا میں اس کے راز کو پوشیدہ رکھوں گا اور جو کوئی میری پشت پناہی (مدد) کا طالب ہوگا اس کی میں مدد کروں گا اور اپنے خرقہ کی آستین سے اپنے برادرانِ طریقت کی عیب پوشی کرونگا۔ سجادہ قربت کی بساط ہے کہ ہمت سے اس پر بیٹھے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے طریقت میں الحق کے معنی دریافت کئے آپ نے جواب دیا کہ الحق مخلوق سے ترکِ سوال اور حق کی طمع رکھنے کی شہادت ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ یہ خرقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ شہادت ہے اس امر کی کہ فقیر فاقہ میں ثابت قدم ہے۔ پھر میں نے آپ سے مصلّٰی کے معنی دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ شہادت ہے اس امر کی کہ فقیر کو حق تعالیٰ سے وصول حاصل ہو گیا ہے۔

کلاہ۔ طریقت میں کلاہ تاج کرامت ہے جس کو بادشاہوں کی طرح سر پر رکھا جاتا ہے۔ کلاہ تصرف ہے مملکت تکبر اور گردن کشی پر۔

کلاہ چہار ترکی:۔ اس سے یہ چار ترک مقصود ہیں: ۱۔ ترکِ معاصی۔ ۲۔ ترکِ مناہی۔ ۳۔ ترکِ ملاہی (لہو و لعب) ۴۔ ترکِ نواہی۔ اس کے علاوہ اشارہ ہے ترکِ طعام، ترکِ کلام، ترکِ خواب اور عوام سے ترکِ صحبت کی طرف۔ کلاہ چار ترکی سے کبھی وہ چار گوشہ کلاہ بھی مقصود ہوتی ہے جس کے چاروں گوشے محیط ہوتے ہیں شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت پر یعنی ایک گوشہ شریعت پر، دوسرا طریقت پر، تیسرا معرفت پر اور چوتھا حقیقت پر محیط ہوتا ہے۔ کلاہ کے اوپر تکمہ بھی لگایا جاتا ہے جس سے وجودِ واحد حق تعالیٰ کا مشاہدہ مراد ہوتا ہے۔

دستار:۔ سر پر اس طرح دستار باندھنا جس طرح مشائخ چشت باندھتے تھے اس طرح ہے کہ سات پیچ (لپیٹ) کی ہو اور ہر کور (لپیٹ) میں بل ہوں جس سے اشارہ اس طرف ہے کہ سر کو ماسوا حق تعالیٰ سے موڑ لیا ہے سات پیچ سے کم اور زیادہ کی دستار بھی باندھی گئی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مروی ہے کہ آپ نے کبھی تو بہت لمبی دستار باندھی ہے اور کبھی بہت کم لمبی اور کبھی نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ کم (میانہ)

جس سے یہ تینوں صورتیں مفہوم ہوتی ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) سات لپیٹ کا عمامہ باندھا کرتے تھے۔ ایک روز محفل سماع میں بے خود ہوگئے (وجد میں آگئے) حالت وجد میں عمامہ کی ایک لپیٹ کھل گئی آپ فوراً ہوش میں آگئے اور اس لپیٹ کو دوبارہ باندھ لیا پھر سماع میں مشغول ہوگئے۔ جب سماع کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے استفسار پر فرمایا کہ میری دستار کا ہر کورہ ایک اقلیم سے منسوب ہے اور ہر اقلیم کا قیام اس کورہ (لپیٹ) سے مربوط ہے اگر میں اپنی اس کھلی ہوئی کورہ (لپیٹ) کو نہ باندھتا تو احتمال تھا کہ اس سے مربوط اقلیم درہم برہم ہوجاتی

قطعہ

بصورت گر نہی دستار بر سر ---- معانی کورۂ دستار دست آر

کہ از ہر کورۂ دستار ایشان ---- سر شاہان ہفت اقلیم بشمار

ترجمہ:۔ جس صورت میں تونے دستار سر پر باندھی ہے اس صورت میں دستار کی لپیٹ کے معانی سمجھ لے کہ ان کی دستار کی ہر لپیٹ کے ساتھ ہفت اقلیم کے بہت سے بادشاہوں کے سر تو شمار کرسکتا ہے۔

دستار کے دونوں سرے باہر نکالنا بعض مشائخ کا طریقہ رہا ہے۔ دستار کے ایک سرے کا شملہ بنانا مشائخ چشت کی سنت ہے اور دونوں سروں کا باہر رکھنا اس میں دوستوں کے لئے یہ اشارہ موجود ہے کہ رشتۂ محبت کے دو سرے ہیں۔ ایک سر کا تعلق عاشق سے اور دوسرے کا تعلق معشوق سے ہے یا اس سے یہ مراد ہے کہ ان دو سروں سے ظاہر و باطن کے رشتوں کو قید کر لیا ہے۔ حاجتِ انسانی (بول و براز) اور وضو کے وقت ان سروں کو شملہ کیا جاسکتا ہے (دستار کے سر کو لپیٹ میں پیوست کر لینا) علما رفش کو سر کے پیچھے ڈال دیتے ہیں رفش یعنی شملہ جس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ علوم شریعت کو حاصل کرلیا ہے اور اسباب دنیا کو پس پشت ڈال دیا ہے اور خود کو حق کے کاموں میں مشغول کر دیا ہے لیکن مشائخ کرام شملہ پس پشت نہیں رکھتے بلکہ بل دے کر سامنے رکھتے ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابھی کام درپیش ہے (تکمیل کار باقی ہے) دیکھئے کیا سامنے آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ حضرات خود کو مردہ خیال کرتے ہیں اور میّت (مردے) کا شملہ سامنے رکھا جاتا ہے۔

مشائخ چشت دستار اس طرح باندھتے ہیں کہ دونوں کان بندش میں آجاتے ہیں۔ مشائخ سہروردیہ بایاں کان ڈھانپ لیتے ہیں جو اشارہ ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ لوگوں کے عیوب و نقائص نہیں سنیں گے۔ وہ دایاں کان کھلا رکھتے ہیں تاکہ نصائح و مواعظ کو گوش ہوش سے سنیں۔ مشائخ چشت رحمہم اللہ تعالیٰ دستار سے دونوں کان چھپا لیتے ہیں کہ نہ وہ حق سنیں اور نہ باطل سنیں جو حق کے مقابلہ میں ہے اور اصلاً اس کا کوئی وجود نہیں ہے جو کچھ ہے وہ حق ہے ہر باطل سے انکار نہ کرو کہ بعض باطل ظاہر میں آتے ہیں۔

خرقہ:۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکابر روزگار اور مشائخ نامدار نے پانچ قسم کے خرقے پہننا بیان کیا ہے۔ طریقت میں جو خرقہ پہنا جاتا ہے وہ پانچ قسم کا ہوتا ہے۔ منجملہ ان کے سب سے پہلے خرقۂ ارادت ہے جو بیعت

کے روز شیخ اپنے مرید کو عطا فرماتا ہے اور اس کو توبہ کی تلقین کرتا ہے اور صلاح و تقویٰ کے لباس سے آراستہ کرتا ہے۔ دوم خرقۂ محبت ہے کہ پیر ارادت کے بعد مرید کو جامہ یا خرقہ دیتا ہے یا یہ صورت ہوتی ہے کہ دو درویش بہمدیگر بطورِ رفاقت عرصۂ دراز تک ایک ساتھ رہے ہوں۔ جب ان دونوں میں جدائی واقع ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو خرقۂ محبت پیش کرتا ہے جس طرح حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہ مدار حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ کئی سال تک سفر میں ساتھ ساتھ رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ سفر و حضر میں زندگی بسر کی۔ جب سرزمین روم سے حضرت شیخ بدیع الدین (شاہ مدار) سرزمین اودھ کی طرف واپس ہوئے تو حضرت شاہ مدار نے قدوۃ الکبرا کے ہاتھ سے خرقۂ محبت پہنا اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کے باعث دونوں حضرات بہت روئے۔

قطعہ

چو پروین یکدگر بودیم یکجا بچرخ دوستی در مرز اناس
ز باہم چون نبات النعش دیگر فتادیم ای فلک فریاد ازیاس

ترجمہ:۔ پروین کی طرح دونوں یکجا تھے اور اس فلک دوستی کے نیچے وہ لوگوں سے ایک پناہ گاہ میں تھے۔ اور اب صورت یہ ہے کہ نبات النعش (قطب کے قریب سات ستاروں کا جھرمٹ) کی طرح بام دوستی سے گر کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اے فلک فریاد ہے اس ناامیدی سے۔

تیسری قسم کا خرقہ، خرقۂ تبرک ہے کہ ایک دوسرے (بزرگ) کو اس کے عقیدے کے اقتضا کے طور پر دیا جاتا ہے جیسا درویش صالح سمرقندی کا معاملہ ہے کہ وہ حضرت شیخ علاؤالدین سمنانی کے دربار سے وابستہ بلند پایہ مرید تھے ایک مدتِ دراز تک حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ خلوص و اتحاد کے راستے پر گامزن رہے۔ جب یہ حضرت شیخ سمارالدین کی خانقاہ واقعہ رُدولی سے سمنان کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقۂ تبرک ان کو عطا فرمایا۔ شیخ مذکور کا اپنے شیخ سے عقیدت کا معاملہ اور ان کے جذبۂ طریقت کے آثار اس مرتبہ کو پہنچ گئے تھے کہ کسی مرید اور کسی طالبِ طریقت سے ان کا فرق کرنا ممکن نہیں تھا؎

بیت

دو مغزی بودہ اند باہم چو بادام در ایشان فرق نہ جز پوست بادام

ترجمہ:۔ گویا یہ دونوں باہم محبت و اتحاد میں ایک بادام میں دو مغز (گری) کی طرح تھے ان دونوں میں سوائے پوست بادام کے اور کوئی فرق نہیں۔

خرقہ نوع چہارم، خرقۂ صحبت ہے کہ ایک شیخ جب اپنی زندگی میں اپنے کسی مرید کو دیکھتا ہے کہ اس کی ہمت کا ہما بلند پرواز واقع ہوا ہے تو اس کو وہ کسی دوسرے شیخ کے حوالے کر دیتا ہے جن کا حال اس سے اعلیٰ تر ہے تو وہ اس کو دوسرے شیخ کی خدمت میں جانے کی اجازت دے دیتا ہے تاکہ وہ ضائع نہ ہو۔ یہ رخصت بعض مشائخ کی صورت روحانیہ سے بھی کبھی کبھی واقع ہوتی ہے کہ عالم معاملہ میں یا خواب میں وہ جس شیخ کی خدمت میں بھیجنا مقصود

ہوتا ہے ان کی طرف اشارہ کر دیتا ہے تاکہ ان کی خدمت میں پہنچ کر مزید تربیت حاصل کرے

مثنوی

ہر کہ باشد در رہِ حق راہبر — رہ نماید تاکہ خود کردہ سفر
چون رساند ہمرہِ خود را بجائی — کش بود حاصل زپیر رہنمائی
پس بگوید او بدیگر رہنمائی — گفت ازینجا بیشتر تو رہنمائی

ترجمہ:۔ جو کوئی راہ حق میں رہنمائی کا فرض ادا کرتا ہے وہ اس کو وہ راستہ دکھاتا ہے جس پر اس نے خود سفر کیا ہے جب وہ اپنے ہمراہی کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جس پر اپنے رہنما کے عمل سے عمل کر کے پہنچا ہے تو وہ دوسرے رہنما سے (جس کے سپرد ہمراہی کو کر رکھا ہے) کہتا ہے کہ اب یہاں سے آپ اس کی رہنمائی کیجئے۔

پانچواں خرقہ، خرقہ حقیقی ہے کہ شیخ سلسلہ اپنے لطف عام سے اپنے مرید خاص کو اس کے حصول کی طرف راغب کرتا ہے اور وہ خرقہ اس کو عطا کر کے اس کے وارداتِ طریقت مواقع اور حوادثِ سلوک کا کفیل بن جاتا ہے۔ یہ شیخ و مرید کے درمیان ایک معاملت ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کو اس کی خبر ہو بعض مشائخ علماء و صلحا کی جماعت کے سامنے اس منصب بلند اور شرف ارجمند کو سعادت مند مرید کے سپرد کر دیتے ہیں (اور بعض کسی کو مطلع کرنا ضروری نہیں سمجھتے) اس خرقہ کی دولت کا حصول اور اس شوکت کا وصول بہت زیادہ محنت اور بہت تکلیف اٹھانے کے بعد ممکن ہوتا ہے ؎

مثنوی

بسی باید دویدن در پی این کار — کہ بنماید رخ مقصود دلدار
کسی کز سر نہ پوید راہ داور — نپوشد خلعت خورشید خاور

ترجمہ:۔ اس امر خطیر کے حصول کے لئے بہت تگ و دو کرنا پڑتی ہے تب کہیں دلدار کے رخ مقصود کا نظارہ ہوتا ہے جو کوئی سر کے بل اس راہ کو طے نہیں کرتا وہ اس خلعت کو نہیں پہن سکتا جو مرتبہ میں خورشید خاوری کی طرح بلند ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیروں کی مہربانی اپنے مریدوں پر اور مرشد کی کرم گستری رشد و ہدایت کے طالبوں پر اس درجہ ہوتی ہے کہ زبان خامہ اس کی شرح سے عاجز ہے ان حضرات کی مہربانی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنی طویل، عمر جاودانی کا محصول (حاصل کردہ سرمایہ) اور تمام زندگی کی پونجی اپنے مرید کو بلک جھپکاتے بخش دیتے ہیں ؎

بیت

زشکری کہ آن نعمت افزون بود
ولی نعمت بیش ازین چون بود

ترجمہ:- شکر ہے کہ وہ نعمت زیادہ تھی لیکن اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوسکتی ہے۔
کوئی نعمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک روزہ مصاحب کو اپنی سو سال کی کمائی ہوئی نقدی عطا کرتے ہیں۔ ؎

مثنوی

چہ گویم وصف آن پاکیزہ گوہر | کہ از یک کف دہد دریائے گوہر
ز دیگر کف ہمہ کون و مکانرا | بہ بخشد ہر کہ را خواہد امانرا

ترجمہ:- میں اس پاکیزہ گوہر ہستی کا وصف کیا بیان کروں کہ مرشد ایک ہاتھ سے دریائے گوہر عطا کردیتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے تمام کون و مکان کا سرمایہ اس کو بخش دیتا ہے اور جسے امان کی طلب ہو وہ دیتا ہے۔

حضرت شیخ ابوالعباس قصاب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر ایک سال تک حضرت شیخ ابوالعباس کی خانقاہ میں مقیم رہے منقول ہے کہ صوفیوں کے جماعت خانہ میں حضرت شیخ ابوالعباس کی ایک مخصوص جگہ تھی وہ اکتالیس سال تک اسی ایک جگہ پر مقیم رہے۔ صوفیوں کی جماعت میں سے اگر کوئی صوفی رات میں نفلی نماز زیادہ پڑھتا تو شیخ ابوالعباس فرماتے کہ اے فرزند! سوجاؤ کہ پیر جو کچھ کرتا ہے وہ تمہارے ہی لئے کرتا ہے کہ اس کو اس عمل کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ حاجت ہے۔ اس ایک سال کی مدت میں حضرت ابوالعباس قدس سرہٗ نے حضرت ابوسعید (ابوالخیر) سے کسی رات یہ نہیں فرمایا کہ اے فرزند تم سوجاؤ اور یہ نفلی نماز مت پڑھو جیسا کہ وہ دوسرے مریدوں سے کہا کرتے تھے۔ شیخ ابوالعباس قدس سرہ نے شیخ ابوسعید کو اپنے قریب سونے کی جگہ دیدی تھی (شیخ ابوسعید کی خوابگاہ شیخ ابوالعباس کی خوابگاہ کے برابر تھی) ایک رات شیخ ابوالعباس قدس سرہ خانقاہ سے باہر تشریف لائے انہوں نے فصد کھلوائی تھی رگ کا منہ کھل گیا تھا شیخ ابوسعید کو اس حال کی خبر تھی وہ اسی وقت اپنی چادر اور جامہ لے کر شیخ ابوالعباس قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ کے اس ہاتھ کو باندھا جس کی رگ کھل گئی تھی، ان کا ہاتھ دھویا ان کے کپڑے جو خون سے تر تھے اتارے اور اپنے کپڑے ان کو پیش کئے۔ شیخ ابوالعباس نے ان کے کپڑے پہن لئے۔ شیخ ابوسعید نے شیخ ابوالعباس کے کپڑے دھوئے اور ان کو الگنی پر سوکھنے کے لئے ڈال دیا خود نماز پڑھنے میں مصروف ہوگئے وہ کپڑے رات بھر میں خشک ہوگئے۔ شیخ ابوسعید ان کپڑوں کو لپیٹ کر شیخ کی خدمت میں لائے۔ شیخ نے اشارہ کیا کہ تم ان کپڑوں کو پہن لو۔ شیخ ابوسعید نے حسب الحکم حضرت ابوالعباس کے کپڑے پہن لئے اور اپنے گوشۂ عبادت میں چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ سوکر اٹھے اور شیخ ابوالعباس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ شیخ ابوالعباس قدس سرہ شیخ ابوسعید کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور شیخ ابوالعباس کا لباس شیخ ابوسعید کے جسم پر ہے سب لوگ حیران رہ گئے، ان کی حیرانی دیکھ کر شیخ ابوالعباس قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کل رات بخشادریں لٹائی گئیں ہیں تمام بخشادریں شہر مہنہ کے اس جوان (ابوسعید) کے حصے میں آگئیں اس کو مبارک ہوں۔

مثنوی

نباشد خلعت درویش دربر / کہ نبود نعمتی در جامہ مضمر
کسی کین خلعتی دربر کشیدہ / ز جیب آن قرطق عرشی دریدہ

ترجمہ:۔ درویش کے جسم پر ایسی خلعت (خرقہ) نہیں ہوتی کہ جس میں کوئی نہ کوئی نعمت پوشیدہ و پنہان نہ ہو۔ جس کسی نے یہ خلعت (خرقہ) پہن لی اس کی عظمت کے سامنے (دنیا دی) عزت و جاہ کا دامن پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

اوّل و آخر اور اوسطاً تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

لطیفہ ۱۳

حلق و قصر

قال الاشرف:

الحلق والقصر ھو وضع اشعار العلائق والعوائق عن فرق الطالب الاقتصار الید من الامور الکونین بطالب۔

(حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ حلق و قصر یہ ہے کہ طالب کے سر سے علائق و عوائق کے بال دور کئے جائیں اور طالب کے ہاتھ کو کونین کے امور سے روکا جائے۔)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حلق و قصر دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں لیکن حلق قصر سے افضل ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مشعر ہے کہ آپ نے حاجیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ سر منڈانے والوں پر اللہ کی رحمت ہو، صحابہ کرام نے عرض کیا اور بال چھوٹے کرانے والوں پر؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جملہ ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام نے یہی "والمقصرین" کو دہرایا۔ اسطرح چار مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ (اولہن) ارشاد فرمایا۔ پس اگر حلق کو قصر پر فضیلت نہ ہوتی تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم "اہل حلق" پر رحمت کی تکرار نہ فرماتے اور مقصرین کے حق میں جو ترحم فرمایا گیا یہ عطف ہے اصل نہیں ہے یعنی ضمناً ہے پس ثابت ہوا کہ حلق قصر سے افضل ہے۔

حلق میں فوائد جسمیہ اور بدنیہ اسقدر ہیں کہ شرح و بیان میں نہیں آسکتے، حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ تین کام خود کرنے چاہئیں کہ اسمیں بہت زیادہ منفعت ہے اور جسم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ امور ثلاثہ یہ ہیں (۱) سر منڈانا، (۲) افطار میں سب سے پہلے چاولوں کی پیچ پینا (۳) پیروں کے تلووں میں تیل ملنا۔ محلوق کا اعمال صلوٰۃ میں غیر محلوق سے آگے ہونا یا افضل ہونا طبع رسا پر پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب میں حضرت مخدومی (شیخ علاؤالدین گنج نبات) کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی تو حضرت مخدومی نے سعادت حلق کا تاج میرے سر پر رکھنا چاہا اور میرا سر اپنے زانوئے اطہر پر رکھا اور اپنے دست مبارک میں اُسترہ لیکر میرے سر کو مونڈا تو میں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے ؎

قطعہ

بمکتب خانہ توفیق از لطف | چو استادِ ازل تعلیم کردیم
بہ پیش پائے تو از موئے ہستی | نہادم از سر و تسلیم کردیم

(مکتب خانہ ازل میں توفیق الٰہی نے جب سے تعلیم دینا شروع کی تو میں نے اپنے سر سے موئے ہستی اتار کر تیرے قدموں میں ڈال دیا)

میرے یہ اشعار سنکر حضرت مخدومی نے فرمایا اللہ اللہ! فرزند اشرف ایسا مت کہو کیونکہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے تم کو بطور امانت حاصل کیا ہے اور یہ امانت ایک عجیب امانت ہے۔ میں نے تو ایک کرامت کے حصول کا شرف حاصل کیا ہے، پھر حضرت مخدومی نے فوراً فرمایا میں نے تیرے سر گیسو سے ایک تار (بال) اسلیئے لیا ہے کہ یہ تار روز قیامت میرے سر پر سایہ فگن ہو۔ حضرت مخدومی نے یہ قطعہ ارشاد فرمایا۔ ؎

ستردہ از سرت موئیم کردم زمیم تو جدا ایں جیم کردم
زہر موئے تو تیغے کردہ یکبار سر غیر خدا، دو نیم کردم

ترجمہ:۔ میں نے تیرے سر سے جو یہ بال مونڈے ہیں گویا یہ تیرے میم کے میم سے جیم (ج) کو جدا کیا ہے۔ میں نے اس تلوار کے ذریعہ تیرے وجود سے غیر خدا کا سر دو ٹکرے کر دیا ہے۔

حضرت مخدومی نے اس قسم کے اور بہت سے مہر آگیں جملے بھی خرقہ پہناتے اور حلق کرتے وقت ارشاد فرمائے تھے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مبتدی کے لئے حلق سے قصر بہتر ہے کہ پہلی بار اس راہ میں قدم رکھنا دشوار ہے جب مرید کے قدم، مقام نہایت پر پہنچ جائیں اسوقت حلق کریں کیونکہ مشائخ ترتیب کے ساتھ کام کرتے ہیں اور تدریجاً سالک سے کام لیتے ہیں۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی سے منقول ہے کہ جب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد خداوندی کے بموجب مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ[1] (اپنے سروں کو منڈوا کر) محلوق ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ خداوندی سے چار کلاہ لے کر آئے اور سر اقدس پر انہوں نے استرہ چلایا اور چاروں ٹوپیاں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر رکھیں۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر پر استرہ چلایا اور کلاہ یک ترکی ان کے سر پر رکھ دی پھر تکبیر کہی، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سر کے بالوں کو صاف کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کلاہ دو ترکی پہنائی، پھر تکبیر کہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر کے بال صاف کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر کلاہ سہ ترکی رکھی پھر تکبیر فرمائی۔ اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کے بال مونڈے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلاہ چار ترکی ان کو پہنا دی اور تکبیر کہی۔ پس چار پیر اور چار تکبیر سے یہی معنی مقصود ہیں۔

---

[1] پ ۲۶ سورہ فتح ۲۷

لطیفہ ۱۴

مشائخ کے خانوادوں کی ابتداء جو اصل میں چودہ ہیں

(در بیان مبدءِ خانوادۂ مشائخ کہ دراصل سلف چہاردہ بودند)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک اپنی اپنی مدتِ خلافت گذار کر اور مخلوق کی ہدایت فرما کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو حضرات تابعین نے خلق کو (دین کی) دعوت دی اور دین کا راستہ دکھایا۔ جب دوسری صدی ہجری کا آغاز ہوا تو تابعین حضرات سب کے سب اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اُسوقت تمام عُلمار نے متفق اللفظ ہو کر یہ بات کہی:-
"اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم"۔ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ تم ان میں سے جس کی بھی اقتدار و پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی تو صحابہ کرامؓ کے حق میں تھا اور آج کوئی فرد بھی صحابہ کرامؓ میں سے موجود نہیں ہے کہ ظاہری طور پر ہم ان کی اقتدار کریں اور کسی دوسرے کیلئے ان کے سوا دعوتِ دین روا نہیں ہے۔ پس امام اعظم (حضرت ابو حنیفہ) و امام محمد و امام ابو یوسف نے اس امر پر اجماع کیا کہ اس زمانے میں خلفائے راشدین کا جو قائم مقام ہو اس کے لئے دعوتِ دین روا اور جائز ہے کیونکہ تابع متبوع کی مانند ہوتا ہے اور نائب منیب کی طرح چنانچہ تلاش بسیار کے بعد حضرت علیؓ کے خلیفہ اور نائب و قائم مقام حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو پایا۔ چنانچہ علمار و تابعین میں سے ہر ایک نے اُن کی طرف رجوع کیا اور ان سے بیعت کی اور ان کے مرید ہو گئے۔ یہ پیری مریدی کا سلسلہ اور طریقہ اُسی دن سے شروع ہوا، ورنہ اس سے قبل محض بیعت کرنا اور ہم نشینی کا دستور تھا بلکہ صرف صحبت (و ہم نشینی)۔

حضرت خواجہ مودود چشتی اپنی (کتاب) "حجت السالکین" میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ حسن بصری بہت زیادہ بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے اپنی خلافت دو حضرات کے سپرد کی۔ ایک حضرت شیخ عبدالواحد بن زید اور دوسرے حضرت شیخ حبیب عجمی۔ یہ دونوں حضرات اُسوقت یگانۂ روزگار اور سرآمدِ زمانہ شمار ہوتے تھے۔ اس زمانے میں جو چودہ خانوادے علماء و مشائخ میں مشہور ہیں وہ ان ہی دو مخدوم حضرات کے واسطے سے حضرت خواجہ حسن بصری تک پہنچتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ مشائخ روزگار میں یہ چودہ خانوادے مشہور و معروف ہیں لیکن متاخرین صوفیار کے ذریعہ اور بہت سے خانوادے پیدا ہوئے ہیں اور بہت سے خانوادے سادات کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتے ہیں۔ ان چودہ خانوادوں کی صراحت و توضیح کے بعد ہم انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ ان باقی خانوادوں کو سلسلہ تحریر میں لائیں گے۔ ان چودہ خانوادوں کے تمام مشائخ اکابرِ روزگار اور ماثر نامدار ہیں

سب کے سب مذہب اہلسنت وجماعت کے پیرو ہیں۔ واضح رہے کہ ان چودہ خانوادوں میں پانچ خانوادے حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے واسطے اور نو خانوادے حضرت حبیب عجمی کے واسطہ سے حضرت خواجہ حسن بصری تک پہنچتے ہیں۔
حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے واسطہ سے حضرت حسن بصری تک پہنچنے والے پانچ خانوادے یہ ہیں:۔

۱۔ زیدیاں ۲۔ عیاضیاں ۳۔ ادہمیاں ۴۔ ہبیریاں ۵۔ چشتیاں

اور نو خانوادے جو حضرت حبیب عجمی کے واسطہ سے حضرت حسن بصری تک پہنچتے ہیں یہ ہیں:۔

۱۔ حبیبیاں ۲۔ طیفوریاں ۳۔ کرخیاں ۴۔ سقطیاں ۵۔ جنیدیاں
۶۔ گازرونیاں ۷۔ فردوسیاں ۸۔ طوسیاں ۹۔ سہروردیاں

یہ ہیں کُل ۱۴ خانوادے جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اب ہر ایک خانوادے کے پیشوا کے کچھ فضائل وخصائل اور ہر ایک کی توبہ کا موجب ومحرک بیان کرتے ہیں۔
اس سلسلے کا آغاز تمام سلاسل اور خانوادوں کے پیشوا وسرحلقہ حضرت خواجہ حسن بصری کے احوال سے کیا جاتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ

حضرت حسن بصریؒ، جو خوان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ ہیں اور دستر خوانِ مرتضویؓ سے بہرہ اندوز ہوئے ہیں، کی والدہ جو حضرت ام سلمہؓ کی کنیز تھیں، ایک دن کسی کام میں مشغول تھیں، حسن جو اُسوقت شیر خوار تھے، بھوک سے رونے لگے، حضرت ام سلمہؓ نے اُن کو چُپ کرانے کے لئے اپنا سرپستان اُن کے منہ میں دے دیا، یہ اسکو چوسنے لگے انتہائی شفقت ومحبت کے باعث اُن کے پستان سے دودھ کے چند قطرے نکل کر اُن کے منہ میں چلے گئے۔ یہ جو کچھ برکتیں اور عظمتیں اُن سے ظہور میں آئیں ان ہی چند قطراتِ شیر کا فیض ہیں۔

مثنوی

نہاد اندر نہاد آن چشمۂ شیر ز لطف پاک آن دانای تقدیر
کہ ہر کو قطرۂ از وی چشیدہ ز شیرش بر سر شیری رسیدہ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے ان کے دودھ میں ایک ایسا جوہر ڈال دیا جو بالکل پاک ہے کہ اگر کوئی ایک قطرہ بھی اس سے چکھ لے تو منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔
منقول ہے کہ ایک دن حسن بصریؒ نے عہد طفلی میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے کوزۂ پاک سے تھوڑا سا پانی پی لیا تھا جب وہ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس برتن سے پانی کس نے پیا ہے آپ کو بتایا گیا کہ حسن نے پیا ہے، تب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا علم اس میں سرایت کر

جائے گا۔ ایک دن حضرت ام سلمہؓ نے حسن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش اطہر میں دے دیا تو آپ نے از راہِ شفقت و کرم حسن کو گود میں لے کر اُن کے حق میں دُعائے خیر فرمائی۔ آپ کے تمام آثار اسی دُعا کی برکت کا نتیجہ ہیں

منقول ہے کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور آپ نے دستارِ مبارک اٹھا کر اپنے زانوئے اطہر پر رکھ لی تھی حسن کا عالم طفلی تھا، کھیلتے ہوئے آئے اور دستار مبارک اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی رصحابہ کرامؓ نے فرمایا ہائیں! ہائیں! یہ کیا کر رہے ہو؟ اے لڑکے بے ادبی نہ کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو یہ بہت بڑا شخص ہوگا، اپنے زمانے کا مقتدا اور پیشوا ہوگا میری دستار ولایت اس کے سر پر ٹھیک رہے گی۔

قطعہ

نگویم آنکہ بی ادبی است کز دی ادیب روزگار خویش گشتہ

ندستارش بدست آور دبی حکم کہ دستِ باطنش در پیش گشتہ

ترجمہ:۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس نے بے ادبی کی بلکہ اپنے مؤدبانہ خصلت کا مظاہرہ کیا ہے۔ دستار بھی بغیر حکم کے نہیں اٹھایا تھا بلکہ اس وقت ان کا اندرونی ہاتھ اُن کے سامنے آگیا تھا۔

منقول ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا سموہ حسنا فانہ حسن الوجہ۔" اس کا نام حسنؒ رکھو یہ خوب رُو ہے"

حضرت ام سلمہؓ نے آپ کی پرورش فرمائی اور وہی آپ کی دیکھ بھال فرمایا کرتی تھیں اسی محبت و شفقت کے باعث آپ کی پستان میں دودھ آگیا تھا (اور دودھ کے چند قطرے اُن کے حلق میں پہنچ گئے تھے جیسا کہ مذکور ہوا) حضرت ام سلمہ فرمایا کرتی تھیں کہ الہٰی اسکو مقتدائے خلق بنانا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے ایک سو تیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شرف دیدار حاصل کیا۔ ان اصحاب میں ستر تو اصحاب بدر تھے، حضرت حسن بصریؒ حضرت علیؓ کے مرید تھے، بعض کہتے ہیں کہ آپ کو حضرت حسن بن علیؓ سے ارادت حاصل تھی لیکن قول اوّل زیادہ صحیح ہے۔

ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ یہ گوہر فروشی کیا کرتے تھے اسی بنا پر آپ کو حسن لؤلؤی کہتے تھے ایک بار یہ تجارت کے سلسلہ میں روم تشریف لے گئے، وزیر مملکت کے پاس جانا ہوا۔ اس نے کہا کہ آج مجھکو ایک جگہ جانا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ انہوں نے قبول کر لیا، پس یہ لوگ جنگل کی طرف گئے جنگل میں پہنچکر حسن نے دیکھا کہ وہاں ایک عالیشان خیمہ لگا ہے، یہ خیمہ دیبا کا تھا اسکی طنابیں ریشم کی اور میخیں سونے کی تھیں، بے شمار سپاہی تمام ہتھیاروں سے لیس خیمے کے اطراف میں گشت کر رہے تھے اور آپس میں کچھ باتیں کرتے

جاتے تھے، پھر یہ تمام سپاہی واپس ہو گئے۔ ان کے بعد تقریباً چار سو ادیب اور فیلسوف آئے ہر ایک نے خیمہ کا چکر لگایا پھر لوٹ گئے۔ ان کے بعد کچھ پیران با صفا آئے وہ بھی خیمے کے گرد پھر کر چلے گئے ان کے بعد کچھ حسین اور خوبرو عورتیں آئیں، وہ بھی اسی طرح پھر کر چلی گئیں۔ ان کے بعد چار سو ماہرو کنیزیں آئیں ہر ایک کے ہاتھ میں زر و جواہر کے بھرے ہوئے طشت تھے انہوں نے بھی دوسروں کی طرح خیمہ کا چکر لگایا اور سب کی سب واپس چلی گئیں، سب سے آخر میں قیصر روم اپنے وزیروں کے ساتھ خیمہ کے اندر گیا اور کچھ کہکر واپس آگیا۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں یہ تمام باتیں دیکھکر حیران تھا، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ میں نے اپنے ہمراہی وزیر سے دریافت کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ وزیر نے مجھے بتایا کہ قیصر روم کا ایک لڑکا بہت ہی خوبصورت تھا، وہ اچانک بیمار ہوا۔ بڑے بڑے حاذق طبیب اس کے علاج سے عاجز آگئے اور آخر کار وہ مرگیا۔ اس کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا جہاں خیمہ نصب ہے۔ ہر سال اس کی قبر کی زیارت کے لئے (سپاہ، امراء وزراء اور بادشاہ) ایک مرتبہ یہاں آتے ہیں، سب سے پہلے عظیم الشان لشکر اس کے خیمہ کے گرد پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے شاہزادے! اگر تمہاری موت کو ہم جنگ وجدل سے رفع کر سکتے تو ہم سب اپنی جانیں قربان کر دیتے لیکن یہ معاملہ تو اس کا تھا جس سے ہم جنگ نہیں کر سکتے۔ یہ کہکر وہ واپس ہوتے ہیں، پھر دانا اور فلاسفر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاہزادے! اگر ہماری عقل و دانش اور علم و خرد تجھ سے موت کو دور کر سکتی تو ہم اسکے رفع کرنے میں تقصیر نہ کرتے۔ یہ کہکر وہ بھی واپس چلے جاتے ہیں اس کے بعد پیرانِ محترم آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے شاہزادے! اگر ہماری سفارش اور ہماری گریہ وزاری اور ہماری دانشوری سے تمہاری موت ٹل سکتی تو ہم ضرور کوشش کرتے لیکن یہ تو اس ذات کے اختیار کی بات ہے جہاں گریہ وزاری اور سفارش وشفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ کنیزیں آتی ہیں جو ہاتھوں میں زر و جواہر کے بھرے ہوئے طشت لئے ہوتی ہیں وہ بھی خیمہ کے گرد پھرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اگر ہم اپنے حسن و جمال سے تمہاری قضا کو روک سکتے اور تم کو خرید سکتے تو ہم ایسا ضرور کرتے لیکن ہم اپنے حسن و جمال اور مال سے تم کو نہیں خرید سکتے وہاں نہ مال کی قدر ہے اور نہ حسن و جمال کی۔ ان کنیزوں کے بعد قیصر روم اپنے وزیروں کے ساتھ خیمہ کے اندر داخل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اے جانِ پدر! میں تیرے لئے لشکر عظیم لے کر آیا، دانشوروں کو لایا، پیروں اور شفاعت کرنے والوں کو لایا، حسین وجمیل کنیزوں کو بے شمار زر و جواہر کے ساتھ لایا اور اب میں خود آیا ہوں، اگر تیرے لئے میرے ہاتھ سے کچھ ہو سکتا تو میں ضرور کرتا اور یہ سب بے چارگی اور بے بسی اس شخص کی ہے جو روئے زمین کا بادشاہ ہے لیکن با ینہمہ جلالتِ شان وہ بھی قضائے الٰہی کے سامنے عاجز ہے، تجھ پر سلام ہو۔

جب دوسرا سال آتا ہے تو پھر یہی سب کچھ کیا جاتا ہے اور پھر واپس آجاتے ہیں۔ ان باتوں نے حسن بصری کے دل کو بہت متاثر کیا اور اسی وقت وہاں سے پلٹ پڑے اور بصرہ واپس آگئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک ان کو انجام کار معلوم نہیں ہو جائے گا وہ ہنسی کا نام نہیں لیں گے اس کے بعد وہ عبادت الٰہی اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسی سال تک انکی طہارت سوائے حوائج ضروریہ کے نہ ٹوٹی۔

خانوادہ زیدیاں شیخ عبداللہ بن عوف کے پانچ فرزند تھے یہ پانچوں حضرات شیخ عبدالواحد بن زید کے مُرید ہوگئے تھے۔ ان حضرات نے حضرت شیخ عبدالواحد بن زید سے خود کو اس طرح منسوب کیا کہ اپنی خاندانی نسبت اور خود نسبت مکانی کو اس میں گم کر دیا۔ حضرت شیخ عبدالواحد نے (ان حضرات کی ریاضت اور عبادت سے متاثر ہوکر) ہر ایک کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ان پانچوں حضرات میں سے ہر ایک حافظ کلام ربانی تھا علوم (متداولہ معقول و منقول) پر ہر ایک کو کامل دسترس تھی۔ محنت و ریاضت و مجاہدہ میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ خلوت اور بیابان میں ان کے شب و روز گزرتے تھے، ان میں سے ہر ایک صائم الدہر اور قائم اللیل تھا ان کی افطار جنگلی پھل اور گھاس سے ہوتی تھی تین دن اور تین رات کا روزہ رکھنا ان کا معمول تھا کبھی کسی جاندار کو ایذا نہیں پہونچائی۔

بیت

میازار موری کہ دانہ کش است
کہ جان دارد و جان شیرین خوش است

ترجمہ:۔ چیونٹی کو بھی مت ستاؤ کہ اس کی جان ہے اور جان شیریں ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے۔

کبھی اپنے کپڑوں سے جوں نکال کر نہیں ماری نہ سانپ اور بچھوؤں کو تکلیف دیتے تھے اگر کوئی شخص ان کی ہم نشینی کا خواستگار ہوتا یا کوئی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا چاہتا تو سب سے پہلے اپنے حال کی اصلاح کرتا، قرآن پاک حفظ کرتا، چونکہ ان کے یہاں قرآن ازبر ہونے کے بعد ان کی تلقین ہوتی بغیر حافظ القرآن ہوئے کسی کو ان کی صحبت میں باریابی نہیں ہو سکتی تھی۔ ان حضرات میں سے ہر ایک ایک قرآن دن میں اور ایک قرآن رات میں ختم کرتا تھا۔

مثنوی

تن اینجا بہ نان جوین ساختن دل آنجا بگنجینہ پرداختن
بکن طعمہ خود گیاہای خاک کہ حاصل شود صحبت جان پاک

ترجمہ:۔ یہاں نانِ جوین (جو کی روٹی) سے تن کی پرورش کرنا اور دل کو (معرفت) کا خزانہ بنانا ہے۔ اپنی خوراک سبزیوں اور پودوں سے حاصل کرو کہ اس سے صاف اور پاک روح کی پرورش ہوتی ہے۔

دنیا کی خوشی کے اسباب اور علائق سے بالکل الگ تھلگ تھے، جو کوئی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جاتا تھا وہ بھی دنیا سے رغبت نہیں رکھتا تھا نہ کبھی گھر کی طرف رُخ کرتا اور نہ کہیں گھر بناتا، شہر و قریہ میں آنا جانا ترک کر دیتا بس جنگل میں بسیرا کرتا یا پہاڑوں کو اپنا مسکن بناتا۔

بیت

ہر کہ در راہ عزیزان نہاد
سر بسوی بیشہ و صحرا نہاد

ترجمہ:۔ جو کوئی بھی ان بزرگوں کی راہ اختیار کرتا ہے وہ صحراؤں میں جا بسیرا کرتا ہے۔

جو کوئی بھی خاندانِ زیدیان میں مرید ہوتا وہ تجرید اختیار کر لیتا۔ زیدیوں کا لباس ٹاٹ کا ہوتا تھا کبھی کبھار صرف پتوں سے ہی

ستر پوشی کر لیتے تھے کسی سے رزق کیلئے طالب و خواہاں نہیں ہوتے تھے اگر کوئی شخص فتوح بھیج بھی دیتا تب بھی اسکی طرف رخ نہیں کرتے تھے اور اس فتوح کو اُسی وقت غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے اپنے نفس پر اس فتوح کو قطعاً خرچ نہیں کرتے تھے۔ یہ حضرات بہت ہی سلیم القلب ہوتے۔ اگر کوئی شخص ان کو جنگل سے پکڑ کر لے آتا اور اپنا غلام بنالیتا تو یہ دم نہیں مارتے، اور پوری تند ہی سے اس لانے والے کی خدمت کرتے اگر کوئی ان کو غلام بنا کر دوسرں کے ہاتھ بیچ ڈالتا تو پھر یہ اُس خریدنے والے کی خدمت میں لگ جاتے اور ذرا بھی تامل نہیں کرتے اور نہ اپنے دل میں ملال لاتے۔

قطعہ

چہ آزادگانند در روزگار — کہ ہر کس کند بندہ شان تن دہند
دگر بہر ایشان فرد شد کسی — بجان و دل از بندگی دم زنند

ترجمہ:۔ یہ حضرات زمانہ میں کیسے آزاد مرد ہیں کہ اگر کوئی ان کو غلام بنالے تو اسکی خدمت پر تیار ہو جاتے ہیں، اگر کوئی انکو غلام بنا کر دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے تب بھی یہ اس دوسرے شخص کی خدمت میں لگ جاتے ہیں۔

خانوادۂ عیاضیاں

یہ خانوادہ حضرت فضیل بن عیاض سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ طبقۂ اوّل کے صوفیاء سے ہیں آپ کی کنیت ابو علی ہے اور آپ اصلاً کوفی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ خراسانی ہیں اور مرو کے مضافات کے رہنے والے ہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ سمرقند میں پیدا ہوئے تھے کوفہ میں ان کو لے آئے تھے اور کوفہ ہی میں نشو و نما پائی اسی لئے کوفی الاصل کہلاتے ہیں اور بعض لوگ بخاری الاصل کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ نے محرم ۱۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی وفات بیت اللہ شریف میں چاہ زمزم کے قریب ایک قاری کی زبان سے یہ آیت سنکر ہوئی:۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ؀ [1] — اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے۔

جیسے ہی آپ نے یہ آیت سنی ایک نعرہ بلند کیا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ بے شک دوست دوست کی نشانی پر اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور یہی انہوں نے کیا: شعر

من مات عشقا فلیمت ھکذا — لاخیر فی عشق بلا موت

ترجمہ:۔ جو عشق میں مرتا ہے وہ اسی طرح مرتا ہے۔ اس عشق میں کیا خوبی جس میں موت نہ آئے۔

آپ کے تائب ہونے کی کوئی صراحت طبقات الصوفیہ میں نہیں کی گئی ہے بلکہ طبقات الصوفیہ سے

---

[1] پ ۱۳ سورہ ابراہیم ۴۹

یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ آباؤ اجداد سے درویش زادہ تھے لیکن صاحب تذکرۃ الاولیا (خواجہ فریدالدین عطار) کہتے ہیں کہ پہلے یہ راہزن اور ڈاکو تھے۔ پھر انہوں نے راہزنی سے توبہ کر لی اور یہی بات زیادہ مشہور ہے۔

سیرتِ عیاضیان یہ ہے کہ وہ ہر وقت سفر میں رہتے ہیں۔ مجرد رہتے ہیں کسی جگہ اقامت اختیار نہیں کرتے شادی نہیں کرتے اور نہ گھر بناتے ہیں۔ پیوند دار خرقہ پہنتے ہیں۔ اگر راستہ میں کپڑے کا کوئی ٹکڑا پڑا ہوتا ہے تو نماز پڑھ کر اپنے خرقہ میں اس کا جوڑ لگا لیتے ہیں، جہاں کہیں رات ہو جاتی ہے عشار کی نماز اسی جگہ پڑھ لیتے ہیں اور وہیں شب باشی اختیار کر لیتے ہیں لیکن تمام رات عبادت میں بسر کرتے ہیں۔ کھانے کی کوئی چیز بغیر طلب کے مل جاتی ہے تو کھا لیتے ہیں ورنہ فاقہ سے رہتے ہیں، جب صبح ہوتی ہے تو وہاں سے فوراً چل پڑتے ہیں یہ حضرات اکثر برہنہ پا رہتے ہیں، تیسرے روز افطار کرتے ہیں اور وہ بھی مہمان کے ساتھ۔ یہ حضرات سخت ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں۔ لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے۔ اگر کوئی صاحب سعادت ان سے ملاقات کا خواہاں ہوتا ہے یا ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل کو ماسوی اللہ کے خیال سے خالی کرے اور جو کچھ اس کی ملکیت میں ہے سب خدا کی راہ میں فقرا اور مساکین پر خرچ کر دے، تجرّد اختیار کرے اور فاقہ کو اپنا شعار بنائے، اپنی اولاد اور خاندان کو خدا کے حوالے کر دے۔ اس کے بعد خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہو اس کے بعد ہی ان کے شرف ارادت سے مشرف ہو سکتا ہے ؎

قطعہ

شعار و سیرت این خوب کیشان — چنین بودہ کہ آن مذکور گشتہ
زقیدِ خانہ و فرزند و اسباب — شدہ آزادہ و مسرور گشتہ

ترجمہ:۔ ان بلند ہمت و خوب سیرت حضرات کا شعار یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ حضرات فرزند و خانہ و اسباب کی قید سے آزاد رہتے ہیں۔

خانوادہ ادہمیان یہ سلسلہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم سے ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کا تعلق طبقۂ اوّل کے صوفیائے کرام سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے:۔ ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن منصور البلخی۔

شیخ ابراہیم بن ادہم شہزادے تھے۔ ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ ایک بار شکار کے لئے گئے ہوئے تھے، ہاتف غیبی نے ندا کی:۔ "اے ابراہیم! تجھے اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا" ؎

مثنوی

بر آمد چون بسوی صید طیار — ندا آمد ز نزہت گاہ جبار
کہ ای صیاد صید بیشۂ تنگ — بصید خویشتن ناکردہ آہنگ
ترا از بہر کاری آفریدند — نہ از بہر شکاری آفریدند

ترجمہ:- جب طیار شکار کے لئے روانہ ہوا تو ہاتف غیبی سے صدا آئی کہ شکار تمہارا پیشہ نہیں ہے۔ لہٰذا شکار کا ارادہ ترک کر دو چونکہ تم کو ایک خاص کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس طرح شکار کھیلنے کے لئے تو پیدا نہیں کیا ہے۔

جیسے ہی انہوں نے یہ آواز سنی، حقیقت سے آشنا ہوئے اور طریقت کا راستہ اختیار کر لیا اور مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے، پھر وہاں وہ جس مرتبہ پر پہنچے وہ سب کو معلوم ہے لیکن تذکرۃ الاولیاء میں آپ کی توبہ کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ جس زمانے میں بلخ کے حکمران تھے اور ایک جہان ان کے زیر فرمان تھا چالیس مرصع ڈھالیں اور پچاس مرصع طلائی گرزان کے جلوس میں غلام لے کر چلتے تھے۔ اس زمانے میں ایک شب یہ اپنے محل سرا میں آرام کر رہے تھے۔ ستر کنیزیں طرح طرح کے زیوروں سے آراستہ و پیراستہ ان کی خدمت میں موجود تھیں کہ اچانک اعرابی صورت کا ایک شخص ان کے محل کی چھت پر پھرنے لگا۔ اس کے پیروں کی دھمک سن کر انہوں نے کہا کہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تمہارا ایک شناسا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تم چھت پر کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اُسے تلاش کر رہا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ کتنے نادان ہو کہ اونٹ کو چھت پر تلاش کر رہے ہو، اونٹ کا چھت پر چڑھنا ناممکن ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ تم سے زیادہ نادان تو نہیں ہوں کہ تم اس حریم ناز و نعمت میں اور اس زریں لباس میں عزت و احترام کے ساتھ خدا کو تلاش کر رہے ہو، یہ تو چھت پر اونٹ تلاش کرنے سے زیادہ مشکل اور ناممکن سی بات ہے اور سو ہزار درجہ بڑھ کر عجیب ہے۔ ابراہیم بن ادہم نے جیسے ہی یہ بات سنی، ان کا دل لرز گیا اور اسی وقت ارادہ کر لیا کہ عیش و آرام کے اس تمام اسباب کو ترک کر دینا چاہیئے۔ جب صبح ہوئی اور دولت سرمدی کی نسیم نے چلنا شروع کیا تو محلسرا سے باہر نکل کر دربار عام میں آکر بیٹھے۔ اچانک ایک باہیبت شخص دربار میں داخل ہوا اور ان کے تخت کے سامنے ٹہلنے لگا۔ اس کی ہیبت کی وجہ سے کسی شخص میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس کو دربار سے باہر نکال دے یا اس طرح تخت کے سامنے ٹہلنے سے روک دے۔

ابراہیم بن ادہم نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس سرائے میں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ سرائے کہاں ہے یہ تو میرا محل ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تم سے پہلے یہ کس کی ملک تھا؟ انہوں نے کہا کہ میرے والد کی ملک تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے پہلے کس کی ملک تھا؟ اس طرح چند بار سوال و جواب ہوتے رہے۔ تب اس شخص نے کہا کہ جب یہ محل باری باری اتنے لوگوں کی ملک رہ چکا ہے تو پھر یہ سرائے (رباط) نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ یہ کہکر وہ شخص یکایک غائب ہو گیا۔ یہ باتیں سنکر ابراہیم کی حالت غیر ہوگئی اور یہ اسی حیرت کے عالم میں جنگل کی طرف نکل گئے اور ادھر اُدھر پھرنے لگے۔ یہ اسی طرح پھر رہے تھے کہ اچانک اُس شخص سے ملاقات ہوئی۔ ابراہیم نے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں خضر ہوں۔ یہ سنتے ہی ان کے اندر حق شناسی کی آگ بھڑک اٹھی۔ یہ اسی طرح پھر رہے تھے کہ لشکر سے جدا ہو گئے اچانک ایک آواز سنی کہ بیدار ہو جا قبل اس کے کہ موت سے بیدار کیا جائے۔

بیت

زہی بیدار بختی کز سر خواب
شود بیدار پیش از مرگ بیدار

ترجمہ:۔ اے بیدار بخت خواب سے جاگ جا۔ قبل اس کے کہ موت سے پہلے تجھے جگایا جائے۔

جب انہوں نے یہ آواز سنی تو از خود رفتہ ہو گئے۔ جب حالت کچھ سنبھلی تو ایک ہرن ان کے سامنے آیا انہوں نے اس کا پیچھا کیا تو ہرن بولنے لگا اور ان سے کہا "تم کو اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے"۔ یہ سن کر انہوں نے ہرن کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا۔ راستہ میں ایک گڈریا ان کو مل گیا انہوں نے اپنی مرصع کلاہ اور زربفت کی قبا اس گڈریے کو دیدی اور اس کی گدڑی لے کر خود پہن لی اور جنگل میں کسی طرف کو چل پڑے۔

اس گروہ (پیروان ابراہیم بن ادہم) کی سیرت یہ ہے کہ سر و پا برہنہ ہمیشہ مسافرت میں رہتے ہیں۔ خالی ہاتھ، خالی پیٹ رہنا ان کا شعار ہے۔ ان کا کیسہ بھی ہمیشہ خالی رہتا ہے۔

جب سلطان ابراہیم حضرت فضیل بن عیاض کے شرف ارادت سے مشرف ہوئے اور چودہ[14] عجمی من کا خرقہ انہوں نے پہنا (من عجمی دو رطل کا ہوتا ہے اس اعتبار سے ۱۴ منی خرقہ ۲۸ رطل وزنی ہوا) ایک روایت میں ہے کہ دس من وزنی اور ایک دوسری روایت کے اعتبار سے ۹ من عجمی وزن کا خرقہ آپ نے پہنا۔ بعض نے سات من بھی کہا ہے۔ ہفت من سے کم کسی نے نہیں بتایا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم نے یہ خرقہ اپنے ایک مُرید کو عطا کردیا۔ جو شخص ان کا مرید ہوتا وہ اپنے آبا و اجداد اور شہر و وطن کی نسبت محو کر کے خود کو ادہمی کہتا۔

آپ کے تمام مریدین آپ کی پیروی میں ہفت منی اور نو منی خرقہ پہنتے ہیں اور اس طرح سلطان ابراہیم کی پیروی کرتے ہیں۔ آپ کے پیرو اور ارادت مند خواہ کسی حال میں ہوں تجرید و تفرید کو اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں، مجرد اور تنہا رہتے ہیں۔ سفر و حضر میں ذکر جلی میں مشغول رہتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت شیخ قوام الدین ادہمی کی خدمت سے مشرف ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ خواہ سفر میں ہوں یا گھر پر ذکر جلی کو اختیار کروں۔ چنانچہ ذکر جلی پر میری یہ مداومت سفر و حضر کی صورت میں ان ہی کے ارشاد اور حکم کے بموجب ہے۔ اگرچہ بعض عداوت رکھنے والے ہمارے اس اقدام کے انکار پر کمر بستہ ہو گئے اور جھگڑنے لگے۔

ان حضرات کو از قسم ماکولات بطور فتوح بغیر ارادہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ سب فقراء و مساکین پر خرچ کر دیتے ہیں اور ان کے طفیل میں دو چار لقمے ان کے منہ میں بھی پہونچ جاتے ہیں۔ یہ حضرات تمام رات بیدار رہتے ہیں۔ جو کوئی ان کی ملازمت و ارادت کا قصد کرے اس کو چاہیئے کہ سب سے پہلے اپنے آئینۂ دل کو خواہشات کونین کے زنگ سے صاف کرے اور اپنے نفس کو احکام شریعت کی بجا آوری سے مہذب بنائے، جب اس کا نفس اوامر کی بجا آوری پر تیار ہو جائے گا۔ تب کہیں ان حضرات کی صحبت و ارادت سے شرف یاب ہوگا۔

مثنوی

ہر کہ در راہ سلوک از روی صدق　　جادۂ شہزادہ ادہم گرفت
بایدش اعراض از کونین و باز　　راہ و رہ پیمودن ادہم گرفت

ترجمہ:۔ جس کسی نے راہ سلوک میں صدق کی راہ سے شہزادہ ابراہیم بن ادہم کی راہ پر قدم رکھا اس نے کونین کی خواہشات کو ترک کر دیا۔ تب کہیں ان کی طرح اس راستہ کو طے کر لیا۔

خانوادۂ ہبیریان یہ خانوادہ شیخ ہبیرہ بصری سے تعلق رکھتا ہے۔ شیخ ہبیرہ بصری کے ارادت مندوں کی سیرت یہ ہے کہ یہ لوگ کسی شہر یا قریہ میں قیام نہیں کرتے ہیں جنگل اور ویران جگہوں پر پھرتے ہیں۔ راہِ تجرید اختیار کرتے ہیں۔ ان کی خوراک سبزہ، گھاس اور جنگلی پھل ہوتے ہیں یا حوضوں میں پڑے جو کچھ غلے اور دانے مل جاتے ہیں۔ یہ حضرات شب و روز وضو سے رہتے ہیں۔ یہ لوگ فتوح قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم خدا کی بندگی خدا کے لئے کرتے ہیں نہ کہ دنیا کے لئے۔ ہم خدا کی بندگی خدا کی محبت کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ یہ حضرات روزہ کی افطار سبزہ اور نمک سے کرتے ہیں۔ ان حضرات کی ارادت و صحبت کے حصول کے لئے انسان کے ظاہر اور باطن کا تصفیہ لازمی ہے۔ بغیر اس تصفیہ کے ان کی ملازمت کا شرف حاصل ہونا محال ہے۔

قطعہ

شنو از سیرت ایشاں کہ چون گنج　　برون از خانہ در ویرانہ باشند
ز خود وارستہ و از خانمان ہم　　انیس صحبت جانانہ باشند

ترجمہ:۔ سنو! ان حضرات کی سیرت ایسی ہے جیسے گنج جو گھر سے باہر ویرانہ میں ہوتا ہے، اپنے پرائے سے بیگانہ ہو کر اپنے محبوب کی صحبت کا شیدائی ہوتا ہے۔

خانوادۂ چشتیان چشتیوں کا سلسلہ شیخ ممشاد علو دینوری سے ملتا ہے۔ چشتیوں کے مبدا حضرت شیخ ابو اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور چشت نام کے دو مقام ہیں۔ ایک ولایت خراسان میں ایک شہر ہے اور دوسرا ولایت ہند میں ملتان اور اوچہ کے درمیان ہے اور یہ قریہ چشت ملتان سے زیادہ قریب ہے۔ شیخ ابو اسحاق چشتی کا تعلق خراسان سے ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کا تعلق شام سے ہے اس لئے کہ آپ کو شیخ ابو اسحاق شامی کہتے ہیں۔ آپ ابدالوں میں سے تھے چشت تو کفرستان تھا۔ شیخ ابو اسحاق نے وہاں اسلام پھیلایا۔ اسلام کی تبلیغ کرنے کے بعد آپ چشت سے بغداد پہنچے۔ وہاں پہونچکر آپ شیخ علو دینوری کے مرید ہوئے۔ شیخ نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ابو اسحاق شامی۔ شیخ نے فرمایا کہ اب تم کو ابو اسحاق چشتی کہیں گے کہ تم چشت کے خواجہ (سردار) ہو تم ہی چشت میں اسلام پھیلاؤ گے۔ اس کے بعد حضرت علو دینوری نے آپ کو خلافت عطا فرمائی اور فرمایا کہ اب چشت میں جاؤ کہ

وہاں اکابر کی ایک جماعت سلطان فرسنافہ کی نسل سے پیدا ہوگی جسکے مربی و پیشوا تم ہوگے۔ پس آپ پیر کے ارشاد کے بموجب چشت تشریف لائے۔ سلطان فرسنافہ جو چشت کے شرفا میں سے تھے، ان کی ایک صالحہ بہن تھیں حضرت ابو اسحاق ان کے یہاں گاہے گاہے تشریف لیجایا کرتے تھے اور ان کو آپ نے یہ بشارت دی کہ تمہارے بھائی (سلطان فرسنافہ) کے یہاں عنقریب بیٹا پیدا ہوگا جو اکابر و اماثر کا منبع ہوگا۔ سلطان کے یہاں ولادت کا زمانہ قریب تھا۔ جب یہ بات آپ نے فرمائی تھی۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد ہی سلطان فرسنافہ کے یہاں شیخ احمد ابدال پیدا ہوئے اور وہ سن شعور پر پہونچکر حضرت ابو اسحاق شامی سے بیعت ہوئے۔ تب سے خواجگان چشت یہ پانچ حضرات ہیں یعنی ان پانچ افراد پر خواجگانِ چشت کا اطلاق ہوتا ہے:۔

۱۔ خواجہ ابو اسحاق چشتی۔ ۲۔ خواجہ احمد چشتی۔ ۳۔ خواجہ محمد چشتی۔ ۴۔ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی۔ ۵۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی۔ خواجہ قطب الدین چشتی اور حضرت شیخ احمد زندہ پیل جامی کے مابین کچھ اختلاف پیدا ہوگئے تھے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد اختلاف ختم ہوگیا اور خواجہ قطب الدین مودود چشتی نے حضرت شیخ احمد زندہ پیل سے بہت کچھ حاصل کیا۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی کے مرید کو چشتی کہتے ہیں۔ اسی طرح جو بھی اس سلسلہ سے وابستہ ہوتا ہے چشتی کہلاتا ہے۔

حضرات چشت کی سیرت کے سلسلہ میں صرف چند باتیں یہاں تحریر کی جاتی ہیں:۔ یہ حضرات شہر و قریہ میں مکانات بناتے ہیں۔ مخلوق کو دعوتِ حق دیتے ہیں اور باطل کی دنیا سے نکال کر حق کی طرف لاتے ہیں۔ ہمیشہ دنیا اور آرزو ہائے دنیا سے الگ رہتے ہیں۔ ریاضت اور مجاہدہ کو اپنا شعار بنائے رہتے ہیں۔ فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہمیشہ فقیروں اور مسکینوں کی صحبت میں رہتے ہیں اور کھانے میں ان کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ یہ حضرات سماع کو دوست رکھتے ہیں اور اہل سماع کو پسند کرتے ہیں، اپنے پیروں کا عرس منعقد کرتے ہیں۔ صاحبان ثروت سے زیادہ فقیروں اور مسکینوں کی عزت کرتے ہیں۔ اپنے مہمانوں اور مسافروں کے ہاتھ خود دھلاتے ہیں۔ فقیروں کے سامنے آش اور کھانا خود ہی پیش کرتے ہیں اور کبھی کسی مالدار کو غریب اور فقیر پر ترجیح نہیں دیتے۔ ان کے افطار میں اکثر لذیذ چیزیں ہوتی ہیں (اکثر لذیذ چیزوں اور نعمتوں سے افطار کرتے ہیں) ان حضرات کے التفات سے مرید کے دل میں دنیا کی محبت سرد پڑ جاتی ہے، یہ حضرات مُرید کو بہت جلد توبہ کراتے ہیں ؎

قطعہ

کسی کز مُریدان چشتی بود ۔۔۔ درو سیرتی از بہشتی بود

بظاہر شریعت بباطن حضور ۔۔۔ جزین ہر دو سیمیش زشتی بود

بہر کس بہ اخلاق سازند و بس ۔۔۔ اگر مسجدی یا کنشتی بود

بطوفان بلوئی، جہاں را چو نوح ۔۔۔ دم جود شان ہم چو کشتی بود
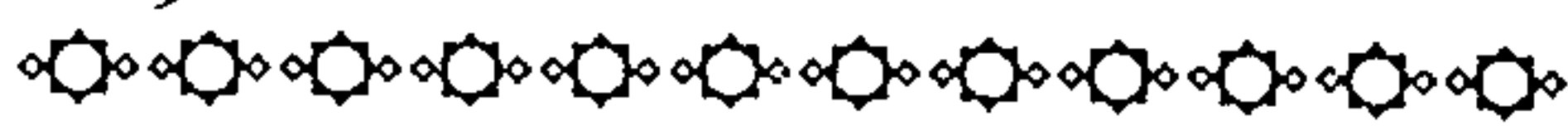
کہ اشرف دریں خاندان شگرف صفا بیشتر، کم درشتی بود

ترجمہ:۔ جو کوئی سلسلۂ چشتیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اس میں جنتیوں جیسی سیرت پیدا ہوجاتی ہے۔ ان کا ظاہر شریعت کے مطابق ہوتا ہے اور باطن حضورِ حق میں حاضر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تیسری چیز کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ حضرات ہر شخص کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہو یا نصرانی ہو۔ مصیبت کے طوفان کے وقت دنیا کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ان کا وجود امن و امان عطا کرنے والی ہستی ہوتا ہے۔ اے اشرف اس خاندانِ چشت میں جو بہت ہی انوکھا اور پاکیزہ خاندان ہے صفا اور درستی بہت زیادہ ہے، درشتی اور سختی بہت کم ہے۔

خانوادہ حبیبیاں یہ سلسلہ حضرت حبیب عجمی سے ملتا ہے۔ شیخ حبیب عجمی ابتدائے حال میں بڑے مالدار تھے، دولت کی بہتات تھی اور لوگ ان سے روپے پیسے کا معاملہ رکھتے تھے۔ آپ کی توبہ کا محرک اور سبب یہ ہوا کہ حبیب عجمی کا معمول تھا کہ ہر روز اپنے روپے کی وصولی کے لئے بصرہ جاتے تھے اور قرض داروں کے گھروں پر پہنچتے تھے۔ جس کسی کے گھر پر جاتے اگر وہ ان کا روپیہ ادا کر دیتا تو رقم وصول کر لیتے اور اگر وہ شخص قرض ادا نہ کرتا تو اس سے اس کے گھر تک آنے کا معاوضہ وصول کر لیتے اور اسی رقم سے اپنا روزانہ کا خرچ پورا کرتے۔ معمول کے مطابق ایک دن تقاضائے زر کیلئے ایک شخص کے گھر پر گئے وہ شخص گھر پر موجود نہیں تھا۔ انہوں نے رقم طلب کی۔ قرضدار کی بیوی نے کہا کہ میرے پاس تمہیں دینے کو کچھ نہیں ہے۔ البتہ گوشت کا ایک ٹکڑا موجود ہے اگر چاہو تو وہ لے لو۔ انہوں نے کہا کہ لاؤ پارچہ گوشت ہی دے دو۔ چنانچہ یہ گوشت لے کر گھر آئے۔ اپنی بیوی سے کہا کہ ہانڈی چڑھا کر گوشت پکا لو۔ ان کی بیوی نے کہا کہ لکڑیاں نہیں ہیں گوشت کیسے پکاؤں؟ اور آٹا بھی نہیں ہے۔ حبیب عجمی پھر اپنے قرضداروں کے گھر پہنچ گئے اور پامزد میں ان سے لکڑیاں اور آٹا حاصل کر کے گھر لے آئے۔ جب کھانا پک کر تیار ہو گیا تو ایک سائل نے ان کے دروازے پر آکر آواز دی اور کھانا مانگا۔ حبیب دروازے پر آئے اور غصہ سے سائل سے کہا کہ میں اتنا کچھ تم کو دیتا ہوں پھر بھی تم سیر نہیں ہوتے اور مانگنے آجاتے ہو۔ کیا ہم تمہیں دیتے دیتے خود فقیر ہو جائیں سائل ناامید ہو کر ان کے دروازے سے لوٹ گیا۔ جب گھر میں لوٹ کر آئے اور ہانڈی کو کھولا تو کیا دیکھا کہ اس کے اندر خون ہی خون ہے۔ یہ میاں بیوی دیکھکر بہت حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے ان کی بیوی نے کہا کہ یہ سب کچھ اس ڈانٹ کا نتیجہ ہے جو تم نے فقیر کو دی تھی۔ حبیب بہت پشیمان ہوئے وہ جمعہ کا دن تھا۔ یہ گھر سے نکل کر حضرت حسن بصری کی مجلس میں حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ یہ جب ان بچوں کے قریب پہنچے تو ان بچوں نے کہا کہ یہاں سے بھاگ چلو کہیں اس سود خور حبیب کی گرد ہم پر نہ پڑ جائے۔ حبیب یہ سنکر بہت افسردہ خاطر ہوئے۔ بس یہ حضرت حسن بصری کی مجلس میں پہنچے اور توبہ کی۔ جب حبیب آپ کی مجلس میں توبہ کر کے واپس ہوئے تو راستے میں دیکھ

بچے کھیلتے ہوئے ملے ان کو دیکھکر بچوں نے کہا کہ اب ہم نہیں بھاگیں گے اب انکی گرد ہم پر پڑنا چاہئے کہ وہ توبہ کرکے آرہے ہیں۔ یہ سنکر حبیب نے کہا الٰہی ابھی ابھی کچھ دیر ہوئی کہ میں نے تیرے سامنے عہد کیا ہے تو نے میرے نام کو تائبوں میں شامل کرلیا اور خورد و کلاں کے دلوں میں میری دوستی کا جذبہ پیدا کردیا۔ اللہ اللہ! یہ کہتے ہوئے حبیب اپنے گھر واپس آئے اور پھر منادی کرادی کہ حبیب پر جس کسی کا کوئی حق ہو وہ آئے اور اپنا حق اس سے حاصل کرلے۔ انہوں نے اپنے تمام مال کو ایک جگہ ڈھیر کردیا۔ مال طلب کرنے والے آتے تھے اور اس مال سے اپنے حق کے بقدر اٹھا کر لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مال کا ڈھیر ختم ہوگیا، پھر ایک دعویدار آیا اور اپنا مال طلب کیا انہوں نے اس شخص کو اپنی بیوی کی چادر اتار کردے دی۔ پھر ایک شخص اور آیا اور مال کا طلب گار ہوا، انہوں نے اپنا پیرہن اتار کر اس شخص کو دے دیا اور خود ننگے ہوگئے۔

حضرت حبیب عجمی نے دریائے فرات کے کنارے ایک عبادت خانہ بنالیا تھا اور وہاں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ دن میں حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوکر علم حاصل کرتے اور پوری رات عبادت میں صرف کردیتے تھے، آپ کو عجمی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ قرآن مجید صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتے تھے۔

جن حضرات کا اس خانوادہ سے تعلق ہے ان کے کچھ خصائل یہ ہیں:۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پوتوں میں دو شخص تھے ایک کا نام مبارک بن حمزہ بن عبدالرحمٰن بن عوف تھا۔ مبارک نے علوم دینی اپنے دادا (عبدالرحمٰن بن عوف) سے حاصل کئے تھے اور درجۂ اجتہاد پر فائز تھے انہوں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا تھا اور دوسرے شیخ العرب محمد بن حمزہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کہلاتے تھے یہ دونوں برادران جو متقی اور صالح افراد میں سے تھے حضرت حبیب عجمی کے مرید ہوگئے اور خلوت وعزلت اختیار کرلی۔ ان کے شب و روز عبادت و ریاضت میں گزرتے تھے۔ انہوں نے خود کو حبیبیاں کہلوایا اور اپنے نسب پدری و جدی اور وطن کی نسبت کو محو کردیا۔ حضرت حبیب عجمی نے ان دونوں بھائیوں کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ تم دونوں کوہ حِرا کے دامن (وادی) میں چلے جاؤ اور وہاں عبادت میں مشغول رہو، دوسرے لوگوں سے اختلاط نہ کرنا، مجرّد و منفرد رہو۔ سات دن کے بعد ایک خرما سے افطار کرو اور دو یا تین خرما تک کھانے کی اجازت ہے۔ اس سے زیادہ نہ کھانا۔ یہ حضرات (دونوں بھائی) بارہ سال تک دامن کوہ حرا میں مشغول عبادت رہے۔ حبیب عجمی کے وصال کے بعد اس سلسلہ کے لوگوں کا معمول ہوگیا کہ یہ لوگ دن میں کچھ نہیں کھاتے پیتے۔ لوگوں میں نہیں اٹھتے بیٹھتے۔ کسی کی فتوح قبول نہیں کرتے جنگلی پھلوں اور کوہستانی گھاس پات کھاتے اور وہ بھی بیس روز یا چالیس روز کے بعد۔ اگر کسی شخص میں ان کی ملازمت میں حاضری کی خواہش پیدا ہوتی تو اس کے لئے لازم اور ضروری تھا کہ ان افعال مذکورہ کو اپنائے تب کہیں شرفِ صحبت و ارادت سے مشرف ہوسکتا تھا۔

قطعہ

کسی کز حبیبان عجمی بود — ز تجرید و تفرید باید گزید
دل از آب و نان بایدش کند و باز — پس ز چشمۂ وصل شاید رسید

ترجمہ:- جو کوئی حبیب عجمی کے سلسلہ سے وابستہ ہونا چاہتا ہے اسکو تجرید و تفرید اختیار کرنا چاہیئے. پہلے دل سے آب و نان کی خواہش کو دور کر دینا چاہیئے. تب کہیں وہ ان کے وصل کے سرچشمہ سے سیراب ہو سکتا ہے۔

خانوادۂ طیفوریاں سلسلۂ طیفوریاں سلطان العارفین سے ملتا ہے جو طبقۂ اول کے اصحاب تصوّف سے ہیں. سلطان العارفین کا نام طیفور بن عیسٰی بن آدم بن سروشاں ہے۔

آپ کے دادا مجوسی تھے، پھر اسلام قبول کر لیا تھا. ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ ایک مسلمان شخص بطور مہمان ان کے گھر آیا. ان کے دادا بہت کریم النفس تھے اور بہت ہی مہمان نواز تھے لیکن جب انہوں نے آگ کو سامنے رکھا تو ان مسلم مہمان کو معلوم ہوا کہ میرا میزبان آتش پرست ہے. لہٰذا انہوں نے اس کے کھانے میں ہاتھ نہیں ڈالا. سروشان نے مہمان سے کہا کہ تم نے کھانے سے ہاتھ کیوں روک لیا؟ کیا سبب ہوا؟ مسلمان مہمان نے کہا کہ میں خدا آشنا ہوں ہیں کسی بیگانے کے یہاں کھانا نہیں کھا سکتا، سروشان کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میرے نفس کی بزرگی اور شرافت سے یہ بات بعید ہوگی کہ میرے گھر سے مہمان بھوکا چلا جائے، پس سروشان نے اسلام قبول کر لیا۔

سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ شیخ بایزید طیفور ہم درویشوں کے درمیان اسی طرح سرفراز و سربلند ہیں جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی جماعت ہیں. حال توحید میں جملہ سالکان طریقت کی نہایت حضرت بایزید کی بدایت ہے. اور وہ سالکینِ طریقت جو اُن کی بدایتِ حال کو پہنچ جاتے ہیں وہ اپنی نہایت (انتہا) کو پالیتے ہیں اور اس قول پر دلیل یہ ہے کہ سلطان العارفین بایزید مانتے ہیں کہ دو سو سال جب بوستان پر گزر جاتے ہیں تب کہیں وہ پھول کی طرح کھلتا ہے۔

حضرت ابو سعید ابوالخیر (قدس اللہ سرہٗ) فرماتے ہیں کہ میں بایزید کے اشارہ پر اٹھارہ ہزار عالم کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور پھر بھی بایزیدان میں کہیں نہیں ہیں یعنی جو کچھ بایزید سے ہے وہ حق میں محو ہے۔

آپ کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ جب آپ کی والدہ نے آپ کو مکتب میں پڑھنے کے لئے بھیجا اور ایک دن سورۂ لقمان پڑھ رہے تھے، جب اس آیتِ کریمہ پر پہونچے اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ [1] (میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا) تو آپ نے استاد سے اس کے معنی دریافت کئے. استاد نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا. ان معانی نے ان کے دل پر عجیب اثر کیا. انہوں نے بستہ رکھ دیا اور

[1] پ ۲۱ سورہ لقمٰن ۱۴

استاد سے اجازت لیکر گھر آئے۔ ان کی والدہ نے ان کو دیکھکر کہا کہ اے طیفور! کس کام سے گھر آگئے؟ کیا کچھ مجبوری در پیش ہے یا کوئی ہدیہ لائے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں میں نے آج قرآن کریم میں یہ آیت پڑھی ہے اور استاد نے یہ معنی بتلائے ہیں لہٰذا اب میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ مجھ سے دو مخدوم کی خدمت نہیں ہوسکتی یا تو آپ خداوند تعالیٰ سے مجھے مانگ لیجئے کہ بس آپ ہی کی خدمت کرتا رہوں یا پھر مجھے خداوند تعالیٰ کی خدمت (طاعت و عبادت) کے لئے بخش دیجئے تاکہ میں سراپا اسی کا خدمتگذار بن جاؤں۔ اُن کی والدہ نے جواب دیا کہ میں تم کو خداوند تعالیٰ کے کام کے لئے وقف کرتی ہوں اور میں اپنا حق تم کو بخشتی ہوں۔ بس یہ سنکر آپ بسطام سے نکل کھڑے ہوئے اور راہِ سلوک کا حصول اپنا مقصود قرار دے دیا۔ پھر جو کچھ ہوا وہ ہوا۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان العارفین نے ایک سو تیرہ مشائخ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کیا۔ ان بزرگوں میں ایک حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ سلطان العارفین نے ایک سو پچاس سال کی عمر پائی اور آپ نے تربیتِ کمال حضرت حبیب عجمی سے پائی۔

سلطان العارفین کے اکثر مُریدان صادق اور طالبانِ واثق نے جو آپ کی خدمت میں حاضر باش تھے، خود کو ان کی ذات سے منسوب کر کے طیفوریان کہلانا پسند کیا اور اپنے آبا و اجداد اور شہر و احصار کی نسبت کو معدوم کر دیا۔ طیفوریوں کی روش اور طریقہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کو خلافت کا منصب ملتا اور خرقہ پہنتا تو اس خرقہ کو "بایزیدی" کہتے تھے آپ کا یہ خرقہ چار طرح کا ہے۔ سلطان العارفین طیفور کے چار خلفاء تھے، شیخ مسعود، شیخ محمود، شیخ ابراہیم اور شیخ احمد۔ شیخ مسعود طیفوری نے خرقہ شکر پارہ جسکو "تماچہ" بھی کہتے ہیں پہنا اور شیخ محمود طیفوری نے "ہزار ریشہ سیاہ" کا خرقہ پہنا اس خرقہ کو "خرقہ ہزار میخی" بھی کہتے ہیں۔ شیخ ابراہیم طیفوری نے خرقہ خشت پارہ مربع" زیب تن کیا اور شیخ احمد طیفوری کو "خرقہ صوف" شیخ نے عطا فرمایا۔ خلافت اور خرقہ پوشی سے سرفراز ہوکر یہ چاروں حضرات سلوک کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ یہ حضرات سات دن یا دس دن کے بعد روزہ افطار کرتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل کنارہ کش رہتے تھے، پرندوں درندوں کے سوا ان کا کوئی انیس نہیں تھا، چنانچہ جنگلی جانور اور پرندے بھی اُن سے مانوس تھے اور ان کے پاس بے خوف و خطر آتے تھے اور انکی زیارت کرتے تھے۔ یہ حضرات کسی جاندار کو نہیں ستاتے تھے جس کسی شخص میں انکی زیارت اور ملازمت کا ذوق و شوق پیدا ہوتا تھا وہ ان ہی اوصاف سے موصوف ہوکر داخل ملازمت ہوسکتا تھا اور ان کی پابوسی کی سعادت سے مشرف ہوسکتا تھا۔

قطعہ

کسی کاندر رہِ طیفوریان است ۔۔۔ ہوا یش از جہاں کافور باشد
عروس کون را از گوشۂ چشم ۔۔۔ نہ بیند گرچہ بہ از حور باشد

ترجمہ:۔ جو طیفوریوں کی راہ پر گامزن ہے اسکی خواہش دنیا بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے وہ اس دنیا کی عروس کو گوشۂ چشم سے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا خواہ وہ حور تمثال ہی کیوں نہ ہو۔

خانوادۂ کرخیاں

یہ خانوادہ حضرت معروف کرخی سے ملتا ہے۔ حضرت معروف کرخی صوفیائے طبقۂ اوّل سے ہیں۔ آپ مشائخ متقدمین سے ہیں اور شیخ سری سقطی کے استاد و مرشد ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محفوظ ہے۔ آپ کے والد کا نام فیروز یا فیروزان ہے۔ بعض نے کہا کہ معروف کرخی علی الکرخی کے فرزند ہیں۔ آپ کے والد غلام تھے، پھر آزاد کر دیئے گئے تھے اور وہ حضرت علی بن موسیٰ رضاؓ کے دربان تھے امام علیؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے لیکن ایک روز حضرت نے دربارِ عام منعقد کیا تھا۔ لوگوں کا اژدہام ہوا اور یہ کچل کر ہلاک ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی کو بچپن میں نصرانی معلموں میں سے ایک معلم کے سپرد کیا گیا۔ معلم نے ان سے کہا کہو خدا تین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خدا ایک ہے۔ ہر چند معلم نے کوشش کی کہ یہ کہیں کہ خدا تین ہیں ان کو ڈرایا، دھمکایا لیکن ان کی زبان سے یہی نکلا کہ خدا ایک ہے ؎

بیت

کسی کو را دم توحید باشد\
یکی گوید اگر ترسید باشد

ترجمہ:۔ اگر کوئی توحید کا خواہاں ہو تو اس کو لاکھ ڈرائیں تب بھی یہی کہے گا کہ خدا ایک ہے۔

آخر کار جب انہوں نے اپنے والدین کا دین قبول نہ کیا تو انہوں نے آپ کو گھر سے نکال دیا۔ یہ وہاں سے نکل کر حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں پہونچ گئے۔ جب انکے ماں باپ نے دیکھا کہ بیٹا ہمارے ہاتھ سے جا رہا ہے تو انہوں نے کہا کاش وہ ہمارے پاس آجائے ہم بھی اسکا دین قبول کر لینگے۔ جب انہوں نے یہ سنا تو گھر آئے اور ماں باپ کو حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں لے گئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور یہ خود حضرت شیخ داؤد طائی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے مرید ہو گئے۔ اسی درگاہ سے آپ کو خلافت حاصل ہوئی۔ شیخ داؤد طائی کو حضرت حبیب عجمی سے خلافت حاصل تھی۔

حضرت معروف کرخی کے مریدوں نے خود کو کرخیاں کی نسبت سے مشہور کیا اور خود کو "کرخیاں" کہلوایا۔ کرخ بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے۔ کرخیوں کی سیرت یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر حال میں دنیا سے الگ تھلگ رہتے ہیں، خوفِ الٰہی سے ان کا بیشتر وقت گریہ وزاری میں گزرتا ہے، کلمہ نفی و اثبات [لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ] کا ورد کثرت سے کرتے ہیں کشف میں یہ حضرات اس مرتبہ پر فائز تھے کہ عرش سے فرش تک ان کی نگاہوں کے سامنے رہتا تھا۔ جو کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا وہ ان کی سیرت اختیار کر کے شرف مریدی سے مشرف ہوتا۔

قطعہ

کسی کز دودۂ معروف باشد — باوصاف خدا موصوف باشد\
بعرفان بایدش معروف بودن — نہ از جاہ جہان معروف باشد

ترجمہ:۔ سلسلۂ معروف کرخی سے جو کوئی وابستہ ہوتا ہے وہ صفاتِ الٰہی سے موصوف ہوتا ہے۔ اپنے اندر ایسے اوصاف پیدا کرتا ہے جس پر تخلقوا باخلاق اللہ صادق آتا ہو۔ عرفان کی دنیا میں اسکو معروف کرخی کیطرح ہونا چاہیئے

اور دنیا کی چاہ میں مبتلا یا مصروف نہیں ہونا چاہیئے۔

خانوادۂ سقطیاں یہ سلسلہ حضرت خواجہ سری سقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کا تعلق طبقۂ اول کے صوفیا سے ہے۔ آپ کی کنیت ابوالحسین ہے۔ آپ شیخ جنید اور تمام بغدادیوں کے استاد ہیں۔ آپ حارث محاسبی و بشر حافی کے اخوانِ معرفت سے ہیں اور معروف کرخی کے شاگرد ہیں۔ طبقۂ ثانیہ کے اکثر صوفیہ اپنی نسبتِ ارادت آپ تک پہنچاتے ہیں۔ سوم ماہ رمضان ۲۵۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:۔

"میں نے سری سقطی جیسا کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ ان پر ستر سال گذر گئے اور کسی نے ان کو چت لیٹا نہیں دیکھا، سوائے غلبۂ موت میں کہ جب انتقال ہوا تو ان کو چت لٹایا گیا۔ مراد یہ ہے کہ ستر سال تک وہ پاؤں پھیلا کر پلنگ پر نہیں سوئے" منقول ہے کہ ایک روز سید الطائفہ شیخ سری سقطی کے گھر آئے (جو آپ کے حقیقی ماموں تھے) شیخ سری اپنے گھر میں جھاڑو دیتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے ؎

شعر

لا فی النہار و لا فی اللیل لی فرج
فلا ابالی اطال اللیل ام قصرا

ترجمہ:۔ میرے لئے نہ دن میں فرحت ہے اور نہ رات میں۔ مجھے کیا پرواہ ہے کہ رات طویل ہوگئی یا کوتاہ۔

سقطیوں کی نسبت آپ ہی سے ہے یعنی سری سقطی سے جو حضرت معروف کرخی کے مرید و خلیفہ تھے۔ سقطیاں تین افراد تھے جو ابنائے ملوک برمک سے تھے۔ اول شیخ عزیز بن ملک بن یحییٰ برمکی، دوسرے شیخ عمر بن ملک فضل برمکی، تیسرے شیخ علی بن ملک عبداللہ برمکی۔ یہ تینوں حضرات خلیفۂ بغداد کے وزیر تھے۔ جب ان سعادت مندوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی تو حضرت سری سقطی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے اور سلوک کے راستہ کو اختیار کر لیا اور خود کو سقطیاںؒ کہلوایا۔ انہوں نے اپنے آباد اجداد کے نسب کی نسبت کو ترک کر دیا۔ ان تینوں حضرات کے خصائل و شمائل بھی ویسے ہی تھے جیسے دوسرے سقطیوں کے، مگر ان چند باتوں میں دوسرے لوگوں سے ممتاز تھے۔

ایک تو یہ کہ تینوں صاحبان معتکف رہتے تھے۔ تیسرے دن ان میں سے ایک فرد شام کے وقت خلوت سے باہر نکل آتا اور صرف دس گھروں پر جا کر سوال کرتا اور اپنی اور اپنے ساتھیوں کی خوراک جمع کر کے لاتا۔ ایک بار ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ فتوح کیوں قبول نہیں کرتے؟ کہ آپ کو اس تفرقہ و پریشانی خاطر سے نجات مل جائے۔ ان حضرات نے جواب دیا کہ فتوح قبول کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے دنیا کو نہیں چھوڑا ہے، دوسرے یہ کہ جو کوئی فتوح لے کر آئے گا وہ کچھ حاجت رکھتا ہوگا تو ہمارا دل حاجت اور ضرورت پورا کرنے کی طرف لگ جائیگا۔ جب اسکی ضرورت پوری ہو جائے گی تب ہی فتوح ہمارے لئے حلال ہوگی۔ اگر ایسا نہیں ہے یعنی فتوح لانے والے کی کوئی حاجت نہ بھی ہو جب بھی جیسا کہ معلوم ہے کہ جو کوئی فتوح لاتا ہے تو دل اس کی طرف متوجہ و راغب ہوتا ہے

کہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ دل محسن کی طرف کھنچتا ہے اور اس کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ بات ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے خدا کی محبت میں دوسرے کو شریک بنالیا۔
یہ حضرات یعنی "سقطیاں" ایک ہی وضو سے مغرب اور فجر کی نماز ادا کرتے تھے، شام سے صبح تک ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ یہ لوگ دوپہر کے کھانے کے بعد یعنی قیلولہ کے وقت سوتے تھے (تمام شب بیدار رہتے تھے) حلقہ میں بیٹھ کر ذکر جلی کرنا پسند کرتے تھے، جو کوئی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا چاہتا تھا وہ ان اوصاف سے متصف ہوتا تب ہی شرف ملازمت حاصل کر سکتا تھا۔

قطعہ

کسی کہ سربسری دودۂ سری دارد ... ز سرسری ز سر جان خویش برگیرد
چو سربسر بہ چنین سروری شود مسرور ... ضیائی لمعۂ شمعش بہ دہر درگیرد

ترجمہ: جو کوئی خانوادۂ سری سقطی میں شرکت کی آرزو رکھتا ہو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل سے خودی کو نکالدے جو کوئی ایسی سرداری اور سرداری پر مسرور ہوتا ہے اس کی شمع کے شعلہ کی روشنی تمام دنیا میں پھیل جاتی ہے

خانوادہ جنیدیاں خانوادۂ جنیدیاں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ سے ملتا ہے آپ کا تعلق طبقہ ثانیہ کے ارباب تصوف سے ہے۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور آپ کا لقب قواریری زجاج اور خراز ہے۔ آپ کو قواریری اور زجاج اس سبب سے کہتے ہیں کہ آپ کے والد آبگینہ فروش تھے۔ اور خراز اس بنا پر کہتے ہیں کہ خز (ریشم) کا کام کرتے تھے۔ آپ اصلاً نہاوندی ہیں لیکن آپ کا مولد و منشاء بغداد ہے۔ آپ ابو ثور (سفیان ثوری) کے مذہب کے پیرو تھے۔ اور امام شافعی کے عظیم شاگردوں میں سے تھے۔ شیخ سری سقطیؒ حارث محاسبی اور محمد قصار سے فیض صحبت پایا تھا۔ اور ان حضرات کے شاگرد تھے۔ آپ صوفیائے کرام کے اماموں اور سرداروں میں سے ہیں۔ تمام اکابر صوفیا آپ سے خود کو منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً شیخ خراز، شیخ رویم، شیخ نوری اور شیخ شبلی وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ) شیخ ابوالعباس عطار کہتے ہیں:۔ "اس علم تصوف میں ہمارے مرجع اور مقتدی جنید ہیں"۔
ایک بار خلیفہ بغداد نے شیخ رویم سے کہا۔ اے بے ادب! انہوں نے جواب دیا کہ میں بے ادب نہیں ہو سکتا کہ تمام عمر شیخ جنید کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور حال یہ ہے کہ کوئی ایک روز بھی شیخ جنید کی صحبت میں رہا ہو وہ ہرگز بے ادب نہیں ہو سکتا اور میں نے تو تمام عمر ان کی صحبت میں گزاری ہے پھر میں کسطرح بے ادب ہو سکتا ہوں؟
شیخ ابوجعفر حداد کہتے ہیں کہ اگر عقل مرد ہوتی تو جنید کی صورت میں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ اس طائفہ کے تین افراد ایسے باکمال تھے کہ ان کے مثل کوئی چوتھا نہیں تھا۔ شیخ جنید بغداد میں، ابوعبداللہ جلا شام میں اور ابوعثمان خیری نیشاپور میں۔ حضرت جنید کو خلافت حضرت سری سقطی سے عطا ہوئی۔ جنیدیاں دو اصحاب تھے، ایک شیخ عثمان بن علی دقاق اور دوسرے شیخ محی الدین منصور، یہ دونوں عزیزان گرامی بارگاہ حق تعالیٰ کی آراستہ و پیراستہ ہستیاں تھیں ان دونوں کے علاوہ بھی اور بہت سے مشائخ ہیں جنکی حضرت سید الطائفہ سے نسبت درست ہے۔ ۲۹۷ھ میں آپ کا

انتقال ہوا۔ رسالہ قشیریہ اور طبقات الصوفیہ (عبدالرحمٰن سلمی) میں یہی تاریخ وفات مذکور ہے۔ لیکن تاریخ ایافعی میں آپ کی تاریخ وصال ۲۹۸ھ تحریر ہے۔ بعض نے ۲۴۹ھ میں تاریخ وصال بتائی ہے۔

جنیدیوں کے شمائل وخصائل وہی ہیں جو دوسرے صوفیائے کرام کے ہیں لیکن ان میں ایک خصلت زیادہ تھی اور وہ یہ کہ ان کے کھانے پینے کا سامان ایک فرشتے کے ذریعہ جو آدمی کی شکل میں ہوتا تھا غیب سے آتا تھا اور ہاتف غیبی ان کو آواز دے کر کہتا کہ "تم ہمارے کام میں مشغول رہو ہم تمہاری ضرورتوں کو پورا کرنے میں مشغول ہیں" اگر کوئی سائل ان کے پاس آتا تو اس کی ضرورت غیب سے پوری ہو جاتی تھی چونکہ یہ حضرات چالیس روز سے بھی زیادہ کے بعد افطار کرتے تھے۔ پس ایک فرشتہ انسان کی شکل میں ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا لاتا تھا اور پکار کر کہتا کہ لا یا کل ولا یشرب (نہ کھانا اور نہ پینا) فرشتہ کی صفت ہے۔ پس بہت اصرار سے ان کا روزہ افطار کراتا۔ ان حضرات کا زمانہ احکام الٰہی کے نفاذ اور اسرار لامتناہی کے اجراء کا زمانہ تھا۔ جو کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا وہ اوصاف مذکورہ سے متصف ہوتا تب ان کی صحبت وارادت سے شرف یاب ہوتا ہے

رباعی

کسی کز دودۂ حضرت جنیداست　　زحظِ ہر دو کون او ناامیداست
زبہر قطع شاخ ما سوی را　　کشیدہ تیغ ہمچون برگ بیداست

ترجمہ:۔ جو کوئی خانوادۂ حضرت جنید سے تعلق رکھتا ہے وہ دونوں جہاں کی لذتوں سے کنارہ کش ہوتا ہے۔ ماسوی اللہ کی شاخ کو قطع کرنے کے لئے وہ برگِ بید کی طرح تلوار کھینچے ہوئے رہتا ہے۔

خانوادۂ گازرونیاں گازرونیاں خانوادہ کا سلسلہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی اور حضرت سلطان ابو اسحاق گازرونی سے ملتا ہے۔ حضرت ابو اسحاق گازرونی جو گازرون کے فرمانروا تھے۔ ترکِ سلطنت کر کے حضرت شیخ عبداللہ خفیف کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ طبقات الصوفیہ میں مذکور ہے کہ شیخ ابو اسحاق گازرونی کی نسبت تصوف میں شیخ ابو علی حسین بن محمد الفیروزآبادی سے ہے اور حضرت عبداللہ خفیف کو ارادت خواجہ محمد رویم سے حاصل تھی اور خواجہ محمد رویم حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے مریدین میں جب شیخ ابو اسحاق نے شیخ عبداللہ سے شرف ارادت حاصل کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:۔

"اے ابو اسحاق گازرونی! ہم نے تم کو دین دیا اور دنیا بھی عطا کی۔ تم اپنا علم وطبل بلند کرو"

علم وطبل کی شرح ان کے لطیفہ میں پیش کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

رباعی

کسی کز دودۂ اسحاق باشد　　بہ مردم نادر آفاق باشد
زند گر کوس دولت را بہ ہمت　　صدایش نغمۂ نہ طاق باشد

ترجمہ:۔ جو کوئی خانوادۂ اسحاق گازرونی سے وابستہ ہوتا ہے وہ لوگوں کے درمیان ایک نادرۂ روزگار شخصیت

بن جاتا ہے اگر وہ اپنی دولت و سلطنتِ فقر کا نقارہ بجائے تو اسکی آواز آسمانوں کے لئے نغمہ بن جائے گی۔

خانوادۂ فردوسیاں

فردوسیوں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی تک پہنچتا ہے۔ سلسلۂ فردوسیہ کی ابتدار سلسلہ سہروردیہ سے ہے یعنی شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی اور فردوسیاں ایک ہی پیر کے مرید ہیں جن کا واسطہ سید الطائفہ (جنید بغدادی) تک ہے۔

ایک روز حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ جو اکابر فردوس ہیں اور حضرت علاؤ الدین طوسی جو طوس کے اکابر سے ہیں اور ان دونوں حضرات کے مابین اخوت دینی قائم تھی۔ یہ دونوں حضرات حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ عمر ختم ہونے پر آگئی اور مقصد بر آری ابھی تک نہیں ہو سکی ہے شیخ ابوالنجیب نے فرمایا کہ ہم بھی اسی غم میں مبتلا ہیں۔ اگر تم رُوئے مقصود دیکھنا چاہتے ہو تو کسی کی ارادت کا حلقہ گلے میں ڈالنا چاہیئے۔ ان دونوں حضرات نے کہا کہ جس کے لئے آپ کا ارشاد ہو اُس کی مریدی اختیار کر لی جائے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب نے کہا ہم بھی ابھی تک کسی کے مرید نہیں ہوئے ہیں۔ یہاں ایک بزرگ ہیں جو محرم اسرار درجامع العلوم و الانوار ہیں شیخ وجیہہ الدین ابوحفص ان کا نام نامی ہے، آؤ ہم تینوں ان کے شرفِ ارادت سے مشرف ہو جائیں جب یہ تینوں حضرات شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے تو حضرت شیخ وجیہہ الدین ابوحفص نے حضرت ابو نجیب سہروردی اور اور حضرت شیخ علاؤ الدین طوسی کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اپنے اپنے شہر و مسکن کو واپس جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو ہدایت کرو، اور ان کو توبہ پر آمادہ کرو۔ یہ فرما کر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا ہاتھ پکڑ کر شیخ ابو نجیب سہروردی کے حوالہ کیا اور کہا کہ ان کا کام (مقصد) تم پورا کرو۔ یہ وہ ہستی ہے کہ درویشی کا طریقہ اس شخص کی بدولت تازگی پائے گا اور اس ارشاد کے بموجب شیخ ابو نجیب نے شیخ نجم الدین کبریٰ کو سات ماہ تک اپنی خدمت میں رکھا اس کے بعد ان کو خرقہ پہنایا اور فرمایا کہ تم مشائخ فردوس ہو۔ اسی روز سے خانوادۂ فردوسیاں وجود میں آیا (جو شیخ نجم الدین کبریٰ سے منسوب ہے)

شیخ نجم الدین کبریٰ اور شیخ ضیاء الدین ابو نجیب کی نسبت شیخ وجیہہ الدین ابوحفص سہروردی سے ہے۔ شیخ وجیہہ الدین کی نسبت شیخ احمد اسود اور ان کی نسبت شیخ ممشاد علو دینوری سے اور ان کی نسبت شیخ جنید بغدادی سے، شیخ جنید بغدادی کی نسبت شیخ سری سقطی سے اور شیخ سری سقطی کی نسبتِ ارادت حضرت معروف کرخی سے اور حضرت معروف کرخی کی نسبت شیخ داؤد طائی سے اور ان کی نسبت شیخ حبیب عجمی سے اور ان کی نسبت حضرت حسن بصری سے ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

فردوسیوں اور سہروردیوں کی نسبت حضرت معروف کرخی سے ممتاز ہے کہ حضرت معروف کرخی کی نسبت حضرت علی مرتضیٰ رض تک ائمہ کے واسطے سے بھی ہے وہ اس طرح ہے:۔

۱۔ شیخ معروف کرخی ۲۔ حضرت امام علی رضا ۳۔ حضرت امام موسیٰ کاظم ۴۔ حضرت امام جعفر صادق
۵۔ حضرت امام محمد باقر ۶۔ حضرت امام زین العابدین ۷۔ حضرت امام حسین ابن علی رض ۸۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ رکن الدین فردوسی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ تمام فردوسی حضرات کا سلسلہ شیخ نجم الدین کبریٰ تک پہنچتا ہے اور حضرت امام علی رضا نے اپنے پیر حضرت امام موسیٰ کاظم سے جو نسبت حاصل کی تھی اور جو امانت ان سے ملی تھی وہ اپنے آخری مُرید تک پہنچا دی اور آپ نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ یہ امانت اور نعمت نجم الدین کبریٰ کا حصہ ہے جو ہمارے سلسلہ میں چند نسبتوں کے بعد آئے گا۔ پس جس کسی کو یہ نسبت ملی وہ اس نے اپنے بعد آنے والے کو پہونچا دی (سلسلۂ فردوسیہ میں یکے بعد دیگرے یہ نعمت منتقل ہوتی رہی)، یہاں تک کہ حضرت نجم الدین کبریٰ کے حصہ میں آئی ؎

قطعہ

کسی کز دودۂ فردوسیاں است | معاد او بہ نجم الملّۃ والدین است
بدایت سلسلہ از کبرویہ است | بایشاں گشتہ انساب واین است

ترجمہ:۔ جو شخص خاندانِ فردوسیہ سے تعلق رکھتا ہے اسکا حشر شیخ نجم الدین کبریٰ کے ساتھ ہوگا۔ اور آغاز تو سلسلۂ کبرویہ سے ہے ان ہی کے ساتھ ہو جاؤ جن کا نسب یہ ہے۔

خانوادۂ طوسیاں

خانزادہ طوسیاں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی سے تین واسطوں سے ملتا ہے فردوسیاں اور طوسیاں ایک ہی خرقہ کے سلسلے ہیں۔ ان کی سیرت کے سلسلے میں یہ چند باتیں بیان کی جاتی ہیں کہ یہ حضرات سماع مزامیر کے ساتھ سنتے ہیں اور حال و وجد میں رقص کرتے ہیں۔ ذکر جہری پر سختی سے کاربند رہتے ہیں۔ خیر و شر سے جو کچھ ان کو پیش آتا ہے اس سے سرتابی نہیں کرتے اور اس کا کھوج نہیں لگاتے اور نہ سببِ غایت معلوم کرنے کے درپے ہوتے ہیں ان کا عمل صرف اس پر ہے کہ ما صنع اللہ فھو الخیر (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بنایا ہے پیدا کیا ہے وہ خیر ہے)۔ یہ حضرات مسلم و کافر میں امتیاز نہیں کرتے۔ نعمتوں کی تقسیم میں سب کو برابر رکھتے ہیں۔

مصرع:۔ بریں خوانِ یغما چہ دشمن چہ دوست — ترجمہ:۔ اس عام دسترخوان پر دوست دشمن سب برابر ہیں۔

ان کا مہمان کافر ہو یا مسلمان دونوں کا احترام کرتے ہیں، جو کوئی ان کی ملازمت و ارادت کا خواستگار ہوتا ہے اس کو یہ افعال اختیار کرنے پڑتے ہیں تب ان کی صحبت کے شرف سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

قطعہ

کسی کز دودمانِ طوسیان است | بنزدش کافر و مسلم برابر
چہ ایشان مظہرِ لطفِ خداوند | جلال و لطف سوئے اوست دائر

ترجمہ:۔ جو کوئی خانوادۂ طوسیاں سے تعلق رکھتا ہے اسکی نظر میں کافر و مسلم برابر ہیں کہ مسلمان تو لطفِ خداوندی کا مظہر ہے اور کافر پر اس کا جلال دائر و سائر ہے۔

خانوادۂ سہروردیاں

حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کا سلسلہ تین واسطوں سے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی تک اور دو واسطوں سے حضرت شیخ مشاد دینوری تک پہنچتا ہے (یعنی ۱۔ حضرت شیخ وجیہ الدین ابو حفص، ۲۔ حضرت شیخ احمد اسود، ۳۔ حضرت شیخ مشاد دینوری) اور

۴۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی)

حضرت شیخ ممشاد دینوری حضرت سید الطائفہ کے خلیفہ تھے۔ ان حضرات کے لطائف میں سے کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ:۔ مرید ہونے سے قبل بارہ سال تک حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کا یہ معمول رہا کہ وہ اپنے نفس کو سات روز کے بعد پینے کو پانی دیتے تھے اور تین خرمے کھلاتے تھے۔ جب آپ شیخ وجیہہ الدین کی خلافت سے سرفراز ہوئے تو تیس سال تک نہیں سوئے، شب و روز قبلہ رو بیٹھے رہتے تھے، عرش سے فرش تک کی تمام موجودات ان کے مریدوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھیں۔ خانوادۂ سہروردیاں سے جسقدر مشائخ کو نسبت حاصل ہے یہ کثرت کسی اور خانوادے کو میسر نہیں

رباعی

کسی کو دم از دودۂ سہرورد زند بایدش بہر او سہرورد
بہ گلزارِ وجداں بوقت سحر شگفتہ بدوار دم سہرورد

ترجمہ:۔ یعنی جو سلسلہ سہروردیہ سے تعلق کا خواہاں ہے اسکو چاہیئے کہ اس کے حصول کے لئے بیداری کو اختیار کرے۔ کہ صبح کے وقت باغ وجدان پر سہرورد کی ہوا کا گذر ہوتا ہے۔ اس سے سہرورد کے دم کو تازگی ملتی ہے۔

ان چودہ خانوادوں کی جو مشائخ میں مشہور ہیں شرح کر دی گئی اور دوسرے سلاسل جو ان چودہ خانوادوں کے نکلے ہیں یا سادات سے مستنبط ہیں یا حضرت اویس قرنی سے فیض یافتہ ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس لطیفہ کے بعد آنے والے لطیفے میں بیان کئے جائیں گے۔

خانوادہ اویسیاں خاندان اویسیہ کا منشا اسی لطیفہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ شیخ الطریقت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ نے کہا ہے کہ خداوند بزرگ و برتر کے اولیاء میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جنکو مشائخ طریقت و کبار حقیقت اویسیاں کہا جاتا ہے۔ یہی مشائخ طریقت اویسیہ کے نام سے موسوم ہیں اور ان حضرات کو عالم ظاہر میں کسی پیر و مرشد کی ضرورت نہیں ہوتی کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عنایت میں بذاتِ خود پرورش فرماتے ہیں جس میں کسی دوسرے کا واسطہ نہیں ہوتا۔ جس طرح حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بے واسطۂ غیر پرورش فرمائی۔ اور یہ ایک بہت ہی عالی اور بہت ہی عظیم مقام ہے کبھی کسی کو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے اور یہ مقام میسر آجاتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ [۱] یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

اسی طرح بعض ایسے اولیائے کرام ہیں جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بعض طالبانِ طریقت کی تربیت اپنی قوتِ روحانی سے فرماتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ بظاہر ان کا کوئی پیر و مرشد ہو، یہ جماعت بھی سلسلہ اویسیاں میں داخل ہے بہت سے ایسے مشائخ طریقت گزرے ہیں کہ ابتدائے سلوک میں ان کی توجہ اس مقام کی طرف مبذول رہی ہے جیسے شیخ عظیم شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی جن سے حضرت ابوالجناب نجم الدین کبریٰ کے مشائخ سلسلہ کا تعلق ہے۔ اسیطرح حضرت شیخ ابوسعید

---

[۱] پ ۲۷ سورہ حدید آیت ۲۱

ابوالخیر اور شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ ارواحہم کہ ابتدائے سلوک میں ان کا ذکر بس یہی تھا کہ ہمیشہ اویس اویس کہتے رہتے تھے۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مخدومی کے شرف خدمت سے مشرف ہونے سے قبل اس فقیر کی توجہ بھی اس مقام کی طرف تھی حضرت اویس قرنی کی روحانیہ مبارکہ نے مجھے اس راستہ پر لگایا اور دل میں سلوک کی خواہش اور زیادہ پیدا کردی حضرت اویس قرنی کی روحانیہ خیر نے مجھے اشارہ فرمایا کہ راہِ سلوک کو طے کروں اور اس حصولِ دولت کا باعث حضرت خضر علیہ السلام ہوئے کہ میں نے حضرت مخدومی کی ارادت کا شرف حاصل کیا۔ بعض مشائخ کے ساتھ یہ صورت بھی پیش آتی ہے کہ پہلی کوشش میں یہ سعادت حاصل ہوگئی اور پھر آخر میں بزرگانِ روزگار میں سے کسی بزرگ کی مدد سے سلوک کا شرف بھی حاصل کیا۔ بعض حضرات اس دشوار منزل میں اوّل سے آخر تک صرف اویسی ہی رہے مثلاً خواجہ نظام الدین گنجوی کہ وہ اوّل سے آخر تک اویسی ہی رہے۔ چنانچہ ان کے اشعار سے یہ مترشح ہوتا ہے۔ **مثنوی**

اگر بہ زخود گلبنی دیدمی | گلی سرخ یا زرد ازد چیدمی
چو از رانِ خود خورد باید کباب | چہ گردم بدر دریزہ چون آفتاب

ترجمہ:۔ اگر میں اپنے باغ سے بہتر کسی باغ کو پاؤں تو اسکے سرخ یا زرد پھول توڑ لوں، میرا باغ سب باغوں سے اچھا ہے جب میں اپنی ران سے گوشت کے کباب کھا سکتا ہوں تو پھر مجھے اس آرزو میں آفتاب کیطرح در بدر پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔
کچھ یہی صورتحال حضرت خواجہ حافظ شیرازی کی ہے جو مجذوبان زمانہ کے مقتدا اور محبوبانِ پروردگار کے پیشوا تھے وہ بھی اس سلسلہ اویسیہ کی نسبت سے مشرف تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سیاحت کے دوران جب ہم شہر شیراز میں پہنچے اور وہاں کے اکابر سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ حافظ شیرازی کی ملاقات سے قبل یہ شعر ہم سن چکے تھے۔ **شعر**

حافظ از معتقدان است گرامی دارش
زانکہ بخشایش بس روح مکرم با اوست

ترجمہ:۔ یعنی حافظ اس کے معتقدوں میں سے ہے اس کا احترام کرو، اس کی عزت کرو۔ اسلئے کہ ایک بہت ہی گرامی قدر روح اس کے حال پر اپنی بخشائش مبذول رکھتی ہے۔
اسی لئے ہم نے جان لیا تھا کہ وہ اویسی نسبت رکھتے ہیں جب ان سے ملاقات ہوئی اور ہمارے ان کے درمیان محرمانہ صحبت پیش آئی تب ہم کو اندازہ ہوا کہ وہ بہت ہی بلند مشرب کے مالک ہیں۔ ایک عرصہ تک ہم دونوں شیراز میں ساتھ ساتھ رہے ہرچند کہ ہم نے بہت سے مجذوبانِ روزگار اور محبوبانِ کردگار کو دیکھا تھا لیکن ان کو ہم نے بہت بلند مشرب پایا۔
اس زمانے میں جو کوئی سلوک و طریقت کی نہایت کے جاننے کا خواہاں ہوتا وہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ان کے اشعار بہت ہی معارف نما اور حقائق کشا ہیں۔ اکابر زمانہ نے ان کے اشعار کو "لسان الغیب" کہا ہے بلکہ ایک بزرگ نے تو اس سلسلہ میں یہاں تک کہا ہے کہ کوئی دیوان خواجہ حافظ کے دیوان سے بہتر نہیں ہے اگر پڑھنے والا شخص صوفی ہوگا تو اسکو معلوم ہو جائے گا۔
حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہِ مدار بھی اویسی مشرب تھے اور ان کا مشرب بہت ہی بلند تھا بہت سے نادر اور عجیب علوم مثلاً ہیمیا و سیمیا، کیمیا و ریمیا کا اظہار ان سے ہوا اور ایسا عبور ان علوم پر زمانے میں شاید ہی کوئی رکھتا ہو۔ ایک بار مکہ معظمہ زادہا اللہ تشریفاً و تکریماً کے سفر میں ہم ایکدوسرے کے شریکِ صحبت رہے ہیں اور ایک دوسرے سے استفادہ کیا ہے۔

لطیفہ ۱۵
سلسلۂ حضرت قدوۃ الکبرا

اور سلسلۂ حضرت نور العین اور سلف وخلف کے مشائخ کا بیان اور ان کے خلفاء اور ہر ایک کی تاریخ وفات اور اعراس بزرگان اور متعدد اکابر سے فضائل حاصل کرنیکا فائدہ کیا ہے

قال الاشرف:
سلسلة المشائخ سلسلة تصل الی شجرة المقصود من ربط ربق عنه عتق من رق المتعددة :-

ترجمہ:- (حضرت) اشرف جہانگیر کا کہنا ہے کہ مشائخ سلاسل کا سلسلہ شجر مقصود تک پہنچتا ہے اور جس نے اس سلسلہ سے رابطہ پیدا کرلیا بہت سی غلامیوں سے آزاد ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہرچند کہ اس فقیر (اشرف) نے متعدد اکابر اور بکثرت اماثر سے بہرہ پایا ہے (متعدد شیوخ سے بہرہ مند ہوا ہوں) جس کی صراحت اور توضیح ناممکن ہے لیکن حقیقت میں بندہ خاندانِ بہشتی اور دودمانِ چشتی کا پروردہ اور خاک سے اٹھایا ہوا ہے پھر آپ نے حضرت ابوسعید ابوالخیر کی رباعی ارشاد فرمائی ؎

رباعی

من بی تو دمی قرار نتوانم کرد — واحسان ترا شمار نتوانم کرد
گر برتنِ من زبان شود ہر موئی — یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ:- میں تیرے بغیر ایک دم بھی قرار سے نہیں رہ سکتا، تیرے بغیر دم بھر کو مجھے قرار نہیں آسکتا اے دوست تیرے احسانات کا میں شمار نہیں کرسکتا۔ اگر میرے جسم پہ ہر بال زبان بن جائے جب بھی تیرے ہزاروں احسانات سے ایک احسان کا شکر بھی ادا نہیں کرسکتا۔

اس لطیفہ میں چودہ شجرے بیان کئے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

شجرۂ اوّل :- ان مشائخ کے سلاسل کا بیان جو خاندانِ چشتیہ بہشتیہ سے ملتے ہیں۔
شجرۂ دوم :- سلسلۂ قادریہ وغوثیہ
شجرۂ سوم :- سلسلۂ کبرویہ
شجرۂ چہارم :- سلسلۂ سہروردیہ
شجرۂ پنجم :- سلسلۂ نقشبندیہ
شجرۂ ششم :- سلسلۂ مشائخ یسویہ (جو مشائخ ترک کا منشا ہے)
شجرۂ ہفتم :- سلسلہ مشائخ نوریہ

شجرۂ ہشتم :- سلسلۂ مشائخ خضرویہ۔
شجرۂ نہم :- سلسلۂ مشائخ شطاریہ۔
شجرۂ دہم :- سلسلۂ مشائخ سادات حسنیہ و حسینیہ۔
شجرۂ یازدہم :- سلسلۂ مشائخ زاہدیہ۔
شجرۂ دوازدہم :- سلسلۂ مشائخ احمدیہ۔
شجرۂ سیزدہم :- سلسلۂ مشائخ انصاریہ۔
شجرۂ چہاردہم :- سلسلۂ مشائخ جو سید الطائفہ جنید بغدادی سے ملتا ہے۔

شجرۂ اوّل

سلسلۂ مشائخ دودمان چشت و خاندان بہشت

سلسلۂ حضرت قدوۃ الکبرا اس طرح ہے کہ آپ نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت شیخ العارفین و قطب الکاملین حضرت شیخ علاء الحق والدین سے پہنا اور انہوں نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت قدوۃ العارفین و زبدۃ الواصلین حضرت شیخ اخی سراج الدین قدس سرہ سے پہنا اور انہوں نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت قدوۃ الکاملین عمدۃ المتاخرین حضرت نظام الحق والدین المعروف شیخ نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ (ہند) سے پہنا۔

حضرت شیخ اخی سراج الدین حضرت شیخ اخی سراج الدین جو حضرت نظام الدین اولیاء کے خلفائے اودھ میں سرآمد و سرحلقہ تھے سرزمین اودھ مملکت ہندوستان کے پہلے شخص ہیں جو حضرت کی ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے آپ کا اسم شریف حضرت شیخ عثمان تھا چونکہ حضرت نظام الدین اولیاء تمام احباب و اصحاب سے زیادہ آپ پر توجہ فرماتے تھے اس لئے آپ کو لفظ "اخی" (میرے بھائی) سے مخاطب فرماتے تھے، آپ کے بارے میں حضرت نے ارشادات گرامی بکثرت استعمال فرمائے ہیں۔ حضرت اخی سراج کم عمری ہی میں جبکہ آپ کے چہرے پر خط بھی نہیں نکلا تھا (داڑھی نہیں نکلی تھی) آپ کے شرف ارادت سے مشرف ہوئے تھے، آپ کا وطن اور مسکن مضافاتِ اودھ میں تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ لکھنؤ میں مقیم تھیں۔ کچھ مدت گذر جانے کے بعد آپ اپنی والدہ سے ملنے کے لئے لکھنؤ تشریف لے جاتے تھے ورنہ آپ کا زیادہ وقت حضرت مرشد کی خدمت میں گذرتا تھا اور خانقاہ کے ایک گوشہ میں رہتے تھے۔ کتاب اور قرآن مجید کے سوا کچھ ساز و سامان آپ کے پاس نہیں تھا۔ اس گوشہ خانقاہ میں ایک گوشہ خود اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا اور ایک جگہ ملاقات کے لئے مخصوص تھی۔

جب نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے اشارہ کے بموجب کچھ مریدوں کے نام عطائے خلافت کے لئے منتخب کئے گئے تو اس میں اُن کا نام بھی رکھا گیا۔ جب ناموں کی یہ فہرست سلطان المشائخ کے حضور میں پیش کی گئی اور آپ کا نام دیکھا تو آپ کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ طریقت میں سب سے اول درجہ علم کا ہے۔ چونکہ حضرت اخی سراج الدین

علوم رسمی وکسبی کے زیور سے معرا تھے (علوم رسمی کا اکتساب نہیں کیا تھا) لہٰذا مرشد کے حکم کی تعمیل میں حصول علم کے لئے آپ کو حضرت مولانا فخرالدین زرادی کے سپرد کر دیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ان کو صرف چھ ماہ میں دانشمند بنا دوں گا۔ چنانچہ ان کی خاصی عمر ہو گئی تھی۔ جب انہوں نے تحصیل علم کی طرف توجہ کی (اور مولانا زرادی سے پڑھنا شروع کیا) مولانا زرادی نے ان کی تعلیم کی طرف دوسرے طلبا سے زیادہ توجہ فرمائی اور علم صرف، نحو، فقہ اور اصول قواعد میں محض ان کی خاطر ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کو تصریف عثمانی سے موسوم کیا۔ اخی سراج الدین نے ابتدائی کتابیں بہت کم مدت میں ختم کرلیں اور جب خاصی استعداد پیدا کرلی اس وقت ان کا خلافت نامہ مہر اشرف شریف سے مختوم کر کے قبل اس کے کہ یہ ہند کی طرف مراجعت کریں حضرت سلطان المشائخ نے شیخ نصیر الدین محمود کے ہاتھ اودھ روانہ کرا دیا۔

جب تک حضرت سلطان المشائخ زندہ رہے یہ ان کی خدمت میں موجود رہے۔ جب سلطان المشائخ اس موت کے شرف سے مشرف ہوئے (موت وہ پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے سلطان المشائخ نے وصال فرمایا) ان کا قیام دارالسلطنت دہلی میں رہا۔ سلطان المشائخ کے وصال کے تین سال بعد یہ لکھنوتی تشریف لے گئے اور حضرت سلطان المشائخ کے کتب خانہ کی بعض اہم کتابیں جو اُن کو بعض اوقات عنایت کی گئی تھیں اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں پہونچ کر آپ نے اس مملکت (بنگال) کو اپنے انوار و برکات سے نوازا اور مستفید فرمایا اور بہت سے لوگوں کو اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کیا۔ چنانچہ اس دیار کے اکثر ملوک اور امرا بھی آپ کے زمرۂ سعادت وارادت میں داخل ہوئے۔

حضرت شیخ اخی سراج الدین نے بہت طویل عمر پائی۔ اپنی عمر کے آخری سالوں میں آپ نے اپنے استاد مولانا رکن الدین اندرپتی (جو حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات کے جامع ہیں) کے لئے بہت سارا روپیہ (زر) اور نفیس تحفے، ملبوسات، فواکہ اور خوشبویات بھیجے۔ جب آپ کے سفر آخرت کا وقت قریب آیا تو آپ نے لکھنوتی کے سرزمین میں اپنے مدفن کے لئے جگہ کا انتخاب فرمایا اور اس جگہ کے سرہانے ایک اور قبر تیار کرا کے مشائخ کے ملبوسات خصوصاً حضرت سلطان المشائخ کے بعض کپڑے جو دہلی سے بطور تبرک اپنے ساتھ لائے تھے اس میں دفن کرا دیئے۔ اس قبر کے پائین جو اپنی قبر تعمیر کرائی تھی اس پر اپنا مقبرہ تعمیر کرایا۔ ان اکابر و اماثر کے ملبوسات کی برکت سے آپ کا مقبرہ قبلۂ ہندوستان اور کعبۂ دوستان بن گیا۔

بیت

درمقامیکہ نشان کف پائی تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

ترجمہ:۔ جس مقام پر تیرے پاؤں کے نشانات ہوں گے وہ جگہ صاحب نظران کی سجدہ گاہ ہوگی۔

امید ہے کہ قیام قیامت تک آپکے خلفائے کبار خلق کی رہنمائی اور ہدایت و بیعت میں مصروف رہیں گے۔ بطفیل نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت مولانا شہاب الدین آپ کو سب سے بڑی اور عظیم نعمت اور کرم نامتناہی یہ حاصل ہوا کہ آپ حضرت سلطان المشائخ کی امامت کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔ جب حضرت شہاب الدین ارادت کی دولت سے مشرف ہوئے تو خواجہ نوح (جو سلطان المشائخ کے اقربا میں سے تھے) کی تعلیم آپ کے سپرد ہوئی۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ سے فرمایا کہ تمام علوم دینی کی ان کو تعلیم دو اور مسائل ضروریہ سے آگاہ کرو۔ ایک چھوٹا حجرہ جو خانقاہ میں تھا آپ کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کے عظیم خادموں میں شامل رہ کر اپنی تمام تر عمر خدمت مرشد میں بسر کر دی۔

آپ کو بڑی شدت سے یہ آرزو تھی کہ ایک دفعہ جماعت صوفیہ کی امامت کا شرف مجھے حاصل ہو جائے۔ چونکہ یہ عظیم منصب صاحب تقویٰ ویقین، شیخ زادہ راستین خواجہ محمد امین ابن مولانا بدرالدین اسحاق (نبیرہ حضرت گنج شکر) کے سپرد تھا۔ اس لئے کوئی شخص اس میں مداخلت نہیں کر سکتا تھا لیکن مولانا شہاب الدین اس سعادت کے حصول کے منتظر تھے۔ چونکہ یہ موسیقار سے بھی زیادہ خوش نوا اور خوش لحن تھے اور نغمہ سرائی میں ان خوش نوا پرندوں سے بھی بڑھکر تھے چنانچہ ایک موقع پر جبکہ خواجہ محمد امین موجود نہیں تھے ان کو امامت کا اشارہ کیا گیا۔ انہوں نے قرآن پاک ایسی قرأت اور ایسی لحن سے پڑھا کہ حضرت سلطان المشائخ پر بہت اثر ہوا اور ایک عجیب وغریب وجدانی کیفیت حضرت میں پیدا ہوگئی۔ نماز کے بعد حضرت سلطان المشائخ نے آپ کی قرأت کی بہت تعریف کی۔ حضرت سلطان المشائخ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی مقررہ اور مخصوص جگہ پر رونق افروز ہوئے تو مولانا شہاب الدین حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے قدموں پر سر رکھدیا۔ حضرت نے آپ کا سر اٹھایا۔ سر اٹھاتے وقت آپ کے کندھے سے جا نماز نیچے گر پڑی۔ آپ نے وہ جا نماز (مصلّی) مولانا شہاب الدین کو عطا فرمایا۔ مولانا اس عطیہ پر بہت خوش ہوئے اور پھر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا ؎

بیت

گر دست دہد ہزار جانم
بر پائے مبارکت فشانم

ترجمہ:۔ مجھے اگر ہزار جانیں میسر آجائیں تو سب کو آپ کے پائے مبارک پر قربان کر دوں۔

حضرت سلطان المشائخ نے یہ سنکر فرمایا "اللہ اللہ کیا نیازمندی ہے!" ؎

بیت

ای سرور سروران دو عالم
بریک سر موئے تو فشانم

ترجمہ:۔ اے دو عالم کے سرداروں کے سردار تیرے ایک بال کی نوک پر میرا سب کچھ قربان۔

مولانا شہاب الدین نے پھر قدموں پر سر رکھ دیا اور بہت سی نوازشوں سے سربلند ہوئے۔ اسی زمانے میں

حضرت خواجہ محمد امین نے حضرت گنج شکر کے مزار اقدس کی زیارت کا قصد کیا چنانچہ حضرت شیخ کے حکم کے بموجب مولانا شہاب الدین کو اپنی نیابت سپرد کر کے وہ روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد بھی یہ منصب امامت آپ ہی کے سپرد رہا اور جب تک حضرت سلطان المشائخ مسندِ رشد و ہدایت پر رونق افروز رہے سعادت کی یہ دولت یعنی امامت آپ ہی کے سپرد رہی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ چھت پر رونق افروز ہوئے کیونکہ کچھ اصحاب چھت پر بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ کھڑے ہوئے تھے۔ اثنائے گفتگو میں مریدین کی ریاضت کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس جوان کو جو کھڑا ہے دیکھو کہ اس جوان سے ہر چند میں کہتا ہوں کہ تم بھی اس پانی سے وضو کر لیا کرو جس سے میں وضو کرتا ہوں اور مریدین میرے لئے گرم کرتے ہیں کہ ٹھنڈی ہوا میں خود کو زحمت دے کر دریا پر جا کر وضو مت کرو لیکن یہ اس سے باز نہیں آتا۔ دوستوں نے یہ مژدہ مولانا شہاب الدین کو سنایا بہت مسرور ہوئے "اس جوان سے" حضرت کی مراد آپ ہی کی ذات تھی۔

ایک روز حضرت سلطان المشائخ تشریف فرما تھے اور آپ کے اصحاب (خلفاء) اپنے اپنے خلافت نامے پیش خدمت کر رہے تھے جن پر آپ اپنی مُہر ثبت فرما رہے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے مولانا شہاب الدین سے فرمایا کہ تم اپنے خلافت نامے کو ترتیب کیوں نہیں دیتے؟ جناب مولانا نے انکسار کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد آپ کو خلافت سے سرفراز کیا گیا۔ حضرت مولانا شہاب الدین کو حضرت کے دوسرے خلفاء کے مقابلے میں سماع سے بہت زیادہ شغف تھا۔ جب مولانا کو سفرِ آخرت پیش آیا تو خانقاہ کے قریب ہی اُسی قبر میں آپ کو دفن کیا گیا جو آپ نے اپنی زندگی میں بنوائی تھی۔

حضرت مولانا برہان الدین غریب آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، آداب کوشی اور احباب نوازی میں بہت مشہور تھے۔ بہت ہی روشن اور لطیف طبع رکھتے تھے ان کو حضرت سلطان المشائخ سے خلوص، اعتقاد اور اطاعت کیشی جسقدر تھی وہ دوسرے اصحاب سے کہیں زیادہ تھی۔ اس عقیدت کیشی کا ایک معمولی سا نمونہ یہ ہے کہ جب تک آپ زندہ رہے آپ نے کبھی غیاث پور کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے (کہ یہ ادبِ شیخ کے خلاف ہے) یہ حالِ ادب کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔ ارادت اور عقیدت میں بھی آپ اکثر اصحاب سے بڑھ کر تھے اور دوستی اور محبت کی راہ میں آپ سب سے آگے تھے۔

ظرافت کلام اور لطافتِ طبع تو گویا ایک آیت تھی جو آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ میر حسن، امیر خسرو اور دوسرے خوش طبع حضرات آپ کے والہ و شیفتہ تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی نے علوم عجیبہ و غریبہ آپ ہی سے حاصل کئے تھے۔ ایک روز سلطان المشائخ نے شیخ نصیر الدین اودھی سے دریافت کیا کہ کہاں رہتے ہو اور کس سے تحصیلِ علم کر رہے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ مولانا برہان الدین غریب کے یہاں رہتا ہوں اور اُن ہی سے تحصیل علم کر رہا ہوں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا:-

مصرع

مردِ رہ باش ہر کجا خواہی باش

ترجمہ:۔ جہاں کہیں رہو مرد باتقویٰ اور پاک وصاف ہو کر رہو۔

مولانا برہان الدین غریب وجد وحال میں ایک طرز خاص کے موجد تھے۔ اگر کسی دوسرے شخص سے اس طرز کا وجد وحال ظہور میں آتا تو لوگ کہتے کہ یہ نقل ہے (یہ تو وہی طرز ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ کی خاطر شریف کو مولانا برہان الدین غریب کی جانب سے کچھ ملال پہنچا تھا جس کی صورت یہ ہوئی کہ جب مولانا برہان الدین غریب بہت بوڑھے ہو گئے اور عمر ستر سال ہو گئی اور چٹائی کے فرش پر بیٹھنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا تو آپ نے ایک کمبل کو دوہرا کر کے سجادہ کی طرح چٹائی پر ڈال دیا اور اس پر بیٹھنا شروع کر دیا۔ مولانا علاؤ الدین زنبیلی اور ملک نصرت نے اس صورتِ حال کو کچھ اور ہی رنگ دیکر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کیا اور یہ ظاہر کیا کہ مولانا برہان الدین نے شیوخت اور سجادگی کا ڈول ڈال لیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ یہ بات سنکر رنجیدہ ہوئے۔ اس کے بعد مولانا حسب دستور حاضر خدمت ہوتے تو سلطان المشائخ ان کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے۔ جب مولانا نے یہ دیکھا کہ حضرت کا ملالِ خاطر کسی طرح دور نہیں ہوتا تو وہ گھر کو ماتم کدہ بنا کر بیٹھ گئے۔ آپ کے دوست احباب ماتم پرسی کے لئے آتے تھے۔ ایک روز حضرت امیر خسرو تشریف لائے تو ان کو شدید رنج اور تکلیف کے عالم میں پایا۔ حضرت امیر خسرو نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عفو وتقصیر کے لئے عرض کیا اور مولانا برہان الدین نے بھی بدل وجان توبہ واستغفار کی۔ حضرت سلطان المشائخ نے ان کی غلطی کو معاف فرما دیا۔ اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد آپ کو خلافت کے شرف سے مشرف کیا گیا۔

حضرت سلطان المشائخ کے وصال کے بعد مولانا برہان الدین خلق خدا کی رہنمائی فرماتے رہے، پھر آپ دیوگیر چلے گئے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت مولانا علاء الملۃ والدین زنبیلی

مولانا علاؤ الدین زنبیلی بھی حضرت سلطان المشائخ کی خلافت سے مشرف تھے مولانا علاؤ الدین زنبیلی فصاحت وبلاغت زبان وبیان میں بے عدیل وبے مثل تھے۔ معارف طریقت کے دقائق کی تشریح وضاحت میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا آپ نے عبدالسلام فریدالدین شافعی سے جو اودھ میں مقیم تھے تفسیر کشاف پڑھی۔ مولانا شمس الدین یحییٰ اور بعض دوسرے علمائے عصر آپ کے ہم درس تھے۔

ایک روز حضرت سلطان المشائخ نے بام خانہ پر نماز باجماعت ادا فرمائی، مولانا علاؤ الدین اور ان کے ساتھ بعض دوسرے لوگ بہت دیر میں آئے ان حضرات نے دوسری جماعت کی اور مولانا علاؤ الدین زنبیلی نے امامت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی قرأت کا لحن عجیب وغریب تھا اور اس میں اسقدر نغمگی تھی کہ سلطان المشائخ نے بڑی توجہ سے

آپ کی قرأت کو سنا اور اقبال خادم کو حکم دیا کہ یہ میرا مصلّی لے جاکر مولانا کو دے دو جب مولانا نے سلام پھیرا تو اقبال خادم نے مصلّی پیش کیا۔ آپ نے بڑی عزت و تکریم کے ساتھ اس کو قبول کر لیا۔
مولانا علاؤالدین زنبیلی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں خلافت کا بار نہیں اٹھا سکتا ہوں۔ ہر چند کہ مجھے اس سعادت سے سربلند کیا گیا ہے لیکن میں خود کو اس سعادت کے قابل نہیں پاتا۔ ہمیشہ اسی طرح کا عجز و انکسار فرمایا کرتے تھے (آپ امیر حسن سجزی) کے مرتبہ ملفوظات "فوائد الفواد" کا بہت زیادہ مطالعہ کیا کرتے تھے اور اس کو حصول دولت دارین کا موجب اور سعادت کونین کے وصول کا ذریعہ سمجھتے تھے۔
مولانا نے اپنی زندگی ہی میں اپنی قبر بنوادی تھی اور یہ عمارت حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ کے بیرونی چبوترے پر جو اندرونی دہلیز کے دروازے کے سامنے دوسرے احباب کی قبور سے متصل ہے۔

حضرت مولانا وجیہ الدین یوسف کلاکہری

مولانا وجیہ الدین یوسف کلاکہری حضرت سلطان المشائخ کے ایک صادق و واثق خلیفہ تھے۔ زہد و عبادت میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مولانا برہان الدین کا حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں شرف یاب ہونے کا باعث آپ ہی ہوئے تھے جس طرح خود مولانا وجیہ الدین مولانا عمر کلاکہری کے واسطہ سے خدمت میں باریاب ہوئے تھے۔ سلطان المشائخ سے نسبت اور شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن حضرت کی خانقاہ کی طرف جب روانہ ہونے لگے تو آپ نے اپنے احباب سے فرمایا کہ اس راہ کو قدموں سے نہیں بلکہ سر کے بل طے کرنا چاہیئے ؎

بیت

عاشقی کو ز سر قدم نکند
راہِ معشوق را قدم نزند

ترجمہ:- عاشق جب تک سر کو قدم نہیں بنا لیتا اس وقت تک معشوق و محبوب کے راستہ پر قدم نہیں رکھتا۔
یہی باتیں کر رہے تھے کہ آپ پر ایک عجیب قسم کی کیفیت طاری ہوگئی اور معلق ہو کر اس راستہ کو طے کیا۔ آپ کے اصحاب کا خیال تھا کہ یہاں سے غیاث پور کا فاصلہ کافی ہے لیکن مولانا وجیہ الدین نے تین قلابازیوں میں یہ تمام راستہ طے کر دیا اور خانقاہ پہونچ گئے ؎

شعر

براہِ دوست گر عاشق زند گام
نداند رفتن رہ را سر انجام

ترجمہ:- عاشق جب دوست کے راستہ میں قدم رکھتا ہے تو پھر وہ اس راہ کے سرانجام کو نہیں سوچتا
حضرت سلطان المشائخ نے جسقدر پاکیزہ کلمات آپ کے بارے میں فرمائے ہیں کم ہی کسی کی نسبت ایسا فرمایا ہوگا۔

ولایت چندیری کا حکمران تمر نامی شخص تھا اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر خلیفہ موسیٰ کو چندیری کے لئے نامزد فرما دیا جائے تو ان کی تشریف آوری کی برکت سے میری ملکی مہمات کامیاب ہو جائیں گی اور شورش ختم ہو جائیگی حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس کام کے لئے مولانا یوسف مناسب رہیں گے۔ چنانچہ اقبال خادم نے حضرت کے اشارے کے بموجب خلعتِ خلافت حاضر کی، حضرت نے آپ کو خلعت خلافت پہنائی اور آپ کو تمر کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ حضرت نے سب سے پہلی نصیحت ان کو یہ فرمائی کہ رہنے سہنے کے ہر حال میں میری پوری پوری پیروی کرنا اور ایک لمحہ کے لئے بھی ملاحظہ (مراقبت) سے خالی نہ رہنا۔ ان دو کلمات میں حضرت نے خلوت خانے کے تمام اسرار آپ کو تفویض فرما دیئے۔

جب مولانا والیٔ چندیری کے ساتھ نواح چندیری میں پہونچے تو چند ہی دن میں اس کو فتح حاصل ہو گئی اور اس کی تمام مہمات سر ہو گئیں۔ پھر آپ نے چندیری ہی کو اپنا مسکن اور وطن بنا لیا۔ اس دیار کے لوگ اگر کبھی سلطان المشائخ کی خدمت میں ارادت کے لئے حاضر ہوتے تو آپ اُن سے فرماتے کہ میرے بھائی یوسف وہاں موجود ہیں تم ان ہی سے استفادہ کرو اور ان ہی کے مرید ہو جاؤ۔

حضرت خواجہ ابوبکر شہرہ

حضرت خواجہ ابوبکر شہرہ حضرت سلطان المشائخ کے مخلص احباب اور حضرت ؒ سے خلافت پانے والے اصحاب میں سے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے حضرت گنج شکر کی ارادت سے شرفیاب ہونے کے پہلے سے آپ حضرت سلطان المشائخ کے رفیق و ہم صحبت تھے اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کو قول دیا تھا کہ جب آپ کو حضرت گنج شکر سے ارادت و خلافت حاصل ہو گی تو میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو آپ کا مرید ہوں گا۔ پس جب اس وعدہ کے ایفا ہونے کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ اب بندہ آپ کی ارادت کے شرف سے مشرف ہونا چاہتا ہے۔ مجھے یہ توقع اور امید ہے کہ ارادت کے وقت آپ کو حضرت مرشد سے جو نعمت بھی ملی ہے وہ میرے حصہ میں آئے گی (مجھے عطا ہو گی)، حضرت سلطان المشائخ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی اور ان کو بیعت کر لیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ جو شخص سب سے پہلے مجھ سے بیعت ہوا وہ ایک مردِ صالح ہے۔

حضرت قاضی القضاۃ قاضی محی الدین کاشانی

قاضی محی الدین کاشانی جو حضرت کے مخلصین اور آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ علوم غریبہ اور خصائل عجیبہ سے آراستہ تھے۔ آپ کے جدِ محترم قاضی قطب الدین کاشانی شہر کاشان کے استاد تھے ان تمام فضائل وشمائل کے باوجود جب آپ حضرت کے شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے تو اس ارادت کے حصول کو ایک بہت ہی عظیم اور خوشگوار دولت سمجھا ؎

شعر

شریف و قدوہ اصحاب علم بود برد
نگار صدق وارادت بدست او بستند

ترجمہ :- چونکہ وہ ایک شریف انسان اور پیشوائے اصحاب علم تھے لہٰذا شوق ارادت کے نقش ونگار ان کے ہاتھوں پر بنائے گئے یا صدق وارادت کا معشوق ان کے ہاتھ آ گیا۔

جب حضرت قاضی محی الدین سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تو شب و روز حضرت ہی کی خدمت میں بسر کرتے تھے۔ برخلاف دوسرے حضرات کے کہ ان کو یہ دولت حاصل نہیں تھی۔ اسی بنا پر جبقدر حقائق اور دقائق معرفت و طریقت آپ حضرت سلطان المشائخ سے دریافت کیا کرتے تھے دوسروں کو اس قدر موقع میسر نہیں آتا تھا۔ جب آپ ارادت وخلافت سے مشرف ہوئے تو اپنی جاگیر کے اسناد اور مزارع کے فرامین حضرت سلطان المشائخ کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور فقر و مجاہدہ کی راہ کو اختیار کر لیا۔ آپ کے خلافت نامہ میں حضرت سلطان المشائخ نے خاص اپنے قلم سے یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے :-

ترجمہ خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

" تم کو تارک دنیا رہنا چاہیئے۔ دنیا اور ارباب جاہ کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے۔ گاؤں، علاقہ، روزینہ اور وظیفہ قبول نہ کرنا، بادشاہوں کا انعام قبول نہ کرنا، اگر کوئی مسافر تمہارے پاس آئے اور اس وقت تمہارے پاس (اس کے لئے کچھ نہ ہو) تو اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھنا اور اس کے لئے کسی قسم کی تکلیف نہ کرنا (کہ کہیں سے کچھ حاصل کر لو) ورنہ تم ایک بڑے جال میں پھنس جاؤ گے۔ اس دام میں نہ پھنس جانا، اگر تم نے یہ جو کچھ میں نے تم کو حکم دیا کرو گے اور میں تمہاری ذات سے گمان رکھتا ہوں کہ تم ویسا ہی کرو گے تو تم میرے خلیفہ ہو اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر نگہبان اور نگران ہے۔" آپ کی رحلت سلطان المشائخ کے حضور میں ہوئی۔

حضرت مولانا وجیہہ الدین

حضرت مولانا وجیہہ الدین پایلی حضرت کے خلفائے کاملین میں سے تھے اور زہد و تقویٰ میں سب سے سبقت رکھتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ ایک بار جب مولانا وجیہہ الدین حضرت گنج شکر کے مقبرہ منورہ کی زیارت کے لئے اجودھن تشریف لے گئے اور زیارت کی تو آپ کی مرقدِ مبارک سے آواز آئی کہ "اے پایل کے ابو حنیفہ! آؤ" اس آواز کو تمام لوگوں نے سنا۔

ایک دن حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ میں بہت زیادہ اژدہام تھا۔ بڑی کثرت سے لوگ موجود تھے۔ اس اژدہام میں مولانا وجیہہ الدین کے پاپوش گم ہو گئے جب حضرت سلطان المشائخ نے سنا کہ مولانا کے پاپوش گم ہو گئے ہیں تو آپ نے اپنے پاپوش آپ کو بھیج دیئے۔ مولانا نے حضرت سلطان المشائخ کے کفش کو اپنے عمامہ کے بیچ میں رکھ لیا اور عجیب ذوق وشوق کی حالت میں گھر کو روانہ ہوئے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ جوتیاں تو آپ کو پہننے کے لئے دی گئی ہیں، آپ ان کو پہنتے کیوں نہیں ؟ آپ نے ان کو جواب دیا کہ یہ تو میرا تاج ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

شعر

بر سرِ خود برگرفت این خاکِ راہ
تاجِ دولت راکہ دادہ بادشاہ

ترجمہ:۔ بادشاہ نے جو تاج دولت مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس خاکسار (خاک راہ) نے اپنے سر پر رکھ لیا ہے
جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کو حوضِ شمسی کے کنارے دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا فخر الملۃ والدین حضرت مولانا فخرالدین بہت ہی پرہیزگار اور عبادت گزار فرد تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے خلافت حاصل ہوئی۔ آپ حافظ کلام ربانی تھے اور آپ کی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ کرامت سے بہت اعراض کرتے تھے۔ ایک روز حضرت مولانا صاحب کو بہت زیادہ پیاس محسوس ہوئی اور اس وقت کوئی شخص موجود نہیں تھا کہ اُس سے پانی مانگیں۔ غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا ایک کٹورا تھا۔ جب آپ نے وہ کٹورا دیکھا تو ہاتھ مار کر اس کٹورے کو توڑ دیا اور فرمایا کہ "میں کرامت کا پانی نہیں چاہتا۔" جب سلطان المشائخ نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا "کرامت کو رد نہیں کرنا چاہیئے۔" جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کو سلطان المشائخ کی درگاہ کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا فصیح الدین حضرت مولانا فصیح الدین ارباب فصاحت کے پیشوا اور اصحاب بلاغت میں منتخب تھے آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، چونکہ آپ انواع علوم و فضائل سے آراستہ اور زہد و تقویٰ کے لباس سے پیراستہ تھے اس بناء پر ارادت، خلافت کے مرتبہ میں دوسرے اصحاب پر سبقت رکھتے تھے۔

جب قاضی محی الدین کاشانی اور جناب مولانا فصیح الدین حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت سلطان المشائخ نے جناب قاضی محی الدین کو جلد ہی مرید کر لیا اور مولانا فصیح الدین سے فرمایا کہ میں حضرت شیخ کبیر (حضرت گنج شکر) کی روحانیت سے اجازت طلب کروں گا۔ جیسا کہ فرمان ہوگا اس کو بجا لاؤں گا۔ چنانچہ ایک مدت کے بعد جناب مولانا کو حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا۔ واضح رہے کہ جب مشائخ ہند کے باب میں حضرت کبیر استعمال کیا جائے تو اس سے مراد حضرت گنج شکر ہوتے ہیں اور حضرت شیخ اکبر سے مراد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی ذات ہوتی ہے۔ مولانا فصیح الدین نے بھی حضرت سلطان المشائخ کی حیات ہی میں وفات پائی۔

حضرت امیر خسرو دہلوی ملک فضائل کے بادشاہ اور کمالات کی سلطنت کے سلطان حضرت امیر خسرو ترک اللہ حضرت سلطان المشائخ کے مخصوص خلفاء اور ندیموں میں سے تھے۔
حضرت سلطان المشائخ جس قدر ظاہری اور باطنی التفات آپ سے رکھتے تھے۔ بہت کم کسی کو یہ شرف حاصل تھا۔ آپ کے حالات ابتداء سے آخر تک "لطیفہ شعراء" میں بیان کیئے جائیں گے (انشاء اللہ تعالیٰ)

قطعہ

در پیش شعر خسرو شکر اگر زند دم — گویند راست طبعان شیرین زبان ندارد
در گفتن معارف اصحاب معرفت را — چون این جہان معنی دیگر زبان ندارد
ہر در کہ ریخت یزدان در معدنِ نظامی — جز جان ترکِ دلہا دیگر مکان ندارد

ترجمہ :- اگر خسرو کے شعر کے سامنے شکر مقابلہ کا دعویٰ کرے تو انصاف پسند یہی کہیں گے کہ شکر شعر کے مقابلے میں شیریں زبان نہیں ہے۔ اصحاب معرفت کے معارف بیان کرنے میں سوائے اس ذات کے جو جہان معنی ہے، زمانہ اور کوئی ہستی نہیں رکھتا ہے۔ یعنی خسرو کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نظامی گنجوی کی کان میں جو جواہر پیدا کیئے ہیں اس کے رکھنے کے لئے سوائے ترکِ دل کے جان کے پاس کوئی اور جگہ نہیں ہے

حضرت امیر حسن خیالات غریب اور نکات عجیب کے انتزاع کرنے والے حضرت امیر حسن بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے حسن معنوی کو آبدار اشعار کی صورت میں اور سیرت کی نازک و لطیف الفاظ میں تصویر کشی کی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ جس لطف و احسان کا اظہار ان دو حضرات (امیر خسرو اور امیر حسن) کے سلسلہ میں بیان فرمایا کرتے تھے، ایسا کسی دوسرے کے بارے میں ظہور میں نہیں آیا حضرت امیر حسن اور امیر خسرو ظاہری و باطنی اسرار سے مخصوص تھے۔

قطعہ

حافظ گوہر نظامی را — جز حسن نیست کس بحسن مقال
ہمہ الفاظش از زبانِ فصیح — تازگی دارد وخیال وکمال

ترجمہ :- سوائے امیر حسن کے حسن مقال کے ساتھ نظامی گنجوی کے جواہر کا اور کوئی حفاظت کرنے والا نہیں ہے۔ ان کی زبان فصیح ہے۔ جس قدر الفاظ ادا ہوتے ہیں ان میں تازگی بھی ہوتی ہے اور کمالاتِ خیال کے منظہر بھی ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا بہاء الملۃ والدین ادہمی اودھی آپ حضرت سلطان المشائخ کے کامل خلفاء اور ندیموں میں سے تھے۔ کبھی کبھی لوگ آپ کو دارالامانی بھی کہا کرتے تھے۔ زیورِ علم سے آراستہ اور خلعتِ معانی سے پیراستہ تھے۔ ان کی تجرید کا یہ عالم تھا کہ دوسرے اصحاب اس سے محروم تھے۔

آپ اپنے وطن مالوف (ملتان) کو ترک کر کے حضرت سلطان المشائخ کی ارادت میں داخل ہوئے اور ظاہری و باطنی کمال کے حصول میں اس درجہ کوشش و سعی کرتے تھے کہ ہر روز دریا (دریائے جمنا) عبور کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس طرح ہر لحظہ و ہر نفس ان کو دریائے ماسوٰی سے عبور میسر آتا تھا (دریائے جمنا عبور کر کے حضرت کی خدمت میں پہونچتے اور فیضیاب ہوتے)

حضرت شیخ مبارک گوپاموی آپ اپنے پیر (سلطان المشائخ) کی محبت سے سرشار اور مرشد کی دوستی میں بے نظیر تھے۔

آپ کو امیر داد بھی کہا جاتا تھا۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے محبت نامے اور محبت و خلوص پر مشتمل مراسلے جسقدر آپ کو تحریر فرمائے ہیں وہ بہت کم کسی دوسرے کو لکھے گئے ہوں گے۔

حضرت سلطان المشائخ کے بعض مریدین و معتقدین جیسے شیخ نصیر الدین محمود، مولانا علاؤ الدین وغیرہ جب سلطان المشائخ سے شرف نیاز حاصل کر کے اپنے اپنے وطن کو مراجعت فرما ہوتے تو حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "راستہ میں میرے بھائی شیخ مبارک گوپاموی سے ملتے ہوئے جانا" حضرت سلطان المشائخ آپ کے حقوق کی ادائیگی کا اسقدر اہتمام کرتے تھے کہ دوسرے کسی شخص کے لیئے یہ اہتمام نہیں ہوتا تھا۔

حضرت خواجہ موید الدین کرہ آپ کا ظاہر علوم سے آراستہ اور باطن فضائل و کمالات سے پیراستہ تھا۔ حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے مخلصین میں سے تھے۔ ابتدائے حال میں بڑے صاحب شان و شوکت اور متمول فرد تھے۔ جب حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تو مالی مشاغل سے دست کش ہو گئے اور شان و شوکت کو ترک کر دیا اور مجاہدہ، ریاضت اور راہِ سلوک کو اختیار کر لیا۔ جب سلطان علاؤ الدین خلجی سریر آرائے سلطنت ہوا اور اورنگ حکومت پر جلوس فرمایا تو ان کو اپنے حضور میں طلب کیا تاکہ ان کو کسی منصب پر فائز کر دے۔ امراء شاہی نے عرض کیا کہ وہ نواب ارباب تصوف کے ارادت مند ہو گئے ہیں اور صوفیوں کی سیرت اختیار کر لی ہے اور انہوں نے سلطان المشائخ کی خدمت کا شرف حاصل کر لیا ہے۔

حضرت شیخ قطب الملۃ والدین آپ علم و عمل میں یگانۂ روزگار تھے اور حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کاملین اور ندمائے خاص سے تھے۔ آپ کے آبا و اجداد بھی گوشہ نشین حضرات تھے، انہوں نے تمام عمر گوشہ نشینی میں گزاری تھی۔ انہوں نے اموالِ دنیا اور اصحاب جاہ و ثروت سے تعلق نہیں رکھا۔ اس درجہ قانع تھے کہ افاضلِ روزگار نے ان کے بارے میں کہا ہے ؎

شعر

شیرِ نر بوسد بہمت مرد قانع را قدم

مادہ سگ خاید بدندان پای مردی ہر دری

ترجمہ:۔ جو شیر نر ہے ہمت سے مرد قانع کے قدم چومتا ہے اور کُتیا تو ہر بیگانہ شخص کو کاٹتی ہے

آپ صرف نمازِ پنجگانہ اور نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لئے خلوت سے باہر قدم نکالتے تھے اس کے علاوہ نہیں، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ہانسی کے مشائخ کے آپ پیشوا تھے۔ سلطان المشائخ سے ان کو اسقدر محبت تھی کہ جب کوئی آپ کے سامنے حضرت سلطان المشائخ کا نام لیتا تو آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی تھیں ؎

شعر

بیاد قامتِ آن نازنین سرشک دوچشم
بہر زمین کہ ببارد درختِ ناز برآید

ترجمہ:۔ اس نازنین کی قامت کی یاد میں میری آنکھوں سے اس طرح آنسو گرتے ہیں کہ اگر وہ کسی زمین پر گریں تو اس زمین سے درختِ ناز اُگ آئے۔

سلطان المشائخ سے نہایت درجہ محبت اور آپ کی ذات گرامی سے ان کو اس درجہ شغف تھا کہ وہ دہلی چھوڑ کر حضرت کبیر (گنج شکر) کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے کبھی نہیں گئے۔

حضرت شیخ قطب الدین متور

حضرت قطب الدین منور اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود حضرت سلطان المشائخ کے قدیم ترین خلفاء اور ظریف ندیموں میں سے تھے۔ یہ دونوں اکابر ایک ہی روز حضرت کی خلافت سے مشرف ہوئے۔ جب خرقۂ خلافت شیخ قطب الدین کو آپ نے پہنا دیا تو ارشاد فرمایا کہ اب شیخ نصیر الدین محمود کو بلاؤ ان کو بھی خرقۂ خلافت پہنایا جائے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان کو خرقۂ خلافت حضرت نے پہنایا تمام اصحاب نے مبارکباد پیش کی۔

حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو اور عطائے خرقہ میں جو تقدیم وتاخیر ہوئی ہے اس سے آزردہ خاطر نہ ہونا کہ تم دونوں کا مرتبہ میری نظر میں یکساں ہے اور پھر یہ مصرعہ ارشاد فرمایا

مصرعہ

خضر ہمان ست مسیحا ہمان

ترجمہ:۔ وہی خضر ہے وہی مسیحا۔

ایک دن حضرت سلطان المشائخ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان حضرات کی تعریف وتوصیف کسی نے کی تو فرمایا کہ یہ دونوں عزیز میرے مرغ حال کے دو باز ہیں کہ ان ہی کے چنگال میں سب پرواز کرتے ہیں۔

اتفاق سے ایک روز حضرت شیخ قطب الدین نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود سے کہا کہ حضرت سلطان المشائخ نے جو اسرار تم پر منکشف کئے ہیں مجھے بھی اُن سے آگاہ کرو۔ انہوں نے کہا کہ انصاف شرط ہے کہ جو اسرار سلطان المشائخ نے تم پر ظاہر کئے ہیں اُن سے تم مجھے آگاہ کرو۔ پھر دونوں حضرات نے کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پھر ان حضرات نے خود ہی یہ شعر پڑھا ۔

بیت

عشقی کہ ز تو دارم ای شمع چگل
دل داند ومن دانم ومن دانم و دل

ترجمہ:۔ اے چین وچگل کے حسین میرے دل میں تیری جو محبت ہے اسکو بس دل جانتا ہے اور میں جانتا ہوں

پھریا میں جانتا ہوں اور یہ دل جانتا ہے اور کوئی واقف نہیں ہے

جب حضرت سلطان المشائخ نے یہ بات سنی تو بڑی تعریف کی جب آپ نے شیخ قطب الدین کو رخصت کیا تو فرمایا کہ کتاب عوارف المعارف تو تمہارے جد شیخ جمال الدین ہانسوی نے حضرت شیخ کبیر سے خلافت حاصل کرتے وقت حاصل کی تھی۔ میں نے بھی حضرت شیخ کبیر (گنج شکر) سے خلافت پائی اور حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی نے میری تربیت فرمائی اور مجھ پر انعام واکرام فرماتے تھے۔ جب میں اُن سے رخصت ہونے لگا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کتاب جو حواشی وفوائد سے آراستہ ہے میں تم کو دیتا ہوں لیکن ایک شرط کے ساتھ اور وہ یہ کہ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند تمہارے پاس آئے گا اس کو تم اس نعمت اور دولت کے دینے میں دریغ نہیں کروگے جو میں نے تم کو عطا کی ہے۔ پس اس وعدے کے بموجب جو تمہارے جدِ محترم سے ہوا تمہاری کتاب اب میں تم کو دیتا ہوں اور ان سے حاصل کی ہوئی نوازش اور تربیت میں تم کو سونپتا ہوں۔ ہرگز ہرگز تم اس بات کو سرسری اور معمولی بات نہ سمجھنا کہ میں ایک عظیم نعمت تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند سلطان المشائخ کے تمام خلفاء مسند شیوخت اور ارشاد پر متمکن ہوتے ہوئے شریعت واحکام دین کے اطاعت گزار تھے (شریعت مطہرہ کے پورے پورے پابند تھے) لیکن حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو حق تعالیٰ نے جو بزرگی وولایت عطا فرمائی تھی اس مرتبہ اور درجہ پر حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے کوئی نہیں پہونچا۔ اس قدر آثارِ ولایت وکرامت اور انوارِ ہدایت آپ سے ظہور میں آئے کہ کسی اور سے ظاہر نہیں ہوئے، بلکہ پورے ہندوستان میں کوئی بھی صاحب ولایت آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں یہ سخن بہت مشہور ومعروف ہے ؎

قطعہ

غلام بخت بلندش ایاز مقصود است   کسی کہ ہمت او چون نصیر محمود است
شب حصول وصول خدا بمعراجش   کمینہ منزل وادنیٰ مقام محمود است

ترجمہ: حضرت نصیر الدین محمود کا مقام یہ ہے کہ بلند بخت ایاز اس کا غلام ہے کس کی ہمت ہے جو اس مقام تک پہنچے اگر کسی کو خدا کی معراج بھی حاصل ہوجائے تو بھی وہ منزل اور مقام محمود کے مقابلے میں ادنیٰ ہے۔

حضرت قدوۃ الانام مولانا فخر الدین زرّادی

قدوۃ الانام، شیخ الاسلام مولانا فخر الدین زرّادی جو زمانے کے نامدار علماء اور فقیہانِ روزگار میں منتخب تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے اہم ندیموں اور کاملین خلفاء میں سے تھے۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے تمام خلفائے کبار اور صاحبانِ اسرار میں سب سے زیادہ علوم غریبہ اور مسائل عجیبہ کے زیور ولباس سے آراستہ تھے۔ حضرت کا التفات ظاہری وباطنی حضرت مولانا کی نسبت اسقدر تھا کہ دوسرے احباب آپ پر رشک کرتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک دانشور جو مالکی مسلک تھا، بغداد سے حاضر خدمت ہوا۔ یہ دانشور

اپنے عہد میں منفرد تھا اور زمانہ کے بہترین صاحبانِ بلاغت میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس دانشور نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان میں ایک دروازہ ظاہر ہوا اور ایک فرشتہ ہاتھ پر طباق لئے ہوئے جس پر سبز کپڑا پڑا تھا زمین پر آیا۔ میں نے اس فرشتہ سے پوچھا تم کون ہو اور یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں فرشتہ ہوں اور اس طبق میں علم لدنی میں سے کچھ علوم ہیں اور اس پر جو کپڑا پڑا ہے وہ شریعت ہے میں اس کو ڈھک کر لئے جا رہا ہوں تاکہ ان علوم لدنی کو مولانا فخر الدین زرادی کے سینۂ بے کینہ میں پہنچا دوں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے مولانا زرادی کا پتہ چلایا۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرت کی خدمت میں ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ہاں وہ بزرگوار ابھی یہاں موجود تھے شاید اس وقت وہ خانقاہ کے گوشہ میں ہوں گے۔ جب ان کو تلاش کیا گیا تو واقعی وہ اسی جگہ (گوشۂ خانقاہ میں) موجود تھے چنانچہ وہ دانشور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان سے ملا اور مولانا نے بھی ان کے ساتھ تکرمت و تعظیم کا اظہار کیا اور ان کو فقر کی ایک کتاب نذر کی۔

حضرت شیخ تاج الملّۃ والدّین اصحاب ملاحت میں منتخب اور ارباب صباحت میں صاحب مقام بلند حضرت شیخ تاج الدین جو تقویٰ اور پاکیزگی کے لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ آپ کے خلفائے کبار اور مخصوص حضرات میں سے تھے۔

ابتدائے حال میں یہ بڑی شان و شوکت کے مالک تھے لیکن جب آخر میں شرفِ ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے تو فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کی اور سخت مجاہدہ کرنے لگے اور اسطرح بادیۂ توحید اور وادیٔ تفرید کو طے کیا۔

بیت

مملکت عشق شد از کرم الٰہیم
پشت من و پلاس غم اینست قبائی شاہیم

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عشق کی مملکت میری ملک بن گئی ہے اب اگر میری پیٹھ پر غم کا ٹاٹ ہے تو اب یہ میرے لئے قبائی شاہی ہے۔

آپ صورت و سیرت میں حضرت سلطان المشائخ کی صورت جانِ جہان آرا سے مشابہ تھے اور حضرت سلطان المشائخ جانِ جہان آرا جیسے خصائل رکھتے تھے اس مشابہت کی سعادت کی بدولت حضرت سلطان المشائخ کے مریدین آپ کے دیدار سے بہت شغف رکھتے تھے اور احباب آپ کے ایثار کی طرف زیادہ مائل تھے ؎

بیت

ازان بپای سہی سرو اوفتم چون گل
کہ اندکی بشمایل نگار من ماند

ترجمہ:۔ میں اس سرو سہی کے پاؤں پر پھول کی طرح اس وجہ سے پڑا ہوا ہوں کہ اس میں میرے محبوب

کے کچھ شمائل (خوبیاں) موجود ہیں۔

صوفیہ کرام کے مجمع میں اور اس طائفہ علیہ کی محفل میں سماع کا کیف ان پر سب سے زیادہ غالب تھا مزامیر کی تھوڑی سی آواز ان کو قوالوں کی طرف کھینچ کر لے جاتی اور اس وقت اگر یہ نقدِ جان بھی اُن پر نثار کر دیتے تو تھوڑا تھا خلعت واموال کا دے دینا تو معمولی سی بات تھی۔

دیوگیر کے سفر میں منزل کستون سے واپسی پر آپ چند روز بیمار رہے۔جب نزع کا عالم ہوا تو ہنسنے لگے۔حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے :۔

مثنوی

عاشقی را یکی فسردہ بدید کو ہمی مرد خوش ہمی خندید

گفت پیرا بوقت جان دادن چیست خندیدن وخوش افتادن

گفت خوبان چو پردہ برگیرند عاشقان پیش شان چنین میرند

ترجمہ :۔ ایک افسردہ خاطر شخص نے ایک عاشق کو دیکھا کہ مر رہا ہے اور ہنس رہا ہے۔اس شخص نے اس سے کہا کہ اے پیر! اس وقت خوش ہونے اور ہنسنے کا کیا موقع ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب معشوق عاشق سے پردہ ہٹاتا ہے تو اس وقت عاشق اس کے سامنے اسی طرح ہنستے ہوئے جان قربان کر دیتے ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء الدین برنی اصحابِ ظرافت میں منتخب اور اربابِ لطافت میں برگزیدہ اور انجمن کے فصحاء میں سب سے اعلیٰ اور برتر مولانا ضیاء الدین جو زیورِ فضائل سے آراستہ اور شمائل نامتناہی کے اعلیٰ لباس سے پیراستہ حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار میں سے تھے اور آپ کی مجلس کے قدیم اصحاب ظرافت سے آپ کا تعلق تھا۔جس مجلس اور محفل میں آپ موجود ہوتے تھے فضلائے روزگار کے کان ان کی طرف لگے ہوئے ہوتے تھے اور جس محفل میں آپ تشریف فرما ہوتے فصیحانِ روزگار کے ہوش ان کی طرف متوجہ ہوتے۔

کم سنی ہی سے آپ نے مہبط انوار آستانے کی مجاورت اختیار کر لی تھی (آستانۂ شیخ المشائخ پر حاضر ہوتے تھے) اور اس منزلِ اسرار کی حاضری کو اپنے لئے لازم کر لیا تھا اور غیاث پور کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔چونکہ آپ کی طبیعت سلاطین کی محفل کو آراستہ کرنے والی تھی اور آپ امرائے زمانہ کی محفل کو رونق بخشنے والے تھے، جوانی ہی میں سلطان محمد انار اللہ برہانہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔سلطان محمد سے منسلک ہو کر انہوں نے خوب ترقی کی اور دولت وعزت حاصل کی۔سلطان فیروز شاہ کے عہدِ سلطنت میں چونکہ ان کی عمر ستر سال کی ہو گئی تھی لہٰذا یہ شاہی خدمات سے وظیفہ لیکر مستعفی ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی اور صوفیانہ رنگ میں آ گئے اور کتب کی تصنیف وتالیف میں منہمک ہو گئے۔آپ کی تصانیف اور رسائل میں ثنائے محمدی، صلوٰۃ کبیرہ، حرمت نامہ، عنایت نامہ، الٰہی نامہ، مآثر سادات اور تاریخ فیروز شاہی قابل ذکر ہیں۔

تاریخ فیروز شاہی کو تاریخ ہائے سلاطین میں خاتم کتب کہنا چاہیئے۔یہ تاریخ تمام سلاطین کے آثار واحوال کی

جامع ہے ان تمام کتب ورسائل کو آپ نے بڑی خوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔
سلطان المشائخ کی صحبت کے اثر سے مشربِ صوفیہ میں انتہا کو اور فقر دفاقہ کے مذہب کے کمال پر پہونچ گئے آپ نے سفرِ آخرت کو بڑی پامردی سے طے کیا۔ آپ کی تنگ دستی کا یہ عالم تھا کہ کفن بھی آپ کو فقیرانہ نصیب ہوا اور سلطان المشائخ کے خطیرہ کے قریب اپنی والدہ کے قبر کے پائیں دفن کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ مؤیدالدین انصاری

قبلۂ اربابِ تصوف وکعبۂ اصحابِ معرفت، مظہرِ انوار دینداری خواجہ مؤیدالدین انصاری کا دل جب انقلاب زمانہ کے باعث کاروبار کی منفعت سے اُچاٹ ہو گیا تب حضرت سلطان المشائخ کی خلافت سے سرفراز ہوئے جس وقت سے آپ شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے پھر کبھی ایک آن کے لئے بھی اربابِ شان وشوکت اور اصحاب دولت کی طرف آپ نے توجہ نہیں کی۔
آپ کو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور احفاد سے اس قدر لگاؤ تھا اور ان کی فرمانبرداری کا ایسا جذبہ آپ میں تھا جو بہت کم کسی میں ہوگا اور اس وسیلہ سے بارگاہِ خداوندی سے مغفرت کے امیدوار تھے۔ سماع کے شوق اور سوزِ عشق سے سوختگی کا یہ عالم تھا کہ لوگ اس امر میں آپ کی طرف اشارہ کیا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ سے جو خلوص اور تعلق خاطر آپ کو تھا بہت کم کسی کو ہوگا۔
حضرت خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ جب میری زوجہ سلطان المشائخ کے شرفِ ارادت سے مشرف ہوئیں تو انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے میں بہت ہی شکستہ خاطر رہتی ہوں۔ آپ نے اقبال خادم کو حکم دیا کہ روٹی (ٹکیہ) اور خربوزے لائے۔ جب یہ چیزیں حاضر کی گئیں تو حضرت نے ان کو مرحمت فرمائیں۔ کچھ ہی مدت کے بعد فرزند پیدا ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ کے حضور میں اس کو پیش کیا گیا۔ آپ نے محمد نورالدین انصاری نام تجویز فرمایا۔

حضرت خواجہ شمس الدین

جامع فنونِ خاص اور شان ہائے خلوص کے صاحب شمس الدین، خواہرزادہ امیر حسن شاعر بھی حضرت سلطان المشائخ کے مخلصین میں سے تھے اور شروع سے ہی حضرت سلطان المشائخ سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے، نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔ جب تک یہ سلطان المشائخ کے جمال جہاں آرا کو نہیں دیکھ لیتے تھے اس وقت تک تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

شعر

در اثنائے نماز ای جان نظر بر قامتت دارم
مگر از قامتِ خوبت قبول افتد نماز من

ترجمہ:۔ اے جانِ من نماز کے درمیان میں اپنی نگاہ تیری قامت پر رکھتا ہوں مگر تیری ہی اس خوبیٔ قامت سے میری نماز قبول ہوتی ہے۔
جب یہ بیمار ہوئے تو علاج کے لئے طبیب کو بلایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ میری بیماری کسی خلط کے فساد کے

سبب سے نہیں ہے بلکہ یہ بیماری بے اختلاط کی ہے (مجھے مُرشد کا قُرب اور ان سے اختلاط حاصل نہیں ہے)

قطعہ

ماجرائے دل دیوانہ بگفتم بہ طبیب   کہ ہرشب درچشم است بفکرت بازم
گفت ازین نوع حکایت کہ تو گفتی سعدی   دردِعشق است ندانم کہ چہ درمان سازم

ترجمہ:۔ میں نے اپنے دل دیوانہ کا ماجرا طبیب سے بیان کیا کہ مجھے مرض یہ لاحق ہے کہ تمام رات میری آنکھیں اس دوست کے فکر و خیال میں کھلی رہتی ہیں تو طبیب نے کہا کہ تو نے اے سعدی جو حکایت بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تجھے دردِ عشق ہے اور اس کا علاج میں نہیں جانتا۔

حضرت سلطان المشائخ کو جب آپ کی بیماری کی اطلاع ہوئی تو اس مریضِ محبت کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے ابھی آپ اُن کے مکان تک نہیں پہونچے تھے کہ آپ کے پاس خبر آئی کہ بیمار کاروان سرائے وصالِ محبوب کی طرف روانہ ہو گیا اور انتقال کے وقت یہ شعر زبان پر تھا ؎

شعر

پیش ازان دم کہ نگارم بعیادت بسرآید
جان بدیدارِ نگاراز سرحسرت بدرآید

ترجمہ:۔ اس وقت سے پہلے کہ وہ محبوب عیادت کے لئے میرے بالین پر آئے اس کے دیدار کے لئے جان حسرت کے ساتھ نکل جاتی ہے۔

مولانا نظام الدین زائر الحرمین اور سائر الخافقین مولانا نظام الدین حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار سے ہیں آپ کا وطن مالوف شیراز تھا۔ لباسِ تقوٰی سے آراستہ اور زیورِ زہد و تقوٰی سے پیراستہ تھے۔ انواعِ علوم غریبہ واصناف معلوم عجیبہ پر عبور رکھتے تھے۔ آپ اہل تصوّف کی سیرت اور ارباب صدق وصفا کی طینت سے بہرہ ور تھے۔ نعمتِ سماع سے بھرپور حصّہ پایا تھا اور اس کا بڑا ذوق و شوق تھا۔

خواجہ سالار سنین قدوۃ اربابِ عشق و منتخب اصحابِ صدق خواجہ سالار سنین جو شرفِ زہد و ورع سے مشرف اور وصف عبادت و تقوٰی سے متصف تھے، حضرت سلطان المشائخ کے کامل واکمل خلفا اور ندماء میں سے تھے۔ جب آپ حضرت کی ارادت و خلافت سے سربلند ہوئے تو ابتدائے حال ہی سے خلوت نشینی اختیار کر لی تھی۔

حضرت سلطان المشائخ کی صحبت نے ان پر اسقدر اثر کیا کہ جس وقت بھی وہ حضرت کا جمال جہان آرا دیکھتے اور حضرت کے علوِّ مرتبت کا ان کو خیال آتا تو ان پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی ان کی حالت سماع دوسرے احباب و اصحاب کے مقابلہ میں زیادہ اثر آفرین تھی۔

ایک دن ارباب ذوق و شوق اور صوفیہ کرام کا مجمع تھا اور قوالوں نے سماع شروع کر رکھا تھا حضرت مولانا پر

اس شعر نے ایک خاص اثر کیا ۔

شعر

از سر زلف عروسان چمن دست بدارد
بسر زلفش اگر دست رسد بادِ صبا را

ترجمہ :۔ اگر اس محبوب کی زلفوں تک بادِ صبا کا ہاتھ پہونچ جائے تو پھر وہ عروسانِ چمن سے تعلق ختم کر دے۔
اخیر عمر میں آپ کو ایک مرض لاحق ہوگیا تھا اور اسی مرض میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت مولانا فخر الملۃ والدین جیسرتی مولانا فخر الدین جیرتی حضرت سلطان المشائخ کے اصحابِ خلافت میں منتخب تھے اور اوصافِ حمیدہ اور خصائلِ پسندیدہ سے آراستہ اور اہل علم کی خصوصیات سے پیراستہ تھے۔ آپ پر مشربِ عشق کا غلبہ تھا۔ حافظ قرآن تھے اور ایسی عمدہ قرأت سے قرآن پاک پڑھتے تھے کہ اسکو سنتے ہی آپ کے احباب و اصحاب رونے لگتے تھے۔

حضرت مولانا شیخ شہاب الدین کنتوری حضرت مولانا شیخ شہاب الدین کنتوری زیارتِ بکر معظمہ کے شرف سے مشرف تھے۔ آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ لطافتِ طبع و عاطفت و مہربانی میں تمام اصحاب سے ممتاز تھے۔

حضرت سید محمد کرمانی اولادِ رسول میں منتخب اور احفاد حضرت بتولؓ میں برگزیدہ خاندانِ مرتضوی و مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرزند یعنی سید محمد، حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار اور وزرائے نامدار میں سے تھے۔ آپ کی ذات مظہر اسرار الٰہی و مصدر انوار نامتناہی تھی۔ آپ کے والد اور آپ کے دادا بھی اس خاندانِ شریف اور خانوادۂ لطیف سے ارادت و خلافت یافتہ تھے۔

جب سید محمد نے بحکم الٰہی اس دنیا میں قدم رکھا تو آپ کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ کے جدِ محترم سید محمد کرمانی اور آپ کے گرامی قدر نانا بھی خدمت والا میں موجود تھے۔ ان حضرات نے ان کا نام تجویز کرنے کی ہر ایک سے درخواست کی لیکن از راہِ انکسار کسی نے نام تجویز نہیں کیا۔ جب ان حضرات نے حضرت سلطان المشائخ سے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ میرا نام بھی محمد ہے اور اس بچے کے دادا کا نام بھی محمد ہے۔ پس مولانا مناسب یہ ہے کہ ان کا نام بھی محمد رکھا جائے۔ یہ سنکر حاضرین میں سے ہر شخص نے مبارکباد پیش کی اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔ ان تمام دعاؤں کی قبولیت بہت جلد ظاہر ہوگئی۔

جب سید محمد بالغ ہوئے تو ان کے والد حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں ان کو لے کر حاضر ہوئے اور آپ کا مرید کرایا۔ جب آپ جوان ہوئے تو زمانے کے کاروبار میں لگ گئے باینہمہ آپ کو اس زمانے میں جاہ و جلال کے اعلیٰ مراتب کے حصول سے اعراض تھا بلکہ مجاہدہ اور مشاہدہ کے راستہ پر لگ گئے اور حضرت سلطان المشائخ کی حضوری کا شرف حاصل کیا یہاں تک کہ آپ کو حضرت کے اصحابِ کبار و اصحابِ نامدار میں شمار کیا جانے لگا۔ آپ نے

اس سلسلہ میں ایک عظیم خدمت انجام دی اور وہ یہ کہ حضرت سلطان المشائخ کے الفاظ متبرکہ اور اقوال مقدسہ کو جمع کیا (جو آج بھی سیر الاولیاء کے نام سے موجود ہے) اگرچہ جمع ملفوظات کی خدمت دوسرے اکابر واماثر (مثلاً امیر حسن اور امیر خسرو) نے بھی انجام دی لیکن حضرت سلطان المشائخ کے ارشادات گرامی اور ملفوظات سامی کو ان سے بہتر طریقے پر اور کوئی جمع نہیں کر سکا۔ ان کے جمع کردہ ملفوظات تمام طائفوں میں مقبول ہیں اور تمام طبقوں میں ان کو بہت اہم اور گراں مایہ سمجھا جاتا ہے۔

ان ملفوظات کے ذریعہ بادیۂ ضلالت کے بہت سے گم گشتگان ہدایت یاب ہو گئے اور منزل حقیقت کا راستہ پانے والے بہت سے لوگوں نے راستہ پا لیا! وہی گم کردہ راہ اصحاب عرفان کا مقصد بن گئے اور ارباب وجدان کا مطلوب قرار پائے۔ یہی ہدایت یافتہ حضرات، حضور کی رونمائی کرنے والا آئینہ اور معبود حقیقی کی معرفت کا راز طشت از بام کرنے والا جام بن گئے۔

حضرت جمشید قلندر خورشید فلک منظر حضرت جمشید قلندر حضرت کے مخلص خلفائے کبار میں سے تھے۔ جمشید اس عصر کے قلندروں کی جماعت کے پیشوا اور ارباب تجرید کے سربراہ تھے۔ جب حضرت سلطان المشائخ کی شرف ملازمت سے مشرف ہوئے تو چند روز تک اس عالم پناہ خانقاہ میں مقیم رہے اور واردات کی نظریں آپ پر پڑیں اور الہامات کی نگاہوں سے فیضیاب ہوئے تو حضرت کی بندگی اور غلامی کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ جب حضرت سلطان المشائخ نے ان کو عطائے خلافت اور ہم نشینی کا اہل پایا، لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی صلاحیت ان میں پیدا ہو گئی تو حضرت نے ان کو خرقۂ خلافت سے ملبوس فرمایا۔

حضرت شیخ حیدر حضرت علیؓ کی سیرت اور حضرت عثمانؓ کے خصائل سے آراستہ حضرت شیخ حیدر، حضرت کے مخلصین خلفاء میں سے تھے۔ حضرت شیخ المشائخ دوسرے اصحاب کی بہ نسبت آپ سے بہت زیادہ التفات مکرمانہ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت کی خدمت گزاری میں اس درجہ کوشاں رہتے تھے کہ دوسرے خدام سے اس خصوصیت میں بڑھ گئے تھے۔

خادم سلطان المشائخ بابا اقبال خدام عظام کے پیشوا، ملازمان کرام میں منتخب، صاحب جمال وجلال بابا اقبال دوسرے خادمان کے مقابلے میں حضرت سلطان المشائخ کے زیادہ محرم اسرار تھے حضرت سلطان المشائخ جس قدر لطف وعنایت اور مہربانی ان کے حال پر فرماتے تھے، دوسرے خادموں کو یہ بات میسر نہیں تھی۔ اس لئے کہ ظاہر وباطن میں حضرت کے محرم اسرار یہی تھے۔ ہر چند کہ حضرت لالا بھی زیور خدمت سے آراستہ اور خلعت ملازمت سے پیراستہ تھے اور دوسرے خادموں کے مقابلہ میں بہت زیادہ سراہے جاتے تھے اور ان کی تعریف کی جاتی تھی۔ لیکن یہ شرف صرف بابا اقبال کو حاصل تھا کہ وہ ہر ایک راز داندک وبسیار کے محرم تھے اور حضرت ہر بات ان سے فرمادیا کرتے تھے یہاں تک کہ مریدین میں سے اگر کسی سے کوئی لغزش اور خطا سرزد ہو جاتی تو ان کو درمیان میں لاکر معافی طلب کی جاتی تھی۔

حضرت شیخ لطیف الدین مظہر لطائف و مصدر ظرائف حضرت شیخ لطیف الدین حضرت سلطان المشائخ کے مخلصین خلفاء اور صاحب کمال ندیموں میں سے تھے۔ آپ کی ذات جسقدر مجمع اسرار اور مرجع انوار تھی ایسا شرف کم کسی کو حاصل تھا۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ کے بارے میں بہت کچھ فرمایا ہے اور جیسا کچھ آپ نے ارشاد فرمایا وہ تھوڑی مدت ہی میں ظہور میں آگیا۔ حق تعالیٰ نے جس کے نصیب میں جو کمالات مقدر فرما دیئے ہیں وہ ان بزرگوں کی زبان سے صادر ہو جاتے ہیں ؎

قطعہ

نباشد آنچہ اندر لوح محفوظ — زایشان از زبان صادر نباشد
بہرچہ نیک و بدگویند ایشان — جز آن اندر جہان ظاہر نباشد

ترجمہ:- جو امر کسی کی نسبت لوح محفوظ میں موجود نہیں ہوتا ہے ان بزرگوں کی زبان سے وہ بات کبھی نہیں نکلتی۔ یہ حضرات جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں خواہ وہ جیسا بھی ہو اس کے خلاف بات کبھی دنیا میں ظہور میں نہیں آتی ہے۔

حضرت شیخ برہان الدین حضرت شیخ برہان الدین دولت آبادی جو گوناگوں علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ اور ہر طرح کے کمالات صوری و معنوی سے پیراستہ تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے آپ نے جاہ و مرتبت کے اعلیٰ مراتب سے منہ موڑ کر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت و ملازمت کو اختیار کر لیا تھا۔ اور حضرت کے خلوص اور خصوصیت سے اسقدر ممتاز ہوئے کہ حضرت سلطان المشائخ کی جناب میں جب تک یہ موجود رہتے اسوقت تک حضرت بس آپ ہی کو مخاطب فرماتے تھے۔

حضرت ملک زادہ مسعود بک سعادت سرمدی سے بہرہ ور اور سیادت ابدی کے حامل جناب ملک زادہ مسعود بک، فنونِ فضائل سے آراستہ اور گوناگون خوبیوں سے پیراستہ تھے خاص طور پر فن شاعری میں کمال حاصل تھا۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، چونکہ ابتدائے عمر ہی سے صاحب جاہ و جلال تھے اور منصب کمال رکھتے تھے ادھیڑ عمر میں حضرت سلطان المشائخ کی نظر سعادت بخش کے منظور بن گئے اور حضرت کے التفات کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے تو خلوص و عقیدت کے راستے پر بہت تیزی سے بڑھے اور بہت کم مدت میں سلوک کی منازل کو طے کر لیا۔ اور حضرت کے جذب جلی سے آپ کو شرف حاصل ہوا۔ آپ کا کلام بہت ہی بلند پایہ ہوتا تھا۔ ان خصوصیات کی بناء پر جب حضرت سلطان المشائخ کا التفات آپ کی جانب دوسروں سے زیادہ ہوا تو کچھ لوگ تعصب کی وجہ سے آپ کی غیبت کرنے لگے۔ ان لوگوں کی باتیں سنکر حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے، اے دوستو! ان کو معذور جانو کہ جو کوئی جیسا چھوڑتا ہے ویسا ہی پاتا ہے۔

حضرت ملک بہاؤ الدین کرد حضرت ملک بہاؤ الدین کرد جو زیور زہد و عبادت سے آراستہ اور تعبد و تقویٰ کے لباس سے پیراستہ تھے، حضرت سلطان المشائخ کے ولایت مآب اصحاب

اور خلفائے ہدایت انتساب سے تھے۔ آپ کو دیگر اصحاب سے سماع کا شوق زیادہ تھا اور نغمات سُن کر سوز و گداز آپ میں اسقدر پیدا ہوتا تھا کہ دوسرے اصحاب میں یہ بات نہیں تھی، آپ نے عقیدت اور خلوص کے ساتھ راہ سلوک کو اس طرح طے کیا کہ اس سے زیادہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ واردات والہامات سے آپ بہت زیادہ بہرہ ور تھے۔ دوسرے تمام خادموں سے آپ زیادہ سزاوارِ کرم ہوتے تھے۔

آپ اکثر و بیشتر حضرت سلطان المشائخ کے مکارم اخلاق اور کرم نوازی کو بیان کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کے وقت کا زیادہ حصہ وجد و حال میں گزرتا اور خیالِ وصال کے دریا میں غوطہ زن رہتے۔ مختصر یہ کہ حضرت سلطان المشائخ کے ولایت نہاد خلفاء کی تعداد کی تفصیل حیطۂ بیان سے باہر ہے صرف برائے حصولِ خیر و برکت چند نام اس مجموعہ (لطائف اشرفی) میں پیش کر دیئے گئے ہیں ورنہ مشرق سے مغرب تک کوئی مقام اور کوئی قصبہ اور شہر ایسا نہیں ہے جو حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں اور آپ سے استفادہ کرنے والوں سے خالی ہو۔

قطعہ

شمار زمرۂ خدام آن علی سیرت   چگونہ شرح دہم کز شمار بیرون است
ہمہ مرید و ہمہ معتقد بشرق و غرب   چنان پر اند کہ گوہر بہ بحر مخزونست

ترجمہ: حضرت والا سیرت کے خدام کے گروہوں کا شمار جبکہ وہ شمار سے باہر ہیں کسطرح کروں اور اسکی تشریح کسطرح ہو سکتی ہے بس یوں سمجھ لو کہ مشرق سے لیکر مغرب تک تمام مقام آپ کے مریدوں اور معتقدوں سے اسطرح پُر ہیں جسطرح سمندر میں موتی ہیں۔

اب اُن بعض اکابر و اماثر کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت قطب الدین شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے نسبت رکھتے ہیں؛ حضرت قاضی عبد المقتدر، حضرت شیخ حمید لاہوری، حضرت شیخ الیاس صوفی، حضرت شیخ علاؤ الدین اللہ، حضرت شیخ محمد ساوی، حضرت شیخ صدر الدین حکیم اور حضرت سید محمد گیسو دراز۔

حضرت سید محمد گیسو دراز آپ علومِ ظاہری و باطنی کے جامع تھے آپ بہت سی بلند پایہ کتب کے مولف و مصنف ہیں۔ آپ ۴ رجب ۷۲۰ھ میں پیدا ہوئے آپ نے ایک سو پانچ سال چار ماہ اور بارہ روز کی عمر پائی اور بروز شنبہ ۱۶ ماہ ذی قعدہ ۸۲۵ھ بوقت چاشت وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ گلبرگہ ولایت دکن میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب ہم حضرت میر سید محمد گیسو دراز کی خدمت سے مشرف ہوئے تو حضرت سے اسقدر معارف و حقائق حاصل ہوئے کہ کسی اور شیخ سے حاصل نہیں ہوئے، سبحان اللہ آپ بڑے جذبۂ قوی کے مالک تھے۔ عرصہ تک ہم قصبۂ گلبرگہ (ملک دکن) میں مقیم رہے۔ دو مرتبہ اس سرزمین میں رایات علائی کا گذر ہوا حضرت سید محمد گیسو دراز نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے حاصل کیا تھا انہوں

۱؎ فارسی متن میں حضرت گیسو دراز کی عمر ایک سو چھ سال بتائی گئی ہے لیکن ولادت وصال کی جو تاریخیں بتائی گئی ہیں اسکے مطابق آپ کی عمر وہ بنتی ہے جو ہم نے ترجمہ میں دے دی ہے۔

نے حضرت شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی سے حاصل کیا تھا اور آنجناب نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت الکبیر صاحب السریر شیخ حضرت فریدالحق والدین المعروف بہ گنج شکر قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کیا تھا۔

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ کبیر (حضرت گنج شکر) کے خلفائے کبار سے ہیں۔ ان سے خرقہ ارادت و اجازت شیخ برہان الدین ہانسوی نے حاصل کیا اور ان سے شیخ قطب الدین منور نے اور ان سے شیخ نورالدین ہانسوی شغل کش نے خرقہ ارادت و خلافت حاصل کیا۔

حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابر حضرت قطب المشائخ شیخ علی احمد صابر بھی حضرت شیخ کبیر کے خلفائے کاملین میں سے ہیں۔ درمیان میں کچھ شکر رنجی پیدا ہوگئی تھی، کچھ عرصہ بعد وہ اختلاف بڑی خوبی کے ساتھ ختم ہوگیا۔

حضرت مولانا داؤد آپ علوم ظاہری و باطنی کے زیور سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ آپ نے اپنی تمام عمر عزلت و خلوت میں بسر کردی۔ مولانا داؤد پالہی مئو کے رہنے والے تھے جو قصبہ ردولی کے قریات میں سے ایک قریہ ہے۔ حضرت شیخ کبیر دو مرتبہ ردولی جب تشریف لے گئے تو مولانا داؤد کے گاؤں پالہی مئو میں نزول اجلال فرمایا اور مولانا داؤد کی خاطر سے اس مسجد کے گوشہ میں جو پالہی مئو میں ہے ایک چلہ خلوت نشین رہے، پھر قصبہ ردولی تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا تقی الدّین آپ بھی حضرت کبیر کے خلفاء میں سے ہیں۔ ابتدائے حال ہی سے فقرو فاقہ میں زندگی بسر کرتے تھے، آپ حضرت مولانا داؤد کے برادرزادہ تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مولانا تقی الدین کے کمالِ حال کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب "رجال الغیب" سے ایک شخص کا انتقال ہوگیا تو اشارۂ غیبی کی بناء پر چند "رجال الغیب" مولانا تقی الدین کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اس شخص کی جگہ اس جماعت میں داخل ہوجائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم اپنی عفیفہ بیوی سے اس سلسلہ میں اجازت طلب کریں گے، دیکھیں وہ کیا کہتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی عفیفہ بیوی سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ "رجال الغیب" کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں؟ کیا ان کے بیوی بچے ہوتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے واپس آکر رجال الغیب سے یہی دریافت کیا۔ یہ لوگ سنکر متبسّم ہوئے۔ آپ پھر بی بی صاحبہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ رجال الغیب تو بے خانماں لوگ ہیں۔ یونہی پھرتے رہتے ہیں۔ آپ کو اُن سے کیا نسبت؟ یہ سنکر "رجال الغیب" نے کہا سبحان اللہ! یہ کیسے لوگ ہیں کہ اپنی علو ہمت کے مقابل ہمارے بلند منصب کی ان کی نظروں میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔

مثنوی

چہ مردانند اندر راہِ دادار ۔۔۔ نہان از مردم و گم کردہ آثار

ز عالی مرتبہ در چشم ناندند ۔۔۔ مقام و حال سیصد و شصت اخیار

ترجمہ:۔ حق تعالیٰ کی راہ میں کیسے لوگ ہیں جن کا لوگوں کے درمیان کوئی نام اور نمود نہیں ہے۔ اور اُن کی نظر میں مقام اور منصب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

حضرت داؤد کا مرقد منور ایک تالاب کے کنارے جواسی موضع میں ہے، واقع ہے اور حضرت مولانا تقی الدین کا مزار انہونہ قصبہ میں جو خطۂ اودھ میں ہے ایک حوض کے کنارے پر بنایا گیا ہے آپ (مولانا داؤد) نے خرقۂ ارادت واجازت حضرت قطب الاقطاب قطب الحق والدین سے حاصل کیا تھا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قطب دہلی آپ کی وفات[۵۱] بروز دوشنبہ ۱۴ ماہ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں ہوئی تھی آپ نے عمر مبارک ۵۲ سال پائی۔

قاضی حمید الدین ناگوری قاضی محکمہ معارف و دادرِ مدینہ عوارف حضرت حمید الدین ناگوری حضرت ولایت مآب حضرت خواجہ (قطب الدین) کے مخلصین خلفاء میں سے ہیں، حضرت خواجہ قطب الدین جس قدر التفات ظاہری و باطنی آپ پر فرماتے تھے اتنا کسی اور پر نہیں فرماتے تھے۔ اسی التفات اور انوار ارادت کا نتیجہ تھا کہ کتب بلند پایہ اور تالیفات لائقہ آپ نے مرتب فرمائیں خاص طور پر "طوالع الشموس" تو آفتاب ہائے حقائق کا مطلع ہے اور کاسہ ہائے دقائق کا منبع ہے، ایسی خصوصیات کی حامل اور کوئی کتاب نہیں ہے "طوالع الشموس" میں جیسے معارف وعوارف بیان کئے گئے ہیں کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں ہیں۔ آج یہ کتاب تمام فرقوں اور تصوف کے مختلف سلاسل جیسے ملل ونحل ومکاتب فکر کا دستور ہے اور بطور سند پیش کی جاتی ہے۔ آپ نے بروز دوشنبہ ۱۱ رمضان المبارک ۶۴۱ ہجری میں وفات پائی۔

مولانا فخر الملۃ والدین حلوائی اکابر عصر میں مفخر و یکتائے زمانہ مولانا فخر الدین حضرت کے خلفاء میں سے تھے (حضرت خواجہ قطب الدین کے خلیفہ تھے) حضرت خواجہ نے آپ کے سلسلہ میں جو کچھ پاکیزہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں دوسروں کے بارے میں ایسے کلمات ارشاد نہیں فرمائے۔

مولانا برہان الدین مولانا برہان الدین حلوائی حضرت شیخ اکبر (خواجہ قطب الدین) کے منتخب احباب میں سے تھے اور آپ کے اسرار باطنی وظاہری کے محرم اور بہت سے صوری و معنوی انوار سے بہرہ ور تھے۔

شیخ بدر الدین غزنوی فلک عرفان کے ماہ کامل اور بزم وجد کے صدرِ محفل حضرت شیخ بدر الدین غزنوی جو زیورِ علوم غریبہ سے آراستہ اور حقائق عجیبہ کے لباس سے پیراستہ تھے حضرت خواجہ قطب الدین اوشی کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ حضرت شیخ امام الدین پانی پتی آپ سے نسبت رکھتے تھے اور شیخ بہاؤالدین عمر عاشق پانی پتی کو ان سے نسبت تھی۔ حضرت عماد شریف دہلوی ان سے نسبت رکھتے تھے اور ان سے شیخ بہاؤالدین عماد شریف احمد آبادی نسبت رکھتے تھے۔

---

۵۱ متن میں کاتب کی غلطی سے لفظ وفات کی جگہ ولادت لکھا گیا ہے جو کہ صریح غلط ہے۔

حضرت قطب الدین اوشی نے خرقۂ ارادت واجازت قطب العارفین وعمدۃ الواصلین معین الحق والدین حسن سجزی چشتی سے پہنا۔ حضرت معین الدین چشتی نے سیوم ماہ ذی الحجہ ۶۳۳ھ[1] کو وصال فرمایا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے خرقہ ارادت واجازت حضرت قطب العارفین، زبدۃ الکاملین حضرت خواجہ عثمان ہارون سے پہنا۔ حضرت خواجہ ہارون نے خرقہ ارادت واجازت قدوۃ المتقدمین حضرت حاجی شریف زندنی سے پہنا اور انہوں نے خرقہ ارادت واجازت قدوۃ العارفین حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے پہنا

حضرت خواجہ مودود چشتی

آپ یعنی حضرت خواجہ مودود چشتی حضرت خواجہ یوسف کے فرزند اکبر تھے۔ حضرت خواجہ یوسف نے اپنے ان فرزند کو کم سنی ہی میں تحصیل علم کی طرف متوجہ کیا اور حصولِ علم کی تاکید فرمائی اور اپنا قائم مقام نامزد فرمایا۔ چنانچہ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف کو حفظ کر لیا اور علوم دینیہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ جب آپ کی عمر ۲۶ سال ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار خواجہ یوسف کا انتقال ہو گیا تو آپ کو ان کی مسند پر بٹھایا گیا۔ بہت جلد آپ لوگوں کے منظور نظر بن گئے اور عوام وخواص میں مقبولیت حاصل کی۔ اعلیٰ وادنیٰ اشراف واراذل اس قدر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے جکی شرح ناممکن ہے۔ آپ کو حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی کی دولت تربیت اور شرفِ صحبت بھی میسر آئی۔ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضرت شیخ الاسلام ولایت جام سے شہر ہرات میں تشریف لائے تھے آپ نے ۵۲۷ھ میں وفات پائی، آپ نے خرقہ ارادت واجازت حضرت قدوۃ المتقدمین خواجہ یوسف سے حاصل کیا۔

خواجہ یوسف چشتی
خواجہ ابو محمد چشتی
خواجہ ابو احمد چشتی

خواجہ یوسف خواجہ محمد شمعان کے خلفِ اکبر تھے اور خواجہ محمد بن احمد ابدال چشتی کے خواہرزادہ تھے، خواجہ محمد ابدال نے چھپن سال کی عمر تک شادی نہیں کی۔ آپ کی بہن خدمت کیا کرتی تھیں، آپ کے کھانے پینے اور کپڑوں کا انتظام ان ہی کے سپرد تھا۔ آپ کی بہن کی عمر بھی چالیس سال کی ہو گئی تھی لیکن بھائی کی خدمت اور طاعتِ الٰہی میں مشغولیت کے باعث وہ شادی کی طرف راغب نہیں تھیں۔

ایک رات خواجہ محمد بن احمد ابدال نے اپنے والد (احمد ابدال) کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ مملکتِ شام میں فلاں شخص محمد شمعان نامی ہے جو علوم وفنون سے آراستہ ہے اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ومشغول ہے تم اپنی بہن کا نکاح ان سے کر دو۔ جب یہ بیدار ہوئے تو کسی کے ذریعے انہیں طلب کیا اور اپنی بہن کا عقد ان سے کر دیا اب وہ چشت ہی میں رہنے لگے۔ ان ہی کے صلب سے خواجہ یوسف پیدا ہوئے۔ خواجہ محمد بن احمد کی چھیاسٹھ سال کی عمر میں شادی ہوئی لیکن کوئی اولاد نہ ہو سکی اس لئے خواجہ محمد، خواجہ یوسف کو اپنے فرزند کی طرح سمجھتے تھے اور ان کی تربیت میں مصروف رہتے تھے۔ ان کو تحصیل علم میں مشغول رکھتے اور معرفت الٰہی کی طرف اُن کی رہنمائی فرماتے۔ ان کی وفات کے بعد معتقدین نے آپ ہی کو ان کا جانشین بنایا۔

آپ نے حضرت شیخ الاسلام انصاری سے اس وقت شرفِ ملازمت حاصل کیا جب وہ چشت کے بزرگوں کے

---

[1] حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے وصال مبارک کی اصل تاریخ ۶ رجب المرجب ہے (اخبار الاخیار)

مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے، جب شیخ الاسلام ہرات واپس تشریف لائے تو اکثر و بیشتر اپنی مجالس و محافل میں آپ کا ذکر کرتے اور آپ کی تعریف فرماتے۔ آپ نے ۴۵۹ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے چوراسی (۸۴) سال کی عمر پائی۔ آپ یعنی (خواجہ یوسف) نے خرقۂ ارادت و اجازت شیخ الاسلام خواجہ محمد بن احمد چشتی قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کیا تھا جو خواجہ احمد کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے جیسا کہ آپ کے والد نے فرمایا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر چوبیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ آپ تمام علوم دینی اور معارف یقینی (معرفت) میں اس عمر میں کمال حاصل کر چکے تھے۔ آپ بہت زاہد و متقی تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے اور دنیا والوں سے اجتناب کرتے تھے۔

جب سلطان محمود سبکتگین سومنات (ہند) پر حملہ کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کو برکت کے لئے ہمراہ لے گیا اور فتح سے ہمکنار ہوا چنانچہ کاکو خادم کی مدد اور تعاون سے سلطان کو فتح حاصل ہوئی (اس کی تفصیل تذکرہ مشائخ چشت اور مآثر الکرام میں موجود ہے) آپ نے ۴۱۱ھ[۱] میں وفات پائی۔ آپ نے خرقۂ ارادت و اجازت اپنے والد گرامی حضرت خواجہ احمد ابدال قدس اللہ سرہ سے پہنا تھا جو سلطان فرسنافہ کے فرزند تھے سلطان فرسنافہ چشت کے والی و حاکم تھے سلطان فرسنافہ کی بہن ایک بہت ہی صالحہ خاتون تھیں۔ حضرت شیخ ابواسحاق شامی کبھی کبھی آپ کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور آپ نے ان کو بشارت دی تھی کہ اُن کے بھائی (سلطان فرسنافہ) کے یہاں ایک فرزند پیدا ہونے والا ہے چنانچہ ۲۶۰ھ میں جبکہ معتصم باللہ خلیفہ عباسی کا دور ملوکیت تھا، خواجہ احمد متولد ہوئے سلطان فرسنافہ کی صالحہ بہن نے آپ کی پرورش فرمائی۔ خواجہ احمد ابدال نے ۳۵۵ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت خواجہ ابو اسحاق قدس اللہ سرہٗ سے پہنا تھا۔ آپ کا مزار مبارک عکہ (شام) میں ہے۔ خواجہ ابواسحاق نے خرقۂ ارادت و اجازت قطب المتقدمین حضرت علو دینوری سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ علو دینوری نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت ہبیرہ بصری سے اور انہوں نے خرقۂ ارادت حضرت حذیفہ مرعشی سے اور انہوں نے خرقۂ ارادت و اجازت تارک مملکت و سلطنت حضرت ابراہیم ادہم قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت ابراہیم ادہم نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت فضیل بن عیاض قدس اللہ سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت عبدالواحد بن زید سے اور انہوں نے رئیس التابعین حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہٗ نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے پہنا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خرقۂ ارادت و اجازت سید المرسلین و خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔

---

[۱] مرآۃ الاسرار کے مطابق آپ کا وصال ۴۲۱ھ میں ہوا۔

شجرۂ دوم[۲]

سلسلۂ قادریہ غوثیہ

اس شجرہ کی بناء (بنیاد) حضرت غوث الثقلین قطب ربانی محبوب سبحانی میر سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

حضرت والا کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کی علوی اور حسنی نسبت ہے۔ آپ حضرت ابو عبداللہ صومعی کے نواسے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی الخیرات الجبار فاطمہ بنت عبداللہ صومعی ہے۔ آپ کی ولادت ۴۷۱ھ اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ابھی میں کم سن تھا کہ عرفہ کے روز میں جنگل کی طرف نکل گیا وہاں میں نے ایک گائے کی دُم پکڑلی تاکہ کھیت میں ہل چلاؤں۔ اس گائے نے اپنا منہ میری طرف کرکے کہا کہ "اے عبدالقادر! کیا تم کو اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور کیا تم کو اسی کام کے لئے حکم دیا گیا ہے"؟ میں یہ آواز سن کر ڈر گیا اور وہاں سے گھر واپس آگیا۔ میں مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ تب میں نے دیکھا کہ حاجی عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں نیچے اترا اور اپنی والدہ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی کے لئے آزاد کر دیجئے اور اجازت دیجئے تاکہ میں بغداد جاکر علم حاصل کروں اور صالحین کی زیارت کروں۔ والدہ محترمہ نے اس تبدیلی اور تغیر خاطر کا سبب دریافت کیا میں نے تمام ماجرا والدہ سے بیان کر دیا۔ وہ سن کر رونے لگیں، پھر اُٹھ کر گئیں اور اسی (۸۰) دینار نکال کر لائیں۔ جو کہ میرے والدِ مرحوم کا ترکہ تھا۔ اس میں سے چالیس دینار انہوں نے میرے بھائی کے حصّے کے نکال لئے اور باقی چالیس دینار میرے جامہ میں بغل کے نیچے سی دیئے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے سفر کی اجازت مرحمت فرمائی اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ ہر حال میں سچ بولوں گا۔ پھر وہ مجھے رخصت کرنے باہر تک آئیں اور فرمایا کہ اے فرزند! جاؤ کہ میں نے خدا کے لئے تم سے ترک تعلق کر لیا۔ اب قیامت تک تمہارا منہ نہ دیکھ سکوں گی۔

میں ایک چھوٹے سے قافلہ کے ساتھ بغداد کو روانہ ہو گیا۔ ہم ابھی ہمدان سے کچھ آگے بڑھے تھے کہ ساٹھ سواروں کا ایک جتھا جنگل سے نکل آیا اور قافلہ والوں کو پکڑ لیا۔ لیکن مجھ سے کسی نے تعرض نہیں کیا۔ کچھ دیر کے بعد اُن میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ اے فقیر! تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ اُس نے کہا کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے جامہ میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں وہ شخص یہ سمجھا کہ میں اُس سے مزاحًا یہ بات کہہ رہا ہوں۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا، پھر ایک دوسرا شخص (ڈاکو) میرے پاس آیا

اس نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا اور میں نے وہی جواب دیا جو پہلے شخص کو دیا تھا۔ یہ بھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ دونوں اپنے سردار کے پاس پہونچے اور جو کچھ مجھ سے سنا تھا اس کو بتایا۔ اس سردار نے مجھے بلایا۔ یہ لوگ ایک ٹیلے پر بیٹھے ہوئے لوٹ کا مال تقسیم کر رہے تھے۔ سردار نے مجھ سے کہا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے؟ میں نے کہا کہ چالیس دینار ہیں میرے جامہ میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتارو۔ انہوں نے میرے کپڑے اتارے جس طرح میں نے ان کو بتایا تھا وہ چالیس دینار میرے جامہ کی بغل سے برآمد ہو گئے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ اس اقرار پر تجھے کس نے مجبور کیا کہ تو نے بتا دیا کہ تیرے جامہ کی بغل کے نیچے دینار سلے ہوئے ہیں میں نے اُس کو بتایا کہ میری ماں نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں ہر حال میں سچ بولوں گا پس میں نے ان کے عہد میں خیانت نہیں کی اور سچ بتا دیا۔ یہ سنکر وہ سردار رونے لگا اور بولا کہ میں تو اتنی مدت سے اپنے پروردگار کے عہد میں خیانت کر رہا ہوں۔ یہ کہکر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اس کے دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ اے سردار تم ڈاکہ اور چوری کے معاملات میں ہمارے سردار رہے ہو اب توبہ میں بھی تم ہمارے پیشوا اور سردار ہو۔ اس طرح اس کے تمام ساتھیوں نے بھی میرے ہاتھ پر توبہ کی اور جس قدر مال قافلہ کا لوٹا تھا وہ سب کا سب واپس کر دیا۔ سب سے پہلے میرے ہاتھ پر توبہ کرنے والے یہی لوگ تھے۔

حضرت والا ۴۸۸ھ میں بغداد پہونچے اور پوری توجہ کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ طریقت و تصوف میں آپ کی نسبت دو سلسلوں پر منتہی ہوتی ہے ایک تو حبیب عجمی پر اور دوسری امام موسیٰ کاظم پر۔

(ایک نسبت اس طرح ہے)

ابو عبدالقادر بن ابی صالح بن عبداللہ الجیلی۔ آپ نے حضرت شیخ ابو سعید مبارک بن علی مخزومی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ ابی الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ ابی الفرح الطرطوسی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے خرقہ ارادت شیخ ابی الفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی سے پہنا اور انہوں نے شیخ ابوبکر شبلی سے خرقہ پہنا اور شیخ ابوبکر شبلی نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ سری سقطی سے۔ انہوں نے حضرت معروف کرخی سے اور انہوں نے امام داؤد طائی سے خرقہ ارادت پہنا۔ حضرت داؤد طائی نے حضرت حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ سے خرقہ ارادت پہنا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا دوسرا سلسلہ ارادت و بیعت جو سادات کا سلسلہ ہے اس طرح ہے:۔

آپ کا سلسلہ شیخ ابو سعید مخزومی سے بصورت عن فلان عن فلان سید الطائفہ جنید بغدادی تک اسی طرح ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور حضرت جنید بغدادی نے شیخ سری سقطی سے اور شیخ سری سقطی نے حضرت معروف کرخی سے اور انہوں نے حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا سے اور انہوں نے اپنے والد موسیٰ الکاظم سے انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے اور انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے اور انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد امام حسین سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) سے خرقہ ارادت حاصل کیا۔

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد کی نسبتِ خرقہ اس طرح ہے کہ:
حضرت غوث الثقلین سے ان کے فرزند صالح حضرت سید عبدالرزاق نے خرقہ پہنا اور سید عبدالرزاق سے ان کے فرزند صالح ابی صالح نے اور ابی صالح سے ان کے فرزند صالح کبیر ابی نصیر محی الدین نے اور اُن سے اُن کے فرزند صالح احمد بن محمد نے اور اُن سے ان کے فرزند صالح حسن الشریف نے خرقہ پہنا۔ حسن الشریف سے ان کے فرزند صالح محمد الشریف نے خرقہ پہنا اور اُن سے ان کے فرزند صالح حضرت علی الشریف نے خرقہ پہنا۔ اُن سے ان کے فرزند صالح موسیٰ الشریف نے خرقہ پہنا اور ان سے ان کے فرزند صالح محمد حسین الشریف نے خرقہ پہنا اور ان سے ان کے فرزند صالح احمد بن حسین الجیلی نے خرقہ پہنا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صالح احمد بن حسین الجیلی سے ان کے فرزند نور العین اعز و ارشد ارجمند سید عبدالرزاق کو نسبت حاصل ہوئی۔

شیخ محی الدین ابن عربی صاحب فصوص کی نسبت خرقہ دو ہیں ایک حضرت غوث الثقلین سے ایک واسطہ سے بذریعہ شیخ محمد یونس قصار ہے اور دوسری نسبت حضرت خضر علیہ السلام کو ایک واسطہ سے پہنچتی ہے۔ جیسا کہ خود حضرت شیخ نے فرمایا ہے۔

نسبت هذا الخرقة المعروفة من يد ابی الحسن علی بن عبد الله بن الجامع ببستانه بالمقلی خارج الموصل سنه احدی و ستمايته ولبسها ابن الجامع من يد الخضر عليه السلام و فی الموضع الذی البسه الخضر اياها البسها ابن جامع علی تلك الصورة من غير زيادة و نقصان۔

ترجمہ:۔ میں نے یہ مشہور خرقہ شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن الجامع کے ہاتھ سے ان کے باغ مقلی جو مضافات موصل میں ہے ۶۰۱ھ میں پہنا اور ابن جامع نے خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے پہنا اور جس جگہ خضر علیہ السلام نے ان کو خرقہ پہنایا تھا اسی موضع میں انہوں نے مجھے پہنایا، اسی صورت میں بغیر کسی زیادتی اور نقصان کے۔

اور ایک دوسری نسبت بغیر واسطہ کے حضرت خضر علیہ السلام تک پہنچتی ہے جیسا کہ خود انہوں نے فرمایا
صحبت انا والخضر عليه السلام و تادبت به و اخذت عنه وصايا كثيرة۔
ترجمہ:۔ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت حاصل کی اور ان سے ادب حاصل کیا اور ان سے بہت وصیتیں حاصل کیں۔

صاحب فصوص الحکم کے مآثر کی شرح اور اصحاب خصوص کے اس پیشوا کے مکارم کا بیان اور اسکی تفصیل بیان کے احاطہ میں نہیں آسکتی اور نہ صحائف روزگار میں تحریر کی جا سکتی ہے۔ آپ نے اپنی تصانیف میں اسقدر حقائق و معارف بیان کئے ہیں کہ صوفیائے کرام میں کسی دوسرے سے یہ کام نہیں ہو سکا ہے اور نہ کسی کتاب میں ایسے معارف و حقائق پائے گئے ہیں

مثنوی

زہی آں قدوہ ارباب توحید | نخی آن زبدۂ اصحاب تفرید
دُرِ دریائی تحقیق و معارف | خورِ خضرائی ارشاد و عوارف
محی الحق والدین کانِ اسرار | پناہِ زمرۂ ابرار و احرار
فصوص معرفت ازمعدنِ او | بجوہریان رسید ازمخزن او
جہان را واردات اوازفتوحات | ز نقد جوہر کانِ کرامات
ملوکان صفا را مخزنی نیست | کہ پُر ازمعدن آن جوہری نیست
بردی ساکنانِ وحدت آباد | درِ توحید وز تفرید بکشاد
زہی خضر و سکندر ذاتِ پاکش | کہ مجری آب حیوانست خاکش
ز دریائی حضورش بحر قطرہ | ز نورش لمعۂ خورشید ذرّہ
زلطفِ لانہایت در بدایت | شدہ خاتم ولایت ازعنایت

نوٹ :- یہ تمام اشعار حضرت شیخ محی الدین ابن عربی المعروف بہ شیخ اکبر نوراللہ مرقدہ کی تعریف میں ہیں اوران اشعار میں آپ کی مشہور کتابوں میں فصوص الحکم اور فتوحاتِ مکیہ کا ذکر بہت ہی خالص اندازا ورصفت ایہام وتوریہ میں کہا گیا ہے، تمام اشعار جامع ملفوظات شیخ نظام غریب یمنی کی طبع کا نتیجہ ہیں ان کو حضرت قدوۃ الکبرا سے منسوب نہ کیا جائے۔ مترجم

ترجمہ مثنوی :- ۱- آپ ارباب توحید کے پیشوا ہیں آپ کا کیا کہنا اور آپ اصحاب تفرید میں منتخب ہیں
۲- تحقیق و معارف کے آپ موتی ہیں اور ارشاد و عوارف کے آسمان کا سورج ہیں۔
۳- آپ کا نام نامی محی الدین ہے آپ اسرار معرفت کی کان ہیں اور تمام ابرار واحرار کی پناہ۔
۴- معرفت کے یہ نگینے جو فصوص الحکم کے نام سے مشہور ہیں آپ ہی کی کان کے نگینے ہیں جو آپ کے خزانے سے نکل کر زمانے کے جوہریوں کے پاس پہونچے ہیں۔
۵- تمام زمانے کیلئے آپ کی واردات جو فتوحاتِ مکیّہ میں بیان کی گئی ہیں وہ کانِ کرامات سے نکلے ہوئے جواہر ہیں
۶- صفائے باطن کے بادشاہوں (صوفیائے کرام) کے پاس ایسا کوئی خزانہ نہیں ہے جو ان جواہر سے پُر نہ ہو۔
۷- دنیائے وحدت کے رہنے والوں کے لئے آپ نے تفرید سے توحید کا دروازہ کھول دیا ہے۔
۸- آپ کی ذاتِ پاک سے آبِ حیات کا ظہور ہوتا ہے جس سے خضر و سکندر فیضیاب ہوتے ہیں۔
۹- آپ کے دریائے حضوری کے لئے سمندر ایک قطرہ کی طرح ہے اور آپ کے نورِ معرفت کے مقابل میں خورشید ایک ذرّہ کی طرح ہے۔
۱۰- خداوندِ تعالیٰ کے لطفِ لانہایت سے آپ سلوک و معرفت کی ابتدا ہی میں خاتم ولایت کے منصب پر فائز ہوگئے تھے۔

حضرت شیخ محی الدین بلاد اندلس میں ۲۷ [1] رمضان المبارک ۵۶۰ھ شب دوشنبہ کو پیدا ہوئے اور آپ کا وصال ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ میں شب جمعہ کو دمشق میں ہوا اور آپ کو القونیوی کے باہر دفن کیا گیا، اب یہ جگہ صالحیہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق القونیوی

آپ کی کنیت ابو المعالی ہے۔ شیخ صدر الدین علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، چاہے عقلی ہوں یا نقلی، آپ کے اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے درمیان سوال وجواب کا سلسلہ بہت مشہور ہے۔

مولانا قطب الدین المعروف بہ علامہ شیرازی علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں اور کتاب جامع الاحوال اپنے قلم سے لکھ کر آپ کے سامنے پڑھی ہے اور وہ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ مولانا صدر الدین شیخ اکبر کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ شیخ اکبر ان کو شیخ کبیر فرماتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی سے منقول ہے کہ وہ (شیخ صدر الدین) شیخ محی الدین ابن عربی کے پسر متبنّٰی تھے۔ حضرات صوفیہ میں سے شیخ موید الدین جندی، مولانا شمس الدین ایکی، شیخ فخر الدین عراقی اور شیخ سعید الدین فرغانی قدس اللہ ارواحہم اور بعض دوسرے اکابر صوفیہ نے آپ کے حجرے میں آپ سے تربیت پائی ہے اور آپ کی صحبت میں کمال حاصل کیا ہے۔ شیخ سعد الدین حموی کی صحبت میں آپ بہت زیادہ رہے ہیں۔ ان سے آپ نے بہت سے سوالات بھی کئے ہیں شیخ صدر الدین کو بعض مشاہدات میں ابتدا سے انتہا تک جو کچھ ان کو پیش آنے والا ہے سب دکھا دیا گیا تھا۔

جب شیخ اکبر قونیہ میں آئے تو شیخ صدر الدین کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ شیخ محی الدین ابن عربی کے حبالۂ عقد میں آگئیں جس کی وجہ سے آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی کی خدمت اور صحبت میں پرورش پائی۔ آپ شیخ کے کلام کے ناقد اور شارح ہیں مسئلہ وحدت الوجود میں شیخ کا مقصود اس طرح کہ عقل اور شرح کے مطابق ہو، آپ کی تحقیقات کے تتبع کے بغیر سمجھنا مشکل ہے۔

آپ کی تصنیفات بہت ہیں منجملہ ان کے تفسیر سورۂ فاتحہ، مفتاح الغیب، فصوص، فکوک، شرح حدیث ہیں۔ کتاب نفحاتِ الٰہیہ میں انہوں نے اپنی واردات کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کے کمالات کا پتہ چلتا ہے، آپ کے اور مولانا جلال الدین رومی کے مابین بڑی خصوصیت اور یگانگت تھی۔ ایک بار شیخ شرف الدین قونیوی نے شیخ صدر الدین کبیر سے پوچھا کہ کہاں سے کہاں تک اور ان دونوں کے درمیان حاصل کیا ہے؟ جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

"علم سے موجودات خارجیہ تک اور اس میں حاصل یہ ہے کہ نسبتِ جامعہ کی تجدید ہو جائے جو جانبیں میں ظاہر ناظر و حکم کی ہیں"

شیخ موید الدین جندی

آپ شیخ صدر الدین قونیوی کے مخلص اور مخصوص احباب میں سے تھے۔ آپ نے ظاہری و

---

[1] بعض کتابوں میں آپ کی تاریخ ولادت ۱۷ رمضان المبارک لکھی گئی ہے۔

باطنی علوم کی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی ہے۔ شیخ مویدالدین جندی نے شیخ اکبر (شیخ محی الدین ابن عربی) کی بعض تصنیفات جیسے فصوص الحکم، مواقع النجوم کی شرح لکھی ہے بعد میں فصوص الحکم کی جسقدر شرحیں لکھی گئی ہیں انکا ماخذ یہی شرح ہے اور اس سے بہت سے حقائق ودقائق کا اظہار ہوتا ہے۔

شیخ مویدالدین جندی اس سلسلہ میں خود فرماتے ہیں کہ میری شرح کا خطبہ حضرت شیخ کبیر نے تحریر فرمایا ہے۔ اس اثنار میں آپ نے مجھ پر ایسا تصرف فرمایا کہ کتاب فصوص الحکم کے تمام مباحث ومطالب مجھ پر واضح ہو گئے۔ شیخ ابن الفارض کی طرح حقائق ومعارف کے بیان میں اس شرح میں ان کے عربی اشعار بھی لطیف ہیں۔

اسی طرح کچھ اشعار شیخ فخرالدین عراقی نے اپنی کتاب لمعات میں نقل کئے ہیں۔

شعر

البحرُ بحرٌ علیٰ ما کان فی قدمٍ	ہے بحر، بحر وہی جو کہ آپ سے پہلے تھا
ان الحوادث امواج وانھار	حوادثاتِ زمانہ ہیں، موجیں اور نہریں
لا یحجبنك اشکال تشاکلھا	کہیں حجاب نہ بن جائیں خالق کونین
عمن تشکل فیھا وھی استار	یہ رنگارنگ صور اور یہ مختلف شکلیں

آپ نے قصیدہ تائیہ فارضیہ کا جواب بھی لکھا ہے (یعنی اسی طرز میں قصیدہ لکھا ہے)

شیخ سعیدالدین فرغانی شیخ کبیر (صدرالدین قونیوی) کے مخلص اصحاب میں سے ہیں۔ علوم غریبہ اور مصطلحات عجیبہ سے بہرہ وافر رکھتے ہیں۔ قصیدہ تائیہ فارضیہ کی بہت ہی اعلیٰ پایہ کی شرح آپ نے لکھی ہے۔ ایک اور تصنیف منہاج العباد الی المعاد کے نام سے ہے۔ مذاہب آئمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اس کا موضوع ہے۔ اس راہ کے راہرؤوں کو اس کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے بلکہ بہت اہم اور ضروری ہے ان کو نسبت خرقۂ سلوک شیخ کبیر سے حاصل ہے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔ اور ان کے خرقۂ ارادت کی نسبت حضرت شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی سے ہے (شیخ کبیر سے خرقۂ تبرک حاصل کیا ہے اور خرقۂ ارادت وخلافت شیخ نجیب الدین علی بزغش شیرازی سے) شیخ نجیب الدین علی بزغش نے خرقۂ ارادت شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردی) سے اور انہوں نے اپنے عم بزرگ شیخ نجیب الدین سہروردی سے۔ شیخ الشیوخ کی نسبت خرقہ ان کے دو چچاؤں سے ہے۔ ایک تو یہی شیخ نجیب الدین سہروردی سے اور دوسرے شیخ وجیہہ الدین سے ہے اور آپ کی نسبت خرقہ قاضی وجیہہ الدین سے بھی بتاتے ہیں۔ اس سلسلہ کے باقی واسطوں کو حسب موقع بیان کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن الطفونجی شیخ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ مقام طفونج (بغداد کے نزدیک ایک مقام) کے رہنے والے تھے ایک روز یہ منبر پر آئے اور کہا انا بین الاولیاء کالکرکی بین الطیور اطولھم عنقاء۔ (میں اولیاء اللہ کے درمیان ایسا ہوں جیسے پرندوں میں کلنگ کہ اس کی گردن سب سے لمبی ہوتی ہے)

ذکر اصحاب غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

شیخ ابو عمر حریفینی | غوث الثقلین کے مخلص اصحاب میں سے ہیں ان کے تائب ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ تیز ہوا میں کبوتروں کا ایک غول گذر رہا ہے۔ ایک کبوتر نے کہا

سبحان من عندہ خزائن کل شیئ وما ینزلہ الا بقدر معلوم

ترجمہ :- پاک ہے وہ ذات جس کے پاس ہر شے کے خزانے ہیں وہ ان کو ایک معلوم انداز کے مطابق اتارتا ہے۔

دوسرے کبوتر نے کہا:

سبحان من اعطیٰ کل شیئ خلقہ ثم ھدیٰ

ترجمہ :- پاک ہے وہ ذات جس نے ہر شے کو وجود بخشا اور پھر اس کی رہنمائی فرمائی۔

تیسرے کبوتر نے کہا:

سبحان من بعث الانبیاء حجتہ علیٰ خلقہ وفضّل علیھم محمدا

ترجمہ :- پاک ہے وہ ذات جس نے انبیاء کو مبعوث فرمایا کہ مخلوق پر اس کی حجت بنیں۔ اور ان سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت بخشی۔

ایک اور کبوتر نے کہا :-

کل ما فی الدنیا باطل الا ما کان اللہ ورسولہٗ

ترجمہ :- جو کچھ دنیا میں ہے وہ باطل ہے سوائے اس کے جو کچھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے۔

ایک اور کبوتر نے کہا :-

یا اھل الغفلۃ عن مولکم قوموا الی ربکم۔

ترجمہ :- اپنے مالک سے اے غافل رہنے والو! اپنے پروردگار کی طرف کھڑے ہو جاؤ

(آپ کہتے ہیں کہ) ان کبوتروں کی حمد وثنا سنکر میں خواب غفلت سے بیدار ہوا اور میری حالت میں عجیب انقلاب برپا ہوگیا، میرا دل دونوں جہان کی آرزوؤں سے سرد ہوگیا میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ میں خود کو ایسے شخص کے حوالہ کروں گا جو حق کا راستہ دکھائے، میں اسی خیال میں چلا جا رہا تھا کہ ایک نورانی چہرے والا شخص نمودار ہوا اور اس نے میرا نام لے کر السلام علیکم کہا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اس کے بعد میں نے اس شخص کا دامن پکڑ لیا اور اس کو قسم دے کر کہا کہ بتاؤ تم کون ہو اور تم کو میرا نام کسطرح معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا کہ میں خضر ہوں میں شیخ عبدالقادر کے پاس بیٹھا ہوا تھا انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابوالعباس! کل رات مقام صدیقین میں ایک شخص کے اندر جذبہ خدا پرستی پیدا ہوا ہے اس کے اس جذبہ کو بارگاہ الٰہی میں قربت حاصل ہوگئی ہے اور بالائے ہفت آسمان سے اسکو مرحبا کہا گیا ہے۔ اس نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ خود کو کسی شیخ کے سپرد کرے گا آپ جائیے اور اسکو میرے پاس لے آئیے چنانچہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھکر

فرمایا خوش آمدید اے وہ کہ جس کے دل میں پرندوں کی زبان سے تسبیح سن کر جذبۂ خدا طلبی پیدا ہوا ہے پھر آپ نے مجھے یہ بشارت دی کہ عبدالغنی ابن نقطہ نامی شخص تمہارا مرید ہوگا جو ایک بہت بڑا ولی اللہ ہوگا یہ ارشاد فرما کر کلاہ طاقیہ میرے سر پر رکھی جس کی خنکی میں نے اپنے دماغ میں محسوس کی اور دماغ سے دل تک اسکی ٹھنڈک پہنچی اور دماغ سے دل تک عالم ملکوت کا حال مجھ پر منکشف ہوگیا۔

شیخ بقا ابن بطور آپ حضرت غوث الثقلین کے معاصرین میں سے تھے آپ سے اسقدر حقائق و معارف ظہور میں آئے جن کی شرح ناممکن ہے شیخ بقا بن بطور کی نسبت ارادت و خلافت کے بارے میں بات تحقیق تک نہیں پہنچ سکی ہے۔

شیخ قضیب البان الموصلی آپ کبراء متقدمین اور کاملین روزگار میں سے تھے حضرت غوث الثقلین کے مریدوں میں سے ہیں ان کو کشف صوری میں اسقدر قدرت حاصل تھی کہ مختلف صورتوں میں آجاتے تھے اور بیک وقت کئی جگہوں پر موجود رہتے تھے۔ لوگوں نے حضرت غوث الثقلین کے سامنے عرض کیا کہ شیخ قضیب البان نماز نہیں پڑھتے، حضرت غوث الاعظم نے سن کر فرمایا کہ ہئیں ہئیں! ایسا مت کہو کہ اس کا سر تو ہمیشہ سجدے میں رہتا ہے۔

شعر

بظاہر گر نباشد در عبادت
چہ شد در سر عبادت کرد عادت

ترجمہ:۔ اگر ظاہراً عبادت نہیں کی تو کیا ہوا۔ چونکہ اُسے مخفی عبادت کی عادت ہوگئی ہے۔

شیخ ابن القائد شیخ محمد الاوانی المعروف بہ ابن القائد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدوں میں سے تھے انکو مفرد الحضرت بھی کہا جاتا ہے آپ مفردان میں تھے۔ منصب افراد پر فائز تھے۔

شیخ ابو السعود بن الشبل آپ بھی حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں سے تھے۔

شیخ ابو مدین المغربی آپ کا نام نامی شعیب بن حسین ہے اور آپ ابو مدین مغربی کے نام سے مشہور ہیں یہ گروہ صوفیہ کے مقتدیٰ ہیں۔ آپ کی صحبت میں بہت سے مشائخ درجۂ کمال کو پہنچے ہیں ان ہی شیوخ میں سے ایک حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ہیں۔ امام عبداللہ یافعی کہتے ہیں کہ یمن کے اکثر شیوخ شیخ عبدالقادر جیلانی سے نسبت رکھتے ہیں اور بعض کی نسبت شیخ ابو مدین سے ہے۔ ان شیخ ابو مدین کو شیخ مغرب کہا جاتا ہے اور حضرت غوث الثقلین شیخ مشرق ہیں

شیخ ابو العباس بن العریف الاندلسی آپ کے بارے میں صاحب فتوحات مکیہ اپنے شیخ سے یہ واقعہ سناتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن میں اپنے شیخ ابن عریف سے رخصت ہو کر جنگل میں سیر کے لئے نکل گیا میں جس گھاس یا درخت کے پاس پہونچتا تو وہ کہتا (کہتی) کہ مجھے لے لو، (حاصل کرو) کہ میں فلاں مرض کی دوا ہوں۔ اس طرح ہر ایک گھاس نے مجھے اپنے بارے میں بتایا۔ میں نے یہ ماجرا اپنے شیخ

سے بیان کیا (یعنی ابن عربی کے شیخ نے ابن عریف سے یہ بات بیان کی) تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کی ہے اب تم وہاں پر جاؤ اگر اس مرتبہ بھی گھاس پھونس تم سے ہم کلام ہوں تو سمجھنا کہ تمہاری توبہ قبول نہیں ہوئی۔ یہ شیخ کے ارشاد کے بموجب جب جنگل میں پہونچے تو اس مرتبہ کسی چیز یا گھاس نے ان سے کلام نہیں کیا، یہ بہت شرمائے اور اپنے شیخ سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم کو بشارت ہو کہ تمہاری توبہ قبول کر لی گئی ہے اور یہ اسکی نشانی ہے۔
آپ کا انتقال ۵۳۶ھ میں ہوا۔

شیخ ابوالربیع الکفیف شیخ ابوالربیع الکفیف المالقی، شیخ ابوالعباس ابن العریف کے مرید تھے۔

شیخ ابن الفارض شیخ ابن الفارض الحموی المصری قدس اللہ سرہٗ کی کنیت ابوالحفص ہے۔ مصر میں آپ پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد مصر کے اکابر علماء میں سے تھے۔ شیخ ابن الفارض کا ایک دیوان ہے جو معارف و فنون لطائف پر مشتمل ہے ان قصائد میں سے ایک قصیدۂ تائیہ ہے جو سات سو پچاس اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ قصیدہ مشائخ کرام میں بہت ہی مشہور و معروف ہے (تائیہ ابن الفارض کہلاتا ہے) اسی طرح علم و فضل والوں میں بھی اسکی شہرت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس قصیدے میں شیخ نے سیر و سلوک کے تمام منازل، علوم دینیہ کے جمیع حقائق و معارف یقینیہ خود اپنے ذوق سے اور دوسرے مشائخ عظام و اکابر صوفیہ کے معارف و ارادت کو اس میں جمع کر دیا ہے اور ان حقائق و معارف کو ایسی خوبی اور عمدگی کے ساتھ نظم کیا ہے کہ یہ بات کسی دوسرے کو میسر نہ آسکی اور ارباب فضل و ہنر میں سے کسی کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ نوع بشر سے اکثر کا مقدور نہیں ہے کہ ایسا قصیدہ کہہ سکے۔

شعر

من کل لطف فیہ لفظا کاشف ۔۔۔ فی کل معنی منہ حسن باھر
بحر ولکن الطفاوۃ عنبر ۔۔۔ مزن ولکن الغیوب جواھر

ترجمہ:۔ اس میں جو لفظ ہے وہ کاشف ہے ہر معنی میں ہر لطف کا اور اس میں حسن ظاہر بھی ہے۔ یہ بحر ہے لیکن خرمن آفتاب عنبر ہے، باران ہے لیکن اس کے جواہر چھپے ہوئے ہیں۔

شیخ ابن الفارض رضی اللہ عنہ اس قصیدہ کے بارے میں کہتے تھے کہ جب میں قصیدہ تائیہ مکمل کر چکا تو خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ
"اے عمر! تم نے قصیدہ کو کس نام سے موسوم کیا ہے؟"
میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اس کا نام لوائح الجنان و روائح الایقان رکھا ہے"
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں بلکہ تم اس کا نام "نظم السلوک" رکھو"
پس میں نے اس کا یہی نام رکھا ہے۔

منقول ہے کہ یہ قصیدہ شعر و قانونِ فکر کے تحت نہیں کہا گیا ہے (جیسا کہ عام طور پر شعر کہا جاتا ہے) بلکہ آپ پر جذبۂ محبت و عشق الٰہی طاری ہوتا تھا اور آپ اس جذبہ کے تحت دس دس، بارہ بارہ دن تک اپنے حواس سے غائب

رہتے تھے اس کے بعد جب ہوش و حواس میں آتے تھے تو بے اختیار اشعار لکھتے چلے جاتے تھے اور اس طرح تیس چالیس اشعار لکھ لیتے تھے پھر آگے بھول جاتے تھے۔ اس کے بعد پھر ایسا ہی جذبہ طاری ہوتا اور پھر ہوش میں آتے تو پھر اس طرح اشعار لکھتے چلے جاتے تھے۔ پس یہ پورا قصیدہ واردات الٰہی اور الہامات نا متناہی کے تحت کہا گیا ہے۔ اکثر اکابر روزگار نے اس قصیدے کی شرحیں لکھی ہیں۔

شیخ صدرالدین قونیوی کی مجلس میں علماء اور طلبا حاضر ہوتے تھے اور مختلف علوم پر گفتگو ہوتی تھی اختتام پر قصیدہ نظم السلوک کے بعض اشعار پڑھے جاتے تھے شیخ برہان الدین عجمی زبان میں اشعار کی تشریح میں ایسے ایسے عجیب و غریب معارف بیان فرماتے تھے کہ اُن کو صرف ذوق و وجدان رکھنے والے حضرات ہی سمجھ سکتے تھے اور دوسروں کے بس کی بات نہیں ہوتی تھی، اشعار کے معانی بیان کرتے وقت ہر لحظہ اور ہر آن ایک نئے معانی آپ کو وارد ہوتے تھے۔ حضرت امام عبداللہ یافعی کو آپ کا یہ شعر بہت پسند تھا ۔

شعر

هنيئًا لاهل الدير كم سكروابها
وماشربوا منها ولكنهم هموا

ترجمہ:۔ اے شراب خانے کے لوگو! تم نے کس قدر شراب پی ہے حالانکہ انہوں نے شراب نہیں پی ابھی اس کا ارادہ ہی کیا ہے۔

شیخ برہان الدین اپنے کچھ اصحاب کبار کے ساتھ ان کے مرقد کی زیارت کے لئے گئے تھے تو دیکھا کہ آپ کی قبر کے چاروں طرف مٹی کے انبار لگے ہیں آپ ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے اور یہ شعر پڑھا ۔

شعر

مساكن اهل العشق حتى قبورهم
عليها تراب الذل بين المقابر

ترجمہ:۔ اہل عشق کے مسکن یہاں تک کہ ان کی قبروں پر بھی خواری کی مٹی کے ڈھیر ہیں دوسری قبروں کے درمیان پھر آپ نے اردگرد اور قبر سے مٹی صاف کی۔ اس مٹی کو اپنے دامن میں بھر بھر کر دوسری جگہ ڈالا اور اس طرح قبر کو مٹی سے بالکل پاک و صاف کر دیا۔

شیخ ابن فارض رضی اللہ عنہ نے ۲ رجمادی الاول ۶۳۲ھ کو انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ حمّاد دبّاس

حضرت شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الثقلین کے مشائخ میں سے تھے۔ آپ بالکل ان پڑھ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے معارف و اسرار کے دروازے آپ پر کھول دیئے تھے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے ایام جوانی تھے جب آپ شیخ حماد دباس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت غوث الثقلین بڑے ادب کے ساتھ آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ اُٹھ کر کسی ضرورت سے باہر گئے تو شیخ حماد

نے فرمایا کہ اس عجمی شخص کا قدم اس کے وقت میں تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا۔ چنانچہ کچھ مدت گذر جانے کے بعد تمام اولیاء اللہ کی گردنیں آپ کے زیر قدم تھیں (اور حضرت حماد کا وہ اشارہ اور پیشگوئی ہو کر رہی)
شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ رمضان ۵۲۵ھ میں انتقال فرمایا۔

شجرۂ سوئم

سلسلۂ کبرویہ

سلسلۂ کبرویہ کا منشاء و مبنیٰ جو حضرت شیخ الشیوخ ابوالنجیب الدین سہروردی تک مسلسل پہنچتا ہے شیخ نجم الدین کبریٰ ہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کی کنیت ابوالجناب ہے اور آپ کا نام نامی احمد عمر الحیوقی ہے اور لقب کبریٰ ہے۔ اولاً آپ میں جو جذبہ پیدا ہوا وہ بابا فرخ تبریزی کا فیض نظر تھا، پھر آپ حضرت شیخ اسماعیل قصری کے مرید ہو گئے اور آپ ہی سے تربیتِ سلوک حاصل کی۔ پھر ان کے اشارے کے بموجب آپ حضرت شیخ عمار یاسر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں مزید تربیت حاصل کی۔ بعد ازیں سلوک راہِ الٰہی کی تحصیل و تکمیل اور مقامات نامتناہی پر عبور حضرت شیخ روز بہان کبیر کی خدمت میں میسّر ہوا اس کی تفصیل اس "ملفوظات" میں دوسرے مقام پر کی گئی ہے۔

حضرت شیخ روز بہان کبیر کو بھی حضرت ابوالنجیب سہروردی سے نسبت ہے۔ چنگیز خان لعین کا خروج آپ (نجم الدین کبرا) ہی کی بددعا کے نتیجے میں ہوا۔ جس نے ربع مسکون کی اکثر عمارتوں کو برباد کر ڈالا اور شہر کے شہر ویران کر دیئے۔ شیخ نجیب الدین کبریٰ کی شہادت پانے کا موجب بھی وہی لعین ہوا۔ اکثر مقتدایانِ روزگار و پیشوایانِ نامدار آپ سے نسبت رکھتے ہیں اور بہت سے اکابر و اماثر آپ کی تربیت سے پیدا ہوئے۔ چنانچہ آئندہ ان کا ذکر کیا جائیگا۔ آپ کی شہادت کا واقعہ ماہ ربیع الآخر ۶۱۶ھ میں پیش آیا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ کی دوسری نسبت شیخ ابوالنجیب سہروردی سے شیخ عمار یاسر کے واسطہ سے ہے، شیخ روز بہان کے واسطہ سے نہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کی کیفیت یہ تھی کہ اُن پر جب حال اور جذبہ طاری ہوتا اور اس وقت کوئی اُن کی نظروں میں آجاتا تو اُن سے فیضیاب ہوتا اور ولایت کی حد تک پہنچ جاتا تھا۔
شیخ نجم الدین کبریٰ کو ایک نسبت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بغیر واسطہ کے حاصل ہے۔

ذکر خلفائے شیخ نجم الدین کبریٰ

شیخ سعد الدین حموی | شیخ سعد الدین حموی شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں۔ آپ صاحب احوال و صاحب ریاضت تھے۔ آپ کے بہت سے اصحاب و مریدین تھے۔ آپ کی تصانیف بھی ہیں آپ کا مسکن قاسیون تھا مدت تک وہاں رہے۔ پھر آپ خراسان واپس آگئے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔

آپ علوم ظاہری و باطنی میں اپنے زمانہ میں یگانہ تھے، آپ کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں کتاب محبوب اور سنجنجل الارواح مشہور ہیں۔ آپ نے اپنی تصانیف میں رمزیہ کلام، مشکل کلمات اور اشکال و دوائر بہت پیش کئے ہیں جن کی بناء پر عقل و فکر ان کی عقدہ کشائی سے عاجز ہے۔ آپ شیخ صدرالدین قونوی کے معاصرین میں سے ہیں۔ آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور آپ کی وفات بروز عید الاضحیٰ (۱۰ ذی الحجہ) ۶۲۵ھ میں ہوئی۔

شیخ مجدالدّین بغدادی

شیخ مجدالدین بغدادی کی کنیت ابو سعید تھی اور نام نامی مجدالدین شرف المؤید بن ابی الفتح بغدادی تھا۔ بغداد آپ کا مولد و وطن تھا، آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں بلکہ انہوں نے آپ کو اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ آپ نہایت خوبرو اور ظریف الطبع تھے۔ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ آپ اس وقت شیخ نجم الدین کبرا کی صحبت سے مشرف ہوئے (انکے مرید ہوئے) جبکہ آپ "امرد" تھے خلاف واقعہ ہے۔

خوارزم شاہ پر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا جو غیظ و غضب نازل ہوا کہ اس نے شیخ مجدالدین کو دریائے دجلہ میں غرق کرا دیا تھا، درخود اس کا ہلاکو بن تولیخان بن چنگیز خان کے ہاتھ سے مارا جانا اور اس لعین کے ہاتھوں مملکت کی بربادی اور روئے زمین کی تباہی کا موجب آپ ہی کی ذات تھی۔

آپ کی شہادت ۶۰۶ھ میں اور بقول بعض ۶۱۶ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کی بیوی کا تعلق نیشاپور سے تھا۔ ان کو نیشاپور بھیج دیا گیا اور ۶۳۳ھ میں نیشاپور سے اسفرائین پہنچا دیا گیا۔

شیخ سیف الدّین باخرزی

آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے عظیم خلفاء میں سے تھے، تحصیل و تکمیل علوم کے بعد آپ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تربیت حاصل کی۔ ابتداء میں آپ کو خلوت میں بٹھایا گیا تاکہ چلہ کھینچیں۔ جب دوسرا چلہ کرایا گیا تو شیخ آپ کے حجرے کے دروازے پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دے کر فرمایا کہ اے سیف الدین ؎

شعر

منم عاشق مرا غم سازوار است
تو معشوقی ترا باغم چہ کار است

ترجمہ:- میں عاشق ہوں اور مجھے غم سے سروکار رہتا ہے جبکہ تم معشوق ہو تمہیں غم سے کیا سروکار ہے؟

اُٹھو اور باہر آؤ۔ جب وہ باہر آئے تو ان کا ہاتھ پکڑ کر باہر لائے پھر اُن کو بخارا کی طرف روانہ کر دیا۔ آپ کا انتقال ۶۵۸ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار بخارا میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

سلسلۂ فردوسیاں

شیخ نجم الدّین فردوسی
شیخ شرف الدّین یحییٰ منیری

اکابر سلسلۂ فردوسیاں کا منشاء و مبنیٰ خانوادہ کبرویہ ہے۔ ہندوستان میں خانوادہ فردوسیہ کو

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری سے بہت شہرت ہوئی۔ یہ سلسلہ فردوسیہ خانوادۂ کبرویہ سے اسطرح ملتا ہے کہ شیخ سیف الدین باخرزی سے یہ نسبت حضرت شیخ بدرالدین سمرقندی کو حاصل ہوئی اوران سے شیخ رکن الدین فردوسی کو حاصل ہوئی اوراُن سے شیخ نجم الدین فردوسی کو نسبت حاصل ہوئی اور شیخ نجم الدین فردوسی سے یہ نسبت حضرت شرف الدین یحییٰ منیری کو حاصل ہوئی۔ واضح ہو کہ شیخ نجم الدین فردوسی نجم الدین صغریٰ کہلاتے تھے۔

شیخ نجم الدین صغریٰ کے سریر دولت وشوکت کے دور ونزدیک کے خادموں کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی اوران میں محمد تغلق کے امرائے دولت اور مقربانِ شاہی بھی تھے۔ ان سب نے شرفِ وصول اور قرب کا اعزاز حاصل کیا۔

جب حضرت شیخ شرف الدین تحصیل علوم شرعیہ وریاضاتِ اصلیہ وفرعیہ کی تکمیل کے بعد حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضرِ خدمت ہو کر ارادت وارشاد کی استدعا کی تو حضرت نے کچھ دیر کے استغراق کے بعد فرمایا برادرم شرف الدین! تم کو ارادت میں قبول کرنا اور سلوک کی دولت عطا کرنے کا شرف میرے بھائی نجم الدین صغریٰ کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ تم وہاں جاؤ کہ وہ تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔ جب حضرت کے اشارے کے بموجب آپ نے شیخ نجم الدین صغریٰ کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا تو حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ فقیروں کے پاس سے خالی ہاتھ نہ جاؤ۔ اس خاندان چشت کی دولت سماعی وصفائی تم کو مبارک ہو۔ حضرت شرف الدین تعظیم بجا لائے، خاندان فردوسیہ میں سماع وصفائی یہ دولت اسی خاندان کا عطیہ ہے۔

حضرت نجم الدین صغریٰ کے اوصاف ذاتی کی شرح اور آپ کے اخلاق کا بیان اور آپ کے صفاتِ لطیفہ کی تشریح حد سے فزوں اور بیان سے باہر ہے خامہ وبیان اور زبان عیاں نہیں کر سکتے۔

قطعہ

صفات ذات آن عالی مناقب — برون از حد وبرتر از بیان است
زہی آن قدوۂ اصحاب وجدان — خہی آن عمدہ از عارفان است
شہ ملک ولا ووالیٔ پاک — کہ دربزم معارف کامران است
جہان شد تازہ از باد بہارش — بہار خورم از سرو روان است
دماغ آسودۂ از باغ فردوس — چراغ دودۂ فردوسیان است
بساتین تازہ دارد از ریاحین — زگلزار معارف بوستان است

ترجمہ:- ۱۔ اس بلند اوصاف رکھنے والی ہستی کے صفات کا بیان حد سے فزوں اور بیان سے برتر و بالا ہے۔

۲۔ سبحان اللہ! ارباب وجدان وطریقت کے اس پیشوا کی کیا تعریف کی جائے اور واہ واہ عارفان زمانہ میں اس منتخب ہستی کے اوصاف کیا بیان ہوں؟

۳۔ وہ ملک خلوص ومحبت کے والی اور حکمران ہیں اور سبحان اللہ! عارفانِ زمانہ میں اس منتخب ہستی کا کیا کہنا کہ

وہ بزمِ عارفاں میں ایک کامیاب ہستی ہیں

۴۔ آپ کے باغِ عرفاں سے چلنے والی بادِ بہاری سے دنیا تر و تازہ ہوگئی، بہار کی یہ تمام تازگی اور رونق آپ ہی کے وجود سے ہے کہ آپ باغِ عرفاں کے سروِ رواں ہیں۔

۵۔ باغِ فردوس کی نکہت سے دماغ آسودہ اور خوشبو سے بہرہ مند ہے کہ آپ کی ذات والا سلسلہ فردوسیاں کا چراغ ہے

۶۔ باغ اپنے پھولوں سے تر و تازہ اور شاداب رہتا ہے۔ گلزار سے یہ مراد نہیں ہے کہ اسکو صرف بوستان کہدیا جائے بوستان میں جب تک تازہ ہوائیں نہ ہوں گی وہ بوستان یا گلزار نہیں ہے۔

شیخ جمال الدین گیلی

آپ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں۔ اس زمانے میں جب ان کے دل میں حضرت شیخ کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا تو یہ کتب خانے میں آئے اور ہر علم کی ایک ایک کتاب اپنے پاس رکھ لی اور ان کتابوں کو لے کر حضرت نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اُن سے کہہ رہا ہے کہ اے گیلک اس پشتارے کو پھینکدے، یہ حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ میرے پاس تو کچھ بھی دنیادی سامان نہیں ہے اور نہ اس سامان کے جمع کرنے کی مجھے خواہش ہے پھر یہ پشتارا کیا ہے؟ تین راتوں میں مسلسل ان سے یہی کہا گیا، آخرکار مجبور ہو کر انہوں نے شیخ نجم الدین کبریٰ سے عرض کیا کہ اے شیخ! یہ پشتارا کیا ہے جس کے پھینکنے کیلئے مجھ سے کہا جا رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ علوم غریبہ کی منتخبہ کا یہ گٹھڑا ہی وہ پشتارا ہے جسکے پھینکنے کیلئے کہا جا رہا ہے۔ انہوں نے فوراً تمام کتابیں دریا میں پھینکدیں۔

شیخ بابا کمال خجندی

شیخ بابا کمال خجندی حضرت نجم الدین کبریٰ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔ آپ مرتبۂ کمال پر فائز تھے، حضرت شیخ نے ان کو خرقۂ خلافت عطا فرماتے ہوئے کہا کہ مملکتِ ترکستان میں مولانا شمس الدین مفتی کے ایک صاحبزادے ہیں ان کو احمد مولانا کہتے ہیں یہ خرقہ ان کو پہنچانا ہے اور ان کی تربیت میں تم کوتاہی نہ کرنا جب بابا کمال یہ خرقہ لے کر خجند پہنچے تو راستہ میں کچھ بچوں کو کھیلتا ہوا پایا۔ چونکہ احمد مولانا ابھی کم سن تھے وہ بھی ان بچوں میں موجود تھے لیکن وہ کھیل میں شریک نہیں تھے بلکہ دوسرے بچوں کے کپڑوں کی نگرانی کر رہے تھے احمد مولانا نے جب بابا کمال کو دیکھا تو فوراً تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ کا استقبال کرتے ہوئے سلام پیش کیا اور کہا کہ جس طرح ہم دوسروں کے ان چند کپڑوں کی نگہبانی کر رہے ہیں اسیطرح آپ ہمارے جامہ کی نگہداشت کریں، یہ سنتے ہی بابا کمال نے ان کو آغوش میں لے لیا اور ان کو اسیطرح آغوش میں لئے ہوئے حضرت شمس الدین مفتی کے مکان پر پہنچے۔ مفتی صاحب نے یہ حال دیکھکر کہا کہ بابا کمال! یہ فرزند مجذوب ہے ممکن ہے کہ آپ کی مناسب خدمت نہ کرسکے ان سے چھوٹا بھائی زیادہ ہوشیار ہے اور مؤدب ہے، بابا نے فرمایا وہ بھی خوش نصیب ہے ہم تو شیخ کے ارشاد کے بموجب ان احمد مولانا کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے احمد مولانا کو بہت ہی کم مدت میں اپنی تربیت سے فارغ کردیا۔ پھر تو اُن کے کمالات کا شہرہ چاروں طرف پھیل گیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بہت سے طالبانِ طریقت نے انکی صحبت میں تربیت حاصل کی اور مرتبۂ کمال کو پہنچ گئے۔ آپ سے تربیت حاصل کرنے والوں میں ایک اہم شخصیت بہاؤ الدین کبراکی ہے

کہ انہوں نے اپنے چھوٹے دانشمند بھائی جن کا نام مولانا محمد تھا، کی تربیت مولانا احمد کے سپرد کر دی تھی، علاوہ ازیں شیخ بہاؤالدین نے اپنے چھوٹے بیٹے ابو الفتوح کو بھی احمد مولانا کی تربیت میں دے دیا تھا۔ خواجہ ابوالوفا خوارزمی انہی شیخ ابو الفتوح سے نسبت رکھتے ہیں جیسا کہ سلسلۂ مشائخ میں بیان کیا گیا ہے ؎

اشعار

رسید فیض علی را ز احمدِ مختار ۔۔۔ پس از علی حسن آمد خزینۂ اسرار
حبیب و طائی و معروف پس سری و جنید ۔۔۔ ز بو علی دگر مغربی سر اخیار
عقیب این ہمہ بوالقاسم و پس نساج ۔۔۔ امام احمد پس سہروردی و عمار
پس از اکابر مذکور شیخ نجم الدین ۔۔۔ کہ بود قدوۂ اخیار و سرورِ ابرار
کمال و احمد و آنکہ بہار ملتِ دین ۔۔۔ دگر محمد پس بوالفتوح فخر کبار

ترجمہ:- ۱۔ حضرت علیؓ کو فیض پہنچا احمدِ مختارؐ سے۔ اور علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ خزینۂ اسرار بن گئے۔
۲۔ حبیب اور طائی اور معروف کے بعد سری اور جنید آئے اور پھر بو علی مغربی سرزمین نیکوکاروں کے سردار تھے۔
۳۔ ان کے بعد بوالقاسم اور نساج، اور امام احمد، سہروردی اور عمار تھے۔
۴۔ مذکورہ اکابرین سے شیخ نجم الدین نیکوکاروں اور ابراروں کے سردار۔
۵۔ کمال اور احمد ملتِ دین کا خزانہ تھے اور محمد پشت پر تھے بوالفتوح فخر کبار کے۔

بعض حضرات نے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ خواجہ ابوالوفا خوارزمی شیخ نجم الدین کبریٰ کے مریدوں میں تھے

شیخ نجم الدین رازی

شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ "نجم الدین دایہ" شیخ نجم الدین کبریٰ کے بہت ہی بلند مرتبت مریدوں میں سے ہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے ان کی تربیت شیخ مجدالدین کے سپرد کر دی تھی۔ آپ "مرصاد العباد" اور تفسیر "بحر الحقائق" کے مصنف ہیں۔ چنگیز خان کی تاخت و تاراج اور تباہ کاریوں کے باعث خوارزم کی سکونت ترک کر کے ارضِ روم میں چلے آئے، یہاں پر آپ کو شیخ زین الدین فردوسی، شیخ صدرالدین قونیوی اور مولانا جلال الدین رومی جیسے اکابر مشائخ کی صحبت نصیب ہوئی۔ آپ نے ۶۵۴ھ میں وفات پائی اور شنونیزیہ مضافات بغداد میں شیخ سری سقطی اور حضرت جنید بغدادی کے مقبرے کے قرب میں ایک مزار ہے اس مزار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آپ ہی کا مدفن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

یہاں آپ کی ایک رباعی درج کی جاتی ہے ؎

رباعی

شمع ار چہ چو من داغ جدائی دارد ۔۔۔ با گریہ و سوز آشنائی دارد
سررشتۂ شمع بہ کہ سررشتۂ من ۔۔۔ کان رشتہ سری بروشنائی دارد

ترجمہ:- شاید شمع میری طرح اپنے دل میں داغ جدائی رکھتی ہے کہ میری طرح وہ بھی سوز و گداز میں مبتلا ہے۔

میرا سر رشتہ بہتر ہے یا شمع کا کہ اُسی رشتہ کی بدولت اُس میں یہ روشنی موجود ہے۔

شیخ رضی الدین علی لالا

شیخ رضی الدین علی لالا کا نام علی بن سعید بن عبد الجلیل لالائی الغزنوی ہے آپ کے والد بزرگوار حکیم سنائی کے چچا زاد بھائی تھے اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے مُریدتھے۔ شیخ رضی الدین لالا شیخ نجم الدین کبریٰ کے اصحاب میں سے تھے ابتدائے سلوک میں اُن کی صحبت میں رہے لیکن ارادت کا شرف شیخ مجد الدین سے حاصل کیا۔ منقول ہے کہ شیخ علی لالا نے ایک سو چودہ[۱۱۴] مشائخ کامل سے خرقہ کا شرف حاصل کیا تھا۔

ان کی وفات کے بعد ۱۱۳ خرقہ موجود تھے، انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور ابو رضا رتن رضی اللہ عنہ کی صحبت حاصل کی تھی۔ یعنی شیخ رضی الدین علی لالا نے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا الرضا رتن بن نصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحبت کی۔ شیخ ابو رضا رتن بن نصیرؓ کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ ہائے مبارک میں سے ایک شانہ عطا ہوا تھا۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی اس مبارک و مقدس شانہ کو اپنے خرقہ میں رکھتے تھے اور پھر اس خرقہ کو کاغذ میں لپیٹ کر رکھ دیا تھا اور اس پر اپنے قلم سے تحریر فرمایا تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شانوں میں سے ایک شانہ ہے جو اس ضعیف بندے کو ایک صحابی کے توسط سے ملا ہے اور یہ وہ خرقہ ہے جو اس فقیر کو شیخ ابو الرضا رتنؓ سے حاصل ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب یہ فقیر (میں) حضرت ابوالرضا رتن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ پر بڑی نوازش فرمائی۔ اس فقیر کی ایک نسبت خرقہ حضرتؒ ابو الرضا رتنؓ سے بھی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتی ہے۔

حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی

حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی بن احمد بن محمد البیابانکی اصل میں سامانی النسل ملوک سمنان میں سے تھے، حضرت ابراہیم شاہ سمنان کی وزارت کا منصب ان کے سپرد تھا، یہ ایک معرکہ میں شریک تھے، اسی جنگ کے دوران ان پر جذبہ طاری ہوگیا اور انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ ۶۹۹ھ اور بقول بعض ۶۸۵ھ میں شیخ نور الدین عبدالرحمٰن اسفرائینی کرخی کی خدمت میں پہنچے اور شرفِ ارادت حاصل کیا۔ ان کا عارفانہ کلام اس مجموعہ میں مختلف مقامات پر پیش کیا گیا ہے اسلئے تکرار و اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہم اپنے ابتدائے کار میں (جب راہ معرفت میں قدم رکھا) ان کی خدمت میں باریاب ہوئے تھے اور ان سے بہت سے حقائق و معارف حاصل کئے تھے۔ حضرت شیخ نور الدین اسفرائینی کی نسبت شیخ احمد کورفانی سے ہے اور اُن کی نسبت حضرت شیخ علی لالا سے ہے اور وہ شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں خانقاہ سکاکیہ کے اندر سولہ سال تک مقیم رہے۔ اس مدت میں انہوں نے ایک سو چالیس چلّے کئے، بعض کہتے ہیں کہ مختلف اوقات میں اُن کے چلّوں کی تعداد ایک سو تیس ہے، جب اُن کی عمر ۸۷ سال کی ہوئی تو شب جمعہ

۲۲ راہ رجب ۷۳۶ھ میں بمقام برُج احرار صوفی آباد میں آپ کا انتقال ہو گیا اور قطب الاوتاد عماد الدین عبدالوہاب کے خطیرہ میں دفن ہوئے۔

شیخ ابوالبرکات تقی الدین شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی الدولہ سمنانی، شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی کے مریدوں میں سے ہیں۔

امیر سید علی ہمدانی امیر سید علی بن شہاب بن محمد الہمدانی علوم باطنی و ظاہری کے جامع گذرے ہیں اور آپ کی تصانیف بہت مشہور ہیں جو یہ ہیں :۔ "کتاب اسرار النقطہ، شرح اسماء اللہ، شرح فصوص شرح قصیدہ خمریہ فارضیہ

آپ شیخ شرف الدین محمود بن عبداللہ المزدقانی کے مُرید ہیں اور وہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رح کے مُرید ہیں اور وہ مرید ہیں شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کے اور وہ مُرید ہیں شیخ احمد خرقانی کے جو شیخ علی لالا کے مُرید ہیں۔

شجرۂ چہارم
سلسلۂ سہروردیہ

حضرت شیخ ابُوالنجیب سہروردی اس خانوادہ کا منشا اور اس کے بانی حضرت شیخ ابوالنجیب (عبدالقاہر) سہروردی ہیں۔ وہی اس خاندان کے پیشوا اور سربراہ ہیں۔ آپ کی نسبت خرقہ کے سلسلہ میں مختصراً ذکر لطیفہ سابقہ میں آچکا ہے۔ آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں جن میں آداب المریدین بہت مشہور ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے حضرت امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور سلسلۂ خرقہ حضرت شیخ احمد غزالی تک پہنچتا ہے۔

آپ ایک دن قصابوں کی دُکان سے گذر رہے تھے وہاں ایک لٹکا ہوا دنبہ دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ دنبہ کہہ رہا ہے کہ میں مردار ہوں، مجھے ذبح نہیں کیا گیا ہے، قصاب یہ سنکر بے ہوش ہو گیا۔ جب کچھ دیر کے بعد ہوش میں آیا تو حضرت شیخ کے قول کی صحت کا اقرار کیا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ آپ نے ۵۶۳ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ عین القضاۃ ہمدانی مقتدی الانام شیخ عین القضاۃ ہمدانی کی کنیت ابوالفضل عبداللہ بن محمد المشائخی ہے۔ عین القضاۃ آپ کا لقب ہے۔ شیخ محمد بن حمویہ اور شیخ امام احمد غزالی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ کے ظاہری و باطنی کمالات آپ کی تصانیف سے ظاہر ہیں۔ کیا عربی اور کیا فارسی دونوں زبانوں میں آپ نے جس قدر حقائق و دقائق کی شرح کی ہے کم ہی کسی اور نے کی ہوگی۔ آپ سے بہت سے خوارق عادات ظہور میں آئے مثلاً احیاء و امانت وغیرہ۔

شیخ امام احمد غزالی امام احمد غزالی (برادر حجۃ الاسلام محمد غزالی) علمائے شریعت و طریقت کے مقتدا اور مشائخ معرفت و حقیقت کے پیشوا ہیں۔ آپ کا کلام و ارشادات ہر مکتب فکر کے لوگوں کے لئے

ایک دلیل اور ایک سند ہے۔ آپ کی تالیف و تصانیف تمام طوائف صوفیہ میں مقبول اور معتبر ہیں۔ ان تصانیف میں ایک تصنیف "سوانح" ہے اسی کتاب نے شیخ فخرالدین عراقی کو کتاب "لمعات" لکھنے پر آمادہ کیا۔
کسی شخص نے امام محمد غزالی کے بارے میں آپ سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ خون میں بیٹھے ہیں جب تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ مسئلہ حیض کے بارے میں غور و فکر کر رہے تھے۔
کچھ حصہ ان کی تصانیف کا حجۃ الاسلام (امام غزالی) کے پاس پہنچا انہوں نے مطالعہ کیا تو فرمایا کہ سبحان اللہ ہم ڈھونڈتے رہے اور انہوں نے پالیا ؎

بیت

یکی می رود، دیگری می رسد
یکی می رسد و دیگری می رود

ترجمہ:۔ ایک جاتا ہے تو دوسرا آتا ہے اسطرح ایک آتا ہے تو دوسرا جاتا ہے۔
حضرت شیخ احمد غزالی نے ۵۱۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار قزوین میں زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے۔ آپ کے خرقہ کی نسبت حضرت ابوبکر نساج تک پہنچتی ہے۔

حضرت شیخ امام محمد غزالی

امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد غزالی کی کنیت ابو حامد ہے اور آپ کا لقب زین الدین ہے۔ آپ شیخ علی فارمدی کے مریدہیں جو حضرت ابوالقاسم گورگانی سے نسبت رکھتے تھے۔
امام غزالی اوائل عمر میں طوس اور نیشاپور میں رہے ۴۸۴ھ میں مدرسۂ نظامیہ بغداد کی مدرسی پر فائز ہوئے۔ جو اس زمانے میں ایک بہت ہی بڑا اعزاز تھا۔ آپ نے کثیر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کی وہ تصانیف جن سے تمام طبقوں اور فرقوں کے لوگ تمسک کرتے ہیں یہ ہیں:۔ کتاب احیاء العلوم، جواہر القرآن، تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلدوں میں، مشکوٰۃ الانوار وغیرہ آپ کی مشہور ترین تصانیف ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی آپ کی بہت ہی بلندپایہ تصانیف ہیں۔ ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔
منقول ہے کہ آپ کی تصانیف کا انکار کرنے والے ایک شیخ نے جو معتزلی عقیدہ رکھتے تھے خواب میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انکار کے باعث اس عالم کو سزا دی۔ جب یہ عالم خواب سے بیدار ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوڑا مارا تھا اس کا نشان اس کے جسم پر موجود تھا اور جب تک یہ شخص زندہ رہا اس کوڑے کا نشان اس کے جسم پر باقی رہا۔
آپ شہر طوس میں ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۴۸۸ھ میں حجاز کا سفر کیا حج سے فارغ ہو کر آپ دمشق واپس آئے اور ایک عرصہ تک وہاں مقیم رہے، آپ نے شہر طوس میں دوشنبہ ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں وفات پائی جب کہ آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ آپ نے علم طریقت اور خلافت شیخ ابوالمعالی جوینی سے حاصل کیا جو شیخ ابوالقاسم قشیری کے مرید تھے وہ شیخ ابو دقاق کے مریدوں میں سے تھے، اُن کے پیر و مرشد سید ابوالقاسم نصیر آبادی تھے، ان کے شیخ
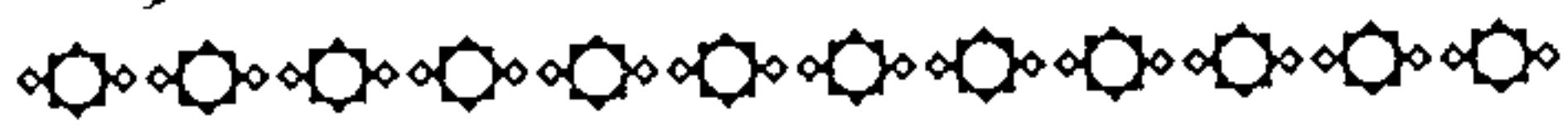
خواجہ ابوبکر شبلی تھے جو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے مرید تھے۔

شیخ ابوبکر طوسی نساج شیخ ابوبکر بن عبداللہ نساج، شیخ ابو القاسم گرگانی کے مرید ہیں۔ توکل، معرفت اور شاہد میں آپکا کلام اسقدر بلند ہے کہ تمام مشائخ طریقت نے اس بات میں انکی پیروی کی ہے

شیخ ابوالقاسم گرگانی شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام نامی علی ہے، اپنے وقت کے عدیم المثال پیر تھے، ایک روز شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالقاسم گرگانی ایک ساتھ تشریف رکھتے تھے اور بہت سے درویش بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ ان درویشوں میں سے ایک درویش کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کون سا بزرگ زیادہ صاحب منزلت و مرتبت ہے۔ جیسے ہی اس درویش کے دل میں یہ خیال آیا، پیر ہرویٰ (سید شیخ ابوسعید ابوالخیر) نے اسکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا جو کوئی بیک وقت دو بادشاہوں کو ایک تخت پر دیکھنا چاہتا ہو وہ آئے اور ہم درویشوں کو دیکھ لے سے

شعر

ہر کہ بیک تخت ندیدہ دو شاہ
گو نگرد سوی دو این کج کلاہ

اللہ تعالیٰ نے اس درویش کے دل سے حجاب کو اٹھا دیا اور شیخ کے کلام کا صدق اس پر ظاہر ہو گیا اور وہ دونوں کی بزرگی سے آگاہ ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ آج روئے زمین پر ان دو درویشوں سے زیادہ بزرگ کوئی اور شخص بھی ہے یا نہیں؟ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے پھر فرمایا کہ یہ ملک بہت مختصر ہے لیکن ہر روز اس ملک میں ابوسعید اور ابوالقاسم جیسے ستر ہزار افراد خداوند تعالیٰ تک پہنچتے ہیں اور ستر ہزار کے دل میں خشیت الٰہی پیدا نہیں ہوتی۔

شیخ ابوعثمان بن سعید شیخ ابوعثمان بن سعید بن سلام المغربی قدوۂ مشائخ اور علمائے راسخین کے پیشوا تھے آپ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کے مرشد ہیں، زمانے کے اکثر اولیاء اللہ اور حضرات مشائخ کو آپ سے نسبت حاصل ہے۔ آپ نے ۹ شوال ۳۷۳ھ میں وصال فرمایا۔

شیخ ابوعلی الکاتب المصری شیخ ابوعلی الکاتب کا تعلق طبقۂ چہارم کے مشائخ سے ہے۔ آپ بہت بڑے شیخ وقت گذرے ہیں۔ خواجہ ابوعثمان مغربی آپ کے خلفائے کبار میں سے ہیں آپ کو ابوبکر مصری اور شیخ ابوعلی رودباری سے شرف ارادت و خلافت حاصل تھا، آپ کی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کو جب علم معرفت و طریقت میں کبھی دشواری پیش آتی اور کوئی نکتہ حل نہیں ہوتا تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک خواب میں انکشاف کر دیتی تھی۔

حضرت شیخ ابوعلی رودباری آپ کا تعلق بھی طبقۂ رابعہ سے ہے آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن القاسم بن منصور ہے۔ آپ کے جدّ محترم کے والد وزرائے دربار شاہی سے تھے۔ آپ کا نسب

کسریٰ (شاہ فارس) سے ملتا ہے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی اور سید الطائفہ جنید بغدادی سے شرف صحبت حاصل کیا تھا اور ابو عبید اللہ رودباری کے ماموں تھے۔ شیخ ابوعلی الکاتب جب آپ کا نام لیتے تو سیدنا کہتے تھے اس سے بہت سے مشائخ کو رشک ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ (شیخ ابوعلی رودباری) شریعت سے گذر کر طریقت کے میدان میں داخل ہوئے اور ہم طریقت سے شریعت کی طرف آئے ہیں۔ آپ کے خرقہ کی نسبت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی تک پہنچتی ہے اور اس سے اوپر اسیطرح ہے جیسا کہ ہم نے سلسلہ فردوسیاں میں ذکر کیا ہے اور کچھ آپ کے فضائل کا ذکر وہاں بھی آیا ہے۔

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے متعدد مشہور خانوادے پیدا ہوئے آپ کے خلفائے کبار اور انکی بزرگی اور عظمت کے بارے میں انحصار سے شجرہ جنیدیاں میں لکھا جائے گا، یہاں بھی مختصراً کچھ تحریر کیا جاتا ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے ایک خرقہ کی نسبت یوں ہے:۔

حضرت شیخ سری سقطی
حضرت خواجہ معروف کرخی
حضرت امام علی رضا
حضرت امام موسیٰ کاظم
حضرت امام جعفر صادق
حضرت امام محمد باقر
حضرت امام زین العابدین
حضرت امام حسین رضؓ
امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلسلہ ذہب

حضرت جنید قدس سرہٗ کی دوسری نسبت خرقہ یوں ہے:۔

حضرت شیخ سری سقطی
حضرت خواجہ معروف کرخی
حضرت خواجہ داؤد طائی
حضرت حبیب عجمی
حضرت حسن بصری
امیرالمومنین حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی ایک اور نسبتِ خرقہ بیان کی جاتی ہے جو حضرت کمیل بن زیاد اور شیخ عبدالواحد بن زید اور حضرت خواجہ حسن بصری (قدس اللہ اسرارہم) کے واسطوں سے ہے۔

مشائخ کی ایک نسبت حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی تک اسطرح ہے

حضرت شیخ نجم الدین
حضرت شیخ اسماعیل قصری
حضرت شیخ محمد باکیل
حضرت شیخ محمد بن داؤد المعروف بخادم الفقراء
حضرت شیخ ابوالعباس ادریس
حضرت شیخ ابوالقاسم بن رمضان
حضرت شیخ ابویعقوب طبری
حضرت شیخ عمرو بن عثمان مکی
حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی

شیخ عمرو بن عثمان مکی آپ طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ شیخ منصور حلاج کے استاد ہیں اور شیخ جنید بغدادی سے آپ کو نسبت ہے آپ شیخ خراز کے معاصرین میں سے ہیں انکی نسبتِ خرقہ شیخ ابویعقوب نہرجوری سے ہے آپ کا بغداد میں ۲۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ یعقوب نہرجوری آپ علمائے مشائخ اور پیشوایانِ طریقت سے ہیں۔ یہ شیخ جنید، شیخ ابوعمرو اور شیخ عثمان مکی کے ہم صحبت تھے۔ بعض نے اس کے برعکس ان کو شیخ ابویعقوب سوسی کا شاگرد بتایا ہے جو مجاور مکہ مکرمہ تھے آپ کا وہیں ۱۰ رجمادی الآخر ۳۳۰ھ کو انتقال ہوا۔ آپ کو شیخ ابویعقوب سوسی سے نسبت خرقہ حاصل تھی اور شیخ ابو یعقوب سوسی کو حضرت کمیل زیاد سے اور اُن کو امیرالمومنین حضرت حسن مجتبیٰ سے نسبتِ خرقہ حاصل تھی۔ علاوہ ازیں شیخ ابویعقوب سوسی کو نسبتِ خلافت و اجازت شیخ عبدالواحد بن زید سے بھی حاصل تھی اور حضرت عبدالواحد بن زید کو حضرت حسن بصری سے اور ان کو حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے نسبتِ خرقہ حاصل تھی۔

شیخ ضیاء الدّین عبدالقاہر سہروردی حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقاہر بن شیخ نجیب الدین سہروردی سے حضرت مولانا رومی کا سلسلہ جاری ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے:۔

حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقادر
شیخ قطب الدین الابہری
حضرت شیخ رکن الدین سنجاجی
حضرت خواجہ شمس الدین تبریزی
حضرت مولانا جلال الدین محمد الرومی

ایک قول ہے کہ خواجہ شمس الدین تبریزی شیخ ابوبکر سلہ باف کے مُرید و خلیفہ تھے، شیخ اوحدالدین کرمانی کو بھی شیخ ابوبکر سلہ باف سے ارادت و خلافت حاصل تھی، بعض حضرات کہتے ہیں کہ خواجہ شمس الدین تبریزی شیخ بابا کمال خجندی کے مُرید و خلیفہ تھے اور ان ہی کی بارگاہ سے ان کو یہ مژدہ ملا تھا کہ تمہارا ایک مرید مولوی رومی بڑا صاحب کمال ہوگا، بہرحال یہ احتمال ہے کہ حضرت خواجہ شمس الدین نے ان تمام اکابر مذکورہ سے تربیت پائی اور ان حضرات کی عنایات سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔

مولانا جلال الدین رومی کے مرید شیخ صلاح الدین زرکوب ہیں جن کو صلاح الدین فریدون قونیوی کہا جاتا ہے اولاً تو یہ سید برہان الدین ترمذی کی تربیت میں رہے، بعد میں مولانا رومی کی صحبت و خدمت میں باریاب ہوئے جس طرح خواجہ شمس الدین تبریزی نے مولانا رومی کے حال پر نوازش فرمائی تھی اسی طرح مولانا رومی نے صلاح الدین زرکوب کو اپنی نوازشوں سے بہرہ ور فرمایا۔ شیخ صلاح الدین زرکوب برادری کے فرد تھے چنانچہ مولانا رومی نے اس شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

بیت

یکی گنجی پدید آمد ازین دکان زرکوبی
زہی صورت، زہی معنیٰ زہی خوبی

ترجمہ:۔ سنار کی دُکان سے ایک ایسا گنج ہاتھ آیا ہے جو ہر طرح سے یعنی صورت، معنی، سیرت اور خوبی کے لحاظ سے بھی سونا ہے۔

شیخ صلاح الدین مولانا کی خدمت میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے اور زرکوبی کی دُکان آن کی آن میں لٹادی۔

مولانا رومی کے فرزند سلطان ولد جب جوان ہوئے تو مولانا جلال الدین نے شیخ صلاح الدین کی دُختر سے ان کا نکاح کرادیا۔ اُن کے فرزند شیخ چلپی عارف انہی خاتون کے بطن سے ہیں۔ جب شیخ صلاح الدین کا انتقال ہوگیا تو مولانا رومی کی تمام توجہ شیخ حسام الدین چلپی عارف کی طرف منتقل ہوگئی اور حضرت مولانا نے ان کو خلافت بھی عطا فرمادی۔ مولانا رومی شیخ چلپی سے بہت محبت کرتے تھے، یہ محبت عشق کی حد تک پہنچ گئی تھی مثنوی مولوی معنی لکھنے کے محرک بھی یہی شیخ چلپی عارف تھے۔

مولانا جلال الدین رومی کے خلف برحق اور خلیفۂ صدق سلطان ولد ہیں اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ "ولد الولد سر لابیہ لاشك فیہ" کا صحیح مصداق ہیں۔ مولانا رومی کا خلق بعینہ ان میں موجود تھا آپ نے سیدنا برہان الدین محقق اور شمس الدین تبریزی کی بہت خدمت کی تھی۔

مولانا جلال الدین محمد بلخی رُومی حضرت مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی کی ولادت شہر بلخ میں ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ کو ہوئی۔ آپ سے ابتدائے حال سے آخر تک اسقدر خوارق ظہور میں آئے ہیں کہ کم ہی کسی سے ظہور میں آئے ہوں گے، آپ نے حضرت فریدالدین عطار سے بھی شرف صحبت حاصل کیا ہے

انہوں نے آپ کو اپنی تصنیف بیسرنامہ عطا فرمائی، مولانا نے مرض آخر میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے مرنے پر مغموم نہ ہونا، شیخ منصور حلاج کا نور ایک سو پچاس سال کے بعد شیخ فریدالدین عطار میں جلوہ گر ہوا۔ میں اُن سے کم نہیں ہوں، تم ہر حال میں میری یاد کرتے رہو کہ میں ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں۔

آپ کے انتقال کے وقت شیخ صدرالدین قونیوی موجود تھے، مولانا نے فرمایا "ہمارے دوست ہم کو اس طرف کھینچ رہے ہیں اور مولانا شمس الدین اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ اب چار و ناچار جانا ہی پڑے گا"۔ آپ نے ۵ جمادی الآخر ۶۷۲ھ کو غروب آفتاب کے وقت انتقال فرمایا۔ شیخ مویدالدین جندی نے یہ شعر آپ ہی کی تعریف میں کہا ہے:۔

شعر

لوکان فینا للالوھیتہ صورۃ
ھی انت لاکنی ولا تردّد

ترجمہ:۔ اگر ہمارے درمیان الوہیت کی کوئی صورت ہوتی تو وہ تیری ہی صورت ہوتی اس بات کے کہنے میں نہ میں کنایہ سے کام لے رہا ہوں اور نہ یہ کہنے میں مجھے کچھ پس و پیش ہے۔

شیخ بہاؤالدّین ولد

حضرت شیخ بہاؤالدین ولد حضرت مولانا جلال الدین رومی کے والد بزرگوار ہیں۔ آپ حضرت نجم الدین کبریٰ کے اصحاب (مریدین) میں سے ہیں۔ آپ کا نام نامی محمد بن احمد الخطیب الکبریٰ ہے، مولانا رومی کی والدہ شاہ علاؤالدین محمد بن خوارزم شاہ کی صاحبزادی ہیں جو خراسان کے بادشاہ تھے اپنی بیٹی کا عقد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مولانا رومی کے والد کے ساتھ کر دیا تھا۔

خواب میں آپ کو سلطان العلماء کا خطاب دیا گیا تھا جس زمانے میں مولانا جلال الدین کم سن تھے تو شیخ بہاؤالدین ولد بغداد کے راستہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ بغداد پہونچے تو مشائخ نے ان سے دریافت کیا آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا:

مِنَ اللّٰہِ وَاِلَی اللّٰہِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

ترجمہ:۔ اللہ کی طرف سے، اور اللہ ہی کی طرف اور کوئی طاقت اور قوت سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے۔

جب یہ کلام شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) نے سنا تو فرمایا کہ اس کا کہنے والا بہاؤالدین بلخی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر شیخ الشیوخ نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کے زانو کو بوسہ دیا۔ اُس وقت آپ اونٹ پر سوار تھے۔ پھر شیخ الشیوخ نے آپ سے استدعا کی کہ آپ خانقاہ میں تشریف لے چلیں تو آپ نے فرمایا کہ مسافر کے لئے مدرسہ مناسب جگہ ہے چنانچہ مدرسہ مستنصریہ میں آپ نے قیام فرمایا۔ شیخ الشیوخ نے خود اپنے ہاتھوں سے انکے موزے اتارے۔

آپ چار سال تک آذربائیجان میں رہے، سات سال شہر لارندہ میں قیام کیا اور یہاں

حضرت مولانا جلال الدین رومی کی شادی کر دی۔ اُس وقت مولانا رومی کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ ۶۲۳ھ میں مولانا رومی کے یہاں سلطان ولد پیدا ہوئے اس کے بعد مولانا بہاؤ الدین کو سلطان نے قونیہ بلا لیا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے، قونیہ ہی میں شیخ بہاؤ الدین ولد نے انتقال فرمایا۔

سید برہان الدین محقق ترمذی آپ سید ہیں اور مولانا بہاؤ الدین سے تربیت حاصل کی تھی اور ان ہی کے مُرید تھے۔ اشراف ہونے کے باعث وہ خراسان اور ترمذ میں سید سروران کے لقب سے مشہور تھے جس روز مولانا بہاؤ الدین ولد کا انتقال ہوا یہ ترمذ میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ یکایک کہنے لگے افسوس، میرے استاد اور مرشد کا انتقال ہوا۔ واللہ اعلم

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی حضرت شیخ الشیوخ سہروردی ابو حفص عمر بن محمد البکری حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ تصوف میں آپ کی نسبت آپ کے چچا شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی سے ہے۔ آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ سے بھی فیض صحبت حاصل کیا ہے اور اپنے زمانہ کے دوسرے شیوخ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ حضرت غوث الثقلین نے اُن سے فرمایا تھا:

انت آخر المشهورين بالعراق

ترجمہ:۔ تم عراق کے آخری مشہور شخص یعنی شیخ ہو۔

آپ کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں عوارف المعارف، رشف النصائح زیادہ مشہور ہیں۔ گروہ صوفیہ میں آپ بہت مشہور ہیں اور صوفیائے کرام آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ ایک موقع پر شیخ محی الدین ابن عربی کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے اُن کے بارے میں کہا

بحر مواج لا نهاية له

ترجمہ:۔ وہ ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہیں جس کی کوئی نہایت (انتہا) نہیں ہے۔

اور جب شیخ محی الدین ابن اکبر سے شیخ الشیوخ کی نسبت دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتّباع کا جو نور سہروردی کی پیشانی میں چمک رہا ہے وہ کچھ اور ہی چیز ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی کی ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی اور آپ نے ۶۳۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک اسطرح پہنچتا ہے۔ عمر (شہاب الدین) بن محمد بن عبداللہ بن سعید بن حسن بن قاسم بن نصر بن قاسم بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔

آپ نے ۴ ارمحرم ۶۳۲ھ میں وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوئے۔

آپ نے شیخ ابو محمد بن عبداللہ البصری سے بھی صحبت و خلافت حاصل کی اور انہوں نے خلافت شیخ ابو مدین مغربی سے حاصل کی تھی۔

شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیخ نجیب الدین علی بن بزغش الشیرازی جن کی پیدائش کی بشارت اُن کے والد

کو خواب میں ملی تھی حضرت شیخ الشیوخ قدس اللہ سرہٗ کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ آپ نے ماہ شعبان ۶۰۷ھ میں وفات پائی۔

شیخ ظہیر الدین عبدالرحمان شیخ ظہیر الدین عبدالرحمٰن بن علی بزغش قدس اللہ سرہٗ شیخ علی بن بزغش کے فرزند ہیں۔ اپنے والد محترم ہی سے انہوں نے بیعت کی تھی لیکن خرقہ انہوں نے شیخ الشیوخ سے حاصل کیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے اپنے خرقہ کا ایک کپڑا ان کے لئے بھیج دیا تھا، جب یہ پیدا ہوئے تو ان کو وہی کپڑا پہنایا گیا (اسی میں لپیٹ دیا گیا) جو حضرت شیخ الشیوخ نے بھیجا تھا اور انہوں نے دنیائے وجود میں آنے کے بعد پہلا خرقہ وہی پہنا تھا۔ آپ صاحب تصانیف بھی ہیں آپ نے عوارف المعارف کا ترجمہ فارسی زبان میں بہت خوبی سے کیا ہے۔ آپ حضرت شیخ الشیوخ کے یہ دو اشعار بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے ؎

شعر

وقد کنت لا ارضیٰ من الوصل بالرضیٰ ۔۔۔ واخذنا من فوق الرضیٰ مشیر ما
فلما تفرقنا و شطہ مالنا ۔۔۔ قنعت بطیف منک یاتی مسلما

ترجمہ

راضی میں وصل یار پہ ہوتا نہ تھا کبھی ۔۔۔ اک مرتبہ رضا سے بھی اعلیٰ قبول تھا
لیکن جدا ہوئے تو رجوع دور تک ہوا ۔۔۔ قانع ترے خیال پہ اے دوست ہوگیا

شیخ ظہیر الدین عبدالرحمٰن نے ۷۱۶ھ میں وصال فرمایا۔

شیخ محمد یمنی شیخ محمد یمنی بھی شیخ الشیوخ کے خلفاء میں سے تھے۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی حضرت شیخ بہاؤالدین بن کبیر زکریا ملتانی حضرت شیخ الشیوخ قدس اللہ سرہٗ کے اعاظم خلفاء میں سے ہیں۔ جب آپ حضرت گنج شکر اور شیخ عبدالرحمٰن جلال تبریزی کے ساتھ شرف ارادت کے حصول کے لئے حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان دونوں حضرات کو دوسری جگہ جانے کیلئے ارشاد فرمایا چنانچہ ہندوستان میں یہ قصہ مشہور ہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا تنہا آپ کی خدمت میں عرصہ تک مقیم رہے۔

حضرت بہاؤالدین ابن زکریا محمد بن ابی بکر اسدی قریشی کی ولادت شب جمعہ (یعنی شب قدر) رمضان المبارک ۵۶۶ھ میں ہوئی۔ آپ نے ایک سو سال عمر پائی، آپ کی وفات ظہر اور عصر کے درمیان ۷ صفر بروز سہ شنبہ ۶۶۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار ملتان میں ہے جس سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں اور اسکی زیارت کرتے ہیں۔ شیخ جمال اوچی خنداں روؒ مولانا طاہر بیابانی، امیر حسن ہروی وغیرہ آپکے خلفاء میں سے ہیں۔ شیخ صدرالدین آپ کے خلف الصدق اور خلیفہ برحق ہیں۔ شیخ صدرالدین کی ولادت شب جمعہ ۶۲۱ھ میں ہوئی۔ آپ نے ترسٹھ سال کی عمر پائی، آپ کا

انتقال ظہر و عصر کے درمیان ۳ ماہ ذی الحجہ ۶۸۴ھ میں ہوا۔

شیخ رکن الدین ابو الفتح آپ اپنے والد شیخ صدر الدین کے خلفِ اصدق و خلیفہ برحق ہیں۔ بہت سے اکابر زمانہ آپ سے نسبتِ ارادت رکھتے ہیں چنانچہ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری کا سلسلہ بھی آپ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی ولادت بروز جمعہ ۶۴۹ھ میں ہوئی اور آپ نے ۸۸ سال کی عمر پائی۔ آپ اپنے جد محترم (بہاء الدین زکریا) کے سجادہ پر باون (۵۲) سال تک متمکن رہے۔ آپ نے شب جمعہ ۹ جمادی الاول ۷۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ حاجی صدر الدین چراغ ہند کو بھی شیخ رکن الدین ابو الفتح سے ارادت و خلافت کی نسبت ہے۔ سید جلال بخاری کی خلافت کی تفصیل اور ترتیب شجرۂ سادات میں انشاء اللہ تحریر کی جائیں گی۔ حضرت شیخ فخر الدین عراقی اور حضرت میر حسین ساداتِ حسینی کے بارے میں لطیفہ شعراء میں تحریر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

شجرۂ پنجم
(سلسلہ نقشبندیہ)

اس خاندان شریف کا مرجع اور اس پاکیزہ سلسلہ کا منشاء تو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی ہیں لیکن یہ سلسلہ نیچے کی جانب حضرت خواجہ یوسف ہمدانی سے ملتا ہے اس سلسلہ کے نقشبندیہ کہلانے کی وجہ تسمیہ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند بخاری کی ذات گرامی ہے نقش بند کی وجہ تسمیہ ان کی صورت کا نقش قائم کرنے سے ہے، کہ یہ نسبت ان تک پہنچتی ہے اور ان کی نسبت کے تصور سے کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

اس سلسلہ کے بزرگوں کی نسبت خلافت و ارادت دو حضرات پر منتہی ہوتی ہے ایک تو حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے اور دوسری شخصیت حضرت شیخ ابو علی فارمدی کے واسطہ سے ہے جو حضرت ابو القاسم گرگانی کے توسط سے اپنے منتہا ختم سلسلہ تک پہنچتی ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

شیخ ابو علی فارمدی آپ کا نام نامی فضل بن محمد ہے آپ کو شیخ الشیوخ خراسان بھی کہا جاتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے یکتا و منفرد تھے۔ آپ امام ابو القاسم قشیری کے مرید ہیں۔ تصوف میں آپ کا انتساب دو طرف سے ہے ایک تو حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی سے اور دوسری نسبت کا تعلق حضرت ابو القاسم گرگانی سے ہے۔

خواجہ یوسف ہمدانی آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ امام عالم، عارف ربانی، صاحب احوال اور اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانیوں، کرامات و مقامات جلیلہ والے خلیفہ تھے ابتدائے حال میں شیخ ابو اسحاق شیرازی سے تعلق تھا اور ان ہی سے آپ کو احوال میں کشائش حاصل ہوئی۔ مشہور یہ ہے کہ تصوف میں آپ کی نسبت حضرت شیخ ابو علی فارمدی سے ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ نسبت شیخ عبد اللہ جوینی سے ہے اور آپ

شیخ حسن سمنانی کی خدمت میں بھی رہے ہیں۔ مرو کے راستہ میں آپ کا انتقال ہوا، سال وفات ۵۳۵ھ ہے آپ کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا تھا۔ ایک مدت کے بعد آپ کی نعش کو مرو میں منتقل کیا گیا جہاں آپ کے مرقد پر عالی شان مقبرہ بنایا گیا جو زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ اکبر نے حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی کے حوالے سے آپ کے اقوال کو نقل کیا ہے آپ ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ تک سجادہ نشینی پر متمکن رہے اور اس طرح کہ سوائے نماز جمعہ اور نماز عیدین کے آپ باہر نہیں نکلتے تھے آپ کے چار خلفاء نے بہت زیادہ شہرت پائی جو یہ ہیں:-

۱۔ خواجہ عبداللہ برقی ۲۔ خواجہ حسن اندقی ۳۔ خواجہ احمد لسیوی، آپ مشائخ ترک کے پیشوا ہیں۔
۴۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کا سلسلہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے ملتا ہے۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی | خواجہ عبدالخالق غجداوانی کی روش اور آپ کا مسلکِ تصوّف تمام فرقوں میں حجت ہے۔ آپ صوفیہ کے تمام طبقات میں مقبول ہیں۔ ابتداء میں آپ اویسی تھے اور حضرت خواجہ خضر نے انہیں اپنی فرزندی کے لیئے قبول کیا ہے لیکن بظاہر آپ کو اجازت و خلافت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی سے حاصل ہے۔

حضرت عبدالخالق غجدوانی کے چند خلفاء ہیں جن میں خواجہ احمد صدیق اور خواجہ عارف دیوگری بہت مشہور ہیں۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی نسبت سلسلہ خواجہ عارف دیوگری تک پہنچتی ہے۔ حضرت خواجہ ابوالخیر قونیوی، خواجہ عارف دیوگری کے مشہور خلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ علی رامتینی | آپ خواجہ محمود کے خلفاء میں سے ہیں اور سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت عزیزاں کے لقب سے مشہور ہیں، مقاماتِ عالیہ رکھتے تھے اور علامات متعالی سے سربلند تھے، آپ پاک و صاف اور حلال کمائی کے لئے کپڑا بُن کر روزی حاصل کرتے تھے یعنی آپ کا پیشہ بافندگی تھا۔ جیساکہ مولانا رومی نے یہ شعر کہا ہے ؎

شعر

گر نہ علم حال فوق قال بودی کی شدی
بندہ اعیان بخارا خواجہ نسّاج را

ترجمہ:- اگر علم حال علم قال سے بلند مرتبہ نہ ہوتا تو بخارا کے اعیان و بزرگ خواجہ نساج کے خادم کب بن سکتے تھے۔
آپ غلبۂ حال میں اکثر یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ اگر روئے زمین پر خواجہ عبدالخالق کے فرزندوں میں سے کوئی ایک بھی اس وقت موجود ہوتا تو منصور حلاج ہرگز سولی پر نہ چڑھتے۔

قطعہ

جہان خورشید عبدالخالق آن پیر   مریداوست مخلوق جہاندار
اگر بودی یکی از خادمش الحق   نگشتی دادۂ منصور بردار

ترجمہ:- وہ پیر عبدالخالق دنیا کے خورشید ہیں دنیا کی مخلوق انکی مُرید ہے اگر انکا کوئی ایک خادم بھی اس زمانے میں موجود ہوتا تو منصور حلاج کو پھانسی نہیں چڑھنے دیتا۔

حضرت خواجہ بابا سماسی آپ حضرت عزیزاں کے خلیفہ ہیں اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کو آپ نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا تھا آپ جب کبھی قصرِ ہندوان کی طرف سے گزرا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب کہ قصرِ ہندوان قصرِ عارفان بن جائے گا ایک روز حضرت سید کلال کے مکان سے کہیں واپس تشریف لے جارہے تھے تو راستہ میں آپ کی زبان سے نکلا کہ اب وہ خوشبو زیادہ ہو گئی ہے، شاید وہ بچہ پیدا ہو گیا ہے، چنانچہ حضرت بہاءالدین نقشبند کے دادا تین روز کے اس بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر حضرت بابا سماسی کی خدمت میں لے گئے، آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسی فرزند کی خوشبو کی ہم خبر دیا کرتے تھے، انشاء اللہ یہ بچہ مقتدائے زمانہ اور پیشوائے دیار و امصار ہوگا۔

سید امیر کلال سید امیر کلال قدس اللہ سرہٗ حضرت بابا سماسی کے خلفائے کبار میں سے ہیں، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کو نسبتِ ارشاد و تلقین اور آدابِ سلوک و طریقت کی تعلیم آپ ہی سے حاصل ہوئی۔

ایک روز حضرت سید امیر کلال نے خواجہ بہاء الدین نقشبند کو اپنے حضور میں بلایا اور فرمایا کہ اے فرزند! بہاء الدین نقشبند میں نے حضرت خواجہ بابا سماسی کی اس وصیت و نصیحت کو تمہارے سلسلہ میں پورا کر دیا ہے جو حضرت نے مجھے کی تھی اور فرمایا تھا کہ میں نے جو حق تربیت تمہارے سلسلے میں ادا کیا ہے وہی حق تم میرے فرزند بہاء الدین کے سلسلے میں ادا کرنا اور کچھ کوتاہی نہ کرنا چنانچہ میں نے تمہاری تربیت میں اس حق کو تمام و کمال ادا کر دیا ہے اور کچھ کوتاہی نہیں کی ہے۔

بابا قثم شیخ بابا قثم شیخ ترکستان کے مشائخ میں سے ہیں آپ کا تعلق خواجہ احمد یسوی کے خاندان سے ہے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند نے بھی آپ سے بہت کچھ فوائد سلوک میں حاصل کئے ہیں۔ قثم شیخ کے نو صاحبزادے تھے، خواجہ بہاء الدین کو وہ اپنا دسواں بیٹا کہا کرتے تھے۔ آپ تین ماہ تک اکتسابِ فیض کے لئے بابا قثم شیخ کی خدمت میں رہے۔

شیخ خلیل آتا شیخ خلیل آتا بھی مشائخ ترک سے ہیں۔ حضرت بہاء الدین نقشبند ایک اشارۂ خواب کی بناء پر آپ کی خدمت میں پہنچے تھے۔

خواجہ بہاء الدین نقشبند حضرت خواجہ بہاء الدین قدس اللہ سرہٗ کا نام نامی محمد بن محمد البخاری ہے آپ کو شیخ بابا سماسی نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا تھا، سلوک و آداب طریقت کی تعلیم آپ کو بحسب ظاہری حضرت امیر کلال سے حاصل ہوئی ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے ورنہ حقیقت میں آپ اویسی ہیں اور آپ نے تربیت حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کی روحانیہ سے حاصل کی ہے آپ کی وفات شب دوشنبہ ۳ ماہ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے آپ کی نسبت سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے جس کا ذکر انشاء اللہ لطیفۂ اذکار میں کیا جائے گا۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے خلفاء کثیر التعداد ہیں۔ ان میں سے چند حضرات سرحدِ ولایت تک پہنچے ہیں۔ خواجہ علاؤ الدین عطار نے اپنے زمانۂ ولایت و شیوخت میں اپنے بعض مریدوں کو تربیت سلوک کے لئے آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت خواجہ محمد پارسا حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے خلفائے اعظم میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا تھا کہ جو امانت مشائخ متقدمین اور حضرات کاملین کے خانوادوں سے ہم نے پائی ہے وہ ہم تمہارے سپرد کرتے ہیں۔

شجرۂ ششم

(سلسلۂ یسویہ)

اس سلسلہ کے بانی اور اس خاندانِ شریفہ کے منشا حضرت خواجہ احمد یسوی ہیں جو ایک مرشد برحق اور ہادی طریقت تھے۔ آپ کی نسبت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی سے ہے۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے چار خلیفہ بہت مشہور تھے:۔ ۱۔ خواجہ حسن برقی۔ ۲۔ خواجہ حسن اندقی۔ ۳۔ خواجہ عبد الخالق غجدوانی۔ ۴۔ حضرت خواجہ احمد یسوی۔ جو ترکستان میں ۹۹ ہزار مشائخ کے مقتدا تھے۔

حضرت سلطان احمد یسوی منقول ہے کہ آپ کے دل میں زیارت حرمین شریفین کی خواہش پیدا ہوئی ایک عظیم جماعت کے ہمراہ آپ بڑے طمطراق کے ساتھ روانہ ہوئے بہت سے سکیا پکانے والے باورچی اور متعدد امیر شکار اس جماعت میں موجود تھے۔ جب یہ لشکر (جماعت) غجدوان کی سرحد کے قریب پہنچا تو آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ شیر پر سوار ہو اور سانپ کا دُرّہ (کوڑا) ہاتھ میں لے اور اس کو گھماتے ہوئے بلند آواز سے کہے کہ درویشوں کی رسد (خوراک) بھیجو۔ جب وہ شخص اس انداز میں حضرت عبد الخالق کی خدمت میں پہنچا اور ان کو سلطان احمد یسوی کا پیغام پہنچایا تو خواجہ تمام معاملہ سمجھ گئے اور آپ مسکرائے اور کہا کہ اچھا ترک نے اپنی کرامت ہم کو دکھائی ہے اور عجب و غرور ان کے اندر پیدا ہو گیا ہے پس آپ نے ایک مرید کو حکم دیا کہ تم دیوار پر سوار ہو کر ان کے پاس جاؤ اور سلطان سے دعوت قبول کرنے کی استدعا کرو۔

خادم نے سلطان احمد یسوی کے حضور میں پہنچ کر دعوت کا پیغام دیا اور انہوں نے دعوت قبول کر لی اور حضرت عبدالخالق غجدوانی کی خانقاہ کی جانب پوری جماعت کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ سلطان احمد یسوی کی جماعت کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ ایک کوس تک ان کی جماعت کے افراد پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ شیخ عبدالخالق نے خادموں کو حکم دیا کہ پانچ سیر چنا، دو سیر آٹا اور ایک دُنبہ ہمارے حجرے میں رکھ دو اور سلطان کے ہمراہیوں کو دعوت کیلئے بلاؤ۔ آپ کے خدّام حیران تھے کہ اتنے کم سامان سے سلطان احمد یسوی کے اس عظیم لشکر کی دعوت کس طرح ہو گی خواجہ صاحب نے حکم دیا کہ لوگ آئیں اور یہاں (حجرہ) سے ہر شخص دو سیر آٹا اور گھوڑے کے لئے پانچ سیر چنا اور چار افراد پر ایک دُنبہ کے حساب سے سامان لے جائیں۔ لوگ سامان لینے کے لئے دوڑ پڑے اور لشکر کے ہر فرد نے اتنا اتنا سامان وہاں سے لے لیا۔ آپ نے حکم دے دیا تھا کہ جسقدر سامان بتایا گیا ہے ہر شخص اتنا ہی لے اس سے زیادہ نہ لے۔ جو شخص زیادہ لے گا اس کا گھوڑا مر جائے گا۔ ایک شخص نے مقررہ سامان سے زیادہ لے لیا اسکے گھوڑے نے راستہ میں ٹھوکر کھائی اور گر کر مر گیا۔

تین روز تک اسیطرح دعوت کا سلسلہ جاری رہا۔ اب سلطان احمد یسوی نے کوچ کا ارادہ کیا۔ حضرت عبدالخالق کو اس ارادہ سے آگاہ کیا گیا۔ آپ نے سلطان احمد یسوی کو پیغام بھیجا کہ کیوں اتنی مخلوق کو پریشان کرتے ہو؟ اگر مقصود صرف طواف کعبہ ہے تو وہ تو یہاں بھی ہو سکتا ہے چنانچہ آپ کی دُعا سے کعبہ وہیں آ گیا اور سب نے طواف کیا اور عرض کیا کہ میرا مقصود تو آپ کو یہاں بلانا تھا ورنہ کعبہ تو سلطان کے خادم بھی طلب کر سکتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک دفعہ سلطان احمد یسوی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اپنے احباب اور مریدوں کے خلوص کی آزمائش کریں اور ان کے صدق ارادت کو معلوم کریں، چنانچہ انہوں نے ایک دن اپنے پائجامہ میں چمڑے کی ایک تھیلی میں ہزار روپے رکھ لئے اور اثنائے نماز میں جس کی امامت وہ خود کرتے تھے اس خریطہ کا منہ کھول دیا اور وہ روپے ہر طرف بکھر گئے، ہر ایک مریدان روپوں کو اٹھانے میں مشغول ہو گیا مگر صرف دو شخص ان کی اقتدا سے نہیں ہٹے اور ایک شخص آدھا کام کر کے پھر واپس نماز میں شامل ہو گیا بعد میں سب کو معلوم ہوا کہ یہ امتحان لیا گیا تھا۔ اس دن حضرت سلطان احمد یسوی نے فرمایا کہ" ہمارے صرف ڈھائی مرید ہیں۔ یہ بات آپ نے بر سبیل تذکرہ فرمائی تھی۔ ویسے تو سب ہی آپ کی نظروں میں عزیز الوجود تھے۔ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس زمانے میں یہ فقیر حضرت قثم کی خدمت میں پہنچا اور آپ کے ظاہری و باطنی التفات سے سعادت اندوز ہوا تو اس نسبت کے سبب سے کہ میرے جدّ اعلیٰ حضرت سلطان احمد یسوی کی اولاد سے تھے، حضرت شیخ قثم نے کئی مرتبہ اشارہ اور کنایہ کے طور پر فرمایا کہ یہ بہت ہی عجیب بات ہے کہ اس خاندان کے ہوتے ہوئے سلوک کی راہ کسی دوسرے بزرگ کی نسبت سے طے کی جائے میں نے بطور عذر خواہی عرض کیا کہ مشیّت الٰہی اسیطرح تھی اور جو کچھ کیا گیا حضرت ابوالعباس (حضرت خضر علیہ السلام) کے اشارے پر کیا گیا ہے کہ ہندوستان جانا ہوا

اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ مجھے نصیب ہوا، انہوں نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے. ترکوں کا یہ مقولہ ہے
"ارادت پیر مار داو خدمت مین یار" [۱]

پھر آپ نے فرمایا:- اذا الفقراء کنفس واحد
ترجمہ:- تمام فقرا ایک نفس واحد کی طرح ہیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ قثم نے مجھے اذکار جہریہ اور اشغال دوریہ سے سربلند فرمایا. جب میں نے فرزند عزیز سید عبدالرزاق کو آپ سے تلقین کے لئے مشرف کرایا تو ظاہری و باطنی توجہ اُن پر بھی مبذول فرمائی. حضرت شیخ نے ان کے حسب و نسب کے بارے میں دریافت کیا میں نے عرض کیا کہ یہ (عبدالرزاق) سادات جیل سے ہیں. حضرت غوث الثقلین کی اولاد اور احفاد سے ہیں اور یہ میرے پسر متبنّٰی ہیں۔ تمام مشائخ نے ان کو قبول فرما لیا ہے. آپ نے فرمایا ہم بھی قبول کرتے ہیں کہ تم ہمارے فرزند ہو، تمہارا فرزند ہمارا فرزند ہے حق تعالیٰ سے ہم نے دعا کی ہے کہ انشاء اللہ یہ اپنے وقت کے شیخ الاسلام ہوں گے. اس کے بعد میں فرزند عبدالرزاق کو شیخ خلیل اتا کی خدمت میں لے گیا انہوں نے بھی صوری و معنوی التفات و عنایت سے سرفراز فرمایا۔

جب میں سید عبدالرزاق کو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو انہوں نے بہت ہی زیادہ توجہ اور عنایات مبذول فرمائیں. اس کے بعد میں اُن کو جس بزرگ اور شیخ کی خدمت میں لے گیا ہر ایک نے عنایت و التفات سے نوازا اور شیخ الاسلام کا لقب مرحمت کیا۔

سید عبدالرزاق کے سلسلہ نسب کی تفصیل اس طرح ہے:-

عبدالرزاق	بن ابی نصیر محی الدین	بن داؤد
بن حسن الجیلی	بن ابی صالح	بن موسیٰ
بن احمد	بن عبدالرزاق	بن عبداللہ
بن ابوالحسن الشریف	بن عبدالقادر جیلی غوث الثقلین	بن موسیٰ الجون سبز رنگ
بن موسیٰ الشریف	بن ابی صالح	بن عبداللہ المحض
بن علی الشریف	بن موسیٰ جنگی دوست	بن حسن المثنیٰ
بن محمد الشریف	بن ابی عبداللہ	بن امیرالمومنین حسن المجتبیٰ
بن حسن الشریف	بن یحییٰ	بن امیرالمومنین علی بن ابی طالب
بن احمد	بن زاہد	
بن محمد	بن محمد	

---

[۱] مترجم اس جملہ کے ترجمہ سے قاصر ہے کیونکہ یہ ترک زبان کا محاورہ ہے۔

شجرۂ ہفتم

(سلسلۂ نوریہ)

دودمان نوریہ کی بنیاد اور خاندان سروریہ کا منشا حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس اللہ سرہٗ ہیں جو طبقۂ ثانیہ سے ہیں آپ کا نام نامی احمد بن محمد ہے جو ابن البغوی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد بغ شور کے رہنے والے تھے بغ شور مرو وہرات کے درمیان ایک شہر ہے۔

آپ شیخ سری سقطی، شیخ محمد علی قصاب اور شیخ ابوالحواری کی صحبت میں رہے۔ شیخ ذوالنون مصری سے ملاقات کی ہے۔ آپ شیخ جنید کے معاصرین میں سے ہیں آپ کی ارادت وارشاد وخلافت کا سلسلہ سیدالطائفہ جنید بغدادی سے ہے۔ ان کا انتقال سیدالطائفہ کے انتقال سے قبل ۲۹۵ھ میں ہوا۔ لیکن تاریخ یافعی میں سالِ وفات ۲۸۶ھ تحریر ہے۔ جب شیخ نوری کا وصال ہوا تو شیخ جنید نے فرمایا

"ذھب نصف ھذا العلم بموت النوری"

ترجمہ:۔ شیخ نوری کے انتقال سے تصوف کا آدھا علم ختم ہوگیا۔

شیخ نوری کا ارشاد ہے:۔

"اِذا تستر الحق عن عین احدکم یعقدہ استدلال لاخیر فیہ"

ترجمہ:۔ جب کبھی تم میں سے کسی کی آنکھوں سے حق پوشیدہ ہوجاتا ہے تو پھر وہ استدلال کا سہارا لیتا ہے اور اس میں کچھ خیر نہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ایک خراسانی نوجوان شیخ ابراہیم قصّار کے پاس آیا اور کہا کہ میں شیخ نوری کو دیکھنا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ وہ چند سال سے ہمارے پاس تھے لیکن لوگوں کی دہشت (بیگانگی) کے باعث بات نہیں کرتے تھے اور باہر نہیں نکلتے تھے صرف نماز کے لئے باہر آتے تھے

آپ کی وفات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ نے ۱۳ رمضان ۲۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا سلسلہ حضرت سری سقطی سے بھی ملتا ہے۔ ان سلسلہ کے واسطوں اور ان حضرات کے نام پایان سلسلہ میں بیان ہوچکے ہیں لہذا تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

شجرۂ ہشتم

(سلسلۂ خضرویہ)

شیخ احمد خضرویہ اس دودمانِ کبیرہ اور خاندانِ کثیرہ کے مرجع د شیخ حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور یہ سلسلہ حقیقت میں اویسی ہے اس سلسلہ کے جاری کرنے والے شیخ احمد خضرویہ ہیں۔

آپ کا تعلق طبقہ اوّل سے ہے آپ کی کنیت ابوطاہر ہے۔ خراسانی مشائخ میں شیخ ابوتراب نخشبی اور شیخ حاتم اصم کی صحبت میں آپ رہے ہیں۔
شیخ ابوحفص سے دریافت کیا گیا کہ طائفہ صوفیہ میں آپ نے سب سے زیادہ بزرگ کس کو پایا؟ تو انہوں کہا کہ احمد خضرویہ سے زیادہ بزرگ اور بلند ہمت میں نے کسی کو نہیں دیکھا، سلوک میں آپ کی نسبت حاتم اصم سے ہے۔ آپ نے ۲۴۰ھ میں انتقال کیا۔ بعضوں نے ۲۴۰ھ کہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ۹۵ سال کی عمر پائی اور آپ کا انتقال ۷ رجمادی الاول کو ہوا۔ آپ کا مزار بلخ میں مشہور زیارت گاہ ہے۔

حاتم بن عنوان الاصم

آپ کا تعلق طبقہ اول سے ہے، ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ آپ خراسان کے قدیم مشائخ میں سے ہیں اور شیخ احمد خضرویہ کے استاد اور پیر ہیں۔ آپ نے ۲۳۷ھ میں وفات پائی، کہتے ہیں کہ آپ حقیقت میں بہرے نہ تھے۔ بلکہ ایک روز ایک شریف بوڑھی عورت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اس کا گوز نکل گیا وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد اس ضعیفہ نے آپ سے کچھ کہا تو آپ نے کہا اور بلند آواز سے کہو اور ایسا ظاہر کیا جیسے وہ بہرے ہوں، وہ یہ سنکر مسرور ہوئی اُس روز سے آپ نے خود کو بہرہ ہی بنا لیا۔ شیخ سعدی نے بوستان میں اس واقعہ کو دوسرے انداز میں لکھا ہے۔ سلوک میں آپ کی نسبت حضرت شفیق بلخی سے ہے اور ان کو حضرت ابراہیم ادہم سے نسبت ہے۔

شیخ ابوتراب نخشبی

آپ کا تعلق طبقہ اول سے ہے۔ آپ کا نام عسکر بن حصین ہے۔ آپ خراسان کے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ علم، زہد، جواں مردی اور توکل میں یگانہ روزگار تھے۔ شیخ ابوحاتم، شیخ عطار بصری کے ہم صحبت رہے ہیں، علم و سلوک آپ نے شیخ حاتم اصم سے حاصل کیا تھا۔
شیخ ابوتراب ایک روز جنگل میں مصروف نماز تھے۔ باد سموم چلنے لگی اور اس کی لُو نے ان کو جھلس دیا۔ ایک سال تک بیمار رہے ۲۴۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا یہ وہی سال ہے جس میں شیخ ذوالنون مصری نے وفات پائی۔

شاہ شجاع کرمانی

آپ طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ آپ سلاطین زادے ہیں۔ شیخ ابوحفص کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ آپ نے صحبت، ارادت اور اجازت شیخ ابوتراب سے حاصل کی ہے آپ ابوعثمان حیری کے استاد ہیں۔ آپ ہمیشہ قبا پہن کر چلتے تھے اور شیخ باب فرغانی و شیخ نوری و شیخ سیرانی اور شیخ حیری جامہ بر دوش چلتے تھے۔ شاہ شجاع نے شیخ ابوحفص کے بعد انتقال کیا ان کی وفات ۲۷۰ھ میں ہوئی، بعض کا قول ہے کہ ۳۰۰ھ میں انتقال ہوا آپ کی ایک کتاب کا نام "رد بر یحییٰ معاذ رازی" ہے۔ یحییٰ معاذ رازی نے غنا کا فقر پر جو فضل ثابت کیا ہے انہوں نے اس کتاب میں اس کا جواب دیا ہے۔

شیخ ابوعثمان حیری

آپ طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ آپ کا نام سعید بن اسماعیل الحیری ہے۔ آپ رَے کے رہنے والے ہیں۔ شاہ شجاع کرمانی کے شاگرد ہیں اور علم سلوک کی حقیقت آپ سے معلوم کی ہے۔ ماہ ربیع الاول ۲۹۸ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کا مزار نیشاپور میں ہے۔ آپ کا قول ہے۔

"کسی حکم الٰہی کے بجالانے میں سستی کرنا اس امر سے کم آگاہی ہے۔"

شیخ حمدون قصّار آپ کا تعلق طبقۂ اولیٰ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابوصالح ہے۔ ارباب ملامت کے شیخ و امام ہیں (فرقۂ ملامتیہ کے پیشوا ہیں۔ نیشاپور میں نظریہ ملامت کو آپ ہی نے عام کیا) شیخ ابوتراب نخشبی کی صحبت میں رہے ہیں۔ بعض مشائخ روزگار جیسے اسلم بن الحسین اور علی نصیر آبادی کو آپ نے دیکھا تھا ۲۷۱ھ میں نیشاپور میں انتقال ہوا، آپ کا مزار موضع لاحیر میں ہے۔

شیخ طاہر مقدسی آپ ملک شام کے مشائخ متقدمین میں سے ہیں۔ حضرت ذوالنون اور شبلی کو دیکھا تھا شیخ شبلی آپ کو فاضل شام (حبرالشام) کہا کرتے تھے۔ اپنی ذات کو دوسروں سے شناسا کروانے میں آپ نے بہت ہی شدت سے روکا ہے، طبقۂ صوفیہ میں اس شدت سے اور کسی نے منع نہیں کیا ہے۔ آپ نے سلوک اور علوم طریقت کو شیخ ابوتراب نخشبی سے حاصل کیا ہے۔

شجرۂ نہم
(سلسلہ شطاریہ)

اس سلسلہ کا آغاز حضرت شیخ الشیوخ سے ہوا ہے، حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہرچند یہ سلسلہ مشہور نہیں ہے لیکن اس سلسلہ کے بعض اذکار اس قدر مؤثر ہیں کہ طالب صادق حق تعالیٰ کی طرف سے اس راستہ کو جلد طے کرنے کی توفیق پا لیتا ہے، یہ سلسلہ حضرت فدا قلی ماوراء النہری کے نام سے مشہور ہے، اس سلسلہ کی کڑیاں یہ ہیں :-

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حضرت امام حسینؓ کو،
ان سے امام زین العابدینؓ کو، ان سے امام محمد باقرؓ کو، ان سے
امام جعفر صادقؓ کو، ان سے سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ کو،
ان سے شیخ المعظم خواجہ محمد مغربی کو، ان سے خواجہ اعرابی مزید عشقی
کو، ان سے ابوالمظفر مولانا ترک طوسی کو، ان سے شیخ ابوالحسن خرقانی کو
ان سے شیخ المعظم والمحترم والمکرم فدا قلی ماوراء النہری کو، ان
سے شیخ حاجی محمد بن عارف القاری کو اور ان سے یہ فقیر جس کا
نام **اشرف** ہے، فیضیاب ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس خاندان کا ایک اور سلسلہ حضرت شیخ الشیوخ کی اولاد کبار سے جاری و ساری ہوا جس کی تفصیل یہ ہے :-

حضرت عمر معروف بشیخ الشیوخ سے شیخ حماد کو پہنچا، ان سے
شیخ نجم الدین کو، ان سے شیخ ضیاء الدین کو، ان سے شیخ
رشید الدین کو، ان سے شیخ عبداللہ شطار کو اور ان سے
شیخ حسام الدین شطار نے اکتسابِ فیض کیا۔

یہ سلسلہ شیخ الشیوخ کے فرزندوں سے ابًا و جدًّا مستقلاً منتقل ہوتا رہا۔ یعنی عن فلاں عن فلاں جاری رہا اور ان سے ہندوستان میں پھیلا۔ میں نے ان حضرات کو ولایت میں دیکھا تھا، انہوں نے مشاربِ صوفیہ سے بہرۂ وافر پایا ہے۔

شجرۂ دہم

(سلسلۂ ساداتِ حسنیہ و حسینیہ)

یہ سلسلہ سادات کے واسطوں سے انتہا کو پہنچتا ہے۔ صوفیائے کرام کے تمام سلسلوں اور اربابِ طریقت کے تمام گروہوں کا منشا و مبنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ خصوصًا سلسلۂ سادات کا منشا آپ ہی کی ذات ہے۔ اس سلسلہ کے بزرگوں کا مختصر حال، ان کی ولادت و وفات کی تاریخیں ان کی کرامات اور ان کے پاکیزہ خصائل کے بارے میں اس لطیفہ میں انشاء اللہ بیان کیا جائے گا جو حضرت خلفائے راشدین کے اوصاف کے بیان میں ہے اور ان کی اولاد و احفاد کا ذکر سیرِ نبوی کے لطیفہ کے آخر میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

اشرف الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ارادت اور علوم و حقائق معرفت کی نسبت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہے۔

امام زین العابدین علی اصغر نے علوم و معارف و حقائق اپنے والدِ گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ سے اخذ کئے۔

امام سید محمد باقر نے معدنِ علوم و مخزنِ حقائق نامتناہی اپنے والد امام زین العابدین سے حاصل کئے اور شرائط سلوک کی تحصیل کی۔

امام جعفر صادق کے اخذِ علوم و معارف و فہوم عوارف کی نسبت آپ کے والد امام محمد باقر سے ہے۔
امام سید موسیٰ الکاظم نے تربیت سلوک اور پرورش اپنے والد امام جعفر صادق سے پائی
امام سید علی رضا نے تربیت و پرورش اپنے والد امام سید موسیٰ الکاظم سے پائی۔
امام سید محمد التقی الجواد نے تربیت و پرورش اپنے والد سید علی رضا سے پائی۔
امام سید علی نقی الہادی نے ارشاد و تربیت اپنے والد سید محمد التقی الجواد سے پائی

امام سید جعفر مرتضیٰ حسن عسکری نے ارشاد و تربیت اپنے والد سید علی الہادی سے پائی۔
امام حسن عسکری سے سید علی اصغر نے تربیت پائی۔ ان سے سید عبداللہ نے، ان سے سید احمد نے، ان سے سید محمود بخاری نے، ان سے سید محمد بخاری نے، ان سے سید جعفر بخاری نے ان سے سید علی ابی المؤید بخاری نے، ان سے سید جلال اعظم بخاری نے، ان سے سید احمد کبیر الحق والدین بخاری نے اور ان سے سید المتاخرین وارشد المرشدین حضرت سید جلال مخدوم جہانیان بخاری نے تربیت و خلافت و اجازت حاصل کی۔
حضرت سید جلال اعظم بخاری کو خلافت و تربیت و اجازت حضرت شیخ الاسلام کبیر بہاؤالحق والدین زکریا (ملتانی) سے بھی حاصل تھی۔

سلسلہ سادات بخاری

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ آپ (سید جلال مخدوم جہانیان بخاری) کی ذاتِ گرامی سلسلہ سادات بخاری کا منشا ہے اور بہت سے شیوخ کے مقامات کی نسبت کا منبا ہے۔ آپ کی ذات گرامی سے اسقدر معارف و دقائق و عوارف اور کرامات عجیبہ صادر ہوئے ہیں کہ متاخرین صوفیہ میں کسی ذات سے اُن کا صدور نہیں ہوا۔ آپ مظہر العجائب اور مصدر غرائب تھے۔ جب کبھی حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں آپ کے سلسلہ شریف کا ذکر آجاتا یا آپ کا نام آجاتا تو حضرت پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی، اس وقت آپ فرماتے کہ آپ کیسے مظہر العجائب تھے، ہر چند کہ مختلف ملکوں اور شہروں کے اکابر اور زمانے کے اماثل نے مختلف بزرگوں اور مشائخ مختلفہ اور اولیائے زمانہ سے گوناگوں علوم طریقت اخذ کئے ہیں اور حقائق و معارف کو حاصل کیا ہے لیکن مخدوم جہانیاں نے اس گنبد نیلگوں کے نیچے کوئی بھی درویش ایسا نہیں ہے جس کی ملازمت کا شرف حاصل نہ کیا ہو اور اس سے فوائد اخذ نہ کئے ہوں۔ ان مشاہیر کرام میں سے جن سے آپ نے اخذ فیض کیا چند مشہور حضرات کے نام یہاں لکھے جاتے ہیں۔
حضرت مخدوم جہانیاں کو سب سے اول نعمتِ طریقت و خلافت اپنے آبا و اجداد سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ہے حاصل ہوئی۔
ایضاً آپ نے اپنے عمِ محترم سید محمد بخاری سے بھی تربیت حاصل کی۔
〃 آپ نے اپنے عمِ محترم سید واحد الدین بخاری سے بھی تربیت حاصل کی۔
〃 آپ نے تربیت و خلافت امام عبداللہ یافعی سے حاصل کی۔
〃 آپ نے شیخ ربانی اللہ سرہٗ فی الارضین شہاب الحق والملۃ والدین (شہاب الدین) ابی سعید سے تربیت خلافت حاصل کی جو محمود بن محمد کرمانی شافعی کے صحبت یافتہ تھے۔
〃 آپ کو خلافت حاصل ہوئی شیخ محمد عبید غیثی سے، اور انہوں نے تربیت و خلافت حاصل کی اپنے والد شیخ عبیداللہ سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ فاضل بن غیثی سے اور انہوں نے خلافت و تربیت

حاصل کی قطب یمن ابوالغیث بن جمیل سے اور انہوں نے خلافت پائی شیخ علی افلح سے اور انہوں نے خلافت پائی شیخ علی حداد سے اور انہوں نے تربیت و خلافت پائی قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے۔

ایضاً آپ کو شیخ قطب الدین منور سے اور ان کو شیخ نظام الدین اولیا سے نسبت حاصل ہے۔

〃 آپ نے خلافت حاصل کی مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی سے۔

〃 آپ کو خلافت ملی شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی سے اور انہوں نے تربیت و خلافت پائی شیخ نظام الدین اولیا سے۔

〃 آپ نے تربیت و خلافت پائی شیخ نورالدین علی بن عبداللہ طراشی سے اور ان کو خلافت حاصل ہوئی سلسلہ بہ سلسلہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے۔

〃 آپ نے خلافت پائی شیخ رکن الدین علی بن ہیجی سے اور ان کو خلافت ملی سلسلہ بہ سلسلہ سیدالتابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے اور ان کو خلافت حاصل ہوئی حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے۔

〃 آپ کو خلافت حاصل ہوئی حمیدالدین ابی الوقت محمد حسین سمرقندی سے۔

〃 آپ کو خلافت حاصل ہوئی قطب العالم شیخ رکن الدین ابوالفتح بن صدرالدین بن بہاؤالدین زکریا ملتانی سے۔

حضرت مخدوم جہانیاں کا سلسلہ دو خانوادوں کے وسیلوں سے ہی رائج ہوا، ایک شیخ رکن الدین سے، دوسرا شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی سے، اگرچہ آپ نے بے شمار خانوادوں کے معارف و حقائق کی چاشنی چکھی ہے۔

〃 آپ کو شیخ الاسلام محمود تستری سے عالمِ خواب میں اجازت حاصل ہوئی۔

〃 آپ کو خلافت و اجازت شیخ نجم الدین اصفہانی سے حاصل ہوئی۔

〃 آپ کو فقیہ یصال قطب عدن سے خلافت ملی۔

〃 آپ کو خلافت و اجازت و تربیت قرأۃ علم العوارف و کتب سلوک اور اخذ طریقت قطب المشائخ شیخ عبداللہ قطری سے حاصل ہوئی۔

〃 آپ کو خلافت و اجازت سلطان عیسیٰ سے حاصل ہوئی۔

〃 آپ کو خلافت و اجازت بعالم خواب و بیداری حضرت شیخ مرشد سلطان ابواسحاق گازرونی قدس اللہ سرہٗ سے ملی۔

〃 آپ کو خلافت و اجازت عالمِ خواب میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے حاصل ہوئی

〃 آپ کو خلافت و اجازت عالمِ خواب میں حضرت قطب الاولیا سید احمد کبیر رفاعی سے ملی۔

ایضاً آپ کو خلافت واجازت بعالم خواب شیخ الاسلام شیخ نظام الدین اولیاء سے ملی۔
" آپ کو خلافت واجازت وتربیت غوث الہی حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے حاصل ہوئی۔
" آپ نے خرقہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے بغیر کسی واسطہ کے زیب تن کیا۔

حضرت شیخ اشرف الدین مشہدی لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم جہانیان کو خلافت و اجازت ایک سو چالیس سے زیادہ علمائے راسخین اور صاحبان ارشاد مشائخ سے حاصل تھی جن کے خرقہ اور سلسلہ کی نسبت عن فلاں عن فلاں کے واسطے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے، آپ نے علم شریعت و طریقت وحقیقت و علم تصوف ان سب سے حاصل کیا اور جتنے مشائخ کرام کا ہم نے ذکر کیا ہے ان بزرگوں سے اجازت وخلافت ارشاد اور تلقین کا شرف حاصل کیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب میں آخری بار حضرت مخدوم جہانیان قدس اللہ سرہٗ کی خدمت بابرکت میں شہر اوچ میں پہنچا اور مجھے آپ سے شرفِ اختصاص حاصل ہوا تو اس موقع پر حضرت نے ان تمام اکابر و شیوخ کے نام گن گن کر وہ سب فیوض عطا فرمائے جو آپ ان مشائخ سے حاصل کر چکے تھے۔

قطعہ

نہ چندان نعمتم ایثار کردند   کہ آنرا میتوان کردن حسابی
نبات از شکر او بیرون نیاید   کہ گردد سیر از دستِ سحابی

ترجمہ: آپ نے اتنی نعمتیں عطا کی ہیں کہ ان کا حساب نہیں ہو سکتا، شکر سے نبات نہیں نکل سکتی جب تک بادل سے سیراب نہ ہو۔

حضرت مخدوم جہانیان کی ولادتِ باسعادت بروز پنجشنبہ بوقتِ مغرب شب برات ۱۵ شعبان ۷۰۷ھ میں ہوئی اور آپ نے ۷۸ سال قیدِ حیات میں رہ کر بروز چہار شنبہ عیدالاضحیٰ ۱۰ ذی الحجہ ۷۸۵ھ میں غروب آفتاب کے وقت انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار اوچ میں واقع ہے۔ آپ کا مسلک حنفی تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد ماجد آپ کو شیخ جمال کی خدمت میں لے کر گئے اور آپ کو اُن کے پیروں پر ڈال دیا۔ اس وقت حضرت جمال نے آپ کے والد کو بشارت دی کہ تمہارا یہ فرزند دنیا میں ایک ایسی بزرگ ہستی ہوگا جس طرح آج کی رات کی بزرگی تمام عالم میں ہے۔

حضرت مخدوم جہانیان کے خلفاء

حضرت مخدوم جہانیان کے چند خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-
۱- شیخ صدر الدین راجو بخاری۔
۲- سید اشرف الدین مشہدی۔

۳۔ شیخ بابو تاج الدین بکھری۔
۴۔ سیّد محمود شیرازی
۵۔ سیّد اشرف جہانگیر سمنانی
۶۔ سیّد سکندر بن مسعود
۷۔ سیّد علاؤ الدین جامع الملفوظ سیّد شرف الدین۔
۸۔ مولانا عطاء اللہ۔

حضرت مخدوم جہانیاں کو حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی چراغ دہلی سے جو تعلق صحبت تھا وہ بہت مشہور ہے اس لئے اس کو تحریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب یہ فقیر (اشرف) پہلی مرتبہ حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں پہنچا تو جیسا کہ حضرت مخدوم کا طریقہ تھا آپ نے اخذ مقامات کی ابتدا کی، جب آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ اشرف کے مقامات کا منتقل ہونا ممکن نہیں ہے تو بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ برادر اشرف ہم سے مزور کچھ حاصل کریں گے۔ جب ان کی ملازمت میں پہلی رات ہوئی تو حضرت والا کے ارشاد سابقہ کے بموجب میں خلوت گاہ میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مخدوم کے ساتوں اعضاء الگ الگ جگہ پڑے ہیں۔ اور ہر عضو تسبیح میں مصروف ہے اور مختلف زبانوں میں یہ تسبیح و ذکر جاری ہے۔ کچھ دیر یہی کیفیت رہی، پھر وہ تمام اعضاء یک جا ہو گئے۔ اس وقت حضرت مخدوم نے مجھ سے فرمایا کہ بھائی اشرف تم کو یہ (نعمت) مبارک ہو" دوسری شب خلوت میں جب میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کا جسم تجلیٔ بسیط سے پھیل گیا ہے اور تمام خلوت خانہ جسم سے پر ہو گیا ہے اور جسم کے گوشت کے ٹکڑے دیوار کے سوراخوں سے باہر آنے لگے ہیں۔ جب کچھ دیر کے بعد حالت اصلی پر واپس آئے تو فرمایا "میرے بھائی یہ (نعمت) بھی تم کو مبارک ہو" تیسری شب مجھے خلوت میں باریابی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ کا جسم اسقدر لطیف ہو گیا ہے کہ از سرتا بہ پا جسم کا ایک ایک ذرہ دیکھا جا سکتا ہے ؎

مثنوی

چنان صافی شدہ از پائی تا سر	کہ گوئی بیضۂ نور است یکسر
ز تاب آفتاب ذات یزدان	شدہ جسم مبارک او درخشان
اگر در پا بود یک ذرۂ خاک	نماید سوئی سر آن ذرۂ پاک

ترجمہ:۔ پاؤں سے سر تک ایسا صاف اور شفاف ہو گیا تھا جیسے کہ سراسر ایک روشنی کا گولہ ہو۔ ذاتِ یزداں کے آفتاب کی تابش سے اُن کا جسم مبارک درخشاں ہو گیا تھا۔ اگر پاؤں کے نیچے بھی کوئی مٹی کا ذرّہ موجود ہو تو اس کو بھی ان کے سر کے اندر سے مشاہدہ کیا جا سکتا تھا۔

اس حال کے مشاہدے سے مجھے دہشت ہوئی اور میں خلوت گاہ سے واپس آ گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب

آپ کے سراپا کا وہ آئینہ مکدر ہوا تو آپ کو اس فقیر کا خیال آیا اور مجھے طلب فرما کر ارشاد کیا "برادرم اشرف! یہ (نعمت) بھی تم کو مبارک ہو"

جب میں آپ کی خدمت سے رخصت ہونے لگا تو حلقۂ احباب میں ذکر جہری اور ہر کام کیلئے یا غفور کے تعویذ کی اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد کیا ؎

قطعہ

میان ما و تو آن اتحاد است که آنرا موجبی اندر میان نیست
چنانم باتو باہم ای دل آرام که آن وابستگی در جسم و جان نیست

ترجمہ:۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ازلی دوستی اور لم یزلی الفت قائم ہے جس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اے محبوب تیرے ساتھ ایسی باہمی وابستگی ہے کہ ایسا تعلق تو جسم و جان کا بھی نہیں ہے۔

شجرۂ یازدہم
(سلسلہ زاہدیہ)

حضرت شیخ ابو الحسین بازیار ہروی

آپ سلسلۂ زاہدیہ کا منشا اور اس زمرۂ عابدیہ کا منتہا ہیں۔ آپ مقتدائے عصر اور پیشوائے زمانہ تھے، تمام فضائل طریقت سے آراستہ اور کمالات معرفت سے پیراستہ تھے۔ حضرت ابو العباس قصاب سے آپ فیضیاب ہوئے تھے۔ ان اکابر کا مرجع حضرت سید الطائفہ ہیں۔ ان کے ذکر میں تفصیل پیش کی جائے گی۔ خاندان زاہدیہ کا منشا حضرت محمد رویم ہیں۔

شیخ ابو محمدؒ رویم

آپ کا نام محمد رویم بن احمد بن یزید ہے۔ آپ کا تعلق طبقۂ ثانیہ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کو شیخ ابوبکر، شیخ ابو الحسن اور شیخ ابو شیبان بھی کہا جاتا ہے۔ آپ رویم اعظم کے نبیرہ ہیں جو حضرت نافع سے قرأت قرآن کی روایت کرتے ہیں۔ آپ کو سید الطائفہ سے نسبت حاصل ہے۔

اکابر زمانہ سے ایک بزرگ کا قول ہے:۔

"موئی از رویم دوست تر از صد موئی جنید است"

ترجمہ:۔ شیخ رویم کا ایک بال مجھے شیخ جنید کے سو بالوں سے زیادہ عزیز ہے۔

آپ بڑے صاحب جاہ و مرتبت شخص تھے۔ تصوف و معارف میں آپ کے اقوال بہت مشہور و معروف ہیں۔

شیخ عبد اللہ حفیف شیرازی

آپ طبقۂ خامس سے ہیں۔ آپ کا نام نامی محمد بن خفیف اسکباری ہے۔ آپ کا تعلق شیراز سے ہے اور آپ کی والدہ نیشاپور کی تھیں، آپ

اپنے وقت میں شیخ الاسلام تھے، بہت سے مشائخ روزگار جیسے حضرت رویم، حضرت کتانی، شیخ یوسف اور اُن جیسے دوسرے بزرگوں کو آپ نے دیکھا تھا۔ آپ کی نسبت شیخ رویم سے ہے، آپ کا مسلک شافعی تھا۔ ۳۳۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا، بعض حضرات کا قول ہے کہ آپ کی وفات یکم شوال (بروز عید الفطر) ۳۹۱ھ میں ہوئی آپ نے ایک سو چوبیس[۱۲۴] سال کی عمر پائی۔ آپ سے سلسلہ کی نسبت شیخ بازیار نے حاصل کی اور اُن سے شیخ ابو اسحاق گازرونی نے، اور شیخ گازرونی سے خواجہ قطب الدین عبد المجید نے اور ان سے خواجہ احمد عبد الکریم نے اور خواجہ عبد الکریم سے خواجہ صدر الدین سمرقندی نے اور اُن سے خواجہ شہاب الدین زاہد نے، اور خواجہ شہاب الدین زاہد سے خواجہ فخر الدین زاہد نے اور اُن سے خواجہ بدر الدین زاہد کو یہ نسبتِ ارادت حاصل ہوئی۔

شجرۂ دوازدہم
(سلسلہ احمدیہ)

حضرت احمد النامقی الجامی

سلسلہ احمدیہ کا منشا ر و منبا ر حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی المعروف بہ شیخ احمد زندہ پیل قدس اللہ سرہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ احمد زندہ پیل اس رتبہ اور پایہ کے بزرگ تھے کہ ان کے اوصاف کی تشریح و توضیح حیطۂ بیان میں نہیں آسکتی۔ شیخ احمد النامقی کی کنیت ابو نصیر احمد ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی ابو الحسین النامقی الجامی ہے۔ آپ حضرت جریر بن عبد اللہ الجیلی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں، حضرت جریر بن عبد اللہ الجیلی کا قول ہے کہ میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے نہیں روکا اور آپؐ مجھے جب دیکھتے تو تبسّم کے ساتھ دیکھتے تھے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ الجیلی بہت بلند قامت اور خوبرو تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو اس امّت کا یوسف کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بیالیس فرزند عطا فرمائے تھے۔

حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس اللہ سرہ کے پاس جو خرقہ تھا اُن کو چالیس مشائخ نے پہنا تھا اور وہی خرقہ شیخ احمد کو عطا ہوا تھا۔ شیخ ابو علی فارمدی کو آپ (ابو سعید ابو الخیر) ہی سے نسبت ارادت حاصل تھی۔

منقول ہے کہ ابو القاسم کرد امرائے زمانہ میں سے تھے لیکن انہوں نے فقر اور قناعت کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اس وجہ سے روزی کی طرف سے پریشان رہتے تھے۔ کسی شخص نے اُن کو بتایا کہ شیخ احمد النامقی کی خدمت میں جاؤ، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کا رزق ایک پتھر کے حوالے کر دیا۔ جس کو شاعر نے یوں نظم کیا ہے:-

نظم

ابو القاسم کرد شد چو بحر مضطر — بکشاد برو کرامت احمد در
کردند کفاف حوالہ بہ حجر — ہر روز چہار دانگ می آئی و می بر

ترجمہ:۔ جب ابوالقاسم کرد یکسر پریشان ہو گیا تو اس کے اوپر کرامتِ احمدی کا دروازہ کھولا گیا اس کا رزق پتھر کے حوالے کر دیا اور کہا کہ ہر روز چہار دانگ لے لیا کرو۔

اسی طرح کا ایک معاملہ حضرت قدوۃ الکبرا سے بھی ظہور میں آیا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا پہلی مرتبہ دکن کے سفر پر تشریف لے گئے تو حضرت گیسو دراز بندہ نواز کی خانقاہ میں فروکش ہوئے اور مدت تک وہاں قیام فرمایا۔ محمود خان گجراتی جو مشہور زمانہ امراء میں سے تھے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کے التفات خاص سے مشرف ہوئے۔ جب حضرت کی توجہ اُن کی جانب کچھ زیادہ ہی مبذول ہو گئی تو انہوں نے امارت اور اسباب دنیوی و مال و متاع کو ترک کر دیا یہاں تک کہ روزمرہ کے خرچ سے بھی تنگ ہونے لگے جب حضرت قدوۃ الکبرا کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اُن سے دریافت کیا کہ تمہارے اہل و عیال کے لئے روزانہ کتنا خرچ درکار ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ چار دینار یومیہ میں گذر بسر ہو سکتی ہے تو حضرت نے ان کے لئے چار دینار یومیہ قریب کے ایک پہاڑ سے مقرر فرمادیئے۔ یہ پہاڑ نواحی خانقاہ میں واقع تھا اور اس کو درّہ شاہی کہتے تھے۔ وہاں سے ان کو چار دینار روزانہ مل جایا کرتے تھے۔ خواجہ ابوالوفا نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے:۔

قطعہ

چو محمود از اعیال خویش شد تنگ	عنایت پیر کردش فکر اورار
کہ ہر روزای برادر بہر اطفال	بگیر از سیم درہ چہار دینار

ترجمہ:۔ جب محمود اپنے اعیال کے خرچہ سے تنگ آکر فکر مند ہونے لگا تو ان کے پیر نے ان کی فکر دور کر دی اور کہا کہ بچوں کے خرچہ کے واسطے روزانہ پہاڑ سے چار دینار لے لیا کرو۔

آپ کی نسبت اجازت و خلافت شیخ ابو طاہر ابوالخیر سے ہے۔ کہتے ہیں کہ چار سو سال کے بعد ایک احمد پیدا ہوگا۔ حضرت خواجہ ابوالمکارم فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام احمد جامی کا طبقہ چار سو سال اور کچھ زیادہ ہے چنانچہ اس حساب سے حضرت قدوۃ الکبرا تک آٹھ سو سال بنتے ہیں یعنی ۸۹۰ھ تک آپ کا دور ہے۔

حضرت شیخ احمد النامقی کی ولادت ۴۴۱ھ میں ہوئی اور انہوں نے ۵۳۶ھ میں دفات پائی، حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادی) تک آپ کی نسبتِ ارادت مسلسل ہے اور وہ اس طرح ہے:۔ آپ نے تربیت اور ارادت شیخ ابو طاہر سے حاصل کی۔ شیخ ابو طاہر خلیفہ برحق و خلفِ مستحق حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر کے ہیں جن کا اصل نام فضل اللہ بن ابی الخیر ہے۔ حضرت ابی سعید ابی الخیر سلطان وقت اور جمال اہل طریقت تھے آپ کے پیر و مرشد طریقت شیخ ابوالفضل سرخسی ہیں جو یگانۂ روزگار اور مقتدائے عصر تھے۔ تمام اکابر اور اماثرِ وقت نے آپ سے استفادہ کیا ہے۔

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر آپ کی دو رباعیات بہت مشہور ہیں اور کتب تصوف میں مرقوم ہیں ان میں سے ایک رباعی وہ ہے کہ اگر بیمار کی صحت یابی کے لئے پڑھی جائے یا پڑھ کر

بیمار پر پھونکی جائے یا تعویذ کی صورت میں ہو تو حق تعالیٰ بیمار کو صحتِ کلی عطا فرما دیتا ہے اور اگر کسی شخص کی نزع کی حالت میں پڑھی جائے تو دم نکلنے میں آسانی ہو جاتی ہے یا وہ صحت یاب ہو جاتا ہے۔

رباعی

حوران بہ نظارۂ نگارم صف زد — رضوان زتعجب کفِ خود برکف زد
یک خال سیہ بر آن رخان مطرف زد — ابدال زبیم چنگ بر مصحف زد

ترجمہ: صف بستہ ہوئیں حوریں نظارے کے لئے — رضوان نے تعجب سے بجائی تالی
جب خال سیاہ دوست کے رخ پر دیکھا — قرآن پہ ابدال نے دف تک رکھ دی

اور دوسری رباعی جو آپ سے منقول ہے اور دوسرے اکابر سے بھی اس کے بارے میں سنا گیا ہے کہ جو کوئی اس رباعی کو اپنا وِرد بنا لیتا ہے تو اس کو بھی منجملہ اولیاء لکھا جاتا ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرفِ ہمکلامی کا خواہاں ہوتا ہے اور درجہ ولایت چاہتا ہے تو اس رباعی کو اپنا ورد بنالے، وہ رباعی یہ ہے:۔

رباعی

من بی تو دمی قرار نتوانم کرد — احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تنِ من زبان شود ہر موئی — یک شکر از نو ہزار نتوانم کرد

ترجمہ:۔ میں تیرے بغیر ایک دم بھی قرار سے نہیں رہ سکتا (تیرے بغیر دم بھر کو قرار نہیں آسکتا) اے دوست تیرے احسانات کا میں شمار نہیں کر سکتا۔ اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تب بھی تیرے ہزاروں احسانات میں سے ایک احسان کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

۴ رشعبان ۳۸۷ھ میں شب جمعہ نمازِ عشاء کے وقت آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے ایک ہزار ماہ کی عمر پائی۔ (۸۳ سال ۴ ماہ)

شیخ ابوالفضل سرخسی

شیخ ابوالفضل بن الفضل بن الحسن سرخسی کا نام نامی محمد بن الحسن ہے آپ شیخ ابونصر سراج قدس اللہ سرہٗ کے مرید ہیں اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پیر ہیں۔ آپ (شیخ ابوسعید ابوالخیر) کے مریدوں پر جب حالِ قبض طاری ہوتا تھا تو وہ لوگ شیخ ابوالفضل سرخسی کے مزار پہ پہنچ جاتے تھے وہاں وہ حالِ قبض حالِ بسط سے بدل جاتا تھا اور ذوق و وجدان سے یہ بیت پڑھتے تھے۔

بیت

معدن شادیست این یا منبع جود و کرم — قبلۂ ما روئے یار و کعبۂ ہر کس حرم

ترجمہ: معدنِ شادی کہوں یا معدنِ جود و کرم — اپنا قبلہ یار کا رخ غیر کا قبلہ حرم

آپ کا کوئی مرید جب زیارتِ بیت اللہ کا قصد کرتا تو فرماتے کہ ان (شیخ ابوالفضل) کے مزار کا سات مرتبہ طواف کرلو حج کا ثواب مل جائے گا۔

شیخ ابو نصر سراج آپ کو طاؤس الفقراء کہتے ہیں۔ آپ علوم و فنون میں کامل اور ریاضات و معاملات میں بے مثل و بے عدیل تھے۔ کتاب "اللمع" کے مصنف ہیں۔ اس کتاب "اللمع" کے علاوہ بھی آپ کی اور بہت سی تصانیف علم حقیقت اور طریقت میں موجود ہیں۔ آپ طوس کے رہنے والے تھے۔ طوس ہی میں آپ کا مزار ہے۔ آپ شیخ ابو محمد مرتعش کے مرید ہیں۔ آپ نے شیخ سہل تستری اور سری سقطی کو دیکھا تھا، ایک روز شیخ مرتعش کی مجلس میں معارف و حقائق بیان ہو رہے تھے، یہ بھی اس میں مصروف تھے، معارف بیان کرتے کرتے شدتِ جذبہ پیدا ہوا اور یہ بے خود ہو گئے، آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ اسی بے خودی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے حضور آگ میں سجدے کے لئے سر رکھ دیا لیکن ان کو آگ سے گزند نہیں پہنچا۔ اس واقعہ سے ان کی عزت و توقیر میں اور اضافہ ہو گیا۔

آپ کا ارشاد تھا کہ میرے مرنے کے بعد جو کوئی میرے مزار کے پاس سے گزرے گا وہ بخش دیا جائے گا۔ اسی ارشاد کی بنا پر طوس کے لوگ (مسلمان) اپنے مردے کے جنازے کو آپ کے مزار کے پاس سے گزار کر قبرستان لیجاتے ہیں۔

شیخ عبداللہ بن محمد المعروف با مرتعش آپ کا تعلق طبقہ رابعہ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے، آپ کا مولد تو نیشاپور تھا لیکن آپ بغداد کے محلہ حیرہ میں رہتے تھے۔ آپ عراق کے یگانہ و یکتا فرد تھے اور عراق کے تمام مشائخ کے آپ امام تھے۔ آپ شیخ ابو حفص کے اصحاب میں سے ہیں۔ شیخ جنید کو آپ نے دیکھا تھا۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ بغداد کے تین عجائب ہیں:۔

۱۔ شبلی کی فریاد۔ ۲۔ مرتعش کے نکات۔ ۳۔ خلدی کی حکایات۔

شیخ مرتعش ہمیشہ بغداد میں مقیم رہے۔ مسجد شونیزیہ آپ کا مسکن تھا اور اسی جگہ ۳۲۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا، بعض نے کہا ہے کہ ۳۲۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی ارادت و خلافت کی نسبت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی سے ملتی ہے۔

شجرۂ سیزدہم
(سلسلہ انصاریہ)

خواجہ عبداللہ انصاری سلسلہ انصاریہ کا مرجع اور منشا حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہیں۔ آپ کا نام ابو اسماعیل عبداللہ بن ابی منصور محمد انصاری ہے (قدس اللہ سرہٗ) آپ کا لقب شیخ الاسلام ہے۔ آپ متؔ الانصاری بن حضرت ابو ایوب انصاری کی اولاد سے ہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاری کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تھی۔

حضرت متؔ الانصاری امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں احنف

بن قیس کے ساتھ خراسان تشریف لائے تھے اور ہرات میں مقیم ہو گئے تھے شیخ الاسلام کے والد شیخ ابو منصور کچھ مدت بلخ میں شریف حمزہ عقیلی کے ساتھ مقیم تھے۔ ایک روز ایک خاتون نے جناب شریف حمزہ عقیلی سے کہا کہ آپ ابو منصور سے کہیں کہ وہ مجھے اپنی زوجیت میں لے لیں۔ جب ابو منصور سے یہ بات کہی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ میرا تو شادی کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے اور ان خاتون کی پیشکش کو رد کر دیا۔ شیخ شریف حمزہ نے کہا کہ تم شادی ضرور کرو گے اور اسی بیوی کے بطن سے تمہارے ایک فرزند پیدا ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور میری ولادت ہوئی۔ (یہ تمام روایات حضرت شیخ الاسلام کی زبانی ہیں) جب میری پیدائش کی خبر انہوں نے سنی تو فرمایا کہ کیا خوب لڑکا ہے (یہ کلمہ تمام صفات کا جامع ہے) حضرت شیخ الاسلام کی پیدائش قریہ قندز میں ہوئی اور اسی جگہ آپ پڑھے۔ آپ کی ولادت جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت دوم شعبان ۳۹۶ھ میں ہوئی۔ آپ ربیعی ہیں کیونکہ آپ موسم بہار میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ بھی بزرگ اور درویشہ تھیں۔

منقول ہے کہ جب شیخ الاسلام پیدا ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان کی والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ یہ بچہ جو پیدا ہوا ہے اس کو تم نے دیکھا؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں دیکھا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ بچہ ہے کہ تمام دنیا اس کی برکتوں سے معمور ہو جائے گی اور اس کے وقت میں تمام دنیا میں اس سے زیادہ بزرگ اور کوئی نہیں ہوگا۔ آپ کو ستر ہزار عربی اشعار زبانی یاد تھے وہ بھی مختلف شعراء کے۔ آپ خود بھی شاعر تھے۔ آپ کی نسبت علوم تصوف میں شیخ ابو الحسن خرقانی قدس اللہ سرہٗ سے ہے۔ آپ نے ۴۸۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو الحسن خرقانی آپ کا نام نامی علی بن جعفر ہے، اپنے وقت کے یگانہ، غوث زمانہ اور قبلۂ وقت تھے۔ شیخ ابو الحسن خرقانی کو تصوف میں ایک نسبت تو سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی سے ہے اور ایک نسبت شیخ ابو العباس قصاب سے ہے لیکن سلوک میں آپ کی تربیت حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ کی روحانیت سے ہوئی ہے۔ آپ کی وفات شب سہ شنبہ ۱۰ محرم ۴۲۵ھ میں ہوئی

شیخ ابو العباس قصاب الآملی آپ آمل طبرستان کے شیخ تھے۔ آپ کے شیخ محمد بن عبداللہ الطبری تھے جو شیخ ابو محمد حریری کے مرید تھے۔ آپ زبردست کرامتوں کے مالک تھے اور اپنے زمانے کے غوث تھے ان کا ارشاد ہے کہ ہمارا یہ کاروبار بآخر خرقانی کو اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (شیخ خرقانی کو یہ بوجھ اٹھانا پڑا وہ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو العباس قصاب کا زمانہ پایا ہے۔ میں ہمیشہ شیخ عمو سے کہا کرتا تھا کہ تین مرشدوں کی میں ضرور زیارت کروں گا۔ شیخ ابو العباس سے آمل میں، شیخ احمد نصر سے نیشاپور میں اور شیخ ابو علی سیاہ سے مرو میں شرف نیاز حاصل کروں گا۔

حسین بن منصور حلاج طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ وہ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد ہیں اور ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کا ذکر تفصیل سے ابتدا سے انتہا تک لطیفۂ شطحیات

میں آیا ہے۔ آپ حضرت جنید سے صحبت رکھتے تھے۔ دوئم ذیقعدہ ۳۰۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ ابو محمد جریری آپ کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے۔ آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن الحسین ہے۔ حسین بن محمد بھی بعض نے کہا ہے۔ سیدالطائفہ شیخ جنید کے اصحاب کبار سے ہیں۔ شیخ جنید کے وصال کے بعد آپ کو شیخ (جنید) کی مسند پر بٹھایا گیا۔ تمام علماء و مشائخ نے آپ کی بزرگی کو تسلیم کیا ہے۔ شیخ سہل عبداللہ تستری کی صحبت میں رہے ہیں۔ جنگ قرامطہ میں آپ شریک تھے، اسی جنگ میں پانی نہ ملنے کے باعث تشنگی سے آپ شہید ہو گئے۔ آپ کا سال وفات ۳۱۲ھ ہے اور بقول بعض ۳۱۴ھ ہے آپ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔

شجرۂ چہاردہم[۱۴]

اُن مشائخ کا تذکرہ جن کا سلسلہ حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی تک پہنچتا ہے

شیخ ابو حمزہ خراسانی اگرچہ لطیفہ سابق میں تفصیل سے ہم اس سلسلہ کو بیان کر چکے ہیں۔ یہاں ہم صرف ان اکابر کا تذکرہ کریں گے جن کو حضرت جنید بغدادی سے نسبت ہے۔ ان حضرات میں ایک بزرگ شیخ ابو حمزہ خراسانی ہیں۔ ان کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے۔ آپ نیشاپوری ہیں، مشائخ عراق کے ہم صحبت تھے۔ آپ کو جوانمردانِ مشائخ میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۲۹۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا یعنی حضرت شیخ نوری اور حضرت شیخ جنید رحمہما اللہ تعالیٰ سے پہلے اور شیخ خراز اور شیخ ابو حمزہ بغدادی رحمہما اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا وصال ہوا۔

شیخ ابوالخیر تنیاتی آپ کا تعلق طبقۂ چہارم سے ہے۔ آپ کا نام نامی حماد ہے۔ آپ موضع تنیات میں جو مصر سے دس فرسخ کے فاصلے پر ہے کسی شخص کے غلام تھے۔ بعض کا قول ہے کہ تنیات ولایت مغرب میں ایک مقام کا نام ہے۔

جھولی بُنا کرتے تھے اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس طرح بُن لیتے ہیں۔ آپ اپنے وقت میں مخلوقات کے حالات سے باخبر رہتے تھے۔ ۳۴۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ شیخ ابو عبداللہ جلا، شیخ جنید اور ان جیسے بزرگوں کی صحبت کا فیض اٹھایا ہے۔ تصوّف توکل اور معارف طریقت میں آپ کے ارشادات سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ میں طبقۂ صوفیہ میں تیرہ[۱۳] ابوالخیر نام والے حضرات کو جانتا ہوں جو سب کے سب موالی تھے ان میں چند یہ ہیں۔ یہ حضرات ساداتِ جہان و اقطاب زمانہ گذرے ہیں:۔

۱۔ ابوالخیر تنیاتی۔
۲۔ ابوالخیر عسقلانی
۳۔ ابوالخیر حمصی
۴۔ ابوالخیر مالکی
۵۔ ابوالخیر حبشی جو آخری ابوالخیر ہیں۔

شیخ حمزہ عبداللہ حسینی شیخ حمزہ عبداللہ الحسینی آپ کا نام نامی ہے اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپ کی عمر کا بیشتر حصہ سفر میں گذرا۔ آپ شیخ ابوالخیر تنیاتی کے مریدوں میں سے ہیں۔

حضرت منشاد النوری آپ طبقہ سوم سے ہیں۔ عراق کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں۔ اپنے دور کے یگانہ اور سرآمد ہیں۔

حضرت بابجی جلاد ان سے مشائخ صحبت رکھتے تھے۔ جنید وردیم اور نوری کے معاصر ہیں ۲۹۹ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت سمنون بن حمزہ بن المجیب الکذاب طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ امام المحبت تھے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ بعض نے آپ کی کنیت ابوالقاسم بتائی ہے۔ خود کو کذاب لقب دیا تھا۔ جب تک اس لقب سے مخاطب نہ کیا جاتا آپ جواب نہیں دیتے تھے۔ عالم محبت میں یگانہ تھے۔ تمام عمر محبت کی باتیں کرتے رہے۔ سری سقطی و محمد علی القصاب و ابو احمد القلانسی سے محبت رکھتے تھے۔ حضرت جنید کے مرید تھے اور ان سے پہلے وفات پائی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ان کے بعد فوت ہوئے۔

حضرت ابواحمد قلانسی قدیم مشائخ سے ہیں ان کا نام مصعب بن احمد البغدادی ہے۔ کہتے ہیں وہ مرو کے رہنے والے تھے۔ حضرت جنید اور رویم کے معاصر تھے ۲۹۰ھ میں مکہ گئے۔

حضرت علی بن بندار بن الحسین صوفی پانچویں طبقہ سے ہیں۔ کنیت ان کی ابوالحسن ہے۔ نیشاپور کے متاخرین بزرگوں اور مشائخ میں سے ہیں۔ مشائخ کی صحبت میں رہے اور ان کی صحبت سے اسقدر بہرہ یاب تھے کہ کوئی دوسرا نہ تھا۔ سید الطائفہ (جنید بغدادی) کے معاصر تھے۔ ۳۵۹ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری طبقہ ثانیہ سے ہیں۔ ان کی کنیت ابومحمد ہے۔ اس قوم اور طائفہ علماء کے بڑے لوگوں میں سے ہیں اور اپنے عہد کے امام تھے اور اخیار و ابرار کے مقتدا تھے۔ ذوالنون مصری کے شاگرد تھے، اپنے ماموں سے صحبت رکھتے تھے جو حضرت جنید کے صحبت یافتہ تھے۔ حضرت جنید سے پہلے محرم ۲۸۳ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔

حضرت ابوطالب محمد بن علی بن عطیہ البخاری الحارثی المکی آپ کتاب قوت القلوب کے مصنف ہیں جو اسرار طریقت کی جامع ہے۔ کہتے ہیں کہ طریقت کی باریکیوں سے متعلق اسلام میں ایسی تصنیف نہیں ہوئی۔ جمادی الآخر ۳۸۶ھ میں فوت ہوئے۔ تصوف میں ان کی نسبت

شیخ عارف ابوالحسن محمد بن ابی عبداللہ احمد بن سالم بصری سے ہے اور ابوالحسن محمد کی اپنے باپ ابوعبداللہ احمد بن سالم سے اور ان کے والد کی نسبت سہل بن عبداللہ تستری سے۔ قدس اللہ ارواحہم۔

حضرت ابوبکر الکسائی الدینوری قہستان عراق سے تعلق رکھنے والے تھے، دینور میں مرد بزرگ تھے، حضرت جنید کے قدیم اصحاب میں سے تھے اور ان سے پہلے ہی وصال فرما گئے۔ حضرت جنید بغدادی سے ہزار مسئلہ انہوں نے دریافت کیا جن کا آپ نے جواب دیا۔ جب وہ سوتے تھے تو ان کے سینہ سے قرآن شریف کی آواز آتی تھی۔

حضرت ابویعقوب الاقطع حضرت جنید کے کاتب تھے۔ ان کا سلسلہ مکہ میں تھا۔

حضرت محفوظ بن محمود طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ نیشاپور کے قدیم مشائخ سے ہیں۔ ابوحفص کے اصحاب میں سے ہیں۔ ابوعثمان حیری سے صحبت رکھتے تھے۔ ۳۴۲ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

شیخ ابراہیم الخواص آپ طبقۂ دوم کے مشائخ میں سے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کا تعلق مشائخ طبقۂ سوئم سے ہے۔ آپ کی کنیت ابواسحاق ہے۔ توکل و تجرید اور تفرید کے طریقوں میں یکتائے زمانہ تھے۔ شیخ جنید اور شیخ نوری کے معاصرین میں سے ہیں لیکن آپ نے ان دونوں حضرات سے قبل ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابوالعباس بن عطا آپ کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے، آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن سہیل بن عطا الآدمی البغدادی ہے۔ علمائے مشائخ سے ہیں، ارباب تصوف کے ظرفا میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ معانیٔ قرآن میں آپ صاحب تصنیف بزرگ ہیں۔ آپ کی ایک تفسیر بھی ہے۔ آپ شیخ ابراہیم مارستانی کے شاگرد ہیں۔ حضرت جنید اور ابوسعید خرّاز کے احباب میں سے ہیں۔

شیخ ابوالعباس احمد بن یحییٰ شیرازی آپ شیخ عبداللہ حفیف کے استاد ہیں، حضرت جنید، حضرت رویم اور سہل بن عبداللہ سے ملاقات کی ہے۔

شیخ ابوالحسن بن محمد الجمال آپ کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے۔ آپ واسطی الاصل ہیں لیکن مصر میں مقیم ہو گئے سرزمین مصر ہی میں آپ کا رمضان ۳۱۶ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ ابوبکر واسطی آپ کا نام محمد بن عبداللہ موسیٰ ہے۔ حضرت جنید اور شیخ نوری کے قدیم اصحاب میں سے ہیں۔ اصول تصوف میں علما اور مشائخ زمانہ میں سے کوئی شخص آپ سے کلام نہ کر سکتا تھا۔ آپ کا انتقال ۳۲۰ھ میں شہر مرو میں ہوا۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

حضرت ابوبکر الکتانی طبقۂ رابعہ سے آپ کا تعلق ہے۔ آپ کا نام محمد بن علی بن جعفر البغدادی ہے حضرت جنید بغدادی کے اصحاب سے ہیں۔ مکہ مکرمہ کی مجاورت آپ نے کی، اور وہیں ۳۲۲ھ میں رحلت فرمائی۔

شیخ شبلی قدس سرہٗ آپ طبقۂ رابعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا نام نامی جعفر بن یونس ہے اور یہی آپ کے مزار پر کندہ ہے۔ آپ مصری ہیں۔ مصر سے بغداد چلے آئے تھے۔ شیخ خیر نساج کی مجلس میں ان کو توبہ کی توفیق ہوئی۔ لیکن آپ شیخ جنید کے شاگرد اور مرید تھے۔ آپ کے بارے میں حضرت جنید قدس سرہٗ کا ارشاد ہے:۔

"لا تنظروا الی الشبلی بالعین التی ینظر بعضکم الیٰ بعض فانه عین الجنید من عیون اللّٰہ"

ترجمہ:۔ شبلی کو تم اس آنکھ سے مت دیکھو جس سے دوسروں کو دیکھتے ہو، بے شک وہ جنید کی آنکھ ہے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آنکھوں میں سے ۔

شیخ شبلی نے ۸۷ سال کی عمر پائی۔ ماہ ذی الحجہ ۳۳۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

شیخ ابوبکر مصری آپ کا نام محمد ابراہیم ہے۔ آپ شیخ ابوبکر قرانی کے استاد ہیں اور حضرت شیخ دقاق کبیر کے شاگرد ہیں۔ حضرت جنید اور شیخ نوری قدس اللہ سرہٗ کی صحبت پائی ہے۔ ماہ رمضان ۳۴۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ جعفر نصیر الخلدی آپ کا تعلق طبقۂ خامسہ سے ہے آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ بغدادی ہیں۔ بغداد کے محلہ خلد کے رہنے والے تھے۔ حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ کے شاگرد تھے، آپ نے شیخ ابراہیم خواص کی ہم نشینی بھی پائی ہے۔ بغداد میں آپ کا وصال ہوا ۳۴۸ھ آپ کا سالِ وفات ہے۔ آپ کا مزار شونیزیہ میں حضرت سری سقطی اور حضرت جنید کے قریب ہی واقع ہے۔

شیخ ابوالحسن بصری آپ کا تعلق طبقۂ خامسہ سے ہے۔ آپ کا اسم گرامی علی بن ابراہیم البصری ہے۔ آپ شیخ شبلی کے شاگرد ہیں۔ بجز آپ کے شیخ شبلی کا اور کوئی شاگرد نہیں ہے۔

شیخ جعفر الحذاء آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ نے حضرت جنید اور آپ کے معاصرین سے فیض صحبت حاصل کیا شیخ شبلی آپ کی خوبیاں بیان کیا کرتے تھے۔ آپ نے ۳۴۱ھ میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار شیراز میں ہے۔

شیخ ابوطالب خزرج بن علی آپ شیخ جنید کے اصحاب میں سے ہیں۔ آپ ہمیشہ اسہال کے مرض میں مبتلا رہتے تھے۔

شیخ ابوالقاسم القصری حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ کے اصحاب کبار میں سے ہیں۔

شیخ عبداللہ بلیانی آپ کا لقب اوحد الدین تھا۔ آپ شیخ علی دقاق کی اولاد تھے۔ شیخ سعدی شیرازی کے معاصرین میں سے تھے۔ آپ نے ۶۸۶ھ میں وفات پائی۔ عاشورہ کا دن تھا۔

شیخ عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری آپ کا نام محمد بن حسین بن موسیٰ السلمی ہے۔ آپ تفسیر حقائق و طبقات مشائخ اور عربی

و فارسی زبانوں میں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی کے مرید ہیں جو شیخ شبلی کے مرید تھے اور ان ہی سے خرقہ پہنا تھا۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر اپنے مرشد شیخ ابوالفضل سرخسی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد آپ ہی کی صحبت و خدمت میں رہتے تھے اور ان سے خرقہ پہنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا ابوعمر بن جنید سے سنا کہ ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی ہر طرح سے فاضل و کامل ہیں۔ انہوں نے فرمایا تصوف حق ہے جو بھی وہ تم سے کہیں وہ حق ہے۔ امام ابوسہل صعلوک نے فرمایا اغراض سے اعراض کرنے کا مطلب حق ہے۔

شیخ ابوالقاسم القشیری آپ کا نام نامی عبدالکریم بن ہوازن القشیری ہے۔ آپ رسالہ قشیریہ کے مصنف ہیں، آپ کی ایک دوسری مشہور تصنیف "تفسیر لطائف" ہے۔ علاوہ ان کتب کے آپ کے سرفن ہیں ارشادات و اقوال موجود ہیں۔ آپ شیخ ابوعلی دقاق کے مرید ہیں اور شیخ ابوعلی فارمدی (مرشد امام غزالی) آپ کے مرید تھے۔ آپ نے ربیع الآخر ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔

مشائخ متقدمین و متاخرین کے سلاسل اور علمائے راسخین و کاملین کی تواریخ کا بیان برنہج اختصار جس قدر کہ میرے علم میں تھا بیان کر دیا گیا۔ اب جامع ملفوظات (نظام غریب یمنی) حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار کے حالات بیان کرتا ہے۔

ذکر خلفائے حضرت قدوۃ الکبرا

شیخ کبیر العباسی آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے اصحاب میں ممتاز اور آپ کے احباب میں سربلند تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا آپ سے اس قدر ظاہری و باطنی التفات فرماتے تھے کہ دوسرے اصحاب کے ساتھ یہ خصوصیت نہیں تھی۔ آپ کے بارے میں حضرت کے التفاتِ خاص کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت نورالعین بھی اس خصوصی التفات پر لبسا اوقات رشک کرتے تھے۔

یہ خصوصی التفات اس وقت پیدا ہوا کہ سیلان کے سفر میں حضرت کبیر سے ایک اثر خاص مشاہدہ میں آیا جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب بہار کا آغاز ہوتا اور باغوں میں پھول کھلنے لگتے تو آپ باغوں میں چلے جاتے تھے وہاں آپ پر اس نظارہ بہار سے بہت ہی قوی جذبہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس درجہ کیف کی حالت میں بہت دور دراز کا سفر طے کر لیتے تھے۔ جب پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹتے تو منزل کی طرف لوٹ آتے تھے۔ ایک دن ایک ایسے ہی جذبہ اور وجد کے عالم میں آپ جنگل کی طرف نکل گئے اور بے خودی کے عالم میں کچھ اور آگے نکل گئے۔ جب آپ قصبہ برن میں پہنچے تو اصل حال پر واپس آ گئے لیکن بہت شرمندہ تھے۔ اس شرمندگی کے عالم میں اس قصبہ کی ایک مسجد میں چلے گئے اور وہاں ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے اور استغراق میں مشغول ہو گئے۔ اُس روز ہندوؤں کا کوئی تہوار تھا قصبہ کی عورتیں اور مرد سیر سپاٹے کے لئے گھروں سے نکل آئے تھے ان میں سے کچھ عورتیں اور کچھ مرد مسجد کے دروازے پر پہنچ گئے اور خوب ہا ہو کرنے لگے، عجیب عجیب ناشائستہ حرکتوں میں یہ لوگ مشغول تھے کہ اتنے میں ایک خرسوار

ایک عجیب ہیبت میں مسجد کے دروازے پر آیا اور اس قدر شور مچایا کہ حضرت کبیر کے استغراق میں خلل پڑنے لگا اور آپ حالتِ استغراق سے نکل آئے۔ مسجد کے دروازے پر آپ نے آکر دیکھا تو آپ کی نظر اس دجّال خر سوار پر پڑی۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس سے کہا کہ "بھاگ یہاں سے" آپ کے یہ فرماتے ہی اس خر سوار نے اپنے آپ کو سیلان کی پہاڑیوں میں پایا۔ وہ جس طرف بھی باہر نکلنے کے لئے جاتا پتھروں کی ٹھوکریں کھاتا اور اس کو باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملتا آخر کار مجبور ہو کر رہ گیا اور کہنے لگا کہ اب تو اسی جگہ ٹھہرنا پڑے گا۔ جب دوسری نماز (نماز ظہر) کا وقت آیا تو ایک شخص اس کے پاس آیا اور دو روٹیاں اور ایک پیالہ پانی اس کو دے گیا۔ یوں سات سال تک یہ راتب اس کو اسی طرح پہنچتی رہی۔

اتفاقاً حضرت قدوۃ الکبرا نے حرمین شریفین کے سفر کا قصد کیا۔ حضرت کبیر سے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس سفر میں تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے ؎

شعر

سعادت بندۂ آزاد اینست
کہ گردد در رکابِ بادشاہی

ترجمہ: ایک آزاد انسان کے لئے سعادت یہ ہے کہ وہ بادشاہ کا ہمرکاب ہو۔

اس سے قبل حضرت قدوۃ الکبرا ہمیشہ خانقاہ کی نگرانی کے لئے ان کو چھوڑ جایا کرتے تھے اور خود عازم سفر ہو جاتے تھے، جب حضرت کا قافلہ (جس میں حضرت کبیر بھی شامل تھے) سیلان کی سرحد پر پہنچا تو دامن کوہ میں حضرت نے قیام فرمایا چند قلندر لکڑیاں اور گھاس پھوس لینے کے لئے جنگل میں نکل گئے تو وہاں انہوں نے ریچھ کی شکل کا ایک عجیب سا جانور دیکھا بہت غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انسان ہے۔ یہ قلندر وہاں سے لوٹ آئے اور حضرت قدوۃ الکبرا سے تمام قصہ بیان کیا، آپ نے کچھ لوگوں کو وہاں بھیجا کہ اس شخص کو یہاں لے آئیں۔ جب یہ لوگ اس کو لے کر واپس آئے تو حضرت نے اس کا حال دریافت کیا اور پوچھا تجھ پر کیا افتاد پڑی ہے؟ اس نے تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص تم کو روٹیاں اور پانی روزانہ پہنچاتا تھا تم اس کو پہچان لوگے؟ اس نے کہا ؎

مصرع

شناسد منعم گرچہ حیوانست

جی ہاں اپنے محسن کو تو جانور بھی پہچان لیتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت کبیر کو طلب فرمایا انہوں نے جب اُس شخص کو دیکھا تو شرمندہ سے ہوئے۔ اُس شخص نے جیسے ہی حضرت کبیر کو دیکھا، دوڑ کر آپ کے پاؤں پر گر پڑا۔ حضرت کبیر انکسار فرمانے لگے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اب کرم کا وقت ہے۔ ؎

مصرع: کہ بعد از قہر کردن لطف باید

(قہر کرنے کے بعد لطف کرنا چاہیئے)

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ ذرہ کی کیا مجال کہ آفتاب کے سامنے چمکنے کی کوشش کرے ؎

مصرع

بہ پیش آفتاب چہ نوری دھد سہا

حضرت نے فرمایا کہ اس کے درد کا درمان تمہارے ہی سپرد کیا گیا ہے۔ آخر کار حضرت کے حکم کے مطابق اس کے جرم کو معاف فرما دیا اور اس کو کلمہ شہادت پڑھایا۔ اپنے حلقۂ ارادت میں اس کو حضرت قدوۃ الکبرا نے داخل فرمایا اور اس کے بال جو بہت بڑھ گئے تھے سنت کے مطابق اپنے ہاتھوں سے کاٹے۔ پھر فرمایا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو، چنانچہ آنکھیں بند کرتے ہی وہ شخص اسی موقع اور مقام پر پہنچ گیا اور پھر اس نو مسلم سے عجیب وغریب حرکتوں کا صدور ہوا۔ جب حضرت نورالعین نے یہ حال مشاہدہ کیا تو رشک غیرت کا وہ سابقہ جذبہ ختم ہو گیا

شیخ ابوالوفا نے آپ کی تعریف میں ایک قطعہ لکھا ہے ؎

قطعہ

چو نور چشم جہانگیر را کبیری ہست — چہ نور چشم کہ او نور ہر جزیرہ بود

زردیٔ شان ہمہ را پاک میکند آخر — اگرچہ رمل صغیرہ جبل کبیرہ بود

ترجمہ:۔ حضرت جہانگیر کی آنکھ کے نور میں اتنی عظمت ہے کہ نابیناؤں کی آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے ان کے نور کی زردی ایسی ہے کہ ہر گندگی کو صاف کر دیتی ہے چاہے یہ گندگی ایک پتھر کے ذرہ سے چھوٹی ہو یا ایک جم غفیر سے بھی بڑی ہو۔

آپ کا انتقال ۱۳ محرم کو ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کے کمال التفات کا اندازہ اس خط کی عبارت سے کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے حضرت کبیر کو تحریر فرمایا۔ خط کی عبارت یہ ہے:۔

فرزند اعز اکرم، شیخ الاسلام و سلالۃ الاکابر شیخ کبیر طال عمرہٗ۔

اشرف کو تمہارا خط موصول ہوا اور اس کے مضمون سے مطلع ہوا۔ اے فرزند! تمہارے لئے دعائے ایمان اور مزید رحمت دارین مخصوص ہے، جو کیفیت معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ کچھ درویش صبح سے سفر میں ہیں اور اور وہ فرزند کے پاس امانتوں کے کاغذات لیکر ملاقات کو آنے والے ہیں۔ یہ علاقہ مشائخ چشت کے فرمان کے بموجب آں فرزند کو عطا کیا گیا ہے۔ اپنا وقت خدا کی اطاعت میں گذاریں، اپنے آبا و اجداد کا نام زندہ کریں۔ مخلوق میں مشغول نہ ہوں بلکہ مخلوق کو دعوت دیں۔ لوگوں کی غلط باتوں اور جاہل عوام کی جہالت پر مغموم نہ ہوں، ایمان کا غم کھا کر دین کا کام کریں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مزاحمت کیلئے مستقیم اور اس کا بھائی مقسم اسماعیل آں فرزند اور اہل خاندان کے دروازے پر بیٹھے تھے، درویشوں نے مہم کے دوران اس خاندان اور اس فرزند کے فرزندوں کا فاتحہ پڑھا، ہر عامل وعہدہ دار جو آں فرزند، اہل خاندان کے درپے آزار ہوگا اس

جہان سے بے اولاد جائے گا۔ گمان یہ ہے کہ اس گاؤں میں سے آں فرزند برگزیدہ ہیں۔ جو کوئی مزاحمت اور تشویش کا باعث ہوگا اس کا دونوں جہانوں میں بھلا نہیں ہوگا۔ اس پر خود توجہ نہ کریں بلکہ پیرانِ چشت کے حوالے کریں اور آں فرزند کی اولاد و احفاد کو بھی یہی حکم ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ۝ [1]

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عمل میں سے ہم ان کے لئے کچھ کمی نہ کریں گے۔ ہر کافر آدمی اپنے اعمال میں گروی ہے۔

جو کچھ بھیجا جارہا ہے اسے خرچ کریں اور بے خرچی کے وقت اس درویش کو مطلع کریں اور جو وظیفہ بتایا گیا ہے اسے صبح وشام معمول بنائیں اور مسلمانوں کے لئے دعا کریں اور اس درویش کو دعائے ایمان کے ساتھ یاد رکھیں انشاء اللہ خیر حاصل ہوگی۔ محرم کے مہینہ میں یہ کلمات لکھے گئے، فرزندوں، عزیزوں اور تمام مریدوں کو دعا دیں۔ برادر عزیز قدوۃ السالکین، مفخر الاکابر خواجہ نتھو دعوت دارین کے لئے مخصوص ہیں۔

راقم درویش اشرف

حضرت شیخ محمد آپ اپنے والد حضرت کبیر کے خلفِ برحق وخلیفۂ اصدق اور مرید تھے۔ یہ ابھی کم سن ہی تھے کہ حضرت کبیر کا انتقال ہوگیا۔ مرتے وقت انہوں نے شیخ محمد کو حضرت قدوۃ الکبرا کے سپرد فرما دیا تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کی ظاہری وباطنی تربیت فرمائی اور خاص توجہ ان پر مبذول رکھی۔ یہاں تک کہ ان کی شادی طے کرنے کیلئے آپ بہ نفس نفیس ان کے سسرال والوں کے پاس تشریف لیگئے۔ ظاہری و باطنی توجہ حضرت نے اس طرح مبذول فرمائی کہ ارادتِ اشرفی سے سرفراز کیا اور ان کے گوہرِ اسرار اور جوہرِ انوار کو بحرِ قابلیت کے ساحلِ ظہور تک پہنچا دیا۔ خود حضرت نے ان کا لقب دُرِّ یتیم رکھا۔

ایک دفعہ کچھ صوفی حضرات بطور سیاح سرور پور کے قصبے میں وارد ہوئے اور یہاں انہوں نے پڑاؤ ڈال دیا اور پھر اپنی کرامتیں دکھانے لگے اور خوارق کا اظہار کرنے میں مصروف ہوگئے۔ سرور پور کے کچھ لوگ ان کی یہ کرامتیں دیکھکر ان کے معتقد ہوگئے اور ان کی محفلوں میں شامل ہونے لگے۔ حضرت درِیتیم نے جب یہ حال مشاہدہ کیا تو حضرت عبدالرزاق قدس سرہٗ کو ایک خط لکھا جس میں ان لوگوں کی آمد، ان کی کرامتوں کے اظہار اور کچھ لوگوں کا ان کا گرویدہ بن جانا تحریر تھا۔ حضرت عبدالرزاق نے خط کے مضمون سے آگاہ ہونے کے بعد اس خط کی پشت پر اپنے قلم سے یہ تحریر فرمایا کہ کل صبح کے وقت رقعہ کا جواب تم کو معلوم ہوجائے گا۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کے وقت اس جماعت میں ایک عجیب شور وہنگامہ برپا ہوا۔ حضرت دریتیم نے کسی شخص کو تحقیقِ حال کے لئے وہاں بھیجا کہ اس ہڑبونگ کا حال معلوم کرے

[1] پ ۲۷ الطور ۲۱

جب یہ فرستادہ یہاں پہنچا اور اس نے تفتیش حال کی تو معلوم ہوا کہ اس جماعت کے پیشوا اور سربراہ ہائے ہائے کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ کیسے بے مروت لوگ ہیں کہ اپنی ولایت میں ایک مسافر کو اتنا موقع نہیں دیتے کہ چند روز آرام سے بسر کرلے۔ جب اس بات کا کھوج لگایا تو ایک شخص نے بتایا کہ پچھلی رات تھوڑا سا وقت گزرا تھا کہ قلندروں کی ایک جماعت ہاتھوں میں چھریاں اور میخیں لئے ہوئے آئی اور ہمارے شیخ کو پکڑ کر زمین پر گرادیا۔ شیخ نے اپنے مشائخ کی روحانیت کو پناہ کے لئے طلب کیا تو اسی وقت چند ارواح نے آکر قلندروں سے اس قدر معذرت خواہی کی کہ انہوں نے شیخ کو معاف کردیا۔ اور امان دے دی۔ ان ارواح نے شیخ جماعت سے کہا کہ تم لوگ فوراً اپنا سامان باندھ لو اور یہاں سے روانہ ہوجاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ اپنا سامان باندھنے میں مصروف ہیں۔ یہ شور و غوغا اسی باعث ہو رہا ہے۔

قطعہ

چہ شیرانند در ہر بیشۂ خویش   کہ روبہ را مجال بودنی نیست
اگر در بیشۂ شیری در آید   ازان ضیغم بجز فرسودنی نیست

ترجمہ:۔ یہ لوگ اپنے مقام پر شیر کی طرح رہتے ہیں اور وہاں لومڑی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی۔ اگر شیر کی کچھار میں کوئی داخل ہوجائے تو تباہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت شمس الدین بن نظام الدین صدیقی اودھی

آپ علمائے نامدار کے پیشوا اور علمائے عصر میں برگزیدہ تھے۔ آپ نے علوم عربیہ کی تکمیل مولانا رفیع الدین اودھی سے کی۔ تکمیل کے بعد ان ہی کے مرید ہوگئے۔ جب شیخ شمس الدین نے ان سے سلوک کی تحصیل اور شغل صعلوک کی التماس کی تو انہوں نے فرمایا کہ اے عزیزم! علوم ظاہری سے تمہارا جو کچھ حصہ تھا تم کو مجھ سے مل گیا۔ اب تمہارے علوم صوفیہ اور طریقت کی تکمیل اور حصول مقامات و وصول و ارادت ایک ایسے سید و بزرگ کے ہاتھوں میں ہے جو مسافرت کے طور پر جلد ہی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ہوشیار! ان کی خدمت کو غنیمت سمجھنا۔ تمہاری کشود کاران ہی کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ اس بات کو کہے ہوئے چند روز ہی گذرے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا بنگالہ کے سفر سے مراجعت فرما ہوئے اور کافی عرصہ تک روح آباد میں قیام فرمایا۔

آپ کبھی کبھی اپنے احباب و اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ اودھ کی طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا خطۂ اودھ میں رونق افروز ہوئے۔ ایک مسجد میں قیام کیا۔ اکابر شہر حضرت قدوۃ الکبرا سے شرف نیاز حاصل کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے ان لوگوں کے پیچھے پیچھے شیخ شمس الدین بھی تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو دور ہی سے دیکھ لیا۔ جب یہ قریب آئے تو فرمایا فرزند شمس الدین! میں تو تم سے ملنے کیلئے یہاں آیا ہوں۔ آپ کا یہ ارشاد سنتے ہی شمس الدین کے جسم میں آتش شوق بھڑک اٹھی! و ربڑے خلوص و ارادت کے ساتھ انہوں نے حضرت کے سامنے سر جھکا دیا ان کے اندر ایک عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوئی جسکی شدت سے ان کو بخار آگیا۔ حضرت نے پانی کا پیالہ ان کو عطا فرمایا، پانی پیتے ہی بخار جاتا رہا۔

چند روز کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو خلوت میں بٹھا دیا۔ خلوت میں جب کچھ وقت گذر گیا تو ان پر

کچھ عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت نے خادم سے فرمایا خبردار! شمس الدین کی طرف سے غافل نہ رہنا۔ کچھ دیر کے بعد ان میں عجیب اضطراب اور حالت میں انقلاب پیدا ہوا۔ باوجود سنبھالنے کے خود پر قابو نہ رکھ سکے اور خلوت سے باہر نکل آئے خادم بڑی جدوجہد کے بعد ان کو پھر خلوت میں لے گیا اور دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا۔ جب خلوت کی مدت ختم ہوگئی تب حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو خرقہ پہنایا اور انواع مقامات منتہیانہ سے سربلند کیا اور فرمایا:

"اشرف شمس ہے اور شمس اشرف ہے"

ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں اس کے بعد مزید عنایت یہ کی گئی کہ بہت سے مریدوں اور حصول سعادت کے لئے حاضر ہونے والوں کی تربیت اُن کے سپرد کر دی گئی۔

حضرت سید عثمان حضرت اجل السادات سید عثمان بن خضر، حضرت قدوۃ الکبرا کے اعلیٰ خلفاء میں سے ہیں جن پر آپ اسرار محرمانہ اور انوار مخصوصانہ نثار فرماتے تھے۔ یہ سلسلۂ سادات گیسو دراز سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت سلیمان محدث قدوۃ المحدثین وعمدۃ المفقہین شیخ سلیمان محدث بھی حضرت قدوۃ الکبرا کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کے اساتذۂ حدیث بڑے عالی درجہ کے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہندوستان میں اسناد کی محبت کم ہوگئی ہے مگر شیخ سلیمان محدث کی نہیں۔ کتاب حصن الحصین انہوں نے یہاں پڑھی اور حضرت بابا رضا رتن کی نسبت سے اس سلسلۂ حدیث کی تصحیح کی۔

شیخ معروف آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے چیدہ احباب اور منتخب اصحاب میں سے ہیں۔ آپ جامع فضائل اور صاحب کمالات تھے۔ علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد ان کے دل میں وصول طریقت اور راہِ معرفت کو طے کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اُس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی شیخ علاؤالدین قدس اللہ سرّہٗ کی خدمت میں موجود تھے۔ شیخ معروف کا رجحان اس وقت کے دوسرے مشائخ میں سے کسی شیخ سے نسبت ارادت حاصل کرنے کا تھا کہ ایک رات اُن پر یہ ظاہر ہو گیا کہ تمھارے مقدر کے خزانے کی کنجی سید اشرف جہانگیر کے خزانے میں محفوظ ہے۔ اور تمہارے دردِ نایاب کا علاج بس اسی مرشد کے پاس ہے۔ اب انہوں نے پتہ چلایا کہ آج کل قدوۃ الکبرا کہاں تشریف رکھتے ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت جلد ہی یہاں پہونچنے والے ہیں، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ان کے علم میں آیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا جونپور تشریف لانے والے ہیں۔ شیخ معروف نے جیسے ہی یہ خبر سنی وہ جونپور روانہ ہوگئے، حضرت قدوۃ الکبرا جونپور تشریف لا چکے تھے۔ شیخ معروف جونپور پہنچتے ہی حضرت کی خدمت میں باریاب ہوئے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔ مسلسل شدید ریاضت اور پسندیدہ عبادت کے بعد آپ کو خرقہ پہنایا گیا اور حضرت نے اُن کو خلافت نامہ عطا فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

"اشرف معروف ہے اور معروف اشرف ہے"

آپ کے بارے میں بعض ساداتِ عظام سے یہ واقعہ منقول ہے کہ سلطان السلاطین ابراہیم شاہ کو ایک روز

یہ خیال آیا کہ گذشتہ زمانے میں حضرت جنید و شبلی (قدس اللہ سرہما) جیسی باکمال ہستیاں موجود تھیں۔ اس زمانے میں بھی کوئی ایسی باکمال ہستی موجود ہے جس کی زیارت کی جائے؟ اسی شب ان کو خواب میں بتایا گیا کہ ہاں اس زمانے میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو جنید و بایزید سے کم نہیں۔ دوسرے ہی دن سلطان ابراہیم آپ کی خانقاہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت شیخ معروف کو جب یہ خبر ملی تو خانقاہ کا دروازہ بند کرادیا۔ جب سلطان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے پر بہت اصرار کیا تو آپ جنگل کی طرف نکل گئے۔ دارالخلافہ جونپور سے آپ کے ترکِ مقام کا باعث یہی ہوا اور آپ قصبۂ دیبو میں آکر مقیم ہوگئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہمارا معروف مکتومان میں سے ایک ہے۔

قطعہ

چساں سرّ ولی معلوم باشد — چو در کتم خفا مکتوم باشد
بجز عرفان چنین موصوف نبود — بجز معروف کان معروف نبود

ترجمہ:۔ ایک ولی کا راز کیسے معلوم ہوسکتا ہے جب میرے پردہ پنہاں میں ایک مکتوم چھپا ہوا ہو، بغیر عرفان کے ایسی صفت حاصل نہیں ہوسکتی اور بجز معروف کے کوئی معروف کو نہیں جانتا۔

شیخ رکن الدین و شیخ قیام الدین شاہباز

یہ دونوں شیوخ حضرت قدوۃ الکبرا کے نامدار احباب و اصحاب کبار میں سے ہیں اور حضرتِ والا کے ان اصحاب ثلاثہ میں سے ہیں جو اصحاب طیر و سیر تھے۔ ان دونوں حضرات کا تعلق ترکانِ لاچین سے ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے دوسرے سفر میں جب آپ ولایت (سمنان) سے مراجعت فرمائے ہند ہوئے تو یہ حضرات بھی آپ کے ہمرکاب آئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا ان کے حال پر جس قدر مہربان تھے دوسروں کے ساتھ ایسی مہربانی دیکھنے میں کم آئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اسدین سامان کے زمانے سے جو بہرامیہ سلاطین ہیں حضرت کا سلسلۂ جدی مادری اُن سے ملتا ہے۔ سلطنت عراق اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ اس زمانے میں اُسی خاندان کی ملکیت تھا ان حضرات کی مائیں بھی اکثر لاچینی ترکوں کی خاندان سے ہیں ان کی آخری جدہ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے ہیں اور اتراک لاچین ہیں اور اُن کا مادری سلسلہ ابراہیمیہ، سمنانیہ سامانیہ سے ملتا ہے۔ اس نسبت سے حضرت شیخ رکن الدین و شیخ قیام الدین شاہباز دیگر اصحاب سے ممتاز تھے۔ ان دونوں حضرات کو نبی پورہ کا مکان رہنے کے لئے دے دیا گیا تھا جو دریائے سرجو کے کنارے ہے۔ اوّلاً حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ خیال تھا کہ خود یہاں قیام فرمائیں گے لیکن پھر یہ ارادہ بدل دیا اور شیخ رکن الدین اور قیام الدین کو عنایت کرکے حوالہ کر دیا۔

شیخ اصیل الدین جرہ باز

آپ بھی اصحاب طیر و سیر میں سے تھے۔ شدید ریاضت و مجاہدے کے بعد آپ حضرت کی خلافت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ جس قدر عنایت و حمایت حضرت کی آپ پر تھی دوسرے اصحاب پر نہ تھی۔ آپ کو سلسلہ کی توسیع و اشاعت کیلئے مقام منکانو میں متعین کیا گیا تھا۔

شیخ جمیل الدین آپ کا لقب سفید باز تھا۔ آپ اصحاب ثلاثہ طیر دسیر میں سے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی خلافت کے شرف سے مشرف تھے۔ حضرت کے ظاہری و باطنی التفات کے مورد تھے جس قدر حقائق معرفت آپ سے صادر ہوئے حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء میں سے شاید ہی کسی سے اس قدر معدور میں آئے ہوں۔ ایک بار آپ بادبانی جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ کھانے کا سامان کم ہو گیا اور بعض چیزوں کی خاص طور پر ضرورت پڑی تو آپ نے اشارہ کیا تھوڑی سی دیر میں تمام مطلوبہ سامان وہاں پہنچ گیا۔

حضرت قاضی حجت آپ اسم بامسمٰی تھے، دلائل عقلی و براہین نقلی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ عالموں اور دانشوروں کی مجلس میں عجیب و غریب دلائل و براہین کے ساتھ بحث کیا کرتے تھے۔ جب آپ کو توفیق سلوک نصیب ہوئی تو حضرت قدوۃ الکبرا کی سرکار عالی میں حاضر ہوئے۔ جب آپ کا صدق ارادت و عقیدت ظاہر ہو گیا تب آپ کو رموز و دقائق معرفت و طریقت سے سرفراز کیا گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کو خلافت عطا کر دی گئی اور خرقہ پہنا دیا گیا۔ روح آباد کے قریب ایک موضع آپ کا مسکن قرار پایا۔

شیخ عارف مکرانی آپ علوم شریعت میں کامل اور علوم طریقت سے پیراستہ تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا کی ارادت کے شرف سے مشرف ہوئے تو آپ کے لئے بہت سخت مجاہدہ و ریاضت مقرر کی گئی جب آپ نے تمام مراتب سلوک طے کر لئے اور انوار و اطوار سبعہ کی منزل سے گذر گئے تو آپ کو خرقہ پہنایا گیا اور خلافت عطا کی گئی۔ آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے نامور خلفاء اور ندماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سے اس قدر خارق عادات ہوئیں اور معاملات ظہور میں آئے کہ اس کتاب میں اُن کا ایک شمہ بھی بیان کرنا چاہوں تو ایک اور دفتر درکار ہوگا ؎

مصرع

مگر دفتری دیگر املا کنم

شیخ ابوالمکارم ہروی آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء ولایت (بیرون ہند) سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے ملفوظات کو آپ کے مریدین نے جمع کیا ہے اور اس میں آپ کے حقائق معارف ۔۔۔ درج کئے ہیں کہ صوفیہ کی کسی ایک کتاب میں اتنے عوارف و معارف کا ہونا دشوار ہے۔ اسی کے ہم پایہ آپ کی ایک تصنیف شرح عوارف دوسری شرح لمعات (عراقی) اس قدر بلند پایہ ہیں کہ اپنا جواب آپ ہیں۔

شیخ ابو المکارم حضرت قدوۃ الکبرا کے مخلص اصحاب اور احباب میں سے ہیں۔ شیخ ابو المکارم امیر تیمور صاحب قران کے ایک امیر کے فرزند تھے اور ابتدائے حال میں ایک امیرزادے کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے امیر علی بیگ کی منزل میں قیام فرمایا۔ امیر علی بیگ حضرت قدوۃ الکبرا سے اس قدر متاثر ہوئے کہ امارت اور کرّ و فر کی بساط لپیٹ کر رکھ دی اور آپ کے مریدوں میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے علوم ظاہری سے بہرۂ کامل پایا تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو محنت، ریاضتوں اور معرفت کے مشغلوں میں لگا دیا۔ اس طرح بارہ سال تک ریاضت اور مجاہدے میں مشغول رہے۔ جب آپ

نے اس کٹھن راہ کو طے کر لیا اور آپ سے طرح طرح کے مکاشفات اور واردات کا ظہور ہونے لگے جن کا بیان کرنا دشوار ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بھرپور التفات آپ سے فرمایا اور شرفِ خلافت سے مشرف کیا۔

آپ بڑے صاحب مکارمِ اخلاق اور بڑے صاحب اشفاق تھے چنانچہ حضرت کے تمام معتقدین اس بناء پر آپ کو ابو المکارم کہا کرتے تھے۔ سمرقند کی مملکت آپ کو تفویض کی گئی۔ چنانچہ وہاں کثرت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ جب آپ حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں تھے تو حضرت نے طالبانِ معرفت کی تلقین اور مریدوں کی تربیت آپ کے سپرد کر دی تھی۔ اس اہم کام کو آپ نے بڑی خوبی سے انجام دیا۔

شیخ صفی الدین ردولوی

آپ تمام علوم ظاہری اور فضائلِ باطنی سے بہرہ ور تھے۔ علوم ادبیہ اور اصول فقہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ اس کا ثبوت ان کی بہترین تصانیف سے ملتا ہے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہندوستان میں ایسا لائق اور صاحب علوم و فنون شخص میں نے کوئی اور نہیں دیکھا۔ شیخ صفی الدین کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ شیخ صفی الدین نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بہت ہی باشان و شکوہ شخص اچانک نمودار ہوا اور انہوں نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور بڑی عزت و توقیر کے ساتھ ان کو لاکر بٹھایا۔ اس وقت مولانا کے ہاتھ میں اصول فقہ کی کوئی کتاب تھی تو ان صاحب نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم نے بہت سے اوراق سیاہ کئے ہیں اب وقت آگیا ہے کہ سیاہ کو سفید میں بدل دو اور صفحات کو انوارِ دائمی سے روشن کر دو۔ ان آنے والے صاحب کی ان باتوں نے ان کے دل پر بہت اثر کیا اور ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی تب مولانا نے ان بزرگ سے کہا کہ میں نے تو آپ کی ارادت کا دامن پکڑ لیا ہے۔ ازراہِ عنایت مجھے سلوک کی راہ پر لگا دیجئے۔ یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنے قرب کے اسرار سے آگاہ کرنا چاہتا ہے تو حضرت خضر کو حکم فرماتا ہے کہ وہ اس بندے کی رہنمائی کسی ولی اللہ کی طرف کر دیں۔ پس میں تم کو ایک ایسے مردِ حق کا پتہ بتاتا ہوں جس کے انوار ولایت اور آثار ہدایت سے تمام جہان معمور ہے۔

مثنوی

جہانِ معرفت را بادشاہ است — زنورش پر ز ماہی تا بماہ است

ضلیلانِ جہان را دستگیر است — دمش روشن روانش دلپذیر است

ترجمہ:- وہ ذات جہانِ معرفت کی بادشاہ ہے۔ ماہ سے ماہی تک تمام فضا اس کے نور سے پُر ہے۔
دنیا کے گم کردہ راہوں کا وہ دستگیر ہے، اس کی ہر سانس روشن ہے اور اس کی شخصیت بڑی دلپذیر ہے۔

اس سعادت کا ظہور جلد ہی ہوگا۔ وہ ولی اللہ چند دنوں میں اس قصبہ میں تشریف لانے والے ہیں خبردار ہوشیار ان کی ملازمت اور خدمت کو غنیمت شمار کرنا اور اس میں ذرہ برابر بھی کوتاہی اور قصور نہ کرنا **قطعہ**

بصنف اولیاء ذاتش فرید است — بصاحب وحدت آن روئی وحید است

چو دارد گنج او سینہ بہ سینہ — در گنجینہ را سید کلید است

ترجمہ:۔ صنفِ اولیاءمیں بالکل منفرد ہیں اور راستۂ وحدت کے مشعلِ راہ ہیں۔ چونکہ یہ خزانہ ان کو سینہ بسینہ ملا ہے اس کی کنجی ابھی انہی کے پاس ہے۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے قصبہ ردولی پہونچ کر جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ شیخ صفی الدین خواب مذکور کے حکم کے مطابق بہ عجلت تمام حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہونچے، جیسے ہی حضرت کی نظر اُن پر پڑی تو فرمایا "برادرم صفی! خوش آمدید! آؤ، آؤ" مولانا بڑے ادب کے ساتھ خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ گئے حضرت نے فرمایا کہ ہاں جب اللہ تعالیٰ کسی فرد کو اپنے قرب سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو اپنے کسی دوست کی طرف اس کی رہنمائی فرما دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوالعباس خضر کو حکم دیا کہ وہ تمہاری رہنمائی کریں۔ یہ سنتے ہی شیخ صفی کے صفائے عقیدہ اور خلوص میں اور بھی اضافہ ہوا اور اسی وقت وہ حضرت کے مرید ہو گئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے خادم کو حکم دیا کہ مصری لاؤ تاکہ میں بھائی صفی کو سلوک کا شربت پلاؤں۔ خادم نے مصری بہت تلاش کی لیکن نہیں مل سکی۔ مجبوراً وہ واپس آ گیا اور عرض کیا کہ مصری کا تو کہیں پتہ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا اس جگہ تشریف لے گئے جہاں مصری کو توڑا جاتا تھا۔ مصری کا ایک ٹکڑا توڑتے وقت کہیں دور جا گرا تھا، حضرت نے وہی ٹکڑا اٹھایا اور اپنے دست مبارک سے ان کو کھلایا اور دُعا فرمائی "نورالانوار کا حصول مبارک ہو۔" پھر حضرت نے فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تمہاری اولاد و احفاد سے علم کی دولت نہ لی جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے محض شیخ صفی الدین کے پاس خاطر سے چالیس دن تک قیام فرمایا تاکہ وہ اپنا چلہ اربعین مکمل کریں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے وہ تمام آداب جو ابتدائے سلوک سے انتہا تک درکار ہوتے ہیں ایک ایک کر کے ان کو تلقین کئے اور طریقت کے تمام رموز سے ان کو آگاہ فرما دیا۔ اپنے دستِ مبارک سے ان کو خرقہ پہنایا۔ اجازت و خلافت سے سرفرازی بخشی اور عطائے خلافت کا مجاز و ماذون بنا دیا۔

جب حضرت قدوۃ الکبرا شیخ صفی کے حرم سرا میں تشریف لے گئے تو ان کے نومولود فرزند کو جو ابھی چالیس دن کے تھے اور شیخ اسماعیل نام رکھا گیا تھا آپ کے پیروں میں لا کر ڈال دیا گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ہمارا مرید ہے۔

شیخ سماء الدین ردولوی آپ ظاہری و باطنی علوم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ تھے اور اتباع سنّت پر سختی سے کاربند تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ آپ حضرت کی صحبت میں شریک ہونے والے مخصوص حضرات میں سے تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا پہلی بار اس طرف سے گذر رہے تھے تو حضرت شیخ سماء الدین آپ کے مرید ہو گئے اور روح آباد پہونچ کر طرح طرح کے مجاہدوں اور ریاضتوں کی تکمیل کی اور تقریباً چار سال تک یہاں رہ کر سلوک و اسرار طریقت کی راہ طے کرتے رہے۔ انوار سبعہ کے طے کرنے میں کچھ فتور پیدا ہو گیا۔ بڑی کوشش سے ان کو اس افتاد سے نکالا گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ انوار سبعہ کے طے کرنے میں ہمارے بعض اور مریدوں کو بھی ایسا افتادہ پیش آیا ہے ان میں ایک شیخ ابوالمکارم بھی تھے ان کو بھی اس مہلک ورطہ سے نکال لینے میں خاص اہتمام اور جدوجہد کرنا

پڑی تھی اور دوسرے شیخ سماء الدین تھے ان کو بہت محنت اور بے شمار کلفت سے اس ورطہ سے نکالا گیا تھا۔

شیخ سماء الدین نے حضرت قدوۃ الکبرا کے دستِ مبارک سے خرقہ پہنا اور ان کو خلافت عطا کی گئی۔ پھر ان کو روح آباد سے ردولی جاکر مقیم ہونے کا حکم دیا گیا۔ حسب الحکم یہ روح آباد سے یہاں آکر مقیم ہو گئے اس قصبہ کے ایک درویش سے ان کی چشمک ہو گئی وہ بھی محض جگہ کے سلسلے میں۔ (یہ جہاں ٹھہرنا چاہتے تھے وہ درویش بھی وہیں ٹھہرنے پر مُصر تھے) انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کو ایک عرضداشت ارسال کی۔ جب حضرت نے یہ عرضداشت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ ہم نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا ہے کہ جو کوئی ہمارے ادنیٰ سے ادنیٰ خادم سے بھی پرخاش رکھے گا وہ درہم برہم ہو جائے گا۔

بیت

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس
خدا داد بر داد کردم سپاس

یہی بیت آپ نے شیخ سماء الدین کی عرضداشت کی پشت پر لکھ کر ان کو روانہ کر دیا۔ چند ہی دنوں کے بعد ان کے دل کا مقصد پورا ہوا اور وہ درویش ذلیل و خوار ہوا۔

شیخ خیر الدین سدھوری آپ جمیع علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ اور علمائے زمانہ میں منتخب اور چیدہ تھے۔ جامع فروع و اصول تھے۔ آپ کو حضرت قدوۃ الکبرا سے شرف ارادت خطۂ اودھ میں حاصل ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان کو اصولِ فقہ میں چند ایسے مشکل مسائل پیش آ گئے کہ وہ کسی طرح حل نہیں ہوتے تھے۔ انہوں نے بہت سے علمائے وقت سے رجوع کیا لیکن ناکام رہے۔ خصوصاً مولانا علاؤ الدین جائسی سے ان مسائل کے حل کے سلسلے میں چند روز تک گفتگو ہوتی رہی۔ لیکن ان کو تسلی نہ ہوئی۔ شیخ خیر الدین کو بحث کے تمام مقامات اور نکات مستحضر تھے اس لئے مولانا علاؤ الدین ان کو مطمئن نہ کر سکے۔ اسی زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شمس الدین اودھی کی خانقاہ میں نزولِ اجلال فرمایا۔ شیخ خیر الدین نے اسی جگہ آپ سے نیاز حاصل کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ خیر الدین کے استفسار کے بغیر محض بطور تعریض ان مسائل کا اس طرح حل بیان فرمادیا کہ شیخ خیر الدین مطمئن ہو گئے اور حضرت قدوۃ الکبرا سے عقیدت کا جذبۂ شدید ان کے دل میں پیدا ہو گیا۔ دوسرے روز پھر خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے شرف ارادت سے مشرف ہو گئے اور خدمت عالی میں نذر پیش کی۔ چار سال تک راہ طریقت میں سخت ریاضت اور معاملات چیدہ میں کوشش بلیغ کرنے کے بعد ان میں خرقہ پہننے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تب حضرت قدوۃ الکبرا کی شرف خلافت و اجازت سے سربلند کئے گئے۔ جس روز شیخ خیر الدین کو خلافت عطا ہوئی اسی دن اودھ کے مضافات میں رہنے والے بارہ افراد بھی حضرت کے مریدوں میں داخل ہوئے ان میں شیخ سدھا اور قاضی سدھا بھی تھے جن کی تربیت حضرت شمس الدین کے سپرد کی گئی۔

قاضی سدھا سے معلوم ہوا ہے کہ ایک روز شیخ خیر الدین پر دورانِ وضو عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور وہ اسی طرح

وضو کرتے رہے۔ ہر چند کہ خادم آپ کے وضو کے لئے پانی ڈال رہا تھا لیکن ان کا وضو ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ بہت سا پانی بہہ گیا۔ ایک شخص نے ناگواری کے طور پر کہا کہ "پانی کا اسراف حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے" یہ بات (اعتراض) حضرت قدوۃ الکبرا کے گوشِ مبارک تک پہنچی تو آپ نے فرمایا "عزیز خیرالدین اس وقت جس حال میں ہیں اگر اس حال میں دونوں جہان کے دریاؤں کا پانی صرفِ وضو ہو جائے تب بھی وہ اسرافِ آب نہ ہوگا

شعر

چو صوفی را بگیرد حالتِ عشق
اگر ریزد جہان اسراف نبود

قاضی محمد سدھوری

آپ جمیع علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ تھے، خاص طور پر علوم اصول (اصول حدیث و اصولِ فقہ) پر آپ سند کا درجہ رکھتے تھے اس سلسلے میں ہر ایک آپ کی طرف اشارہ کرتا تھا آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے مخصوص خلفا اور مخلص احباب میں سے تھے۔ آپ کے مُرید ہونے کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا کو برا اور کھوڑا کے مریدوں کے پاسِ خاطر سے اس طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں قصبہ سدھور میں نزولِ اجلال فرمایا۔ قصبہ کے اہالی و اکابر حضرت شیخ خیرالدین کے ہمراہ استقبال کے لئے آئے۔ ان میں قاضی محمد صاحب بھی اپنے تمام شاگردوں اور احباب کے ساتھ موجود تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا سے ملاقات ہوئی تو تلقین کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ جناب قاضی صاحب آپ نے تصوف و طریقت کا علم کس خانوادے سے حاصل کیا ہے؟ قاضی صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ حضرت مخدوم سے، یہ سن کر حضرت نے فرمایا خوب، بہت خوب۔ پھر حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً یہ کلمات فرمائے کہ جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی بندے کو شرف اختصاص سے مشرف فرمائے تو اس کو توفیق عطا فرما دیتا ہے اور وہ کسی صاحبِ دولت کے قدموں پر اپنا سر جھکا دیتا ہے یا خود کسی صاحب دولت و نعمت کو اس کے سر پر سایہ فگن کر دیتا ہے۔ پھر حضرت نے یہ اشعار پڑھے ؎

قطعہ

کسی کو را سعادت پیش آید
دریغ از وی نباشد ہیچ نعمت
اگر توفیق باشد ہمعنانش
ببوسد او رکابِ اہلِ حشمت
اگر مقصود باشد بر سرِ او
ہمائی از غیب آرد ظلِ دولت

ترجمہ:- ۱- جب کسی کو سعادت ملتی ہے تو اسے کسی نعمت کی کمی نہیں ہوتی

۲- جب اللہ تعالیٰ کسی پر اپنی رحمت نازل کرنا چاہتا ہے تو اسے اہلِ حشمت کے قدموں میں ڈال دیتا ہے

۳- اگر اللہ کو منظور ہے تو ہما غیب سے دولت اور نعمت کو اس کے سر پر سایہ فگن کر دیتا ہے۔

قاضی محمد صاحب بہت اصرار کر کے حضرت قدوۃ الکبرا کو اپنے مکان پر لے گئے اس صورت میں کہ حضرت کی پالکی کا ایک بازو وہ پکڑے ہوئے تھے اور دوسرا شیخ خیرالدین نے پکڑا ہوا تھا۔ اس طرح حضرت قدوۃ الکبرا کو

اپنے گھر تک لائے، وہاں حضرت کی مہانداری اور خدمت حد سے زیادہ بجا لائے اور حضرت کے ہمراہیوں کو بھی اپنی خدمت سے ممنون بنایا۔ جب صبح ہوئی تو سعادت کا دروازہ قاضی صاحب کے لئے وا ہو گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی صاحب کو یاد فرمایا اور شرفِ ارادت سے سربلند کیا۔ طریقت کے تمام اسرار ابتدا سے انتہا تک اُن کو تعلیم فرمائے۔ قاضی صاحب نے حضرت کی خدمت میں رہنا اختیار کیا۔ جب حضرت نے سدہور سے قصبہ جائس شریف کو جانے کا قصد فرمایا تو قصبہ کے تمام خورد و کلاں حاضرِ خدمت ہوئے اور سب نے شرفِ ارادت حاصل کیا۔ آپ نے ان کی تربیت حضرت شیخ خیرالدین صاحب کے سپرد فرمادی اور خود قصبہ جائس روانہ ہو گئے۔ حضرت قاضی محمد صاحب قصبہ جائس تک حضرت کے محفہ کے ساتھ پا پیادہ آئے اور یہاں ایک مدت تک ریاضت اور مجاہدے میں مصروف رہے اور خود کو حضرت کے التفاتِ ظاہری و باطنی کے قابل بنالیا اور تمام اسرارِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خود کو اہل ثابت کر دیا۔ تب آپ کو خرقۂ خلافت اور اجازت کا شرف عطا ہوا۔

قاضی ابو محمد سدہوری

قاضی ابو محمد عرف معین منطقی سدہوری بھی حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا قصبہ سدہور سے جائس روانہ ہونے لگے تو قاضی محمد صاحب نے اپنے ہر ایک فرزند کو حضرت کا مرید کرا دیا تھا۔ (ان ہی فرزندوں میں سے ایک یہ بھی ہیں)

حضرت ابو المظفر محمد لکھنوی

آپ زمانے کے مشہور عالم اور اپنے شہر کے دانشوروں کے پیشوا تھے۔ آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے مخصوص رفقاء میں سے تھے۔ چونکہ حضرت آپ سے بہت زیادہ التفات رکھتے تھے اس لئے ان کے پاس خاطر سے چند روز تک جامع مسجد لکھنؤ میں قیام فرمایا۔ قاضی ابو المظفر بھی حضرت کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے رہے۔ قاضی صاحب نے حضرت قدوۃ الکبرا کی مدح میں ایک فصیح و بلیغ قصیدہ لکھ کر نذر کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بہت پسند کیا اور ارشاد فرمایا "تم پر شاعری ختم ہے"، یعنی شاعری میں تم نے کمال دکھایا ہے حضرت خیرالدین سدہوری بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضرت کے ان مناقب میں جو قاضی ابو المظفر نے بصورت قصیدہ نظم کئے تھے کچھ اصلاح کرنا چاہی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اصلاح کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ درویشانہ اور جذباتی اشعار ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی صاحب پر حد درجہ عنایات اور التفات مبذول فرمایا۔ ایسا التفات اور ایسی عنایات بغیر سعادت ازلی اور خوش بختی کے حاصل نہیں ہوتا ہے

قطعہ

ز التفاتِ عزیزان کسی برد بہرہ	کہ ہمچو یوسف از بخت بہرہ مند بود
صفائے صدق نیاز ای عزیز حاصل کن	کہ التفات عزیزانت سود مند بود

ترجمہ:- عزیز مصر کی توجہ سے وہی شخص بہرہ مند ہو سکتا ہے جو حضرت یوسف کی طرح خوش نصیب ہو، اے عزیز نیازمندی کا صدق حاصل کر لے تب عزیز کا یہ التفات تیرے لئے سود مند ہو گا۔

مولانا غلام الدین جائسی

غلام الہدیٰ مولانا غلام الدین جائسی علامۂ روزگار اور فقہائے شہر میں سے تھے اور حضرت کے خلفائے کبار میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ دولتِ ارادت کا شرف ان کو اس طرح حاصل ہوا کہ جس زمانے میں جائس میں پہلی مرتبہ حضرت کا ورود ہوا اور ایک مقام پر پڑاؤ کیا گیا تو تمام اصحاب ذکر و جہر میں مشغول ہو گئے۔ جب طالبانِ حقیقت کے اس ذکر جہر کا غوغا بلند ہوا، آوازیں اس قدر بلند ہوئیں کہ ہر ایک کے کانوں میں ذکر کی آوازیں پہنچنے لگیں۔ مولانا غلام الدین نے اپنی بیوی سے کہا کہ خدا جانے یہ شور و غوغا کرنے والے کہاں سے یہاں آگئے ہیں؟ مولانا اُس وقت ہفت مسئلہ کو حل کرنے میں اُلجھے ہوئے تھے اور ان مسائل کے حل میں غور و خوض کر رہے تھے۔ مدتوں سے یہ اطراف واکناف کے علماء سے ان مسائل کے حل کے لئے استفسار کرتے رہتے تھے مگر یہ مسائل حل نہیں ہو رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ آج رات کو یہاں کے اکابر کے مزارات کی زیارت کر کے صبح کو عازم بنگالہ ہو جائیں اور بنگال کے علماء سے ان مسائل کو حل کرائیں۔ اتفاق سے حضرت قدوۃ الکبرا بھی اسی رات زیارت قبور کے لئے تشریف لے گئے۔ دونوں حضرات کا آمنا سامنا حضرت شیخ بدرالدین کے مرقد منورہ پر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے کسی ہمراہی سے مولانا نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ ان کے جواب میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہمارے بارے میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ہم غوغا کرنے والے لوگ ہیں۔ مولانا فوراً متنبہ ہوئے اور بیوی سے کہی ہوئی بات یاد آگئی۔ بہت ہی شرمندہ ہوئے اور حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عذر خواہی کرنے لگے۔

حضرت نے فرمایا "یہ تو بہت معمولی سی بات ہے ہم نے تو ایسی باتیں بہت سنی ہیں"

اس کے بعد وہ حضرت ہی کے ساتھ اکابر کے مزارات کی زیارت میں مشغول ہو گئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تعریض کے طور پر مولانا غلام الہدیٰ کے لاینحل مسائل کو ایک ایک کر کے حل کرنا شروع کر دیا اور ایسی فصیح زبان میں ان مسائل کی وضاحت کی کہ مولانا کے دل پر نقش نگینہ بن کر وہ وضاحتیں بیٹھ گئیں۔ ان مسائل کے حل کو سن کر مولانا کی عقیدت کیشی سو گنا بڑھ گئی۔ یہ پھر معذرت کرنے لگے اور کچھ اس طرح عذر خواہی کی کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے دل سے وہ شکایت رفع ہو گئی۔

دوسرے دن صبح کو مولانا اکابر شہر کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمام صاحبان حضرت قدوۃ الکبرا کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ مولانا نے اپنے تمام صاحبزادوں کو بھی حضرت سے بیعت کرایا۔ حضرت نے مولانا کو خلافت سے سربلندی بخشی۔

مولانا نے قصبہ کے تمام مسلمانوں کو حضرت کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کا شوق دلایا۔ اسی مجمع میں مولانا نے اپنی یہ سرگذشت سنائی کہ آج سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے کہ میں اور قصبہ کے چند لوگ جو اکابر میں سے تھے، ردولی حضرت شیخ سلیمان کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے تنبیہ فرمائی کہ آئندہ تم ان لوگوں کو یہاں آنے کی زحمت نہ دینا، کیونکہ قصبہ جائس کے لوگ ایک سید کے سپرد کر دیئے گئے ہیں جو سیاح زمین ولایت اور دریائے ہدایت ہیں عنقریب وہ اس ملک میں وارد ہونے والے ہیں ان کے یہاں وارد ہونے سے پہلے ہی تمہاری ارادت و استفادہ کا مقدر

اُن کے حوالے کر دیا گیا ہے، وہی تمہارے حال اور اشغال کے محافظ ہوں گے۔ تم اس بات سے افسردہ خاطر نہ ہونا کہ چند باتوں میں وہ ہم سے بڑھ کر ہیں۔ ایک سیادت میں اور دوسرے قراءت سبعہ میں حفظ قرآن کے ساتھ۔ اُن عزیز کے ارشاد کا مصداق آج نظر سے گزرا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا اس قصبہ میں تشریف لے آئے ہیں، یہ یہاں کے رہنے والوں کی سرفرازی اور اقبال مندی کا باعث ہے۔

شیخ کمال جائسی

حضرت قدوۃ الکبرا ایک مدتِ مدید تک اس قصبہ میں مقیم رہے۔ جب آپ نے یہاں سے روانگی کا قصد فرمایا تو یہ جگہ شیخ کمال کے سپرد فرما دی اور یہاں کے مریدوں کی تربیت بھی ان کے حوالے کر دی کہ وہ صاحب ریاضت وصاحب معاملات تھے اور اُن کے یہ اوصاف حدِ کمال تک پہونچ چکے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے تشریف لے جانے کے بعد وہاں کے اکابر واصاغر آپ ہی سے استفادہ کرتے تھے۔ شیخ کمال نے کئی سال تک سفر و حضر کی کلفت اور صعوبت اٹھا کر یہ مقام حاصل کیا تھا اور ان کو خرقۂ خلافت واجازت سے سربلندی حاصل ہوئی تھی۔

جب حضرت قدوۃ الکبرا جائس سے روح آباد روانہ ہوئے تھے تو جیسا کہ پہلے مذکور ہوا یہاں کی نیابت شیخ کمال کے سپرد کر دی تھی۔ ایک مدت تک یہ یہاں اپنے اصحاب واحباب کے ساتھ رہتے رہے۔ اتفاقاً ایک دفعہ آپ نے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ آپ نے بعض اہم چیزوں کے پکانے کا انتظام یہاں کے لوگوں کے سپرد فرما دیا تھا لیکن جب دعوت کا وقت آیا اور وہ لوگ وہ چیزیں تیار کر کے نہیں لائے تو آپ کو سخت ناگوار گذرا اور اسی ناگواری اور غضب کے عالم میں شیخ کمال کی زبان سے نکلا:

"جل کر خاک ہو جائیں وہ لوگ جنہوں نے وعدہ وفا نہیں کیا۔"

جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ بد دعا نکلی اُس محلہ میں آگ بھڑک اٹھی اور تمام قصبہ جل کر راکھ ہو گیا۔ منقول ہے کہ اس آگ میں چار ہزار لوگ ہلاک ہو گئے۔ شیخ کمال کو اس حادثہ پر بڑی شرمندگی ہوئی اور فوراً روح آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ طرفۃ العین میں یہ روح آباد حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں پہنچ گئے۔ حضرت کی نظر مبارک جونہی اُن پر پڑی حضرت قدوۃ الکبرا نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے خاک آلودہ تو نے میرے فرزندوں اور عزیزوں کو جلا کر خاک کر دیا اور ان کے گھر بار پھونک ڈالے۔

حضرت قدوۃ الکبرا اُن سے اس قدر ناراض ہوئے کہ پائے بوسی کی اجازت بھی ان کو نہیں دی اور یہ مدتوں تک خانقاہ کے عقب میں جس کو وحدت آباد کہا جاتا تھا پڑے رہے اور مدت مدید کے بعد انہوں نے حضرت نور العین کو معافی کے لئے اپنا واسطہ بنایا اور ایک طشت میں خاکستر بھر کر طشت کو سر پر رکھ کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں طلب معافی کے لئے حاضر ہوئے۔ چونکہ درویشوں کے طریقہ پر انہوں نے معافی مانگی تھی انکو معاف کر دیا گیا لیکن حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا:-

"جاؤ! تمہارا ایمان تو سلامت رہے گا لیکن تم اور تمہاری اولاد سرگردان اور پریشان رہے گی۔"

حضرت سید عبدالوہاب آپ حضرت سید قدوۃ الکبرا کے مخلص احباب اور خلفاء میں سے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی ایسی خدمت کی تھی جیسی کرنی چاہیے تھی اور ان سے کبھی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی۔ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ عبدالکریم دہلوی کے پاس دہلی بھیجا، راستہ بہت ہی دشوار تھا لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی اور یہ وہاں پہنچ گئے۔ جب اُن سے جواب لے کر واپس آئے تو ان کے پاؤں شدید زخمی ہو گئے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنی نعلین مبارک اتار کر ان کو مرحمت فرما دیں۔ انہوں نے حضرت کی نعلین مبارک کو تاجِ سر دولت سمجھا اور متبرک سمجھ کر اپنے پاس اس طرح رکھا کہ چالیس دن تک یہ تکیہ کی طرح اس پر سر رکھتے تھے۔ جب تک یہ نعلین اُن کے پاس رہیں حق تعالیٰ نے ان کے گھر میں بہت ہی خیر و برکت پیدا فرما دی اور گھر کے لوگ آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے رہے۔

شیخ راجا آپ زہد و تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ حضرت کے خلفائے خاص میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ حضرت کی نگاہ التفات اور وارداتِ الٰہی کا مقدور بنے رہتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی بہت زیادہ خدمت کیا کرتے تھے اور اکثر اوقات خدمت والا میں حاضر رہتے تھے۔ بہت ہی سادہ دل تھے ابتدائے حال میں حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو یہ تاکید فرما دی تھی کہ خبردار کسی بے نمازی کے پاس نہ بیٹھنا۔ اسی طرح احکام شریعت کی پیروی اور تقویٰ شعاری کی بہت تاکید فرمائی تھی۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا شیخ ابراہیم مجذوب کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ شیخ ابراہیم جو مجذوبانِ الٰہی میں سے تھے، بہت ہی گرم مزاج تھے۔ حضرت ابراہیم مجذوب بظاہر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا ان کی خدمت میں پہنچ کر اس امر کے منتظر تھے کہ التفات فرمائیں یا کوئی چیز بطور تبرک عنایت فرما دیں۔ اتفاق سے کھانے کی کچھ چیزیں کہیں سے ان کی خدمت میں آ گئیں فوراً اُن کو کھانے لگے اور پھر حضرت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے اشرف جہانگیر! آؤ تم بھی کھاؤ۔ حضرت قدوۃ الکبرا بڑے ذوق و شوق سے اس کھانے میں شریک ہو لئے۔ کچھ دیر تک یہ دونوں حضرات کھانے میں مشغول رہے۔ جب تھوڑا سا کھانا باقی رہ گیا تو ابراہیم مجذوب نے فرمایا اے اشرف جہانگیر! اپنے خادم کو بھی بلا لو اور کھانے میں شریک کر لو۔ حضرت نے راجا کو بلایا مگر انہوں نے کہا کہ "میں بے نمازی کے ساتھ کھانا نہیں کھاؤں گا"۔ شیخ ابراہیم مجذوب نے جیسے ہی یہ بات سنی بگڑ گئے اور ان کے مارنے کو تکیہ اٹھا لیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا درمیان میں آ گئے اور بہت عذر خواہی کی۔ آخر کار شیخ ابراہیم نے فرمایا میں غصہ کے عالم میں ہوں۔ یہ تکیہ میں ضرور کسی کے ماروں گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس منارے کی طرف اشارہ کیا جو بہت بلند تھا اور اس کے اوپر کلس (گنبد) تھا۔ شیخ ابراہیم نے اپنا تکیہ اس منارہ پر مار دیا وہ مضبوط اور عالی شان منارہ اسی وقت ٹوٹ کر گر پڑا۔

حضرت قدوۃ الکبرا جب وہاں سے واپس ہوئے تو آپ نے شیخ راجا سے فرمایا کہ تم نے بڑی نادانی سے کام لیا کہ شیخ ابراہیم کے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوئے اور بڑی ہی نامناسب بات تم نے کہہ دی۔ یہ سن کر راجا نے ہندی زبان میں کہا۔

یلی بر کہا آپنہ ایسون کہنہ آپنہ ویسون کہنہ
(عجب آدمی ہیں خود ایسا کہا خود ہی ویسا کہا)

یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے تبسم فرمایا اور کہا کہ "بے شک مخلص طالب کا عقیدہ ایسا ہی راسخ ہونا چاہیئے۔

قطعہ

بجای خود سخن چون مستقیم است — دلی شنوند را تمیز باید
کہ دروی واحدی در ہر مکانی است — بنسبت ہر کسی یک چیز باید

ترجمہ :- اپنی جگہ بات درست ہے البتہ سننے والے دل کو تمیز کرنی چاہیئے۔ ہر جگہ وہی واحد ہے اور ہر ایک کی نسبت ایک چیز ہے۔

حضرت جمشید بیگ آپ ازبکی امیر تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا کے درویشوں کے قافلے کا گزر سرزمین یاغستان میں ہوا تو وہاں جوق در جوق اور گروہ در گروہ ترکوں نے خدمت گرامی میں حاضر ہونا شروع کر دیا اور شرف ارادت سے سرفراز ہوتے رہے۔ ان ارادت مندوں نے بہت سے گھوڑے اور بے شمار چیزیں حضرت کی خدمت میں بطور نذر پیش کئے جب حضرت کے مُریدان گھوڑوں پر سوار ہوتے تو بالکل لشکر جیسا سماں بندھ جاتا تھا۔ لوگوں کا بڑا ہجوم رہتا تھا۔

اس زمانے میں امیر تیمور (صاحب قران) سمرقند میں موجود تھے۔ ان کے کانوں تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ خانوادۂ سامانیاں کا ایک شاہزادہ اور ملوک سمنان کا ایک امیرزادہ مقام ایماق پر پہنچ گیا ہے اور ایک بڑا لشکر اور ساز و سامان اس کے پاس موجود ہے اور کئی ہزار ازبک، یرمک، قفچاق، دلاچین اور قوچین کے لوگ اس کے لشکر میں موجود ہیں اور جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ امیر تیمور نے جب معاملہ کی تحقیق کی کہ ایسا کون ہے جس نے یہ لشکر ہم پر چڑھائی کے لئے جمع کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ ذات گرامی سادات سمنان سے تعلق رکھتی ہے جو نسلاً سامانی ہیں لیکن سلوک و طریقت اُن کا شعار ہے اور وہ دنیا سے کنارہ کش ہو چکے ہیں لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا کہ اس قدر لوگ ان کے ساتھ کیوں ہیں؟

ادھر حضرت قدوۃ الکبرا جس راستے سے گذرتے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے جاتے، چونکہ آپ کا جدی مادری سلسلہ خواجہ احمد یسوی سے تھا۔ آپ کے باپ دادا کے مریدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو ایماق کی سرزمین تک لے آئے۔ اُن لوگوں نے بے شمار گھوڑے اور دوسرا ساز و سامان آپ کی نذر کیا (اس طرح ہجوم اور ساز و سامان نے ایک لشکر کی شکل اختیار کر لی) اور اس وجہ سے یہ شور و غوغا بلند ہوا۔ یعنی ناواقف لوگ کہنے لگے کہ کوئی لشکر کشی کے ارادے سے آرہا ہے۔

آخر کار (بعد تفتیش) صاحب قران تیمور نے خود ہی فرمایا کہ میں نے ان سیدزادے سے ملاقات کی ہے اور ان کو میں نے بعض علاقوں کی امارت و سرداری بھی پیش کی تھی لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا تھا اُن کو قطعاً ملک گیری

کی ہوس نہیں ہے۔ صاحب قران تیمور نے امیر جمشید بیگ کو حکم دیا کہ چند تحائف بطور نذر ساتھ لے کر تم ان سیّد زادے کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ جمشید بیگ حاضر خدمت ہوئے اور نذر پیش کی اور اس ناگوار واقعہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کو مطلع کیا کہ حضرت کی آمد سے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت نے ایماق سے اُسی دن کوچ فرمایا اور قندز کی طرف روانہ ہو گئے۔ جو کچھ ساز و سامان ساتھ تھا وہ سب کا سب فقرا اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔ جمشید بیگ نے حضرت کی رفاقت اختیار کر لی اور آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلوک کی توفیق عطا فرمائی اور بعد میں وہ خلافت و اجازت سے سرفراز کئے گئے۔ روح آباد پہنچ کر حضرت نے جمشید بیگ کو اُن کے وطن واپس کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ تم وہاں رہ کر ہدایت میں مصروف ہو جاؤ اور اس مملکت کی شیوخت اُن کو عطا کر دی۔ چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کا حضرت احمد یسوی کے متبرک خانوادے سے نسبی تعلق تھا لہٰذا ان سب حضرات کو اسی روش کا حکم دیا۔ اور یہ حضرات یسوی کی نسبت سے مشہور ہیں۔

حضرت قاضی شہاب الدّین دولت آبادی

آپ علمائے متبحّرین کے پیشوا اور فروع و اصول کے کاملین کے مقتدیٰ تھے حضرت ولایت پناہ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار میں سے ہیں جس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرا جونپور میں قیام پذیر تھے ایک دن عجیب و غریب کیفیت اور حالت آپ پر طاری ہوئی اور آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ بے ساختہ ادا ہو گئے:

"الناس کلھم عبید لعبدی"

(تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں)

ان الفاظ سے علماء کے گروہ میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا اس شورش کو رفع کرنے میں حضرت قاضی نے زبردست خدمت انجام دی تھی۔ اس وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے آپ کو اپنی خلافت عطا کی، خرقہ پہنایا اور ملک العلماء کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ حضرت کے صاحب ولایت خلفاء میں سے تھے اور حضرت کے بہترین رفیقوں اور ندیموں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع، صاحب معاملات اور جامع واردات تھے، آپ شریعت کے سخت پابند تھے آپ کو ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد شرف خلافت و اجازت سے مشرف فرمایا گیا تھا۔

شیخ حاجی فخر الدّین

آپ زیور تعلیم سے آراستہ اور لباس تصوف سے پیراستہ تھے، حضرت قدوۃ الکبرا کے بہت ہی مخلص خلفاء میں سے تھے اور آپ کے ہمراہ کعبۃ اللہ کی مجاورت اور طواف کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے آپ موضع ادسر ہنہ پرگنہ انکلی کے رہنے والے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان اطراف کے معتقدین و مُریدین کو آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت شیخ فخر الدین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی یہاں تک خدمت کی ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اے فخر الدین بس اب نہ کر (کافی ہے)

حضرت داؤد

یہ حضرت فخر الدین کے چھوٹے بھائی تھے اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خلافت سے مشرف تھے۔ ان کو

اشغال باطنی کے لئے بڑے بھائی کے سپرد کیا گیا تھا۔

حضرت قاضی رکن الدین آپ حضرت قدوۃ الکبرا کی خلافت و اجازت سے مشرف تھے۔ خلافت ملنے کے بعد آپ کو موضع دو بنیری کی جانب نزد مقام حاجی پورہ بھیج دیا گیا۔ آپ نے وہاں خانقاہ تیار کی اور گرد و پیش کے لوگوں کی راہنمائی اور ہدایت میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔ ان (قاضی رکن الدین) کو شیخ آدم عثمان کے سپرد کیا گیا کہ باہم رہیں۔ جب شیخ آدم مذکور حاجی پور کی جانب روانہ ہوئے تو فرمایا کہ شمال میں گھوسی سے گوسی تک پہاڑ کی طرف تمہیں دیتا ہوں، یہ دونوں بھائیوں کا حصہ ہے۔

شیخ نور الدین آپ کی ذات گرامی اعجوبۂ روزگار ہے۔ یہ علوم شرعیہ میں یگانہ اور اصول و فروع میں وحید عصر ہیں۔ اس زمانے میں جبکہ حضرت قدوۃ الکبرا بنگالہ سے حضرت مخدومی سے شرف نیاز حاصل کر کے براستہ دو بنیری واپس آرہے تھے تو شدید بارشوں کے باعث چند روز یہاں دو بنیری میں ٹھہرنا پڑا تو یہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان میں نور عقیدت دیکھا اور اُن کی ذات میں خلوص پایا تو ان کو شرف ارادت سے مشرف فرمایا آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے ہم رکاب وہاں سے روح آباد آئے یہاں کئی چلّے کئے اور چند بار خلوت نشین ہوئے۔ جب یہ سخت ریاضتوں سے فارغ ہوئے تو واردات عالیہ اور مقامات کمالیہ سے سربلند ہوئے۔ جب ان میں خلافت کی استعداد پیدا ہو گئی تو خلافت سے مشرف کئے گئے۔ عطائے خلافت کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب تم اپنے ملک کو واپس جاؤ تاکہ وہاں کے لوگ تم سے بہرہ مند ہو سکیں لیکن شرط یہ ہے کہ حضرت شیخ آدم کے ساتھ ان کی اتباع میں کام کرنا قصہ کوتاہ یہ کہ تینوں بزرگوں کو اس علاقہ میں روانہ کیا گیا اور ہر ایک کو خلافت سے بھی نوازا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام (احمد آباد گجرات) آپ جامع فضائل و کمالات تھے۔ فنون عجیبہ و لطیفہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ علم ہیئت و نجوم میں اُن کو کمال حاصل تھا۔ ساکنان و اہالیان گجرات ان فنون میں اپنی تمام زندگی گذار دیتے ہیں۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا گجرات کی طرف تشریف لیگئے تو شیخ الاسلام نے پہلی ملاقات میں چند علمی مسائل حضرت سے بطور آزمائش دریافت کئے۔ حضرت نے ان کا کافی و وافی جواب مرحمت فرمایا لیکن یہ محض اپنی خود نمائی کے لئے کج بحثی کرتے رہے اور بے کار شور و غل مچایا۔ بات نے مناظرے کا رنگ اختیار کر لیا۔ یہاں تک کہ ایک دن دار الخلافت احمد آباد کی جامع مسجد میں جہاں کثرت سے لوگ موجود تھے، انہوں نے بہت زیادہ یادہ گوئی سے کام لیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس پر بھی تحمل و بر داشت کا مظاہرہ کیا۔ جب یہ گھر واپس آئے اور رات کو سوئے تو ان کو تنبیہہ کی گئی کہ "خبردار سید (قدوۃ الکبرا) سے مکابرہ مت کرو اور اگر اب بھی تم باز نہ آئے تو پھر تم جانو" جب صبح کو یہ بیدار ہوئے تو انہوں نے وہاں کے حاکم (والی احمد آباد) کو اپنا سفارشی بنایا اور گناہ سے عذر خواہی کی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اب تک تو ہماری طرف سے وفا اور تمہاری طرف سے جفا کا سلسلہ جاری تھا لیکن اب نہ وفا نہ جفا بلکہ یہ محفل صفا ہے۔ یہ کہکر حضرت نے ان کو معاف کر دیا۔ شیخ الاسلام اسی وقت حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اس سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا دو سال تک سرزمین گجرات میں

رہے۔ شیخ الاسلام ہر وقت حاضرِ خدمت رہتے تھے۔

جب یہ خدمات شائستہ بجا لائے اور ضروری ریاضتوں سے فراغت پا چکے اور لم یزلی اہلیت اور صلاحیت ان میں پیدا ہو گئی تو ان کو شرف خلافت سے سربلندی بخشی گئی۔ ہر چند کہ اس مملکت میں حضرت کے اور بہت سے خلفاء اور اصحاب موجود تھے لیکن علاقۂ گجرات کے ارادت مندوں کی تربیت ان کے سپرد کر دی گئی جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان پر حسد بھی کیا۔

جب حضرت قدوۃ الکبرا نے دلی کا عزم سفر فرمایا تو یہاں کے احباب واصحاب کے استفادہ کے لئے آپ نے "اشرف الفوائد اور فوائد الاشرف" کے نام سے رسالہ لکھ کر شیخ الاسلام کے سپرد فرما دیا، جیسا کہ حضرت نے اس رسالہ کے دیباچہ میں اظہار فرمایا ہے۔

حضرت شیخ مبارک آپ گجرات کے اکابر واماثر سے ہیں شیخ صاحب علوم ظاہری و باطنی کے لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے اور فضائل حمیدہ اور شمائل پسندیدہ سے بہرہ ور تھے، آپ نے حضرت قدوۃ الکبرا کی اس قدر مالی و بدنی خدمت انجام دی ہے کہ اور کوئی دوسرا ایسی خدمت نہیں کر سکا۔ شیخ مبارک حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ روح آباد آئے اور یہاں آکر متعدد چلے کئے اور سخت ریاضتوں میں مشغول رہے۔ تب آپ کو خلافت واجازت کے شرف سے مشرف کیا گیا اور گجرات واپس جانے کا حکم دیا گیا اور شیخ الاسلام کے لئے علم وطوغ ان کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ اور شیخ الاسلام سے ان کی سفارش فرمائی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے مکتوبات میں شیخ الاسلام کے لئے جو حقائق ومعارف تحریر فرمائے ہیں کسی اور کیلئے اس قدر معرضِ تحریر میں نہیں آئے ہیں۔

حضرت شیخ حسین آپ بھی حضرت کے اصحاب کبار اور اصحاب نامدار میں سے ہیں حضرت قدوۃ الکبرا نے جس قدر ظاہری و باطنی التفات ان پر مبذول کیا اور مقامات مصطفوی سے آگہی ان کو عطا فرمائی کسی دوسرے شخص کے حصے میں نہیں آئی۔ ان کا تعلق دودمان خلجی وخاندان محمدی سے تھا، بڑے صاحب ثروت وصاحب منصب تھے لیکن جب توفیق ازلی اور سعادتِ لم یزلی نے دستگیری کی تو شرف ارادت سے مشرف ہوئے سخت مجاہدے کے بعد مقاماتِ طریقت سے جب انہوں نے خود کو آراستہ کر لیا تب خلافت اور خرقہ کا حصول ممکن ہوا آپ کا مقام سکونت دونیری تھا اور قرب وجوار کے لوگ ان سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ سرحد چنپارن دو رمیکہ کی نیابت ان کے سپرد کی گئی بنگالہ کے بادشاہ کو شیخ سے خاص عقیدت تھی اس نے آپ کے اصحاب کی رفاہ ومعیشت کے لئے کچھ رقم بطور نذرانہ بھیجی۔

شیخ صفی الدین مسند عالی صیف خان آپ نے جو اعلیٰ مرتبہ پر فائز اور صاحب ثروت امیر تھے، اس بات کی خواہش کی کہ تمام دنیوی معاملات سے دستبردار ہو جائیں لیکن حضرت قدوۃ الکبرا نے قبول نہیں کیا اور ان سے فرمایا کہ مقصود اصلی کام ہے نہ کہ اضطرار (بے چارگی) کہ حق تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو مراتب شان وشوکت کے باوصف اپنا قرب عطا فرمایا ہے چنانچہ ایک مثال شیخ ابو سعید ابوالخیر کی ہے کہ جاہ ومال کی فراوانی

کے باوصف قرب خداوندی سے نوازے گئے) پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا ؎

شعر

حاجت بکلاہ ترکی داشت نیست
درویش صفت باش وکلاہ تتری دار

ترجمہ:۔ تم کو ترک جاودانی کہ ٹوپی سر پر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے. کلاہ ثروت و مال سر پر رکھو لیکن درویش صفت بن جاؤ
چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا ان کی اس خواہش کی پذیرائی سے ہمیشہ اعراض فرماتے رہے. یہاں تک کہ دولت باطنی ان کی مددگار ہوئی. تب حضرت نے ظاہری و باطنی اشغال سے ان کو سرفراز فرمایا۔
ان میں بہت ہی قوی اور عالی جذبہ پیدا ہو گیا تھا لیکن پیروں کی حفاظت ان کے کام آئی. ان کو پہلے خرقۂ تبرک عطا کیا گیا اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت نے خلافت سے سرفراز فرمایا. خان موصوف خرقہ کو خلعت خانی اور عبائے سرداری کے نیچے ہمیشہ پہنتے تھے. ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں اسی حالت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؎

شعر

بزرگان کہ نقد صفا داشتند
چنین خرقہ زیر قبا داشتند

ترجمہ:۔ وہ امراء جو صفائے قلب کی نقدی سے مالامال ہوتے ہیں وہ اسی طرح قبائے سرداری کے نیچے خرقۂ فقر پہنا کرتے ہیں۔

شیخ محمود کنتوری آپ بھی حضرت قدوۃ الکبرا کے منتخب اصحاب اور چیدہ احباب میں سے تھے. حضرت ان پر اسقدر عنایات فرماتے اور اتنا التفات اُن سے کرتے کہ دوسرے اصحاب سے ایسا کم ہی التفات تھا۔
وہ سفر و حضر میں حضرت کی ملازمت میں رہتے تھے. جب ریاضت و مجاہدہ کی تکمیل ہو گئی تو خرقۂ خلافت اور اجازت سے سرفراز کئے گئے اور اُن کو وطن مالوف کی طرف روانہ کر دیا گیا جہاں قرب و جوار کے سب لوگ آپ کے مرید ہو گئے اور ان سے استفادہ کرنے لگے. ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا سے کنتور میں استدعائے ضیافت کی. اور حضرت والا کو اپنے مکان پر لے گئے اور دوسرے اصحاب و احباب کو بھی مدعو کیا. جب حضرت کا محافہ قصبۂ انچولی کے قریب پہنچا جو اسی زمانہ میں آباد ہوا تھا تو سالار صیف خان نے جو قصبۂ انچولی کے بانی تھے آپ کا استقبال کیا اور حضرت سے ضیافت قبول کرنے کی استدعا کی. غالباً اسی دن ان کے یہاں منزل نو کے سلسلہ میں دعوت تھی. اس قصبہ کے تمام اکابر و اشراف ان کے یہاں موجود تھے جب حضرت ان کے نو تعمیر شدہ مکان میں تشریف لے گئے تو وہاں قوال بھی موجود تھے. محفل سماع شروع ہو گئی. آپ پر کیفیت طاری ہو گئی اور گریہ طاری ہو گیا، خان مذکور کی عورتیں دوسرے مکان میں تھیں انہوں نے جب سنا کہ کوئی درویش تشریف لائے ہیں اور قوالی سن رہے ہیں اور اُن پر رقت و گریہ طاری ہو گیا ہے تو آپس میں کہنے لگیں کہ یہ تو مبارک فال نہیں ہے. ہم کو تو پہلے اس مکان میں میزبانی کرنا تھی (ضیافت کرنا تھی). جب حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت سنبھلی اور آپ عالم شعور میں آئے تو آپ نے سالار سیف الدین کو بلایا اور اُن سے فرمایا کہ "اپنی عورتوں میں جاؤ اور ان سے کہو کہ تم مطمئن رہو کہ ہم نے

اپنے گریہ سے تمہاری اولاد کی جڑوں کی پرورش کی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے آثار تادیر باقی رہیں گے۔

یہاں سے حضرت قدوۃ الکبرا قصبہ کنتور کی طرف روانہ ہوئے اور شیخ محمود کنتوری کے مکان میں نزول اجلال فرمایا، انہوں نے ضیافت و مہمانداری کی خدمات شائستہ انجام دیں۔ ضیافت سے فراغت کے بعد حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دار کی خانقاہ میں تشریف لے گئے اور اُن سے ملاقات ہوئی۔ سادات کنتوریہ میں سے ہر ایک نے نوبت بہ نوبت حضرت قدوۃ الکبرا کی ضیافت کی۔ آپ نے سادات کنتور کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ صحیح النسب سید ہیں اور ان کو تاکید فرمائی کہ تم لوگوں میں سے کوئی اطراف و نواح میں شادیاں نہ کرے۔ جب روانہ ہوئے تو شیخ سعد اللہ نے خرقہ کی التماس کی۔ آپ نے ان کی التماس قبول کی اور فرمایا الفقر کنفس واحد (فقیر ایک جان کی مانند ہیں) بالخصوص خاندان چشت رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرت شیخ عبداللہ الصدیقی بنارسی آپ قدوۃ العلماء، زبدۃ العلماء زمانہ تھے، آپ حضرت کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا جونپور سے بنارس کی طرف روانہ ہوئے تو ایک تبکدے کے قریب ایک مکان میں آپ نے قیام فرمایا اور بہت دنوں تک یہاں مقیم رہے۔ ایک دن محض سیر کے طور پر اس معبد اصنام (تبکدے) میں تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ بادیہ ضلالت کی ایک جماعت اور صحراب جہالت میں بھٹکنے پھرنے والوں کا ایک غول وہاں موجود ہے اور بڑے صدق و نیاز کے ساتھ ان بتوں کی پوجا کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

شعر

اگر نقش رخ و زلفت نبودی در ہمہ اشیاء
مغان ہرگز نہ کردندی پرستش لات و عزیٰ را

ترجمہ:۔ اگر اے محبوب حقیقی! تیرا نقش رخ و زلف تمام اشیاء میں جلوہ گر نہ ہوتا تو یہ بت پرست ہرگز لات و عزیٰ کی پرستش نہ کرتے۔

ایک دن کافروں کی یہ جماعت اور مشرکوں کا یہ گروہ جو بتوں کے پجاری تھے حضرت قدوۃ الکبرا کے دیکھنے (ملاقات) کے لئے آئے۔ باتوں باتوں میں ایک دوسرے کے دین و مذہب کی فضیلت کی بات ہونے لگی۔ ہر ایک اپنے اپنے مذہب کی فضیلت میں دلائل پیش کرنے اور اپنے مذہب کی ترجیح ثابت کرنے لگا، اسی گفتگو میں کرامت دکھانے کی بھی بات چھڑ گئی حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگر یہی پتھر (بُت) تمہارے دین کی تکذیب کردیں تو تم ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم عہد کرتے ہیں۔ حضرت نے پتھر کے ایک بت کو جو زمین پر پڑا تھا اپنے ہاتھ میں اٹھالیا اور فرمایا کہ اے پتھر اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سچا اور برحق ہے تو کہہ کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، آپ کے یہ فرماتے ہی اُس بُت نے نہایت واضح آواز میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ اسی وقت تقریباً ہزار افراد پجاری اور اس کے چیلے سب کے سب مسلمان ہوگئے اور ایمان لے آئے۔

(الحمد للہ)

لطیفہ ۱۶

مشائخ کرام کے کلماتِ شطحیات کے معانی اور اس جیسے کلام کی تشریح

(در بیان معنی کلمات مشائخ از شطحیات و امثال آن)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا:۔
اَلشَّطحُ هُوَ اِفَاضَۃُ مَاءِ الْعِرْفَانِ عَنْ ظَرْفِ اِسْتِعْدَادِ الْعَارِفِیْنَ حِیْنَ الْاِمْتِیَانِ۔
شطح کے معانی یہ ہیں کہ خداشناسوں (عارفوں) کے ظرف استعداد کے پُر ہوجانے پر اس سے عرفان کے پانی کا چھلک جانا۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے مزید فرمایا کہ صوفیائے کرام کا طریقۂ جاریہ اور قانونِ مقررہ یہ ہے کہ مشائخ کے کلماتِ شطحیات کو نہ تو قبول کرنا چاہیئے اور نہ اُن کو رد کرنا چاہیئے کہ یہ مقامِ وصول کا مشرب ہے۔ عقل و خرد کی رسائی یہاں نہیں ہے۔
بعض صوفیائے کرام نے مشائخ کے "شطحیات" کی ایسی شائستہ تاویلیں کی ہیں اور جن معنی و محل ہیں استعمال کئے گئے ہیں اُن کی نہایت خوبی سے تشریح کی ہے اور اس طرح کہ وہ اِدراک کے قابل بن گئے ہیں اور جو پاک طبع سامع ہے وہ اُن کو سمجھ لیتا ہے۔

قطعہ

چو جام از بادہ عرفان پُر آید ... بریزد جرعۂ او بر زمین ہم
بدان یک جرعہ خوردن از حریفان ... ندیم خاص باید نازنین ہم

ترجمہ:۔ جب جام بادۂ عرفان سے پُر ہوجاتا ہے تو اس سے ایک جرعہ زمین پر بھی گر جاتا ہے لیکن اس ایک جرعہ کو پینے کے لئے خاص ندیم ہونا چاہیئے جو نازنین بھی ہو۔ ہر ایک اس کو نہیں پی سکتا۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکثر اصحاب عرفان اور بیشتر ارباب وجدان، صاحبان صحو ہیں اور بہت سے صوفی حضرات ارباب سُکر ہیں۔ کبھی کبھی غلبۂ حال اور حیرتِ وصال میں اُن حضرات سے کلماتِ شطحیات دور ہوجاتے ہیں اور جیسے ہی وہ غلبہ ختم ہوجاتا ہے وہ حضرات اُن کلمات سے استغفار کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مریدوں اور اصحاب کو اس بات کا حکم دے رکھا ہے کہ ایک بار کے بعد اگر بارِ دگر سخنِ شطح اور کلامِ سکر آگیں ہماری زبان سے جاری ہو تو وہ اس کے تدارک کی کوشش کریں۔ ابیات

چون من سرخوش شوم از بادۂ جام ... روان پختہ بود از مشرب خام
دران مستی اگر از من زند سر ... سخن بیہودہ ای یارم دہ اندام

ترجمہ:۔ اگر میں جام شراب سے سرخوشی اور مستی میں آجاتا ہوں تو یہ سمجھو کہ جان بادۂ خام پینے سے اور پختہ ہو جاتی ہے۔
اس مستی میں اگر مجھ سے کوئی بات سرزد ہو جائے تو اے میرے دوست اس بیہودہ بات کو نظر انداز کر دے
چنانچہ حضرت سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامیؒ) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:۔
بے شک[1] سُکر اور غلبۂ حال میں ابو یزید بسطامی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "سبحانی ما اعظم شانی" میں پاک ہوں میری شان کسقدر عظیم ہے۔ جب اس حال سے ان کو افاقہ ہوا تو ان کے اصحاب نے کہا کہ آپ نے یہ الفاظ زبان سے نکالے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ تم جس وقت پھر میری زبان سے ایسے الفاظ سنو تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ اور انہوں نے سب کو ایک ایک چھری دے دی اور اُن پر اس حال کا جب غلبہ ہوا اور انہوں نے پھر دوبارہ وہی الفاظ کہے تو اُن کے اصحاب نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا قصد کیا لیکن انہوں نے دیکھا کہ تمام گھر اُن سے بھرا ہوا ہے (سارے گھر میں ابو یزید موجود ہیں) مریدوں نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا شروع کیا اور وہ صورت جس سے تمام گھر بھر گیا تھا چھوٹی ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ ابو یزید نمودار ہو گئے۔ اُن کے اصحاب نے اُس چیز کے بارے میں کہا جو انہوں نے دیکھی تھی تو انہوں نے کہا کہ ابو یزید تو یہ ہے اور وہ ابو یزید نہیں تھا اور ایسا ہونا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک چھوٹی صورت کو بڑی صورت دے دیتا ہے اور اسی طرح بڑی صورت کو چھوٹا کر دیتا ہے اور بے شک جبرئیل علیہ السلام مریم بتول کے پاس ایک انسان کی صورت میں آئے جس کا نام تقی تھا۔"
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارباب صحو و سُکر کے بارے میں اصحاب طیفور اور اصحاب جنید کے درمیان اختلاف ہے۔ طیفوری اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارباب سُکر اصحابِ صحو سے افضل ہیں کہ سُکر ایک نعمتِ الٰہی ہے اور صحو بندہ حق کی کسبی حرکات سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مواہب کو مکاسب پر برتری اور فضیلت حاصل ہے۔

ابیات

ہر آن لطفی کہ از محبوب باشد   یقین می دان کہ آن مرغوب باشد
کمال عاشق از معشوق می دان   نہ زیبد چون بد منسوب باشد

ترجمہ ابیات:۔ ہر وہ لطف جو محبوب کی طرف سے ہوتا ہے یقین جانو کہ وہ مرغوب ہوتا ہے۔
عاشق کا کمال تو محبوب کی ذات سے ہے اور یہ پسندیدہ بات نہیں ہے کہ اس کمال کو عاشق سے منسوب کیا جائے۔
پیروان حضرت جنید کا خیال ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ صحو سُکر سے اعلیٰ اور برتر

---

[1] عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔

ہے اس لئے کہ سُکر میں ترقیٔ مدارج اور عروج کا حصول منقطع ہو جاتا ہے، برخلاف صحو کے کہ صحو میں حصولِ مراتب اور وصول مناقب کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ صحو میں حصولِ مراتب بہر طور ممکن الحصول ہیں پس مرتبۂ اوّل کو مرتبۂ آخر سے کیا نسبت ہو سکتی ہے ۔ بیت

چہ نسبت درمیانِ این و آن است
کہ فرقش از زمین تا آسمان است

ترجمہ :- سُکر صحو کے برابر نہیں ہو سکتا۔ دونوں مراتب میں زمین و آسمان کا فرق ہے

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے منقول ہے کہ سُکر صحو سے برتر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ صاحبِ صحو ذاتِ الٰہی سے مرابط (ربط رکھنے والا) ہوتا ہے اور یہ مقام تمکین ہے اور حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مقام ہے علاوہ ازیں صحو اہل مکاشفہ کو حقائق علوم سے مغلوب رکھتا ہے جس سے افعال کی درستی اور احوال کی آراستگی ہوتی ہے۔

رسالہ قشیریہ میں بیان کیا گیا ہے کہ سُکر کو صحو پر فضیلت حاصل ہے اس لئے کہ صاحبِ سُکر کبھی بسط کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی لطائف جمال کے کشف پر وجد میں ہوتا ہے، اور صاحبِ سُکر شواہدِ حال پر قائم رہتا ہے اور حالِ صحو میں یہ شواہد بشرائط علم میسّر ہو سکتے ہیں اور مقام سُکر میں شواہدِ حال بے تکلف حاصل ہوتے ہیں اور وقتِ صحو میں بے تصرف اور صحو اور سکر ہر دو بحق ہیں۔

"عوارف المعارف" میں بیان کیا گیا ہے کہ "سکر" ارباب قلوب کے لئے مخصوص ہے اور یہ حال کا غلبہ ہوتا ہے۔ مشائخ کبار اور شیوخ نامدار کی زبانوں سے بعض اوقات ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جن میں عجیب عجیب اسرار اور غریب و نادر آثار پنہاں ہوتے ہیں۔ ان ہی سے سُکر کے حال کی بقا ہے لیکن صاحب صحو کے لئے ایسا نہیں ہوتا۔

سُکر دو طرح کا ہے۔ ایک سُکر تو محبت سے پیدا ہوتا ہے اس کے لئے کسی دوسرے سبب یا محرک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس میں رویتِ منعم کے انوار ہوتے ہیں۔ ان انوار کا مشاہدہ کرنے والا خود کو نہیں دیکھتا۔ یہ مقتدیٰ حضرات کو میسّر ہوتا ہے۔ دوسری قسم کا سُکر وہ ہے جو شراب مودّت (دوستی) سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا اظہار مشاہدہ نعمت سے ہوتا ہے جس کو وہ خود دیکھتا ہے (یعنی اس قسم دوم میں نعمت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اوّل میں منعم کا) ایسے سُکر کو صحو پر فضیلت نہیں ہے۔

سُکر کی طرح صحو بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو اقامت محبت کے کشف سے ظہور میں آتا ہے، دوسرا صحو غفلت سے اور یہ دونوں اس راہ کے مبتدیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس یہ صحو اُس سُکر پر کس طرح فضیلت پا سکتا ہے لیکن جب سلطانِ حقیقت جمال کی جلوہ آرائی فرماتا ہے تو پھر سُکر و صحو دونوں اس جمال کے طفیلی بن جاتے ہیں، اور جب سالک ذوق و شرب کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اُس وقت

نہ صحو باقی رہتا ہے اور نہ سُکر۔

ذوق و شرب اسی صحو و سُکر کے ثمرات سے مراد ہیں۔ جس کے نتیجے میں آثار کشف و تجلی و اردات حاصل ہوتے ہیں۔ صاحبِ ذوق صاحبِ سُکر ہوتا ہے اور صاحبِ شرب کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی سُکر کا بقیہ ہوتا ہے۔ ذوق: رنج و راحت اور لذت ہے۔ شراب: حلاوت و لذت طاعت وعبادت کو کہتے ہیں۔ شرب کے معنی اُس بہرہ اور نصیب کے ہیں جو شراب مودت سے حاصل ہوتے ہیں جسکی محبت مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے اُس کا شرب دوامی بن جاتا ہے پھر اس کا صحو حق کیلئے ہوتا ہے۔ جس کسی کا شراب صافی ہے اس کا صفا مشرب باقی رہتا ہے۔

شربنا الحب کاسا بعد کاس — میں نے پیئے شراب محبت کے اتنے جام
فما فقد الشراب وما رویت — خالی پڑے ہیں خم مگر اس پہ ہوں تشنہ کام

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اصحاب صحو تختِ تمکین پر متمکن ہوتے ہیں اور ارباب سُکر شراب تلوین سے مخمور رہتے ہیں۔ اہل تمکین کے لئے ستر اور پردہ داری لازمی ہے۔ ہر چند کہ یہ اصحاب شرابِ معارف سے چھکے ہوئے ہوتے ہیں لیکن وہ مدہوش نہیں رہتے ہیں اور ان کا باطن ان کے ظاہر کو مغلوب نہیں کرتا کہ محققانِ روزگار اور واصلان حق کی یہی سیرت ہے مگر اصحاب تلوین کا حال اسکے برعکس ہے۔ ان کا ظرفِ استعداد تھوڑی سی شراب عرفان سے بھر جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب جام پُر ہو جائے گا تو اس سے ضرور کچھ نہ کچھ چھلکے گا۔

قطعہ

ندیمانی کہ در بزم شراب آنند — دو گونہ می شوند از ذوق مستی
یکی از جام عرفان سرخوش آید — دگر خواہد بمستی چیرہ دستی

ترجمہ:- بزم مے کشی میں جو مے نوشی کر رہے ہیں اُن کی ذوقِ مستی کے اعتبار سے دو حالتیں ہوتی ہیں ایک تو وہ مے کش ہیں جو شراب پی کر مست ہو جاتے ہیں لیکن بدہوش و بدمست نہیں ہوتے اور کچھ ایسے ہیں کہ مست ہو کر چیرہ دستی اور بے خودی میں گر جاتے ہیں مستی کا اُن پر اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ ہوش میں نہیں رہتے۔

تلوین اربابِ طریقت کی صفت ہے اور تمکین اصحاب حقیقت کی سیرت ہے۔ پہلا گروہ ہمیشہ احوال کی ترقی میں رہتا ہے اور دوسرا گروہ مسندِ وصال پر متمکن ہوتا ہے اور ان اربابِ وصال کی نشانی اور علامت یہ ہے کہ بالکلیہ اپنی ذات سے جدا ہوتے ہیں اور حال تمکین میں کار اور مقصود ایک ہلکہ کی طرح بن جاتے ہیں اور اس کے لئے اُن کو کوشش اور سعی نہیں کرنا پڑتی۔ تم ان کو نو باتوں میں پا سکتے ہو۔

ان میں سے تین چیزیں حال (حالت) سے تعلق رکھتی ہیں۔
۱۔ بیماری۔ ۲۔ غریبی۔ ۳۔ درویشی
اور تین چیزیں دل سے تعلق رکھتی ہیں:
۱۔ ظن (گمان) ۲۔ نہی ۳۔ ہمّت
اور تین چیزوں کا تعلق عادت سے ہے:
۱۔ خشم (غصّہ) ۲۔ بیم (امید) ۳۔ حاجت (ضرورت)
منقول ہے کہ جب بعض اصحاب عالم تمکین میں پہنچتے ہیں تو امیری اور وزیری ان کے حال میں مزاحم نہیں ہوتی۔
بعض عارفوں نے فرمایا ہے:
"التمکین رفع التلوین" یعنی تلوین کا دور ہو جانا تمکین ہے۔
حقیقت میں محققین کا محلِ کمال میں اقامت گزیں ہو جانا اور وصال کے عالی درجہ پر پہنچ جانا اور پیشگاہِ وصول میں منتہی حضرات کا مقیم ہونا تمکین ہے۔ تلوین تو مبتدیوں کا ایک درجہ ہے اور اس راہ کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام حال تلوین میں تھے کہ کوہ طور پر تجلّیٔ الٰہی دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور حبیبِ خدا احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم متمکن تھے کہ مکّہ سے مقام قاب قوسین تک سے جمیع منازل آپؐ نے طے فرمائے اور تجلّیٔ الٰہی سے سرفراز ہوئے لیکن بے خبر اور بے خود نہ ہوئے ؎ مثنوی

یکی از دست رفت از جرعۂ جام — دگر خمہا کشید از صبح تا شام
بود آن سر بکوہ و بیشہ دادہ — بود این تازہ در مجلس بہ بادہ

ترجمہ:۔ ایک بادہ کش تو ایسا ہے کہ ایک جام سے ایک گھونٹ پی کر بھی مست و بے خود ہو جاتا ہے اور دوسرا بادہ کش صبح سے شام تک خم کے خم خالی کر دیتا ہے۔ ایک تو ایک جرعہ پی کر مست و بے خود ہو جانے والا مستی میں کوہ و صحرا کی طرف نکل جاتا ہے اور دوسرا خم پر خم پی کر بھی مجلس میں تازہ دم رہتا ہے۔
تمکین سے مراد یہ نہیں ہے کہ صاحبِ تمکین بالکل متغیر نہیں ہوتا۔ متغیر تو ضرور ہوتا ہے کہ اس میں بشریت کا عنصر باقی ہے بلکہ تمکین سے یہ مراد ہے کہ اسی حال تمکین میں حقیقت سے اس پر جو کچھ ظاہر ہوا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں رہنے پاتا بلکہ اس میں اور بھی زیادتی اور اضافہ ہوتا ہے۔ بیت

تا بہ منزلِ در رسی باید کہ جائی نیستی ؎
گر بموئی باز مانی مردِ آن رہ نیستی

ترجمہ:۔ جب تک تو منزل پر پہنچ نہ جائے تو یہ سمجھ کہ یہ تیرے مقام کی حد نہیں ہے اور اگر اس منزل سے تو ذرا سا

پیچھے رہ گیا تو پھر مردِ راہ نہیں ہے۔
تلوین اس کے برعکس ہے لیکن صاحب فصوص الحکم شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
اصحابِ تلوین اصحابِ تمکین سے افضل ہیں جیساکہ لطیفۂ اصطلاح میں بیان ہو چکا ہے۔ آپ کا یہ قول چند مقدمات پر مبنی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شطحیات کا صدور صاحب سکر سے ہوتا ہے جو تلوین کے لوازم میں سے ہے اور معاملات اصحابِ صحو سے صدور پاتے ہیں کہ یہ امر تمکین کے خواص میں سے ہے۔ اب رہے بعض وہ حضرات جو بزم سکر و مستی میں شرابِ معرفت کے پینے والے ہیں اور غلبہ کی محفل کے ندیم ہیں وہ ایسے اربابِ تجرد ہیں جنہوں نے عیال کے وصال کے بستر پر آسودگی نہیں پائی ہے۔ (ازدواجی زندگی سے الگ تھلگ ہیں)

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ کی مجلس میں کسی نے منصور حلاج کا ذکر چھیڑا اور اُن کی ہلاکت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تو آپ نے فرمایا کہ "اُن کو لوگوں نے مار ڈالا" اگر یہ فقیر اس زمانے میں ہوتا تو اُن کے درد کا مداوا کرتا۔ حضرت کے مریدوں نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ اُن کا مداوا کس طرح فرماتے؟ آپ نے فرمایا "میں اُنکو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیتا" آپ کا یہ جواب سنکر بعض حضرات نے لفظ ازدواج سے یہ نتیجہ نکالا کہ طریقت میں ازدواج ایک مقام ہے (ایک مرتبہ کا نام ہے) جس میں خلوت فردیت سے مرید کو نکال کر دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اجازت دے دی جاتی ہے یا تفرقہ سے نکال کر حالِ جمع میں پہنچا دیا جاتا ہے اور اب بھی اس لفظ کے معانی کے سلسلہ میں یہی خیال کیا جاتا ہے لیکن اس فقیر (حضرت اشرف جہانگیر) کے خیال میں لفظ ازدواج کے یہی ظاہری معنی ہیں (شادی بیاہ کرنا) کہ جب ایسا شخص کسی آزاد خاتون کے وصل سے بہرہ یاب ہوتا ہے تو ہر بار کے حظِ وصل سے شورش کا یہ بخار کم سے کم ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ اس قسم کی ناگفتنی باتیں کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں ایک تنبیہہ بھی موجود ہے کہ جمالِ مجازی سے کمال کی نسبت ضائع ہو جاتی ہے اور اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ دریائے لذت میں مستغرق ہیں اور جو ایسی شہوت میں بھرتے رہتے ہیں کس قدر نقصان اٹھاتے ہیں۔ البتہ یہ نقصان کاملین کے طبقہ کے لئے موجب کمال ہے جو اس راہ میں پوشیدہ ہے اس سے یعنی (ازدواج) سے ان کے عشقِ حقیقی کا زوال نہیں ہوتا۔

بیت

چہ نسبت پختہ را با خام باشد
کہ این مبدا و آن انجام باشد

ترجمہ: خام کو پختہ سے کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ یہ تو مبدا ہے اور وہ انجام ہے۔
اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی صاحب عیال صوفی سے شطحیات واقع نہیں ہوئے ہیں یہ ستر حضرات جن سے شطحیات

منسوب ہیں ان میں شاید ہی کوئی صاحبِ عیال ہو لیکن یہ نسبت کلی بھی نہیں ہے کیونکہ کئی صاحب عیال بھی ایسے ہوئے ہیں جو شورش و ہیجان میں مبتلا ہوئے اور یہ تقاضائے بشری نہیں ہے بلکہ ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی بے خود کر دیتا ہے جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ نے کہا ہے میں نے ایسے سترولیوں کو پایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی پرستش اور بندگی محض وہم و خیال سے کرتے ہیں اور میرے بھائی بایزید بھی ان ہی میں سے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا "اب تم میری بات گوش و ہوش سے سنو اور دل و جان میں اس کو جگہ دو کہ سید الطائفہؒ نے جو لفظ "وہم و خیال" استعمال فرمایا ہے۔ یہ وہ وہم و خیال نہیں ہے جو عوام پر چھایا ہوا ہے بلکہ "کل متکلم یتکلم باصطلاحھم" (یعنی ہر ایک اپنی اصطلاح میں کلام کرتا ہے) اس سے وہ وہم مراد ہے جو کلماتِ مشائخ میں استعمال ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ "الوھم سلطان الاعظم فی ھذا الطریق" (اس راہ تصوف میں وہم سلطان اعظم کا مرتبہ رکھتا ہے) پس سید الطائفہ قدس سرہٗ کا سلطان العارفین کے وہم کی طرف اشارہ اُن کی حالت تلوین سے ہے خود اُن کے حال کے برعکس کہ سید الطائفہ حالت تمکین پر متمکن تھے یا یہ کہ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے حال کے تفوق کا اظہار کیا ہو (اللہ تعالیٰ حقیقت کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے)

شطح:۔ سلطان العارفین بایزید بسطامی نے فرمایا:۔

"سُبحَانِی مَا اَعظَمُ شَانِی" (میں پاک ہوں میری شان کس قدر عظیم ہے)

اس بات[1] کو حضرات صوفیہ سے جو اہلِ تجربہ ہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ اُن پر (حضرت بایزید پر) یہ دولت یکے بعد دیگرے نازل ہوئی۔ پس انہوں نے اپنے نفس میں بقدر اپنے حال کے اس سے کوئی چیز پائی۔ پس خداوند تعالیٰ نے اس کلام کو اُن کی زبانی جاری فرمایا۔ ابویزید کے قصد کے بغیر۔ بالکل اسی طرح جیسے دل میں بغیر قصد کے ذکر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کے قول کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی کا ذکر اپنے بندے کی زبان سے جاری فرما دیا، لہٰذا اس میں کوئی دشواری اور استحالہ نہیں ہے "فَمَا ھٰذَا التَّعَبُ" اور اس امر کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ ابویزید نے کہا کہ "الٰہی! اگر ایک دن میں نے یہ کہا کہ میں پاک ہوں اور میری شان کس قدر بزرگ ہے" تو میں آج ایک مجوسی کافر ہوں۔ چنانچہ اب میں زنار توڑتا ہوں اسی لئے اب میں کہتا ہوں اَشھَدُ اَن لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُہٗ وَرَسُولُہٗ بعض علماء کہتے ہیں کہ ابویزید کے اس کلمہ کے بارے میں استفسار پر انہوں نے کہا کہ میں بعض وظائف میں مشغول تھا۔ پس میں نے "سُبحَانِی" اپنے پروردگار کی طرف سے بطریق حکایت کہا تھا جس طرح کوئی شخص سورہ طٰہٰ میں اِنِّی اَنَا رَبُّکَ[2] کہہ دیتا ہے"۔

اور اس معنی میں انا برائے تعجب ہے جو عظمت و بزرگی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں شیخ عین القضاۃ ہمدانی کہتے ہیں کہ" ابویزید کے قول "سبحانی ما اعظم شانی" اور

---

[1] عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ [2] سورہ طٰہٰ آیت ۱۲

منصور حلاج کے قول "انا الحق" یہ دونوں اقوال سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرف رجوع ہوتے ہیں "من رانی فقد رای الحق" یعنی جس نے مجھے دیکھا تحقیق اس نے حق کو دیکھا مطلب یہ ہے کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اس نے حق تعالیٰ کو پہچان لیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" یعنی جس نے رسول کی فرمانبرداری کی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ پس لفظ "سبحان" اور حق جو انہوں نے کہا وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے ثبوت اتحاد و محبت کیلئے۔
ان اوراق (لطائف اشرفی) کا جامع کہتا ہے کہ "سُبحان" اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ایک نام ہے۔ پس اُن کا "سبحانی" کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کس چیز نے میرے امر کو بزرگ کیا یعنی اس کو عظیم بنایا۔
یہ معنی معرفت میں علوِ درجہ کی طرف رجوع کرتے ہیں پس اُن کے قول کے یہی معنی کیوں نہ سمجھے جائیں۔ تحقیق کہ اس میں سلطان العارفین کو خطاب کیا گیا ہے۔ عین القضاۃ ہمدانی نے جو معنی بیان کئے ہیں اس میں تامل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ عین القضاۃ کا قول بایزید کے قول پر جب مصداقِ صحیح ہوتا کہ وہ اَنَا اللّٰہ وَاَنَا الْخَالِق کہتے اور ایسا انہوں نے کہا نہیں۔

شطح:۔ حضرت بایزید بسطامی کا دوسرا قول: يَكُوْنُ النَّاسُ تَحْتَ لِوَآءِ مُحَمَّدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمُحَمَّدٌ يَكُوْنُ تَحْتَ لِوَآئِنَا وَقَوْلُهٗ لِوَآئِیْ اَعْظَمُ مِنْ لِوَآءِ مُحَمَّدٍ۔ (قیامت کے دن لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور ان کا قول کہ میرا جھنڈا زیادہ عظیم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے)
اس شطح کے بارے میں کہا گیا کہ "یہ ابویزید سے کہا گیا کہ لوگ قیامت کے دن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوا کے نیچے ہوں گے"؛ یہ قول ابویزید کے لئے تھا (اُن سے کہا گیا تھا) اُس وقت اُن پر حال غالب تھا اور سکر کی قوت شدید تھی، پس اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کو "مُحَمَّدٌ يَكُوْنُ تَحْتَ لِوَآئِنَا" اُن کے ارادے کے بغیر اُن کی زبان سے جاری کر دیا۔ پس یہ قول بایزید کا قول نہیں ہے بلکہ وہ منسوب ہے حق تعالیٰ سے۔
بعض اُن فقراء نے جو اہلِ خواہش و نفس و ہواہیں کہا ہے کہ یہ قول بغیر کسی تاویل کے صحیح ہے۔ اُن کا تو یہ بھی قول ہے کہ ولی افضل ہے نبی سے، لیکن اُن کا یہ قول مسلک اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔
جامع کتاب (حاجی نظام غریب یمنی) کہتا ہے کہ لوا دو قسم کا ہے وہ لوا جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ لوائے خواص ہے اور وہ فقراء اور عارفین ہیں اور وہ جو حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوگا، وہ لوائے عام ہے۔ پس عوام لوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے قیامت کے دن ہوں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس لوائے خواص کے نیچے ہوں گے جو لواء اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے بارالٰہا مجھے "زمرۃ المساکین" میں اٹھانا" آپ کا یہ فرمانا بر سبیل تواضع ہے۔

۱؎ پ۵ سورہ نساء آیت ۸۰

پس ابُویزید نے لِواءُنا ولِوائی جو کہا ہے اس سے مراد حق تعالیٰ ہے (ارادبہ اللہ تعالیٰ) مگر انہوں نے اس کی اضافت بطورِ خاص اپنی ذات کی طرف فقر و خداشناسی کی وجہ سے کی اور کبھی کسی چیز کی اضافت دوسری چیز کی طرف ادنیٰ تعلق کی بنار پر بھی کی جاتی ہے جو اضافت بادنیٰ ملابست کہلاتی ہے مثلاً جس طرح لکڑیوں کا گٹھا لیجانے والے سے کہا جائے کہ اپنا کنارہ پکڑ (خذ طرفک) باوجودیکہ وہ کسی طرف یا ست کا مالک نہیں ہے۔

شطح ، شیخ ابوالحسن خرقانی کا قول

"انا اقل من ربی بسنتین" (میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں)

اس سلسلہ میں معلوم ہونا چاہیئے کہ شیخ بایزید بسطامی نے کہا ہے کہ میں ایک مدت تک یہ گمان کرتا رہا کہ میں خدا کی طلب کر رہا ہوں لیکن آخر کار مجھے معلوم ہوا کہ حق تو مجھے زمانۂ سابق سے طلب کر رہا تھا۔ شیخ ابویزید نے یہ بھی کہا ہے

"منذ ثلثین سنة کنت طالبًا للّٰہ تعالیٰ فلما تفکرت فی ذالك كان الطالب ھووکنت انا المطلوب"

(میں تیس سال سے خدا کو طلب کر رہا تھا لیکن جب میں نے اس بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ طالب وہ تھا اور میں اس کا مطلوب تھا)

اس قول کی تائید بھی حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جس میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا ہے :- "اگر آپ (مقصود) نہ ہوتے تو میں افلاک دنیا کو پیدا نہ کرتا"

پس اگر حق تعالیٰ کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو یقیناً اس کی طلب پیدا نہ ہوتی کہ میری ذات جو تاریکی سے پیدا کی گئی ہے اور اس کو شیاطین کی صفات سے مرکب کیا گیا ہے اور اس کے نفس کو اس کا دشمن بنا دیا گیا ہے (یہ تھا ابویزید قدس اللہ سرہٗ کا مطلب اس قول سے کہ خدا طالب تھا اور میں اسکا مطلوب)

اب رہا حضرت ابوالحسن خرقانی کا قول کہ "میں اپنے پروردگار سے دو سال چھوٹا ہوں" اس سے وہی معنے نکلتے ہیں (جو ابویزید کے قول کے ہیں) کہ حق تعالیٰ کی طلب میرے لئے مقدم ہے اور ابوالحسن کی طلب اس طلب سے دو سال متاخر ہے۔

جامع ملفوظات (لطائف اشرفی) عرض کرتا ہے کہ مجھ سے اس قول کے بارے میں بعض فقراء نے دریافت کیا پس میں نے اس قول میں غور کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے جواب دیا۔

اس سلسلہ میں حضرت کبیر نے فرمایا کہ سنتین سے مراد دو صفتیں ہیں جو خواص واجب الوجود ہیں ایک وجوب وجود اور ایک قدم۔ یہ دونوں صفتیں ذاتِ الٰہی کے لئے خاص ہیں کہ سالک کو اس راہ سلوک میں خواہ کتنی ہی ترقی اور عروج حاصل ہو جائے لیکن وہ وجوب اور قدم کی صفات کو نہیں اپنا سکتا اور یہی شیخ ابوالحسن خرقانی کے قول کا مقصد ہے۔

شطح ۱۔ شیخ ابوالحسین بن منصور حلاج کا قول "انا الحق" (میں حق ہوں)

حضرت منصور حلاج کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ منصور حلاج کا تعلق طبقۂ ثانیہ سے ہے ان کی کنیت ابوالغیث ہے۔ فارس کے مشہور شہر بیضا کے رہنے والے تھے، وہ اصل میں حلاج (روئی دھنکنے والے) نہیں تھے بلکہ اس انتساب یا لقب کی اصل یہ ہے کہ ایک روز یہ ایک حلاج کی دکان پر بیٹھے تھے۔ ابن منصور نے اپنے اس دوست کو کسی کام کے لئے بھیجا اور کہا کہ تم میرے کام سے جاؤ میں تمہارا کام نمٹا دوں گا۔ پس انہوں نے ان بنولوں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا جو روئی میں پیوست تھے بس وہ تمام بنولے (پنبہ دانہ) روئی سے الگ ہوگئے پس اسی دن سے ان کو حلاج کہنے لگے۔ یہ عراق میں رہتے تھے۔ حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی اور شیخ نوری کی صحبت میں رہے ہیں۔ یہ شیخ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد تھے۔ انکی رسوائی کا باعث شیخ عمرو کی ذات ہوئی جسکی تفصیل اوراق سابقہ میں گذر چکی ہے۔

ان کے معاملہ میں (شطح کے سلسلہ میں) مشائخ کے مختلف نظریات ہیں۔ اکثر حضرات نے ان کو رد کیا ہے، چند مشائخ نے جیسے ابوالعباس عطا، شیخ شبلی، شیخ ابوعبداللہ خفیف، شیخ ابوالقاسم نصیرآبادی شیخ ابوالعباس سریح (رحمہم اللہ تعالی) نے ان کے قتل پر اتفاق نہیں کیا ہے اور نہ اُن کے محضر قتل پر دستخط کئے ان میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ "ہم نہیں جانتے وہ کیا کہتے ہیں"۔

کتاب کشف المحجوب میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام متاخرین مشائخ صوفیہ نے ان کو قبول کیا ہے لیکن بعض مشائخ متقدمین نے ان کو بجائے قبول کرنے کے رد کیا ہے (مہجور کیا ہے)، یہاں ہجر کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کے مسلک کا رد کیا ہے یا ان پر طعن کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مہجور ہی مہجور کے معاملہ کو سمجھ سکتا ہے۔ مشائخ متاخرین میں سے سلطان الطریقت حضرت ابوسعید ابوالخیر نے فرمایا ہے کہ:۔

"ان کے زمانے میں علو حال میں مشرق سے مغرب تک کوئی ان کا ثانی نہیں تھا اور نہ میں نے اُن جیسا کسی کو پایا"

شیخ الاسلام قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں کہ میں شریعت کی موافقت میں ان کو قبول نہیں کرتا ہوں اور مشائخ کی متابعت اور رعایت کے اعتبار سے ان کو رد بھی نہیں کرتا ہوں، تم بھی ان کے بارے میں ایسا ہی طریقہ اختیار کرو۔ ہاں مجھے وہ لوگ زیادہ عزیز ہیں جو ان کو دوست رکھتے ہیں۔ وہ امام طریقت ہیں لیکن ہر شخص اُن کے کلام کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ انکے اس قول کو اُن کے ضعفِ صفا پر محمول کرنا چاہیئے، جو کچھ ان کو بھگتنا پڑا وہ شرع کی رعایت نہ کرنے کی سبب سے ہوا۔ وہ باوجود اس دعوی کے ہر شبانہ روز ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور اس رات میں جس کی صبح کو وہ قتل کئے گئے پانچ سو رکعت نماز ادا کی تھی اور ان کے بارے میں یہ جو مشہور کیا جاتا ہے کہ انہوں نے نبوت کا دعوی کیا تھا محض جھوٹ ہے۔

جب اُن کو سولی پر چڑھایا گیا تو حضرت شبلی نے اُن کی دار کے نیچے کھڑے ہو کر فرمایا: "کیا ہم نے تم کو دنیا والوں سے ایسی بات کہنے سے منع نہیں کیا تھا؟" اُس قاضی نے جس نے اُن کے قتل کا حکم دیا تھا کہا کہ "یہ تو خدائی کا دعوی کرتے تھے"۔ یہ سنکر شیخ شبلی نے فرمایا کہ "میں بھی وہی کچھ کہتا ہوں جو یہ کہتے ہیں

حضرت امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کا پہچاننا بھی حق ہے جیسا کہ اکسیر تانبے کو سونا بنا دیتی ہے اسی طرح منصور حلاج کی روح کے مس پر جب معرفتِ الٰہی کی اکسیر پڑی تو ان کی روح جو تانبہ تھی سونے میں تبدیل ہوگئی۔ باطل سے حق کی طرف رواں ہوگئی اور وہ زرِ خالص بن گئی اور جو چیز بھی اس کے سوا ہے وہ باطل ہے یعنی فانی ہے۔

پس وہ شخص جس کے نزدیک "ماسوی الحق" سب فنا ہوگیا اس کا نفس بھی فنا ہوگیا پس اس کے یقین میں سوائے حق کے کوئی وجود باقی نہ رہا اور وہ یہ کہتا رہا "اَنَا الْحَق" گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر اس کلمہ کو جاری کر دیا اور وہ بالکل اپنے نفس سے مقام فنا میں تھے اور اُن کا غرق ہونا اللہ کے انوار جلال میں اس کلمہ کے ادا کرنے کا موجب ہوا۔

پس جب اُن سے کہا گیا کہ کہو: "میں حق کے ساتھ ہوں" تو اس کے بجائے انہوں نے کہہ دیا کہ "میں حق ہوں" اگر وہ یہ کہتے کہ "میں حق کے ساتھ ہوں" تو اُن کا "میں" کہنا اُن کے اپنے نفس کی طرف اشارہ ہوتا اور وہ مرد (منصورؒ) ماسوی حق کے مقام محو میں تھا۔ اس کی مثال امام رازی نے یہ دی ہے کہ جب کسی شے پر کسی شے کا غلبہ تمام ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں چیز بن گیا ہے اور یہ کہنا بر سبیل مجاز ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص تو مجسّم جود و کرم ہے۔ پس جس وقت منصور حلاج حق میں غرق تھے تو انہوں نے کہہ دیا کہ "میں حق ہوں"

اس تاویل میں اور دوسری تاویل میں فرق صرف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس سے بالکل خالی ہوگیا لیکن وہ شہود حق سے فانی نہیں تھا۔ اور "انا الحق" وہ کلام تھا جس کو حق تعالیٰ نے اس کی زبان سے جاری کر دیا۔ حالِ مستی (سُکر) میں جب کہ وہ شرابِ محبت سے چھکا ہوا تھا اور اس قول میں اُس کے مقصد کو دخل نہیں تھا بلکہ اس کا کہنے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس تاویل میں کہ "بندہ نے وہی کچھ کہا جو کہلوایا گیا اور اُس سے مراد مبالغہ ہے ایک قسم کا ضعف پایا جاتا ہے"، جبکہ مجازی معنی کے سلسلہ میں یہ شرط ہے کہ محل حقیقت اور مجاز میں ایک قسم کی مشابہت ہو اور اللہ اور اس کی مخلوق میں کسی اعتبار سے بھی مشابہت نہیں ہے ہاں جب یہ تشبیہ کا مرتبہ موجود ہوتا تب یہ کلام صحیح ہوسکتا تھا اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ پس درست بات وہی ہے جو امام نے فرمائی کہ جب منصور کی روح میں انوار جلال کی تجلی ہوئی اور اس سے حجاب ہائے بشریت زائل ہوگئے تب اسکی روح عروج کی انتہائی منزل پر پہنچ گئی۔ پس وہ حق بن گیا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حق بنایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ (اللہ تعالیٰ

۱؎ پ۱۱ سورہ یونس ۸۲

اپنے کلمات سے حق کو حق ثابت فرما دیتا ہے) پس اسی طرح منصور کا قول کہ "میں حق ہوں صادق آگیا۔ (فَیُصَدِّقُ قَوْلُہٗ اَنَا الْحَقُّ) اس لئے کہ حق عام ہے اور حق اپنی ذات سے حق ہے اپنے غیر سے۔
اس سلسلہ میں امام نے جو یہ بات فرمائی ہے کہ اس جملہ میں مضاف کو حذف کر دیا گیا ہے ورنہ حقیقت میں اس کے معنی یہ تھے کہ "انا عابد الحق یا عبد الحق یا شاکر الحق یا ذاکر الحق" تو یہ تاویل بھی ضعیف ہے کہ مضاف کو حذف کر دینا اور اس کی جگہ مضاف الیہ کو قائم کرنا صرف اُسی وقت جائز ہے کہ اشتباہ کا خوف نہ ہو جیسا کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:۔
وَاسْئَلِ الْقَرْیَۃَ اَیْ اَھْلَ الْقَرْیَۃِ ۔ اور سوال کر و قریہ سے یعنی اہل قریہ سے۔
مگر ایسا کرنا اس وقت جائز نہیں ہے جبکہ التباس یا اشتباہ کے پیدا ہونے کا امکان ہو، مثلاً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے زید کے غلام کو دیکھا تو اس کے بجائے تم کبھی یہ نہیں کہو گے کہ "رَاَیْتُ زَیْدًا" میں نے زید کو دیکھا۔ یہاں تم خود کہو گے کہ حذف مضاف روا اور درست نہیں ہے اور قول "انا الحق" اسی قبیل سے ہے۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہاں حذف مضاف پر دلالت موجود ہے کہ " بندہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا"۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا کہ جب منصور حلاج سے کہا گیا کہ کہو "اَنَا بِالْحَقِّ" جیسا کہ حضرت جنید قدس اللہ سرہٗ سے منقول ہے تو انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ "اَنَا الْحَق" اور اُن پر یہ قول صادق ہو گیا جس کی پاداش میں اُن کو قتل کر دیا گیا۔
اگر اس تاویل کو درست مان لیا جائے کہ منصور حلاج کے "انا الحق" کہنے کے معنی یہ تھے کہ "انا عابد الحق" میں خدا کی عبادت کرنے والا ہوں تو یہ تاویل درست نہیں ہوگی۔ اب رہا عین القضاۃ ہمدانی رح کا یہ قول کہ منصور حلاج کا قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرح ہے کہ آپ نے فرمایا:
"من رانی فقد رای الحق" (جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق تعالیٰ کو دیکھا) تو یہ قول بھی ضعیف ہے۔ جیسا کہ ہم "سبحانی ما اعظم شانی" کی بحث میں بیان کر چکے ہیں۔ پس اس سلسلہ میں اس جامع اوراق (حاجی نظام غریب) کا یہ قول ہی درست ہوگا کہ حق صفت محمودہ ہے اور باطل صفت مذمومہ ہے۔ پس قول انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ میں صفاتِ محمودہ کے ساتھ باقی ہوں، اور صفاتِ مذمومہ کے ساتھ فنا ہو چکا ہوں۔
شیخ ابن منصور حلاج کو جو سولی پر چڑھایا گیا اس کا سبب صرف یہ تھا کہ شریعت ظاہر پر مبنی ہے نہ کہ باطن پر جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: نَحْنُ نَحْکُمُ بِالظَّاھِرِ (ہم ظاہر

لہ پ ۱۳ سورہ یوسف ۸۲

پر حکم کرتے ہیں " وَاللّٰہُ یَتَوَلَّی السَّرَآئِرُ " (اور اللہ تعالیٰ سرائر کا ذمہ دار ہوتا ہے) (یعنی باطن سے اللہ تعالیٰ واقف ہے)
اور تکفیر کی دو قسمیں ہیں تکفیر من جہتہ اللہ اور تکفیر من جہتہ العلماء۔ علماء نے جو منصور حلاج کی تکفیر
کی اس کا موجب اُن کا قول "انا الحق" تھا۔ اور اس کا تعلق اسی دوسری نوع کی تکفیر سے تھا۔ جبکہ علماء
نے اُس کو اس قول پر مصر پایا پس فہم و خرد نے یہی باور کیا اور عقل نے اسی طرف سبقت کی کہ حق سے منصور
کا مقصود اسم اللہ ہے ۔ پس انہوں نے اُن کے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا تاکہ شریعت کی عظمت بحال
رہے اور فتنہ ختم ہو جائے۔ جب شیخ جنید سے دریافت کیا گیا کہ منصور کے اس قول کی کوئی تاویل ہے
تو انہوں نے کہا اس کو چھوڑ دو وہ قتل کیا جائے گا۔ آج کا دن تاویل کا دن نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن جب منصور حضرت سید الطائفہ کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور باہمدگر اسرار و معارف پر گفتگو ہونے لگی تو منصور غلبہ اور سکر کی حالت میں بلند آواز سے
اُن معارف و اسرار کو بیان کرنے لگے۔ سید الطائفہ نے اُن کی نسبت فرمایا کہ وہ کون سا دن ہوگا جبکہ
(سولی کی) لکڑی تمہارے خون سے سرخ کی جائے گی۔ یہ سنکر منصور نے کہا کہ جس دن میرے ساتھ
یہ واقعہ پیش آئے گا تو آپ بھی اس شیوخت کے لباس اور مسند شیوخت پر نہیں رہیں گے **قطعہ**

نہ عارف را مکان بر دار باشد   کہ رہ بر دائرہ دادار باشد
چہ فتویٰ می نویسد مفتیٔ عشق   کہ بی دفتر جہاں بر دار باشد

ترجمہ:۔ عارف کا مکان سولی پر نہیں ہے کہ اس کی راہ تو دائرہ دادار ہے، مفتیٔ عشق کا کیا فتویٰ ہے کہ بغیر دفتر
جہان دار پر ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں منصور حلاج کے اس جذبہ اور کیف کے پیدا ہونے کا سبب یہ تحریر کیا ہے
کہ ان کی بہن ایک بہت ہی عارفہ خاتون تھیں ان کو اُن کے کمالِ معرفت کے باعث لوگ
رابعہ زمانہ اور عدویہ عصر کہتے تھے۔ وہ راتوں کو جنگل میں چلی جاتی تھیں اور وہاں وہ اپنے مقصود
کے حصول میں مصروف ہو جاتی تھیں۔ ایک رات منصور کے دل میں کچھ شک پیدا ہوا چنانچہ یہ
بھی ان کے پیچھے پیچھے گھر سے نکل کر صحرا میں پہنچ گئے اور ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ گئے ان کی بہن نے
تمام رات عبادت و مراقبہ میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی اور سورج طلوع ہوا تو ایک پیالہ شراب معرفت سے
لبریز (غیب سے) ان کو پیش کیا گیا۔ انہوں نے ذوق و شوق کے ساتھ اسکو پینا شروع کیا۔ منصور
اس جگہ سے جہاں وہ چھپے بیٹھے تھے بھاگتے ہوئے آئے اور اس پیالہ کو پکڑ کر کہنے لگے کہ ایک گھونٹ
اس میں سے مجھے بھی پینے دو۔ انہوں نے کہا اے منصور! تم اس شراب معرفت کی تاب نہ لا سکو گے
انہوں نے کہا جو کچھ بھی ہو! ناچار اُن کی بہن نے ایک گھونٹ ان کو پلا دیا۔ اس گھونٹ کے پیتے ہی
عجیب کیفیت و سرمستی ان میں پیدا ہو گئی ۔

قطعہ

چو ساقی بزمِ وحدت بادۂ ناب
بجائے درفگند از لطف و احسان

بدستِ آن عروس حجلۂ راز
بداد از شربت آن جام عرفان

کشیدہ بادۂ آن جام دم زد
دگر از جرعۂ شد ہرزہ گویان

ترجمہ:۔ ساقی بزمِ وحدت نے بادۂ ناب اپنی عنایت و مہربانی سے جام میں ڈال دیا۔ حجلۂ راز کی اس عروسہ کے ہاتھ سے اس جام عرفان کا کچھ حصہ ان کو بھی دے دیا۔ اس جام سے شراب پی کر ایک گھونٹ کے بعد سانس لی اور دوسرے ہی گھونٹ میں ہرزہ گوئی کرنے لگے۔

اور اس جام کے پینے کے بعد ہر طرف سے یہ آواز ان کے کانوں میں آنے لگی:۔

"مَنْ اَحَقُّ بِالْقَتْلِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ"۔ راہ خدا میں قتل کیئے جانے کا کون زیادہ مستحق ہے"؟

پھر تو ہر وقت اور ہر طرف سے یہی آواز اُن کے کانوں میں آتی تھی۔ اس آواز سے وہ اپنی شہادت کے معاملہ کو سمجھ گئے۔ جیسے جیسے وہ یہ آواز سنتے، شوق، سرمستی اور استغراق اُن کا بڑھنے لگا اور جان سپاری کا شوق فزوں ہونے لگا۔

بیت

نثار دوست را جان چیست اشرف
اگر صد جان بود ہم سہل باشد

ترجمہ:۔ اے اشرف! دوست پر نثار کرنے کے لئے یہ ایک جان کیا ہے اگر ایسی سو جانیں ہوں تو نثار کر دینا بہت آسان ہے۔

ایک بار سرفروشی اور مستی کے عالم میں جب انہوں نے "مَنْ اَحَقُّ" سنا تو اُس کے جواب میں کہا "اَنَا اَحَقُّ" میں زیادہ سزاوار ہوں اور وہ اس سرخوشی کے عالم میں من احق کے جواب میں "انا احق انا احق" کہنے لگے۔ سننے والے یہ سمجھے کہ یہ "انا الحق" کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ سب لوگ شورش کر کے اُن کے مار ڈالنے پر کمربستہ ہو گئے۔ اس وقت حضرت منصور نے دل میں خیال کیا کہ میں برابر یہ دعویٰ کر رہا ہوں کہ "راہِ خدا میں قتل ہونے کا میں زیادہ سزاوار ہوں اور یہ لوگ بھی اللہ ہی کے راستہ میں میرے قتل کے لئے یہ شور و غوغا کر رہے ہیں۔ اب اگر ان کو میں اصل بات بتاتا ہوں اور سمجھاتا ہوں کہ میں انا الحق نہیں بلکہ انا احق کہہ رہا ہوں اور اس طرح میں اپنی جان بچا لوں تو میں دعوئ عشق میں جھوٹا ثابت ہو جاؤں گا اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ راہ الٰہی میں قربان ہونے کے اس دعوے سے میں نے رجوع کر لیا ہے اور یہ بات عاشق اور مشتاق کے شایان شان نہیں ہے۔ پس انہوں نے اپنے قول کی تصحیح اور توضیح ضروری نہیں سمجھی اور عوام جو کچھ کہہ رہے تھے اسی پر ان کو قائم رہنے دیا اور اس طرح انہوں نے اپنی جان قربان کر دی۔

قطعہ

کسی کو دم زند در دعویٰ عشق زبان بادل بہم اقرار باشد
گواہی باید از جان باختن ہم وگرنہ دعویٔ زوار باشد

ترجمہ:۔ جو عشق کا دعویٰ کرتا ہے اس کی زبان اور دل کو دعویٰ میں یکساں ہونا چاہیئے۔ جان قربان کر دینا اس دعویٰ میں بطور ایک شاہد و گواہ کے ہے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ دعویٰ ایک جھوٹے کا دعویٰ ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ "انا الحق" کہنا انانیت اور خودی کا دعویٰ ہے۔ لوگ یہ نہیں جانتے کہ "انا العبد" کہنا اس سے زیادہ سخت ہے۔ "انا الحق" کہنے میں تو بہت کچھ تواضع کا پہلو ہے۔ یعنی خود کو معدوم کر کے فنا کے دروازے پر سامانِ ہستی کو پھینک دینا ہے اور تب کہیں "انا الحق" کہا جاتا ہے۔ یعنی میں کچھ نہیں ہوں جو کچھ ہے وہی ہے اور خدا کے سوا کسی کی ہستی نہیں ہے ؎

بیت

غیرتش غیر درجہان نگذاشت
لاجرم عین جملہ اشیاء شد

ترجمہ:۔ اس کی غیرت ذات نے دنیا میں کسی غیر کو درجۂ وجود میں نہیں چھوڑا اس لئے وہ جملہ اشیاء کا عین بن گیا

اور جو شخص "اَنَا العَبْدُ" کہتا ہے یعنی میں بندۂ خدا ہوں، وہ دو ہستیوں کا اثبات کرتا ہے۔ ایک اپنی ذات کا اور دوسرے وجود خداوندی کا اور بندگی درمیان میں موجود ہے۔ اور یہ کمالِ شرک ہے۔ ہزار آفرین گوشہ[1] نشین گنجہ کی روح پر کیا خوب فرمایا ہے۔

بیت

ندارم روا باتو از خویشتن
کہ گویم توئی باز گویم کہ من

ترجمہ:۔ مجھے تیری ذات کے ساتھ اپنی ذات کا ذکر کرنا روا نہیں ہے کہ میں کہوں کہ تو ہے اور پھر کہوں کہ "میں بھی ہوں"
اے عزیز! "وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ"[2] (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو) پر نظر کرو اور کبھی "وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ"[3] (تم وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے) کے راستہ پر چلو۔ اگر اس پر بھی عشق کا دعویٰ کرو (کہ ہم کرتے ہیں اور ہم فاعل ہیں)، تو کتنی عجیب بات ہوگی۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے۔

قطعہ

بد کردم و اعتذار بدتر زگناہ چون ہست دریں عذر سہ دعویٰ تباہ
دعویٰ وجود و قدرت و دعویٔ فعل لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

---

[1] گوشہ نشین گنجہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کی مراد نظامی گنجوی رح ہیں۔
[2] پ ۲۳ سورہ الصّفّت ۹۶ [3] پ ۲۹ سورہ الدھر ۳۰

ترجمہ:- میں نے گناہ کیا پھر عذر گناہ؛ یہ اس سے بھی بدتر ہے کہ اس طرح گناہ کرکے میں تین دعوے کروں۔ ایک تو وجود کا دعویٰ، دوسرے قدرت کا دعویٰ اور تیسرے فعل کا دعویٰ اور یہ تینوں دعوے غلط ہیں۔ لَاحَوْلَ وَ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں شیخ منصور حلاج کے بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ جس زمانے میں شیخ اخی علی مصری پر حال کا غلبہ تھا، وہ شیخ منصور حلاج کے مزار پر گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے مُراقبہ کیا تو اُن کی روح کو اعلیٰ علیین میں پایا (اور فرعون کی روح کو ادنیٰ سجین میں) تب میں نے بارگاہِ الٰہی میں مناجات کی اور عرض کیا اے الٰہی! اس میں کیا راز ہے کہ فرعون نے "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" کہا اور منصور حلاج نے "اَنَا الْحَق" کہا۔ اس طرح دونوں نے خدائی کا دعویٰ کیا لیکن منصور حلاج کی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور فرعون کی روح سجین کے ادنیٰ طبقہ میں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

ہاتف نے ندا کی کہ اس کا سبب یہ ہے کہ فرعون خود بینی میں مبتلا ہوگیا تھا اور اس کو اپنی ہی ذات نظر آئی اور مجھے بھلا دیا اور منصور نے بس مجھ ہی کو دیکھا اور خود کو گم کر دیا۔ دیکھ لے اس میں کیا فرق ہے۔

بیت: چہ نسبت درمیانِ این و آنست
کہ فرقش از زمین تا آسمانست

ترجمہ:- اِس میں اور اُس میں کیا نسبت ہے؟ کہ زمین و آسمان کا فرق ہے۔

شطح:- شیخ ابوسعید المہنی نے کہا "لیس فی جبّتی سوی اللّٰہ" (میرے جبہ میں اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے) ایک دن وہ وعظ فرما رہے تھے وعظ کے درمیان ہی اُن پر کیفیت طاری ہوگئی اور انہوں نے فرمایا: "لیس فی جبّتی سوی اللّٰہ"

ترجمہ:- میرے جُبّہ میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں ہے۔

پھر انہوں نے اپنی انگشت شہادت اپنے سینے کے محاذ پر ماری، بس اُسی وقت اُن کی انگلی کا نشان اُن کے جُبّہ پر بن گیا۔ یہ واقعہ نیشاپور میں پیش آیا تھا۔ وہ مُہینہ سے یہاں آئے تھے۔ اُس وقت اُن کی مجلس میں استاد امام ابوالقاسم قشیری اور شیخ ابومحمد الجوینی جیسے بہت سے مشائخ اور علماء موجود تھے، اور کسی کو اس سے انکار کی جرأت نہ ہوسکی بلکہ ان حضرات میں اس جملہ سے اور بھی ذوق و وجد پیدا ہوا، اور تمام مشائخ نے باہم یہ طے کیا کہ جُبّہ میں جس جگہ یہ نشانِ انگشت ہے اس کی حفاظت کرنا چاہیئے۔ پس وہ جبّہ بطورِ تبرک محفوظ کر لیا گیا۔

پس جب ایسی صورت پیدا ہو تو سوائے تاویل کے اور کچھ چارۂ کار نہیں ہے اور تاویل یہ ہے کہ تمام دانشوروں کے نزدیک یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ان تمام شطحیات

میں مقصود واحد ہے، یعنی صرف اللہ، محض راستے الگ الگ ہیں ظاہری اعتبار سے پس حبیب کوئی اسکی ذات تک پہنچ گیا تو وہ تمام اختلافات مٹ گئے اور وہ تمام کے تمام وحدت میں بدل گئے۔ پس اس مقام پر تمام صفات بشریت فنا ہوگئیں اور اگر ان میں سے کچھ باقی رہ گئیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس کی ذات تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

پس اس کے لئے سلوک کے راستہ میں تلوین حال پیدا ہوگئی اور اگر تمام صفات بشریت فنا ہوگئیں ہیں اور کچھ باقی نہیں ہے اور وہ احوال سے مجرّد ہوگیا۔ اس سے مراد ہے نشانہائے بشریت کا فنا ہو جانا اور خدا کے ساتھ تنہا رہ جانا۔ اور جب خداوند تعالیٰ کی یگانگی، وحدت کے لئے وہ تنہا رہ گیا تو دونوں کے درمیان اتحاد و محبت ثابت ہوگئی، اس کے معنی یہ ہیں کہ سوائے محبوب اور اس کے ذکر کے اب اسکے اندر کچھ باقی نہیں ہے۔ اسکو مثال سے اسطرح سمجھو کہ تم کسی سے محبت کرتے ہو اور وہ کسی دوسرے شہر میں موجود ہے اور تم اس طرح کہو کہ میرے دل میں سوائے اس شخص کے کوئی موجود نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ میرے دل میں سوائے اُس فردِ محبوب کے اور کوئی نہیں ہے۔

اس بات کو ایک اور مثال سے سمجھو! تمہارے پاس ایک بہت بڑا برتن ہے اور اس بڑے برتن میں ایک آبخورہ ہے جس کے اندر پانی ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس ظرف کلاں (آوند) میں پانی ہے تو کہنے والے کا یہ قول صحیح ہوگا۔ ہرچند کہ پانی آبخورے میں ہے ظرف کلاں میں نہیں ہے۔ پس شیخ ابوسعید کا یہ کہنا کہ میرے جبہ میں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ گویا انہوں نے جبہ کو ایک ظرف قرار دے دیا حالانکہ محبت اور ذکر الٰہی تو دل میں ہے جبہ میں نہیں ہے۔ بس جسطرح دل ظرف ہے اور وہ ذات یا اس کا ذکر مظروف ہے اسی طرح جبہ اس مظروف کا ظرف ہے۔ (ظرف المظروف) اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ جیسا کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ فرمایا تو انہوں نے اپنی انگشتِ شہادت جبہ پر بالکل اپنے سینہ کے محاذ پر رکھ لی تھی اور جبہ میں ان کے انگشت کے بقدر اس جگہ پر سوخت ہوگیا تھا اور یہ ایک تقریر خاص ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب یہ فقیر (میں) نیشاپور پہنچا تو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پوتوں اور ان کی اولاد سے ملاقات ہوئی، وہ خرقہ جس کا اوپر تذکرہ ہوا اب تک اس خاندان میں موجود ہے برائے حصولِ برکت لوگ اسکی زیارت کرتے ہیں۔

شطح :۔ شیخ مظفر قرمنی (مظفر القرمنی) کا بھی ایک قول از قبیل شطحیات ہے اور وہ قول یہ ہے:۔

"الفقیر الذی لیس لہ حاجۃ الی اللہ" (فقیر وہ ہے کہ جسے خدا کی طرف کوئی حاجت نہیں ہے)

اس سلسلہ میں استاذ ابوالقاسم القشیری فرماتے ہیں کہ اس قول کی تاویل اور توجیہہ مراد و مطالب کا ساقط ہو جانا ہے۔ حاجتوں اور اغراض کا نیست ہو جانا اور ہر وہ چیز جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے جاری ہو اس پر راضی ہونا ہے۔ وہ خداوند تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب نہیں کرتا، سوائے اُسی کے، یہاں تک کہ فقیر سے

خواہش کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ پس شیخ مظفر نے یہ بات اُس وقت کہی جب خدا سے انہوں نے سوائے خدا کے اور کچھ طلب نہیں کیا۔
اور اس قول میں ایک اشارہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفت اختیار کرے جو غنی ہے اور وہ سوائے اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہو جاتا ہے، جبکہ احتیاج نقصان اور ضعف ہے اور فقیر غیر اللہ سے استغنا میں اپنے درجۂ کمال پر پہنچ چکا ہے۔ یہی شیخ مظفر کے قول کے معنی ہیں یعنی فقیر وہ ہے جو نہ اپنے نفس کا محتاج ہو نہ اپنے رب کا اور نفس سے بے نیازی یہ ہے کہ عادات اور مالوفات (خواہشات) کو ترک کیا جائے اور نفس کے مخالف کام کئے جائیں حرام چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور مباح کا استعمال کم کر دے۔ اور نمازوں کو ان کی نہایت تک پہنچا دے۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میرے مخدوم قدس اللہ سرہ کا ارشاد ہے کہ یہ دو مقولے اور ہیں جو دوسرے اکابر سے منسوب ہیں جو بخلاف مذکور ہیں اور وہ یہ ہیں: "الفقیر لا یحتاج الی اللہ" اور دوسرا یہ ہے: "الفقیر یحتاج الی کل شئ"
کلمہ اوّل سے مراد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو فناء الفناء کا مالک بن چکا ہے پس جب وہ خود فانی ہو گیا تو احتیاج اور ضرورت جو اس کی ایک صفت تھی بدرجۂ اولیٰ فنا ہو گئی۔ اس مرتبہ پر پہنچکر اس کو خداوند تعالیٰ سے کیا حاجت باقی رہی جبکہ وہ خود ہی باقی نہیں رہا۔

قطعہ

چو عارف را خودی مفقود باشد — چہ مقصودش کہ خود مقصود باشد
چو در دریا فتادہ قطرۂ آب — نہ آن قطرہ کہ بحر آمود باشد

ترجمہ:۔ جب عارف کی خودی فنا اور مفقود ہو جاتی ہے تو پھر اس کا کوئی مقصود نہیں رہتا وہ تو خود ہی مقصود بن گیا۔ جس طرح جب قطرہ دریا میں مل جاتا ہے تو وہ پھر قطرہ کہاں رہتا ہے وہ قطرہ تو دریا یا سمندر بن گیا۔
اب رہا کلمہ ثانی "الفقیر یحتاج الی کل شئ" تو اس کی تاویل یہ ہے کہ یہاں فقیر سے مراد وہ عارف ہے جس کی نگاہِ بصیرت کے سامنے تمام موجودات اسماء صفات کا آئینہ ہیں اور کائنات میں تجلئ ذات جلوہ آرا ہے تو جب عارف اس مرتبہ پر پہنچ گیا تو اب وہ جلوۂ ذات کیلئے ہر ایک چیز کا محتاج ہوا۔ جس میں وہ مشاہدۂ جمال کر سکے ؎

قطعہ

چون جہان آئینۂ صافی بود — ہر کجا بینم درآنجا روئ تست
ہر گلی کان بویم از گلزارِ دہر — بوئ گل نبود کہ در گل بوئ تست

ترجمہ:۔ جب یہ جہان اس کے جمال کا آئینہ صاف اور شفاف ہے تو میں جس چیز کو بھی دیکھوں اس میں تیرا جلوۂ رخ موجود ہے۔ اس گلزار دہر میں جس پھول کو میں سونگھوں وہ پھول کی خوشبو نہیں ہو گی

بلکہ وہ تیری خوشبو ہوگی۔

شطح:۔ ایک اور کلمہ شطح ہے۔ یعنی کہا گیا ہے:۔ "اذا تم الفقر فھو اللہ" (جب فقر تمام ہوا پس وہ اللہ ہے)

اس کلمہ کی تاویل میں قاضی حمید الدین ناگوری فرماتے ہیں کہ جب طالب اپنی صفاتِ ذمیمہ سے فنا ہوگیا اور راست ہوا، حق بن گیا تو اس کے اندر باطل باقی نہیں رہا۔ تب وہ اپنی ہستی میں اللہ کے ساتھ قائم ہوگیا پس بیشک وہ اللہ کے ساتھ واصل ہوگیا اس کا فقر تمام ہوگیا اور یہ اس قول کے مانند ہے۔

شیخ عین القضاۃ ہمدانی قدس اللہ سرہٗ اس کلمہ کی تاویل اسطرح فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص فقر میں کمال حاصل کرلیتا ہے یعنی آرزو باقی نہیں رہتی تو بے شک وشبہ اس کو تخلق بخلق اللہ کا شرف حاصل ہوگیا، اور یہ صفتِ غنا ہے۔

فھو اللہ کی تاویل یہ ہے کہ "وہ اللہ ہے" یعنی وہ نائب خدا ہے۔ اس سبب سے کہ اس نے وہ خصلت اختیار کی ہے جو اللہ تعالےٰ کی خصلت ہے۔ آئندہ اس کی تشریح کی جائے جائیگی انشاء اللہ جہاں اس قول کی توضیح پیش کریں گے کہ "الصوفی ھو اللہ"

شطح:۔ ایک کلمہ شطح یہ بھی ہے "مافی الجنۃ احد سوی اللہ" معلوم ہونا چاہیے کہ "کل شیء ھالك الا وجھہ" (ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذاتِ الٰہی کے) اور اہل جنت کیلئے اگرچہ بقا ہے لیکن وہ بھی ہالک کی ہلاکت کی استعداد رکھتے ہیں۔ اب جو چیز بالفعل پائی جاتی ہے وہ بالقوۃ بھی پائی جاتی ہے۔ پس اس قول کے قائل کو یہ یقین حاصل ہوگیا کہ غیر حق تعالےٰ فانی ہے تو اس کے دل نے ادراک کیا کہ جنت میں سوائے حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں ہے۔ یعنی اس کے حکم اور آثار کے سوا جنت میں کوئی اور نہیں ہے پس وہ ان صفات کے دیکھنے کے بعد اس پر عاشق ہوگیا اور یہ امر کہ وہاں اس نے سوائے معشوق کے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ قائل کلمہ کے کمال عشق پر دال ہے۔

شطح:۔ حضرت **معروف کرخی** سے یہ کلمہ (شطح) منسوب ہے کہ انہوں نے کہا:۔ "لیس فی الوجود سوی اللہ او الا اللہ" (کوئی موجود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ یا سوی اللہ کے بجائے انہوں نے الا اللہ کہا)

اس کلمہ کی تاویل اس طرح ہے کہ وجود دو طرح کا ہے ایک وجود مطلق اور دوسرا وجود مقید پس وجود مطلق وہ وجود ہے جس کے ساتھ نیستی (عدم) ہرگز نہ ہو اور وہ ہستی صرف خداوند تعالےٰ کی ہے اور وجودِ مقید وہ ہے جس کے پہلے بھی عدم ہو اور آخر میں بھی عدم۔ ایسی ہستی کا ظہور اللہ تعالیٰ اور اسکے فیضان ہی سے ہو سکتا ہے یہ وجود مقید ممکن الوجود ہے جو حق تعالےٰ کے فیضان سے ہے۔ وجود مقید کے لئے یکساں ہے کہ اس کا وجود ہو یا اس کے غیر کا۔

ایسی ہستی مقید کی نسبت، وجود مطلق کے ساتھ ایسی ہے جیسے اس صورت کی ہستی جو آئینہ میں نظر

آرہی ہے، نسبت رکھتی ہے اُس ہستی سے جو آئینہ کو دیکھ رہی ہے (یعنی اصل وجود، وجودِ مطلق ہے اور اور وجودِ مقید اس کا ظل یا پرتو ہے) پس یہی ہستی اصل میں "کل وجود" ہے۔ پس قائل کا یہ قول درست ثابت ہوا کہ "لیس فی الوجود الا اللہ" علاوہ ازیں وجود متوسط دو عدموں کے درمیان واقع ہے مثل اس پاکی کے جو دو خونوں (حیض) کے درمیان ہو اور یہی معنی توحید کے ہیں۔

شطح: شیخ ابوالعباس قصاب قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں:- لیس فی الدارین الا ربی وان الموجودات کلھا معدومۃ الا وجودہٗ۔ (دونوں جہاں میں میرے پروردگار کے سوا کوئی بھی موجود نہیں ہے اور تمام موجودات سب کی سب نیست ہیں سوائے اس ہستی کے) اس میں معنیٔ توحید کی طرف اشارہ ہے، اس میں ہستی مطلق کا اثبات اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کے غیر کی نفی ہے، اور ہستیٔ مقید کا اثبات اس کے غیر کے لئے ہے۔

اسی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے اس شعر کو کسی عرب کا کہا ہوا سب سے سچا شعر فرمایا۔ جس کا مصرعۂ ثانی یہ ہے ؎

الا کلّ شیءٍ ما خلا اللہ باطلٗ

ترجمہ:- آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ فانی اور باطل ہے۔

ای غیر حق و موجود ولما حصل لہ الیقین والذوق فی ذٰلک ما رایٰ فی الدنیا والاٰخرۃ موجوداً غیرہ فقال الّا ربّی۔

ترجمہ:- یعنی جب لبید کو اس راہ میں ذوق و یقین حاصل ہوا تو انہوں نے دنیا اور آخرت میں سوائے حق کے کسی غیر کو نہیں دیکھا۔ پس انہوں نے کہا کہ "سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ما نظرت فی شیءٍ الّا ورایت اللہ فیہ" میں نے جس چیز کو بھی دیکھا اس میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کیا۔

حضرت عین القضاۃ ہمدانی نے اس کی توضیح اسطرح فرمائی ہے "ای حکم اللہ تعالیٰ واٰثارہٗ" یعنی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور آثار کو دیکھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس موقع پر فرمایا کہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہیں ہے بلکہ اکابرِ سلف میں سے کسی کا ارشاد ہے اور یہ قول تین طرح سے آیا ہے:-

۱۔ ما رأیت شیئاً الّا ورایت اللہ فیہ۔

ترجمہ:- میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

۲۔ ما رأیت شیئا الّا رأیت اللہ بعدہٗ۔

ترجمہ:- میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا لیکن اس کے بعد حق تعالیٰ کو دیکھا۔

۳- ما رأیت شیئًا الا و رایت اللہ قبلہٗ۔

ترجمہ:- میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا لیکن اس سے قبل حق تعالیٰ کو دیکھا۔

یہ تینوں مشاہدات ان مقامات ثلثہ کا اظہار کرتے ہیں جو عارف کو بالترتیب پیش آتے ہیں جسکی تشریح طبع ذکی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شطح:- قال ابو بکر الورّاق لیس بینی و بین اللہ فرق فی الطلب فان طلبی و طلبہ مقارنان الا ان تقدمت بالمجاھدۃ علی وجود العشق الالھیۃ من غیر طلب منی۔

ترجمہ:- شیخ ابوبکر وراق فرماتے ہیں کہ میرے اور حق تعالیٰ کے درمیان طلب میں جدائی نہیں ہے (دونوں ساتھ ساتھ ہیں) تحقیق کہ میری طلب اور اس کی طلب ایکدوسرے کے نزدیک ہیں۔ بجز اُس صورت کے کہ بغیر میری طلب کے مجاہدہ، عشق الٰہی کے وجود پر مقدم ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہر چند بعض صوفیائے کرام نے ان الفاظ کا محمل بتایا ہے اور لطیف عبارات میں اسکی شرح کی ہے لیکن اس کے معنی اور کنہ تک پہونچنا اشکال سے خالی نہیں ہے۔ بے شک محبوب اور محب کے درمیان جو راز ہوتا ہے اگرچہ بمقتضائے اشارت اس کے معنی بیان کئے گئے ہیں لیکن وہ راز پھر بھی ایک راز موہوم ہے

بیت

میان دوستان سریست موہوم
کہ راز او کسی را نیست معلوم

ترجمہ:- دوستوں کے درمیان ایک ایسا موہوم راز ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہوتا۔

شطح:- قال سلطان العارفین توبۃ الناس من ذنوبھم و توبتی من قول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

ترجمہ:- کہا سلطان العارفین (بایزید بسطامی) نے کہ لوگوں کی توبہ تو اُن کے گناہوں سے ہے اور میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے توبہ کرتا ہوں۔

اس قول کی تفسیر یا تاویل کے سلسلہ میں شیخ ابوبکر شبلی کا یہ واقعہ ہے کہ اُن سے کسی شخص نے کہا کہ اے ابوبکر! آپ اللہ کہتے ہیں اور لا الہ الا اللہ نہیں کہتے پس انہوں نے جواب دیا کہ "لا" تو نفی کیلئے ہے کیا اللہ کی نفی کوئی ضد یا مقابل ہے جس کی نفی کی جائے

یہ سنکر اس شخص نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس سے بھی برتر و واضح جواب دیجئے تو انہوں نے کہا کہ میری زبان پر ایسا کلمہ جاری نہیں ہوتا۔ اس شخص نے کہا کہ اس جواب سے بھی برتر اور اونچی (واضح) بات فرمائیے تو شیخ ابوبکر نے فرمایا "مجھے ڈر ہے کہ مجھے اس کلمہ "لا" میں پکڑ لیا جائے گا اور "لا" میں خوفِ انکار

بھی موجود ہے اس شخص نے کہا کہ اس سے بھی واضح بات فرمایئے توانہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ ذَرْهُمْ[1] (ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو) یعنی اس کے معنی ان ہی پر چھوڑ دو۔

اس سلسلہ میں ایک حکایت یہ بھی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ اللہ کہتے ہیں لا الہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کلمہ نفی کا ہے یعنی "لا" سے غیر کی نفی ہوتی ہے۔ پس مجھے یہ خطرہ لاحق ہے کہ اس کے کہنے سے غیر کا ثبوت ہو جائے گا۔

اس کے معنی کا بیان و تفسیر یہی ہے جو کسی نے پیش کی ہے جو یہ ہے کہ "اللہ کے دوستوں نے سوزش محبت میں ایسی عبارتیں وضع کی ہیں جن سے ان کے دلوں کو قرار آئے اور ان کے ارواح کو قرار حاصل ہو۔ پس اُن کی یہ عبارتیں اُن ہی کے لئے ہیں لانہا من الجنس الی الجنس و اللہ تعالیٰ منزہ من اوصاف الخلق و احوالھم (اللہ تعالیٰ مخلوقات کی صفت سے پاک ہے اور ان کے احوال سے بھی منزہ ہے)

اسی طرح شیخ بایزید کا قول "توبتی من لا الہ الا اللہ" بھی ایک اشارہ ہے اور اس قول سے اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ شیخ بایزید سے منقول بعض روایات میں ہے کہ میری توبہ "لا الہ الا اللہ" کہنے سے یہ ہے کہ میں آلات و حروف میں اس قول کو کیوں کہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان آلات و حروف سے خارج ہے، کہنے والے نے کہا یعنی راوی کہتا ہے کہ میں نے اُن سے کہا کہ بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ کلمہ کلید بہشت ہے اور تمام اذکار میں افضل اور برتر ہے، جیسا کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

لا الہ الا اللہ مفتاح الجنۃ۔ (کلمہ لا الہ الا اللہ کلید جنت ہے)

اور یہ بھی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

افضل الذکر لا الہ الا اللہ۔ (سب سے بہتر ذکر لا الہ الا اللہ ہے)

یہ سنکر ان میں ایک ذوق اور وجد کی کیفیت پیدا ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ایسے کلمات جو میں کہتا ہوں یا میری زبان سے ادا ہوتے ہیں رَد نہیں کرتے اس چیز کا جس پر اتفاق کیا گیا ہے بلکہ اُن کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا "لا الہ الا اللہ"۔ انہوں نے فرمایا لا الہ کہنے میں غیر خدا سے انقطاع یا انفصال ہے دالگ تھلگ ہو جانا ہے) اور الا اللہ میں حق سے اتصال ہے۔ اور جو جدا نہیں ہوا وہ نزدیک نہیں ہوا چنانچہ وضو انفصال ہے اور نماز اتصال ہے۔

اس بارے میں شیخ استاد ابو علی دقاق قدس اللہ سرہٗ کہتے ہیں کہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ

---

[1] پ ۷ سورہ انعام ۹۲

لا الہ الا اللہ کہا جائے تاکہ آپ کدورت سے پاک ہو جائے پس بندہ جب یہ کلمہ کہتا ہے تو اس کا دل کدورت سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کا باطن حاضر ہو جاتا ہے۔ لا الہ کے بعد جب الا اللہ کہا جاتا ہے تو اس کا ورود دل پر ہوتا ہے جس طرح "سبحان اللہ" کو "الحمد للہ" پر تقدم حاصل ہے، پہلے سبحان اللہ کہا جاتا ہے پھر الحمد للہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سُبْحَانَہٗ وَبِحَمْدِہٖ[1] یعنی سبحان اللہ کہکر صفاتِ نقصان سے اسکی علیحدگی بیان کی جاتی ہے۔ "حمد" سے اسکی صفاتِ کمالیہ کو ثابت کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص عرقِ گلاب کو بڑے برتن میں انڈیلنا چاہے تو سب سے پہلے وہ اس برتن کو دھوتا ہے پھر اس میں عرقِ گلاب کو انڈیلتا ہے۔ پس یہ قول بھی اسی کے مانند ہے۔ جب بندگی نقطۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اسکو زندگی مل جاتی ہے حق تعالیٰ کی زندگی کی طرح۔

حضرت اویس قرنی فرماتے ہیں کہ بندگی کا کامل و تمام ہونا یہ ہے کہ تم ہر حال میں اس کے بندے بنے رہو جس طرح تمہارا رب ہر حال میں تمہارا رب ہے لہٰذا تم ہر اس چیز کو ترک کر دو جو خداوند تعالیٰ کے سوا ہے اسوقت تمہاری زندگی خداوند تعالیٰ کی زندگی کی طرح ہو جائے گی استغنا اور بے نیازی میں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مثال کے طور پر میں یہاں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کر دوں گا کہ فرمایا ہے:۔ "وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ[2]" (اپنے رب کی آخر دم تک عبادت کرو) یعنی جب تک عبادت کی نسبت بندہ سے منسوب رہتی ہے وہ عبادت رہتی ہے اور جب مرتبہ فنائے افعال میں پہونچ جاتی ہے اور اس کا حوالہ دوسرا بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ صفاتِ الٰہیہ سے موصوف ہو جاتی ہے۔

شطح:۔ شیخ حسین ابن منصور حلاج نے کہا:۔ "لا فرق بینی وبین ربی الا الصفتان صفۃ الذاتیۃ وصفۃ القائمۃ قیامنا بہ وذاتنا منہ" (میرے اور میرے رب کے درمیان سوائے دو صفتوں کے اور کوئی فرق نہیں ہے ایک صفت ذاتیہ ہے اور ایک صفت قائمہ ہے اور ہمارا قیام اسی سے ہے اور ہماری ذات اسی سے ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ فقیر وہ ہے جو کمالِ فقر پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر سے سوال اور طلب سے مستغنی ہو اور اس کمالِ فقر کا دعویٰ کرنے والا مستغنی ہو تمام احوال اور تمام اوصاف میں سوائے اس چیز کے جس سے اس کا استثناء کر دیا گیا ہو اور یہ استثناء یہ ہے کہ ہماری ذات کا ظہور اسی سے ہے اور ہمارا قیام بھی اسی سے ہے۔ اس قول میں اس بات کی دلیل ہے کہ اثر اپنے وجود میں مؤثر کا محتاج اور اسی طرح قیام و بقا میں اسکو احتیاج ہے جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا اس سلسلہ میں مسلک ہے

شطح:۔ اور انہوں نے جو یہ کہا کہ "الزاھد ھو الفقیر والفقیر ھو الصوفی والصوفی ھو اللہ"

---

[1] پ سورہ [2] پ ۱۴ سورۃ الحجر ۹۹

ترجمہ:۔ جو زاہد ہے وہ فقیر ہے اور جو فقیر ہے وہی صوفی ہے اور جو صوفی ہے وہی اللہ ہے۔

اس کی تاویل یہ ہے کہ مبتدا کی خبر دو طرح پر آتی ہے۔ یہ جو جملہ مذکورہ بالا میں "ھُوَ ھُوَ" کہا گیا ہے اس کا دوسرا لفظ "ھُوَ" پہلے "ھُوَ" کی خبر ہے جس طرح کوئی کہے "الامیر العادل" اس میں عادل امیر کی صفت ہے اپنے معنی میں اور یہ صفت ذات موصوف کی ہے جو اس کی صفت پر صادق آتی ہے۔ اور اس کا مرتبہ جو بیان کیا گیا ہے وہ صرف اس کا مرتبہ ہے یعنی صفت کا نزول مبتدا کے مرتبے میں تشبیہ کے طور پر ہے۔ جیسے تم کہو زیدٌ اسدٌ (زید شیر ہے) یعنی زید قوت میں شیر کے مانند ہے یا مشابہ ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ زید حقیقت میں شیر ہے گویا اس میں مبالغہ ہے۔ یعنی کہنے والے نے زید کی ذات میں نہایت شجاعت کا اعتماد کیا اور پھر اس کو تشبیہ دی اور ایسا کہنا صرف قائل کے اپنے اعتقاد کی بنا پر ہے۔ حقیقت میں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ زید شیر کا نائب مناب ہے۔ (قائم مقام) جس طرح اللہ تعالٰے کے اس ارشاد میں ہے:۔ "اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا" (سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ بیع مانند سود کے ہے) پس قائل کا یہ قول کہ جو زاہد ہے وہی فقیر ہے کے معنی یہ ہیں کہ جو زاہد ہے وہ قائم مقام ہے فقیر کا اور قائل کا یہ کہنا کہ جو فقیر ہے وہ صوفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو فقیر ہے وہ قائم مقام صوفی کے ہے اور یہ کہنا کہ جو صوفی ہے وہی اللہ ہے کے معنی یہ ہیں کہ جو صوفی ہے وہ قائم مقام یا نائب مناب اللہ کا ہے ان امور میں جن کے لوگ محتاج اور ضرورت مند ہیں خواہ وہ امور دنیوی ہوں یا امور آخرت اور اس سے جس کسی نے کوئی بات سنی وہ گویا اس نے اللہ تعالٰی سے سنی جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ان الحق لینطق علٰے لسان عمر" (حق (حضرت) عمر کی زبان سے گویا ہوتا ہے)

شطح:۔ بعض مشائخ کرام کا یہ قول:۔ "العبودیّۃ بغیر الربوبیّۃ نقصان وزوال والربوبیّۃ بغیر العبودیّۃ محال" (عبودیت بغیر ربوبیّت کے نقصان اور زوال ہے اور ربوبیّت بغیر عبودیت کے محال ہے)

اس قول کے معنی یہ ہیں کہ مجاہدہ بغیر مشاہدہ کے بندہ کی عبودیت میں نقصان کا نشان ہے اور مشاہدہ بغیر مجاہدہ کے محال ہے ازروئے عارف۔

شطح:۔ حضرت بایزید بسطامی کا قول ہے:۔ "البشریّۃ ضدّ الربوبیّۃ احتجب بالبشریّۃ فاتتہ الرّبوبیّۃ" (بشریّت ضدِّ ربوبیّت ہے، جو بشریت میں پوشیدہ ہوگیا اس سے ربوبیّت فوت ہوگئی۔

---

[1] پ ۳ سورہ البقر ۲۸۵

اس کے معنی یہ ہیں کہ احتیاج استغنا کی ضد ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔
"الفقر سواد الوجه فی الدارین" (فقر دونوں جہانوں میں سیاہ رو ہے)
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس "سواد الوجہ" سے مراد سالک کی فنا ذات ہے، مشاہدۂ حق میں اس طرح کہ دوئی ارتفاع ہو جائے اور یہی معنی ہیں فناء الفناء فی الدارین ای فی الصفتین" کے یعنی صفتین میں فناء الفناء کے درجہ پر پہونچ جانا، اس جملہ کی قریب الفہم تاویل یہ ہے کہ "سواد الوجہ" سے مراد وہ خالِ رُخ ہے جو اس کی زیبائی کا موجب اور عذارِ محبوب کی رعنائی کا سبب ہے یعنی فقر اختیاری دونوں جہان میں روئے حالت سالک کو زیب و زینت بخشنے والا ہے۔
شطح:۔ حضرت قدوۃ الکبرا کا مقولہ "الناس کلهم عبید لعبدی" (تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں)
یہ قول حضرت جہانگیر اشرف قدس اللہ سرہٗ کی ذاتِ گرامی سے منسوب ہے۔ اس قول کی کچھ شرح تو لطیفۂ آداب کے آخر میں گزر چکی ہے یہاں اس سلسلہ میں مزید وضاحت کی جاتی ہے:۔ اس قول کی تاویل گروہ صوفیہ کے مناسب حال یہ ہے کہ جب سالک اپنے سلوک میں مقام قاب قوسین تک پہنچ گیا اور اپنے نزول کے اسباب کو اپنے عین ثابتہ کی منزل پر پہونچا دیا۔ (یعنی جب عروج و صعود میں اپنے عین ثابتہ کی منزل پر پہنچ گیا) تو اُس وقت اس کی عین ثابتہ ان تینوں حالتوں سے خالی نہیں ہوتی جسکی شرح ہم لطیفۂ سلوک میں کر چکے ہیں۔ پس جب سالک کی عین ثابتہ تمام اعیان ثابتہ کی جامع اور تمام صورِ علمیہ حق کی مالک بن جاتی ہے اور اس طرح وہ اعیانِ ثابتہ کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور جب اسکی عین ثابتہ تمام اسماء و صفات کی جامع ہو گئی تو اب اُس (سالک) کا اس سے مطلع ہونا جمیع اعیان سے مطلع ہونے کا موجب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی تمام صورِ علمیہ کی ماہیات کے اشتمال کا سبب بن گیا۔ اب جبکہ اسکی آگہی اور اطلاع اس مرتبہ پر پہنچ گئی تو اس وقت وہ کہہ اٹھتا ہے "الناس کلهم عبید لعبدی"، اور یہ مسلّمہ ہے کہ اکثر پر کُل کا حکم لگایا جاتا ہے۔
شطح:۔ حضرت اشرف جہانگیر قدس اللہ سرہٗ نے ایک موقع پر یہ شعر ارشاد فرمایا:۔

بیت

ہمائے ہمتم چون بر زند بال
برد عنقائے وحدت را بچنگال

ترجمہ:۔ اگر ہماری ہمت کی ہما نے پرواز شروع کر دی تو عنقائے وحدت کو بھی اپنے چنگل کی گرفت میں لے لیگی۔

اس شعر کے پڑھنے کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا کعبۃ اللہ کا طواف کرنے کے بعد مراجعت فرمائے ہند ہوئے تو پہلے آپ روم تشریف لیگئے۔ باب الابواب کی طرف گئے۔ آپ کے ہمراہ بہت سے لوگ تھے جن میں بہت سے اکابر وقت بھی تھے، وہاں چند روز قیام کرنا پڑا۔ ایک روز شیخ نجم الدین اصفہانی، حضرت علی ثانی سید علی ہمدانی اور ان کی مثل بہت سے علما و فضلا آپ کی مجلس میں موجود تھے اور معارف و حقائق و سلوک وطریقت پر گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبرا معارف وحقائق بیان کرتے کرتے جوش میں آنا شروع ہوئے۔ پھر آپ کی حالت میں عظیم تغیر پیدا ہوا اور آپ کا ہمائے ہمت تحت اوج معارف پر پرواز کرنے لگا اس عالم میں بے ساختہ یہ شعر مذکورہ آپ کی زبان سے نکلا۔ کسی شخص نے آج سے پہلے ان کے علاوہ یہ شعر اور کسی سے نہیں سنا تھا۔ جب آپ نے یہ شعر پڑھا تو تمام حاضرین پر ایسی کیفیت وحال طاری ہو گیا کہ سوائے "اٰمنّا وصدّقنا" کے کوئی دوسری بات کسی کی زبان سے نہیں نکلی۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو شیوخ اپنے مقام پر واپس ہوئے اور اس شعر کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ حضرت سید علی ہمدانی نے فرمایا کہ میرے بھائی اشرف کوئی بے معنی بات زبان سے کبھی نہیں نکالیں گے اور یہ شعر جو انہوں نے پڑھا ہے اسکی تاویل و توجیہہ کی تو بہت گنجائش ہے۔

"ہمائے ہمت" سے مراد ان کی حقیقت انسانیہ ہے اور پرواز کرنے سے مراد اس کا اپنی عین ثابتہ تک پہونچنا ہے۔ وحدت سے مراد تمام اسمائے الٰہی اور تمام صفات نامتناہی ہیں جو ان کی عین ثابتہ میں شامل ہیں اور چنگال میں لانے سے مراد اپنی اطاعت اور تبعیت میں لانا ہے تمام اعیان کو۔

جب کسی کی عین ثابتہ اس جمعیت کے قابل اور کسی شخص کے صور علمیہ اس شمولیت کی حامل ہو جاتی ہے تو یقیناً تمام دوسرے اعیان الٰہی اور صور علمیہ نامتناہی اس کے تحت آجاتے ہیں۔ چنانچہ اس طائفہ میں یہ بات مشہور ہے کہ بعض اولیاء کے دل ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کے دلوں اور بنی آدم کی خاطر کو ان کے حکم کے تحت کر دیا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کبھی تو صرف چند اصحاب کے ساتھ ہوتے تھے اور کبھی ہزاروں مخلوق اور لوگوں کا اژدہام آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ بعض اصحاب نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ:۔ "اللہ تعالیٰ نے قلوب عالم کو میرے قبضے میں دے دیا ہے۔ کبھی میں ان کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہوں تو اس وقت ایک اژدہام میرے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی میں ان کو آزاد کر دیتا ہوں تو اس وقت لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے ہیں

شطح:۔ حضرت اشرف جہانگیر نے فرمایا:۔

"انا اللہ لا الٰہ غیری"

یہ شطح کس طرح زبانِ مبارک سے نکلا اس کی تفصیل یہ ہے کہ: جب حضرت جہانگیر اشرف مع ارباب عالی روم کے سفر سے واپسی میں نواحیٔ گجرات میں پہونچے تو خانقاہِ عالم پناہ حضرت سید محمد گیسو دراز میں نزول فرمایا۔ حضرت سید محمد گیسو دراز کا وصال ہو چکا تھا اور آپ کے خلف برحق اور خلیفۂ اصدق حضرت سید ید اللہ آپ کے سجادہ نشین تھے۔ سیدزادہ بھی ایک جذبۂ قوی کے مالک تھے کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ سومن وزنی زنجیریں آپ کے ہاتھوں اور پیروں میں پڑی ہوتی تھیں اور وہ جاکر ایک پتھر پر بیٹھ جاتے تھے۔ شاہانِ وقت اپنی شاہزادیوں کو بطورِ نذر آپ کی نکاح میں دیدیتے تھے۔

آپ کی خانقاہ کے چاروں طرف آپ کے حرم کے مکانات تھے اور وسط میں سید ید اللہ کی خانقاہ تھی، جذبہ و مستی کا آپ پر اس قدر غلبہ تھا کہ اکثر کلماتِ شطحیات آپ سے ادا ہوجاتے تھے اور کبھی کبھی لفظ اعظم تجلّیات آپ کی زبان سے نکل جاتے تھے۔ آپ کی بیویوں میں سے اس روز جس کی نوبت اور باری ہوتی تھی آپ اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپ کے وصل سے شادکام ہوتی تھیں۔ مختصر یہ کہ سیدزادہ بھی حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت و ملازمت میں برابر حاضر ہوتے تھے اکثر اوقات حضرت قدوۃ الکبرا ایسے حالات بیان کرتے تھے جو دلوں میں اتر جاتی تھیں اور ان کے اصحاب کو تعجب ہوتا تھا۔

منقول ہے کہ ایک روز محفل سماع برپا تھی، گلبرگہ کے نواح و اطراف کے تمام اکابر و اصاغر حاضر تھے۔ جب محفل سماع ختم ہوئی تو توحید اور مذہب تفرید کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی، حضرت قدوۃ الکبرا اسرارِ توحید و آثارِ تفرید بیان فرماتے فرماتے یکبارگی جوش میں آگئے اور اس وقت بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ کلمہ ادا ہوا۔

"انا اللہ لا الٰہ غیری"

اس وقت بہت سے علمائے کاملین اور فضلائے متبحرین مجلس میں موجود تھے لیکن آپ کا یہ قول سنکر کسی میں دم مارنے کا یارا نہ تھا لیکن دوسرے دن ایک متعلم نے حاضر خدمت ہوکر اس موضوع پر بہت سے مقدمات ترتیب دے کر بحث کرنا شروع کردی۔ قاضی حجت خلیفہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس قول کی چند تاویلیں پیش کیں لیکن اس کی تسلی نہیں ہوئی، تب قاضی حجت نے فرمایا کہ انسان جب تک یہ مشرب (سلوک) نہ رکھتا ہو ان اسرار کا سمجھنا دشوار ہے۔ اس قول کی تاویل جو درویشوں کو موجب قبول ہو اور حصول مراد کا سبب بنے یہ ہے کہ حضرات صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی ذات سے مراد ایک ایسا دائرہ ہے جس کا نصف (دائرہ) واحدیت ہے۔ جو اس وجوب کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کا وصفِ خاص ہے اور دوسرا نصف (دائرہ) اسمار کونیہ کا ہے کہ امکان اس کے لوازم سے ہے۔ پس اسمار الٰہیہ جو اٹھائیس (۲۸) اسم کلی ہیں اس قوسِ وجوب میں رکھے گئے ہیں اور اٹھائیس[۲۸] اسمار کونیہ ہیں جو قوس امکان یا قوسِ کونیہ میں ہیں۔ جب عارف سیّار و سالک شطار اپنے عین ثابتہ

واحدیت (وجوب)
اسمار کونیہ

تک پہنچ جاتا ہے اور اس جمعیت کے اعتبار سے جو اس کی عین ثابتہ کو حاصل ہے وہ اس سے مطلع ہوتا ہے تو اس وقت وہ تمام اسماء الٰہیہ اور اسماء کونیہ کو اپنے اجزاء پاتا ہے۔

جب اس کا نام اپنے عین کے ساتھ اس کمال اور اسماء الٰہیہ اور اسماء کونیہ کے اشتمال کے ساتھ متجلی ہوتا ہے تو ہر آئینہ "اَنَا اللّٰہُ" پکار اٹھتا ہے۔

شطح: شیخ ابو علی قلندر پانی پتی کی حقیقتِ عینیہ اپنی جامعیت سے اس حد تک مطلع ہو گئی تھی کہ وہ کہہ اٹھے ؎

"واللہ کہ آرزوئے خدایم محقّراست"

(اللہ کی قسم میرے خدا کی آرزو محقّر ہے)

اور قاب قوسین سے گذر کر او ادنیٰ تک پہنچنا ہر چند کہ یہ مرتبہ خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے لیکن عارفان سیّار اور عاشقان تیز رفتار اس ہمت کے ساتھ جو ان کو میسّر ہے جب پرواز کرتے ہیں تو یہ صورت ہوتی ہے:۔

مثنوی

همای همت من بی پر و بال ۔۔۔ زد بر قلۂ توحید چنگال

دران صحرا ز بال لایزالی ۔۔۔ پر و بالی زنم چون لا اُبالی

کشد آنجای مرغ همتم سر ۔۔۔ نہ زور بال باشد نی رہِ پر

ترجمہ:۔ میری ہمت کے ہمانے بغیر پر و بال کے توحید کی بلند چوٹی پر پہنچ کر اپنے پنجے جما دیئے ہیں اس صحرائے وحدت میں "لایزالی" کے بازوؤں سے میں بے خوف و خطر پرواز کر رہا ہوں، اس طرح میری ہمت کا پرندہ وہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ جہاں نہ بازوؤں کی قوت کام آ سکتی ہے اور نہ ہی پر کام دے سکتا ہے۔

لطیفہ ۱۷

آداب صحبت و زیارت مشائخ و قبور و جبین سائی

(در بیان آداب صحبت و زیارت مشائخ و قبور ایشان و کیفیت وضع جبہ بین یدی الشیوخ)

قال الاشرف:

رویۃ المشائخ عبادۃ لوفات ھذہ العبادۃ لیس لھا وقت القضاء

(حضرت اشرف (جہانگیر) فرماتے ہیں کہ مشائخ کا دیدار ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو اس عبادت کی قضا ادا کرنے کا وقت نہیں ہے)

دیدار مشائخ کے فوائد

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد اصحاب طلب کے لئے یہ بہت اہم اور ضروری ہے کہ مشائخ روزگار اور مردانِ نامدار کی خدمت میں اپنی عمر گراں مایہ کو صرف کرے اس لئے کہ اُن کی ایک ملاقات سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے بہت سے چلّوں (اربعین) اور زبردست مجاہدوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ خاص طور پر اپنے پیر و مرشد کی نگاہِ لطف و کرم مُرید کیلئے اکسیر دولت ہے، نہ معلوم کس وقت مُرید اُن کی نگاہ کی اکسیر سے کندن ہو کر صاحب اسرار بن جائے۔

شعر

آنچہ زر میشود از پرتوِ آں قلب سیاہ
کیمیا ئیست کہ در صحبتِ درویشاں است

ترجمہ:۔ درویشوں کی صحبت ایسی کیمیا ہے کہ جس کے پرتو سے تاریک دل سونا بن جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ (خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ) پالکی میں سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے ایک جگہ آپ کو بہت زیادہ بھیڑ نظر آئی۔ آپ نے اپنے خادموں سے دریافت کیا کہ یہ کیسی بھیڑ لگی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہاں ایک درویش تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے پاس اُن کے معتقدین کا یہ ہجوم لگا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا محافہ اس درویش کے پاس لے چلو تاکہ میں بھی شرفِ ملاقات حاصل کرلوں۔ جب آپ کی پالکی درویش کے قریب پہنچی تو آپ نے کچھ دیر تک درویش پر نظر کی پھر فرمایا کہ پالکی یہاں سے واپس لے چلو، چنانچہ پالکی وہاں سے واپس لیجائی گئی۔ جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو آپ کے اصحاب و احباب نے دریافت کیا کہ آپ (بغیر ملاقات کے) واپس کیوں ہو گئے حضرت نے اس استفسار کے جواب میں فرمایا کہ درویش سے ملاقات کا مقصود اس کی نعمت کا معلوم کرنا تھا کہ وہ کس دولت و نسبت کا مالک ہے۔ جب اُسکو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے پاس کوئی نعمت نہیں ہے بلکہ ایک درویش کی نظر اس کے پردۂ بینی پر پڑ گئی تھی جس کے باعث اسکو یہ جمعیت حاصل ہو گئی (اتنی مخلوق اس کے پاس جمع ہے) مجھے امید ہے کہ اس نظر کی برکت سے سعادتِ ابدی اور دولتِ سرمدی بھی اسکو مل جائے گی ؎

قطعہ

سرفرازان را ببین کاندر زمان / می دہند از یک نظر ہر دو جہان
خیمۂ گردون بپا آوردہ اند / از طناب ہمت دریا دلان
شمع خورشید جہان میرد بدم / گر درفشد ذرہ از نور شان

ترجمہ:۔ ان سرفراز بندوں کو دیکھو کہ وہ ایک نظر سے دونوں جہاں کی دولت عطا فرما دیتے ہیں، یہی وہ حضرات ہیں کہ خیمۂ گردوں انہی دریا دل حضرات کی ہمت کی طنابوں سے قائم ہے۔ آفتاب جہاں کی روشنی بھی ماند پڑجاتی ہے اگر ان کے نور کا ایک ذرہ بھی چمکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا: منقول ہے کہ ایک قاتل کو قتل کی سزا میں سولی پر چڑھایا گیا، اُسی رات میں کسی بزرگ نے اسکو خواب میں دیکھا کہ وہی قاتل بہشت کے باغوں میں سیر کر رہا ہے اور جنت میں ہر طرح کی نعمتیں اسکو میسر ہیں، اس قاتل سے ان بزرگ نے دریافت کیا کہ تو دنیا میں ایک بہت بڑا قاتل تھا، آخرت میں یہ مرتبہ تجھ کو کس طرح حاصل ہوگیا اس نے جواب دیا کہ جب مجھے پھانسی پر چڑھایا گیا تو حضرت حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ ادھر سے گذر رہے تھے انہوں نے نظرِ شفقت سے مجھے دیکھا تھا اور میرے لئے دعا فرمائی تھی، حق تعالیٰ نے اُن کے دیدار کی برکت سے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے ارشاد کیا کہ جس نے بہت سے مشائخ کی زیارت کی ہے وہ اتنا ہی افضل و برتر ہے اُس شخص سے جس نے کم مشائخ کا دیدار کیا ہے۔ گروہ صوفیہ میں دیدار مشائخ کے سلسلے میں اسی طرح مجھے یہ اعزاز حاصل ہے

منقول ہے کہ شیخ ابوالحسنؒ نے جو نیشاپور کے مشائخ متاخرین میں سے تھے وہ نیشاپور کے مشائخ کے دیدار سے بہت بہرہ ور تھے، انہوں نے شیخ ابو عثمان حیری اور شیخ محفوظ کی نیشاپور میں زیارت کی اور سمرقند میں محمد فضیل بلخیؒ بلخ میں محمد فاضلؒ جرجان میں علیؒ رے میں ابو یوسف بن ابوالحسن، بغداد میں جنیدؒ و شیخ رویمؒ و سمنونؒ ابن عطاو حریری شام میں طاہر مقدسی و ابن جلا و ابو عمر دمشقی، مصر میں ابو بکر وراق و ابو علی رودباری کی صحبت پائی اور اسی طرح کے دوسرے بہت سے مشائخ کی انہوں نے زیارت کی اور اُن سے بہت سی احادیث نقل کیں۔ ایک روز شیخ عبداللہ خفیف اور شیخ ابوالحسن ایک تنگ پُل سے جب گزرنے لگے تو عبداللہ خفیف نے اُن سے کہا کہ تم پہلے آگے چلو، ابوالحسن نے کہا کہ مجھ میں ایسی کون سی فضیلت ہے کہ آپ کے آگے چلوں، انہوں نے فرمایا کہ آپ نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کو دیکھا ہے اور میں نے نہیں دیکھا

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ شیخ الاسلام کا ارشاد ہے کہ اس طائفہ صوفیہ کے لئے سب سے عظیم نسبت مشائخ کا دیدار اور ان کی صحبت ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ پیروں کا دیدار صوفیہ کے فرائض میں سے ہے کہ مشائخ اور پیروں کے دیدار سے وہ کچھ حاصل ہوتا ہے جو اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

حدیث قدسی میں وارد ہے:

مرضت فلم تعدنی سألت لم تجلنی۔ — میں بیمار ہوا تو نے عیادت نہیں کی۔ میں نے سوال کیا تُو نے جواب نہیں دیا۔

شیخ الاسلام کا بھی ارشاد یہی ہے کہ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا الٰہی! یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو مرتبہ دیا ہے کہ جس نے ان لوگوں کو پالیا اس نے تجھے پا لیا اور جس نے ان لوگوں کو نہیں پہچانا اس نے تجھ کو نہیں پہچانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَ تَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَ هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝ ۱ — اور تو اُن کو دیکھتا ہے جو تیری طرف نظر کرتے ہیں لیکن وہ تجھ کو نہیں دیکھتے۔

لیکن یہ بات جوانمردوں سے تعلق رکھتی ہے جوانمرد کو چاہیئے کہ جوانمرد کو دیکھے جس نے جوانمرد کو دیکھا گویا اس نے حق کو دیکھ لیا اس لئے کہ حق اس کے ساتھ ہے۔

(شیخ الاسلام فرماتے ہیں) قصہ سرمدِ حق، کبھی کبھی ایک غلام کو ایک غلام کے ہاتھ سے یکایک مل جاتا ہے، خود کو اس غلام کے بہانے سے لوگوں کی نگاہوں میں جلوہ آرا کرتا ہے تاکہ آنکھیں اُس کے دیدار سے آسودہ ہوں، لیکن جب یہ حقیقت رخصت ہو جاتی ہے تو پھر وہ غلامی میں آجاتا ہے اور اگر وہ حقیقت میں آزاد ہو گیا ہے تو پھر وہ غلامی میں واپس نہیں آتا اور یہ مناسب ہی ہے کہ غلامی کا فتنہ غلامی ہی سے پیدا ہوتا ہے اسطرح ایک حقیقت سے ہزاروں بہانے پیدا ہوتے ہیں جب بہانہ ختم ہو گیا تو حقیقت جلوہ نما ہو گئی۔ ہاں اس کام کو کون انجام دے سکتا ہے، یہ تو انسان کے بس کا کام نہیں۔ ایک کی نظر بہانے پر ہے اور ایک کی نظر حقیقتِ کار پر ہے۔ ایسے شخص کی نظر میں بہانے کی کیا حقیقت۔

قطعہ

صورتِ درویش را کردہ حجاب — حق فرود آید بمعنیٰ در نقاب

دیدگان معنیٰ بدیداز صورتش — دیدہ حق واللہ اعلم بالصّواب

ترجمہ :- صورت درویش کو تو ایک پردہ بنا لیا ہے، حق تو درحقیقت اس نقاب اور پردہ میں ہے وہی اس کا نظارہ کر سکتا ہے جس نے صورت میں معنیٰ (حق) کو تلاش کیا۔ پس اس نے حق کو دیکھ لیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کہا گیا ہے کہ حضرات صوفیا میں زیارت مشائخ ایک بڑی نسبت ہے اور ایک بلند مقام ہے کہ کسی شخص کے بارے میں یہ کہا جائے کہ فلاں صاحب نے فلاں مرشد محترم کی زیارت کی ہے یا فلاں شیخ کی صحبت سے بہرہ اندوز ہوا ہے۔ پس دیدار مشائخ کو بہت غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ پیروں کے دیدار کا موقعہ اگر ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اسکو نہیں پا سکتا۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ فنِ حدیث اور دوسرے علوم دینیہ میں میرے شیوخ بہت ہیں لیکن تصوف و حقیقت میں میرے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اگر میں اُن کے دیدار سے مشرف نہ ہوتا اور ان کی ارادت کا شرف نہ پاتا تو میں حقیقت کو نہیں جان سکتا تھا نفس اور حقیقت میں آویزش ہوتی رہتی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند کوئی شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو اور صغیرہ گناہوں سے بھی نہ بچتا ہو

---

۱ پ ۹ سورہ اعراف ۱۹۸

اگر کسی درویش کی نظر کیمیا اثر اس پر پڑ جائے تو بہت جلد اسکو مناہی و معاصی کے گرداب سے نکال کر انابت و توبہ کے ساحل پر وہ شیخ پہنچا دے گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا:۔
شیخ عیسیٰ میاد منی ایک بازاری عورت کے پاس سے گذرے، آپ نے اس فاحشہ عورت سے فرمایا کہ میں عشاء کی نماز کے بعد تیرے پاس آؤنگا۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوئی اور خود کو خوب بنایا سنوارا اور لباس فاخرہ پہنکر بیٹھ گئی نماز عشاء کے بعد شیخ اس کے یہاں پہنچے اور اس کے گھر میں دو رکعت نماز ادا فرما کر باہر نکل آئے، اُسی وقت اُس فاحشہ کی حالت دگرگوں ہو گئی، آلاتِ فسق توڑ پھوڑ کر آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور سارا مال و متاع خیرات کر دیا۔ شیخ نے اُس خاتون کا نکاح اپنے ایک مُرید سے کر دیا اور اس درویش سے کہا کہ اس نکاح کی دعوتِ ولیمہ کر دو اور اس میں عصیدہ پکاؤ اور اس کیلئے روغن خرید دو۔ وہاں کے ایک رئیس کو جو اس خاتون کی طرف مائل تھا یہ قصہ سنکر بہت تعجب ہوا۔

بیت

فتادہ کشتی اندر بحرِ عصیان
کہ بیرونش کند جز لطف یزدان

ترجمہ:۔ وہ کشتی جو بحرِ عصیاں میں ڈانواں ڈول ہو رہی ہے اسکو خدا کی مہربانی کے سوا کون ساحل سے لگا سکتا ہے۔
اور جب یہ معلوم ہوا کہ اسے ایک درویش کے نکاح میں دے دیا گیا ہے لیکن ولیمے کے عصیدہ کی تیاری کے لئے روغن نہیں ہے تو امیر نے از راہ تمسخر دو بوتلیں شراب سے بھری ہوئی شیخ کے پاس بھیجدیں اور کہلا بھیجا کہ مجھے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی اور میں یہ دو بوتل روغن بھیج رہا ہوں اسکو عصیدہ میں ڈال کر کھائیں۔ جب امیر کا فرستادہ پہنچا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آنے میں بہت دیر کر دی، پھر ان دونوں بوتلوں میں جو کچھ تھا عصیدہ میں ڈال دیا اور فرستادہ سے فرمایا بیٹھو اور کھاؤ، عصیدہ میں پڑا ہوا روغن اسقدر لذیذ تھا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کھایا تھا۔ امیر کو جب اس کرامت کی خبر ہوئی تو امیر بھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کے ہاتھ پر توبہ کی۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے مریدوں اور اصحاب میں باہمدگر اسقدر اخلاص و اتحاد ہونا چاہیئے کہ اسباب اور دوسرے ساز و سامان میں من و تو کا معاملہ پیدا نہ ہو کہ ایک کہے یہ پاپوش میری اور دوسرا کہے کہ میری ہے تو یہ یگانگت اور خصوصیت کے خلاف بات ہوگی بلکہ کسی کو بھی ملکیت کا مدعی نہیں ہونا چاہیئے، کہ بے ملک ہونا ہی ان حضرات (صوفیہ) کی صفت ہے۔ ان کا ایک مالک ہے جس کے یہ سب مملوک ہیں اور مالک اپنی ملک میں جسطرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے

قطعہ

چند چیز از روئے انصاف ای عزیز — شرط باشد درمیان دوستان
اولاً تقدیم کام شان بہ دل — بر مرادِ خویشتن تو فرض دان
ثانی آن کز دشمنانِ این گروہ — دور باش از نزدِ ایشان در جہان
ثالث آن باشد کہ اندر یک دگر — آنِ تو و آنِ ما نبود روان

ترجمہ:۔ اے عزیز! دوستوں کے درمیان از روئے انصاف چند چیزوں کا ہونا بہت ضروری ہے اور شرط دوستی

ہے اوّل یہ کہ ان کے کاموں کی انجام دہی اپنے کاموں پر مقدم سمجھنا، دوسرے یہ کہ جو لوگ ان درویشوں کے مخالف ہیں اُن سے دور ہی دور رہنا، تیسرے یہ کہ آپس میں یہ چیز میری ہے اور وہ چیز تیری ہے کا فرق اور دعوا نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ میں "من" "تو" باقی نہیں رہنا چاہیئے۔

ارادت کیا ہے؟ حضرت اشرف جہانگیر نے فرمایا الارادت ھو توفیق الارادۃ علی مراد اصحابہ۔
ترجمہ:۔ ارادت کے معنی ہیں اپنے ارادے کو دوستوں کی مراد کے موافق کر لینا۔

یہاں یہ بات واضح ہونا چاہیئے کہ شیخ و مرید کی سیرت اور آداب کا ذکر کلی سابقہ لطیفہ میں بیان ہو چکا ہے، یہاں ہم اصحاب طریقت اور طالبانِ سلوک کے تمام آداب بیان کرتے ہیں اور یہ تمام آداب بطور ایجاز صرف اس ایک بات میں مندرج و متضمن ہیں کہ طالب صادق کو چاہیئے کہ اپنی مراد سے اپنے اصحاب کی مراد کو مقدم رکھے اور اپنی ارادت کے حقوق سے جزوی اور کلی طور پر عہدہ برآ ہو۔

مثنوی

بر مراد ان کو نہادہ پائی نیست　　　بر بساطِ قرب اورا جای نیست
بلکہ بر خود پائی نہ ای ہوشیار　　　تا نہی پا بر سریرِ وصل یار

ترجمہ:۔ جس نے مرادوں پر پیر نہیں رکھا ہے، بساطِ قرب پر اسکی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اے ہوشیار! اپنے اوپر پیر رکھ، تاکہ وصالِ یار کے تخت پر تو پیر رکھ سکے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہوسکے اپنے مرشد، استاد اور والدین کی جانب بغیر وضو نظر نہ کرے۔ اسیطرح آسمان کی طرف بھی بغیر وضو نہیں دیکھنا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ اپنے بڑوں کے سامنے گفتگو بہت کم کرے، دائیں بائیں نہ دیکھے۔ جب تک اُن کی مجلس میں حاضر رہے ایک جگہ جم کر بیٹھے اور پیر و مرشد کھڑے ہوں تو خود بھی کھڑا ہو جائے۔ گفتگو میں پہل نہ کرے، اسی طرح چلنے میں بھی پیشقدمی نہ کرے، جہاں تک ممکن ہو پیر کے آستانہ پر بغیر وضو کے حاضر نہ ہو۔ جب اندر داخل ہونے لگے تو آستانہ (دہلیز) کو بوسہ دینا اپنے اوپر لازم سمجھے، پیر و مرشد کے سامنے نوافل بھی ادا نہ کرے۔ اسی طرح دوسرے اوراد و وظائف بھی اُس وقت نہ پڑھے کہ پیر کے دیدار سے ان میں سے کوئی شئے بھی بالاتر نہیں ہے۔ مُرشد کا دیدار اُن سب سے بالاتر ہے۔

قطعہ

اگر باشد نظر بر قامتِ شیخ　　　نمازی گر گزارد سہو باشد
نمازی مقتدی عشق آنست　　　کہ در محراب ابرو محو باشد

ترجمہ:۔ اگر مُرید کی نظر قامتِ شیخ پر ہے تو اس وقت وہ اگر (نفلی) نماز ادا کرے گا تو یہ بھی بھول ہوگی کہ مقتدئ عشق کی نماز تو بس یہی ہے کہ وہ محراب ابرو کے دیدار میں محو رہے۔

مرشد کے سامنے جا نماز بھی نہیں بچھانا چاہیئے۔ اگر اس بات کا یقین ہے کہ وقتِ مقررہ کا کوئی وظیفہ

فوت ہو جائے گا اور کوئی دوسری جگہ ایسی نہیں ہے کہ مصلّٰے بچھایا جاسکے تو شیخ کے عقب میں جاکر اسکو ادا کرے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ افتراش سجادہ دو طرح کا ہوتا ہے، ایک تو سجادۂ نماز ہے، دوسرے وہ سجادہ ہے کہ جس پر ہمیشہ بیٹھا جاتا ہے اس پر بیٹھنا بھی بغیر مرشد کی اجازت کے درست نہیں ہے۔ بعض مشائخ چوکور نہالچہ بیٹھنے کے لئے بنا لیتے ہیں اور اس پر بیٹھتے ہیں یہ بھی رعونت سے خالی نہیں ہے لیکن اکثر بزرگ ایسا کرتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا تو زری کے سجادہ پر اکثر جلوس فرمایا کرتے تھے، منقول ہے کہ حضرت شیخ برہان الدین غریبؒ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کی اجازت کے بغیر سجادہ پر بیٹھا کرتے تھے، جب یہ بات حضرت سلطان المشائخ نے سنی تو آپ نے اسکو پسند نہیں فرمایا اور شیخ برہان الدین غریب سے آپ ناراض ہو گئے، انہوں نے ہر چند عذر خواہی کی لیکن آپ کی ناگواری دور نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہٗ نے آپ کی سفارش کی تب آپ نے معاف کیا۔

قطعہ

خطائی گر رود از دستِ درویش   صواب آنست کہ آرد پای مردی
چو مجد الدین بہ نجم الدین کبریٰ   بیارد پائی مردی پائی مردی

ترجمہ:۔ اگر کسی درویش سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو درست طریقہ یہی ہے کہ اس کی معافی کا خواستگار ہو جس طرح شیخ مجد الدین سے جب شیخ نجم الدین کبریٰ کے حضور میں ایک غلطی سرزد ہوئی تو انہوں نے جوانمردی سے کام لیتے ہوئے آپ سے معافی مانگی۔

شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو شیخ کی طرف پیٹھ کرنے سے گریز کرے۔ اگر فاصلہ بہت زیادہ ہو تو پھر کچھ مضائقہ نہیں ہے البتہ جب قریب ہو تو اسکو ملحوظ رکھے، مرید مرشد کے حضور میں جس قدر بھی عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرے گا اسی قدر اس کی راہ (سلوک و طریقت) میں ترقی ہوگی اور شیخ کی خدمت میں جس قدر عجز و انکسار کرے گا وہ اس کے عروج کا باعث ہوگا۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک مرید سے آپ کا سامنا ہوا۔ وہ مرید فوراً گھوڑے سے نیچے اتر پڑا اور شیخ (جو خود بھی گھوڑے پر سوار تھے) کے زانو کو بوسہ دیا۔ شیخ نے فرمایا اور نیچے، اس نے اور نیچے آپ کی پنڈلی کو بوسہ دیا، شیخ نے فرمایا اور نیچے، اس نے اور نیچے بوسہ دیا، لیکن شیخ یہی فرماتے رہے اور نیچے، اور نیچے، یہاں تک کہ اس مرید نے گھوڑے کے سُم کو بوسہ دیا۔ تب حضرت شیخ نے فرمایا تم کو معلوم ہے کہ ہم نے تم کو اسقدر نیچے بوسہ دینے کا حکم کیوں دیا؟ مرید نے کہا حضرت شیخ اس بات کو زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا اس منزل پر ہم تمہارا عروج ملاحظہ فرما رہے تھے ؎

قطعہ

مریدان را تنزل پیش پیران   بہر نوعی کہ شد معراج باشد
رود ہر چند لؤلؤ در تگِ بحر   برآید بر سرو بر تاج باشد

ترجمہ:- مریدوں کا شیخ کے حضور میں عجز و انکسار جس قدر بھی ہوتا ہے وہ اُن کے عروج کا سبب ہوتا ہے دیکھو! موتی سمندر کی تہہ میں چلا جاتا ہے اور جب نکلتا ہے تو یہ عروج ملتا ہے کہ تاج اور سر کی زینت بنتا ہے۔

مُرید کو چاہیئے کہ مرشد سے ملاقات کے وقت جوتیاں اتار دے اور پھر پیر و مرشد سے صرف سلام ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ مرشد کی پا بوسی کرے اور سر جھکا لے، دست بوسی بھی کرے، اس فقیر کے خیال میں سوائے پابوسی کے سلام نہ کرے۔ سر جھکالے اور دست بوسی بھی نہ کرے۔

نماز کی امامت مرشد کو یا سر حلقہ کو کرنا چاہیئے۔ اگر پیر کا حکم ہو کر نماز پڑھائے تو فوراً آگے بڑھ جائے کہ اس میں ایک حکمت ہے۔ امامت ختم ہوتے ہی مرید کو چاہیے کہ بہ عجلت تمام اپنی جگہ پر چلا جائے۔ دُعا اور مناجات شیخ کے لئے چھوڑ دے تاکہ وہ دعا و مناجات کرے۔

اگر مرشد یا اکابر کا بچا ہوا پانی یا کھانا مل جائے یا کوئی کھایا ہوا پھل تو اس کو کھڑے ہو کر کھائے اور اسکو ایک نعمت جانے، پیر کا خرقہ جہاں تک ہو سکے بغیر وضو کے نہ پہنے۔ پاخانے یا کسی اور ناپاک جگہ پر اکابر کے خرقہ کو پہن کر نہ جائے جیسا کہ حضرت روزبہان بقلی کا واقعہ ہے کہ وہ ایک گانے والی کی محبت میں مبتلا ہو گئے اور یہ بات کسی اور شخص کو معلوم نہیں تھی اگرچہ وہ حسینہ کے حسن میں حسنِ حقیقت کا مطالعہ کرتے تھے لیکن اکابر کے خرقہ کو انہوں نے اتار دیا تھا۔ اس محبت کے باوجود ان کا وجد اور وجد میں نعرے لگانا اسی طرح جاری تھا لیکن پہلے وہ آہ و زاری خدا کیلئے تھی اور اب یہ نعرے اور بے قراری اس مغنّیہ کے لئے ہوتی تھی، لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ سب کچھ اللہ کی محبت میں ہوتا ہے چنانچہ آپ ایک دن حرم شریف کے صوفیہ کی مجلس میں آئے اور اپنی محبت کا قصہ ان لوگوں سے بیان کر کے کہا کہ میں اپنے حال میں کاذب نہیں بننا چاہتا، اور خرقہ ان کے سپرد کر دیا اور مغنّیہ کی خدمت میں آنے جانے لگے۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ تم سے محبت کے یہ مدعی ایک عظیم ولی اللہ ہیں۔ یہ سُنکر اس نے توبہ کی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کیفیت کے پیدا ہوتے ہی مغنّیہ کی محبت آپ کے دل سے زائل ہو گئی۔ اس کے بعد آپ مجلس صوفیہ میں دوبارہ آئے اور وہ خرقہ پھر پہن لیا۔

مرشد کا لباس جو ولایت کی خلعت اور اسکی عنایت کا لباسِ فاخرہ ہے اگر قسمت سے مل جائے تو اسکو کبھی نہ دھوئے، ہاں اگر پیر نے وہ لباس زیب تن نہیں کیا ہے تو اس کے دھونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، اگر بطور امانت کوئی لباس سپرد کرے تو خیال رکھے کہ وہ لباس پیروں کے نیچے نہ آئے۔

اپنے پیر و مرشد کے یہاں حاضری دے یا اکابرین میں سے کسی کے یہاں حاضری کا موقع ملے تو خانقاہ، مسکن یا مکان کا جائزہ نہ لے۔ مرشد یا اصحاب مرشد کے ساز و سامان کو نہ دیکھے کہ یہ بھی ایک قسم کا سوال کرنا ہوگا۔ اگر کسی ساتھی یا

دوست سے کوئی لغزش ہو جائے تو اشارے کنایہ میں تنبیہ کرے، اگر وضاحت کی ضرورت آ ہی پڑے تو تنہائی میں اس کا اظہار کرے۔ احباب آپس میں ادب کو ملحوظ رکھیں اور یہ جو کہا گیا ہے کہ صحبت بے تکلف ہونا چاہیئے اس سے مراد یہ ہے کہ دوستوں سے اپنی تعظیم کا خواستگار نہ ہو اور نہ خود اپنی طرف سے ایسے ادب کا اظہار کرے سوائے اس صورت کے کہ آپس میں خصوصی روابط ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مجھے یہ بات بہت عجیب معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کہتے ہیں فلاں میرا یار ہے اسلئے کہ یار کا یار ہونا اور یاری کی شرائط بجالانا بہت ہی مشکل کام ہے بلکہ جان سے گذر جانے سے بھی مشکل ہے البتہ یہ کہنا ہم ایک دوسرے کے آشنا ہیں۔

غزل

ای دریغا در زمانہ یار نیست	یار چہ بود درجہان اغیار نیست
زانکہ اغیار از قسیم یار شد	یار کو اندر سخن بیدار نیست
شرط ادنیٰ درمیانِ دوستان	جان سپردن باشد اندر یار نیست
یار نزدیک ست از نورِ دو چشم	لیک در چشم تو این انوار نیست
نورِ او تابان تر از خورشید چرخ	ہست چشم موش را دیدار نیست
اشرف آن یارے کہ دیداز چشم خویش	وصفِ او را قوتِ گفتار نیست

ترجمہ:- ۱۔ ہائے افسوس کہ اس دنیا میں کوئی یار موجود نہیں ہے، یار تو یار ہے اغیار بھی ناپید ہے۔

۲۔ اس لئے کہ اغیار بھی یار ہی کی ایک قسم ہے (کہ وہ یار کا یار ہوتا ہے) لیکن جب یار ہی ناپید ہے تو اغیار کی بات واضح نہیں ہے۔ (یار نہیں تو اغیار کہاں سے آئے گا)

۳۔ دوستوں کے درمیان دوستی کی ادنیٰ شرط جان سپردن ہے (اپنی جان دوست کے حوالے کردینا ہے جو کہ اب نہیں پائی جاتی۔

۴۔ حقیقت میں حقیقی دوست تو دو آنکھوں کے نور سے بہت قریب ہے لیکن محرومی کا باعث یہ ہے کہ تیری آنکھوں میں وہ نور نہیں ہے۔

۵۔ وہ نور خورشیدِ فلک سے بھی زیادہ تاباں اور درخشاں ہے لیکن قصور چھچھوندر کا ہے جو اسکو نہیں دیکھ سکتی۔

۶۔ اے اشرف! اس دوست کا نظارہ جس نے بھی کیا ہے وہ اس کا وصف بیان نہیں کرسکتا کہ اس کے وصف کو بیان کرنے کیلئے قوتِ گفتار ہی نہیں ہے۔

آداب لباس حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس طائفہ علیہ (صوفیہ) کے یہاں آداب لباس یہ ہیں کہ ایسا لباس پہنا جائے جس سے رعونت پیدا نہ ہو۔ صوفیہ کا لباس اُن کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ہوتا ہے یعنی لباس جس مقام کے لئے مخصوص ہے وہ مقام حاصل کئے بغیر اسکو پہننا مناسب نہیں ہے۔ مبتدی کے لئے ایسا لباس پہننا جس سے تکبر اور رعونت پیدا ہو بالکل منع ہے۔ منتہی حضرات کیلئے منع نہیں ہے کہ وہ ان مراحل سے

بالاتر ہیں۔ عام طور پر حضرات صوفیہ جو لباس پہنتے ہیں وہی لباس استعمال کرنا چاہیئے، باریک کپڑے پہننے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ بعض حضرات نے اس سلسلہ میں یہ سمجھا ہے کہ باریک تہہ بند پہننے سے روکا گیا ہے، لباس ایسا ہونا چاہیئے جو باریک اور موٹے کے بین بین ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ لباس کی زینت نماز کے لئے مخصوص ہونا چاہیئے۔ لوگوں کے دکھاوے کے لئے نہیں ہونا چاہیئے۔ منقول ہے کہ حضرت سفیان ثوری قدس اللہ سرہٗ نے ایک بار اُلٹا جامہ پہنکر نماز ادا کی، جب وہ نماز پڑھ چکے تو لوگوں نے کہا آپ اُلٹا جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ اسکو سیدھا کرکے پہن لیجیئے۔ آپ نے فرمایا کہ اب سیدھا کرکے پہننے سے کیا فائدہ؟ میں نماز تو پڑھ چکا اب کیا میں دکھاوے کیلئے سیدھا کرکے پہنوں! مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا۔

شعر
چہ کار آید لباس زیب و زینت
چو بہر دیدنِ دلدار نبود

ترجمہ:۔ اس لباس کی زیب و زینت سے کیا فائدہ! جو دلدار کے دکھاوے کیلئے نہ ہو۔

لباس کوتاہ ہونا چاہیئے کہ زیادہ پاکیزگی اسی میں ہے خصوصاً ازار (تہہ بند) ٹخنوں سے نیچے نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر موٹا اور کھُردرا کپڑا نفس کشی کے لئے پہنا جائے تو بہتر ہے۔ اگر نفیس کپڑا فقیر کی ستر پوشی کے بقدر ہو تو اسکو کام میں لائے نفیس یا معمولی کپڑے کا پابند نہیں ہونا چاہیئے بلکہ جیسا کپڑا بھی میسر آجائے وہ استعمال کرے۔

حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی مخصوص کپڑے کے پابند نہیں تھے کبھی تو وہ دستار باندھتے تھے جو انہوں نے دس دینار میں خریدی تھی اور کبھی اس عمامہ کو باندھتے تھے جس کی قیمت صرف دس پیسے تھی اسی طرح حضرت گنج شکر قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کے پاس کہیں سے نفیس کپڑا آگیا تھا آپ کا پیرہن اس کپڑے سے قطع کیا گیا لیکن کپڑا کم پڑ گیا۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے آپ نے پلاس (گزی) دے دیا۔ جب جامہ تیار ہو کر آیا تو اس نفیس ریشمی کپڑے میں پلاس کا بھی ایک ٹکڑا لگا ہوا تھا۔ اصحاب خدمت نے اس پر بہت تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کہ ستر دونوں سے یکساں حاصل ہوتا ہے، بہر حال مناسب یہی ہے کہ کپڑا اوسط درجہ کا ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب چراغدار چراغ روشن کرے (شیخ کی خانقاہ میں یا خانۂ شیخ میں) تو اس وقت پر صوفیہ میں جو دعا معمول ہے وہ یہ دعا پڑھے:۔

نور اللہ قلبك بحسن شرار المحبة والمعرفة۔

ترجمہ:۔ اللہ تیرے دل کو شرارِ محبت و معرفت کے حسن سے نورانی کردے۔

فتوح کا قبول کرنا

اسی سلسلہ میں فتوح کے قبول کرنے کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگر صوفی کا کوئی روزینہ نہ ہو اور کسی کسب سے اسکو روزی حاصل نہ ہوتی ہو تو عبادتِ الٰہی اور بھائیوں کو نصیحت کرنے کی قوت کو بحال رکھنے کے لئے فتوح قبول کرلے۔ ہمارے اسلاف کرام نے فتوح قبول کرنے میں یہ تفتیش ضروری کی ہے کہ فتوح نذر کرنے والا یہ جو کچھ بطورِ نذرانہ پیش کر رہا ہے اس کو یہ مال یا شئے کس طرح

حاصل ہوئی ہے یعنی اخذ فتوح میں تفتیش کر لینا چاہیئے لیکن بعض مشائخ کرام اخذ فتوح میں صرف معطیٔ حقیقی پر نظر رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو شبہ کے مال سے نہیں کھلواتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک روز ہم حضرت علی ثانی حضرت سید علی ہمدانی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ امرائے لاچین (ترک) میں سے ایک امیر نے دعوت میں بلایا اُس نے حضرت علی ہمدانی رح کے امتحان اور آزمائش کے لئے مشتبہ طعام تیار کرایا تھا یعنی ایک ضعیفہ سے ایک مرغ زبردستی چھین کر پکوایا تھا اور ایک مرغ وجہ حلال سے (خرید کر) الگ پکوایا تھا۔ امیر نے باورچی سے کہہ دیا تھا کہ حلال اور حرام مرغ کو اسطرح دسترخوان پر رکھنا کہ وجہ حلال سے حاصل کیا ہوا مرغ میرے سامنے ہو اور مشتبہ مرغ شیخ کے سامنے رکھنا، جب کھانا سامنے رکھا گیا تو باورچی یہ بات بھول گیا اور اس نے حلال مرغ حضرت شیخ کے سامنے اور مشتبہ مرغ امیر کے سامنے رکھدیا۔ جب کھانا کھا چکے اور ہاتھ دھونے کے لیے طشت لایا گیا تو اُس وقت امیر نے شیخ علی ہمدانی سے کہا کہ حضرت میر آپ نے کھانے میں احتیاط نہیں برتی۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حلال کھانے والے کو حلال ہی کھلواتا ہے اور اسوقت بھی ایسا ہی ہوا ہے جب اس بات کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس ضعیفہ سے یہ مرغ چھینا گیا تھا وہ حضرت کی مریدنی تھی اور اس نے یہ مرغ حضرت کی فتوح میں پیش کرنے کیلئے پرورش کیا تھا اور امیر کے کسی غلام کو بھی یہ بات اُسوقت بتادی تھی اور کہا تھا کہ یہ مرغ ایک درویش کی نذر کا ہے، علاوہ ازیں دوسرا مرغ امیر کے کہنے کے مطابق اس کے سامنے نہیں رکھا گیا بلکہ حضرت شیخ کے سامنے رکھا گیا۔ امیر بہت شرمندہ ہوا، توبہ کی اور حضرت شیخ کے نیازمندوں میں شامل ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زرِ زکوٰۃ اور غیر شرعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا مال فقیر کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ زکوٰۃ مال کا میل کچیل ہے، علاوہ ازیں فتوح میں جو کچھ حاصل ہو اس کا ذخیرہ نہ کرے۔ نہ صبح کی فتوح کو شام کے لیئے اسی طرح شام کی فتوح کو صبح کے لئے بچا کر نہ رکھے تاکہ وہ اس حکم کو بجالائے۔

الفقر بذل الموجود وترک طلب المفقود۔

ترجمہ:۔ یعنی موجود کا خرچ کرنا اور غیر موجود کا ترک کرنا ہی فقر ہے۔

ہاں اگر اکابر کے اعراس یا کسی دوست کا قرض ادا کرنے کے لئے جمع کرے تو روا ہے۔ فتوح کو اصحاب مجلس میں تقسیم کر دینا چاہیئے کہ تحفوں میں سب کا حصہ ہے۔ "الھدایا مشترك" یعنی اگر فتوح بصورت لباس حاصل ہو تب بھی سب کو اس میں شریک کرے۔

جب گھر سے کسی شیخ کی زیارت کے لئے نکلے اور راستہ میں کچھ فتوحات میسر آئیں تو سب اُس شیخ کی خدمت میں پیش کرے، ورنہ شرکت سے تو کسی حال میں محروم نہ کرے۔ اکابر و شیوخ کی خدمت میں کبھی خالی ہاتھ نہ جائے، کوئی چیز بطور ہدیہ ضرور ساتھ لے خواہ وہ پھول یا سبزہ ہی کیوں نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من زار کریماً صفر الیدین رجع مصفرّ الخدین۔

ترجمہ:۔ جس نے کسی کریم سے خالی ہاتھ ملاقات کی وہ زرد ہو کر لوٹا۔

درویش بھی زائر کو کچھ نہ کچھ تبرک ضرور دے چاہے ایک گھونٹ پانی ہی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من زار حیًّا و لم یذق منہ شیئًا فکانما زار میتًا۔

ترجمہ:۔ جس نے کسی زندہ سے ملاقات کی اور اس کے یہاں کچھ نہ چکھا تو گویا کسی مردے سے ملاقات کی۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک طالب طریقت کسی عزیز (درویش) کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا اس کے پاس پیش کرنے کے لئے کوئی تحفہ موجود نہیں تھا اس نے ایک ڈھیلا ہاتھ میں لے لیا وہاں پہنچکر وہی ڈھیلا پیش کر دیا۔ اتفاق سے وہی ڈھیلا اُن درویش کے کام آیا۔

جب ملاقات کرنے والا درویش کی خدمت میں پہنچے اور اسکو کسی کام میں مشغول پائے جیسے دیوار اٹھانا اور جھاڑو دینا وغیرہ (کہ مشائخ نے ہمیشہ یہ کام کئے ہیں) تو زائر کو چاہیئے کہ اس کام میں اس کا ہاتھ بٹائے، جب کوئی شخص جمعہ، چہارشنبہ یا مہینے کی پہلی تاریخ کو از قسم ماکولات و اجناس کچھ پیش کرے تو فوراً قبول کرلے اور کھانے کی چیزوں کو فوراً کھالے، اسلئے کہ وہ لوگ جو کچھ پیش کرتے ہیں اس کے ساتھ ایک غیبی نعمت موجود ہوتی ہے جو اثر کرتی ہے ؎

مصرع

از دست دوست ہر چہ ستانی شکر دہد

ترجمہ:۔ دوست کے ہاتھ سے جو کچھ ملتا ہے میٹھا ہوتا ہے۔

اگر فتوح کرنے والا خود موجود ہو تو یہ دعائیہ کلمات کہے:۔

جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا وَ تَقَبَّلَ اللهُ مِنْكَ

اور اگر موجود نہ ہو تو اسطرح کہے:۔

جَزَاهُ اللهُ خَيْرًا وَ تَقَبَّلَ اللهُ مِنْهُ۔

درویش اگر جامہ یا جائے نماز (مصلیٰ) پیش کرے تو اللہ کے شکر میں دوگانہ ادا کرے۔ اور فتوح میں جو کچھ ملا ہے وہ اپنے شیخ کے حضور میں لے کر حاضر ہو۔ درویش جب کسی کی ملاقات کیلئے روانہ ہونے لگے تو خادم اُسکے روانہ ہونے سے پہلے اس بزرگ کو مطلع کرے کہ فلاں آپ سے ملنے کے لئے آرہے ہیں تاکہ عدم ملاقات کا حجاب درمیان سے دور ہو جائے۔

مزارات کی زیارت کرنے کے بعد کسی مریض کی عیادت کو نہیں جانا چاہیئے، اگر جانا بہت ہی ضروری ہو تو راستہ میں دوگانہ ادا کر کے عیادت کے لئے جائے۔ عیادت کے وقت مریض سے امید افزا اور حیات انگیز باتیں کرنا چاہیئے اس کے خلاف نہ کرے۔ خوشی اور مسرت کی مجلس یا محفل میں غم انگیز باتیں نہیں کرنا چاہیئے اسی طرح نکاح کی مجلس میں

طلاق کا ذکر نہ کرے، غرضیکہ ہر محفل یا مجلس میں وہاں کے ماحول کے مطابق گفتگو کرے، چاندرات کو سفر کے دوران اگر امامت کرنے کا اتفاق ہوجائے تو ایسی آیات کی تلاوت نہ کرے جو عذابِ الٰہی یا خشیتِ الٰہی پر مشتمل ہوں ممکن ہے کہ کوئی شخص تلاوت کی جانے والی آیات سے فال لینا چاہتا ہو۔

اگر کوئی شخص ملاقات میں کنگھا بطور نذرانہ پیش کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ شانہ کسی چیز میں لپٹا ہوا ہو، شانے کو محفوظ کر کے نذر کرے۔ کھلا شانہ قطع محبت کا موجب ہوتا ہے چنانچہ کاغذ یا کپڑے میں لپیٹ کر پیش کرے اسی طرح چھری بغیر غلاف کے نہ دے اس کا بھی وہی اثر ہوتا ہے اور اس کے ساتھ خربوزہ یا گوشت دے کیونکہ یہ دونوں چیزیں چھری سے بہت آسانی سے کٹ جاتی ہیں۔ اسی طرح پانی کا برتن خالی نہ دے (بھر کر دے) مجلس میں سفید ریش درویش کو سیاہ ریش درویش پر مقدم رکھیں (آگے بٹھائیں) اسی طرح مخلوق کو غیر مخلوق پر ترجیح دیں۔ اکابر صوفیہ اپنے احباب کو مصلا، تسبیح، شانہ، عصا اور چھاگل وغیرہ جو کچھ دیتے تھے ان میں سے ہر چیز حقیقت اور معنی کی طرف ایک اشارہ ہوتا تھا۔

زیارتِ قبور اس مجلس میں زیارتِ قبور کا بھی ذکر چھڑ گیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اکابر کی زیارت کے بعد جو مسندِ ارشاد پر متمکن ہیں، اکابر کے مزارات کی زیارت بھی ضرور کرنا چاہیئے کہ بعض اربابِ طریقت اور اصحابِ معرفت نے اپنے مقصودِ حقیقی کو ان قبور کی زیارت و ملازمت ہی سے حاصل کیا ہے چنانچہ حضرت مولانا زین الدین نے حضرت شیخ الاسلام شیخ احمد جامی کی روحانیہ مبارکہ سے رشد و برکاتِ الٰہی و فتوحات نامتناہی حاصل کی تھیں جب وہ شدید ریاضات اور منتخب مجاہدات سے فارغ ہوئے تو شیخ الاسلام جامی کی روح پر فتوح ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے درد کی دوا ہمارے شفاخانہ میں رکھی ہے۔ مولانا زین الدین کا یہ دستور تھا کہ وہ سات سال تک مسلسل پا پیادہ اور اکثر برہنہ پا آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوتے رہے اور اس گنبد میں جو آپ کے مزار مبارک کے سامنے تھا جا کر کھڑے ہو جاتے اور تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہتے۔ اور قدم قدم آگے بڑھتے رہے۔ اسی طرح ایک ایک بڑھاتے بڑھاتے سات سال کی مدت میں آپ کے مزار مبارک تک پہنچے۔ مزار مبارک کے قریب پہنچ کر بھی کچھ وقت کھڑے رہتے کبھی دور اور کبھی نزدیک آخری دور میں بیٹھ جاتے، اُن سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی آنحضرتؐ کے اشارے کے مطابق تھا۔ اس طرح تیس سال کی مدت میں آپ نے ایک ہزار بار قرآن پاک کا ختم مکمل کر لیا، تب کہیں وہ اپنے منزل مقصود کو پہنچے۔ حضرت شیخ الاسلام کی روحانیہ سے حکم ہوا کہ اب امام رضا رضی اللہ عنہ کے مشہد مقدس کی زیارت کا اہتمام کرو، چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور وہاں حاضر ہو کر انہوں نے فیض حاصل کیا اور گوناگوں نوازشوں سے سربلند ہوئے وہاں سے فیضیاب ہو کر وہ طوس کے مزارات مقدسہ کی زیارت کیلئے طوس پہنچے اور وہاں تمام مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے، ایک رات وہ حضرت شیخ ابونصر سراج قدس اللہ سرہٗ کے مزار پر موجود تھے خواب میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: "کل شہر میں تمہاری ملاقات ایک ایسے درویش سے ہوگی جو عریاں رہتا ہے تم اُن کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرنا صرف سجدہ نہ کرنا"۔ جب صبح کو یہ شہر طوس کے اندر گئے تو ان کو شہر میں بابا محمود طوسی مجذوب بالکل اسی شکل و صورت کے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا، سامنے سے آتے ہوئے

نظر آئے جیسے ہی انہوں نے مولانا کو دیکھا تو فوراً زمین پر لیٹ گئے اور نمدے سے اپنے سر کو چھپا لیا۔ مولانا انکے قریب پہونچے اور کچھ دیر کھڑے رہے، بابا محمود طوسی نے کچھ دیر کے بعد نمدے سے سر باہر نکالا اور کھڑے ہوگئے اور خود کو مخاطب کر کے کہا "اے محمود! تو ایسے شخص کی تعظیم نہیں کرتا جس سے شیخ ابو نصر سراج کے مزار پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات فرمائی اور ان کو تیرا پتہ بتایا۔ آسمان کے فرشتے بھی اُن سے حیا کرتے ہیں۔ مولانا نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور اُن سے کہا جائیے رودبار کے اولیا آپ کے تشریف لانے کے منتظر ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں باریاب تھا کسی شخص نے شیخ قدس اللہ سرہٗ سے سوال کیا کہ بدن کو خاک میں ادراک نہیں ہے، جسم یہ ادراک روح سے کرتا تھا اب دونوں جدا ہوگئے ہیں۔ عالم ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے ایسی صورت میں کسی قبر پر جانے سے کیا حاصل؟ اس لئے کہ جس طرف بھی روح کی جانب توجہ کی جائے وہاں روح موجود ہوگی نہ کہ صرف قبر میں۔ حضرت شیخ نے یہ اعتراض سنکر فرمایا کہ قبر پر جانے کے بہت سے فائدے ہیں ایک تو یہ کہ تم کسی سے ملاقات کیلئے جاتے ہو تو اس میں جس قدر بھی قریب ہوگے اتنی ہی تمہاری جانب اسکی توجہ زیادہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جب کسی قبر پر جاؤگے اور صاحب قبر کی قبر کا مشاہدہ کروگے تو صاحب قبر بھی پورے طور پر تمہاری طرف متوجہ ہوں گے اور اُن سے زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ نیز یہ کہ روح کے لئے ہر چند حجاب نہیں ہے اور تمام عالم اس کے لئے یکساں ہے لیکن وہ بدن جس سے وہ ستر سال تک متعلق رہی ہے اور وہ اسی بدن کے ساتھ محشور بھی ہوگی اور پھر ابدالآباد تک اسی بدن میں رہنا ہوگا۔ پس روح اس جگہ کو اپنی نظر میں زیادہ رکھے گی بمقابلہ دوسری جگہوں کے۔ اس صراحت کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے اس جگہ قیام کیا جو حضرت جنید قدس اللہ سرہ کی خلوت گاہ تھی۔ اُن کی اس خلوت گاہ سے مجھے ذوق تمام حاصل ہوا۔ کیونکہ اس جگہ کو حضرت جنیدؒ کی صحبت سے فیض پہنچا تھا، جب میں اس خلوت گاہ سے باہر نکلا اور حضرت جنید قدس اللہ سرہ کے مزار پر حاضر ہوا تو وہاں مجھے وہ ذوق وکیف حاصل نہیں ہوا۔ میں نے یہ اپنے شیخ (مُرشد) سے عرض کی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ذوق جو تم کو اس خلوت گاہ میں حاصل ہوا وہ حضرت جنید کے باعث حاصل ہوا تھا یا نہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اُن ہی کی بدولت نصیب ہوا۔ تب اُنہوں نے فرمایا کہ محض ایک جگہ کچھ عرصہ رہنے کے باعث کہ وہ اپنی تمام عمر میں چند بار ہی وہاں تشریف فرما رہے ہوں گے لیکن محض اس تعلق کے باعث تم کو وہاں سے ذوق حاصل ہوا تو پھر اس جسم سے جس میں وہ روح ایک عرصۂ دراز تک مسلسل رہتی رہی ہے یقیناً زیادہ ذوق حاصل ہونا چاہئے تھا ممکن ہے کہ تمہاری حس کے کسی اور امر میں مشغول ہونے کے باعث مزار پر تم کو وہ ذوق حاصل نہ ہوا ہو جو خلوت گاہ میں حاصل ہوا۔ ذرا خرقہ کے فیض پر غور کرو کہ جس کو کوئی صاحب دل پہن لیتا ہے تو اس سے کس قدر ذوق اور کیف حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ بدن خرقہ سے نزدیک تر ہے اس سے اور زیادہ ذوق حاصل ہونا چاہیئے۔

الغرض زیارت قبورِ مشائخ کے بہت سے فائدے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارکہ و مقدسہ کی طرف توجہ کرے تب بھی فائدہ پائے گا اور اسکو کیف حاصل ہوگا لیکن اگر یہ عمل مدینہ منورہ میں

پہنچ کر کرے اور ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سفر کی تکالیف سے آگاہ ہیں، تو جب مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلیتہً اس کی طرف متوجہ ہوں گے، اس فائدے کو اُس فائدے سے کیا نسبت؟ اہل مشاہدہ اس بات کی تحقیق کر چکے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرنے والے زیارت کرنیوالے کی آمد سے اور اسکی توجہ سے باخبر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ عالم ارواح بہت ہی لطیف ہے۔ خصوصیت کے ساتھ حضرات مشائخ و اکابر کی ارواح تو زائر کی معمولی توجہ ہی سے آگاہ اور باخبر ہو جاتی ہے۔

منقول ہے کہ سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیاء) حضرت خواجہ قطب الدین اوشی قدس اللہ سرہ کے مرقد متبرک کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ پس اُس وقت جبکہ سلطان المشائخ زیارت کے طواف میں مصروف تھے انکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میری اس توجہ سے حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ کی روح آگاہی اور خبر رکھتی ہے یا نہیں؟ ابھی اُن کے دل میں خطرہ پورا نہیں ہوا تھا کہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے مرقد منور سے ایک آواز بلند ہوئی جس سے فصیح زبان میں اس شعر کا مفہوم واضح ہو رہا تھا۔

مرا زندہ پندار چون خویشتن — من آیم بجان گر تو آئی بہ تن
مدان خالی از ہم نشینی مرا — ببینم ترا، گرنہ بینی مرا

ترجمہ:- مجھے تم اپنی طرح ہی زندہ شمار کرو کہ تم تو جسم کے ساتھ یہاں آئے ہو اور میں یہاں جان کے ساتھ ہوں۔ مجھے تم اپنی ہم نشینی سے جدا نہ سمجھو، میں تم کو دیکھ رہا ہوں اگرچہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفی جب کسی شہر میں داخل ہو تو سب سے پہلے ان اکابر حضرات کی پائے بوسی کی سعادت حاصل کرے جو بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ اس کے بعد مشائخ و اکابر کی قبور کی زیارت کا شرف حاصل کرے اور اگر زائر کے مُرشد کا مزار اس شہر میں موجود ہے تو سب سے پہلے اس مزار کی زیارت کرے ورنہ جن اکابر کے بارے میں لوگ اسکو مطلع کریں ان کے مزارات کی زیارت کرے، پھر اس کے مرید کی اور اس کے بعد اس کے مرید کی مزار کی زیارت کرے۔

اکابر کے مزارات پر پیشانی رکھنا

اکابر کے مزارات پر پیشانی رکھنے کے بارے میں علماء نے بحث کی ہے اور اس کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔ لیکن حضرات مشائخ میں اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ اس فقیر (حضرت اشرف جہانگیر) کے خیال میں جیسا کہ میں نے سیاحت کے دوران بہت سے اکابر کے یہاں مشاہدہ کیا ہے کہ جس کسی ہستی کے ساتھ زندگی میں ادب و تعظیم سے پیش آتے تھے، مرنے کے بعد بھی اسی ادب اور تعظیم کو انہوں نے روا رکھا ہے۔ جیسے والد، استاد، مرشد اور ان جیسے دوسرے بزرگ حضرات جن کی تعظیم واجب ہے لیکن مشائخ کے سامنے زمین پر پیشانی رکھنے کو بعض مشائخ نے روا رکھا ہے اور جب کبھی ان کے کسی مرید نے فرطِ ارادت اور غایت شفقت سے ان کے سامنے اپنی پیشانی زمین پر رکھدی تو

انہوں نے مُرید کو اس عمل سے منع نہیں فرمایا لیکن اکثر مشائخ نے اس سے اجتناب کیا ہے اور اپنے مریدوں کو اس سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ سجدۂ تعظیمی سابقہ زمانے میں جائز تھا اور اب منسوخ ہے۔
لیکن میرے مخدوم (شیخ علاؤالدین گنج نبات) جب نمازِ جمعہ، نماز عیدین سے فارغ ہو کر واپس تشریف لاتے تو ہزاروں لوگ آپ کے قدموں پر سر رکھتے تھے اور وہ لوگ جو آپ کے قدم ہائے مبارک پر سر نہیں رکھ پاتے تھے وہ دور ہی رہ کر زمین پر سر رکھ دیتے تھے۔ ایک ملاّ نے اس سلسلہ میں آپ سے استفسار کیا اور کہا کہ یہ بات تو شریعت میں منع ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو لوگوں کو بہت زیادہ منع کرتا ہوں اور باز رکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ ایسا کرنے سے باز ہی نہیں آتے۔ مختصر یہ کہ اس طرح آپ نے بہت ہی انکساری کی باتیں فرمائیں۔ طالبان صادق اور دوستان واثق جب شیخ کے آئینہ (رخ) میں اس جمالِ حقیقی کو دیکھتے ہیں یعنی شیخ کی صورت میں جب حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بے اختیار ہو کر سر زمین پر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں سے۔ بیت

سری کو در خور ایثار نبود
مرا با این سری سرد کار نبود

ترجمہ:۔ وہ سر جو ایثار کے قابل نہیں ہے ایسا سر مجھے ہرگز نہیں چاہیئے۔

اس سجدے کے جواز کے سلسلہ میں بعض اصحاب نے شرعی روایتیں (تاویلیں) بھی پیش کی ہیں مثلاً کتاب الملتقط میں کہا گیا ہے کہ سجدے کی دو طرفیں ہیں (دو طرح کے ہیں) طرفِ تعظیم و طرفِ عبادت۔ سجدہ تحیتہ انسان کے لئے ہے اور سجدۂ عبادت صرف اللہ کے لئے ہے۔
حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ سجدہ تحیتہ بمنزلۂ سلام کے ہے۔ پس شیخ کے سامنے دونوں رخساروں کو زمین پر رکھنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ سجدہ دو طرح کا ہے۔ سجدۂ عبادت اور سجدہ تحیتہ۔ پس پہلا یعنی سجدۂ عبادت وہ مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اور دوسرا یعنی سجدہ تحیتہ کسی کی تکریم بجالانے کے لئے ہے اور اس کے پانچ محل اور مواقع ہیں۔ یعنی سجدۂ تعظیم پانچ موقعوں پر روا ہے۔

۱۔ کسی امت کا اپنے نبی کو
۲۔ مُرید کا پیر کو
۳۔ رعیت کا بادشاہ کو
۴۔ اولاد کا والدین کو
۵۔ غلام کا آقا کو

ان پانچ مواقع پر سجدہ کرنے کی ہر حال میں اجازت ہے۔ جب انسان کسی انسان کو سجدہ تعظیمی کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح کوئی شخص بادشاہ یا اس کے علاوہ کسی انسان کو سجدہ (تعظیمی) کرے اور اس کی نیت صرف تعظیم و تکریم ہو نماز نہ ہو تو وہ کافر نہیں ہوتا۔ یہ تمام تصریحات فتاویٰ قاضی خان و صغیر خانی و تیسیر و

سراجی وخانی اور کافی میں موجود ہیں (یہ کتب فقہ اہل سنت کی مشہور کتابیں ہیں)[1]

کتاب مرصاد العباد میں کہا گیا ہے کہ مشائخ کے سامنے سر کو زمین پر رکھنا سجدہ نہیں ہے بلکہ یہ معبود حقیقی کے اُس نور ذات وصفات کی تعظیم وتکریم ہے جو مشائخ میں جلوہ گر ہے۔

زیارتِ قبور حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب زیارت قبور کے لئے جائے تو مزار کے پائیں سے داخل ہو اور تین یا سات بار مزار کا طواف کرے، اس کے بعد مزار کے پائیں طرف جا کر تعظیماً سر کو جھکائے، پھر مزار کے سامنے کی طرف بالکل مقابل میں کھڑے ہو کر کہے:

عَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَا اَھْلَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ اَھْلِ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

(اے اہل لا الٰہ الا اللہ تمہارے اوپر لا الٰہ الا اللہ والوں کی جانب سے سلامتی ہو)

کَیْفَ وَجَدْتُّمْ قَوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ؟ یَا اَللّٰہُ بِحَقِّ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اِغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا تَقْبَلْنَا قَوْلَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

ترجمہ:۔ آپ نے قول لا الٰہ الا اللہ کو کیسا پایا؟ یا اللہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے صدقہ میں اسکو بخشدے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور ہم کو اسی گروہ کے ساتھ اٹھا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا، اور ہمارے قول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو قبول فرمالے۔

اس کے بعد قبر پر پھول یا سبزہ چڑھائے، اس کے بعد بیٹھکر یا کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۂ زلزال وتکاثر ایک ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص سات بار یا دس بار پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:۔

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہٗ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد یہ الفاظ بھی کہے:۔ اللّٰھم قرأت ھذہ القرأۃ وجعلت ثوابھا تحفۃً بروح فلان بن فلان۔ اس کے بعد پھر قبر کے سامنے آئے اور غلاف مزار (چادر) کے نیچے اپنا ہاتھ رکھے اور اپنی حاجت بیان کرے۔

جب مشائخ کی زیارت کے لئے جائے تو بغیر شیرینی، پھول اور سبزہ کے نہ جائے اور اگر پیر ومرشد کے مزار پر جائے تو نقدی بھی قبر پر رکھے، بعد میں اس نقدی کو مخدوم زادگان کی خدمت میں پیش کرے اور کچھ نقدی بطور ہدیہ مجاوروں کو بھی دے۔ اجتماعی طور پر جب زیارت کے لئے جانا ہوا اور سر حلقہ زیارت میں مشغول ہو تو

---

[1] سجدہ عبادت وہ ہے کہ مسجود کو نفع وضرر کا مختار سمجھے جو سوائے حق تعالیٰ کے کسی اور کے لئے نہیں ہے اگر اس نیت سے سجدہ کرے تو کافر اور محض تعظیم کی نظر سے کرے تو بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک حرام۔

دوسرے ہمراہی الگ کھڑے رہیں۔ جب سرِحلقہ زیارت سے فارغ ہو جائیں تب دوسرے لوگ نوبت بہ نوبت زیارت سے مشرف ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب کبھی سالک میں حال قبض پیدا ہو جاتا ہے تو اگر اس کا مرشد بقیدِ حیات ہے تو اس کے دیدار سے حال بسط پیدا ہو جاتا ہے ورنہ مرشد کے مزار مبارک کی زیارت سے یا دوسرے مشائخ کے مزارات پر حاضر ہونے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

منقول ہے کہ جب کبھی حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر پر حال قبض طاری ہوتا تھا تو وہ اپنے مرشد ابوالفضل قدس اللہ سرہٗ کے مزار پر چلے جاتے تھے، خواجہ ابوطاہر ابوسعید کہتے ہیں کہ ایک روز ہمارے شیخ پر حال قبض طاری ہو گیا، وہ مجلس میں رونے لگے۔ پھر فرمایا گھوڑا تیار کرو، چنانچہ اسی وقت وہ روانہ ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے بہت سے مریدین تھے، جیسے ہی آپ پیر ابوالفضل قدس اللہ سرہ کے مزار پر پہنچے تو آپ کا حالِ قبض حال بسط میں بدل گیا۔ تمام درویشوں میں شور پیدا ہو گیا، وہاں قوال بھی موجود تھے انہوں نے اس بیت کو پڑھنا شروع کر دیا

بیت

معدن شادیست این یا معدن جود و کرم
قبلۂ ما روئ یار و قبلۂ ہر کس حرم

ترجمہ:۔ یہ حالت خوشی کے خزانہ میں سے ہے یا جود و کرم کے خزانہ میں سے کہ ہمارا قبلہ ہمارے یار کی صورت ہے جبکہ دوسروں کا قبلہ حرم ہے۔

تمام مریدین شیخ ابوسعید کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے اور شیخ کے مزار کے طواف میں مصروف تھے اور نعرے لگاتے جاتے تھے، کچھ دوسرے درویش سر و پا برہنہ انتہائی وجد کی حالت میں زمین پر لوٹ رہے تھے اُس وقت شیخ ابوسعید نے فرمایا کہ آج کے اس وقوعہ کی تاریخ کو لکھ لیا جائے کہ آج کے دن سے بہتر کوئی دن ہم کو میسر نہیں ہو سکتا۔

بیت

چہ روزست این کہ بہ زین روز نبود
اگر باشد چنین فیروز نبود

ترجمہ:۔ یہ کیسا عمدہ دن ہے کہ اگر ایسا دن نہ ہوتا تو کامیابی نہ ہوتی۔

اس واقعہ کے بعد جب کسی مرید کے دل میں حج کا شوق پیدا ہوتا تھا تو وہ شیخ ابوالفضل کے مزار پر جا کر سات طواف کر لیتا تھا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات حضرت قدوۃ الکبرا نے بیان فرمائے۔

بے شک دوسرے بزرگوں کے مزارات سے بھی ایسے ہی فیوض حاصل ہوئے ہیں ؎

بیت

ازین حال اگر نیز گردان شوم
زیارت گہ نیک مردان شوم

ترجمہ:۔ اگر ایسا ہی حال پھر ہو جائے تو میں اچھے لوگوں کی زیارت گاہ بن جاؤں۔

مولانا ظہیر الدین جب کبھی گازرگاہ تشریف لے جاتے تو جب وہ گازرگاہ کے پل کو عبور کر لیتے تو اپنی جوتیاں اتار لیتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے اولیاء اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں جوتیاں پہن کر انکے لحد کے سامنے پاؤں رکھوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا بھی جب صالحیہ (دمشق) اور جبل الفتح کے مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تو پاؤں سے جوتیاں نکال لیتے تھے اور برہنہ پا زیارت فرمایا کرتے تھے۔ یہی صورت ہندوستان میں بھی تھی۔ جب آپ دہلی، بدایون، سرزمین جائس، بہار، اودھ اور کرڑہ کے مزارات کی زیارت کرتے تھے تو ہمیشہ برہنہ پا ہوتے تھے۔ واللہ اعلم

لطیفہ ۱۸

معانی زلف وخال وغیرہ

(دربیان معنی زلف وخال وامثال آن)

قال الاشرف:

اَسْرَارُ الْمَشَائِخِ دُرَرٌ وَّ اَلْفَاظُ الشُّعَرَآءِ اَصْدَافُهَا۔

ترجمہ:۔ (حضرت) قدوۃ الکبرا نے فرمایا: مشائخ کے اسرار موتی ہیں اور شعراء کے الفاظ ان موتیوں کی سیپیاں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صالحیہ دمشق میں مجھے حضرت کبیر الدین ابن فخر الدین العراقی کا شرف صحبت حاصل ہوا تو بہت سے فوائد عارفانہ اور اصناف موائد محققانہ سے انہوں نے مجھے بہرہ مند فرمایا۔ انہی دنوں میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ اپنے بہت سے مُریدوں اور ارادت مندوں کو حضرت مولانا رومی کے دیوان کا سبق دیا کرتے تھے ان اشعار میں خد وخال وغیرہ کے جو الفاظ استعمال کیے گئے تھے ان کے معنی شعارفہ کے برعکس اصطلاح صوفیہ کے مطابق ان کے معانی بیان فرمایا کرتے تھے (یعنی خد وخال اور زلف کے معانی رخسار، تل اور چوٹی بیان نہیں فرماتے تھے بلکہ ان معانی کے بدلے صوفیانہ اصطلاحیں بیان فرماتے تھے) ان عجیب وغریب اصطلاح اور نادر کلمات کو شعری لباس میں چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کا موجب یہ ہے کہ ان حضرات کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ ایک نامحرم کی نظر ان کے اصول واردات پر پڑے۔ پس انہوں نے یہی مناسب سمجھا اور بہتر خیال کیا کہ عرائس معانی کو اصطلاحی الفاظ سے آراستہ کیا جائے اور صرف دیدہ ور حضرات ہی ان مصطلحانہ عبارتوں کے موتیوں کو ان سیپیوں سے نکال سکیں۔

مثنوی

درونِ حجلۂ الفاظ رنگین — فرازِ منصۂ اشعار شیرین
بجلوہ در عروس معنوی خویش — درآرندنی بہ بیگانہ بر خویش

ترجمہ:۔ رنگین الفاظ کے پردے میں اور شیریں اشعار کے جلوے میں اپنے حقیقی معانی کو چھپا کر ظاہری الفاظ میں بیان کیا کہ بیگانہ اسکو نہ سمجھ سکے۔

پس اس مقصد کے تحت ان حضرات نے خاص معانی کو زلف ورخسار اور ناز وادا کے ظاہری الفاظ میں بیان کیا ہے تاکہ عوام اس راز کو نہ پا سکیں۔

اب یہاں ان لغاتِ شاعرانہ کو حضراتِ صوفیہ کے معانی مطلوبہ اوران حضرات کی مرادی عبارتوں کے مطابق بیان کیا جاتا ہے تاکہ طالبِ صادق جس لفظ کے اصطلاحی معانی سمجھنا چاہیں اس سے جلد ہی بہرہ ور ہوسکیں بہ طفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ امجاد

الف

کلیسا: عالم حیوانی

چلیپا: عالم طبائع

ترسا: معانی وحقائق جب وہ دقیق اور رقیق ہوجائیں

لقا: ظہور معشوق جبکہ عاشق کو یقین ہوجاتا ہے کہ وہ ہے۔

وفا: عنایت ازلی جو بغیر عمل خیرا ورا جتناب از شر سے ہو۔

جفا: معارف ومشاہدات کو سالک کے دل سے چھپانا۔

شب یلدا: نہایت الوان کہ سواد اعظم ہے۔

شما: کسی مسرت کا حاصل ہونا۔

چشم شہلا: سالک کے احوال وکمالات اور علو مرتبہ کو ظاہر کرنا، اس کے علاوہ منع ہے اور شہرت اس مقام سے حاصل ہوتی ہے اور یہ مکر واستدراج سے کم خالی ہوتا ہے

ب

محب: صاحب محبت، خواہ طالب مفارق ہو یا نہ ہو، خواہ طلب ہو یا نہ ہو۔

محبوب: حق تعالیٰ جبکہ بغیر کسی قید کے اسے دوستی سے بے نیاز جانتے ہیں۔

طلب: حق کی تلاش اگرچہ اُسے دوست رکھیں یا نہ وہ عبدیت اور معبودیت سے پہلے تھا۔

طالب: عبودیت اور اس کی کمال حمدیت کے ساتھ حق کا متلاشی از روئے دوستی نہیں۔

مطلوب: ذاتِ حق جبکہ اس کا متلاشی دوستی سے منسوب ہو۔

فریب: استدراج الٰہی

حجاب: وہ رکاوٹ جو عاشق کو معشوق سے روکتی ہے، یہ حجاب عاشق کی طرف سے پیدا ہوتا ہے۔

نقاب: وہ رکاوٹ جو عاشق کو معشوق سے دور رکھتی ہے، معشوق کے ارادت کے حکم کے بموجب۔

طرب: حق تعالیٰ سے اُنس اور دل کا اس میں مسرور رہنا

شراب: عشق کے وہ غلبے جو حاصل ہوں باوجود اعمال کے مستوجب ملامت ہونے کے۔ یہ اہل کمال کا خاصہ ہے کہ وہ نہایت سلوک میں اخص ہوتے ہیں۔

مست خراب : استغراق اور اپنے استغراق پر نظر رکھنا
کباب : تجلیات میں دل کا پرورش پانا
شب : عالم غیب۔ بعض اسکو عالم جبروت خیال کرتے ہیں اور یہ عالم خطی ہے جو وجود و عدم کے مابین ہے۔ بعضوں نے خلق و امر کے مابین کہا ہے اور بعض عالم ربوبیت و عبودیت کے درمیان کہتے ہیں۔
مطرب : آگاہی بخشنے والا
لب : کلام
غبغب : ملاحظہ اور لذتِ علم کا اقتران
شتاب : سرعتِ سیر جو مقامات کے دقائق کی بے شعور معرفت ہے اور یہ سیر جذبہ کے حکم سے ہے اور خواہ بحکم سلوک در اعمال و ریاضات اور تصفیہ پاک کی وجہ سے ہو۔
سخن خوب : مادہ اور غیر مادہ میں اشارت واضح۔ خواب : فناء اختیاری

ت

محبت : حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے بغیر کسی سبب اور علاقہ کے اور بغیر کسی متحرک کے دوستی۔
ملاحت : کمالاتِ الٰہی کا بے نہایت ہونا جہاں سوائے اسکی ذات کے کسی کی رسائی نہیں ہے کہ کوئی مطلع ہو۔
ظرافت : مادّہ میں انوار کا حضرت الٰہی کی طرف سے ظہور ہونا۔
شوخئ کثرت : التفات
غارت : جذبۂ الٰہی
دوست : شیوۂ محبت الٰہی
قامت : سزاوار پرستش اور حق تعالیٰ کے علاوہ کوئی سزاوار پرستش نہیں ہے۔
چشم مست : سالک سے جو غلطی سرزد ہو حق تعالیٰ کا اس کو چھپا لینا اسطرح سے کہ کوئی دوسرا اُس سے آگاہ نہ ہو سکے۔ اسکو عفو بھی کہتے ہیں۔
عشرت : وہ لذت ہے جس کا شعور ہو اور اسکی نسبت حق تعالیٰ سے قائم ہو۔
خرابات : خرابی۔
بت : مقصود و مطلوب
عبادت : سالک کا اجتہاد
زکوٰۃ : ترک و ایثار
طامات : معارف
دست : صفتِ قدرت

انگشت : احاطہ کرنے کی صفت
سبلت : عالم الہیہ کی ہیئت صفت ربوبیت کے ساتھ
محنت : رنج والم جو معشوق کی جانب سے عاشق کو پہنچتا ہے خواہ وہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری
راحت : وہ وجود امری جو دل کے ارادہ کے مطابق ہو
رویت : عبودیت کی ادائیگی کا ہر بندے کو ایسی قدرت نہ ہونا جو سزاوار حق تعالیٰ ہے۔
سعادت : ازلی تعلیم
شقاوت : ازلی راندہ
غیبت : مقام دوئی

ج

حج : سلوک الی اللہ
تاراج : تمام احوال واعمال ظاہری و باطنی ہیں سالک کے اختیار کا سبب۔
رنج : وجودِ امری۔

ح

قدح : وقت
صلح : قبول اعمال وعبادت اور وسائط قرب
صبح : دل کے ارادہ کے برخلاف وقت واحوال کا طلوع۔

خ

رُخ : تجلیات محض
زنخ : محل لذّات
زبان تلخ : وہ امر جو سالک کی طبیعت کے موافق نہ ہو
سیب زنخ : لذّتِ مشاہدہ کا علم
چاہ زنخ :۔ اسرارِ مشاہدہ کی مشکلات

د

ساعد : قدرت وقوّت کی صفت

قد: استوار الٰہی یا غلبۂ الٰہی
خد: وہ حالت ہے جو فراق کے بعد ظاہر ہو اور طلب کا باعث بن جائے۔
فریاد: ذکر جہری
درد: اس حالت کا نام ہے جو محبت سے محب پر طاری ہو جاتی ہے اور اس کے برداشت کرنے کی محب میں طاقت نہیں ہوتی۔
شاہد: تجلیٔ حق
عید: مقام جمع
زہد: زیادتی اور فضولی سے اعراض
بامداد: موبات کے مارنے کی جگہ

ر

مہر:- اپنی اصل کی طرف رغبت جبکہ حصولِ لذت سے آگاہی ہو اور دریافتِ مقصد کا علم ہو۔
سرّ: وہ جذبہ الٰہی جس پر کبھی سلوک مقدم ہوتا ہے کبھی برعکس
مکر: معشوق کا عاشق سے غرور کرنا کبھی از روئے لطف وموافقت اور کبھی بطریق مخالفت۔
جور: عروج سے سالک کا روک لینا۔
امیر: سالک پر ارادتِ الٰہی کا جاری رہنا یا جاری رکھنا۔
تکبّر: سالک کا اپنے اعمال سے بے نیاز رہنا یا ہو جانا۔
شہر: وجودِ مطلق
در:- معاودت یا اطاعت
یار: وہ صفتِ الٰہی جو تمام موجودات کے لئے ضروری ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی موافق نام سالک کیلئے نہیں ہوسکتا کہ کلمۂ توحید اس اسم پر دائر ہے۔
غمگسار: صفت رحمانی کہ اس میں شمول وعمومیت موجود ہے۔
غم خوار: حق تعالیٰ کی صفتِ رحیمی جو صرف اسی سے مخصوص ہے۔
دلدار: بسط پیدا کرنے والی صفت جو سرورِ محبت سے پیدا ہوتی ہے۔
دلبر: بسط کے برعکس قبض پیدا کرنے والی صفت جو دل میں محنت واندوہ پیدا کرتی ہے۔
سرّ: ارادتِ الٰہی کی صفت
دور: سالک کی ہدایت
خمار: مقام وصول سے رجعت بقہر یا بطریق انقطاع۔

شب قدر :۔ وجود حق تعالیٰ میں عین استہلاک میں سالک کی بقار
کفر : تاریکیٔ عالم اور تفرقہ
زیر : عالم انسانی
کافر : صاحب اعمال
تاثیر : مقام خمور
بہار : مقام علم
گلزار : مقام کشف اسرار، جس پر بھی اس کا اطلاق کیا جائے اُس سے اس کی اضافت کردی جاتی ہے۔
(مثلاً گلزار شہود، گلزار تجلّی وغیرہ)
ابر : وہ حجاب جو وصول کا سبب ہو اور اجتہاد کے واسطے سے حصولِ شہود کا موجب ہو۔
جوئبار : مجازی عبودیت
نالۂ زار : محب کی تلاش
نالۂ زیر : محبوب کا الطاف جو محب پر ہو
گوہر : اشارات واضح کے ساتھ "سخن"
سخن چون گوہر : اشارتِ مدرکہ
کنار : دریافت اسرار و دوام
حضور : مقام وحدت
شتر : انسانیت
قطار : نوعیہ
زر : ریاضت
صبر قہر : تقدیر الٰہی پر مجبور ہونا۔
کبر : صفات قہر کا تسلط جو عاشق پر ہوتا ہے۔
زنار : معشوق کا عاشق کو قوت دینا۔

ز

ترک تاز : جذبۂ الٰہی جبکہ سلوک مقدم ہو، جب جہت مجاہدہ سے نشو و نما نہیں ہوتی ناگاہ جذبۂ الٰہی کا صدور ہوتا ہے اور سالک کے کردار کو قبول کر لیتا ہے اور اس کے باقی احوال کا تکملہ کر دیتا ہے جو سالک کو مقصود تک پہونچا دیتا ہے۔
روز :۔ انوار کا تتابع۔

نوروز: مقام تفرقہ
نماز: مطاوعت
خطِ سبز: عالم برزخ

س

مجلس: آیات واوقات حضور حق
ناقوس: یاد کرنا اور مقام تفرقہ کا ذکر
نرگس: نتیجۂ علم، جو دل میں پیدا ہوتا ہے
چشم نرگس: سالک سے اس کے احوال وکمالات اور علو مرتبت کا پوشیدہ رہنا اگرچہ لوگ اسکو ولی جانتے اور سمجھتے ہوں۔ لیکن وہ خود نہ جانتا ہو کہ وہ ولی ہے اور اس کے برعکس کہ وہ اپنی ولایت کو جانتا ہو لیکن لوگ اس کی ولایت کو نہ جانتے ہوں۔ یہ دونوں حالتیں ایک ہی جنس سے ہیں۔

ش

عیش: دوام حضوری اور اس میں فراغت
قلاش: اعمال کے معاشر اور مباشر جیسا بھی تقاضائے حال ہو
اوباش: غلبۂ محبت میں گناہ سے بھی اور عبادت سے بھی بیم وثواب کا ترک کرنے والا۔
دوش: عالم ازل اور محل کثرت اسماء میں کبرائی صفت حق کے ساتھ
بناگوش: دقیق

ع

شمع: اللہ کا نور
سماع: مجلس
قطع:۔ ترک الم

ف

لطف: عاشق کی پرورش
زلف: غیب ہویت
تاب زلف: اسرار الٰہی
پیچ زلف: اشکالِ الٰہی۔
دف: عاشق کو معشوق کی طلب
علف: شہواتِ نفس اور ہر وہ چیز جس سے نفس کو حظ حاصل ہو۔

ق

عشق : محبت مفرط کا نام
معشوق : حق تعالیٰ جب اسکی طلب حدِ کمال پر پہنچ جائے اس اعتبار و یقین کے ساتھ کر من جمیع الوجوہ وہی مستحق دوستی ہے۔
عاشق : حق کا متلاشی۔
شوق : طلب حق میں بے قراری جبکہ مطلوب کو پائے اور پھر جب مطلوب کو کھو دے تب بھی اسکی طلب میں مبتلا ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ اگر معشوق نہ ملے تو اسکی بے قراری میں تو سکون ہو لیکن عشق اور طلب اسی طرح باقی رہے اور اگر مطلوب بطورِ دوام حاصل ہو جائے تو عشق میں نقصان اور کمی پیدا نہ ہو بلکہ عشق میں اور اضافہ ہو جائے۔
اشتیاق : میل کلی اور طلب تمام اور عشق مدام میں کمال اضطراب کا یکساں ہونا خواہ اُسے پالے یا نہ پائے۔
فراق : غیب
فرق : صفتِ حیات

ک

میان باریک : سالک کے لئے جب اس کے وجود کے سوا اور کوئی حجاب باقی نہیں رہتا تو اس کے وجود کا حجاب جو باقی ہے۔

گ

شنگ : طوالع اور لوامع انوار کے احکام حضرت اللہ سے
جنگ : گوناگون ظاہری و باطنی بلاؤں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سالک کے امتحانات۔

ل

میل : اصل مقصد سے شعور و آگہی کے بغیر اپنی اصل کی طرف رجوع ہونا "میل" ہے جسطرح جمادات کا طبائع اربعہ کی طرف رجوع ہونا کہ وہ ان کی طرف مائل ہوتے ہیں یا عناصر کا اپنی طرف رجوع ہونا۔
اعمال : اوامر کی بجا آوری اور متابعت
تبیل : حق تعالےٰ کی دوستی پوری طلب اور کمالِ سعی کے ساتھ۔
جمال : معشوق کا اپنے کمالات کو ظاہر کرنا تاکہ رغبت اور طلب میں زیادتی ہو
جلال : معشوق کا عاشق سے بزرگی ظاہر کرنا شان بے نیازی کے ساتھ اور عاشق کے غرور کی نفی کرنا

اوراس کی بے چارگی اور معشوق کی بزرگی کا اثبات کرنا

تشکل : وجود حق تعالیٰ

شمائل : جمالیات و جلالیات کا امتزاج اور بسرعت ان کو رواں کرنا

عقل : عالم تمیز

وصال : مقام وحدت جس میں سالک خفیہ و علانیہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

کاہل : بطی السیر (مقامات کو آہستہ طے کرنا) سالک کو گاہے یہ بات اس وقت ہوتی ہے جب وہ راہ سے پوری طرح واقف ہوتا ہے اور یہ سالک کا کمال ہے اور ایسی سیر کو کامل ترین سیر کہا گیا ہے جو رجعت کی محتاج نہ ہو اور کبھی یہ سالک کے تقصیر کے باعث ہوتی ہے۔

محمل : تکلیف سے جو آرام حاصل ہوتا ہے

نقل : معانی واسرار کے کشف

سیل : غلبۂ احوالِ دل جسکو فرح و طرح سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے

گل : نتیجۂ عمل

لب لعل : بطون کلام

م

فہم : آلۂ آگہی و دریافت

رام : محل تجلیات جو عالموں سے پوشیدہ ہے۔

حاکم : شریعت کے وہ اوامر جو سالک پر جاری ہوتے ہیں۔

تظلم : شیطان اور نفس کے شر سے اور اپنی تقصیر سے بارگاہ الٰہی میں استغاثہ کرنا

نسیم : عنایاتِ الٰہی کو یاد دلانے والی ہوا۔

بام : تجلیات کا محل

چشم : صفتِ بصیری

شراب خام : عیش ممزوج (شراب جس میں پانی ملا ہوا ہو)

جام : احوال

اسلام : دین کی پیروی اور اسکی پیروی کے اعمال۔

دام : مقادیرِ بے اختیاری

سلام : درود و محمّدۜت

عام : وہ اوامر و نواہی جن کی اطاعت مخلوق کرتی ہے۔

غم : پندو اندوہ محنت اور طلب معشوق
بیم : ظاہری اور باطنی تصفیہ
خم : موقف (محل وقوف)
خشم : صفاتِ قہری کا ظہور
سہیم : پرورشِ سالک۔

ن

کین : صفات قہری کا تسلط
تاختن : ایتان الہی پر یقین رکھنا۔
آستان : اعمال وعبادت
مہربان : صفتِ ربوبیّت
جانان : صفتِ قیّومی جس سے تمام موجودات کا قیام وابستہ ہے۔ اگر موجودات کا یہ رابطہِ قیام نہ رہے تو قیام عالم ناممکن ہوجائے۔
دین : اعتقاد جو مقام تفرقہ سے نمایاں ہوتا ہے۔
بیابان : طریقِ سلوک کے واقعات
فروختن : ترک تدبیر واجتہاد
گرد کردن : اپنے وجود کو مقدرات کے حوالے کر دینا اور تدبیر واجتہاد کا ترک کرنا۔
بذل کردن : کسی چیز کا کسی چیز سے یا کسی غرض کا کسی غرض سے برابر کرنا۔
درباختن : نظر باطن سے احوال ماضیہ کا محو کر دینا۔
ترک کردن : ہر چیز سے امید کو منقطع کر لینا
خاستن : قصد وعزیمت
نشستن : سکون
رفتن : عالم سفلی سے عالم علوی کی جانب عروج
آمدن : عالم ارواح یا استغراق اور سکر سے عالم بشریت میں لوٹنا۔
درون : عالم ملکوت
بیرون : عالم ملک
تابستان : مقام معرفت
زمستان : مقام کشف

بستان : محل کشادگی، صفتِ بساطت عام اس سے کہ وہ مخصوص ہو۔
ریحان : انتہائی تصفیہ اور ریاضت سے حاصل کیا ہوا نور
باران : نزولِ رحمت
آب روان : دل کی فرحت
پائے کوفتن : تواجد
دست زدن : اپنے اوقات کی نگہداشت اور حفاظت
چہرۂ گلگون : تجلیات جو خواب بیداری یا عالم بے خودی میں طاری ہوں
لب شکرین : وہ کلام الٰہی جو انبیاء پر فرشتوں کے ذریعہ نازل ہوا اور اولیاء اللہ کو صفائے باطن سے حاصل ہوا۔
لب شیرین : شعور و ادراک کی شرط کے ساتھ بے واسطہ کلام۔
دہان : صفتِ متکلمی
دہان شیرین : فہم و وہم انسانی سے پاک صفتِ متکلمی
سخن : اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارت و انتباہ
سخنِ شیرین : مطلقاً اشارتِ الٰہی جو انبیاء علیہم السلام کو بواسطۂ وحی اور اولیائے کرام کو بذریعہ الہام حاصل ہوں
دُرِ سخن : مادہ و غیر مادہ میں مکاشفات و اسرار اشاراتِ الٰہی جو محسوس و معقول ہوں۔
گوہر سخن : مادہ اور غیر مادہ میں واضح اشارات جو معقول و محسوس ہوں۔
زبان : اسرارِ الٰہی زبان شیرین : وہ امر جو تقدیر کے موافق ہو۔
میان : طالب و مطلوب کے درمیان سابقہ سر مقام و حجاب کے متعلق
موئے میان : سالک کی نظر کا قطع محب پر ہونا اپنی ذات کے لحاظ سے اور غیر کے اعتبار سے
جستن : جمعیتِ کمالِ معشوق۔ سلطان : عاشق کی ارادت کے مطابق احوال کا جاری ہونا۔
ہجران : غیر حق کی طرف اندرونی اور بیرونی توجہ۔ پیر مغان : مرشدِ محقق کی طرف اشارہ۔
کلبۂ احزان : وقت حزن و اندوہ۔ میدان : مقامِ شہوت۔
چوگان : تمام امور میں تقدیر الٰہی بطریق جبر و قہر
فغان : احوالِ درونی کا اظہار
مردن : حضرتِ حق سے تھوڑا دور ہونا
ساربان : رہنما

شراب خانہ : عالمِ ملکوت
میخانہ : عالمِ لاہوت
میکدہ : قدمِ مناجات
خمخانہ : غلباتِ شوق اور غلبات کے نزول کی جگہ جو عالمِ دل ہے
بادہ : عشق جبکہ کمزور ہو۔ ایسا عشق عوام کو بھی لاحق ہوتا ہے۔
جرعہ : اسرار و مقامات و احوال جو سلوک میں سالک سے پوشیدہ ہیں۔
شبانگاہ : احوال کا ملکہ حاصل ہونا
توبہ : ناقص چیز سے کمال کی طرف لوٹ جانا
زکوٰۃ : ترک و ایثار
کعبہ : مقام وصول
خرقہ : صلاحیت و صورتِ سلامت
سجادہ : سدِ باطن یعنی ہر شے جس میں نفس کی آمیزش ہو۔
لالہ : نتیجۂ معارف جس کا مشاہدہ کیا جائے۔
شگوفہ : علوِ مرتبہ
بنفشہ : ایسا نکتہ جہاں قوتِ ادراک صرف نہ ہو سکے
ترانہ : آئینِ محبت
چہرہ : وہ تجلیات جو سائل کی آگہی کے قابل ہوں
خالِ سیاہ : عالمِ غیب
خطِ سیاہ : غیب الغیوب
سلسلہ : اعتصام خلائق۔ یعنی خلائق سے تعلق رکھنا
سینہ : عالم الہیہ کی صفت
ہدیہ : ولایت۔ کیا باعتبار اجتبا اور کیا بلحاظِ اصطفا
بوسہ : کیفیت کلام علمی اور عملی، صوری اور معنوی کو قبول کرنے کی استعداد
غمکدہ : مقام مستوری
دہ ودیہ : وجود مستعار
آہ : علامتِ کمال عشق جو بیان میں نہ آسکے
پردہ : جو عاشق و معشوق کے درمیان مانع ہو۔

ی

مستوری: تقدیس
تیزی: اعمال بندہ کو رد کر دینا
سرکشی: سالک کے ارادہ اور مراد کے مخالف
تندی: صفتِ قہاری اس طرح کہ جیسی مشیئتِ الٰہی ہو
توانائی: مختار کی صفت
تونگری: تمام کمالات کے حصول کی علامت
متواری: احاطہ و استیلائے الٰہی
آشنائی: ربوبیت کا حقیقی تعلق مخلوقات سے، کلیہ و جزئیہ جیسا کہ خالقیت کا تعلق مخلوقات سے ہے۔
بیگانگی: عالم الوہیت میں ایسا اشتغال جس میں کسی اعتبار سے بھی مماثلت اور مشابہت نہیں۔
کوہی: مقام عبادت
دلکشائی: دل کے اندر مقام انس میں فتاحی کی صفت
جان افزای: باقی اور ابدی صفت جس میں فنا کا دخل نہیں ہے۔
موئی: ظاہر ہویت، یعنی ایسا وجود کہ ہر ایک کو اسکی معرفت کا علم تو حاصل ہے لیکن اس تک رسائی نہیں ہے
پیشانی: ظہور اسرارِ الٰہی
چشم خماری: تقصیر سالک کو چھپانا۔ لیکن ایسے اربابِ کمال پر کشف ہو جاتا ہے جو اس سے اکمل و اعلیٰ اور اجل ہوں
مئی: غلباتِ عشق باین شرط کہ ان اعمال سے ہو جو سلامتی کے قرین ہوں اور یہ خواص کے ساتھ مخصوص ہے۔
ساقی: شراب پہنچانے والا۔ یعنی دل میں اسرارِ الٰہی کا فیض پہنچانے والا۔
صراحی: مقام مستی۔ عشق کا تمام صفاتِ ظاہری و باطنی کو اپنی گرفت میں لے لینا اور یہ ابتدائے "سکر" ہے۔
نیم مستی: استغراق سے آگاہی اور استغراق پر نظر رکھنا
ہشیاری: صفاتِ ظاہری اور باطنی پر غلبۂ عشق سے اقامت کا حاصل ہونا اور یہ ابتدائے "صحو" ہے
زندگی: طاعت الٰہی میں اپنے اعمال سے قطع نظر کرنا
لاابالی: کسی بات کی پرواہ نہ کرنا جو کچھ بھی پیش آئے کہنا اور کرنا۔

بستان : محل کشادگی، صفتِ بساطت عام اس سے کہ وہ مخصوص ہو۔
ریحان : انتہائی تصفیہ اور ریاضت سے حاصل کیا ہوا نور
باران : نزولِ رحمت
آبِ روان : دل کی فرحت
پائے کوفتن : تواجد
دست زدن : اپنے اوقات کی نگہداشت اور حفاظت
چہرۂ گلگون : تجلیات جو خواب بیداری یا عالم بےخودی میں طاری ہوں
لبِ شکرین : وہ کلام الٰہی جو انبیاء پر فرشتوں کے ذریعہ نازل ہوا اور اولیاء اللہ کو صفائے باطن سے حاصل ہوا۔
لبِ شیرین : شعور و ادراک کی شرط کے ساتھ بے واسطہ کلام۔
دہان : صفتِ متکلمی
دہانِ شیرین : فہم و وہم انسانی سے پاک صفتِ متکلمی
سخن : اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارت و انتباہ
سخنِ شیرین : مطلقاً اشارتِ الٰہی جو انبیاء علیہم السلام کو بواسطۂ وحی اور اولیائے کرام کو بذریعہ الہام حاصل ہوں
دُرِ سخن : مادہ و غیر مادہ میں مکاشفات و اسرار اشاراتِ الٰہی جو محسوس و معقول ہوں۔
گوہر سخن : مادہ و غیر مادہ میں واضح اشارات جو معقول و محسوس ہوں۔
زبان : اسرارِ الٰہی   زبانِ شیرین : وہ امر جو تقدیر کے موافق ہو۔
میان : طالب و مطلوب کے درمیان سابقہ سرِ مقام و حجاب کے متعلق
موئے میان : سالک کی نظر کا قطع محب پر ہونا اپنی ذات کے لحاظ سے اور غیر کے اعتبار سے
جستن : جمعیتِ کمالِ معشوق۔   سلطان : عاشق کی ارادت کے مطابق احوال کا جاری ہونا۔
ہجران : غیر حق کی طرف اندرونی اور بیرونی توجہ۔   پیرِ مغان : مرشدِ محقق کی طرف اشارہ۔
کلبۂ احزان : وقت حزن و اندوہ۔   میدان : مقامِ شہوت۔
چوگان : تمام امور میں تقدیرِ الٰہی بطریق جبر و قہر
فغان : احوالِ دردونی کا اظہار
مردن : حضرتِ حق سے تھوڑا دور ہونا
ساربان : رہنما

ایمان : مقدارِ دانش
حسن : جمعیتِ کمال

و

آرزو : اپنی اصل کی طرف میلان معمولی آگاہی کے ساتھ اور اصل و مقصد کا تھوڑا سا علم
گیسو : طلبِ کمال کے طریقے۔
سرو : علوِ مرتبت
کمان ابرو : بہ سببِ تقصیر سالک پر سقوط کا نزول یا پیش آنا اور پھر عنایتِ ازل سے اس کو اس کے درجہ اور مقام سے ساقط نہ کرنا۔
جفت ابرو : تقصیر کے باعث سالک کا اس کے درجہ اور مقام سے سقوط اور پھر جذبہ کے باعث عنایتِ الٰہی کے تعاون سے جس درجہ سے سقوط ہوا تھا اس درجہ پر صعود کرنا۔
طاقِ ابرو : درجہ و مقام سے تقصیر کے باعث ترقی کے اشارے کو سالک سے ساقط کر دینا، چشم پوشی کر لینا
شست وشو : عقل سے بے بہرہ کر دینا اور حضورِ عاشق و معشوق میں صفا کا پیدا کرنا۔
جستجو : عیب گیری و نکتہ چینی۔ خواہ وہ کسی طرف سے ہو۔
گفتگو : عتاب محبت آمیز ابا اہمال بازو : مشیئت

ہ

کرشمہ : التفات
شیوہ : وہ معمولی سا جذبۂ الٰہی جو کبھی پیدا ہو اور کبھی پیدا نہ ہو جو غرور و غفلت کا سبب نہ بن جائے
خانہ : خودی
کُنہ : جمیع مخلوقات کے ادراک کے اعتبار سے ماہیتِ الٰہی۔
دست گاہ : تمامی صفتِ کمال کا حصول ہر صفت پر قدرتِ کاملہ کے ساتھ
محلہ : صفتِ کمالات سے متصف ہونا۔
دیدہ : اطلاعِ الٰہی۔ سبزہ : عینِ معرفت
مژہ : حکمتِ الٰہی کے حکم سے سالک کا اپنے اعمال میں سستی کرنا سرًا و جہرًا
تیر مژہ : بظاہر و بباطن سالک کا اپنے اعمال میں سستی نہ کرنا۔
چشم آہوانہ : سالک کی تقصیرات سے اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی سالک کے عین سے لیکن سالک کو آگاہ کر دینا اس کی تقصیرات سے نیز اس کے غیر سے
شرابِ پختہ : عیش صرف۔

صبوحی : محادثہ (باہم گفتگو کرنا)
غیوبی : مسافرت
زردی : صفتِ سلوک
سرخی : قوتِ سلوک
سبزی : کمالِ مطلق. باقی تمام کا قیاس اُن رنگوں پر کیا جاتا ہے جو بیان کیئے گئے ہیں وہ جس قبیل سے ہوں اسی سے اسکی تاویل کی جاتی ہے۔
سپیدی : وہ یکرنگی جو توجہ تمام کے ساتھ ہو
کبودی : تخلیطِ محبت
بوئی : دشمنوں سے آگاہی اور دل سے پیوستگی کی کوشش
نامی : پیغامِ محبوب
روئی : تجلّیات کا آئینہ
ماہ روئی : مادہ میں تجلّیات کا ظہور خواہ وہ حالتِ خواب میں ہو یا عالمِ بے خودی میں۔
گوی : سالک کی مجبوری اور اس کے مقہور رہنے کی حالت جو اسکو سیر میں تقدیرِ الٰہی کے چوگان کے سامنے پیش آتی ہے۔
بیماری : قلق اور اندرونی اضطراب
زندگی : قبول و اقبال
تندرستی : دل کا قرار پانا
افتادگی : حالت کا ظہور
خرابی : تصرفات اور عقلی تدابیر کا منقطع ہونا
بیہوشی : مقامِ پوشیدگی
دیوانگی : احکامِ عشق کی فتح مندی
بدہوشی : ظاہری و باطنی استہلاک
بندگی : مقامِ تکلیف
آزادی : مقامِ حیرت
بے نوائی : ناتوانی
فقیری : عدمِ اختیار اس طرح کہ اس سے علم و عمل کو بھی لے لیا جائے۔
دردی : عالمِ تفرقہ و دقائق کی کیفیات کے معارف کا شعور

کاہلی : سالک کا بطی السیر ہونا
باری : توجہ خالص کہ اعمال سے ثواب کی امید نہ رکھی جائے
سردی : نفس کا سرد ہونا، نفس کی برودت
گرمی : وہ حرارت و گرمی (شوق) جو محبوب کے لئے ہو۔
بیداری : عالم صحو
پاکبازی : توجہ خالص جس کے بدلہ نہ ثواب کی طلب ہو اور نہ علوِ مرتبت کی۔

لطیفہ ۱۹

دربیان معانی ابیات متفرقہ جو مجملات متصوفہ کے متعلق مختلف فضلائے سے صادر ہوئے

قال الاشرف:

اسرار المشائخ دُرَرٌ و الفاظ الشعراءِ اصدافها۔

ترجمہ:۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ مشائخ کے اسرار موتیوں کے مثل ہیں اور شعراء کے اشعار اُن موتیوں کی سیپیاں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا کہ بعض شعراءِ متقدمین کے اشعار اور فضلائے کاملین کے کلمات اگرچہ شعراء کی اصطلاحی زبان میں ہوتے ہیں لیکن جب تصوف کے مطابق اور معرفت کے موافق ان کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ اشکال سے خالی نہیں ہوتے البتہ توحید و معرفت میں بہت سے اشعار ایسے بھی ہیں کہ ان کے معانی کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسے مولانا جلال الدین رومی کی اکثر غزلیں اور مولانا محمد شیرین المعروف بہ مغربی اور حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی اور ان جیسے دوسرے حضرات کا کلام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراء حضرت خواجہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کو قطب الاولیاء سلطان ابوسعید ابوالخیر (قدس اللہ سرہٗ) کی اس رباعی کے معنی جاننے کا بہت شوق تھا اور وہ اکثر اس کوشش میں مصروف رہتے تھے۔ اگرچہ اسی رباعیاں حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر نے کہی ہیں جو تمام صوفیہ کی مشکلات کے حل میں ہیں اور وہ قضائے حاجات کے لئے انہیں مسلسل پڑھتے تھے اور مہمات حل ہو جاتی تھیں لیکن اُن میں سے یہ ایک رباعی بہت مشہور ہے:۔

رباعی

حوراں بہ نظارۂ نگارم صف زد — رضوان ز تعجب کفِ خود بر کف زد

یک خال سیہ بر آن رخان مطرف زد — ابدال ز بیم چنگ بر مصحف زد

حضرت خواجہ باوجودیکہ حضرت (ابوسعید ابوالخیر) کی روح مبارکہ سے مستفید تھے لیکن دنیاوی مشغولیتوں اور یہاں کی مصروفیتوں کے باعث اس رباعی کے معنی کا ادراک، انکشاف اُن کو صحیح طور پر نہیں ہوتا تھا۔ اسی زمانے میں امیر الامراء امیر ناصر الدین تبریزی زاد توفیقہ لاعانت العباد نے بعض اکابر زمانہ اور مشائخ عصر سے اس رباعی کے معانی کی تحقیق کی خواہش کا اظہار کیا اور مجھ سے بھی یہ فرمائش کی اور امیر الامراء کے بعض احباب اور

وابستگان نے اس رباعی کے معانی بیان کئے، ہر چند کہ ان حضرات کی تصریح و تشریح بھی حقائق و دقائق کے انکشاف سے خالی نہیں تھی، لیکن ان تصریحات و توضیحات سے اس فقیر کی تشنگی دور نہیں ہوئی اس لئے کہ ان حضرات نے جو معانی بیان کئے تھے ان میں اور اس رباعی کے بیمار پر پڑھ کر دم کرنے میں کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی تھی اگرچہ بذاتِ خود اس رباعی کے معانی ہیں اس سلسلہ میں پوری پوری استعانت موجود ہے (کہ وہ بیمار کو شفا بخشتے ہیں)، میں اسی فکر میں تھا کہ فیاضِ حقیقی نے اس فقیر کے دل میں اس رباعی کے اصل معانی کا القا فرمایا بمصداق من ادام قرع باب لا شك ان یفتح (جو شخص دروازہ پیٹتا رہتا ہے یقیناً اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔) اس سے میری طبیعت کو سکون حاصل ہوا۔ لہٰذا میں اس رباعی کے معانی بیان کرتا ہوں لیکن اس سے قبل یعنی رباعی کی شرح سے پہلے اس مقدمہ سے استفادہ ناگزیر ہے، (بطور مقدمہ ان باتوں کا سمجھنا ضروری ہے) حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ارواح انسانی کو پیدا فرمایا ہے تاکہ وہ مشاہدۂ جمال اور معائنۂ جلال کر سکے جیساکہ اس حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے: فاحببت ان اُعرفَ (پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں) اس ارشاد میں اشارہ اس بات کی طرف موجود ہے کہ چونکہ ارواح مشاہدۂ جمال میں مصروف تھیں اور معائنۂ جمال کے آبِ زلال سے سیراب ہو رہی تھیں لہٰذا اُن کو اس جمال سے ایک نسبت و محبت حاصل ہوگئی اور جب اللہ تعالیٰ نے ان تمام ارواح کو بمقتضائے مشیت عالم اشباح میں پہنچایا تو اس وقت عذارِ مقصود اور رخسارۂ وجود حقیقی پر ایک حجاب پڑ گیا، ہر چند کہ ان ارواحِ مصورہ نے چاہا کہ وہ اپنی حالت سابقہ پر لوٹ جائیں (تاکہ پھر اسی طرح مشاہدۂ جمال میں مصروف ہو جائیں) اور مواصلتِ واثق کی طرف پھر لوٹیں لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔

شعر

ہر کرا در راہ غربت پائے در گل ماندہ اند
آں مگر در خواب بیند باز یار خویش را

ترجمہ:۔ جو لوگ مسافرت میں تھک کر بیٹھ گئے ہیں وہ اب خواب ہی میں اپنے دوست کا دیدار کر سکیں گے منزلِ دوست تک تو پہونچنا مشکل ہے۔

جیساکہ حضرت آدم علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس حالت میں اگرچہ اشتیاق جمال حد سے فزوں ہو جاتا ہے لیکن تعلقات بدنی کے باعث رفتہ رفتہ ارواح اجسام سے مانوس ہوئیں اور اس درجہ پر پہونچ گئیں کہ ابنائے آدم علیہ السلام مشاہدۂ جمال سے محروم و محجوب ہو گئے اور مشاہدہ کی لذت کو فراموش کر بیٹھے۔

بیت

شدہ با شاہد حرمان در آغوش
شراب وصل را کردہ فراموش

ترجمہ:۔ بے بہرہ محبوب سے ہم آغوش ہوا اور شراب وصل کو فراموش کر دیا۔

اور یہ فراموشی اس حد تک بڑھی کہ ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام نے کوشش کی اور ان ابنائے آدم کو اس حالت (مشاہدہ جمال) کی یاد دہانی کرائی لیکن ان کو (وہ دور مواصلت اور وہ حالت) یاد نہ آئی جیسا کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ٥ [1]

تحقیق کہ جو لوگ منکر ہوئے، برابر ہے ان کے لئے کہ تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ:۔

بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ٥ [2]

بدلہ ان کے جھوٹ کا

اسی مخلوق میں ایک دوسرا گروہ ایسا تھا جس نے اگرچہ اس مواصلت اور مشاہدۂ جمال کو فراموش کر دیا تھا لیکن جب انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء نے ان کو یاد دلایا تو ان میں سے اس نورانیت کے باعث جو ان میں موجود تھی، مشاہدہ جمال کا اشتیاق عظیم پیدا ہوا اور وہ ظلمت کفر سے نکل آئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا انہوں نے (اس دور مواصلت کو فراموش ہی نہیں کیا ہے)، یہ وہی حضرات ہیں جن کے دلوں میں آتش محبت موجود تھی اور اس آگ کا فرو کرنا (بجھانا) اس مشاہدہ جمال کی یاد کے بغیر ممکن نہ تھا۔

قطعہ

مسلمانان! مسلمانان! مرا ترکیست یغمائی
کہ او صفہائی شیرانرا بدراند بہ تنہائی

بہ پیش خلق نامش عشق، پیش من بلائی جان
بلائی محنت شیرین جز با او نیا سائی

دہان عشق می خندد دو چشم عشق می گرید
کہ حلوا سخت شیرین است' ناپیداست حلوائی

ترجمہ:۔ اے مسلمانو! اے مسلمانو! میرا محبوب ایسا ترک یغمائی (لوٹنے والا ترک) ہے کہ وہ اکیلا ہی شیروں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ اس کا نام دنیا والوں نے عشق رکھا ہے وہ اس کو عشق کہتے ہیں اور میں اس کو بلائے جاں کہتا ہوں اگرچہ وہ بلا ہے لیکن ایسی گوارا اور پسندیدہ بلا ہے کہ تجھے اس کے بغیر آرام نہیں مل سکتا۔ دہن عشق تو اس لئے مسرور و خنداں ہے کہ یہ حلوا بہت ہی شیریں ہے لیکن چشم عشق اس لئے گریاں ہے کہ اس حلوے کا بنانے والا نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ پردے میں ہے۔

یہ وہی حضرات ہیں کہ ان میں سے جب کسی کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے یا تکلیف پہونچتی ہے اور اس حال میں کوئی ان کو موت کی یاد دلاتا ہے تو اس وقت ان کو نہایت حظ حاصل ہوتا ہے کہ اب مقصود حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ بعد کمال بھی اس مشاہدۂ جمال کا حصول بغیر موت کے

---

[1] پ ۱ سورہ بقرہ ۶ [2] پ ۱ سورہ بقرہ ۱۰

ناممکن ہے۔ پس اسی مسرت و نشاط کے اثر سے اُن کا بدن ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ مسرت و شادمانی کا خاصہ ہے کہ جب بیماری میں ایسی کیفیت مسرت طاری ہوتی ہے تو مواد تحلیل ہو جاتا ہے۔ اور بیماری اسی مواد کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ اطبائے زمانہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے لہٰذا یہاں اسی قدر بیان کر دینا کافی ہے اس سے زیادہ تصریح (مواد کا تحلیل ہونا) علم طب کے ذریعہ معلوم کیجا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوستوں کی عیادت بیمار دوستوں کی صحت کا موجب ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے "لقاء الخلیل شفاء العلیل" (دوست کا دیدار بیمار کی شفا کا باعث ہوتا ہے جو ایک طرح سے اس دوا خانے کا شربت بھی ہے) اور لذت مشاہدہ کا حقیقی حصول اس عالم فانی سے منتقل ہونے کے بعد ہی ممکن ہے، حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس طرح بشارت دی ہے کہ:-

من بشرنی بخروج الصفر بشرتہ بدخول الجنۃ۔	جو کوئی ماہ صفر کے گزرنے کی بشارت دے تو میں اسکو جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دوں۔

آپؐ کا یہ ارشاد اس بنا پر تھا کہ آپ کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ آپ ماہ ربیع الاول میں اس لالزار فانی سے گلزار سبحانی کی طرف تشریف لے جائیں گے اور گلِ وصالِ حقیقی کی خوشبو سے مشام جاں کو معطر فرمائیں گے پس یہ امر مسلم ہے کہ مرنے کا ذکر ایک طائفہ کے لئے صحت یابی کا موجب ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے یہ فقیر (جہانگیر اشرف) کہتا ہے کہ اس رباعی کو بیمار کے سرہانے پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس رباعی میں ضرور کوئی ایسی چیز ہے جو اہل محبت کے لئے سرور و شادمانی کا باعث ہے اور وہ چیز حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ۙ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۚ ؎۱	اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ جا، اس حال میں کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے رضامند ہے

اب رباعی کے مطلب (معنی اور مدعا کی طرف متوجہ ہوں کہ حورائے سے مراد "حور و غلمان" ہیں کہ جو بیمار کے مرتے وقت اس کی بالین پر اسکو نظر آتے ہیں جیسا کہ حدیثِ صحیح میں آیا ہے اور نگار سے مراد وہ روح انسانی ہے جس کو مقام محبوبی حاصل ہے۔

یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ؎۲	وہ اس کو چاہتے ہیں اور وہ ان کو چاہتا ہے۔

اور ارواح انسانی سے مراد عقل کا رضوان ہے جو دل کا دربان، خزانۂ قلب کا نگہبان اور بہشتِ دل کا باغبان ہے۔ اخبار صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت کا اطلاق دل پر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے " اگر عرش اور صد ہزار عرش کے برابر کچھ اور عارف کے دل میں گذریں تب بھی عارف کے دل کو خبر نہ ہو" اس کا تعجب کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روح حالتِ نزع

؎۱ پ ۳۰ سورہ فجر آیت آخر ؎۲ پ ۶ سورہ مائدہ ۵۴

میں اس چیز سے مطلع ہے جس کی استعداد اس کے اندر رکھی گئی ہے (یعنی فقر حقیقی) خالِ سیاہ سے مراد وہ ذلت وخواری وانکسار ہے جو مرتے وقت مرنے والے میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس خال سیاہ سے مراد وہ فقرِ حقیقی ہے جو روح کو عین مشاہدہ میں حاصل ہوتا ہے اور اس رباعی میں یہ معنی یعنی فقر حقیقی سے مراد لینا مستبعد نہیں ہے ابدال سے مراد قوائے نفسانی ہیں کہ تبدّل وتغیر ماہیت انسانی کے لوازم ہیں اور مصحف سے مراد حقیقتِ انسانی ہے جو ایک نسخۂ جامعہ اور ایک مظہر کلی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ۔ [1] عنقریب ہم اُن کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے دنیا بھر میں اور خود ان کے نفوس میں ہیں۔

چنانچہ صاحب مرصاد العباد (شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ دایہ) کہتے ہیں:۔

قطعہ

ای نسخۂ نامۂ الٰہی کہ توئی ۔۔۔ وای آئینۂ جمال شاہی کہ توئی
بیرون ز تو نیست ہر چہ در عالم ہست ۔۔۔ در خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

ترجمہ:۔ اے انسان! تو نسخۂ نامۂ الٰہی ہے یعنی نامۂ الٰہی کا متن ہے اور اس بادشاہ حقیقی کے جمال کا آئینہ تیری ہی ذات ہے۔ دُنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ تیری دسترس سے باہر نہیں ہے، جو کچھ تو چاہتا ہے وہ اپنی ذات کے اندر ہی طلب کر۔

"چنگ زدن" سے مراد اُن نفوس کی آویزش روح اور زبان سے ہے تاکہ انکو اپنے مرتبہ میں انحطاط سے آگاہی ہو سکے۔ اور روح کا علو مرتبت یہی ہے جو اس تقریر سے تحقیق کو پہنچا، اس اعتبار سے رباعی کے معنی سرور انگیز اور نشاط افزا ہیں جس کو سنکر بیمار کو شادی اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔

بیت

از پئی این عشق وعشرت ساختن
صد ہزاران جان ببایدباختن

ترجمہ:۔ اس عشق وسرور کے پیدا کرنے کیلئے لاکھوں جانیں بھی قربان کردینی چاہئیں۔

چونکہ سنت الٰہی اور تقدیر نامتناہی میں یہ مقرر ہے کہ روح کو اس عالم (فانی) میں کچھ مدت کے لئے اسکی تکمیل کے لئے بھیجدیا جاتا ہے اور اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ خود کو اس قفس سے چھٹکارا دلا سکے (پس موت اس کام کو انجام دیتی ہے) اس تحقیق (معانی) کے بعد اگر کوئی شخص اس رباعی کو ایسے بیمار کے سامنے پڑھے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور وہ اس رباعی کے معانی سے حالتِ رجوع یا اس قفسِ عنصری سے نجات کو سمجھے

---

[1] پ ۲۵ سورہ حٰم سجدہ ۵۳

توضرور اس میں سرور و نشاط کی کیفیت پیدا ہوگی اور عوام کو بھی ان کی نفع اندوزی سے صحت حاصل ہوگی بجاہ النبی وآلہ الامجاد ؎

شعر

ای مشکل حل و حلِ مشکل
زان سوئے ازل بہ ہشت منزل

مندرجہ بالا شعر بھی کسی بزرگ سے منسوب ہے اور اس سلسلہ میں خلاصۂ سخن یہ ہے کہ یہ "مشکل حل" زبان وبیان حمد ہے یعنی اے وہ ذات عظیم کہ تمام ملائکہ وانبیاء ومرسلین کی زبانیں اور تمام کتب منزلہ کی عبارتیں مشکلِ دینی کے حل کا ذریعہ اور تمام دینوی معاملات کے اظہار کا واسطہ ہیں، تیری ذات بلند وبالا کے اسرار کے حقیقت کی تشریح سے قاصر ہیں اور تمام افہام عقول تیری تقدیس کی حقیقت کی معرفت سے عاجز ہیں۔ اس کے بعد حلِ مشکل کہا گیا ہے وہ ضرورتِ شعری کی بناء پر مفعول کو ذکر کرکے فاعل مراد لیا گیا ہے یعنی مشکلات کو حل کرنے والا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے علیم ودانا! تمام مخلوقات کی اشکال اور تمام موجودات کے اسرار تیرے علم میں آفتاب کی طرح ہویدا ہیں اور دلوں کے تمام بھید تیری بصیرت کے حضور میں روشن ونمایاں ہیں اور واقفانِ اسرار کی گتھیاں اور تمام ناواقفوں اور نادانوں کی زبان سے نکلنے والے الفاظ جن کے فہم سے وہ قاصر ہیں تیرے تعلّم کی عنایت اور تیرے تصرف کی ہدایت سے اُن کیلئے سہل وآسان بن گئے ہیں۔

(یہ تھا مصرعہ اوّل کا مفہوم اب دوسرا مصرعہ لیجیئے) یعنی "زان سوئے ازل بہ ہشت منزل" معلوم ہونا چاہیئے کہ ازل اور ہے ازلِ ازل اور ہے صرف ازل سے وہ زمانہ مراد ہے جو علم کی اضافت ہے اور یہ عالم ارواح کا مبداء ہے۔ پس افرادِ عالم میں سے ہر فرد کا وجود مرتبۂ ارواح میں ازلی ہے اور ازل کی ازلیت وجود مطلق کی بقا کے امتداد سے مراد ہے۔ اور وہ زمانہ سے مسبوق نہیں ہے۔ اگر اس کو زمانہ سے مسبوق مان لیا جائے تو اس کا آغاز عدم سے ہوگا۔ جب بطور مقدمہ ان تصریحات سے آگاہی حاصل ہوگئی تو اب شعر کے مطلب کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ جب فیضِ وجود کا آفتاب جو ہویتِ غیب کے مطلع فیض سے طلوع ہوکر عالم جسمانی کے افقِ انتہار پر پہنچتا ہے۔ (فیض وجود جب پیکرِ انسانی میں جلوہ گر ہوتا ہے) تو اس آفتاب وجود کا گزر آٹھ جبروتی اور ملکوتی منزلوں سے ہوتا ہے۔

پہلی منزل | مرتبہ حیّ ہے۔ اس منزل میں نزول صفتِ "حیّ" کے فیض سے ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں اس فیض کو سبب وجود اور سرّ روحانی بھی کہا جاتا ہے۔

دوسری منزل | اس منزل سے وہ منزل علم کی طرف نزول کرتا ہے جہاں پہنچکر وہ صفتِ علیمی سے مستفید ہوتا ہے اس مرتبہ میں اسکو معلوم کہا جاتا ہے۔

تیسری منزل | اس دوسری منزل سے وہ (تیسری) منزل، منزلِ ارادت میں نزول کرتا ہے۔ وہاں مُرید کے رنگ

یں اس کا ظہور ہوتا ہے اور اس مرتبہ میں اسکو مراد کہتے ہیں۔

چوتھی منزل یہاں سے وہ منزلِ قدرت میں نزول کرتا ہے اور یہاں آثار قدیری سے کچھ اثر قبول کرلیتا ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو مقدور کہتے ہیں۔

پانچویں منزل پھر یہاں سے یعنی (چوتھی منزل) سے وہ منزل سمیعی میں نزول کرتا ہے اور عالم سمیعی کی ایک حقیقت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو مسموع کہتے ہیں۔

چھٹی منزل مرتبہ مسموع سے وہ منزل بصیری میں نزول کرتا ہے اس منزل میں سعادتِ بینائی اسکی صفت بن جاتی ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو ملحوظ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ساتویں منزل اس منزل سے وہ منزل کلامی میں نزول کرتا ہے اور اس مرتبہ میں حضرت احدیت کے احکام کے تصرفات کے لئے کلام روحانی کو قبول کرنے کی استعداد اس میں پیدا ہوجاتی ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو کلیم سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور یہاں پہنچکر افرادِ وجود کا ہر فرد کلمہ از کلمات اللہ سے موسوم ہوجاتا ہے۔ (کلمۃ من کلمات اللّٰہ) جیساکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حق میں فرمایا گیا ہے :۔

وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ [1] ‏ اور اس کا کلمہ ہے جسکو مریم کی طرف پہنچایا گیا۔

یہ بھی مراتب وجود سے ایک مرتبہ ہے ان اسماء کو "ائمہ سبعہ" کہتے ہیں اور مفاتیح غیب بھی انکو کہا جاتا ہے۔

آٹھویں منزل اس کے بعد آٹھویں منزل میں اس کا نزول ہوتا ہے جو عالمِ ارواح ہے۔ اسکو عالمِ ملکوت بھی کہتے ہیں۔ اس عالم میں پہنچکر غیب سے ان صفات کے تکملہ کی صفات پیدا کی جاتی ہیں۔

یہاں سے وہ منزل شہادت میں نزول کرتا ہے اور عالمِ حسّی میں وجودِ خارجی کا ظہور ہوتا ہے۔ نصف دائرہ وجود اس کے ظہور سے (تمام) پورا ہوجاتا ہے۔ اب معلوم ہوگیا کہ عالم ارواح ہی عالم ملکوت ہے۔ اب ازل کو سمجھنا چاہیئے ازل وجود افراد و اعیان کا عالم معاد ہے اور عالمِ حسّی کے افراد کا ہر فرد اس عالم حقیقی میں ہے جو اُن موجودات کے لئے ازل ہے اور یہ ازلِ ازل کا عکس ہے (جسکی تعریف پہلے کی جاچکی ہے) وہ ازلِ ازل امتداد بقائے ہویت ہے۔ پس شاعر نے جو کہا ہے "زان سوئے ازل بہ ہشت منزل" وہ بالکل بجا اور درست کہا ہے کہ فیضِ وجود ہویت غیب کے فیض وجود (جعل بسیط) سے مراتب و منازل جبروتی کی ساتوں منزلوں سے گذرکر منزلِ ملکوت تک پہنچا ہے۔ جو اعیان مقیدہ کا ازل ہے۔ پس حضرت ہویت جو مطلوب حقیقی ہے ورائے منزل ہشتم میں تھا۔ "یہ معانی میں نے حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ سے سماعت کئے ہیں۔"

شعر

ز دریائی شہادت چون نہنگ لا برآرد ہو
تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

---

[1] پ ۶ سورہ نساء ۱۷۱

ترجمہ:- دریائے شہادت سے جب لا کے غوطہ خور نے ہو کا نعرہ لگایا تو عین طوفان میں نوح پر تیمم فرض ہو گیا۔

لطائف اشرفی کا جامع (یعنی حاجی نظام غریب یمنی) حضرت والا صیف خان کی خدمت میں حاضر تھا کہ کچھ فضلائے زمانہ جو مشرب صوفیہ سے آگاہی رکھتے تھے، اس شعر کی شرح بیان کر رہے تھے، اور دُررِ معانی کو رشتۂ بیان میں پرو رہے تھے تو اثنائے بحث میں حضرت صیف خان نے اس خادم کی طرف توجہ کی اور ارشاد کیا کہ حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب اس شعر کی شرح جو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے کی تھی بیان کرو۔ ہر چند کہ اس خادم نے انکسار کا اظہار کیا اور فاضلوں کے زمرے سے خود کو باہر رکھا لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ میں اس شعر کی شرح میں ضرور کچھ نہ کچھ کہوں، چنانچہ اسکی شرح میں جو کچھ میں نے اپنے مرشد والا (حضرت قدوۃ الکبراؒ) سے سنا تھا اس طرح بیان کیا کہ:-

دریائے شہادت سے مراد اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ جب طالب صادق اور ذاکر حق کلمۂ نفی و اثبات کی تکرار مداومت کے ساتھ کرتا ہے اور اس کے معانی میں غور و فکر کرتا ہے تو ہر طرف سے انوارِ الٰہی اور اسرار نامتناہی اس پر منکشف ہوتے ہیں۔ اس وقت نفی (لا) کی طرف سے اسکی نظر ماسوائے ذات سے پاک ہو جاتی ہے اور کثرت کے آثار اس کی نگاہوں سے مخفی ہو جاتے ہیں اور اثبات (الا اللہ) کی جانب سے صفاتِ ذات وارادتِ کمالات اسکی چشم شہود میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔ اس عین عالم حصول میں اچانک نہنگ لا (نفی) جس سے ہمیشہ عجیب و غریب فوائد حاصل ہوتے ہیں تجلّیِ ذات کا گوہر جو اس کو صدف ہو سے حاصل ہوا ہے سالک کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور فنائے ذات کا موتی اس کے دامن حال میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس وقت نوح جس سے سالک مراد ہے کو چاہیئے کہ فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا[1] (پس تم مٹی سے تیمم کرو) کے اقتضا کے بموجب اس خاک کا عزم کرے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ[2] (تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے) یعنی اپنے اصل منشا اور حقیقی مبنا جو اس کا عین ثابتہ ہے کی طرف رجوع کرے اس طرح وہ فناء الفنا کی منزل میں پہنچ کر تیمم حاصل کرے گا اور (طوفانِ شعوری سے نکل کر) گرداب بے شعوری سے واصل ہو جائے گا۔

بیت

بدریائی وصالت ہر کہ سباح	ہر وہ شخص جو تیرے دریائے وصال کی تسبیح پڑھنے
بصحرائی کمالت ہر کہ سیاح	والا ہے اور ہر وہ شخص جو تیرے صحرائے کمال کا
بود بہتر کہ او غواص باشد	سیاح ہے اس کیلئے بہتر ہے کہ وہ غواص بنے
برون از عام واندر خاص باشد	باہر سے وہ عام ہو اور اندر خاص ہو۔
زند در بحرِ وجدان غوطہ یکبار	وجدان کے سمندر میں جو ایک مرتبہ غوطہ لگائے گا
بر آرد از تکش لولوئی شہوار	تو اسکی تہہ سے انتہائی قیمتی موتی نکالے گا۔

[1] پ ۵ سورہ نسآء ۴۳ [2] پ ۲۱ سورہ روم ۲۰

دگر در بحر شد از غوطہ آگاہ	دوسرے وہ جو سمندر کی غوطہ خوری سے صرف آگاہ
نخوانم بہر او غواص جانکاہ	ہے۔ ہم اس کو جانکاہ غوطہ خور نہیں کہہ سکتے۔
بباید علم غوطہ دور کردن	غوطہ خوری کا علم دور کرنا چاہیئے۔ اپنے دل
ز خاطر خویش را مہجور کردن	کو اس سے مہجور کرنا چاہیئے۔

بعض اصحاب معرفت نے تیم سے مراد نزول کی طرف رجوع کرنے سے لی ہے یعنی فنا الفناء کے بام عروج سے نزول کرے۔ اس بنا پر کہ سالک کے لئے ترقی کے بعد نزول واجب ہے تاکہ اس منزل کے بعد وہ اصحاب سلوک اور احباب فقر کی رہنمائی اور ہدایت کر سکے کہ صاحبان معرفت نے اس منزل پر پہونچکر سالکان طریقت کی ہدایت و رہنمائی کی ہے نہ وہ کہ جو فنا الفنا میں ہمیشہ غوطہ زن رہتے ہیں چنانچہ بعض مجذوبانِ روزگار و محبوبان کردگار جنہوں نے صعود کے بعد نزول نہیں کیا وہ اس گرداب (بے شعوری) میں پھنسے رہے ہیں اور ان سے سالکان طریقت کی تربیت نہیں ہو سکی ہے۔

ابیات

بہمت ہر کہ سر در آب افگند	برآرد گوہر از دریائی فرخند
درایتاں ہر کہ سر در تگ نہادہ	بماند در کفش در کم فتادہ

ترجمہ:۔ جو کوئی ہمت سے کام لے کر پانی میں غوطہ لگاتا ہے وہ دریائے معرفت سے موتی نکال لاتا ہے اور جو کوئی دریا یا سمندر کی تہہ تک جاتا ہے اور وہیں ٹھہر جاتا ہے تو بہت کم موتی اس کے ہاتھ میں آتے ہیں۔

بیت

اگر در عقل گنجیدی جمالش
ورق بر دست نامحرم نہ دادی

ناظرانِ جمالِ معانی شاہدانِ خیال نکتہ دانی (عارفان الٰہی) سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ عقل سے مراد ملائکہ ہیں جن کو عقول کہا جاتا ہے اور ان عقول میں عقلِ اوّل حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور چونکہ ملائکہ میں اسرارِ الٰہی کے مظہر ہونے کی استعداد اور صلاحیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے :۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى	بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الآیہ [1]	آسمانوں اور زمین ...

یہ بات ظاہر ہے کہ امانت کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا گیا مگر صرف انسان نے اس بارگراں اور اسرار جاں فگار کے آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔ جیسا کہ مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) نے کہا ہے :

شعر

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

---

[1] (پ ۲۲ سورہ احزاب ۷)

ترجمہ:۔ آسمان جب اس بارِ امانت کو نہ اٹھا سکا تو پھر قرعۂ فال مجھ دیوانے کے نام ڈالا گیا یعنی انسان کے حوالے کردیا۔ ہر چند کہ ملائکہ ایک پل کے لئے بھی اس کی عبادت سے غافل نہیں ہیں لیکن ان میں عشق و محبت کا ذرا بھی نشان اور اثر موجود نہیں ہے یہاں تک کہ وہ لفظِ "ودود" کے معنی سے بھی آشنا نہیں ہیں۔ "ورق" اس اسرار امانت کو کہا گیا ہے جس سے وہ مشرف ہیں، اور انسان کو نامحرم اس لئے کہا گیا ہے کہ ملائکہ باعتبار قربت زمان و مکان کے اقرب موجودات ہیں برخلاف انسان کے کہ وہ مخلوقات میں سب سے زیادہ دور اور انزل موجودات ہے وصول بدنی کے اعتبار سے شریعت میں بھی اسے نامحرم کہا گیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اگر ملائکہ شرف جمال الٰہی کے لائق اور کمال نامتناہی کے ادراک کے قابل ہوتے تو انسان ہرگز اس دولت عشق سے واصل نہ ہوتا اور اسکو یہ شکوہ و خوبی میسّر نہ ہوتی جبکہ اسکو یہ حاصل ہے۔

بعض کاملین اور فاضل صوفیہ کا یہ خیال ہے کہ نامحرم سے مراد ملائکہ ہیں اس لئے کہ اگر ملائکہ اسرارِ الٰہی کے مدرک اور عبارت خامۂ الٰہی کے ماہر بن جاتے اور اس کے محرم ہوتے تو اوراقِ اسرار رسالت (منصبِ نبوت) دنامۂ آثارِ ولایت جن میں حقائق اور معارفِ الٰہی مندرج ہیں، انسان کو نہ دیئے جاتے جس طرح ظاہری محبت کی دنیا میں اور دوستی کے معاملہ میں ہوتا ہے کہ نامۂ محبوب اُمّی کے حوالے کیا جاتا ہے۔ قاری کے ہاتھ میں نہیں دیا جاتا ہے

شعر

ازان مادر کہ من زادم دگر بارہ شدم جفتش
ازانم گبر می خوانند کہ با مادر زنا کردم

یہ شعر حضرت مولانا رومی قدس اللہ سرّہٗ سے منسوب ہے اور اُن کے نادر اشعار میں شمار ہوتا ہے۔
اب اس شعر کے معانی سمجھو۔

مادر سے مراد اس کا اپنا "عین ثابتہ" ہے جو محل تکثیر اسماء و صفات اور تفصیل صور موجودات کے تصوّر کا نام ہے۔ اگرچہ معنیٔ لفظ "اُم" سے یہ معلوم و متبادر ہوتا ہے کہ اس سے مراد حقیقتِ محمدی ہے اسلئے کہ تمام اسمائے کونی و اسمائے الٰہی اور موجودات نامتناہی کی اصل صدور آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے لیکن "دگر بارہ شدم جفتش" سے یہ معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے پس اس اعتبار سے یہ معنی ہوں گے کہ راہ الٰہی کے سالکوں کے وصول کا منتہائے کمال اور بارگاہ الٰہی کے خلوت نشینوں کے وصول کی نہایت خود اُن کا "عین ثابتہ" ہے۔ پس یہی موزوں اور مناسب ہے کہ مادر سے مراد سالک کا عین ثابتہ لیا جائے اور گبر ترسا سے اصطلاحی معنی ارباب تصوف نے ظہور حقائق و معارف مراد لئے ہیں اور اپنی حقیقت سے مطلع ہونا سوائے اس کے اور کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ "عین ثابتہ" کا وصول ہو جائے یعنی وصول عین ثابتہ دوسرے مراتب میں مقید ہونا ممکن نہیں ہے اسلئے کہ جب سالک چست و چالاک اور تیز رفتار سیر کنندہ اپنے عین ثابتہ پر پہونچ جاتا ہے تو ازل سے ابد تک کے احوال ساریہ اور حالات جاویہ سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ زنا بمادر کردن سے مراد عین ثابتہ

روح کا وصول ہے۔ لغت میں زنا کے معنی "بررفتن" یعنی چڑھنا ہیں جس سے مراد سالک کا عروج ہے کہ وہ ترقی کرتے اور چڑھتے چڑھتے اپنے عین ثابتہ تک پہنچ جاتا ہے کہ سالک کا عروج اس عین ثابتہ سے اوپر نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ کی مزید تحقیق گروہ صوفیہ کے علم پر موقوف ہے ؎

شعر

چندانکہ آرزوئ تو درسینہ جائ کرد
واللہ کہ آرزوی خدایم محقر است

ترجمہ:- تیری آرزو نے میرے سینے میں کچھ جگہ بنالی ہے۔ خدا کی قسم! میرے خدا کی آرزو بہت تھوڑی ہے
مرقومہ بالا شعر حضرت شیخ شرف الدین پانی پتی قدس اللہ سرہٗ سے منسوب ہے جو مجذوبانِ زمانہ کے پیشوا اور محبوبان بارگاہِ الہٰی کے مقتدا تھے۔

واضح ہونا چاہیئے کہ اس شعر میں خطاب حضرت مطلق (خداوند تعالیٰ) اور ذات صرف سے ہے۔ جب سالک شطار اور عاشق جانباز قطع منازل ورفع منازل سلوک کرتا ہوا چاہتا ہے کہ ذاتِ صرف کا وصول اس کو ہمیشہ ہو۔ ہر چند کہ سالک کے لئے اس مرتبۂ ذاتِ صرف کا وصول موجب استہلاک ہے اور اس منصب کا حصول انہماک کا سبب ہوتا ہے لیکن اسکی ہمت بلند پرواز چاہتی ہے کہ ہر دم وہ اس ذات کی خواہاں اور ہر لحظہ اس عتبۂ عالیہ کی جویاں بنی رہتی ہے۔ حافظ شیرازی نے اسی مقام کے لئے کہا ہے: ؎

بیت

دست از طلب بدارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجانان یا جان زتن برآید

ترجمہ:- جب تک میرا مقصد پورا نہیں ہوتا میں اس طلب سے باز نہیں آؤں گا، اس کوشش میں یا تو میں دوست تک پہنچ جاؤں گا یا جان کا تعلق جسم سے منقطع ہو جائے گا۔

اسم اللہ کا اطلاق حضرتِ واحدیت پر ہوتا ہے بلکہ واحدیت کے نصف دائرے پر کہ تمام اسمائے الٰہی اسی دائرہ میں مندرج ہیں اور وجوب صرف اسی کا وصف خاص ہے (یعنی وہ واجب الوجود ہے) پس عاشق جانباز سالک کے دل میں شوق وصول و ذوقِ حصول اس طرح جاگزیں اور جائے گیر ہے کہ مرتبہ الوہیت تک پہنچ جانا اسکو حقیر معلوم ہوتا ہے جس سے مراد ہے کہ آرزوئے خدائی بھی اسکو ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔

بعض اکابر نے اس شعر کے معنی اسطرح بیان کئے ہیں کہ "کل قیامت میں" حق تعالیٰ ہر ایک کے سامنے اس کے محبوب کی صورت میں جلوہ گر ہوگا اور تجلی فرمائے گا تاکہ وہ اس محبوب کی صورت میں لذتِ مشاہدہ سے زیادہ سے زیادہ محظوظ ہوسکے۔

حضرت شیخ شمس الدین معز بلخی فرماتے تھے کہ اگر کل قیامت میں حق تعالیٰ نے میرے مرشد

شیخ شرف الدین کی صورت میں تجلّی نہیں فرمائی تو میں ہرگز اس تجلّی کی طرف التفات نہیں کروں گا۔

بیت

اگر فردا نہ بینم صورت دوست
چہ کار آید مرا گر صورت اوست

ترجمہ:۔ اگر کل میں دوست کی صورت نہ دیکھ سکا تو اس کی صورت سے مجھے کیا فائدہ ؟ کہ اس کی صورت ہے بھی یا نہیں ؟

بعض ارباب تصوّف کے یہاں یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ تجلّی بغیر صورت کے ممکن نہیں ہے۔ عروس معنی کا مشاہدہ بغیر نقاب ظاہری کے نہیں ہو سکتا۔ پس ایسی صورت میں شیخ کی صورت سے بڑھکر اور اعلیٰ تر صورت تجلّی اور کون سی صورت ہو سکتی ہے جس سے مُرید لذتِ مشاہدہ حاصل کر سکے۔ پس جبکہ طالب صادق اور مرید واثق صورت شیخ کے بارے میں اس درجہ اعتقاد رکھتا ہو تو کیا تعجب اگر وہ یہ کہدے کہ وہ حظ اور وہ لذت جو میں نے اپنے پیرو مرشد کے آئینہ صورت سے حاصل کی ہے اس کے مقابل میں وہ حظ اور وہ لذت جو شیخ کے غیر کی صورت میں ہو خواہ وہ بصورت الوہیت ہی کیوں نہ ہو۔ میرے نزدیک محقر ہے جو سالک کامل ہے اس کو اس مشاہدہ پر اسطرح یقین ہوگا کہ اس یقین کی بدولت پردۂ حجاب اُٹھ جائے گا۔ جیساکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے:۔ لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً (اگر پردہ اٹھ جائے تب بھی میرا یقین جو اب ہے زیادہ نہیں ہوگا)

لیکن ہر بوالہوس ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ ایسا کہنا اس کے جنون کے شایان شان نہیں ہے اور نہ ہر رندا من یہ بات زبان سے نکال سکتا ہے ؎

بیت

نہ ہر کس محرم اسرار باشد
نہ ہر دیدار از دیدار باشد

ترجمہ:۔ نہ تو ہر ایک محرم اسرار ہوتا ہے اور نہ ہر ایک کے دیدار کو اس کا دیدار کہا جا سکتا ہے۔

مرید کو پیرو مرشد کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کی کوئی بات جو سزا وار ہے اور جس صفت سے بھی پیرو مرشد کو متصف کرے وہ اولیٰ تر ہے۔

منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت شیخ مؤید الدین جندی سے سوال کیا کہ حضرت شیخ صدرالدین قونیوی حضرت مولوی رومی کی شان میں کیا فرمایا کرتے تھے ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک روز (حضرت شیخ صدرالدین قونیوی) چند مخلص درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان حضرات میں حضرت شیخ شمس الدین ایکی، شیخ فخرالدین عراقی، شیخ شرف الدین موصلی اور شیخ سعدالدین فرغانی (رحمہم اللہ تعالیٰ) بھی شامل تھے۔ اثنائے گفتگو حضرت مولانا رومی کی سیرت و صورت کا ذکر چھڑ گیا اس وقت حضرت شیخ (صدرالدین) نے فرمایا :

اگر حضرت بایزید بسطامی اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی اس زمانہ میں ہوتے تو اس مرد مردانہ کا غاشیہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر رکھا کرتے اور اُن کی اس اجازت پر ممنونِ احسان ہوتے۔ بیت

جنید از جندیانِ بارگاہش
سری از سرفرازان کلاہش

ترجمہ:۔ جنید اس کی بارگاہ کے لشکریوں میں سے ایک ہیں اور سری (سقطی) اسکے کلاہ سرفرازی پانے والوں میں سے ہیں۔

وہ فقر محمدی کے خوان سالار اور لشکر احمدی کے قافلہ سالار ہیں۔ ہمیں انھیں کے طفیل سے ذوق حاصل ہوا ہے۔ تمام حاضرین نے حضرت صدرالدین کے اس قول پر آفرین کہی۔ اس کے بعد شیخ مؤیدالدین جُندی نے فرمایا کہ میں بھی اس سلطان طریقت کا نیاز مند اوران کے حاجتمندوں میں سے ہوں۔ یہ فرما کر انھوں نے یہ بیت پڑھا ؎

بیت

لوکان فینا للالوھۃ صورۃ
ھی انت لا اکنی ولا اتردد

ترجمہ:۔ اگر ہمارے درمیان خدا کے لئے کوئی صورت ہوتی تو وہ صورت تیری ہی ہوتی، میں یہ کہنے میں نہ کوئی کنایہ کر رہا ہوں اور نہ یہ کہنے میں مجھے تردد ہے۔

شعر

آں شد کہ بارمنت ملاح بردمی
گوہر چو دست داد بہ دریا چہ حاجت است

یہ شعر مجذوبان الٰہی کے پیشوا اور محبوبان خدا کی منتخب شخصیت خواجہ حافظ شیرازی سے منسوب ہے اور تشریح اس شعر کی یہ ہے:۔

"ملاح سے مراد عقل ہے جس نے مرتبۂ اول میں سالک کو ساحلِ صنع سے گزار کر دریائے صانع میں پہونچا دیا ہے۔ جو ہستی مجازی سے نکال کر صحرائے حقیقت میں پھرا رہی ہے، گوہر سے مراد وہ نور جذبہ اور معانی معارف ہیں جنہیں غواص طریقت نے صدف عقل سے حاصل کیا اور جس کا تعلق بحر تجرد سے ہے۔ مدعا یہ ہے کہ جب سالک وطالب ولایتِ عرفان کی سرحد پر پہنچ گیا اور وجدانِ معانی سے اس کی ضیافت ومہمانی ہونے لگی تو پھر عقل جو مشاطۂ خیالات انگیز اور دلالۂ محالات آمیز تھی طالب ومطلوب کے درمیان سے اپنا بستر اٹھا لیتی ہے۔

شعر

وصالِ یار چون گشتہ میسر
کنونم حاجتِ دلالہ نبود

ترجمہ:۔ اب جبکہ وصالِ یار میسر ہوگیا ہے مجھے دلّالہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔
دریا سے بحرِ کثرت مراد ہے کہ خرد کو استدلال سے واسطہ اور عقل کا رابطہ استقبال سے تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب سالک کے جذبہ کو نورِ خورشید تک مرتبہ وسلوک حاصل ہوگیا تو پھر چراغ خرد کے نور کی کیا حاجت رہی جو دریائے کثرت سے استدلال حاصل کرتا تھا۔

بیت

علم بر زد چو خورشید جہاں تاب
چراغی را نماند در جہاں تاب

ترجمہ:۔ جب خورشید جہاں تاب اپنا علم بلند کرتا ہے یعنی طلوع ہوتا ہے اس وقت چراغ کی روشنی دنیا میں باقی نہیں رہتی ہے۔
بعض حضرات صوفیہ نے اس شعر میں یعنی (آں شد کہ بارمنت ملاح بردمی ؛ گوہر چو دست داد بدریا چہ حاجت است) ملاح کے معنی پیر و مرشد کے لئے ہیں اور ذہن بھی اسے تسلیم کرتا ہے اور گوہر سے مقصد حقیقی کے معنی مراد لئے ہیں۔ (دوسرے مصرعہ میں) لفظ دریا سے بھی شیخ و مرشد کے معنی مراد لئے ہیں کہ اسی ذات سے ارشاد کے موتی اور استفادہ کے جوہر حاصل ہوتے ہیں لیکن اگر یہ معنی مراد لئے جائیں تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ جس وقت طالب مقصد حقیقی کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ پیر و مرشد سے بے نیاز ہوجاتا ہے، ایسا کہنا اور یہ معنی مراد لینا محققین کے نزدیک درست نہیں ہے اسلئے کہ مرید تو کسی حال میں بھی اور کسی وقت بھی مرشد سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، البتہ طرفۃ العین کے لئے ایسا اس وقت ہوتا ہے جب سالک فنا کی منزل پر پہونچ جاتا ہے لیکن یہ بات بھی مشارب (تصوف) اور مذاہب (طریقت) کے خلاف ہے جس کسی کو مزید تحقیق کی ضرورت ہو وہ کامل مشرب سے معلوم کرلے، چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ "مرید شیخ سے ہرگز بے نیاز نہیں ہوسکتا اسکو جو کچھ دولت وصول ہوتی ہے اور جو کچھ شان و شوکت بہم پہونچتی ہے وہ تمام تر شیخ کی ہمت کی برکت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔"

بیت

مملکت عاشقی و کنج طرب
ہر چہ دارم بہ یمن ہمت اوست

ترجمہ:۔ عاشقی کا ملک اور گوشۂ مسرت میرے پاس جو کچھ بھی ہے سب اسی کا احسان ہے۔
اور مرشد سے بے نیاز ہو بھی کس طرح کہ وہ تو ایک برزخ ہے جو برزخ البرازخ کا پرتو اور مظہر ہے اور سالک کا منتہائے مقصود وہی برزخ البرازخ ہے اور وہی اس کے مدعا کی غایت ہے، جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ جس چیز کو تم خدائی کہتے ہو ہم اسکو محمد کہتے ہیں اور جس کو تم محمد کہتے ہو ہم اسکو خدائی کہتے ہیں۔

بیت

با دوست پیام در نگنجد
خود بود کہ خود پیمبری کرد

دوست کے ہاتھ اس نے پیام نہیں بھیجا بلکہ وہ ہی تھا اور اسی نے پیمبری کی۔

بیت

پیر ما گفت خطا در قلم صنع نرفت
آفرین بر نظر پاک و خطا پوشش باد

(اس بیت کے معنی یہ ہیں) کہ ابتدائے حال میں سالک کی نظر خیر و شر کے منظر پر ہوتی ہے تو وہ اس خیر و شر کو اہل خیر و شر سے منسوب کرتا ہے لیکن جب سالک اس مرتبہ سے ترقی کر جاتا ہے اور اس کی بصیرت نورِ عرفان سے اور بصارت وجدان کے سرمہ سے مکحل اور منور ہو جاتی ہے اور وہ توحید افعالی و صفات کے تخت پر جلوس فرماتا ہے۔ تب اس قول کے مطابق مَا صَنَعَ اللّٰہُ فَھُوَ خَیْرٌ (اللہ تعالی نے جو کچھ بنایا ہے وہ خیر ہی خیر ہے) اور اس فرمان کے بموجب:-

مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ [1]

کوئی چلنے والا ایسا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

سالک کی نظر میں ہر بات میں خیر ہی ہوتی ہے اور ہر ایک گام پر صراطِ مستقیم ہی کو اختیار کرتا ہے چنانچہ خود اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ؎

بیت

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست
بر صراطِ مستقیم اے دل کسی گمراہ نیست

ترجمہ:- طریقت میں سالک کے سامنے جو کچھ آتا ہے اس کے لئے بہتر ہے۔ اے دل صراطِ مستقیم پر چلنے والا کوئی گمراہ نہیں ہوتا۔

بعض افاضل نے اس بیت کو ظاہری معنی پر محمول کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ خواجہ صنع اللہ اور خواجہ حافظ ایک دوسرے کے مصاحب و ہم نشین تھے۔ کبھی کبھی دونوں حضرات اپنے اپنے اشعار نقد و تبصرہ کے لئے ایک دوسرے کو پیش کرتے تھے چنانچہ خذ ما صفا ودع ما کدر (صاف لے لو اور گندہ چھوڑ دو) کے بموجب ایکدوسرے کے معائب شعری کو نہیں بلکہ محاسن شعری کو دیکھتے تھے اور ایک دوسرے کو کبھی کسی نے قباحت سے منسوب نہیں کیا، چنانچہ خواجہ حافظ نے شعر مرقومہ بالا میں خواجہ صنع اللہ کے محاسن شعری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کما جرٰی علٰی لسانہٖ (جیسا کہ اسکی زبان پر جاری ہوا)

---

[1] پ ۱۲ سورہ ھود ۵۶

بیت مغربی

چشم گراین است وابرو این و ناز و شیوہ این
الفراق ای زہد و تقوی الوداع ای عقل ودین

ترجمہ :- اگر آنکھ یہی ہے، ابرو یہی ہے اور ناز و شیوہ کا یہی انداز ہے تو زہد و تقویٰ تو گیا عقل و دین بھی رخصت ہو گئے۔

یہ بیت حضرت شیخ مغربی کی طرف منسوب ہے۔ جب حضرت شیخ کمال خجندی نے یہ شعر سنا تو فرمایا کہ شیخ مغربی تو ایک بزرگ شخص ہیں وہ ایسا شعر کیوں کہتے ہیں جو تغزل سے بھرپور ہے۔ سوائے معنی مجازی کے اس میں اور کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ جب شیخ مغربی تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے شیخ خجندی کی دعوت کی اور خود ان کے لئے کھانا تیار کرنے لگے۔ مولانا کمال خجندی بھی جیسا کہ صوفیہ کا طریقہ ہے ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے باورچی خانے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ مولانا مغربی کھانا پکاتے جاتے ہیں اور یہ شعر پڑھتے جاتے ہیں۔ مولانا کمال خجندی کو دیکھ کر انہوں نے شعر کی تشریح بیان کرنا شروع کر دی اور فرمایا کہ سنو! چشم کو عین کہتے ہیں اور اس سے اشارہ ہے عین قدیم کی طرف جو ذات باری تعالیٰ ہے اور ابرو حاجب ہے۔ اس سے مراد حجاب ذات ہے اور ناز و شیوہ سے مراد تجلیات اور ارادات پیہم ہیں جو ان مظاہر کونی میں نظر آتی ہیں تو اب زہد و تقویٰ ان تجلیات کے مشاہدہ کے بعد کس طرح باقی رہ سکتا ہے کہ وہ ان تجلّیات کا غیر اور اس کے سوا ہے۔ یہ ہیں اس بیت کے حقیقی معنی۔

بیت

ای روی درکشیدہ بہ بازار آمدہ
خلقی بدین طلسم گرفتار آمدہ

ترجمہ :- اے وہ کہ جو نقاب رخ الٹ کر بازار میں آ گیا۔ ایک مخلوق ہے جو تیرے سحر میں گرفتار ہو گئی ہے

یہ بیت حضرت فریدالدین عطار قدس اللہ سرہ کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ : اے وہ کہ تو نے اپنے چہرے پر جو ظاہر وجود کا پرتو ہے تعینات وجود کی نقاب ڈال لی ہے اور اس میں اپنے چہرے کو چھپا لیا ہے اور اسی حال میں بازار ظہور میں نکل آیا ہے اور تمام مخلوق اس طلسم صور میں جو تو نے اپنے رخسار کی تجلیات سے تیار کیا ہے گرفتار ہے کثرت تعینات متباینہ اور آثار مختلفہ کی وجہ سے بُعد و ہجر و غفلت و پندار اور غیریت میں مبتلا ہے یا خود پرتو جمال کی سرایت کے باعث وہ چہرہ خود اس نقاب مظاہر و صورت جمیلہ عشق و محبت کی بلا میں گرفتار ہے یعنی بعض عاشق صورت ہیں اور بعض عاشق حقیقت و معنی ہیں۔

بیت

بیزارم ازان کہنہ خدای کہ تو داری
ہر لحظہ مرا تازہ خدای دگر است

ترجمہ :۔ میں تیرے پرانے خدا سے بیزار ہوں۔ میرا خدا تو ہر لمحہ دوسرا تازہ خدا ہے۔
مندرجہ بالا بیت میں زاہدان حشویہ اور عابدان شرعیہ کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے شراب بزم توحید سے ایک جرعہ بھی نہیں پیا ہے اور نہ رندانِ تفرید کے کباب کا ایک ٹکڑا چکھا ہے اور ان کا عقیدہ بس وہی "اقرار باللسان و تصدیق بالقلب" (زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق) اور اسی کلمہ پر قائم و متمکن ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو زلالِ تجلیاتِ الٰہی اور وارداتِ لامتناہی کے عطیات سے سیرابی حاصل نہیں ہوتی (ان کرامتوں اور نعمتوں سے محروم ہیں) جبکہ سالکانِ طریقت ہر لحظہ اور ہر دم وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ[1] (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو) کی شراب سے سرشار ہیں اور فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ[2] (تم جہاں کہیں یا جس طرف بھی دیکھو گے وہاں جمال الٰہی موجود ہے) کی سرسبزی اور شادابی سے بہرہ ور اور مستفید ہیں (یعنی ہر لحظہ اور ہر جگہ ان کے سامنے تجلی الٰہی پر تو فگن ہے)
چونکہ ان زاہدوں اور عابدوں کو اس شراب سے وصول عرفان کا موقع حاصل نہیں ہوا اور حصولِ وجدان کی سرخوشی اور سرمستی میسر نہیں ہوئی ہے اسلئے وہ ہمیشہ شرکِ خفی کے خمار میں گرفتار ہیں اور نشاء وحدت کا ان میں کوئی اثر نہیں ہے۔

بیت

کسی کو ماند در صحرائے طامات
چہ داند ذوق مستان خرابات

ترجمہ :۔ جو صحرائے طامات (حادثۂ عظیم و بلائے سخت) میں پھنس کر رہ گیا ہے وہ مستان خرابات کے ذوق کو کیا جانے ؟
ہم اللہ سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔ پس مست شراب توحید کے لئے یہ ضروری ہوا کہ وہ ایسی طعن آمیز اور سخت بات کہیں اسلئے کہ بہت سے ایسے لوگ جو دولتِ شہود سے محروم اور شوکتِ وجود سے مہجور تھے، اصحاب وصول کی اس سرزنش اور اربابِ حصول کی تحریص سے ہوشیار ہو کر حریم عرفان اور گلستانِ وجدان تک پہونچ گئے ہیں۔

---

[1] پارہ ۲۷ سورہ حدید ۴ [2] پ ۱ سورہ بقر ۱۱۵

لطیفہ ۲۰

سماع و استماع مزامیر

یہ لطیفہ ایک مقدمہ، تین نغمات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے

قال الاشرف:

السماع تواجد الصوفیة فی تفهیم المعانی الذی یتصوّر من الاصوات المختلفة

ترجمہ :- حضرت اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ مختلف آوازوں کو سنکر فہم میں جو معانی پیدا ہوتے ہیں ان کے اثر سے صوفیہ کا وجد کرنا سماع ہے۔

مقدمہ

زمانے کے لوگ تین گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک گروہ تو اُن لوگوں کا ہے جو عقبیٰ کے طلب گار اور دنیا کے ترک کرنے والے ہیں۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تارکانِ عقبیٰ ہیں، تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو صرف طالبانِ مولیٰ ہیں نہ ان کو دنیا سے سروکار ہے اور نہ وہ عقبیٰ کے خواستگار ہیں اس گروہ کے افراد کے قلوب میں کسی نقطۂ غیر کا دخل نہیں ہے۔ اس گروہ کا وصفِ حال یہ ہے کہ ؎

بیت

ہوائی دیگری در جا نگنجد
درین سر بیش ازین سودا نگنجد

ترجمہ :- کسی دوسری خواہش کی اس جگہ گنجائش نہیں (کیونکہ) اس سر میں اس سے زیادہ سودا نہیں سما سکتا۔

یہ حضرات کوئے محبوب میں مقیم ہیں اور کوچۂ مطلوب میں ہمیشہ جمے رہتے ہیں۔ اور یہ درِ مولا پر ہمیشہ دربان کی طرح حاضر رہتے ہیں۔ یہ لوگ جس وقت بھی تارِ رباب یا نَے کی آواز سنتے ہیں اور مزمار یا تاروں کو جس وقت بھی چھیڑا جاتا ہے تو ان کو اپنا وطنِ اصلی اور مرکزِ علوی یاد آجاتا ہے اور انوارِ الٰہی کے عکس اُن کے آئینۂ دل میں جگمگانے لگتے ہیں اور اسرارِ نامتناہی کے فیوض ان کے آئینۂ دل میں چمکنے اور دمکنے لگتے ہیں اور وارداتِ سبحانی و الہاماتِ یزدانی صحرائے غیب و فضائے لاریب (فضائے قدس) سے بارش کی طرح ان پر برسنے لگتے ہیں جس سے ان میں جوشش و خروش پیدا ہو جاتا ہے اور یہ ہوش گنوا بیٹھتے ہیں اور وجد کی کیفیت ان پر طاری ہو جاتی ہے، ہاتھ ہلاتے ہیں (اور اس سے اشارے کرتے ہیں) کہ ہم نے راہِ حق میں کائنات کو چھوڑ دیا ہے اور موجودات کی نقدی سے اپنے ہاتھ خالی کر لئے ہیں ؎

قطعہ

ملکِ دنیا نیست الّا جیفۂ　　　جیفہ را پیشِ سگان انداختیم
جبۂ دستار و علم قیل و قال　　　جملہ در آب روان انداختیم

ترجمہ:- دنیا کا ملک ایک مردار ہے۔ اس مردار کو ہم نے کتوں کے سامنے ڈال دیا ہے، یہ جبہ ودستار اور قیل وقال کا علم ہمارے کس کام کا۔ اسکو ہم نے بہتے ہوئے پانی میں ڈال دیا ہے۔

اور ہم نے ملک وملکوت سے تعلق منقطع کرلیا ہے اور کونین کو ٹھکرا دیا ہے، نہ ہم وصال وجمال کے طالب ہیں اور نہ دنیا والوں کی طرح مردار دنیا کے لاشہ پر ہماری نظر ہے۔ "دھوالدّنیا وزخرفھا"

بیت

مارا ہوائے باغ و سر عندلیب نیست
در دیدہ جز خیال جمالِ حبیب نیست

ترجمہ:- ہم کو نہ باغ کی خواہش ہے اور نہ آوازِ بلبل کی تلاش۔ ہماری آنکھوں میں تو سوائے جمالِ دوست کے تصوّر کے اور کچھ نہیں ہے۔

اس عالمِ وجد میں وہ زمین پر پاؤں مارتے ہیں گویا وہ حدیث غیر کو پامال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولیٰ کے ہوتے ہوئے غیر کی جگہ کہاں ہے۔ یہ دولتِ سرمدی وشوکت ابدی تو اسی شخص کے نصیب میں آتی ہے جس نے کائنات سے ہاتھ اٹھالیا ہو اور موجودات کو ٹھکرا دیا ہو۔

رباعی

گروہ نفس پرستان سماع کی دانند　　　یکی دو نکتہ بگویم خوش از زبانِ سماع
بزیر پائے بکوبند ہر چہ غیرِ ویست　　　سماع از آن شما و شما از آن سماع

ترجمہ:- نفس پرستوں کے گروہ سماع کے متعلق کیا جانیں؟ یہاں میں ایک دو نکتہ سماع کی زبان میں بیان کرتا ہوں (یہ لوگ) ماسوااللہ کو اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالتے ہیں کیونکہ سماع ان سے ہے اور وہ سماع سے ہیں۔

دوسرا گروہ اہلِ ظاہر کا ہے جن کا ابھی تصفیۂ باطن اور تنقیۂ قلب نہیں ہوا ہے اور وہ سِر واخفیٰ کے درجۂ کمال اور وصالِ علوی و اعلیٰ کی اوج پر نہیں پہنچے ہیں۔ ان لوگوں کی آرزو اور خواہش حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی ہے لیکن ابھی ان کا نفس دنیا کی طرف مائل ہے۔ چونکہ اس طائفہ کا نفس لوامہ ہے احتمال ہے کہ، حسن زنان، جواری و وجہ زلف وخال وخد اور اس قسم کے دوسرے الفاظ سماع کی حالت میں دنیاوی خیالات پیدا کرینگے۔ ان کے لئے سماع طرب ولہو ہے اور بالاتفاق حرام ہے اور جنکی نظر بر توجہ افکار عالم علوی و ترک اطوار تجرید وآثار تفرید و قطع علائق ہے۔ احتمال ہے کہ ان کے خیالات حور وقصور وروضہ جنانی اور دل رویت سبحانی کی طرف جائیں گے، جو صفات بالاتفاق حلال ہیں ایسے لوگوں کے لئے "السماع مباح لاھلہٗ" (سماع اہل کیلئے مباح ہے) سماع ایک آئینہ ہے کہ جیسے ہیں ویسے ہی نظر آئیں گے۔ دوسرا گروہ عوام کا ہے جن کی نظر صرف

لاشۂ مردار اور نفس پر ہے اور جو کچھ سنتے ہیں وہ گوشِ نفس سے سنتے ہیں ؎

رباعی

دلِ شہوت پرستاں از عشقت کی خبر باشد ، زحسنِ یوسفِ مصری چہ حاصل چشمِ اعمیٰ را
بہ لذت ہائی جسمانی غمت را کی فروشم من ، کہ دادن ابلہی باشد بسیری منّ وسلویٰ را

ترجمہ:۔ شہوت پرستوں کے دل کو تیرے عشق کی کب خبر ہو سکتی ہے کہ یوسف کنعانی کے حسن سے اندھی آنکھ لطف اندوز نہیں ہو سکتی، میں تیرے غم کو اے دوست! ان جسمانی لذتوں کے عوض نہیں بیچوں گا کہ منّ وسلویٰ کو پیٹ بھرے شخص کے سامنے رکھنا بالکل نادانی ہے۔

نغمۂ اوّل

اباحتِ سماع کے دلائل آیات واحادیث اور اصحابِ اجتہاد کے اقوال اور اربابِ ارشاد کے افعال کی روشنی میں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جس مسئلہ میں حلت وحرمت مختلف فیہ ہو اس میں دلیرانہ اور بے باکانہ گفتگو نہیں کرنا چاہیئے بلکہ غور وتامل کے بعد اس سلسلہ میں بات کرنا چاہیئے۔ ایسے ہی مختلف فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ "سماع" بھی ہے کہ اسکو نہ تو مطلقاً حرام کہا جا سکتا ہے اور نہ بغیر قید لگائے حلال کہہ سکتے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "سماع علی الاطلاق نہ حرام ہے نہ حلال۔ جب تک کہ یہ علم نہ ہو جائے کہ سماع کیا ہے اس کا سننے والا کون ہے

بیت

سماع ای برادر بگویم کہ چیست
اگر مستمع را بدانم کہ کیست

ترجمہ:۔ میں اسی وقت بتا سکتا ہوں کہ سماع کیا ہے جبکہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ سننے والا کون ہے

سماع اسرارِ الٰہی میں سے ایک راز ہے اور حق کے انوارِ نامتناہی میں سے ایک نور ہے وہی سعادت مند ہے جس کا دل خورشیدِ سماع کا مطلع بن جائے اور جس کی جان ناہید استماع کی مشرق ہو۔ (جسکے دل میں سماع کا حقیقی ذوق وشوق موجود ہو)

قطعہ

عشق در پردہ می نوازد ساز ، عاشقی کو کہ بشنود آواز
ہمہ عالم صدائی نغمۂ اوست ، کہ شنید این چنین صدائی دراز

ترجمہ:۔ عشق نے در پردہ ساز چھیڑ رکھا ہے وہ عاشق کہاں ہے جو اس آواز کو سنے، یہ تمام کائنات اسی نغمۂ کُن کی آواز ہے کسی نے اتنی لمبی تان کہیں سُنی ہے۔
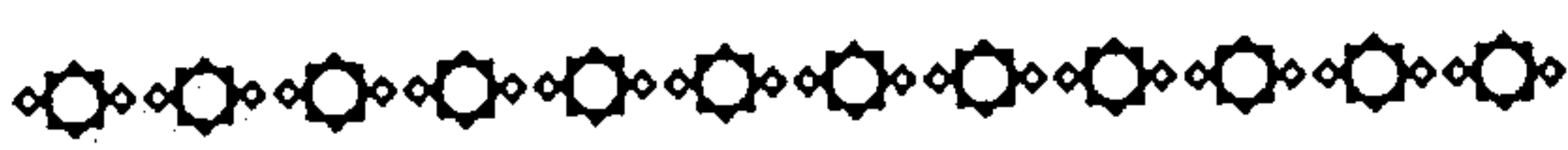
طالب جاں باز اور محرم راز عارف کو چاہیئے کہ سماع کی طرف توجہ کرے۔ سماع کی تعریف بزرگانِ طریقت نے اس طرح کی ہے:- "بے شک سماع ایک امرِ مخفی، ایک نورِ جلی اور سِرِّ علی ہے۔ اس راز سے وہی آگاہ ہوسکتے ہیں جو اہلِ تحقیق ہیں اور علم میں راسخ ہیں اور اللہ والے ہیں، صاحبانِ معرفت ہیں، واصلانِ حق ہیں اور خدا کے ساتھ ہیں جن کے لئے ابتدا میں ذوق ہے اور انتہا میں شُرب ہے۔

رباعی

مطرب براہ پردہ دراساز عود را | در دہ بگوش ہوش درود سرود را
از نغمہ سرود کہ گویند فیض اوست | در پردۂ سماع درآور حسود را

ترجمہ:- اے مطرب سازِ عود کو پردہ کے راستہ سے اندر لے آ اور درد و سوز کی موسیقی کو گوشِ ہوش سے سن۔ نغمہ موسیقی کو اس کا فیض کہتے ہیں سماع کے پردہ میں اسے حاسدین لے آئے ہیں۔

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو سماع سے یقیناً معزول کر دیئے گئے ہیں۔ اِنَّھُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ[۱] (وہ تو سننے کی جگہ سے دور کر دیئے گئے ہیں) اگر اللہ تعالیٰ ان میں خوبی پاتا تو اُن کو ضرور سنوا تا اگر ان کو سنوا بھی دیا جاتا جب بھی وہ پیٹھ پھیر لیتے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو "ارباب سماع" کے منکر ہیں ان میں بعض "ارباب سماع" کو فاسق کہتے ہیں اور کچھ ان کی تکفیر بھی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ان کو بدعتی کہتے ہیں۔ بہر حال ان کے درمیان اصحاب سماع کی تکفیر یا تفسیق پر اتفاق نہیں ہے ؎

رباعی

خواہ خلقی گبر خوان و خواہ ترسا خواہ مُغ | سجدہ گاہ قبلۂ ابرو بتو نتوان گذاشت
از ہمہ در بگذرم نگذارمش مارا باد | از جہان بتوان گذشتن روئے تو نتوان گذاشت

ترجمہ:- مخلوق مجھے گبر کہے خواہ ترسا خواہ مُغ، کہے کچھ بھی کہے میں تیرے قبلۂ ابرو کو جو میری سجدہ گاہ ہے نہیں چھوڑ سکتا، میں سب کو چھوڑ دوں گا اور سب سے منہ پھیر لوں گا۔ دنیا کو بھی ترک کر دوں گا لیکن تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔

سماع کے بارے میں آثارِ پاک اور اقوالِ صحیحہ یہ ہیں کہ سماع نفس الامر میں مباح ہے۔ سماع کی تعریف یہ ہے کہ السماع صوت طیب موزون مفهوم المعنی محرك القلوب (سماع ایسی پاکیزہ اور موزوں آواز کو کہتے ہیں جس کو سمجھا جا سکے اور دلوں کو حرکت میں لانے والی ہو) پس اس کے اندر کوئی وجہ حرمت نہیں ہے۔ "حرام" وہ چیز ہے جس کا ترک دلیلِ قطعی سے ثابت ہو چکا ہو اور جس کے ثبوتِ ترک میں کوئی شبہ نہ ہو اور ہم نے سماع کی جو تعریف بیان کی ہے اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو لوگ درویشوں کی بزم سماع کے منکر ہیں اور محفل استماع سے انکار کرتے ہیں ان کے لئے یہ رباعی ہے ؎

---

[۱] پ ۱۹ سورہ شعراء ۲۱۲

رباعی

دنیا طلبا جہان بکامت بادا | وابن جیفۂ مردار بہ دامت بادا
گفتی کہ بہ نزد من حرام است سماع | گر بر تو حرام است حرامت بادا

ترجمہ:۔ اے دنیا کے طالب! یہ دنیا تجھے مبارک ہو، یہ تو ایک مردار ہے، یہ مردار تیرے دام ہی میں رہے اچھا ہے تو کہتا ہے کہ سماع میرے لئے حرام ہے گر یہ تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔

سماع کے جواز میں آیاتِ قرآنی

اب سماع کے جواز کے ثبوت میں چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ چند آیات یہ ہیں:۔

۱۔ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ[1] اللہ تعالیٰ آفرینش میں جو کچھ چاہتا ہے زیادہ کردیتا ہے۔

وَهُوَ الصَّوْتُ الْحَسَنُ ۔ (اور وہ اچھی آواز ہے)

بعض نے قرأت میں "الخلق" "خا" نہیں بلکہ "حا" کے ساتھ پڑھا ہے یعنی حلق۔ (در قرات بعضے فی الحلق بالحاء المہملہ است۔ مخطوطہ ص۴۲۹)

۲۔ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ[2] اور تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔

اور سماع پاکیزہ ترین چیز ہے کہ اس سے دل اور روح خوش ہوتے ہیں۔

۳۔ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ○ [3]

جو لوگ کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں، یہ لوگ وہ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے راہ دکھائی یہ لوگ صاحبانِ عقل ہیں۔

یہاں لفظ قول تعمیم (عمومیت کے لئے ہے) کا متقاضی ہے کہ وہ قول قرآنی ہو یا احادیث مبارکہ ہو یا حکایت حال صالحین ہو یا (ان کے) اشعار غنا ہوں جیسا کہ وجیز (فقہ کی مشہور کتاب) میں صراحت کی گئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مستمع کی تعریف فرمائی ہے یعنی جو سخن کا سننے والا ہے اور اسکا بہترین تابع ہے اور بہ ہدایت عقل اس قول بہترین کے وہ سامع ہیں اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کوئی غنا کو سنتا ہے وہ خداوند تعالیٰ کے قول عموم سے ہوتا ہے "يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ" میں شامل ہے آواز پسندیدہ کی حکمت پر اگر غنا کا اس اعتبار سے کوئی انکار کرے کہ غنا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ بطور بازی ہو یا شوق کے طور پر تو یہ مباح ہے۔

و یقول ان الغناء حرام مطلقًا کالزناء واللواطة لم یکن الله هداهم ولا وهبهم العقل و من کان عاریا عن الهدایة کان

اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ غنا مطلقاً حرام ہے جس طرح زنا اور لواطت۔ پس حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت یاب نہیں بنایا اور انکو عقل عطا نہیں فرمائی ہے اور جو کوئی عاری ہے ہدایت سے

---

[1] پ ۲۲ سورہ فاطر ۱۔ [2] پ ۶ سورہ مائدہ ۴ [3] پ ۲۳ سورہ الزمر ۱۸

ضالاً اذا ضد الهداية الضلال وهو من اهل النار على انه ليس له دليل يخص عنه الغناء بالصوت بل صحّ الغناء بالصوت والدف وثبت بما رويناه من احاديث البخاری ومسلم ومن مسند احمد۔
"سماع ضرب الدف والغناء من الحبشة وحضور النبی علیه السلام وقت الرقص منهم کما یجیئ انشاء الله تعالیٰ"

وہ گمراہ ہے۔ اس لئے کہ ہدایت کی ضد گمراہی ہے اور وہ شخص دوزخی ہے اس وجہ سے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے جو غنا باآواز کو خاص کرتی ہو جب کہ غنا باآواز کا دف کے ساتھ ہونا صحت کو پہنچ چکا ہے اور ثابت ہو چکا ہے ان روایتوں سے جو بخاری، مسلم اور مسند احمد میں ہیں ۔۔۔ یعنی سماعت فرمانا ضربِ دف اور غنا کا حبشیوں سے اور حضور علیہ السلام کا ان کے رقص کے وقت موجود ہونا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ (انشاء اللہ)

اور اس بات پر دلیل کہ اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اُن لوگوں کی سخنِ نیک کی اتباع میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ [1]

اور تم کو شنوائی، بینائی اور دل عطا فرمائے لیکن کم ہی اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ (اس عطیہ کا) بندوں پر احسان جتلا رہا ہے اور یہ تمام مسموعات کو شامل ہے سوائے اس ممنوع کے جو فسق کی طرف رغبت دلائے اور فساد کی جانب رجوع کرنے والے ہیں۔

حضرت سُلمی سے روایت ہے کہ ابن عطا نے فرمایا کہ شنوائی و بینائی اور دلوں کے عطیہ سے مراد یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو بخوبی پہچانیں اور حق تعالیٰ کا بخوبی تصور کریں اور حق تعالیٰ کا دل میں مشاہدہ کریں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مومنوں کے دلوں میں اس نے اپنی محبت ڈال دی اور مشتاقوں کو عشق عطا کیا اور عاشقوں کو خدا شناسی کی دولت عطا فرمائی۔

امام قشیری کہتے ہیں کہ اس سے مراد بغیر تامل دلیل خداشناسی، شوق باللہ اور حوادث کے وقوع سے دلوں کو پاک رکھنا ہے۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ اباحتِ صوت کے سلسلہ میں جو احادیث وارد ہیں وہ قرأت قرآنی کے ساتھ مخصوص ہیں یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ پھر اس سے تو یہ بات لازم آتی ہے کہ عنادل کے چہچہے سننا بھی حرام ہیں کہ عندلیب کی نغمہ سرائی قرآن خوانی نہیں ہے اور جبکہ ایسی آواز کا سننا جس کا کوئی مفہوم و معنی نہیں ہے جائز ہے تو پھر ایسی

---

[1] پ ۲۱ سورہ سجدہ ۹

آواز کا سننا جس کے معنی حکمت و دانائی پر مبنی ہیں اور بغیر لہو و لعب کے اس آواز میں صحیح معنی موجود ہیں اس کا سننا کیونکر جائز نہیں ہوگا؟

سماع میں تو لغزش کے بعد تازہ دم ہو جاتے ہیں اور جمود کے بعد خوشحالی پیدا ہو جاتی ہے اور اصحاب سماع کے باطن اللہ تعالیٰ کے حضور میں عذر خواہی کے تکملہ کے لئے کشادہ ہو جاتے ہیں جبکہ وہ ثنا حق کو حق کی جانب خطاب حق کے ذریعہ سنتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک شکل قضیہ میں رمزیت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں۔

شعر

وَلِوُجْهِهَا مِنْ وَجْهِهَا قَمَرًا
وَلِعَيْنِهَا مِنْ عَيْنِهَا كُحْلًا

ترجمہ:- اور اس کے چہرے سے اس کا چہرہ روشن ہے اور اس کی آنکھوں کو اس کی آنکھوں سے سرمہ ملتا ہے۔

تفسیر قشیری میں اسی طرح آیا ہے:- بعض منکرین سماع حرمت سماع میں اس آیت کریمہ سے سند لاتے ہیں اور شہادت پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ط أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ○ [1]

اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اور اُسے ہنسی بنا لیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

لیکن ان کا یہ سند لانا اور اس آیت کو بطور استدلال پیش کرنا انصاف پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کا باعث سماع کے جواز پر اعتقاد رکھنے والوں کے ساتھ پرخاش ہے کہ ان کی نظر مُتعلّق پر ہے متعلّق پر نہیں ہے اور انہوں نے حقیقی معنی میں "لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ" کو نہیں پڑھا اور ان کی زبان اس کے علاوہ:

وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ [2] اور ان کی آنکھوں پر گھٹاٹوپ ہے۔

اور مَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ [3] جسے اللہ گمراہ کرے اسے راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔

کے پڑھنے سے خاموش ہے اور ان احکام کے حقیقی معنی تک نہیں پہونچ سکے ہیں اور قاری یا معترض نے اس آیت کی شان نزول پر نظر نہیں ڈالی ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا اگر عظیم المرتبت مشائخ کا بھی منکر ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو فریب آمیز باتیں کرتا ہے جو سننے والے کو حق سے ہٹا کر دوسری طرف مشغول کرنیوالا ہے یعنی فسانہ بے اعتبار کو اعتبار کا رنگ دیتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کے

---

[1] پ ۲۱ سورہ لقمٰن ۶ [2] پ ۱ سورہ بقرہ ۷ [3] پ ۹ سورہ اعراف ۱۸۶

راستے سے گمراہ کر سکے یعنی دین سے۔ یا وہ اپنی قرأت قرآنی سے اپنی جہالت و بے علمی اور بغیر دلیل کے اُن کے لئے خدا کا راستہ روک دے۔ جیسے کوئی ان پر افسوں کر رہا ہے وہ سحر زدہ ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے خوار اور رسوا کرنے والا ایک عذاب ہے اس دنیا میں قتل و غارت کی صورت میں اور اس کے علاوہ آخرت اور عقبیٰ کا بھی عذاب ہے۔ آیت مندرجہ بالا اُن لوگوں کے بارے میں ہے جو گانے والی کنیزوں کو خریدتے ہیں اور لوگوں کو اُن کا گانا سنوانے کیلئے بلاتے ہیں اور اس طرح حق کی باتوں کے سننے سے اُن کو روک دیتے ہیں۔ تفسیر القیامی وُدُری اور بحر مواج میں جو قاضی شہاب الدین ہندی سے منسوب ہے اسیطرح صراحت کی گئی ہے۔

اب یہ بات اچھی طرح یاد رکھئے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو لہو و لعب کی باتوں کو اس لئے خریدتے ہیں تاکہ ان باتوں کے ذریعہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کریں۔ وہ آیات قرآنی کے ایسی معانی بیان کرتے ہیں جن میں استہزاء کا رنگ ہوتا ہے اور مسخرہ پن پایا جاتا ہے۔ ان لوگوں پر ایسا عذاب ہوگا جو ان کو خوار کر دے گا۔

لہو ایسے باطل کو کہتے ہیں جو افعال حسنہ اور اقوال مستحسنہ میں مانع اور مزاحم ہو۔ دینی معاملات اور دینی مہمات سے غافل کر دینے والا ہو جیسے من گھڑت قصے اور بے ہودہ حکایتیں۔ بعض لوگوں نے لہو سے مراد سرود اور مزامیر اور درود کا سننا لیا ہے۔ اور حکم بالا کی تاویل سے وہ سرود اور مزامیر کو حرام جانتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے ان اقوال کے مناسب اور ان کی مؤید احادیث بھی پیش کرتے ہیں اور یہ بات نہیں سمجھتے کہ یہ حرمت تو اس سرود و مزامیر پر محمول ہے جو لہو اور بازی کے طور پر ہو اور اس کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ: "یہ آیت وَمِنَ النَّاسِ[1] (الآیۃ) نضر بن حارث کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ نضر بن حارث کا معمول تھا کہ وہ قصہ گویوں کو رقم دے کر شاہانِ فارس کے قصے سنا کرتا تھا اور پھر دوسرے لوگوں کو سنایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جسطرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عاد و ثمود کے قصے بیان کرتے ہیں اسی طرح میں بادشاہانِ فارس کے قصے تم کو سناتا ہوں۔ اس طرح وہ لوگوں کو شاہان فارس کے قصے سنا کر قرآن پاک کے سننے سے باز رکھتا تھا۔

اباحت سماع میں احادیث نبوی[م]

وہ احادیث جو سماع کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جسکو بخاری و مسلم ربیع بنت معوذ بن غفرا سے روایت کیا ہے۔

عن الربیع بنت معوذ بن غفراء	ربیع سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
قالت جاء النبی علیہ السلام و	میرے یہاں تشریف لائے اور میرے فرش
جلس علیٰ فراشی و عندی جاریتان	(بستر) پر بیٹھ گئے۔ میرے پاس دو لونڈیاں تھیں
تضربان بالدف و یندبن من قتل	جو اس وقت دف بجا رہی تھیں اور جنگِ بدر
من ابائھن یوم بدر فقالت	پر اپنے باپوں ہچا اور دوسرے اعزا کے قتل

[1] پ ۱ سورہ بقر ۸

احدیهما فینا نبی یعلم ما فی غدٍ فقال النبی علیہ السلام دعی هذا و قولی ما کنت تقولین ۔

پر مرثیہ کے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ پس ان میں سے ایک لونڈی نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک ایسا پیغمبر موجود ہے جو یہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا؟ یہ سنکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑ دو اور تم جو کہہ رہی تھیں وہی کہو۔

یہ حدیث شریف دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دف کی آواز اور گانے کو سنا اور اُن دو لڑکیوں کے اشعار سنے جبکہ جواں سال لڑکیوں سے بغیر ضرورت کے کچھ سننا بغیر پردے کے حرام ہوتا ہے اور یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور اُن کا کلام سن رہے ہیں پس اس صورت میں غنا اور دف کا مرد سے سننا تو بطریق اولیٰ جائز قرار پاتا ہے اور کیوں جائز نہ ہو جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ تحقیق حکم فرمایا اس لڑکی کو گانے کا اس صورت میں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "تو وہی کہہ جو کہہ رہی تھی" پس وہ امر جو قرائن سے خالی ہو اس کو وجوب پر محمول کیا جاتا ہے پس وہ امر استحباب اور اباحت سے تو خالی ہو ہی نہیں سکتا (الامر المجرد عن القراین یحمل علی الوجوب فلا یخلو عن الندب والاباحۃ۔ مخطوطہ لطائف ص۵۲)

حالانکہ اس میں وجوب کی صورت بھی موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اپنے روبرو اس چیز کے روا رکھنے کا جو وہ پہلے کہہ رہی تھی وہ اشعار جو دف پر گا رہی تھی اسیطرح گائے۔ اور خود حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرما رہے تھے اور اُن اشعار کے معانی کی طرف متوجہ تھے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ طلب فرمایا ان چیزوں کو (ان اشعار کو) جنکے معانی کی طرف آپ متوجہ ہوئے تو اس کے ذکر کا وجوب ثابت ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ ۔[1]

اے لوگو! جو ایمان لائے قبول کرو اللہ اور اس کے رسول کیلئے جسوقت کہ وہ تم کو بلائیں۔

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے تحت ؛

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ۔[2]

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو پس میری اطاعت کرو۔ اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

پس قوال مغنّی (مغنیہ) کو دوبارہ طلب فرمانا (دوبارہ اشعار کے پڑھنے یا گانے کا حکم دینا) راگ یا غنا کا طلب کرنا کسی پر واجب نہیں ہوتا، وہ مخصوص تھا صرف سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بس اتنا ہے کہ اس کو

---

[1] پ ۹ سورہ انفال ۲۴ [2] پ ۳ سورہ آل عمران ۳۱

استحباب واباحت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ:

انما قالت دخل علینا ابوبکر وعندها جاریتان تضربان بالدف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے پاس (حضرت) ابوبکرؓ تشریف لائے اور اُن کے پاس دو کنیزیں دف بجارہی تھیں (انکے سامنے)

اور بعض روایتوں میں اسطرح آیا کہ:۔

وقالت عائشة دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعندی جاریتان تغنیان غناء بعاث فاضطجع علی الفراش وغشی وجهه بثوبه ودخل ابوبکر فانتهرهما فکشف النبی علیه السلام عن وجهه فاقبل علی ابوبکر وقال دعهما یا ابابکر فانها یوم عید۔

حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس (گھر میں) تشریف لائے میرے پاس دو کنیزیں اُسوقت غنائے بعاث (جنگ بعاث سے متعلق اشعار) گا رہی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہلو کے بل فرش پر لیٹ گئے اور اپنے کپڑے سے آپؐ نے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ اسوقت حضرت ابوبکر (صدیقؓ) تشریف لائے اور ان دونوں کنیزوں کو جھڑکا۔ تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روئے مبارک سے کپڑا ہٹایا اور حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے ابوبکر! ان کو رہنے دو (چھوڑ دو) کہ آج روز عید ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

" عید کا دن تھا اور اس روز حبشی ڈھالوں اور نیزوں سے کھیل رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے عائشہ! کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو میں نے کہا "جی ہاں" (نعم)، بس آپ نے مجھے اپنے پیچھے اس طرح کھڑا کیا کہ میرا رخسار آپؐ کے رخسار پر تھا (خدی علی خدہ) آپ فرماتے جاتے تھے کہ "اے بنی ارفدہ اپنا کام (کھیل) جاری رکھو، میں نے ان کو اتنا دیکھا کہ میں تھک گئی، تب آپؐ نے یہ محسوس فرماکر ارشاد کیا کہ بس کافی ہے اب تم جاؤ۔"

یہی روایت صحیح مسلم میں بعض جملوں کے فرق کے ساتھ ہے اور اس طرح آیا ہے کہ:۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اپنا سر آپؐ کے دوش اطہر پر رکھدیا تاکہ اسطرح میں ان کے کھیل کو دیکھوں بس میں اُن کے کھیل کو دیکھتی رہی۔ جب تک میں کھڑی رہ سکی اس کے بعد میں واپس چلی آئی۔

مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشی دف بجا رہے تھے اور کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بندۂ صالح ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (استفسار) فرمایا کہ کیا کہتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ محمد بندۂ صالح ہیں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا کہ:

ان تنظری الی زفن الحبشة ولم یکن ذالك اضطرار الی مساعدة الاصل خوفا من الوحشة والغناء والزفن والحجل هو الرقص وذالك یکون بفرح و شوق۔

کیا تم حبشہ کا رقص دیکھنا چاہتی ہو؟ اور آپ کا یہ ارشاد رقص و حجل (قسم رقص) غنا نے وحشت اور خوف کی مساعدت اصلی کے باعث بطور اضطرار نہیں تھا اور نہ اس میں وحشت و خوف کا عنصر شامل تھا کہ ان کا یہ غنا زفن اور حجل اس وجہ سے ہو بلکہ اسمیں فرحت اور شوق کی کیفیت شامل تھی۔

یہ تمام احادیث مذکور صحیح بخاری، صحیح مسلم میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں غنا، کھیل، دف بجانا اور رقص کرنا حرام نہیں ہے اور یہ تمام احادیث ان امور کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں سماع، غنا اور رقص کے منکرین کا رد ہے۔

فقہ حنفیہ کی روایات وہ اصولی ہوں یا فروعی اور مشائخ مجتہدین وغیرہم کے اقوال اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ پس جو کوئی ان ہستیوں پر اعتماد کرتا ہے اور ان کے قول کی پیروی کرتا ہے اس کیلئے سماع، غنا اور وجد کی اباحت کے لئے تمام روایات جو حوالۂ کتب کے ساتھ مذکور ہوئیں کافی ہیں۔

شرح بزدوی میں جو نوری کے نام سے موسوم ہے اور ابوالقاسم بن محمد بن عبداللہ الدمشقی کی تصنیف ہے یہ تشریح موجود ہے کہ " معلوم ہونا چاہیے کہ وہ سماع جس سے ہمارے علماء کو اختلاف ہے ایسا سماع ہے جو بطور لہو و لعب ہو، فاسقوں کو جمع کیا جائے، شراب نوشوں کا مجمع ہو، تارکینِ نماز بیٹھے ہوں تو بے شک وشبہ ایسا سماع حرام ہے اور اگر کوئی ایسا صالح شخص سنے جو ہمیشہ نماز پڑھتا ہو اور اوراد و وظائف کا تارک نہیں ہے، قرآن پاک کی تلاوت پابندی سے کرتا ہے اس کے لئے سماع حلال ہے، اس سلسلہ میں ہمارے علماء (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یہی نوعیت رقص و وجد کی ہے اس سلسلہ میں بہت سی احادیث بالتحقیق وارد ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کرام نے ایسا کیا ہے شرح کافی میں مذکور ہیں جو "المحمدی" کے نام سے موسوم ہے اور جس کے مصنف محمد بن علی شافی ہیں۔

ہمارے علماء کرام کے یہاں سماع اس صورت میں مکروہ ہے جو بر سبیل لہو و لعب ہو اور گناہ کا ارادہ پایا جائے فاسقوں کو جمع کیا جائے، نماز کی ادائیگی اور قرآن خوانی کو ترک کر دیا جائے لیکن جو اہل نماز ہے اور اہل قرآن ہے اور صالحین میں سے ہے اس کیلئے سماع حلال ہے اسمیں ہمارے علماءؒ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ ایسے

سماع سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کا حضور اور اس کا دیدار ہے وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آخرت سے خوف کا اس میں ذکر ہوتا ہے۔ اور یہ محمود ہے مذموم نہیں ہے یہی صورت تو اجد اور رقص کی ہے وہ بھی محمود ہے مذموم نہیں ہے۔ کتاب المنافع میں مذکور ہے:۔

"غنا کا اپنی زوجہ یا مملوکہ جاریہ سے سننا جائز ہے"۔ واحالہ عن نفسہ

فتاویٰ عتابیہ میں ہے:۔

"امام ابو یوسف سے سوال کیا گیا کہ آیا غنا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جائز ہے"؛ اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔ کتاب مقصد السالکین میں مذکور ہے:۔

"فتویٰ کی وہ روایات (وہ فتاویٰ) جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر علماء سے "حرمتِ سماع" پر وارد ہیں، وہ تمام روایات (یعنی فتاویٰ) اسی پر محمول ہیں کہ سماع سے مراد آلات لہو ہیں یعنی وہ غنا جس میں آلات (مزامیر) استعمال ہوتے ہیں، غنائے مطلق مراد نہیں ہے۔ یعنی حُرمت کا فتویٰ غنائے مطلق پر نہیں ہے۔

پس جائز نہیں ہے کہ ان روایات فتویٰ کو علی العموم حرمتِ سماع کی دلیل بنایا جائے تاکہ اُن احادیث صحیحہ سے انکار نہ ہو جو اباحتِ سماع میں وارد ہیں جنکو ہم اس سے قبل بھی بیان کر چکے ہیں اور تم اُن سے واقف اور آگاہ ہو چکے ہو، جیسا کہ فتاویٰ تاتاریہ میں فتاویٰ عتابیہ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے۔

نغمۂ دوم

مشائخ وصوفیہ متقدمین واکابر طریقت کے اقوال سماع کے بارے میں

حضرت شیخ ابو طالب مکی قدس اللہ سرہٗ (صاحب قوت القلوب) نے اباحتِ سماع کے سلسلہ میں اقوال سلف بیان فرمائے ہیں اور شیخ ابو طالب مکی جو اپنے تبحر علمی اور کمال حال کے اعتبار سے امام معتبر تھے وہ متقدمین کے احوال سے اچھی طرح باخبر تھے، زہد و تقویٰ اور صواب اندیشی میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

عالم متبحر، کامل در اصول و فروع محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"جس نے سماع کا انکار کیا بطورِ عموم، تحقیق کہ اُس نے صحابہ و تابعین میں سے ستر اولیاء کا انکار کیا" ابن مجاہد کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایسی دعوت قبول نہیں کرتے تھے جس میں سماع نہیں ہوتا تھا"۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ اس بات پر فقہاء کا اجماع ہے کہ ایسا سماع جس میں لہو و فسق نہ ہو مباح ہے۔ پس سماع کو مطلقاً حرام کہنا درست نہیں تاکہ گناہ نہ ہو۔ حضرت شیخ ابو طالب مکی فرماتے ہیں:۔

ولم یزل اھل المدینۃ مواظبین	اور ہمیشہ اہل مدینہ نے سماع کے سلسلہ میں
لاھل مکۃ علی السماع الی زماننا	اہل مکہ کی مداومت کی ہے یہ سلسلہ ہمارے زمانے

هذا فادر کنا ابا مروان القاضی وله جوار یستمعون التلحین اعدان للصوفیة۔

تک پہنچا۔ قاضی ابومروان کے پاس کنیزیں تھیں وہ ان سے الحان سنتے تھے اور یہ کنیزیں انہوں نے صوفیا کے لئے مہیا کی تھیں۔

قال وکانت لعطاء جاریتان تلحنان وکان اخوانه یستمعون الیهما۔

شیخ ابوطالب قدس سرہٗ کا قول ہے کہ شیخ عطار کے پاس دو کنیزیں تھیں جو گاتی تھیں اور ان کے بھائی ان کے الحان (گانے) کو سنتے تھے۔

شیخ ابوالحسن بن سالمؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ سماع سے انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے جب کہ سید الطائفہ جنید بغدادی، شیخ سری سقطی، ذوالنون مصری (قدس اللہ اسرارہم) نے اسکو سنا ہے۔ اور میں کسطرح انکار کر سکتا ہوں جبکہ مجھ سے بالتحقیق بہتر شخص نے سماع کو جائز سمجھا اور سنا ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار ہیں۔ البتہ سماع میں لہو ہو تب جائز نہیں ہے

شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) نے عوارف المعارف میں کہا ہے کہ یہ قول صحیح ہے پس منکر سماع سماع کا انکار کس طرح کرتا ہے؟

السیر الکبیر میں مذکور ہے حضرت جنید و حضرت ذوالنون مصری (قدس اللہ اسرارہما) جیسے علماء سے اور مصر کے دوسرے مشائخ سے کہا گیا کہ کیا آپ اشعار وغیرہ کا الحان سے سننا جائز سمجھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں جسطرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سماعت فرمایا ہے۔

فتاویٰ بسیط میں آیا ہے سماع الغناء مباح من المغنی ومن غیرہ (مغنی اور اس کے غیر سے غنا کا سننا جائز ہے) پس جب بغیر لحن کے سننا جائز ہے تو لحن سے سننا بھی جائز ہوا۔

اب رہا مسئلہ قصائد و اشعار کا تو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:"

هو کلام فحسنه حسن وقبیحه قبیح۔ وہ کلام ہے اسکا اچھا اچھا ہے اور اسکا قبیح قبیح ہے۔

پس اچھا کلام وہ ہے جو نصیحت و حکمت، ذکر خدا، نعمت ہائے خداوندی اور اس کے اوصاف پر مشتمل ہو یا متقیوں کے اوصاف اور صالحین کی نعت پر مشتمل ہو، ایسے کلام کا سننا حلال ہے اور اگر میلوں، منزلوں، زمانوں کا ذکر ہے جیسا کہ قصائد کی تشبیب میں پایا جاتا ہے تو ان کا سننا مباح ہے اور وہ کلام جو ہجو و فسق پر مبنی ہو اس کا سننا حرام ہے اور اگر کلام (اشعار) میں خد و خال، قد و زلف (بالوں) کا ذکر ہے تو ان اشعار کا سماع مکروہ ہے، لیکن عالم حقانی کے لئے جو طبع و شہوات، الہام و وسوسہ میں تمیز کر سکتا ہے اور جسنے مجاہدوں اور ریاضتوں سے اپنے نفس کو مار ڈالا ہے اور جس کی بشریت کی آگ بجھ چکی ہے اور حظِ نفس اس میں باقی نہیں رہا ہے بلکہ نفس کے حقوق اس پر باقی ہیں۔ ایسے عالم حقانی کے لئے ان اشعار کا سننا مکروہ نہیں ہے۔

بعض مشائخ سے سماع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اہل عبادت و تقویٰ کے لئے مستحب ہے اور لذت پرستوں اور لطف اندوزوں کے لئے مکروہ ہے۔
شیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ سے جب سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہر وہ چیز جو بندے کو خدا کے حضور میں پہنچا دے، مباح ہے۔
دستورالقضاۃ میں ہے کہ سماع گاہے حرام ہوتا ہے، گاہے مباح، گاہے مستحب اور گاہے مکروہ لیکن وہ سماع حرام ہے جس میں ایسے افراد جمع ہوں جن پر دنیا کی شہوت غالب ہو پس انہیں حرکت نہیں دیتی وہ چیز جو ان کے دل پر غالب ہے یعنی صفاتِ مذکورہ پس یہ حرام ہے۔
سماعِ مباح وہ ہے کہ لوگوں کے لئے کوئی حظِ نفس اس میں سوائے حسنِ صوت کے موجود نہ ہو، سماع مکروہ اس شخص کے لئے ہے کہ جو اپنے تصور میں مخلوق کی صورت کو تو نہیں لاتا، کسی عورت یا مرد کا تصور اس کے دل میں نہیں آتا لیکن وہ اکثر اس کو بر سبیل لہو سنتا ہے اور سماع مندوب و مستحب اس شخص کے لئے ہے جس پر محبتِ الٰہی کا غلبہ ہو اور اس کے دل میں اچھی آواز کے سوا اور کسی چیز سے حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ (دلمن لا یحرک الّا صوت المحمود)
منقول ہے کہ سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیاؒ) فرماتے تھے کہ سماع چار قسم کا ہے:۔
۱۔ حلال۔ وہ اسطرح کہ جب سنا جائے تو پوری پوری توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو اور مجاز کی طرف مطلقاً رغبت نہ ہو۔
۲۔ مباح۔ یعنی ایسا سماع کہ اس میں حق تعالیٰ کی طرف زیادہ میلان ہو اور مجاز کیطرف بہت ہی کم میلان ہو۔
۳۔ مکروہ۔ یعنی ایسا سماع جسمیں مجاز کی طرف زیادہ میلان ہو اور حق کی طرف کم۔
۴۔ حرام۔ سماع حرام وہ ہے کہ سوائے مجاز کے اور کسی طرف قطعی میلان نہ ہو اور اصلاً حق کی طرف نہ ہو۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک شخص نے آپ (نظام الدین اولیاء) سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ اکثر اوقات سماع کی بنیاد پسندیدہ آوازوں، تاروں اور مزامیر پر ہوتی ہے قرأت قرآن پر سماع کی بنیاد نہیں رکھتے (قرآن کی قراءت نہیں ہوتی) جب کہ زیادہ مناسب یہی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ:۔
" حضرت شیخ خواص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان کا بھی عجیب حال ہے کہ غیر قرآنی کلام سنکر تو وہ حرکت میں آجاتا ہے (وجد کرتا ہے) لیکن قرآن سنکر اس میں یہ حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ پس حضرت خواص نے فرمایا کہ قرآن حکیم سنکر انسان کو ایک دھچکا سا لگتا ہے اس لئے کسی کے لئے بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی شدتِ غفلت کے تاثر کے باوجود حرکت (وجد) میں آجائے۔ اور نغمات کی سماعت تو محض ایک فرحت و راحت ہے اسلئے (اس سرور و انبساط سے) اس سے ایک وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن جو صاحبانِ دل ہیں وہ قرآن سنکر بھی وجد میں آجاتے ہیں۔ جبکہ وہ اثر آفریں کلماتِ حکمت سنتے ہیں۔ قرآن سنکر اثر نہ ہونے کی مثال اسطرح ہے جیسے کوئی کسی کو آواز دے اور وہ نہ سنے مگر کسی صاحبِ دل کے چاہنے اور طلب کرنے پر ایک دانائی کی بات اگر وہ سن لے تو اثر پذیر ہو جاتی ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس میں کیا حکمت ہے (یا نکتہ پوشیدہ ہے) کہ صوفیاء کی محفلوں میں قوالوں سے سماع سنا جاتا ہے اور قرآن پڑھنے والوں سے قرآن نہیں پڑھوایا جاتا جبکہ قرآن ہر حال میں غنا سے افضل و برتر ہے تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ صاحب وجد کو ہیجان میں لانے کیلئے غنا قرآن سے زیادہ شدید ہے۔ کثرتِ وجوہ کے باعث۔

اول تو یہ کہ قرآن پاک کی تمام آیات صاحب وجد کے مناسب حال نہیں ہوتیں۔ مثلاً ارشاد ربانی ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ[1] اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ[2] اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں

یا اسی قسم کی وہ دوسری آیات ہیں جن میں میراث کا بیان یا طلاق و حدود کے احکام اور مسائل ہیں یہ محرکِ قلب نہیں ہیں۔ محرک قلب تو وہی چیز ہو سکتی ہے جو دل میں موجود ہے یا دل سے مناسبت رکھتی ہو۔ (المحرك لما في القلب ما يناسبه) وہ اشعار جو شعراء نے اظہار و احوالِ دل کے لئے نظم کئے ہیں پس ان کے معانی سمجھنے کے لئے تکلف یا غور و فکر کی ضرورت پیش نہیں آتی (وہ فوراً دل پر اثر کرتے ہیں) لیکن آیات مذکورہ کے مفاہیم سمجھنے کے لئے تکلیف اور غور و فکر کی ضرورت ایسے سامع کے لئے ہے جس پر حال کا غلبہ ہو اسلئے جب وہ آیات وصیت سنتا ہے تو حالِ موت کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اور اسوقت محبوب چیزیں (مال و اولاد) کی جدائی کا غم غالب آجاتا ہے یا اقرباء سے بچھڑنے کا غم اسکو گھیر لیتا ہے یا پھر حق تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا شوق غالب آجاتا ہے اس لئے کہ موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب تک پہنچا دیتا ہے یا آیاتِ قرآنی سن کر دہشت زدہ ہو یا اس کے دل میں اس رحمتِ الٰہی کا خیال پیدا ہوتا ہے جو تمام بندوں کے شاملِ حال ہے یا وہ ان آیات کو سنکر مرد کی اس فضیلت سے آگاہ ہو جاتا ہے جو اس کو عورتوں پر حاصل ہے اور آخرت میں عورتوں پر اُن مردوں کو فضیلت حاصل ہوگی جن کو خرید و فروخت اور تجارت یادِ الٰہی سے غافل نہیں کرتی ہے اور وہ مرد جو حق تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے وہ تو عورت ہے بلکہ مخنث ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنتا ہے:۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ[3] اور مرد کے لئے دو عورتوں کے مثل حصہ ہے۔

اس سے بھی مرد کی برتری ثابت ہوتی ہے، دوسری بات یہ کہ اشعار اپنی تاثیر کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں اور نفس پر ان کا اثر مختلف انداز میں ہوتا ہے کبھی الفاظ کے اتار چڑھاؤ، حروف کوتاہ کو دراز (مد) کرنا اور دراز کو کوتاہ کر دینا۔ اشعار میں تو ایسا تصرف روا ہے لیکن قرآن کی تلاوت میں یہ تصرف جائز نہیں ہے بلکہ جسطرح وہ نازل ہوا ہے اسی طرح اسکو پڑھا جائے گا۔ اس کے خلاف کرنا حرام ہے اور سخت مکروہ ہے اس لئے کرا پنی طبع

---

[1] پ ۱۸ سورۂ نور ۴ [2] پ ۴ سورہ نساء ۱۱ [3] ایضاً

کے موافق اتار چڑھاؤ پیدا کرنا اور اس کے نزول کے خلاف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے (کہ جہاں چاہا کھینچ کر پڑھا اور جہاں چاہا قصر کر دیا) جبکہ اشعار میں ایسا نہیں ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صفت، اور وہ حق ہے، صفاتِ بشری کی یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کو برداشت کر سکے یعنی اصل قرآن اللہ تعالیٰ کی صفتِ متکلمی ہے جو غیر مخلوق ہے اور صفاتِ مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ اس کا تحمل کر سکے۔ اگر اس کے معانی کا ایک ذرہ بھی قلب پر منکشف ہو جائے تو دل پھٹ جائے اور دہشت زدہ اور متحیر ہو جائے جبکہ لحن لطیف کو طبائع کے ساتھ ایک مناسبت حاصل ہے اور یہ مناسبت حظ اور لطف کی ہے نسبتِ حقوق نہیں ہے اور شعر میں یہ نسبتِ حظوظ موجود ہے۔ شیخ ابونصر سراج طوسی نے بطور اعتذار ایسا ہی کہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں تیس سال تک پرکار کی طرح گردش میں رہا ہوں (سفر میں تیس سال گزارے ہیں) اور بہت سے اکابرِ روزگار کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور ان کی مجالس میں حاضر ہو کر بہت سے فیوض حاصل کئے ہیں۔ میں نے ان بزرگوں میں سے کسی کو بھی بغیر سماع کے نہیں پایا۔ ان مشائخ میں سے ہر ایک سماع سے شغف رکھتا تھا اور ہر ایک کو اس میں مشغول پایا۔ ہر چند کہ بعض ایسے مشائخ بھی تھے جو سماع سے احتراز کرتے تھے لیکن منکر نہیں تھے۔

مشائخ متقدمین میں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی، شیخ ابوبکر شبلی، حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی حضرت بایزید بسطامی، شیخ ابوسعید ابوالخیر، شیخ عبداللہ خفیف، شیخ حاجی شریف زندنی (قدس اللہ اسرارہم) اور ان حضرات کے علاوہ دوسرے اکابر اور مشائخ جن کا ذکر تذکرۃ الاولیاء میں موجود ہے اور وہ بزرگ جن کا ذکر طبقات الصوفیہ میں ہے ان میں سے اکثر حضرات سماع سے شغف رکھتے تھے اور مشائخ متاخرین میں حضرت فریدالدین، قاضی حمیدالدین، خواجہ قطب الدین اور حضرت نظام الدین اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے بارے میں صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ یہ تمام حضرات وجد و رقص بھی کرتے تھے۔

پس جو کوئی سماع کا منکر ہے اور اس کو حرام کہتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ ان اولیائے عظام نے امرِ حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے اقوال (انکارِ سماع) عداوت پر مبنی ہیں لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ "جس نے کسی ولی سے عداوت کی اُس نے حق تعالیٰ سے محاربہ کیا"۔

کتاب عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ "سماع" کا منکر ان تین باتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ اخبار و آثار سے بے خبر ہے یا بزرگوں کے اعمال پر مغرور ہے یا اس کی طبیعت ذوق و شوق سے خالی ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ آثار و اخبار سے بے خبر ہے اس سے مدعا یہ ہے کہ اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیزوں والی اور حبشیوں کے رقص والی "احادیث" کا علم نہیں ہے تو رقص کے بارے میں اس کا جہل اس دلیل سے رفع ہو جائیگا کہ:

حضور اکرم صلی اللہ وسلم نے (ایک موقع پر) اپنے اصحاب میں سے تین صحابہ کی تعریف فرمائی تو تینوں حضرات خوشی سے رقص کرنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انت اخونا و مولانا

(تو میرا بھائی اور دوست ہے) یہ سنکر وہ خوشی سے رقص کرنے لگے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اَنتَ علی بمنزل ھارون من موسیٰ (جسطرح حضرت موسیٰ کے بھائی ہارون تھے اسیطرح تو میرا بھائی ہے) انہوں نے خوش ہو کر رقص کیا اور حضرت جعفر طیار سے فرمایا انت اشبھت خَلقِی وَخُلُقِی (تو میری صورت و سیرت میں مشابہ ہے) یہ نوید سنکر وہ بھی خوشی سے رقص کرنے لگے۔

اور جس شخص کا انکار بسبب غرور کے ہے یعنی جو شخص اپنی عبادات بدنی پر غرور کرتے ہوئے سماع کا منکر ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ سماع کا تعلق بدن سے نہیں ہے، وہ ایک لطیفۂ غیبی ہے جو واردات قلب سے ہے، اور اعمال کا تعلق نیت سے ہے۔ ایک شخص ایک شعر سنتا ہے یا کوئی آواز اس کے کانوں میں پہنچتی ہے تو اس سے اس پر رقص یا وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جو کہ عابدوں کی عبادات بدنی سے ترجیح رکھتی ہے۔ (اور احالتی پدید آید کہ بر عبادات بدنی عابدان راجح باشد (مخطوطہ ص ۴۵)

اور کہا گیا ہے کہ جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین (یعنی کشش ہائے حق سے ایک کشش جن و انس کے عمل کے ہم وزن ہوتی ہے)

جو شخص جامد الطبع بے ذوق اور فاسد المزاج ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے جسطرح عنین (نامرد) لذت مباشرت کو کیا جانے اور نابینا شخص حسینوں کے حسن و جمال سے کیا محظوظ ہو سکتا ہے۔

بیت

حسن یوسف کجا شناسد کور　　　لحن داؤد راچہ داند کر
قیمت زعفران چہ داند بُز　　　لذت ارغوان چہ داند خر
گا دیکر سزائی کاہ باشد　　　نورینہ دہی تباہ باشد

ترجمہ:۔ حسن یوسف کو ایک اندھا کب جان سکتا ہے اور لحن داؤد کی لذت سے ایک بہرہ کب محظوظ ہو سکتا ہے، بکری زعفران کی قیمت کیا جانے۔ گدھے کو ارغوان کی لذت کیا معلوم۔
گائے کو گھاس ہی مناسب ہے، نورینہ دوگے تو تباہ کر دے گی۔
ان لوگوں کے بارے میں یہ کہنا چاہیئے کہ:
اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ [1]　　وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں
پس بعض اَنعام کو اس اِنعام خاص سے کوئی حصہ نہیں ملا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ عارف پر "سماع" میں جو کیفیت طاری ہوتی ہے اور دفت کی جو دولت اس کے حصے میں آتی ہے وہ سو چلوں (اربعین) سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ شدید ریاضتوں سے وہ دولت

---

[1] پ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۷۹

ولذت مل سکتی ہے اور اس لذت سے بڑھ کر اور کون سی لذت ہوسکتی ہے کہ جو اس شراب وصول کا ذوق جان کر حاصل ہوتی ہے اور جب وہ شوق سے سیراب ہو جاتے ہیں تو اُن کو ایک نئی جان عطا کی جاتی ہے۔

غزل

فرمودۂ حضرت جہانگیر اشرف

مماتی نیست گر دیدار باشد — حیات جاودان از یار باشد
زہی مقتول تیغ غمزۂ دوست — شہیدان را سپہ سالار باشد
کسی کو سر بہ زیر تیغ خونخوار — ندارد زیر پائے خوار باشد
سماع پردۂ اسرار جان را — رہ اندر پردۂ اسرار باشد
شنیدہ پردۂ اسرار گردون — چو صوفی روز و شب دوار باشد
ز شوق نغمۂ توحید اشرف — چو ساز از دل بزیر وزار باشد

ترجمہ:- ۱- اگر دیدار یار ہو جائے تو موت معنے نہیں رکھتی۔ حیاتِ جاوداں یار کی جانب سے ہے۔
۲- اپنے دوست کے اشارہ کی تلوار سے قتل کئے جانیوالے شہیدوں کے سپہ سالار ہوتے ہیں۔
۳- کوئی بھی عقلمند انسان اگر اپنا سر بغیر کسی تدبیر کے خونخوار تلوار کے نیچے ڈالے گا تو ذلت اور رسوائی اٹھائے گا۔
۴- روح کے پردۂ راز کو سننا اس پردۂ راز کے اندر جانے کا راستہ معلوم ہونے کے مترادف ہے۔
۵- وہ صوفی جو رات دن حرکت میں ہو اس عالم کے پردۂ راز سے واقف ہو چکا ہوتا ہے چونکہ اس نے اس پردۂ راز کو سنا ہوتا ہے۔
۶- اے اشرف! توحید کے نغمہ کے شوق میں جو آواز دل سے نکلتی ہے وہی "رونا" ہوتا ہے۔

متعدد مشائخ عظام اور صوفیائے کرام خصوصًا صوفیائے متاخرین نے سماع کی حالت میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی ہے، چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہٗ نے "سماع" میں یہ شعر سن کر جان دے دی اور دولتِ وصال سے بہرہ ور ہوئے ؎

شعر

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

ترجمہ:- اطاعت اور فرمانبرداری کے خنجر سے ہلاک ہونے والوں کو ہر زمانے میں غیب سے دوسری زندگی ملتی ہے۔

متقدمین صوفیائے کبار میں متعدد حضرات کا وصال حالتِ سماع میں ہوا ہے " طبقات الصوفیہ" میں بیان کیا گیا ہے کہ خواجہ صوفیاں حضرت ذوالنون مصری، حضرت شبلی، حضرت خراز، شیخ نوری (شیخ ابوالحسن نوری) شیخ درّاج قدس اللہ اسرارہم کا وصال حالِ سماع میں ہوا۔ ان حضرات میں سے تین حضرات تو تین روز تک بے ہوشی کی حالت

میں زندہ رہے اور تین دن کے بعد وصال فرمایا۔ باقی حضرات کا اُسی وقت انتقال ہوگیا۔ ان حضرات کے علاوہ بھی بہت سے ایسے مشائخ اور مریدانِ باصفا تھے جن کا حالتِ سماع میں انتقال ہوا ہے، خواہ وہ سماعِ قرآن ہو یا سماع الحان یا سماع اشعار۔ چنانچہ حضرت زرارہ بن ابی اوفی قاضی بصرہؒ محراب مسجد میں قرأت قرآنی فرما رہے تھے آپ کے قریب ہی ایک دوسرے صاحب (بزرگ) قرأت قرآن میں مصروف تھے جب انہوں نے یہ آیت پڑھی

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۙ فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ۙ[1] ‎ پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن کڑا دن ہوگا۔

تو حضرت زرارہؒ نے ایک چیخ ماری اور گر پڑے، گرتے ہی جان جسم سے رخصت ہوگئی۔ شیخ الاسلام پیر ہروی (حضرت عبداللہ انصاری) فرماتے ہیں کہ :-

"سماع اُس محبوب کے دیدار کے لئے اس جوانمرد کیلئے ممد و معاون ہے جس کے کان اسکی طرف لگے ہیں اور آنکھیں محوِ دیدار ہیں۔ ایسی حالت میں طاقت اور ہوش کی گنجائش کہاں ہے"

صاحب کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ :-

"میں نے ایک بزرگ کو دیکھا آذربائیجان کے پہاڑوں سے گزر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے

اشعار

واللہ ما طلعت شمس ولا غربت	نہیں جھوٹ اس میں (خدا کی قسم) کوئی صبح ہو کہ شام ہو
الا وانت منٰی قلبی ووسواسی	میرے دل میں صرف رہا ہے تو ہی دل کی بس تھے آرزو
ولا جلست الی قوم احد ثھم	مجھے کیا کسی سے غرض بھلا کروں اس سے میں تیرا تذکرہ
الا وانت جلیسی بین جلاسی	مرا ہم نشین ہوا ہے تو کروں اور کس سے میں گفتگو
ولا تنفست محزونًا ولا فرحًا	نہ رہین غم میں کبھی رہا، میں مسرتوں سے رہا ورا، او
الا وذکرك مقرونًا بانفاسی	تو قریب مجھ سے ہے اسطرح، میرے ہر نفس میں ہے تو ہی تو
ولا ھممت بشرب الماء من عطش	رہی برقرار اسی طرح، تیری تشنگی نہ کبھی بجھی
الا رأیت خیالًا منك فی الکاسی	جو بجھی تو اسطرح وہ بجھی، تو نظر آیا جامِ آب میں تو

(ترجمہ منظوم از مترجم)

یہ اشعار پڑھتے پڑھتے وہ یکبارگی گر گئے اور جانِ جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

شیخ ابوبکر حمویؒ فرماتے ہیں :- ایک بار میں مکہ میں ایک بزرگ کا مہمان تھا، میزبان کے پاس ایک کنیز تھی، وہ گانا جانتی تھی۔ پس اُس نے گانا شروع کیا اور ابھی اس نے یہ مصرعہ ہی پڑھا تھا کہ

---

[1] پ ۲۹ سورہ مدثر ۹ - ۸

مصرعہ

لامنی فیك معشر فاقلوا واکثروا

ترجمہ:۔ تیری محبت میں لوگوں نے مجھے بہت ملامت کی پھر بھی کم کی۔

وہاں ایک صاحب دل درویش اور بھی موجود تھے، یہ مصرعہ سنتے ہی وہ کھڑے ہو گئے اور چند نعرے لگائے اور کہا "تیری محبت میں ملامت کہاں ہے جو تونے یہ بات کہی" یہ بات کہتے ہی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اُنکی روح پرواز کر گئی۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ:۔ ابو عبداللہ سے منقول ہے کہ شیخ ایوب نجار ایک قزوینی کے گھر مکہ مکرمہ میں ایک محفلِ سماع میں شریک تھے۔ قوال نے فارسی میں کچھ اشعار پڑھے انہوں نے اپنی کمر سیدھی کی، سیدھے کھڑے ہو گئے اور ایک نعرہ مار کر گر پڑے اور بے ہوشی کی حالت ہی میں انکا انتقال ہو گیا۔ شیخ الاسلام سے یہ بھی منقول ہے کہ شیخ ابو القاسم شائح کچھ مریدوں کے ساتھ کسی کے یہاں مہمان تھے اور مجلسِ سماع میں بیٹھے تھے کہ قوال (نغمہ سرا) نے یہ چند اشعار پڑھے ؎

اشعار

کل بیت انت ساکنہ — غیر محتاج الی السرُجِ
وجهك الميمون حجتنا — يوم ياتي الناس بالحُجُجِ
لا اماج الله لی فرجًا — یوم یدعونك بالفرجِ

ترجمہ:۔ ۱۔ ہر وہ گھر جس میں تم سکونت پذیر ہو اسے چراغ کی ضرورت نہیں۔
۲۔ تمہارا مبارک چہرہ ہمارے لئے دلیل اور حجت ہے اس دن کیلئے جس دن لوگ حج کو آتے ہیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے کشادگی پیدا نہ کرے جس دن لوگ آپ کو اس بات کیلئے پکاریں کہ آپ کشادگی پیدا کر دیجئے۔

یہ اشعار سنکر شیخ ابو القاسم شائح نے اپنے ہاتھ اٹھا کر ایک نعرہ مارا اور گر پڑے، جب اُن کو دیکھا گیا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔

یہ واقعہ بھی شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ ایک صوفی نے بیان کیا کہ:۔ نیشاپور شہر کے اندر ایک حادثہ پیش آگیا تھا، شہر کے لوگ شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے میں ایک مسجد میں تھا، اس مسجد کے ایک گوشہ میں ایک اور درویش پہلے سے موجود تھے۔ اتنے میں ایک قوال (گانے والا) آگیا۔ درویش نے اس سے کہا کہ کچھ سناؤ۔ اُس نے یہ اشعار پڑھے ؎

اشعار

القيت بينى وبين الحب معرفة — لا ينقضى ابدا او ينقض الابد
لاخرجن من الدنيا وحبكم — بين الجوانح لم يشعر به احد

ترجمہ:۔ میں نے محبت اور اپنے درمیان شناسائی کو ڈالدیا ہے جو کبھی ختم نہ ہو گی اور یہ مدتِ دنیا ختم

ہو جائے گی۔ میں دنیا سے اس طرح نکلوں گا کہ تیری محبت میرے پہلوؤں کے درمیان اس طرح ہوگی کہ اس کو جاننے والا کوئی نہیں ہوگا۔

یہ اشعار سننے کے بعد وہ درویش تڑپنے لگے اور دو نماز کے وقفہ کے درمیان اسیطرح تڑپتے رہے پھر انکو سکون ہوگیا۔ جب انکو دیکھا گیا تو ان کی روح پرواز کرچکی تھی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت شیخ الاسلام بیان فرماتے ہیں کہ:۔ شہر ایلہ میں جو بصرہ اور کوفہ کے درمیان واقع ہے ایک صوفی کا گزر ہوا۔ وہ چلتے چلتے ایک محل کے نیچے پہنچے۔ رئیس خانہ کی کنیز اس وقت گا رہی تھی صوفی نے کان لگا کر سنا تو اس کی زبان پر یہ شعر تھا ؎

شعر

کل یوم تتلون غیر هذا بك احسن

کل یوم تتحول غیر هذا بك اجمل

ترجمہ:۔ تو ہر روز رنگا رنگ ہوتا ہے حالانکہ اس کے بغیر تو بہتر ہے اور ہر روز حال و بحال گھومتا ہے بغیر ازیں زیادہ بہتر ہے۔

درویش کو یہ شعر بہت پسند آیا۔ فوراً اس کنیز کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ اے کنیز تجھے رب کی قسم اس شعر کو پڑھے جا۔ کنیز نے اس شعر کی تکرار شروع کردی اس کے آقا نے کہا کہ تو ایک ہی شعر کیوں دہرا رہی ہے کنیز نے کہا کہ محل کے نیچے ایک درویش موجود ہے اس کو اس شعر سے کیفیت آگئی ہے اسی وجہ سے میں اس شعر کو دہرا رہی ہوں۔ اس نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر اس درویش کو دیکھا تو اس پر وجد کی کیفیت طاری تھی۔ رقص کرتے کرتے کچھ کہا۔ ایک نعرہ لگایا اور اس کی روح پرواز کرگئی۔ امیر نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اسکی حالت میں کچھ عجیب تغیر رونما ہوا۔ اس نے کنیز کو آزاد کردیا اور شہر کے تمام صوفیوں (درویشوں) کو بلایا اور اس درویش کی نمازِ جنازہ پڑھی اور دفن کردیا۔

درویش کے دفن کے بعد امیر نے ان درویشوں سے کہا کہ آپ لوگ مجھے پہچانتے ہوں گے میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ میں آپ سب لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میرے پاس جو مال و متاع اور املاک ہے اسکو میں نے درویشوں کے لئے وقف کردیا ہے میں اس محل کو بھی راہِ خدا میں دیتا ہوں۔ اس امیر کے پاس جو کچھ سونا چاندی موجود تھا وہ اس نے اسی وقت ان درویشوں میں تقسیم کردیا۔ اس نے لباس فاخرہ اتار کر صرف ایک ازار باندھ لیا اور ایک گدڑی پہن کر جنگل کی راہ اختیار کرلی۔ اس کے بعد اس فقیر حال امیر کو کسی نے نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی شخص سے اس کے بارے میں سنا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ شیخ ابو بکر السوسی کا بیان ہے کہ ایک رات ہم کو سماع کی خواہش ہوئی کہ کوئی شخص ملے تو اس سے کچھ سنا جائے۔ کچھ لوگوں نے اِدھر اُدھر مغنّی کو تلاش کیا لیکن کوئی نہیں ملا۔ آخر کار لوگوں

ین سے کسی شخص نے کہا کہ میں کسی مطرب کو تو نہیں جانتا ہوں ہاں ایک نوجوان سے واقف ہوں جو قریب ہی رہتا ہے۔ بیں نے کہا کہ دوڑ کر جاؤ اور اس کو بلا لاؤ۔ چنانچہ اس کو بلا کر لایا گیا وہ شراب کے نشے میں چور تھا اس نے گانا شروع کیا اور کچھ اشعار پڑھے۔ ایک شعر کا مصرعہ مجھے یاد رہ گیا ہے۔

حدیث:۔ القوم اخوانا وصدق بینھم نسب

ترجمہ:۔ یہ وہ قوم ہے جن کے درمیان صدق کا رشتہ ہے۔

اس کی نغمہ سرائی سے کام بن گیا، ہر ایک کو کیف حاصل ہوا۔ شیخ کہتے ہیں کہ مجھ پر بھی کیف طاری ہوا جب سماع سے فارغ ہوئے تو وہ مطرب گالیاں بکنے لگا اس نے شیخ کے سجادہ پر قے کر دی (شیخ نے کہا کہ اسے کچھ نہ کہو اسی طرح سجادہ میں لپیٹ دیا پراگندہ و بغیر دھوئے) اور دوسری جگہ سو گئے۔ جب دن نکلا اور مطرب ہوش میں آیا تو خود کو سجادہ میں لپٹا ہوا اور قندیل کی طرح روشن پایا۔ حیران ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ خدا کے لئے بتلایئے کہ یہ کیا حالت ہے اور میں اس میں کیسے آپڑا۔

ایک شخص نے اسکو تمام واقعہ سنایا اور اسکی مدہوشی کے بارے میں بتایا۔ تمام ماجرا سن کر اس نے اپنا ساز توڑ ڈالا، کپڑے پھاڑ ڈالے اور گدڑی پہن لی اور شیخ ابوبکر سوسی کے ہاتھ پر توبہ کر کے ان کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ عمر طویل پا کر جب شیخ سوسی کا انتقال ہو گیا تو اُسی نوجوان مطرب کو اُنکی جگہ سجادہ پر بٹھایا گیا اس کا وقت خوب سے خوب تر ہو گیا۔ اس نے طریقت کی راہ میں خوب ترقی کی۔ کہتے ہیں کہ اس نوجوان کا نام طرانی تھا کچھ مدت کے بعد وہ ضعیف ہو چکا تھا۔ دور دراز کے مشائخ، شیخ طرانی کے پاس آیا کرتے تھے اور اُن سے فرمائش کرتے تھے کہ درویشانہ زندگی اختیار کرنے کا وہ واقعہ سناؤ اور وہ اشعار بھی جن سے یہ انقلاب آیا۔

شیخ عمو نے شیخ احمد کوفانی سے کہا کہ آپ کو وہ تمام اشعار یاد نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بس اس مصرعہ کے سوا مجھے اور کچھ یاد نہیں رہا۔ شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ مجھے وہ تمام اشعار یاد ہیں اور ایک کتاب میں بھی وہ اشعار میری نظر سے گزرے ہیں۔

اشعار

القوم اخوان صدق بینھم نسب — من المودۃ لم یعدل بہ سبب

تراضعوا ذرۃ الصباء بینھم — وواجب الرضیع المفاس ما یجب

لا یحفظونی علے السکران ن لتھم — ولا یریبك من اخلا قھم ریب

ترجمہ:۔ یہ وہ قوم ہے جن کے درمیان صدق کا رشتہ ہے اور کوئی رشتہ اس کے برابر کا نہیں انہوں نے شراب محبت رضاعت کے دودھ کی طرح پی ہے اور یہ رضاعی بھائی کے حقوق کو آپس میں واجب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سکر کی لغزشوں سے محفوظ نہیں رہتے لیکن اس کے باوجود ان کے اخلاق میں کوئی شک نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا سبحان اللہ! سماع میں بھی عجیب راز ہے کہ ساکن و جامد ذوق کی حالت میں متحرک ہو جاتا ہے اور عجیب تر یہ کہ متحرک اس کو سنکر سکون پاتا ہے۔ منقول ہے کہ شیخ ابوالحسن شیروانی جو حضرت جنید، حضرت شبلی اور حضرت ابوسعید ابوالخیر (قدس اللہ اسرارہم) کے ہمعصروں میں سے تھے اور اُن سے شرف ملاقات بھی حاصل کیا تھا، اپنی آخری عمر میں ہر وقت بیٹھے رہا کرتے تھے (اُن سے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا) لیکن جب مؤذن اقامت کہتا تو وہ کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد پھر بیٹھ جاتے تھے سماع کی حالت میں بھی یہی ہوتا تھا۔ جب وجد ختم ہو جاتا تو بیٹھ جاتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مشائخ متقدمین میں بہت سے ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ سماع میں اُن پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ حال سے بے حال (نڈھال) ہو جاتے تھے اور عجیب جوش و خروش اُن کے اندر پیدا ہوتا تھا، یہ جو کچھ بیان کیا گیا یہ تو مشائخ کرام کے بارے میں تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض اصحاب کے بارے میں ایسی کیفیات کی نسبت سُنو:

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

"صحابہ کرامؓ اور تابعین کے عمل سے وجد و حال کے سلسلے میں بہت کچھ موجود ہے۔ ان میں سے بعض مدہوش ہوئے ہیں۔ بعض پر گریہ طاری ہوا ہے اور بعض پر غشی طاری ہوئی ہے اور اُن ہی میں بعض ایسے اصحاب ہیں کہ بے ہوشی کی حالت میں وفات پائی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ [1] — بے شک تیرے پروردگار کا عذاب ہو کر رہے گا اُسے کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے۔

یہ سنتے ہی آپ نے ایک نعرہ مارا، آپ بے ہوش ہو گئے، وہاں سے اٹھا کر آپ کو مکان پر لے گئے۔ آپ چند ماہ بحالت علالت گھر میں رہے۔

حضرت علی بن فضیل نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے سنا:-

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ [2] — جس روز لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے۔

وہ یہ آیت سنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو قاری نے اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات پر جزا دے جو آپ کے واسطے سے جانی گئی۔

اسیطرح صوفیائے کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ ایک رات شیخ شبلی مسجد میں تھے، رمضان کا مہینہ تھا، وہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ امام نے جب یہ آیت پڑھی:

---

[1] پ ۲۷ سورہ طور ۸-۷ [2] پ ۳۰ سورہ مطففین ۶

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ [1]

اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے۔

یہ ارشادِ ربانی سنتے ہی حضرت شبلی نے ایک نعرہ مارا۔ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اُن کی روح پرواز کر گئی ہوگی ان کی حالت یہ تھی کہ چہرے کا رنگ سبز پڑ گیا تھا اور لرز رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہائے ہائے اپنے محبوبوں (دوستوں) سے بھی اس طرح خطاب کیا جاتا ہے، وہ بار بار یہی بات کہتے تھے۔

حضرت جنید قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں شیخ سری سقطی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ انکے سامنے ایک شخص مدہوش پڑا ہے جسے دیکھ کر حضرت سری سقطی نے فرمایا کہ اس شخص نے قرآن کی ایک آیت سنی تھی اسکو سنکر یہ بیہوش ہوگیا ہے۔ میں نے کہا پھر وہی آیت پڑھی جائے۔ (اسکو ہوش آجائیگا) جب اس آیت کو دوبارہ پڑھا گیا تو وہ شخص ہوش میں آگیا۔ تب شیخ نے مجھ سے سوال کیا کہ یہ بات تم کو کہاں سے حاصل ہوئی؟ میں نے کہا میں نے قرآن میں پڑھا ہے کہ حضرت یعقوب کی بینائی کا جاتا رہنا ایک فرد کے سبب سے ہوا تھا (یوسف علیہ السلام سے) اور اس کا عود کر آنا بھی ایک شخص ہی کے باعث ہوا (حضرت یوسف علیہ السلام کے باعث ہی دونوں باتیں ہوئیں) حضرت جنید قدس سرہٗ کا قول اس شعر کے مصداق ہے ؎

شعر

وکاس شربته علی لذۃٍ ۔۔۔ وَاُخریٰ تداویت منها بها

میں نے لذت کے ساتھ پیالہ پیا ۔۔۔ اور اب خمار کا علاج بھی اسی سے کر رہا ہوں

اصحاب تصرف میں سے ایک شخص نے قاری سے یہ آیت سنی:

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ [2]

اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو۔

اس سامع نے پھر یہ آیت اس قاری سے پڑھوائی، پھر کہا کہ میں کئی مرتبہ اپنی جان سے کہہ چکا ہوں کہ لوٹ جا لیکن وہ نہیں لوٹتی۔ یہ کہکر وہ وجد کرنے لگا، پھر ایک نعرہ مارا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

شیخ محمد بن صبیح (مخطوطہ ص۴۶۱) سے منقول ہے کہ ایک شخص دریائے فرات میں غسل کر رہا تھا ایک شخص دریا کے کنارے سے گزرا وہ یہ آیت پڑھتا جا رہا تھا:

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ [3]

اور اے گنہگارو! آج الگ الگ ہو جاؤ۔

دریا میں غسل کرنے والے شخص نے جوں ہی یہ آیت سُنی تو غسل کرنے سے رک گیا اور بے قرار ہوگیا اور اسی بے قراری کے عالم میں ڈوب گیا'' (احیاء العلوم کا اقتباس ختم ہوا)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اسرارِ سماع سے ناواقف اور انجان لوگ کہتے ہیں کہ سید الطائفہ حضرت

---

[1] پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ۸۶ [2] پ ۳۰ سورہ فجر ۲۷ و ۲۸ [3] پ ۲۳ سورہ یٰسٓ ۵۹

جنید بغدادی اور حضرت روزبہان بقلی نے آخر عمر میں سماع سے رجوع کر لیا تھا۔ (سماع کو ترک کر دیا تھا) اور توبہ کر لی تھی
میں کہتا ہوں کہ یہ قولِ رجوع یا توبہ کئی معانی پر محمول ہے یا تو یہ توبہ اسلئے تھی کہ برادرانِ مشرب (اخوان) مجلس سماع میں موجود نہیں تھے یعنی اخوان کا فقدان تھا یا اسلئے تھی کہ بہت سے منکرینِ سماع اس مجلس میں آگئے تھے، اسوقت منکرینِ سماع کی موجودگی مزاحم بن جاتی ہے اور خوف و دہشت کا سبب بنتی ہے اور اہل سماع کو ان کی موجودگی سے پریشانی خاطر پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ان کا مقصود حضوری اخوان نہ تھا بلکہ وہ منکرین کے مجلس سے نکل جانے کے خواستگار تھے کہ منکرینِ مذموم کی موجودگی نفرت کا سبب بنتی ہے۔ اسی وجہ سے سماع کی شرائط میں زمان و مکان بھی شامل ہیں۔ جن کی توضیح انشاء اللہ حسبِ محل کی جائے گی۔

اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شاید سید الطائفہ اسوقت ایسے مقام پر پہنچ گئے ہوں کہ اسوقت اور اس حال میں سماع کا ہونا یا سماع کی طرف کان لگانا تشویشِ خاطر کا موجب بنتا ہو۔ یعنی اسوقت وہ مشاہدۂ جمال کے مقام پر تھے۔ بحالتِ استغراق اگرچہ مشاہدۂ حق استغراق ہی سے ہوتا ہے اور سماع بھی اس مشاہدہ سے خالی نہیں ہوتا لیکن مشاہدات کے بھی مراتب ہوتے ہیں، کوئی مشاہدہ میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور کوئی مرتبۂ وسط پر ہوتا ہے اور یہ مشاہدہ چشم بصیرت یعنی دیدۂ دل سے ہوتا ہے اور سماع اس میں مزاحم ہوتا ہے اور اس رویتِ بصیرت میں مانع ہوتا ہے۔ اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اس کا ذائقہ پایا ہے۔

شیخ ابوبکر مصری سے منقول ہے کہ حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادی) اور شیخ ابوالحسن نوری اور بعض دوسرے مشائخ ایک جگہ جمع تھے۔ قوال کچھ گا رہے تھے۔ شیخ نوری اپنی جگہ سے اُٹھ کر مجلسِ سماع میں آگئے اور پھر وہ مجلس سماع سے اٹھ کر حضرت سید الطائفہ کے پاس پہنچے اور اُن سے کہا کہ اٹھیئے۔

اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ؕ [1] — اور بجز اسکے کچھ نہیں کہ جو لوگ سنتے ہیں وہ قبول کرتے ہیں۔

حضرت جنید نے اس کے جواب میں فرمایا:

وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ — اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ
هِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ [2] — وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہونگے بادل کی چال

اسی اعتبار سے بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ ہم اس سماع میں کس طرح عمل کریں جو منقطع ہو جاتا ہے۔ وَاِذَا مَاتَ مَنْ یَّسْمَعُ؟ (اور جو سنتا ہے وہ مر جاتا ہے) پس اس قول میں یہ اشارہ موجود ہے کہ سماع حق تعالےٰ کی طرف سے بطورِ دوام موجود ہے۔ گانے والا خود خاموش نہیں ہوتا ہے بلکہ سننے کے لئے کان ہر وقت کھلے نہیں ہوتے ہیں ؎

---

[1] پ ۷، سورہ انعام ۳۶ [2] پ ۲۰، سورہ نمل ۸۸

شعر

سرائندہ خود می نگردد خموش
ولیکن نہ ہر وقت باز است گوش

ترجمہ:۔ گانے والا کبھی خود خاموش نہیں ہوتا لیکن ہر وقت لوگوں کے کان کھلے نہیں ہوتے۔
انبیاء علیہم السلام اس مشاہدۂ دوام میں لذت سماع حاصل کرتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ اسباب ظاہری میں سے کسی سبب کے محتاج ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین حضرات کا بھی یہی حال ہے۔
حضرت شیخ روزبہان بقلی قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں منقول ہے کہ:
"وہ شیراز کے اطراف اور پہاڑوں میں شدید ریاضت میں مشغول رہتے تھے، وہ بڑے ہی صاحب ذوق وصاحب استغراق تھے، ان پر ہمیشہ وجد وحال طاری رہتا تھا اور ان کو تسکین نہیں ہوتی تھی اور ان کا رونا موقوف نہیں ہوتا تھا اور کسی وقت بھی ان کی بے قراری ختم نہیں ہوتی تھی کسی دم وہ آہ وزاری سے غافل نہ ہوتے تھے ہر شب گریہ وزاری میں مصروف رہتے اور فریاد کرتے تھے اسی غلبہ اور وجد کے عالم میں انہوں نے ایسی بہت سی باتیں کہی ہیں یعنی رموز معرفت بیان کئے ہیں کہ ہر شخص ان کو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ فرماتے ہیں ؎

قطعہ

آنچہ ندید است دو چشم زمان
آنچہ کہ نشنید دو گوش زمین
در گِل ما رنگ نمود است آن
خیز و بیا در گِل ما آن بہ بین

ترجمہ:۔ وہ جلوۂ افروز رنگ جسے زمانہ کی دونوں آنکھوں نے نہ دیکھا ہے اور نہ جس کے بارے میں زمین کے دونوں کانوں نے سنا ہے، ہمارے وجود کی مٹی میں اس کی نمود موجود ہے اگر اس کا نظارہ کرنا چاہتے ہو تو آؤ اور ہمارے وجود کو دیکھو کہ اس میں اسی کی نمود اور رنگ ہے۔
شیخ روزبہان بقلی کو سماع کا بہت شوق تھا لیکن آخر عمر میں اس کو ترک کردیا تھا اُن سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:۔

"انی لا ستمع الان من ربی عز وجل فاستعرض مما سمعت من غیرہ"

ترجمہ:۔ اب میں پروردگار جل وعلا سے سنتا ہوں، پس میں اس کے غیر کے سننے سے اب اعراض کرتا ہوں۔
بعض کہتے ہیں کہ اخیر عمر میں ان پر فالج کا اثر ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے سماع کو ترک کردیا تھا۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ان کے اس معاملہ کے سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ غور کرنا چاہیئے کہ ایک شخص پچاس سال تک سماع میں مشغول رہا اور عمر کے آخری حصہ میں صرف چند روز کے لئے اس سے باز رہا۔ اور اس طرح کہ اس سے انکار نہیں کیا۔ پس اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس منزل پر ارتفاع مراتب وصول درکار تھے، یہ کیوں سمجھا جائے کہ وہ منکر سماع تھے۔

قطعہ

چو نورِ خور نہ بیند چشم خفاش گناہ از جانب خورشید نبود
اگر یک کس نہ ذوقی یافت از مے شک اندر حکمتِ جمشید نبود

ترجمہ:۔ چمگادڑ نورِ خورشید کو نہیں دیکھ سکا (اسکی آنکھ میں یہ استعداد ہی نہیں ہے) تو اس میں خورشید کا کیا قصور ہے۔ اگر ایک شخص نے شراب کا ذوق نہیں پایا (مے نوشی سے محظوظ نہیں ہوا) تو اس سے جمشید کی حکمت و دانائی میں شک کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کبھی تبلیغ رسالت اور نفاذ احکامِ شریعت دعوت اسلام اور عوام کے ساتھ جہاد میں مشغول رہتے تھے اور کبھی وہ اُن مشاہدوں میں جو اُن کو دیدہ ہائے دل سے حاصل ہوتے تھے، مصروف رہتے تھے، اسیطرح اولیاءِ کرام پیالوں کی گردش سے فیضیاب ہوتے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

شعر

شربنا الحب کاسا بعد کاس
فما نفد الشراب و ماروبت

ترجمہ:۔ میں نے محبت کے جام پے بہ پے پیئے، نہ شراب ختم ہوئی اور نہ میں سیراب ہوا۔

اور یہ شراب نہیں ہے مگر اُن بُطون کے لئے جو معلقہ ہیں (ولیس ھذا الشراب الا علے اسرار معلقۃ) اور ان ارواح کیلئے ہے جو اجسام سے آزاد کردیگئی ہیں اور وہ فیض اقدس ہے جسکا آغاز غیب سے باطن کیطرف باطن سے روح کی ذات کیطرف اور روح سے باطنِ دل کیطرف اور باطنِ دل سے دل کیطرف اور دل سے بدن کیطرف ہوتا ہے۔ اس کے سبب سے اثرِ بشریت مٹ جاتے ہیں اور خودی محو ہوجاتی ہے۔ پس جسم، قلب اور غیب ایک ہوجاتے ہیں اور اس فیض کے لئے چند مراتب ہیں یعنی چکھنا، پینا اور سیراب ہوجانا جیسا کہ ایک صوفی نے فرمایا کہ چکھنے والا ایک مست بننے والے شخص کے مانند ہے اور پینے والا مست ہے اور سیراب ہوجانے والا ہوشیار ہے۔ البتہ اربابِ فقہ اور اصحابِ رائے کو اس نوشیدنی (شراب) سے لذت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس معدن سے اُن کو کوئی جوہر نہیں مل سکتا۔ پس جب تک اُن کو سماع سے حصہ نہیں ملے گا وہ اسکی مطلق حرمت کے قائل رہیں گے جسطرح نامرد کو لذتِ جماع کا علم نہیں ہے پس اس کا منکر ہونا باتفاقِ اربابِ فکر کچھ بعید نہیں ہے ؎

رباعی

ذوقی کہ در سماع بود اہل حال را از وی نصیب نیست جز اہل کمال را
از لذتِ سرودکہ بیگانہ منکر است نبود عجب کہ چیز چہ داند وصال را

ترجمہ:۔ اہلِ حال کو سماع سے جو ذوق حاصل ہوتا ہے اس سے صرف اہل کمال نے حصہ پایا ہے اور وہ کسی کے حصے

میں نہیں آیا ہے۔ سُرود کی لذت سے بیگانہ انکار کر رہا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نامرد وصال کی لذت سے آشنا نہیں ہوتا۔ پس منکر سماع حیز کی طرح ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ عجم میں کسی شہر میں عمدہ گانے والی کنیز ہے اس مغنیہ کا مالک ایک صاحب حال شخص تھا جو اس مغنیہ کو کسی قیمت پر بیچنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ حضرت جنید نے اس مغنیہ کے لئے پانچ سو کوس کا فاصلہ طے کیا (سفر کیا) اور اس شہر میں پہنچکر اس مغنیہ کو بڑے ذوق وشوق سے خرید لیا۔ آپ کا مقصد اس مغنیہ کو خریدنے سے اسکے سرود ونغمات سے محظوظ ہونا تھا جب ہی آپ نے اسکو اس ذوق وشوق کے ساتھ خریدا۔

کتاب "تحفہ" میں یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے نیند نہیں آئی، بہت زیادہ قلق واضطراب تھا۔ یہاں تک کہ میں نماز تہجد بھی نہ پڑھ سکا جب میں نماز فجر سے فارغ ہوا تو میں نے خیال کیا کہ مجھے بیمارستان جانا چاہیئے۔ وہاں جاکر بیمار اور مصیبت زدہ لوگوں کو دیکھوں، ان کو دیکھ کر میرے اندر دردمندی پیدا ہوگی اور شاید میرا اضطراب دور ہو جائے۔ چنانچہ میں یہ خیال کرکے بیمارستان چلا گیا۔ یکایک میری نظر وہاں ایک کنیز پر پڑی جو بہت خوبرو تھی اور قیمتی لباس پہنے ہوئے تھی، ایک عجیب ولطیف خوشبو کا احساس اسکو دیکھ کر میرے دماغ میں پیدا ہوا۔ اس کے دونوں پاؤں اور ہاتھوں میں زنجیریں پڑی تھیں جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور چند اشعار پڑھے۔ میں نے بیمارستان کے ناظم سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ اس نے مجھے بتایا کہ یہ ایک کنیز ہے، پاگل ہوگئی ہے، اس کے آقا نے اس کو زنجیریں پہنا دی ہیں اور یہاں علاج کے لئے بھیج دیا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ کنیز ہچکیاں بھر کر رونے لگی اور یہ اشعار پڑھے:

ابیات

معشر الناس ما جنت ولکن	اے لوگو! میں مجنون نہیں ہوں لیکن میں مست ہوں
انا سکرانۃ و قلبی صاحی	اور میرا دل ہوشیار ہے۔ تم نے مجھے زنجیریں پہنادیں
اغللتم یدی ولمات ذنبا	میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، سوائے اس مشقت اور
غیر جھدی فی حبہ واقتضاحی	دکھ کے جو اسکی محبت میں میں نے اٹھائی ہے۔
انا مفتونۃ بحب حبیبی	میں اپنے حبیب کی محبت پر عاشق و مفتون ہوں
لست ابغی عن بابہ من براحی	اور میں اس کے دروازے سے اٹھنا نہیں چاہتی
فصلاحی الذی زعمتم فسادی	بس جس صلاح کا میرے لئے تم نے گمان کیا ہے وہ میرے لئے فساد ہے اور جس چیز کو تم میرے لئے فساد سمجھتے ہو وہ
وفسادی الذی زعمتم صلاحی	صلاح ہے اور مالکوں کے مالک کی محبت میں تو کسی کا دخل
ما علی من احب مولی الموالی	نہیں ہے اور جبکہ محبت نے اپنے نفس کیلئے اس گناہ محبت
وادتضاہ لنفسہ من جناحی	کو پسند کر لیا ہو۔

اس کے ان اشعار سے میرے اندر بھی سوز پیدا ہوا اور میں رونے لگا۔ جب اُس نے میری آنکھوں میں آنسو دیکھے تو کہنے لگی :۔ اے سری! تمہارا گریہ تو محض اس کی صفت کے لئے ہے۔ اگر تم اس کو اس طرح پہچان لو جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے تو اس وقت کیا کرو گے؟ یہ سنکر میں کچھ دیر کے لئے مدہوش ہوگیا، جب میں ہوش میں آیا تو میں نے کہا کہ اے جاریہ! اُس نے کہا لبیک اے سری" میں نے کہا کہ تم مجھے کیسے جانتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے اپنے محبوب کو جانا ہے اسوقت سے میں جاہل نہیں رہی ہوں میں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم ہر وقت اپنے محبوب کو یاد کرتی رہتی ہو، تمہارا محبوب کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا محبوب وہ ہے اور میں اس کو یاد کرتی ہوں جس نے مجھے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے اور اپنی عطایا و بخشش سے ہم سب پر احسان کیا ہے اور جو سب کے دلوں سے قریب ہے اور سوال کرنے والوں کے سوال کو قبول کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہاں تم کو کس نے محبوس کر رکھا ہے؟ اس نے کہا کہ سب حاسدوں نے مل کر یہ کام کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور گر پڑی۔ میں یہ سمجھا کہ اس کی جان نکل گئی۔

کچھ دیر کے بعد وہ ہوش میں آئی تو اس نے پھر اپنے حسب حال چند اشعار پڑھے۔ میں نے ہسپتال کے ناظم سے کہا کہ اسکو یہاں سے رخصت کر دو (رہا کر دو) میرے کہنے پر ناظم نے اسکو یہاں سے جانے کی اجازت دے دی (رہا کر دیا)

میں نے اس سے کہا کہ اب جہاں تمہارا جی چاہے چلی جاؤ۔ یہ سنکر اس نے کہا کہ اے سری! میں کہاں جاؤں؟ جب کہ میرے دل کے حبیب (مالک) نے مجھے اپنے ایک غلام کا مملوک بنا دیا ہے۔ اگر میرا مالک راضی ہو جائے تو البتہ میں چلی جاؤں گی۔ ورنہ یہ صبر کر لوں گی، میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ! یہ کنیز مجھ سے زیادہ دانشور ہے۔ اتنی دیر میں اس کا مالک بھی آگیا اُس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ میری کنیز "تحفہ" کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا وہ اندر ہے اور شیخ سری سقطی اس کے پاس ہیں۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوا اور میرے پاس آیا۔ اُس نے مجھے سلام کیا اور میری بہت تعظیم کی۔ میں نے کہا کہ تعظیم کے لحاظ سے یہ کنیز مجھ سے بلند و بالا ہے بجائے میرے اس کی تعظیم کرو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اسکو زنجیریں کیوں پہنا رکھی ہیں (قید کیوں کیا ہے) مالک نے مجھے بتایا کہ بہت سی باتوں میں اس کی عقل ماری گئی ہے۔ یہ نہ کھاتی ہے نہ کچھ پیتی ہے اور نہ خود سوتی ہے اور نہ سونے دیتی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ میری تمام پونجی یہی ہے میں نے اپنے تمام مال و متاع کے عوض بیس ہزار درہم میں اسکو خریدا تھا۔ اور خیال یہ تھا کہ اتنے ہی نفع پر اس کے اس کمال کے باعث جو اس میں موجود ہے اس کو بیچ کر کما لوں گا۔ میں نے کہا اس میں کون سا کمال ہے اور کیا ہنر جانتی ہے۔ خواجہ نے کہا کہ یہ بہترین مطربہ ہے میں نے کہا کہ اس کی یہ حالت کتنے عرصہ سے ہے۔ اس نے بتایا کہ ایک سال ہوگیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کی موجودہ حالت (دیوانگی) کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ خواجہ نے بتایا کہ ایک دن عود اس کی بغل میں تھا اور یہ عود پر یہ اشعار گا رہی تھی؛ ؎

ابیات

وحقك لا انقضت الدهر عهدا	تیرے حق کی قسم کہ زمانہ نے عہد کو شکستہ نہیں کیا
ولا کدرت بعد الضعف ودا	ہے اور نہ مکدر کیا ہے ضعف نے محبت کو۔
کلات جوانحی والقلب وجدا	میرے دل کو اور پہلوؤں کو پُر کر دیا ہے وجدِ حال نے
فکیف الذ واسلو واهدا	پس میں کس طرح لذت، تسلی اور آرام کو حاصل کروں
فیا من لیس لی مولی سواه	پس اے وہ کہ جس کے سوا میرا اور کوئی مولا نہیں ہے
اراك ترکتنی فی الناس عبدا	میں دیکھتی ہوں کہ تو نے مجھے چھوڑ دیا اور دوسروں کی غلامی میں دے دیا ہے۔

تحفہ کے آقا نے کہا کہ یہ اشعار پڑھنے کے بعد اس نے عود کو توڑ دیا اور رونے لگی۔ میں سمجھا کہ اسکو کسی سے محبت ہوگئی لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تحفہ کے آقا سے یہ تفصیل سنکر میں نے دریافت کیا کہ کیا یہی صورت حال ہے تو اس نے بادلِ خستہ وزبان شکستہ یہ اشعار پڑھے ۔ ابیات

خاطبنی الحق من جنانی	خطاب کیا حق نے مجھ سے میرے دل کے واسطے سے
فکان وعظی علی لسانی	بس وہ میری نصیحت میری ہی زبان سے تھی
قربنی منه بعد بعد	مجھے دوری کے بعد خود سے قریب کیا
وخصنی الله واصطفانی	اور مجھے حق نے خاص اور برگزیدہ کیا
احببت لما دعیت طوعا	جس چیز کے لئے مجھے طلب کیا میں نے قبول کر لیا
مبینا للذی دعانی	ظاہر ہے اس کے لئے اُس نے مجھے طلب کیا
وخفت مما جنت قدما	اور میں خوفزدہ ہوئی اس بات سے کہیں پاؤں سے چلکر پہنچی
فوق الحب بالامانی	حالانکہ محبت سے بلند تر آرزوئیں میرے دل میں تھیں۔

پھر میں نے خواجہ سے کہا کہ اس کی قیمت مجھ سے لے لو، جو تم مانگتے ہو اس سے زیادہ دوں گا۔ خواجہ نے مجھ سے کہا اے درویش! آپ کے پاس اسکی قیمت کہاں ہے۔ آپ ایک درویش شخص ہیں (قیمت کہاں سے دینگے) میں نے کہا "تم عجلت مت کرو، تم انتظار کرو، میں اسکی قیمت لے کر آؤں گا" میں وہاں سے روتا ہوا واپس آیا، خدا کی قسم! میرے پاس اس کی قیمت ادا کرنے کیلئے ایک درہم بھی نہیں تھا۔ میں بہت رات تک اسی حیرانی میں مبتلا رہا اور خداوند تعالیٰ کے حضور میں تضرع وزاری کرتا رہا سو بھی نہ سکا اور کہتا رہا بارِالٰہ تو میرے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے، میں نے تیرے فضل و کرم پر اعتماد کیا ہے تو مجھے رسوائی سے بچا۔

اتنے میں ایک شخص نے میرا دروازہ کھٹکٹایا۔ میں نے دریافت کیا کہ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ "آپ کا ایک دوست" میں نے دروازہ کھولا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ چار ملازم ساتھ میں ہیں اور وہ شمع ہاتھ میں لئے

ہے۔ اس نے کہا اے استاد اندر آنے کی اجازت ہے ؟ میں نے کہا جی ہاں ۔ جب وہ اندر آ گئے تو میں نے کہا کہ آپ کون ہیں ؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے احمد بن مثنیٰ کہتے ہیں۔ ابھی رات خواب میں مجھے ہاتف نے آواز دے کر کہا کہ پانچ توڑے روپے لے کر ابھی سری کے پاس جاؤ ان کو پیش کرو اور اُن کا دل خوش کرو تاکہ وہ اس رقم سے تحفہ کو خرید سکیں۔ تحفہ پر ہماری نظر عنایت ہے ، یہ سنکر میں سجدہ شکر بجا لایا۔ جب میں صبح کو ہسپتال پہنچا تحفہ کے خواجہ نے مجھے دیکھکر کہا خوش آمدید ، واقعی حق تعالیٰ کے حضور میں تحفہ کا ایک مقام اور منزلت ہے کہ کل رات ہاتف نے مجھ سے کہا : " بے شک اسکو ہماری جانب سے ایک مقام حاصل ہے جو بخشش سے خالی نہیں ہے ، وہ ہم سے قریب ہوئی ، پھر اس نے ترقی کی اور ہر حال میں وہ رتبہ اور مرتبہ کو پہنچی "

جب تحفہ نے ہم لوگوں کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ حق تعالیٰ سے مناجات میں عرض کرنے لگی " الٰہی ! تو نے مجھے مخلوق میں مشہور کر دیا " ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ تحفہ کا آقا رونے لگا ، میں نے اُس سے کہا کہ روتے کیوں ہو ؟ میں تحفہ کی آزادی کی قیمت لے کر آیا ہوں۔ جو قیمت تم نے کہی ہے اُس سے پانچ ہزار درہم سود کے ساتھ میں لایا ہوں۔ یہ سنکر تحفہ کے مالک نے کہا کہ نہیں ، خدا کی قسم نہیں ۔ میں نے کہا اچھا دس ہزار نفع کے ساتھ اس نے کہا نہیں کہ خدا کی قسم اگر تم تمام دنیا بھی اس کے عوض مجھے دو گے تو میں قبول نہیں کروں گا اب وہ آزاد ہے ، صرف اللہ سبحانہٗ کے لئے (اس کی قیمت درکار نہیں ہے) میں نے اس خواجہ سے کہا کہ بتاؤ تو معاملہ کیا ہے ؟ اُس نے کہا اے استاد ! رات اس سلسلہ میں مجھے جھڑکا گیا ہے (تنبیہہ کی گئی ہے) اب میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا تمام مال چھوڑ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گیا ہوں ، اللھم کن لی لعبت کفیلا و یرزق جمیلا (یا الٰہی میرا کارساز بن اور مجھے اچھا رزق دے) اب میں ابن مثنیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ بھی رو رہا ہے۔ میں نے ابن مثنیٰ سے کہا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ اُس نے کہا کہ میں کیوں نہ روؤں ، خدا تعالیٰ نے مجھے رات جو حکم دیا تھا اور میں نے اسکی تعمیل کی تھی۔ شاید وہ میری تعمیل حکم سے راضی نہیں ہوا اب میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے خالصاً لِلّٰہ اپنا تمام مال صدقہ کر دیا ، یہ سنکر میں نے کہا کہ سبحان اللہ ! کہ یہ سب پر تحفہ کی برکت سے کرم ہوا ہے۔

اس کے بعد تحفہ اپنی جگہ سے اٹھی اور جو لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھی اسکو اتار دیا اور ٹاٹ کا ایک ٹکڑا جسم سے لپیٹ لیا اور ہسپتال سے باہر جانے لگی وہ رو رہی تھی ، میں نے کہا اے تحفہ ! اللہ تعالیٰ نے تم کو غلامی سے نجات دے دی ، تم آزاد ہو گئیں ، اب کیوں رو رہی ہو ؟ تحفہ نے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎ شعر

هربت منه اليه ويكتسب منه اليه

وحقه وهو سوالی لا زالت بين يديه

حتى انال واجرك بما يرجون لديه

ترجمہ : میں اسکی طرف بھاگی اور حاصل اسی سے کیا جاتا ہے اور اسی کا حق ہے لہٰذا میرا سوال بھی اُسی سے ہے اور ہمیشہ اس کے سامنے میرا سوال ہے یہاں تک کہ میں اُسے پالوں اور اجر تو تم ہی دو گے جسکی توقع لوگ تم سے کرتے ہیں ۔

یہ شعر پڑھکر تحفہ روتی ہوئی باہر چلی گئیں۔ ہم بھی باہر نکلے، تحفہ کو بہت تلاش کیا لیکن کہیں پتہ نہیں چلا۔ کچھ مدّت کے بعد ہم تینوں حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ابن مثنّٰی کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔ میں اور خواجہ تحفہ مکہ معظمہ پہنچے، ہم طواف کر رہے تھے کہ ایک مجروح کے دل سے نکلنے والی آواز ہماری کانوں میں پہنچی۔ کوئی اپنے زخمی دل سے یہ اشعار پڑھ رہا تھا ؎

اشعار

محب اللہ فی الدنیا سقیم	اللہ کا محب دنیا میں ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔
تطاول سقمہ فدواہ داہ	اسکی بیماری طویل ہوتی ہے اسکی دوا اسکی بیماری ہی ہے
فھام لحبہ بما الیہ	وہ اس کی محبت میں حیران ہو کر اسی کیطرف بڑھتا ہے
فلیس یرید محبوبًا سواہ	تو وہ اس کے سوا کسی اور محبوب کا طلبگار نہیں ہے
سقاہ من محبتہ بکاس	اپنی محبت سے اس نے کئی جام پلائے۔
فاروٰہ المھیمن اذ سقاہ	ان روحوں کو تقویت پہنچی اور سیرابی حاصل ہوئی
کذالك من ادعی شوقًا الیہ	اسیطرح جس نے بھی اسکے شوق کا دعویٰ کیا تو وہ اس خیال
یھیم یحبہ حتی یراہ	میں رہتا ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسکو دیکھ لے۔

میں ان اشعار کو پڑھنے والی ہستی کے پاس پہنچا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا "اے سری آپ ہیں؟" میں نے کہا "ہاں میں حاضر ہوں، تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے"؛ یہ سنکر مجھے جواب دیا کہ لا الٰہ الا اللہ پہچاننے کے بعد بھی نہ پہچاننا عجیب سی بات ہے۔ میں تحفہ ہوں۔ تحفہ اسقدر نحیف و نزار ہوگئی تھیں کہ بس ایک خیال معلوم ہوتی تھیں۔ میں نے کہا کہ اے تحفہ! تم نے مخلوق سے کنارہ کرلیا، کیا فائدہ اٹھایا؟ تحفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قرب میں انس عطا کیا اور اپنے غیر سے میرے اندر وحشت پیدا کردی (میں اس کے قُرب سے مانوس ہوگئی اور غیروں سے مجھے وحشت سی ہوگئی)

میں نے کہا اے تحفہ! ابن مثنّٰی کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔ تحفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحمت فرمائی اور اسکو ایسی کرامتیں عطا کیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی ہوں گی۔ اسکو بہشت میں میرا ہمسایہ بنایا جائے گا۔ میں نے کہا کہ تمہارا خواجہ بھی میرے ساتھ آیا ہے جس نے تم کو آزاد کیا تھا، یہ سنکر اُس نے خاموشی کے ساتھ کچھ دُعا کی اور کعبہ کے قریب زمین پر گر گئی اور روح پرواز کر گئی۔ اتنی دیر میں وہ خواجہ بھی وہاں پہنچ گیا، جب اس نے تحفہ کو مردہ پایا تو اُس پر گر پڑا۔ میں اُٹھ کر گیا، اسکو ہلایا لیکن وہ مرچکا تھا۔ میں نے ان دونوں کی تجہیز و تکفین کی اور ان دونوں کو دفن کر دیا (رحمہما اللہ تعالیٰ)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ بعض صوفیا سماع کی فرضیت کے قائل ہیں جسطرح مرض کیلئے دوا اور نغمات سے خطاب ہائے راز ظاہر ہوتے ہیں اور جذبات انوار میں حرکت پیدا ہوتی ہے پس سماع قلوب کو اُس ذات

کی طرف حرکت میں لانے والا ہے جو غیب کا جاننے والا ہے، ایک بے چارہ عاشق جو دست وپا بریدہ ہے اور جس نے جامِ محبت سے ایک گھونٹ پیا ہے اور خلعتِ وصول حاصل کی ہے اور دولتِ وصول سے بہرہ مند ہے کہتا ہے کہ صوفیہ کو نغماتِ طیبات کی بدولت قربِ دوست میسّر آتا ہے اور ان پاکیزہ نغموں کے سننے سے ارواح کو دولتِ حضوری حاصل ہوتی ہے۔ یہ ارشاد حضرت سید محمد گیسو دراز کا ہے جو ایک شہبازِ بلند پرواز تھے کہ وصول الی اللہ (وصولِ حق) کو میں نے بہت سی چیزوں میں تلاش کیا لیکن نغمات کے سماع اور صورت ہائے زیبا کے دیدار کے سوا اور کسی چیز میں نہیں پایا۔ (صورت ہائے زیبا کے نظارے اور نغماتِ سماع سے حصولِ حق میسّر آسکتا ہے)

قول حضرت علیؓ

مارأیت شیئًا الا ورأیت اللہ فیہ۔

ترجمہ:۔ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس میں صفتِ الٰہی کا مشاہدہ کیا۔

میں نے اس قول کو جو ایک حبل متین ہے مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اور یہ ہر مشکل آسان کرنے والا ہے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ سماع میں کان اور ہی ہوتے ہیں جو کلام حق کو سنتے ہیں بغیر اس کے کہ کلام رب کیلئے کوئی کیفیت ہو۔ شعر

لو سمع داؤد مقالتہ لما ترنم بالالحان داؤد
غنّت سعاد بصوتہا فتحا سرت الحان داؤد بالجبل

ترجمہ:۔ اگر داؤد اس کے قول کو سن لیتے تو پھر وہ اپنے الحان اور ترنم کو بھول جاتے۔ سعاد نے اپنی آوازیں اس طرح کھل کر گایا کہ حضرت داؤد کے نغمے کی آواز پہاڑوں سے پھیلنے لگی، یا لحن داؤدی پہاڑ سے ظاہر ہونے لگا۔

جس کسی کے لئے ایسے سماع کا دروازہ کھلتا ہے، وہ سماع کو حق سے سنتا ہے اور حق کے لئے سنتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے وہ حق ہوتا ہے۔ اس حالت میں مستمع (سننے والا) وہی ہوتا ہے اور وہی مسموع ہوتا ہے قوال تو صرف ایک آلۂ سماع ہوتا ہے اور اس حالت میں مزامیر شجرۂ موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہوئے (یعنی واسطہ) ایسے سماع کا انکار معرفت نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ مشائخ سلف و علمائے خلف نے اس سے انکار نہیں کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ "منکرین سماع میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مشائخ سہروردکبھی سماع میں مشغول نہیں ہوئے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اس کی اجازت دی ہے" یہ عجیب بات وہ کہتے ہیں جب کہ حضرت شیخ الشیوخ نے اپنی وصایا میں فرمایا ہے "اے فرزند! سماع کا انکار نہ کرنا" بے شک سماع اس کے اہل کے لئے مخصوص ہے پس اس مبالغہ (انکار) کی ضرورت نہیں ہے کہ اس سے احادیث وروایات کی مخالفت ہوتی ہے۔ شیخ امام مجد الدین خوارزمی نے امام المحققین شیخ شہاب الدین سہروردی کو اشعار میں لکھ کر بھیجا ؎

اشعار

یا من سفیر اللہ صرف ودادہ وانا لہ من قربہ ماحوالہ
ماذا النکیر علی السماع لعاشق جعل السماع الی الحبیب رسولہ

فلقد علمت بان ھذا موقف   شکوے المحب الی الحبیب علیلہ

ترجمہ :- اے اللہ کے سفیر تو اس کی محبت کو صرف کرا ور میں اس کے قرب کی وجہ سے اس کے اردگرد ہوں۔ اس عاشق کے لئے سماع سے انکار کیوں ہے جس نے سماع کو اپنے محبوب کیطرف قاصد بنایا ہے بس بہ تحقیق مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ تو عاشق کی شکایت ہے معشوق کی طرف اپنی بیماری کی۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے ان کو یہ جواب (اشعار) لکھا ؎

اشعار

انی لا علم ما یقول وانھی   لک قرب من تختارہ ووصولہ

واری السماع محلل لک دائما   لکن لغیرک لا اری تحلیلہ

یا حبذا قرب الحبیب ووصلہ   لمتیم اضحی لقربہ فقبیلہ

ترجمہ :- مجھے نہیں معلوم کہ آپ کیا کہتے ہیں لیکن باوجود اس کے میں آپ کیلئے اس کے قرب کا خواہاں ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ سماع آپ کے لئے بطورِ دوام حلال ہے لیکن آپ کے غیر کے لئے میں اسکو حلال نہیں سمجھتا۔ کتنا مبارک ہے حبیب کا قرب اور اس کا وصل اس کے لئے جو اس کا آرزومند ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس تحقیق اور تعین میں ایک حکمت ہے تاکہ نااہل کے لئے اس کا جواز نہ ہو جائے، اور صورتِ حال یہ ہے کہ شیخ الشیوخ نے خود ہی وجد کیا ہے جیساکہ دیوان ابن فارض میں موجود ہے کہ ایک بار شیخ شہاب الدین سہروردی کو حالتِ قبض پیدا ہوئی اور بعض حجاب لاحق ہوئے، اس حال میں شیخ ناظم ان کے پاس آئے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین کو اپنا قصیدہ سنایا۔ وہ قصیدے کے اشعار پڑھتے رہے جب انہوں نے یہ اشعار پڑھے :-

اشعار

اھلا بما لم اکن اھلا لموقعہ   قول المبشر بعد الیاس بالفرج

لک البشارۃ فاخلع ما علیک فقد   ذکرت ثم علی ما فیک من عوج

ترجمہ :- اس چیز کے لئے مرحبا کہ میں جس کے لئے مستحق نہیں تھا، یعنی بشارت دینے والے کا قول جو ناامیدی کے بعد کشادگی پر مبنی تھا "تیرے لئے بشارت ہے پس اسکو باہر کردے جو تجھ پر طاری ہے تحقیق کہ تیرا ذکر وہاں کیا گیا، باوجود تیری اس کجی کے۔"

یہ سنتے ہی شیخ الشیوخ کھڑے ہوگئے اور وجد کرنے لگے۔ اُس وقت آپ کی مجلس میں دوسرے شیوخ وقت بھی موجود تھے جو بڑے جلیل القدر شیوخ اور سردارانِ اولیا میں شمار ہوتے تھے (ان سب نے بھی اس وجد میں شرکت کی) حضرت شیخ الشیوخ نے سب حاضرین کو خلعتیں عطا فرمائیں۔ کہا گیا ہے کہ اس وقت چار سو خلعتیں تقسیم ہوئیں۔

منقول ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی ایک سفر میں ملتان پہنچے اور ایک مسجد میں آپ ٹھہرے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کو اُن کے نورِ فراست کی بناء پر علم ہوگیا۔ آپ نے ایک خادم کو حضرت خواجہ کی خدمت میں بھیجا۔ جب خادم وہاں پہونچا تو آپ اُس وقت وضو فرما رہے تھے۔ خادم نے دیکھا کہ آپ کے وضو کے پانی کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے ہی ملائکہ اُن کو طشت میں لیکر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ خادم بھی ایک صاحب نظر تھے۔ انہوں نے جو دیکھا وہ مدہوشی کے عالم میں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سے جاکر عرض کیا حضرت بہاؤالدین زکریا ڈوڈولیاں لے کر حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دو محفّوں میں سے ایک محفہ وہ تھا جو آپ کو حضرت شیخ الشیوخ نے عطا فرمایا تھا وہاں پہنچکر حضرت خواجہ قطب الدین کو بہت اصرار کے ساتھ خانقاہ میں تشریف لانے کے لئے آمادہ کیا اور اس پالکی میں جو شیخ الشیوخ کا تحفہ تھی حضرت خواجہ قطب الدینؒ کو سوار کرایا اور خود دوسرے محفہ میں سوار ہوئے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے آپ کی دعوت میں بڑا اہتمام کیا اور کسی طرح کی کمی اٹھا نہ رکھی۔ تین روز کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین نے حضرت بہاؤالدین زکریا سے فرمایا کہ حضرت شیخ نے ہماری خشک دعوت کی ہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا سمجھ گئے کہ آپ سماع کے لئے فرما رہے ہیں۔ حضرت بہاؤالدین نے بڑے ذوق و شوق کے ساتھ قوالوں کو بلوایا۔ حضرت خواجہ قطب الدین اور آپ کے تمام اصحاب کو خانقاہ میں بلوایا گیا اور حضرت بہاؤالدین زکریا ایک عصا لے کر دربانی کرنے لگے۔ اندر قوالوں کو اجازت دی گئی کہ سماع شروع کریں۔ سماع میں اس شعر پر حضرت پر وجد طاری ہوگیا ؎

شعر

سازِ طرب عشق کہ داند کہ چہ سازاست
کز نغمہ او نہ فلک اندر تگ و تازاست

ترجمہ:۔ کس کو پتہ ہے کہ عشق سے سرشار آواز کیسی آواز ہے۔ چونکہ اس نغمہ سے آسمان بھی محفوظ نہیں ہے۔
حضرت خواجہ قطب الدین اور آپ کے تمام ہمراہیوں پر ایسا کیف طاری ہوا کہ در و دیوار بھی اس حالت سے متاثر ہوئے ؎

بیت

ازصدائی نغمہ ہائی مطربان
کوہ اگر جنبد عجب آنرا مدان

ترجمہ:۔ مطربوں کے نغموں کی آواز سے اگر پہاڑ ہل جائیں تو اسے عجیب نہ سمجھ۔
ان حضرات کی ہاؤ ہو کے نعرے آسمان تک پہنچنے لگے۔ شیخ بہاؤالدین زکریا کے مریدوں کو بھی پتہ چلا کہ آج خانقاہ میں سماع ہو رہا ہے۔ شیخ کے بعض مریدین اور کچھ متعلمین شیخ بہاؤالدین کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کی خانقاہ میں مشرب (سہروردی) کے خلاف سماع کی محفل جمی ہوئی ہے۔ آپ نے کیسے اس بات کو جائز رکھا اور گوارہ کیا تو حضرت شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ تم لوگ بھی عجیب دیوانے ہو کہ تم اس شخص کو سماع سے روکنا چاہتے ہو کہ جس کی دربانی بہاؤالدین جیسا مرد کر رہا ہے۔ متعلمین اصرار کرنے لگے کہ ان کو روکا جائے۔ حضرت شیخ نے فرمایا اگر تم روک سکتے ہو تو خانقاہ میں جاؤ اور خواجہ قطب الدین کو روکدو یہ لوگ سماع میں پہونچے۔ مجلس میں پہنچتے ہی ان لوگوں کی حالت دگرگوں ہوگئی، بے خود ہوگئے اور خود سماع کرنے لگے۔ اس وقت ان کو جو نعمت اس حال میں میسر آئی، آج تک ایسی نعمت نہیں ملی تھی جب حال اور سماع ختم ہوا تو سب لوگوں نے ارادت اور خرقہ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ولایت حضرت شیخ بہاؤالدین کی ہے یہاں مرید کرنا خانوادۂ سہروردی کے ساتھ بے ادبی ہے اور خلافت دینا مناسب نہیں ہے۔

جب حضرت خواجہ قطب الدین ملتان سے روانہ ہوئے تو یہ لوگ حضرت کی رکاب معرفت مآب کے ساتھ ہو گئے۔ جب حضرت خواجہ کی سواری قصبۂ ہانسی میں پہونچی اور آپ نے یہاں قیام فرمایا تو ان لوگوں کو جو ملتان سے آپ کے ہمرکاب تھے مرید فرمایا اور جو لوگ پہلے سے حضرت خواجہ بہاؤالدین کے مرید تھے اُن کو خلافت عطا فرمائی اور آپ نے فرمایا کہ یہ قصبۂ ہانسی ولایت مشائخ سہروردا اور چشت کی سرحد ہے اسی بنا پر میں نے تم کو رخصت دی، یہاں پر مرید کیا اور خلافت دی۔ یہ سب لوگ بڑے عجز و نیاز کے ساتھ نعمت سے مشرف ہو کر آپ سے رخصت ہو گئے۔

اسی طرح حضرت محمد باکو کا واقعہ ہے کہ آپ ابتدائی حال میں ابوسعید ابوالخیر کے منکر تھے چونکہ وہ سماع سے شغف رکھتے تھے۔ ایک رات شیخ باکو کو خواب میں دکھایا گیا کہ ہاتف آواز دے رہا ہے:۔ قوموا وارقصوا للہ (کھڑے ہو جاؤ اور رقص کرو اللہ کیلئے) انہوں نے خواب سے بیدار ہو کر لاحول ولاقوۃ پڑھا سمجھے کہ شیطانی خواب ہے دوسری رات پھر یہی صورت پیش آئی انہوں نے پھر لاحول ولاقوۃ پڑھا۔ جب تیسری رات بھی یہی آواز سنائی دی تب یہ سمجھے کہ یہ خواب شیطانی نہیں بلکہ خواب رحمانی ہے اور اس کا باعث وہی انکار ہے جو شیخ ابوسعید سے مجھ کو ہے۔ جب صبح ہوئی تو یہ حضرت ابوسعید کی خانقاہ میں پہنچے۔ شیخ ابوسعید خانقاہ کے اندر سے باہر نکل رہے تھے اور آپ کی زبان پر تھا "قوموا وارقصوا للہ" شیخ عبداللہ کو اسوقت وہ نعمت میسر آئی اور ان پر ایسا حال طاری ہوا جسکی شرح ناممکن ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سماع کیلئے ریاضت شرط ہے۔ ریاضات میں نفس کی صفات شکستہ ہو جاتی ہیں جس کا نفس مردہ ہو جاتا ہے اس کا دل زندہ ہوتا ہے۔ یہ صفت اس میں موجود ہونا چاہیئے اور پھر جو کچھ سنے وہ گوشِ دل سے سنے۔

منقول ہے کہ حضرت شروانی کو چند صوفیہ حضرات نے سماع کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ زمانہ گذر گیا کہ جب خس وخاشاک میرا بستر ہوتا تھا اور ہاتھ کو تکیہ بناتا تھا اُس زمانے میں میں سماع سنتا تھا۔ اب میری وہ کیفیت نہیں ہے، اس لئے میں محفلِ سماع میں شریک نہیں ہو سکتا۔

نغمۂ سوم

آداب و کیفیتِ سماع و کیفیت و رخصتِ مزامیر

سماع کے آداب، کپڑوں کے پھاڑنے اور قوال یا دوسرے لوگوں کو ان کے عطا کرنے کے بارے میں ایک عارف نے فرمایا ہے جس سے مراد حضرت جنید قدس سرہٗ ہیں کہ سماع تین چیزوں کا محتاج ہے۔ اس کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔ زمان ۔ مکان ۔ برادران ۔ یعنی سماع کے لیے مناسب وقت، موزوں جگہ اور سننے والے حضرات ضروری ہیں۔ اخوان السماع تین قسم کے ہوتے ہیں یعنی برادرانِ نام ایمان یعنی ایمان کے نام میں جو لوگ شریک ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ [1] مسلمان یا مومن آپس میں بھائی ہیں۔

ان کی مصاحبت دائماً جائز نہیں کبھی کبھی یہ صحبت ان کی محبت اور فائدہ کیلئے ہوسکتی ہے اور برادران ارادت و محبت عوام کی طرح ہیں جو فقیروں سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے اموال اور جان سے انکی مدد کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ طریقِ صفا کو حاصل کرسکیں۔ پس اگرچہ یہ لوگ عارفوں کے اوصاف سے متصف نہیں ہیں پھر بھی ان کی صحبت جائز ہے اس لیے کہ یہ لوگ بھی اپنے ارادت و صدق کے باعث اہل صفا کے دلوں کے انوار سے نور حاصل کر لیتے ہیں جس طرح موم (شمع) آفتاب کی گرمی سے نرم ہو جاتا ہے۔ پس یہ لوگ جب عوام میں واپس جاتے ہیں تو ان سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں تیسرے برادران اخوان الصفا اور صاحبان وجد و ارباب معرفت و ذوق و کمال، یہ اخوان حقیقی ہیں۔ پس یہ اخوانِ حقیقی جہاں اور جس وقت بھی جمع ہو جائیں زمان و مکان کی شرائط پوری ہو جاتی ہیں اور سماع واجب ہو جاتا ہے۔ اور اہل معرفت و کلام و صفا کے لئے سماع اسطرح واجب ہے کہ جیسے علم سیکھنے کے لئے جاہل کا عالم کی طرف سفر کرنا تاکہ منازل دین کا علم سیکھے۔ اہل صفا و کمال کیلئے مشابہت اور ان کی حرکات و سکنات مریدوں کیلئے مستحب اور محبین کیلئے مباح ہیں جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو کوئی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [2] یعنی سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ پس اگر سچے نہ ہو تو کم از کم ان کے ہمراہ تو ہو جاؤ گے۔ اگر غیر جنس کے لوگ موجود ہوں، یعنی جو سماع کے منکر ہیں اور خود کو زاہد ظاہر کرتے ہیں (خود ساختہ زاہد ہیں) اور مفلس ہیں یعنی لطائف دل کی جنس ان کے پاس نہیں ہے یا کوئی ایسا شخص جو دنیاوی امارت پر مغرور ہے تو اس کا بھی مجلس سماع میں ہونا غیر مناسب ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں قسم کے لوگ ارباب وجد کو تشویش و پریشانی میں ڈالنے والے ہیں۔ اب رہی شرط مکان یعنی سماع کے لیے کون سی جگہ مناسب ہے تو آمد و رفت کی عام جگہ پر یا ایسی جگہ پر جو آوازوں

---

[1] پ ۲۶ سورہ الحجرات ۱۰ [2] پ ۱۱ سورہ توبہ ۱۱۹

کو کریہہ بنانے والی ہو ایسی جگہ پر سماع سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ (فقد یکون سماعًا مط وقتًا و موضعًا یکون کریہ الصوت فیجتنب عن ذالک المواضع) سماع کے لیے بہترین مقامات مشائخ کی خانقاہیں ہیں۔ خصوصًا گلزار کے اطراف میں جہاں بہتا ہوا پانی ہو عطریات استعمال کیے ہوں اور عود جلایا گیا ہو (ایسی جگہ جہاں ماحول میں خوشبو موجود ہو یا کوئی ایسا مکان جہاں خوشبو پاشی کی گئی ہو اور عود جلا کر اس کو معطر کیا گیا ہو)۔

چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا اسی وجہ سے اکثر اوقات رات کے وقت اصحاب وارباب طریقت کو جمع فرماتے تھے اور سماع سنتے تھے۔ ایسے مقامات قابل ترجیح ہیں جہاں مشائخ پر کیفیت اور حالت طاری ہو چکی ہو کہ وہاں ان کے آثار بے شمار ظاہر ہوتے ہیں۔ قدوۃ الکبرا نے تقریبًا ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ ایک بار حضرت مخدوم زادہ نے (اللہ تعالیٰ ان کو مزید بہرہ ور فرمائے) حضرت مخدوم کی خانقاہ میں اجتماع سماع کیا۔ اکابر واصاغر مشائخ وہاں جمع تھے۔ لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ وہاں ہاتھ اٹھانے کی گنجائش نہیں تھی اور لوگوں کو پورا ذوق حاصل ہو رہا تھا لیکن بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے مخدوم زادہ نے فرمایا کہ ہم چھوتمیاں (چھوٹے میاں) جاکر سماع سنیں گے چنانچہ وہ ارباب خاص کو لے کر وہاں چلے گئے۔ قوالوں نے بہت کوشش کی لیکن کسی کو بھی وجد نہ آسکا اور کسی پر کیفیت طاری نہیں ہوئی۔ وہ جگہ چھوڑ کر مخدوم زادہ بڈھیمیاں (بڈھے میاں) کے مکان پر چلے گئے وہاں بھی کیف میسر نہیں ہوا۔ آخر کار میں نے حضرت مخدوم زادہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سماع کے لیے حضرت مخدوم قدس سرہٗ کی خانقاہ ہی مناسب ہے۔ فرمایا کہ ہاں ہم بھی سمجھتے ہیں کہ آثار مکان کو اس میں دخل ہے لہٰذا جو لوگ ہمراہ تھے ان سب کو ساتھ لے کر خانقاہ میں تشریف لے آئے۔ خانقاہ میں آتے ہی مریدوں پر کیفیت طاری ہو گئی اور اس کیفیت کا اثر در و دیوار تک پہنچا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے سماع کے لیے بہترین جگہ مسجد ہے اس لیے کہ سماع سے مراد عبادت ہے اور عبادت کے لیے مسجد سے افضل کوئی جگہ نہیں ہے۔ اب رہا زمان کا سوال تو نماز کا وقت اور جب کھانا سامنے لایا جائے یا مصروف ہوں، اگر اضطراب اور بے چینی کی حالت ہو اور فراغ قلب نہ ہو تو اس وقت سماع بے فائدہ ہے۔ رعایت زمان کے یہی معنی ہیں اگر فراغ قلب میسر نہیں ہے تو سماع کا ترک ہی بہتر ہے جبکہ اس کے شروط مہیا نہ ہوں (نہ پائے جائیں) اور جو لوگ تکلف کے ساتھ وجد کرنے والے ہیں (غیر حقیقی وجد) ارباب تصوف میں سے جو وجد و رقص اور لباس کو چاک کر کے ریا سے کام لیتے ہیں ایسا سماع ارباب تواجد کے لیے تشویش کا باعث ہوتا ہے کیونکہ شروط سماع اس میں موجود نہیں ہیں۔ اور ان چیزوں پر سماع کا وجود موقوف ہے (یعنی جو لوگ بہ تکلف وجد و رقص اور جامہ دری کرتے ہیں اس کو سماع نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس میں شروط سماع موجود نہیں ہیں۔)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ زمان، مکان اور اخوان سماع کی شروط لازمہ ہیں پس ان کی رعایت ضروری ہے تاکہ زیادہ اثر پیدا ہو۔ مکان سماع کے لیے جسم کی طرح ہے اور زمان اس کا دل ہے اور اخوان

بمنزلہ جان کے ہیں۔ جب یہ تینوں سلامت ہوتے ہیں تو سننے والے آفات سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کو حیات جاوداں نصیب ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ سماع کے اول و آخر میں قرآن پاک ضرور پڑھنا چاہیئے تاکہ سامع کو مغفرت نصیب ہو حضرت روزبہان بقلی نے کہا ہے کہ قوال خوبرو اور سازندہ خوش خو ہونا چاہیئے اور اشعار صحیح ہوں اور ان کو لحن ملیح کے ساتھ پڑھا جائے کہ سماع کی محفل میں عارفان روزگار تین چیزوں سے راحت قلب کے طلب گار ہوتے ہیں، پاکیزہ خوشبوئیں، حسین چہرے، اور ملیح آوازیں۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حسین اور خوبرو قوال سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اس لیے کہ حسین قوال کی موجودگی ایسے عارف کامل کے سامنے مناسب ہے جس کی طہارت قلب بحد کمال پہنچ چکی ہو۔ (دل بدرجۂ کمال پاک ہو) اور اس کی نگاہیں غیر کے دیکھنے سے بند ہوں۔ تقریباً ان الفاظ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ امیر معین الدین پروانہ نے جو روم کے بادشاہ تھے (امیر معین الدین پروانہ کہ بادشاہ روم بود۔ مخطوطہ لطائف اشرفی ص۱۷۲) اور حضرت شیخ فخرالدین عراقی کے مخلصین و مریدوں میں سے تھے حضرت عراقی سے درخواست کی کہ آپ مجھے کبھی کوئی خدمت تفویض نہیں فرماتے۔[۱] شیخ عراقی نے جواب دیا کہ اے امیر تم مجھے روپے پر فریفتہ نہیں کر سکتے اگر تم میری کوئی خدمت کرنا ہی چاہتے ہو تو حسین قوال کو ہمارے پاس بھیج دو۔ حسین قوال بہت ہی خوبصورت اور نہایت خوش گلو تھا۔ اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ بہت سے لوگ اس کے گرویدہ تھے اور اس کے سامنے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ جب امیر پروانہ نے دیکھا کہ شیخ عراقی اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس کو طلب کر رہے ہیں تو فوراً اس کے بلانے کے لیے کسی کو روانہ کیا۔ لوگوں کی ہائے ہو سے فراغت کے بعد وہ اس کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ عراقی اور امیر پروانہ اور دوسرے اکابر نے اس کا استقبال کیا۔ جب وہ قریب آیا تو شیخ اسکے پاس گئے اسکو سلام کیا اور بغلگیر ہوئے اور شربت طلب کیا۔ شیخ نے اس کو اس کے ساتھیوں کو اپنے ہاتھ سے شربت پلایا۔ یہاں سے فراغت کے بعد یہ سب لوگ شیخ عراقی کی خانقاہ میں پہنچے۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں اور سماع کی محفل گرم ہوئی۔ شیخ عراقی نے اس وقت جو غزلیں کہی تھیں ان میں سے ایک غزل یہ تھی جس کا مطلع ہے۔

بیت

سازِ طرب عشق کہ داند کہ چہ ساز است
کز نغمہ او نہ فلک اندر تگ و تاز است

ترجمہ:۔ کس کو پتہ ہے کہ عشق سے سرشار آواز کیسی آواز ہے چونکہ اس نغمہ کی زد سے آسمان بھی محفوظ نہیں ہے۔

حضرت خواجہ کی ایسی کیفیت ہوئی کہ اس کے اثرات سے در و دیوار بھی متاثر ہو گئے، اصحاب اور اہل مجلس کا کیا حال ہوگا۔

---

[۱] یہ وہی معین الدین پروانہ ہیں جن کا نام فیہ ما فیہ میں اکثر لیا گیا ہے اور حضرت مولانا رومی نے ان کو مخاطب فرمایا ہے۔ خط کشیدہ عبارت امیر معین الدین پروانہ کہ بادشاہ روم بود،، میں میرے خیال سے لفظ وزیر یا امیر رہ گیا۔ یعنی امیر معین الدین پروانہ کہ وزیر بادشاہ روم بود۔ مترجم۔

شعر

از صدائے نغمہ ہائے مطربان
کوہ اگر جنبید عجب آنرا مدان

ترجمہ:۔ اگر مطربوں کے نغموں کی آواز پر پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں تو اس پر تم کو تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔
بعض تواریخ میں مذکور ہے کہ شیخ اوحدالدین کرمانی کی یہ کیفیت تھی کہ جب محفل سماع میں ان کے اندر جوش اور گرمی پیدا ہوتی تھی تو وہ امردوں (نوجوانوں) کے پیرہن چاک کر کے ان کے سینہ سے سینہ ملاتے تھے۔ جب ایک مرتبہ وہ بغداد گئے خلیفہ بغداد کا ایک حسین وجمیل فرزند تھا اس کے کانوں تک یہ بات پہنچی کہ شیخ اوحدالدین کرمانی ایسا کرتے ہیں اس نے کہا کہ وہ بدعتی اور کافر ہے اگر اس نے میرے ساتھ ایسی حرکت کی تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ جب محفل سماع گرم ہوئی اسوقت شیخ نے اپنی کرامت سے فرزند خلیفہ کے خیالات معلوم کر لئے تھے۔ انہوں نے کہا ؎

قطعہ

سہل است مرا برسر خنجر بودن — در پائے مراد دوست بے سر بودن
شمشیر گرفتہ کافری را بکشی — غازی چو توئی رواست کافر بودن

ترجمہ:۔ مجھے بر سر خنجر ہونا سہل لگتا ہے، کیونکہ دوست کے پاؤں پر بے سر ہونا اچھا ہے۔
اب تلوار پکڑ کر کافر کو مار ڈال، چونکہ تو غازی ہے اس لئے کافر ہونا روا ہے۔
یہ سنتے ہی خلیفہ کا فرزند اٹھا اور شیخ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اسی وقت ان کا مرید ہو گیا۔
حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کی خدمت میں بشکر آباد کا ایک حبشی جسکو "بسکردی" کہتے تھے رہتا تھا۔ حضرت کی خدمت کرتے کرتے وہ بہت ہی بلند مقام پر پہنچ گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ خلوت سے باہر نہیں آتا تھا۔ حضرت شیخ سماع کے وقت بھی اسکو نہیں ہٹاتے تھے ایک دن محفل سماع گرم تھی اس پر کیفیت طاری ہو گئی۔ مستی اور کیف میں اس نے زمین پر جست لی اور ایک محراب پر جو کافی بلند تھی جا کر بیٹھ گیا۔ طاق سے اترتے وقت وہ شیخ مجدالدین کی گردن پر کود گیا اور ان کے کندھوں پر بیٹھکر پاؤں نیچے لٹکائے اور شیخ مجدالدین اسیطرح رقص کرتے رہے، یہ زنگی لمبے قد کا قوی ہیکل مرد تھا اور جبکہ شیخ مجدالدین بہت ہی نازک بدن، خوبصورت اور لطیف طبع شخص تھے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ میری گردن پر کوئی حبشی ہے یا کوئی چڑیا بیٹھی ہے۔ جب وہ حبشی ان کی گردن سے اترنے لگا تو اس نے شیخ مجدالدین کا گال کاٹ لیا اور اس کا نشان ان کے رخسار پر رہ گیا۔ کئی بار شیخ مجدالدین نے فرمایا کہ میرے لیے قیامت میں یہی مفاخرت کافی ہے کہ ایک زنگی کے دانتوں کا نشان میرے رخسار پر موجود ہے۔

شعر

ازان رویم بجنت باغ باشد
کہ بر رویم چو لالہ داغ باشد

ترجمہ:۔ یہ داغ جو میرے چہرے پر ہے، جنت کے باغ کی میرے چہرے پر نشاندہی کرتا ہے۔

ایک محقق کہتے ہیں کہ مجلس سماع میں وجد کنندہ ہونا چاہیئے۔ اور سماع کا صرف اس شخص کو ارادہ کرنا چاہیئے کہ وہ ارباب سماع کی صفات سے موصوف ہو اور اہل نفس و خواہش نفس کا بندہ نہ ہو بلکہ اس کا نفس مردہ اور دل زندہ ہونا چاہیئے تب وہ حق کو حق سے سمجھے گا بغیر وسیلۂ عقل کے محفل سماع میں جب ذاکر کے ذکر کی طرف رجوع ہو تو ادھر ادھر نہ دیکھے بالکل خاموش رہے۔ بظاہر د باطن میں اضطراب ہو تو خوب ہے) کھانسنے اور جمائی لینے سے بچے۔ بس فکر میں ڈوبا رہے۔ سر کو جھکا کر بیٹھے۔ اگر وجد کا اس پر غلبہ ہو جائے اور غیر اختیاری طور پر وہ حرکت کرنے لگے تو اس میں اس کو معذور سمجھنا چاہیئے۔ اور جب وہ اختیاری کیفیت میں آجائے تو وجد کو فوراً ختم کر دے اور قرار و سکون کو اختیار کرے اور جب اختیار میں آجائے تو مناسب نہیں ہے کہ وجد کو اس احساس سے جاری رکھے کہ لوگ کہیں گے کہ اس کا وجد جلدی ختم ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہا جائے گا کہ یہ سخت دل ہے اور یہ شخص صفا و رقت نہیں رکھتا ہے۔ جب شیخ کے گرد ایسے مرید موجود ہوں جن کیلئے سماع مُضر ہے تو شیخ کو سماع میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے اور اگر مشغول ہو تو انکو دوسرے کاموں میں مشغول کر دے۔ دوسرے یہ بات بھی خیال میں رہے کہ کبھی کبھی واجد کے ضعفِ جسمانی کی وجہ سے بھی عدم وجد کا ظہور ہوتا ہے اور یہ نقصان ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ باوجود قوت کے وجد باطن میں پیدا ہوتا ہے لیکن کمال قوت کے باعث جو اس کے جوارح کو حاصل ہوتا ہے وہ وجد نہیں کرتا ہے اور یہ کمال ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حال کے موجود ہونے کے باعث ہر حال میں وجد طاری رہتا ہے اس وجہ سے سماع میں اس کا اثر زیادہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور یہ نہایت کمال ہے کیونکہ ایسا شخص جس پر دائمی طور پر وجد طاری رہتا ہے وہ مرابط الحق ہے (حق سے رابطہ رکھنے والا۔) اور عین الشہود پر مداومت رکھتا ہے پس اس کو حالات متغیر نہیں کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس بات سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہو کہ؛

"پہلے ہم بھی تمہاری طرح تھے (نرم دل اور رقیق القلب) پھر دل سخت ہو گئے۔"

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم میں طاقت پیدا ہو گئی کہ وجد ہر حال میں ہم پر طاری رہتا ہے۔ پس ہم قرآن کے معنی سننے میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں (لیکن اب اتنی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ پہلی جیسی رقت اور گریہ و زاری ہم نہیں کرتے ہیں)

جو شخص وجد میں پچھاڑیں کھاتا ہے اس کے بارے میں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ ساکن شخص سے وجد میں کامل تر ہے۔ اس لیے کہ بہت سے باسکوت افراد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ مضطرب الوجد سے زیادہ کامل ہوتے ہیں جب کسی صوفی کو وجد آجائے تو پھر کسی کو بیٹھا رہنا مناسب نہیں ہے۔ جب کوئی صوفی وجد میں کھڑا ہو جائے بغیر ریا اور بناوٹ کے یا وہ اختیاری طور پر اظہار وجد کے لیے کھڑا ہو گیا ہے۔ تب بھی دوسروں کو کھڑا ہو جانا چاہیئے اس کی موافقت کے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ یہ بات بھی آداب صحبت میں سے ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مجمع میں اکابر کی ارواح موجود ہوتی ہیں جبکہ ان کے عرس کا دن ہوتا ہے اور جو شخص ان اکابر کے عرس میں حاضر ہوتا ہے تو ان اکابر کی ارواح دوسرے عرس تک ایسے شخص کی ممد و معاون رہتی ہیں میں نے اکثر یہ مشاہدہ کیا ہے کہ روحانیہ حضرات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرس کے دن اکابر کے مجمع میں تشریف فرما ہوتی ہے اور اس روح مقدس و اطہر سے ہم نے استفادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو یہ دیدار بار بار نصیب فرمائے آمین

شرح نصوص الحکم میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت شیخ صدر الدین ایک روز مجلس سماع میں شیخ سعد الدین اور دوسرے مشائخ کے ساتھ موجود تھے۔ مجلس سماع خوب گرم تھی۔ جب اس کی شدت میں کچھ کمی ہوئی تو انہوں نے اثنائے سماع میں اس چبوترے کی طرف دیکھا جو اس مکان میں موجود تھا اور نہایت ادب سے بہت دیر تک کھڑے رہے اور انہوں نے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا۔ بہت دیر کے بعد انہوں نے پکار کر کہا کہ اے صدر الدین جب شیخ صدر الدین ان کے سامنے آ گئے تب انہوں نے ان کے چہرے پر آنکھیں کھولیں، اور کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف فرما تھے۔ لہٰذا میں نے یہ مناسب خیال کیا کہ جن آنکھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا مشاہدہ کیا ہے تو انکو پہلے تمہارے چہرہ ہی پر کھولوں (تمہارے سوا کسی اور کو نہ دیکھوں) اس مجلس میں ان کو عروج واقع ہوا اور ان کی روح قالب سے نکل کر عروج پر پہنچی اور یہ تیرہ دن تک اسی طرح رہے۔ ان کا قالب ان تیرہ دنوں میں بالکل مردہ کی طرح تھا اس میں بالکل حرکت نہیں تھی۔ جب دوبارہ روح ان کے قالب میں آئی تو اٹھ بیٹھے اور ان کو مطلقاً خبر نہیں ہوئی کہ وہ اس حالت میں کتنے دن رہے۔ دوسرے لوگوں نے جو وہاں موجود تھے ان کو بتایا ہے

بیت

سماع کین چنین باشد معرّج
حرامش گر بگوید از حرام است

ترجمہ:۔ سماع ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو عروج پر پہنچا دیتی ہے، لہٰذا اسے حرام کہنا حرام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جو بھی مجلس سماع میں آتا ہے اور اُسے ذوق حاصل ہوتا ہے وہ اور خصوصاً حاضران صادق و طالبانِ واثق جو اس مجلس میں آتے ہیں مغفرت سے بہرہ حاصل کرتے ہیں قوالوں سے منقول ہے کہ ایک مجلس میں حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر موجود تھے، قوال آئے اور سماع شروع کیا جب اس شعر پر پہنچے

بیت

اندر غزل خویش نہاں خواہم گشت
تا بر لب تو بوسہ زنم چونش بخوانی

ترجمہ:۔ میں اپنے غزل کے اندر چھپ جاؤں گا تاکہ تیرے لبوں کو بوسہ دے سکوں جونکہ تم اس طرح پڑھ رہے ہو۔

حضرت شیخ پر ایک ایسی حالت طاری ہوگئی کہ اس سے بہتر کوئی حالت نہیں ہوسکتی جب حال ختم ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ شعر کس کا ہے ؟ بتایا گیا کہ "عمارہ کا ہے" یہ سنتے ہی آپ تمام اصحاب اور قوالوں کے ساتھ اُن کی زیارت کے لئے روانہ ہوگئے ، وہاں بھی سماع ہوا اور اُن پر پھر کیفیت طاری ہوئی ، جب غلبہ ختم ہوا تو حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! گواہ رہو کہ اس شعر کا موجد و سامعین و قوالان اور حاضرین مجلس سب کے سب مغفرت پا جائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مجلس سماع میں واردات الٰہی اور الہامات نامتناہی کا منتظر رہنا چاہیئے اور دائیں بائیں نہیں دیکھنا چاہیئے سر کو جھکائے رکھنا چاہیئے اور حال کے ورود کا انتظار کرنا چاہیئے اگر ذوق حاصل ہوجائے تو حتی المقدور اس کا تحفظ کریں۔ لیکن جب قابو سے باہر ہوجائے تو پھر سماع شروع کردینا چاہیئے لیکن سماع بقدر ذوق ہونا چاہیئے ذوق سے زیادہ اضطراب نہ کریں کہ یہ خیانت ہوگی اور اشعار کے معانی کی اپنے ادراک کے بقدر تاویل کریں جو کچھ سنیں اس کو تسبیح حق سمجھیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سلسلہ میں مروی ہے کہ

"حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے ناقوس کی آواز سنی تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اصحاب نے کہا ہم کو نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے سبحان اللہ حقاً حقاً بے شک مولیٰ باقی رہنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے لیکن تم سمجھتے نہیں ہو ان کی تسبیح کو"

صوفیائے کرام کے نزدیک دف سے اشارہ "رنگا رنگی" کی طرف ہے اور اس پر جو کھال چڑھی ہے اس سے وجود مطلق کی طرف اشارہ ہے اور دف پر جو ضرب لگائی جاتی ہے اس سے اشارہ ہے واردات الٰہیہ کے ورود کی طرف اور اس کے باطن سے مراد وہ ہستی ہے جو مخلوقات سے مقید ہے تا کہ اشیائے ذاتیہ کو باہر نکال دیا جائے (و باطن البطون علی الوجود المقید بالکائنات لاخراج الاشیاء الذاتیۃ لطائف اشرفیہ مخطوطہ ۲۷۰) جلاجل (جھانجھ یا مجیرے) سے اشارہ ہے مراتب نبوۃ اور مراتب ولایت کی جانب مراتب رسالت و مراتب امامت و مراتب خلافت تمام کی طرف اشارہ ہے اور بہ حیثیت مجموعی ان سے جو آواز نکلتی ہے اس سے اہل کمال اور اولیا کے دلوں میں علم مطلق اور تجلیات الٰہیہ کے ظہور کی طرف اشارہ ہے اور نفس قوال صوت حق اسلیئے ہے کہ وہی ذات تمام اشیاء کو جلوہ گر کرنے والی اور ان کی ایجاد کرنے والی ہے اور ان کی مددگار ہے صوت اقوال سے اشارہ ہے ربانی زندگی کی طرف جو وارد ہے باطن کے درون سے مراتب ارواح کی طرف اور دلوں اور رازوں کی طرف۔ رقص سے اشارہ ہے ذات انسانیہ کی طرف اور حرکت سماع سے اشارہ ہے خطاب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی جانب حقیقت انسان کے طیران کا۔ اضطراب سے اشارہ یہ ہے کہ روح کبیر مضطرب ہو کر قفس بدن سے نکل کر اپنے حقیقی وطن کی جانب جانا چاہتی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "وطن کی

محبت جزو ایمان ہے" اس وطن سے مراد ارواح کا وطن ہے۔ جس میں روح کو ڈالا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس میں اپنی روح کو پھونکا۔ یا روح کا جولان ہوتا مخلوقات و موجودات کے دائرہ کے گرد تاکہ اسرار تجلیات کو قبول کرسکے اور تنزیلات سے مستفید ہو سکے۔ اور یہ عارف کا حال ہے کہ اس کا حرکتِ حال میں ایستادہ ہونا اشارہ ہے اپنے باطن میں روح کا حق تعالیٰ سے واقف ہونیکا اپنی ہستی کے ساتھ اور اپنی نظر کو اور فکر کو جولان کرنا مراتب مخلوقات میں اور یہ حال محقق ہے اور اس کی حرکت فوق کی طرف اشارہ ہے مقام انسانی کے آغاز سے مقام احدیت کی طرف۔ پس جبکہ اس کی روح پردہ سے باہر آتی ہے۔ اور مراتب صفات کی طرف پہونچتی ہے تو وہ اپنے سر کو کھول دیتا ہے پس جس وقت وہ ماسوائے حق سے مجرد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرلیتا ہے تو وہ اپنے کپڑے اتار ڈالتا ہے اور اگر مغنی صاحب حال اور صاحب مقام ہے تو لباس اس کی طرف پھینک دیتا ہے اور اگر مغنی صاحب حال نہیں ہوتا تو اس کی طرف جامہ کا پھینکنا بے انصافی ہے اس لئے کہ صاحب حال کا جامہ اس کی صورتِ حال ہے اور کوئی اسے قبول کرنے کا مستحق نہیں سوائے اس کے جو مرتبہ میں اس کا ہمسر ہو اگر قوال کی نیت برکت کے حصول کیلئے جامہ حاصل کرنا اور عطا کرنیوالے کی نیت قوال کو دینے کی ہو تو اس صورت میں زیادتی نہیں ہے بلکہ وہ ہدایت غیر کا طالب ہے "اور نہیں بھیجا تم کو مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر" اور اگر سامع اپنے مقام عالی کی طرف ترقی کرے اور قوال ادنیٰ اشعار گا رہا ہو پس حال کے مناسب شعر اسکو بتائے اور اگر کوئی امر غیبی اس کیلئے مشکل بن جائے اور غیر اس کے حال سے آگاہ ہو جائے تو روا ہے اس کے لئے کہ اسکی مدد کرے تاکہ اس کی مشکل آسان ہو جائے۔

اکثر مشائخ کرام نے قوال کو جامہ و خرقہ عطا فرمایا ہے خواہ وہ قوال صالح ہو یا فاسق۔ انہوں نے اپنی نیت کے لحاظ سے ایسا کیا ہے (قوال کے فسق و پارسائی کو پیش نظر نہیں رکھا ہے) حضرت سید محمد گیسو دراز سے منقول ہے کہ ارباب سماع، سماع میں آسمان کے ہفت طبق سے بھی گذر جاتے ہیں تو اگر وہ محض اپنے جامہ کو نہ چھوڑ دیں تو تعجب کی بات ہو گی۔ تقریباً حضرت نے ان الفاظ میں فرمایا کہ عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ یارسول اللہ آپ کی امت کے درویش جنت میں تونگروں سے نصف یوم قبل داخل ہوں گے اور وہ نصف دن پانچ سو سال برابر ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خورسند اور مسرور ہوئے پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو ہمارے سامنے شعر پڑھے ایک بدوی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں پڑھ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پڑھو تو اس بدوی نے یہ اشعار پڑھے:۔

اشعار

قد لسعت حیۃ الھوی کبدی　　　فلا طبیب لھا و لا راق

الا الحبیب الذی شغفت بہ　　　فعندہ رقیتی و تریاق

ترجمہ:۔ مارعشق نے میرے جگر کو ڈس لیا ہے پس نہ اس کے لئے کوئی طبیب ہے اور نہ کوئی افسوں کرنیوالا صرف وہ معشوق ہے جس پر فریفتہ ہوں۔ پس اسی کے پاس میرا افسوں اور تریاق ہے۔

یہ اشعار سن کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ کے اصحاب بھی وجد فرمانے لگے یہاں تک کہ آپ کی ردائے مبارک اس وجد میں آپ کے دوش اطہر سے گر گئی جب اس وجد سے فراغت پائی اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ فروکش ہوا تو حضرت معاویہ ابن ابی سفیان نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کی تفریح کس قدر پسندیدہ تھی (ما احسن لعبکم یا رسول اللہ) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ کوئی صاحب کرم ایسا نہیں ہے جو ذکر حبیب پر جنبش نہ کرے اس کے بعد آپ نے ردائے مبارک کے چار سو ٹکڑے کرکے حاضرین میں تقسیم فرمادی۔

حضرت سلطان المشائخ کے پاس جب کبھی قوال آتے تو اُن پر نظر پڑتے ہی (یعنی قوالوں کو دیکھتے ہی) حضرت شیخ کے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔ آپ کے اصحاب نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ قوال محبوب کا پیغام سنانے والے لوگ ہیں لہٰذا میں جونہی انہیں دیکھتا ہوں تو محبوب کے پیغام کی جھلک نظر آجاتی ہے اور میرے آنسو امڈ آتے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ میں سماع کا بہت رواج تھا۔ اور حضرت بہت زیادہ سنتے تھے اس وجہ سے کہ اس زمانہ کے علماء اور بہت سے لوگ اس کا انکار کرتے تھے نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس پر محضر تیار کیا گیا۔ مولانا ضیاء الدین بدایونی نے محضر تحریر کیا تھا جو دیکھنا چاہے وہاں دیکھ سکتا ہے۔ (تاریخ فیروز شاہی مرتبہ ضیاء الدین برنی)

اب سازوں، مزامیر وغیرہ کے ساتھ سماع سننے کے بارے میں وضاحت کی جاتی ہے۔ عود ایک مشہور ساز ہے (جس میں تار ہوتے ہیں) کہتے ہیں کہ سب سے اول عود کو حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند لمک نے اس وقت تیار کیا تھا جب اس کے بیٹے کا انتقال ہوا تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اہل ہند کی ایجاد ہے۔ انہوں نے عود کو انسانی طبیعت کی مناسبت سے بنایا تھا۔ تاروں والے سازوں کے سلسلہ میں جو کافی مشہور ہیں علماء کا اختلاف ہے اور ان میں ائمہ مذاہب اربعہ مشہور ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ اس کا بجانا اور سننا دونوں حرام ہے۔ لیکن کچھ حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ حضرات عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر، معاویہ بن ابی سفیان وعمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اس ساز کو سنا ہے۔ حضرات تابعین میں سے خارجہ بن زید، عبدالرحمٰن بن حسان، سعید بن المسیب عطا ابن ابی رباح، شعبی، ابن ابی عتیق (رضی اللہ عنہم) اور اکثر فقہائے مدینہ نے سنا ہے۔ امام مالک سے بھی اس کا سننا ایک روایت میں منقول ہے۔ لیکن امام مالک کے احباب کے یہاں یہ بات مشہور نہیں ہے۔
ابوبکر بن عربی مالکی اپنی تصنیف شرح ترمذی میں جس کو انہوں نے "عارضیہ" کے نام سے موسوم کیا ہے۔

جہاں اباحت غنا کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں تو لکھتے ہیں کہ اگر اس گانے والے کے ساتھ عود کا ہونا مان لیا جائے تو وہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول میں داخل ہوگا کہ "شیطان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں" اور اس وقت رسول اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "دعهما فانه یوم عید" جانے دو انہیں چھوڑ دو آج ان کی عید کا دن ہے۔

اس طرح اگر طنبور مغنی کے ساتھ ہو تب بھی حرمت میں وہ موثر نہیں ہوگا تحقیق کہ یہ تمام ایسے آلات ہیں جن سے ضعیفوں کے دل قوی ہوتے ہیں اور ان کی آواز سے نفوس میں کشادگی پیدا ہوتی ہے اور عود اسی طنبورہ کو کہتے ہیں۔ لغت میں اس کے یہی معنی مشہور ہیں۔

عود کے مباح ہونے کے سلسلہ میں علامہ ماوردی بعض شافعیہ سے نقل کرتے ہیں کہ استاد ابو منصور بغدادی اس سے رغبت رکھتے ہیں اور شیخ ابو اسحاق شیرازی (شافعی) سے منقول ہے کہ ان کا یہی مذہب تھا (یعنی اباحت پر ان کا فتویٰ تھا) اور ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی اور تحقیق کے ساتھ کسی عالم سے کوئی ایسی بات مشہور نہیں ہے کہ جس سے ان کا انکار ثابت ہوتا ہو۔ اس کو طاہر مقدسی نے بیان کیا ہے اور وہ شیخ کے ہم عصر تھے اور انہوں نے اس کو اہل مدینہ سے روایت کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ ان علماء کے یہاں اس کی اباحت پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علمائے مدینہ میں سے ابراہیم بن سعید اس کی اباحت کے قائل تھے اور جب تک وہ عود نہیں بجا لیتے تھے کوئی حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ (ولا یحدث حدیثا حتی یضرب بہ) ایک بار وہ بغداد میں آئے اور خلیفہ ہارون رشید کے یہاں تمام (اکابر و اشراف و علماء) جمع ہوئے۔ ہارون رشید نے ان سے کہا کہ اے ابراہیم کوئی حدیث بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا عود منگائیے ہارون نے کہا تمہاری مراد عود سے مجمر میں جلائی جانے والی عود ہے (عود المجمر) یا عود الغنا ہے انہوں نے کہا کہ مجھے غنا کا عود درکار ہے پس ان کے لیے عود غنا منگایا گیا اور انہوں نے اسکو بجایا اور گایا اس کے بعد حدیث بیان کی اور ابراہیم بن سعید امام شافعیؒ کے اساتذہ میں تھے ان سے امام بخاریؒ نے بھی روایت لی ہے اور وہ مشہور، معتبر، نیک، ثقہ اور معتمد علیہ امام اور مجتہد تھے۔ جب انہوں نے ہارون الرشید کے سامنے عود بجایا تب ہارون الرشید نے کہا کہ اے ابراہیم! تمہارے علماء میں سے عود کی تحریم کا کون قائل ہے انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین وہ جو اللہ سے ملانے والا ہے۔

امام ابن عوبہ اپنی کتاب "مختصر" میں کہتے ہیں کہ ابراہیم بن سعید عود کے ساتھ غنا کو مباح سمجھتے تھے اور اس کو نقل کیا ہے امام ماوردی نے ان کے اصحاب سے اور عبدالحکیم کہتے ہیں کہ وہ مکروہ ہے۔ امام عزیز الدین بن عبدالسلام کہتے ہیں کہ وہ مباح ہے۔ ان حضرات میں جنہوں نے اس کی حرمت پر اتفاق کیا ہے اس کے گناہ کبیرہ یا صغیرہ ہونے میں اختلاف ہے اور متاخرین شافعیہ کے نزدیک گناہ صغیرہ ہے اور امام الحرمین (جوینیؒ) نے اس کو اختیار کیا ہے اور اس گواہی کو سنکر اس قول کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

(ولا ترد بسماعة شهادة)
امام ماوردی نے شرح تلقین میں ابن عبدالحکیم سے روایت کی ہے کہ ان کا قول ہے کہ شادی کے موقع پر اس کو منع نہیں کیا جا سکتا اور اس کی اباحت کے رد میں کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔

خاتمہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگر سماع کی مجلس یا اجتماع میں کوئی بدحواس ہو جائے (حواس سے جاتا رہے) یا نعرہ لگائے تو اسے صدق پر محمول کرنا چاہیئے۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ جو کوئی مکر سے نعرے لگانے والے پر انکار کرتا ہے اس کے مکر کے سبب سے تو وہ کبھی صدق کو نہیں پا سکتا یعنی اس طرح وہ اصل کا انکار کر رہا ہے۔ اے شخص تجھے اس کے مکر سے کیا سروکار۔ مکر کو اس کے لیے چھوڑ دے تو دوستی کو دیکھ تاکہ بہرہ مند ہو سکے۔ سماع میں پیر کے سامنے نہیں آنا چاہیئے سوائے اس صورت کے جبکہ اجازت دی گئی ہو یا پیر مرید کا بازو پکڑ کر وجد کرے اس کے علاوہ سامنے آنا ادب کے خلاف ہے اور اگر مجلس میں اکابر ہوں جن کا حال غالب ہو تو ممکن ہو سکے تو حفظ کرے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک کا حال دوسرے پر غالب آجاتا ہے اور اسکا ذوق بڑھ جاتا ہے۔ مجلس سماع میں کھانا پینا بھی ادب کے خلاف ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ مشائخ چشت کی سنت ہے کہ سماع کے روز کسی کو خالی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کچھ نہ کچھ تقسیم ضرور کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی چیز موجود نہ ہو تو تھوڑے سے چنے لاکر ہی اصحاب و احباب میں تقسیم کر دیں۔

حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ ایک دن وجد کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی تو حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا اے ترک اللہ (اے خسرو) آؤ تم قوال بنو اور میں قاری بنتا ہوں چنانچہ حضرت شیخ نے پانچ آیتوں کی تلاوت فرمائی اور حضرت امیر خسرو نے اپنی غزل گائی ؎

غزل

ماہ ہلال ابروئی من عقل مرا شیدا مکن	غمزہ زنان زآنسو میا آہنگ جان ما مکن
گہ زلف سوئی رخ بری گہ خال زیر لب نہی	جان دارد آخر آدمی چندین بلا پیدا مکن
گفتم کہ از ہیچو منتوئی زنار بندم گفت رو	در کفر ہم صادق نہٖ زنار را رسوا مکن

ترجمہ:- اے میرے ابرو کے چاند! میری عقل کو مات نہ کرد۔ ساز کے اس جانب (ساز کے پس پردہ) سے یار کے ایسے اشارے آرہے ہیں کہ میری جان لے لیں گے۔
۲- کبھی اپنے زلف کو رخسار پر رکھتے ہو اور کبھی تل کو اپنے لب (ہونٹوں) سے چھپاتے ہو

آخر انسان جاندار چیز ہے اس کیلئے ایسی اداؤں سے بلائیں پیدا نہ کرو۔
۳۔ میں نے کہا کہ یہ طوق ایسا نہیں ہے کہ میں گلے میں ڈالوں، اُس نے کہا کہ چلے جاؤ چونکہ تم خود کفر میں سچے نہیں ہو (تمہاری نیت صحیح نہیں ہے) لہٰذا طوق کو بُرا بھلا مت کہو۔
ان کے یہ غزل گاتے ہی سب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور اس دن ایسا کیف آیا کہ اس سے بہتر تصوّر میں نہیں آسکتا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو حضرت شیخ نے تھوڑے نخود (چنے) لاکر تقسیم کئے۔
حضرت قدوۃ الکبرا کا بھی یہ طریقہ رہا ہے کہ اگر کیف پیدا ہوتا تھا اور کوئی چیز تقسیم کرنے کیلئے موجود نہ ہوتی تھی۔ تو تھوڑا سا شربت اور پتے تقسیم فرمادیا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں آپ مریدوں کو بہت تاکید فرمایا کرتے تھے کہ اس سنّت کو جاری رکھو۔

استماع مزامیر

استماع مزامیر مذاہب مختلفہ میں جاری رہا ہے لیکن بعض نے اس کو جائز نہیں کہا ہے لیکن بغیر جھانجھ کے دف مشائخ نے سنا ہے۔ بعض حضرات نے رباب بھی سنا ہے۔ بعض نے جلاجل (جھانجھ) کے ساتھ دف بھی سنا ہے۔
حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کے یہاں شاہین، رباب، نالے، نئے بجائے جاتے تھے۔ بعض کہتے ہیں طبل اور دف میں فرق ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ دف بجایا گیا ہے اور اونچی آواز سے شادی بیاہ کی محفلوں میں گایا بھی گیا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سماع کے منکرین کے مقابلہ میں ہمارا آخری جواب یہ ہے کہ یہ ہمارے پیروں اور مرشدوں کا طریقہ رہا ہے ہم سنیں گے اگر تم کو اس سے انکار ہے تو تم انکار کرو ؎

اشعار

دنیا طلبا جہاں بکامت بادا ایں جیفۂ مردار بہ دامت بادا
گفتی کہ بہ نزد من حرام ست سماع گر بر تو حرام است حرامت بادا

ترجمہ:۔ دنیا طلبوں کو دنیا مبارک ہو، چونکہ یہ فاسد اور مردار چیز انہیں کو زیب دیتی ہے۔ تو نے کہا کہ میرے نزدیک سماع حرام ہے، اگر تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔
اگر اصحاب (مریدوں) میں سے کوئی فرد مطرب کی کچھ خدمت کرنا چاہے جیسے عطا خرقہ وغیرہ تو حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے جس وقت حضرت کعب بن زہیر نے آپ کی نعت میں قصیدہ (موسوم بہ بانت سعاد) پڑھا تھا تو آپ نے اپنا خرقۂ مبارک ان کو عطا فرمادیا۔ کچھ لوگوں نے حضرت شبلی سے کہا کہ آپ تو اس محبت میں جس کے آپ دعویدار ہیں خوب فربہ ہو رہے ہیں۔ حالانکہ اس کا تقاضا لاغری ہے (یعنی آپ کو کمزور لاغر ہونا چاہیئے تھا) انہوں نے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

شعر

احب قلبی ومادری بدنی
ولو دری ماا قام فی الغمنی

ترجمہ:۔ وہ میرے دل کو دوست رکھتا ہے اس کو میرے بدن سے کیا تعلق اگر وہ اس کو جان لیتا تو پھر قیام نہ کرتا۔

حضرت شبلی سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ایک ایسا شخص سماع میں شریک ہے کہ جو کچھ اس میں پڑھا جارہا ہے وہ اس کو نہیں سمجھتا تو پھر کیا صورت ہوگی وہ کیا کرے۔ حضرت شبلی نے جواب میں یہ اشعار پڑھے

اشعار

رب ورقاء هتوف بالحمیٰ ذات شجر صدحت فی فتنٍ
ولقد اشکو فما افهمها ولقد نشکو فما تفهمنی
غیر انی بالهوی اعرفها وهی ایضاً بالهویٰ تعرفنی
ذکرت الفاً ودهراً صالحا فبکت شجواً وهاجت شجنی

ترجمہ:۱۔ بسا اوقات کسی ایسے درخت سے جو فتنوں میں گھر جائے تو گرمی کی شدت سے بلند آواز آنے لگتی ہے۔

۲۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں شکایت کرتا ہوں اور خود اس کو سمجھ نہیں پاتا اور کبھی ہم شکایت کرتے ہیں تو تم اس کو نہیں سمجھ پاتے ہو۔

۳۔ اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ میں اسکو سمجھتا ہوں کہ محبت کے سبب سے ہے اور اسی محبت کی وجہ سے تم بھی پہچانتے ہو۔

۴۔ ہزاروں سال اور ایک طویل زمانے تک میں روتا رہا ہوں، میں رویا غم سے اور اس غم نے میرے اندر ایک ہیجان پیدا کردیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار حضرت شبلی کے نہیں ہیں بلکہ مجنون (قیس عامری) کے ہیں پھر آپ نے حضرت شیخ خواجگی کی یہ غزل پڑھی ؎

غزل

سماعی دردہ ای مطرب بیکبار کہ ایمان افگند در قلب کفار
ازو طیفور ستان بیخود و زار وزو منصور رقصان بر سر دار
بشوید سینۂ صوفی ز اغیار زسر تا پا کند مشتاق دیدار
قلندر زو شود از خویش بیزار بر قصد حیدری مستان برتار

ہر آن عالم کہ دارد در دل افکار	بقوالان دہد دراع و دستار
مسلمانان ازو سوزند و کفار	بیک سو خرقہ دیگر سوئے زنار
سرود خواجگی میگوئی ہربار	بزن آتش درین دُکان و بازار
ازین حالت کہ گوید باتو اخبار	درین مجلس کسی چون نیست ہشیار

ترجمہ: ۱۔ اے قوال ایک دفع سماع سنادے تاکہ کافروں کے دل میں نورِ ایمان آجائے۔
۲۔ اُن مست و بے خود پرندوں کی طرح منصور بھی تختۂ دار پر رقصاں ہو جائے۔
۳۔ سماع صوفی کے سینہ سے خیالِ غیر نکال دیتا ہے اور سر سے پاؤں تک مشتاقِ دیدار بناتا ہے۔
(یعنی اللہ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے)
۴۔ مردِ قلندر سماع میں خودی کی نفی کرتا ہے اور حیدری ایک مستانہ کی طرح تار پر رقص شروع کر دیتا ہے۔
۵۔ ہر وہ عالم جس کے دل میں جذبۂ فکر ہے محفلِ سماع میں قوالوں کو اپنی پگڑی اور خرقہ دے دیتا ہے۔
۶۔ کافر مسلمانوں سے جلتے ہیں (دشمنی کرتے ہیں) کیونکہ ان کے پاس خرقہ ہے اور دوسری طرف طوق ہے۔
۷۔ ہر دفعہ تم ترانۂ خواجگی پڑھتے ہو، آگ لگادو ان دکانوں اور بازاروں میں۔
۸۔ اس حالت کی خبر تمہیں کون دے رہا ہے کیونکہ اس مجلس میں کوئی ہوش میں نہیں ہے۔

☆ نزرانہء عقیدت ☆

مخدوم المشائخ مولانا سید محمد مختار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی رحمۃاللہ علیہ سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف و مفتی اعظم پاکستان الحاج مولانا محمد وقار الدین صاحب رحمۃاللہ علیہ -

-: منجانب :-

گنج بخش انٹرپرائزز، کراچی

حاجی غلام نبی اشرفی

لطائف اشرفی